شریف التواریخ
جلد دوم (حصہ دوم)
سید شریف احمد شرافت نوشاہی
ادارہ معارف نوشاہیہ

تذکرہ مشائخِ قادریہ نوشاہیہ

شریف التواریخ

سیدی

جلد دوم موسوم بہ

طبقاتِ نوشاہیہ

حصہ دوم مشتمل بر

طبقہ سوم : نوشاہیہ ہاشمیہ
طبقہ چہارم : نوشاہیہ سلیمانیہ
طبقہ پنجم : نوشاہیہ رحمانیہ
طبقہ ششم : نوشاہیہ سچیاریہ
طبقہ ہفتم : نوشاہیہ صالحیہ

تالیف

سید شریف احمد شرافت نوشاہی

○

ادارہ معارفِ نوشاہیہ ○ ساہن پال شریف
گجرات۔ پاکستان

۱۴۰۲ھ — ۱۹۸۲ء

نام کتاب ــــــ شریف التواریخ جلد دوم موسوم بہ طبقات نوشاہیہ
(حصہ دوم)

مصنف ــــــ سید شریف احمد شرافت نوشاہی۔ سجادہ نشین دربار نوشاہی ساہن پال شریف۔

سال تصنیف ــــــ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء

ناشر ــــــ ادارہ معارف نوشاہیہ۔ ساہن پال شریف۔

مطبع ــــــ جبّار پرنٹرز گنج بخش روڈ لاہور

تعداد ــــــ ۵۰۰ ۔ بار اوّل

تقطیع ــــــ ۱۸ × ۲۲

خطاط ــــــ مولوی عبدالرحمٰن۔ کاموکی

تاریخ طبع و نشر ــــــ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء

صفحات (حصہ دوم) ــــــ ۸۸۸ یعنی ۱۱۲۷ سے ۲۰۱۴ تک

قیمت ۷۰/- روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ معارفِ نوشاہیہ۔ ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات۔

۲۔ ادارہ معارفِ نوشاہیہ۔ مکان ۱ مری سٹریٹ ۱ شالامار ٹاؤن۔ لاہور ۹

۳۔ ادارہ معارفِ نوشاہیہ۔ نوشاہی منزل۔ محمّدی پارک۔ راج گڑھ۔ لاہور۔

۴۔ رضا پبلیکیشنز۔ بازار داتا صاحب۔ لاہور۔

۵۔ قاری محمد اسلم سلیم۔ نوشاہی منزل۔ بازار نوشہ پیر۔ پیراں منڈی مریدکے۔ ضلع شیخوپورہ۔

۶۔ حکیم قدرت اللہ اقبال۔ نوشاہی منزل ۸۹۔ بی۔ غلام محمد آباد۔ فیصل آباد۔

۷۔ مولوی بشیر احمد نوشاہی خطیب جامع مسجد انوار الحرمین شریف پنڈی کرسیانوالی۔ حافظ آباد روڈ۔ گوجرانوالہ

سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی سجّادہ نشین درگاہ حضرت نوشہ گنج بخش ساہن پال شریف

پیش کردہ:۔ حکیم قدرت اللہ اقبال، نوشاہی یونانی فارمیسی ۸۹ بی غلام محمد آباد فیصل آباد

روضۂ اقدس حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش ؒ ساہن پال شریف

پیش کردہ: حکیم قدرت اللہ اقبال، نوشاہی یونانی فارمیسی، ۸۹ بی غلام محمد آباد فیصل آباد

طبقہ سوم

نوشاہیہ ہاشمیہ

اس میں حضرت نوشہ گنج بخش قدس سرہ العزیز کے فرزند اصغر حضرت مولانا سید محمد ہاشم صاحب دریادل نور اللہ مرقدہٗ اور اُن کی اولاد امجاد کے حالات درج کئے ہیں۔

چونکہ مستوراتِ ہاشمیہ کے نام و حالات سے پوری آگاہی نہیں ہو سکی۔ اس لیے اکثر بزرگوں کی بیویوں اور بیٹیوں کا اندراج نہیں ہو سکا الا ماشاء اللہ۔

یہ طبقہ ۱۳۷۶ھ میں مکمل کیا گیا۔

سید شرافت نوشاہی
عفی عنہ

باب اوّل

قطب الانام غوث الاسلام حضرت سید شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قدس سرہٗ

پیشوا ماہِ لقا حاجی نوشہ گنج بخش[1] — پیر کامل باخدا حاجی نوشہ گنج بخش
پیر نوشہ رازدانِ انبیاؑ و مرسلین! — رنج و غم کی ہے دوا حاجی نوشہ گنج بخش
شاہ رحماں کو کیا بھرپور نوشہ پیر نے — چشمہ ہے عرفان کا حاجی نوشہ گنج بخش
دست بستہ جو ہوا حاضر تیرے دربار پر — نور سے دامن بھرا حاجی نوشہ گنج بخش
اولیا سب کر رہے ہیں ناز تیرے نام پر — شہ سلیماں کی رضا حاجی نوشہ گنج بخش
باغِ نوشہ کا ظفر ادنیٰ سا غنچہ ہے حقیر — در تیرے کا ہوں گدا حاجی نوشہ گنج بخش

اوصافِ جمیلہ فخر المشائخ والعلماء۔ امام الصوفیۃ والاولیا۔ مرکزِ دائرہ توحید۔ چراغِ محفلِ تفرید۔ آفتابِ ولایت و عرفان۔ ماہتابِ ادجِ ہدایت و احسان۔ نجمِ سپہرِ ملکوت۔ غواصِ بحرِ لاہوت۔ گوہرِ لجۂ احدیت۔ دُرِّ معدنِ ہُویت۔ خلاصہ خاندانِ مصطفویہ۔ سلالہ اہلِ بیت نبویہ۔ گلبنِ بوستانِ علویہ۔ گلدستہ ریاضِ مرتضویہ۔ سرحلقہ ارکانِ قادریہ۔ امام خاندانِ نوشاہیہ۔ قطب المدار۔ سید الابرار۔ حضرت مولانا سید شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش علوی قادری رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

آپ خاندانِ ساداتِ علویہ عباسیہ کے اکابر عائدین سے تھے۔

تاریخِ ولادت آپ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ یکم رمضان ۹۵۹ھ میں ہوئی۔

---

[1] یہ غزل میاں محمد ظفر قادری نوشاہی مصطفائی ساکن کریال الانوالی چک نمبر ۱۵ ضلع شیخوپورہ سے ہے ۱۲ شرافت

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ یوم ولادت نوشہ صاحب ۲۔ ولادت بدرِ نوشہ صاحب ۳۔ بزرگ خلق ۴۔ عزت کائنات

آپ کی تعلیم و تربیت۔ بیعت و خلافت اور معمولات۔ اور اخلاق و عادات و مقامات و کرامات وغیرہ حالات اِس سے پہلے شریف التواریخ کی پہلی جلد موسوم بہ تاریخ الافلاک کے دوسرے باب چھبیسویں فصل میں اور اس کی دوسری جلد موسوم بہ طبقات النوشاہیہ یعنی جلد ہذا کے طبقہ اوّل اور طبقہ دوم میں مفصل طور پر لکھے جا چکے ہیں۔ اب اِس طبقہ سوم میں مختصر تذکرہ ہی تبرکاً کیا جاتا ہے۔

جاگیر درگاہ شریف

جب سلطان ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہجہاں بادشاہ غازی صاحبقران ثانی رہ کو حضرت نوشاہِ عالیجاہ رح کے تصرف سے قلعہ قندھار فتح ہوا۔ تو اس نے مصارفِ لنگر شریف کے واسطے موضع ٹھٹھہ عثمان اور بادشاہ پور رقبا بطور جاگیر ہدیہ کئے۔ جن کا خراج ایک لاکھ تیرہ ہزار ایک سو ساٹھ دام یعنی دو ہزار اکہتر روپیہ سالانہ آپ کو ملتا تھا۔ اس کے متعلق سارے سندات اور فرامین شاہی جو مزین بمواہیر سلاطین مغلیہ ہیں۔ اس وقت مؤلف کتاب ہذا فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کے کتب خانہ میں موجود و محفوظ ہیں۔ دو فرمانوں کا بلفظہٖ اقتباس یہاں مختصراً درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ "دریں وقت میمنت اقتران فرمانِ والاشان واجب الاذعان صادر شد کہ موضع ٹھٹھہ عثمان وغیرہ در بست متعلق پرگنہ ہرات صوبہ پنجاب بجمع یک لک و سیزدہ ہزار و یک صد و شصت دام کہ دو ہزار و ہفتاد و یک روپیہ حاصل آنست در وجہ انعام التمغا جہت صرفِ درگاہ حضرت شیخ حاجی محمود فضلا" الخ

۲۔ "موضع ٹھٹھہ عثمان و بادشاہ پور رقبا عملہ رسول پور چیلاں پرگنہ ہرات دوابہ چہنب مضاف صوبہ پنجاب بجمع یک لک و سیزدہ ہزار و یک صد و شصت دام"

کرامات

آپ کی کرامات و خوارق عادات بحد تواتر پہنچ چکی ہیں۔ حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رح کے بعد کوئی ایسا بزرگ نہیں گذرا۔ جو اس قدر کثیر الکرامات ہو۔ اسی واسطے آپ کو محی الدین ثانی کہا جاتا تھا۔ کما ھو فی التذکرہ نوشاھیہ للسید الحافظ محمد حیات الربانی قدس سرہ۔

آج تک آپ کے مزار شریف سے بھی اسی طرح کرامات جاری ہیں۔ اور آپ کا قوی التصرف ہونا ظاہر و باہر ہے۔

مردہ جنین کا زندہ ہونا جمہور خلائق سے منقول ہے کہ رائے وجہ اللہ خاں المعروف ونجھل خاں کھرل دانا آبادی کی بیوی مسمات نصیبو کے پیٹ میں بچہ خشک ہو کر رنگ ہو گیا تھا۔ ہر چند علاج کئے۔ اور فقیروں، بزرگوں سے دعائیں کروائیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حتےٰ کہ بارہ ۱۲ سال کا عرصہ گذر گیا۔ امر الٰہی سے حضرت نوشاہ عالیجاہ رح کو ساندر بار کے سفر کا اتفاق ہوا۔ شیخ عبد الرحمٰن پاک صاحب بھڑیوالہ رح اور چند دیگر خادم درویش بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ سیر کرتے ہوئے موضع دانا آباد میں پہنچے۔ اور وہاں کی مسجد میں فروکش ہوئے۔ جب لوگوں کو حضور کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی۔ تو سلام کے لیے حاضر ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ رائے ونجھل خاں بھی بمعہ اپنی اہلیہ کے حضور کی خدمت میں آیا۔ اور ایک پیالہ دودھ کا پیش کیا۔ آپ نے دودھ نوش فرما کر پسخوردہ ان کو عنایت کیا۔ اور فرمایا پی جاؤ۔ اور ان کی درخواست کے بغیر از راہ کشف ان کے ارادہ سے آگاہ ہو کر ان کو بشارت دی کہ خدا تعالےٰ تمہارے ہاں لڑکا عطا کرے گا۔ جو طبقہ عشاق میں سے ہوگا۔ اور قیامت تک اُس کا نام شہرہ آفاق رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے دُودھ کا وہ تبرک پی لیا۔ اُسی وقت قدرت خداوندی سے وہ خشک بچہ (جنین مردہ) پیٹ میں سبز (زندہ) ہو گیا۔ اور اس میں خدا تعالےٰ نے رُوح ڈال دی۔ اور میعاد مقررہ پر وہ لڑکا تولد ہوا۔ جس کا نام والدین نے مرزا رکھا۔ جو جوان ہو کر مسمات صاحبہ دختر کھیوا سیال پر عاشق ہو گیا۔

اور اُسی عشق میں شہید ہوگیا۔

۱۔ مولوی حکیم محمد اشرف فاروقی منچری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ مناقب نوشاہی میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مرزے دے پیو دُدھ دیا سی! مرزا کُکھ وچہ ٹُک گیا سی
چوڑنہہ پہراں وچہ جم پیا سی باراں برس گذاری دا

۲۔ مولوی حکیم عبدالحق چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ ساکن ہرلانوالی ضلع گوجرانوالہ نے کتاب تفنگِ عشق میں مرزا کی ولادت کے حالات میں لکھا ہے۔

دعائے شاہ را بُد یک نشانی! بحمداللہ ازاں رمزِ نہانی
بہ نوشہ گنج بخش آں پیر مشہور کلام و نامِ او نورٌ علےٰ نور
بما در پدر او داد ایں نشانے کہ باشد پسر تو یک شاہ کمانے
چو مشک از عشق خواہد گشت مشہور ہمہ دانند او را قُرب و ہم دُور

ایک مجذوم کا تندرست ہونا

عہدِ حکومتِ خالصہ کا واقعہ ہے کہ ایک مولوی صاحب غلامی تخلص جو عرصہ سے مرضِ جذام میں مبتلا تھے۔ اور کسی علاج سے فائدہ نظر نہ پایا۔ تو حضرت نوشہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ عالیہ پر حاضر ہو کر چند روز معتکف رہے۔ اور یہ مناجات منظوم کر کے مزار شریف کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھی۔ بلکہ دیوار شریف پر تحریر کردی۔ اُسی رات کو حضور کی زیارت ہوئی آپ نے اُن کے جسم پر ہاتھ پھیرا۔ تو مولوی صاحب شفایاب ہو گئے۔ اور بالکل تندرست ہو کر واپس رخصت ہوئے۔ وہ مناجات یہ ہے۔

غزل مناجات

اے شریعت را شعار از خرقۂ پشمینِ تو وے طریقت را دثار از پائے یا تمکینِ تو
اے حقیقت یافتہ از آں زیورِ تحقیق دیں ہست عرفاں در گوشۂ دیدۂ حق بینِ تو
تو عجب سروی زِ گلزارِ ولایت دستگیر اے کہ ولیانِ جہاں آمد تماشا بینِ تو
زد علم بر چرخِ ہفتم حضرتِ عالی جناب گشت روشن شرق و مغرب از تبسم بینِ تو

نامِ تو چوں اسمِ اعظم داشت تاثیرِ عجب!
ہم چو موسےٰ قُم باذنی از لبِ تمکینِ تو

بلکہ بہتر صد مراتب باصدا زِم اوست زانکہ
روزِ مردہ زندہ کردے ہر دلِ غمگینِ تو

بہرِ استقبالِ دیدارت ملائک آسماں
با قصور و حور آمد چونکہ شد تکفینِ تو

یا محمد حاجیِ نوشہ خدا را دستگیر
شد غلامی غاشیہ بردوش بہر زینِ تو

ملفوظات

چونکہ طالبانِ حقیقت کے واسطے اولیاء اللہ کے ارشادات مشعلِ راہ ہوتے ہیں۔ اس لیے کتاب چہار بہار سے آپ کا وہ مکالمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ جو آپ کے خلیفہ ارجمند اور مسترشد حق پسند، زبدۃ الابرار، امام الاخیار حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی اور حضور نوشاہِ عالیجاہ رح کے درمیان ہوا تھا۔ حضرت سچیار صاحب سوال کرتے ہیں۔ اور حضرت نوشہ گنج بخش رح جواب دیتے ہیں۔ سالکانِ طریقت کے واسطے ایک بہترین دستور العمل ہے۔ وہ یہ ہے۔

۱۔ سوال۔ درویش کے لیے سب سے پہلا ضروری کام کیا ہے؟

جواب۔ علم حاصل کرنا۔

۲۔ سوال۔ علم سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

جواب۔ علم سے بُرے لوگ بھلے ہو جاتے ہیں۔ اور کمتر لوگ بہتر ہو جاتے ہیں۔

۳۔ س۔ بھلائی اور بُرائی کیا ہے؟

ج۔ بھلائی عقلمندی اور برائی بے وقوفی ہے۔

۴۔ س۔ عقلمندی اور بے وقوفی کیا ہے؟

ج۔ اپنے نفع و نقصان کو پہچاننا عقلمندی ہے۔ اور نہ پہچاننا بے وقوفی ہے؟

۵۔ س۔ نفع اور نقصان کیا ہے؟

ج۔ نفع وہ چیز ہے جو ہمیشہ ساتھ رہے۔ اور ساتھ جائے۔ نقصان وہ ہے جو ساتھ نہ دے۔

۶۔ س۔ وہ کون چیز ہے جو ساتھ دیتی ہے۔ اور وہ کون ہے جو ساتھ نہیں دیتی؟

ج۔ دنیا کی محبت ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ مگر مولا کی محبت ساتھ رہتی ہے۔ اور ساتھ جاتی ہے۔

۷۔ س۔ خدا کی محبت کس چیز سے پیدا ہوتی ہے؟

ج۔ علم سے۔

۸۔ س۔ کس علم سے محبت حاصل ہوتی ہے؟

ج۔ جس علم سے حلم پیدا ہو۔

۹۔ س۔ علم کیسے پیدا ہوتا ہے؟

ج۔ خوش پوشی اور خوش نوشی اور خوش خوابی کو ترک کرنے سے۔

۱۰۔ س۔ ان چیزوں کو ترک کرنے سے کیا ملتا ہے؟

ج۔ دل کی صفائی۔

۱۱۔ س۔ دل کی صفائی سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

ج۔ معرفتِ خداوندی۔

۱۲۔ س۔ معرفت سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

ج۔ جو کہنے۔ لکھنے۔ سمجھنے میں نہیں آتا۔

۱۳۔ س۔ جو کہنے۔ لکھنے۔ سمجھنے میں نہیں آسکتا۔ وہ کیا ہے؟

ج۔ جو مکان و نشان سے پاک ہے۔ اور ذات صفات نہیں رکھتا۔ صرف اپنی تسلی کے لیے مولا نام رکھ دیا ہے۔

۱۴۔ س۔ سالک کسے کہتے ہیں؟

ج۔ سلوک والے کو۔

۱۵۔ س۔ سلوک والا کون ہوتا ہے؟

ج۔ جو ظاہر بین نہ ہو۔

۱۶۔ س۔ ظاہر بین کسے کہتے ہیں؟

ج۔ جو ظاہر کی رنگتوں پر مائل ہو جاوے۔

۱۷۔ س۔ اگر ظاہر رنگت نہ دیکھے تو کیا دیکھے؟

ج۔ ہر صورت اور ہر جگہ میں خداوند کا جلوہ دیکھے۔

۱۸۔ س۔ جلوہ خداوندی کب دکھائی دیتا ہے؟

ج۔ جب اپنے آپ کو اپنے آپ میں گم کر دے۔

۱۹۔ س۔ اپنے آپ کو کیسے گم کر سکتا ہے؟

ج۔ چُپ رہ۔ وہی جان سکتا ہے جو گم ہو جاوے۔

۲۰۔ س۔ ہمیشہ کی زندگی کب ہاتھ آتی ہے؟

ج۔ جب نیست ہو جاتا ہے۔

۲۱۔ س۔ جب نیست ہو گیا تو باقی کیا رہا؟

ج۔ نیست کا مطلب یہ ہے کہ تو دنیا کی طرف سے نیست ہو جائے۔ اور دنیا تیرے سامنے نیست ہو جاوے

۲۲۔ س۔ نیستی کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

ج۔ عشق سے۔

۲۳۔ س۔ عشق کیا ہوتا ہے؟

ج۔ عشق ایک آگ ہے جو اس میں پڑتا ہے وہ آگ ہی ہو جاتا ہے۔

۲۴۔ س۔ صوفی کون ہوتا ہے؟

ج۔ جو صفائی والا ہو۔

۲۵۔ س۔ صفائی کیسے حاصل ہوتی ہے؟

ج۔ شہوتوں کو دُور کرنے سے۔

۲۶۔ س۔ شہوتیں کس طرح دُور ہو سکتی ہیں؟

ج۔ جب انسان اپنے نفس پر حکومت حاصل کرے۔

۲۷۔ س۔ نفس پر حکومت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

ج۔ جو کام کرے نفس کے خلاف کرے۔

۲۸۔س۔ نفس کے مخالف ہونا بہت مشکل ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

ج۔ اپنی زندگی میں عیش وعشرت کو فنا کردے۔ اور دنیا کو ہیچ سمجھے۔

۲۹۔س۔ مست کس کو کہتے ہیں؟

ج۔ جو قید سے آزاد ہو۔

۳۰۔س۔ کس قید سے آزاد ہو؟

ج۔ زندگی اور موت۔ کفر اور اسلام۔ دوست اور دشمن سب کو برابر سمجھے اور ان قیدوں سے پاک ہو جاوے۔

۳۱۔س۔ وہ تو دیوار کی طرح ہوگیا۔ اُس مست کا کیا فائدہ؟

ج۔ مست فائدے اور نقصان کا ذمہ دار نہیں۔

۳۲۔س۔ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟

ج۔ اسلام والے کو۔

۳۳۔س۔ اسلام کیا ہے؟

ج۔ امر ونہی کی پیروی کرے۔

۳۴۔س۔ پیروی کیسے ہوتی ہے؟

ج۔ سچے دل سے فرمانِ الٰہی پر عمل کرے۔

۳۵۔س۔ اسلام کی حد کیا ہے؟

ج۔ بال برابر بھی اسلام سے باہر قدم نہ رکھے۔

۳۶۔س۔ اسلام کی پختگی کیا ہوتی ہے؟

ج۔ فرمان پر عمل کرتا رہے۔ اور اپنی دلیل کو چھوڑ دے۔

۳۷۔س۔ کافر کس کو کہتے ہیں؟

ج۔ جو راستے سے گم ہو۔

۳۸۔س۔ کس راستے سے گم ہو؟

ج۔ راہِ راست سے۔

۳۹۔ س۔ منافق کسے کہتے ہیں؟

ج۔ جس کا ظاہر ہو اور باطن نہ ہو۔

۴۰۔ س۔ دیوانہ کون ہوتا ہے؟

ج۔ جو اپنے خیال میں محو ہو۔ اور دوسروں کی قیل وقال سے کچھ غرض نہ رکھتا ہو۔

۴۱۔ س۔ ابدی دولت کیا ہے؟

ج۔ صبر و شکر۔

۴۲۔ س۔ صبر زیادہ اچھا ہے یا شکر؟

ج۔ صبر نہ ہو تو شکر کیسا۔ اور شکر نہ ہو تو صبر کیسا۔

۴۳۔ س۔ مسافر اور مقیم میں کیا فرق ہے؟

ج۔ اصل چیز نیکی ہے۔ اگر مقیم نیک ہو تو مسافر کو بھی نیکی کا حصہ ملے گا۔ اور اگر مسافر نیک ہو تو جہاں جائے گا۔ نیکی کی تعلیم دے گا۔ اور لوگوں کو فائدہ پہنچے گا نیکی کے سوا دونوں کچھ نہیں۔

۴۴۔ س۔ ایمان کیا ہے؟

ج۔ ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالے بندے کو قبولیت عطا فرمادے۔ یہ اسلام کی پختگی سے حاصل ہوتا ہے۔

۴۵۔ س۔ ہر چیز کی ملکیت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

ج۔ جو شخص اپنی ہستی کے دعویٰ کو چھوڑ دیتا ہے۔ مال و دولت۔ گھر بار سب جہان اُس کا ہو جاتا ہے۔

۴۶۔ س۔ انسان کے لیے سب سے بہتر یادگار کیا ہے؟

ج۔ بہتر یادگار محبت ہے۔

۴۷۔ س۔ انسان کیسے بن سکتا ہے؟

ج۔ اللہ والوں کی صحبت سے۔

۴۸۔ س۔ انسان کون ہوتا ہے؟

ج۔ جو خدا کو پہچانتا ہو۔

۴۹۔ س۔ خدا کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟

ج۔ دو طریقے ہیں۔

ایک یہ جاننا کہ سب کچھ اُسی سے ہے یعنی ہمہ از دوست۔

دوسرا یہ کہ سب وُہی ہے۔ یعنی ہمہ اوست۔

۵۰۔ س۔ دنیا کے اسباب کیا ہیں؟

ج۔ گمراہی۔

۵۱۔ س۔ عاقبت کے اسباب کیا ہیں؟

ج۔ دل شکستہ ہونا۔

۵۲۔ س۔ طالب کسے کہتے ہیں؟

ج۔ طلب رکھنے والے کو۔

۵۳۔ س۔ کس کی طلب رکھے؟

ج۔ خود طلب۔ خود طالب۔ خود مطلوب ہو۔

۵۴۔ س۔ خدا سے کیا مانگنا چاہیئے؟

ج۔ معرفت (اس کی پہچان)

۵۵۔ س۔ زندگی کیسے گذارنی چاہیئے؟

ج۔ بغیر دعوے کے۔

۵۶۔ س۔ بزرگی کیسے حاصل ہوتی ہے؟

ج۔ تھوڑا کھانے سے۔ کم خوار کم خوار۔ بسیار خوار بسیار خوار۔

۵۷۔ س۔ دنیا میں سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟

ج۔ ماں باپ کا۔

۵۸۔ س۔ سب سے زیادہ خدمت کس کی کرنی چاہیئے؟

ج۔ مسکینوں کی۔ اور ماں باپ کی۔

۵۹۔ س۔ بدی کس کے ساتھ کرنی چاہیئے؟

ج۔ اپنے نفس کے ساتھ۔

۶۰۔ س۔ وہ کونسی کھیتی ہے جو ایک زمین میں بوئی جاتی ہے۔ اور دوسری زمین میں پھل لیا جاتا ہے؟

ج۔ یہ نیکی اور بدی ہے۔ جو اس جہان میں بوتے ہیں اور اگلے جہان میں کاٹتے ہیں۔ اور پھل کھاتے ہیں۔

۶۱۔ س۔ خدا کی خوشنودی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

ج۔ ماں باپ کی رضامندی۔ اور بے سہاروں شکستہ دلوں کو خوش کرنے سے۔

۶۲۔ س۔ دانا آدمی کسے کہتے ہیں؟

ج۔ جو بولتا کم ہے۔ اور سنتا زیادہ ہے۔

۶۳۔ س۔ نیک بخت کیسے پہچانا جاتا ہے۔

ج۔ تین نشانیوں سے طلبِ علم۔ اور سخاوت اور خوش خلقی سے۔

۶۴۔ س۔ سخی کون ہوتا ہے؟

ج۔ جو کچھ پاس رکھتا ہو دے دے۔

۶۵۔ س۔ سب سے برا کام کیا ہے؟

ج۔ بھیک مانگنا۔

۶۶۔ س۔ سب سے اچھا کام کیا ہے؟

ج۔ خدمت کرنا۔

۶۷۔ س۔ فقیر کی ابتدا کیا ہے؟

ج۔ کسی کو نہ ستانا۔

۶۸۔ س۔ یہ بات کیسے حاصل ہوتی ہے؟

ج۔ اس طرح کہ اپنے آپ کو دوسروں سے حقیر جانے۔

۶۹۔ س۔ یہ امر کیسے پیدا ہوتا ہے؟

ج۔ فقیروں کے پاس بیٹھنے سے۔

۷۰۔س۔ سختی کا کیا علاج ہے؟

ج۔ رضا کی تلاش میں رہنا۔

۷۱۔س۔ گناہ کا کیا علاج ہے؟

ج۔ توبہ۔

۷۲۔س۔ نامراد کس کو کہتے ہیں؟

ج۔ جو بے طاعت بھی ہو۔ اور بے مروت بھی۔

۷۳۔س۔ ناقص کس کو کہتے ہیں؟

ج۔ جو فقر کا لباس پہنتا ہے۔ اور دنیا داروں کے دروازہ پر جاتا ہے۔

۷۴۔س۔ دل کی روشنی کیا ہے؟

ج۔ رات کو جاگنا۔

۷۵۔س۔ رات کو کس طرح جاگا جا سکتا ہے؟

ج۔ کم کھانے سے۔

۷۶۔س۔ کس طرح کم کھایا جا سکتا ہے؟

ج۔ تھوڑا تھوڑا کم کرتا جاوے۔

۷۷۔س۔ دنیا میں کس طرح رہنا چاہیئے؟

ج۔ مسافروں کی طرح۔

۷۸۔س۔ منزل پر کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟

ج۔ بوجھ ہلکا ہونے سے۔

۷۹۔س۔ وہ کیا چیز ہے جس کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی ہے؟

ج۔ جو چیز ہاتھ سے نکل جاوے۔

۸۰۔س۔ فقر کا لباس کیا ہے؟

ج۔ پردہ پوشی۔

۸۱۔ س ۔ زبان کیسے پاک ہوتی ہے؟

ج ۔ حلال کھانے اور سچ بولنے سے۔

۸۲۔ س ۔ بدن کیسے پاک ہوتا ہے؟

ج ۔ پرہیزگاری سے۔

۸۳۔ س ۔ رُوح کیسے پاک ہوتی ہے؟

ج ۔ بے ریا ہونے سے۔

۸۴۔ س ۔ لذیذ لقمہ کونسا ہے؟

ج ۔ جو کھانا کسی کو دے دے۔ اور اُس کا بچا ہوا کھائے۔

۸۵۔ س ۔ مالدار کے لیے کونسا کام اچھا ہے؟

ج ۔ دینا اور دِلانا۔

۸۶۔ س ۔ رفیقوں کے لیے کیا کام بہتر ہے؟

ج ۔ خدا پر توکل کرنا۔

۸۷۔ س ۔ بلند ہمت والا کون ہوتا ہے؟

ج ۔ جس میں طمع نہ ہو۔

۸۸۔ س ۔ مرد کس کو کہتے ہیں؟

ج ۔ جو راہِ خدا میں کام کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔

۸۹۔ س ۔ بے خلل گھر کونسا ہے؟

ج ۔ آزادی کا گھر۔

۹۰۔ س ۔ کون آیا۔ کون چلا گیا۔ اور کون موجود ہے؟

ج ۔ جو شخص مخلوق کا ہادی اور رہبر ہو وہ آیا۔ اور جس کی دنیا میں کوئی نیک یادگار باقی نہ ہو۔ وہ چلا گیا۔ جس کی نیک یادگار دنیا میں قائم ہے۔ وہ موجود ہے

۹۱۔ س ۔ سعادت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

ج ۔ حیا سے۔

۹۲۔ س۔ حیا کیسے پیدا ہوتا ہے؟

ج۔ اس طرح کہ انسان نفس کا محکوم نہ بنے۔

۹۳۔ س۔ جاہل کس کو کہتے ہیں؟

ج۔ جو نفس کا محکوم ہو۔

۹۴۔ س۔ موت کیا ہے؟

ج۔ دنیا کو چھوڑ جانا۔

۹۵۔ س۔ دنیا کو چھوڑ کر کہاں جانا ہے؟

ج۔ دنیا میں ہی رہنا ہے۔

۹۶۔ س۔ کیا دنیا دوبارہ ہوتی ہے؟

ج۔ جس کے تصور میں دنیا ہوتی ہے۔ اس کے سامنے سے نہیں ہٹ سکتی۔ اور جب دنیا کو بھول نہیں جاتا۔ دنیا سے باہر نہیں جا سکتا۔

۹۷۔ س۔ دنیا کیسے بھول سکتی ہے؟

ج۔ دو طریقوں سے۔

پہلا یہ کہ ساری دنیا کو فنا دیکھے۔

دوسرا یہ کہ ہر جگہ خالق کو دیکھے۔ مخلوق کو کہیں نہ دیکھے۔

۹۸ — علم سلوک کا اصول یہی ہے کہ پوست میں دوست کو دیکھے۔ دوئی کا غبار دھو ڈالے۔ ایک دیکھے۔ ایک جانے۔ کیونکہ ایک ہی ہے۔ ایک ہی رہے گا۔

۹۹ — اس طرح ایک دیکھے کہ ایک ہی ہو جاوے۔ قطرہ سمندر سے جدا ہو تو ناکارہ ہو جاتا ہے۔ سالک کو دونوں جہان سے غرض نہیں ہوتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں مرتے۔

۱۰۰ — اے عزیز پہلے بندگی پیدا کر۔ اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا کہ پروردگار کی مہربانیوں سے یہ سب دروازے تجھ پر کھول دیئے جائیں۔ اور دونوں جہان کا مقام بخشا

اولادِ کرام

آپ کے دو[۲] فرزند ارجمند تھے۔

اوّل[۱]۔ برہان العاشقین، سلطان المحبوبین، قدوۃ الاخیار، امام الابرار، حضرت مولانا سیّد حافظ محمد برخوردار بحر العشق رح۔ ان کو آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں حضرت سچیار صاحب نوشہرویؒ کی التماس پر اپنے اکثر خلفائے اکابر کے سامنے اپنا ولی عہد خلافت کر دیا تھا۔ اور دستارِ نیابت سے سرفراز فرما کر اپنا سجادہ نشین مقرر کر دیا۔ ان کے مفصل حالات طبقہ اوّل و دوم میں گذر چکے ہیں۔

دوم[۲]۔ خازنِ گنجینہ طریقت۔ واقفِ رموزِ حقیقت۔ زبدۃ الاسخیا۔ فخر الاذکیا۔ عارفِ کامل۔ حضرت مولانا سیّد محمد ہاشم دریادل رح۔ ان کا ذکر دوسرے باب میں آئے گا۔

یارانِ طریقت

آپ کی نظر کیمیا اثر میں ایسی تاثیر تھی کہ جو لوگ آپ کی نگاہ میں آجاتے۔ وہ مرتبہ ولایت پر فائز ہو جاتے اس لیے معاصرین اولیاء اللہ آپ کو "اولیاء گر" کہا کرتے تھے۔

آپ نے قیامت تک اپنے سلسلہ کے مریدوں کے واسطے بشارت دی ہے کہ میں اُن کے ہمراہ رہوں گا۔ مولانا حکیم غلام قادر اختر انصاری برقندازی جالندھری رح کتاب انوار القادریہ میں لکھتے ہیں۔

"آپ کو سماع میں بہت توغل تھا۔ مجلس سماع میں غیر آشنا کو دخل نہ دیتے تا کہ اربابِ حال کی پریشانی کا باعث نہ ہو۔ بحالتِ وجد جس کسی پر نگاہ ڈالتے صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ دیتے۔ صاحبِ تصنیف استغراق وجد پر حاکم تھے۔ جس پر توجہ فرماتے۔ وجد میں آجاتا ایک دن حضرت نوشہ صاحبؒ ایسی ہی خاص حالت میں تھے۔ حضرت سچیار صاحبؒ بھی مجلس میں حاضر تھے۔ آپ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا (تیرے[۱] یار سو میرے یار۔ تیرے یاراں دے یار سو میرے یار۔ اگے اوہناں دے یار سو میرے یار) اور آپ نے فرمایا۔

[۱] کتاب مراۃ الغفوریہ میں یہ حضرت سچیار صاحب کا اپنا ارشاد لفظ مریدوں کے متعلق ہے ۱۲ شرافت

جس مجلس میں میرے سلسلہ کے ۲ دو فقیر شامل ہوں گے۔ وہ مجھے تیسرا حاضر سمجھیں۔"

بہتر ۷۲ امراء

آپ کے خلفائے کرام کے اسماء گرامی کی پوری فہرست تاریخ الاقطاب میں دی جا چکی ہے۔ آپ کے بائیس ۲۲ صوبے (خلفائے اکبر) اور بعض دیگر مشاہیر خلفاء کے اسماء پہلے طبقہ میں۔ اور لونجیہ ۹۲ بانوا (خلفائے اصغر) کے نام دوسرے طبقہ لکھے جا چکے ہیں۔ اب اس جگہ آپ کے بہتر ۷۲ امراء (خلفائے مجاز) کے نام مبارک کتاب گلزار فقراء سے تحریر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ چوہدری ساہنپال بن مہمان تارڑ رح
۲۔ چوہدری محب علی بن زندبخش تارڑ گوندیہ رح
۳۔ حیدر رانگسٹ رح
۴۔ رحمان قلی بن ساہنپال تارڑ رح
۵۔ محمد قلی بن ساہنپال تارڑ رح
۶۔ مرشد قلی بن ساہنپال تارڑ رح
۷۔ مست قلی بن ساہنپال تارڑ رح
۸۔ حافظ قاسم رح
۹۔ ہاشم رح
۱۰۔ علی رح
۱۱۔ محمد حافظ رح
۱۲۔ سعد اللہ رح
۱۳۔ شیخ علی رح
۱۴۔ فتح اللہ رح
۱۵۔ حافظ نعمت اللہ رح
۱۶۔ اسحاق رح
۱۷۔ عبدالسلام
۱۸۔ خیر محمد رح (باغبان)
۱۹۔ مرزا رح (کھرل دانا آبادی)
۲۰۔ جادو راسے قانونگو رح
۲۱۔ مومن رح
۲۲۔ رام راسے قانونگو رح
۲۳۔ اخلاص رح
۲۴۔ محمد رح
۲۵۔ زینی رح
۲۶۔ حسن رح
۲۷۔ حسین رح بقولے حسیناں
۲۸۔ نور رح
۲۹۔ بابو رح
۳۰۔ جیتا رح (چنبیلی) بقولے جینا
۳۱۔ فتا رح
۳۲۔ تاج رح بقولے تاجدین
۳۳۔ عارج رح
۳۴۔ امین رح

۳۵۔ طاہر رح
۳۶۔ قائم رح
۳۷۔ الہداد رح
۳۸۔ بہلو رح
۳۹۔ جاتری رح
۴۰۔ پچھن رح (گوندل ساہنپالوی)
۴۱۔ شادی رح (رتہاسی)
۴۲۔ میر احمد رح
۴۳۔ داد رح
۴۴۔ خیرا رح
۴۵۔ راج رح
۴۶۔ مراد رح
۴۷۔ عادل رح بتوسلے عادی
۴۸۔ شاہزادہ رح
۴۹۔ ادھم رح
۵۰۔ بلوراسے رح
۵۱۔ حیات رح
۵۲۔ سپاہا رح
۵۳۔ مستقیم رح
۵۴۔ شاہ میر رح (چوہان)
۵۵۔ شاہ باز رح
۵۶۔ گلا رح
۵۷۔ قندورا نجھار رح
۵۸۔ سوہندا جیٹ رح
۵۹۔ جیدا رح
۶۰۔ شاہو موچی رح
۶۱۔ بیگا ماچھی رح
۶۲۔ لہدم رح
۶۳۔ تخت مل رح
۶۴۔ امیر قریشی رح
۶۵۔ احمد دین رح
۶۶۔ فضلا رح
۶۷۔ صابو رح
۶۸۔ جہاں رح
۶۹۔ اکھیا رح
۷۰۔ قطبا رح
۷۱۔ رحمت اللہ رح
۷۲۔ نظام رح

ف: ایک اور قلمی شجرہ دستیاب ہوا ہے۔ اُس پر بہتر[۷۲] اسماء کے نام جو لسٹ نمبر ۶۴ تک تو محمد زارِ فقراء کے ساتھ متفق ہیں باقی آٹھ نام اُس میں یہ تحریر ہیں۔

۱۔ مغل رح ۲۔ دریگا رح ۳۔ شہرو رح ۴۔ چاہڑ رح ۵۔ چوہڑ رح ۶۔ مکتار رح ۷۔ بتاجار رح ۸۔ بیگنار رح

واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولوی محمد اشرف فاروقی رح نے مناقب نوشاہی میں یوں فرمایا ہے۔

یار اونہاں دے کال سارے ۔۔۔ آون نا ہیں وچہ شمار دے!
ہر کوئی ہویا اپنے وارے ۔۔۔ صاحب عظمت بجا ندا!

مدحیات

آپ کی تعریف میں بے شمار قصائد موجود ہیں۔ ان میں سے ایک قصیدہ یہاں لکھا جاتا ہے۔

قصیدہ

از نتیجہ طبع صوفی محمد افضل طور قریشی بی اے منشی فاضل ادیب فاضل از گوندلانوالہ

زہے درد ہ کیوں جاہ و ذبہ بارے گہر بارے ۔۔۔ زہے تقدیر سا جتپال و شان این چنیں دارے
ہمانے معرفت بازِ ولایت شیرِ شہباز ل ۔۔۔ جہانگیرِ سخا اورنگ زیبِ جود عطارے
تو اے جیناب میدانی کرا بگر فتہ در بر ۔۔۔ امام قطب اقطابان و نوشبلی عطارے
مہِ انوارِ مشتاقان و مہرِ مہ جبیناں ست ۔۔۔ دلِ دلہانے بیدلہا و چشمِ چشم خوں بارے
نشانِ بے نشاناں و زبانِ بے زباناں ست ۔۔۔ نگاہے کم نگاہاں رازدارِ جملہ اسرارے
امینِ رازِ صمدیت ضمینِ سرِّ احدیت ۔۔۔ گلستانِ تصوف بار گاہ و بحرِ ذخارے
منِ خستہ بدل بستہ بجاں جستہ و برگشتہ ۔۔۔ مُرادم دہ مُرادم دہ تو اے یارے مددگارے
شہیدم چشمِ میگونت فدائم زلفِ شبگونت ۔۔۔ اسیرم پنجۂ ہجرت تمانورے ضیا بارے
ترا با ہر یکے گو نہ تفاوت با من افتاد ست ۔۔۔ تو ہر کارے بگل داری و من کارے بآں یارے
درِ کانِ فیوض ست و دولت گنجینۂ ربی ۔۔۔ جبینت مخزنِ عرفان و چشمت فیض آثارے
خمارِ میکدہ ات بیش از بیش ست یا نوشہ ۔۔۔ بنوشید داغ عصیانم بدہ جامِ سبکسارے
سرم سودائے تو دارد دلم سودائے تو دارد ۔۔۔ دماغم نقش تو بستہ و چشمِ چشم بیدارے
تو اے بیدارِ بیداراں تو اے ہشیارِ ہشیاراں ۔۔۔ تو اے گفتارِ گفتاراں تو اے کردار کردارے

توئی اسلم توئی فرہم توئی جانم توئی روحم! — تو مطلوبم تو مقصودم تو موجودم بہر کارے

توئی شاہا امیدم اضطرابم دردم و وصلم! — چہ مسکینے چہ لاچارے چہ مجبورے چہ بیمارے

منم مدہوش مدہوشاں توئی ہشدار ہشداراں — دریں مدہوشی چہ مدہوشی و ہشیارے چہ ہشیارے

توئی بر لفظ اندر لفظ و معنے ہائے بر معنے — امیر لشکر عشقے بفقر و ذوق سالارے!

سگ دربار نوشاہی غلام بندگان تو — ز ہجرت تنگدل گشتہ بیا اکنوں کہ شد کارے

گل نو رستہ و نو بادۂ گلزار نوشاہی — شریف احمد شرافت سید عالی نظر دارے

چہ باک از آتش خورشید محشر دارد آں بندہ — ورا بادی قمر قادر ورا نوشہ شود یارے

یمین و یسر تو اے طور ایمن گشتہ از عصیاں

ترا پیر ست نوشاہے ترا پیر ست سچیارے

تاریخ وفات حضرت نوشہ صاحبؒ کی وفات بروز دو شنبہ بتاریخ آٹھویں ربیع الاول ۱۰۶۴ھ[1] میں ہوئی۔ روضہ اقدس دریائے چناب کے شمالی کنارہ پر بمقام ساہن پال شریف ضلع گجرات میں مرجع خلائق۔ اور مہبط انوار ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ مصرعہ۔ شاہ نوشہ انیس بزم وصال ۲۔ شاہ نوشہ نامور ۳۔ مخدوم نوشہ آزاد

۴۔ بفردوس بریں قطب المحققین ۵۔ نوشہ پاک رفت ۶۔ نوشہ مجمع الحسنات

---

[1] حضرت نوشہ گنج بخش رہ کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسومہ بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے پہلے حصہ تحائف الاطہار نام میں تحریر کیا جائے گا۔ شرافت

باب دوم

حضرت نوشہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادہ کے حالات و مقامات میں۔

حضرت مولانا سید محمد ہاشم دریادل رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ ہاشم کہ دریادل خطابِ پاکِ اوست
عالمِ ایجاد یکسر بستۂ فتراکِ اوست

آنچہ مردم طلب از سرمہ صفاہان میکنند
گو کہ جملہ یک بیک مخفی درونِ خاکِ اوست

بہر نعلینش بداں چرمے بہ از چرمِ سہیل
تارِ جانہائے ملک رشتہ پئے شراکِ اوست

ہر کہ شد خاکِ قدومش زیست خرم در جہان
ہر کہ رخ تابید زود در جہان نمناک اوست

آنکہ شد اشرف ز زہرِ مارِ دنیا نیش خوار
بالیقیں دانم کہ یادِ ایزدی تریاکِ اوست

اوصافِ جمیلہ آپ پیشوائے زمان۔ مرجع عارفان۔ زبدۃ الواصلین۔ قدوۃ الصالحین۔ برہان شریعت۔ سلطانِ طریقت۔ خزینۂ حقیقت۔ دُرِّ دریائے معرفت صاحب سخاوت و کرامت و خوارق و زُہد و تقویٰ و وجد سماع تھے۔ آپ سید العارفین حضرت سید شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش بن حاجی الحرمین حضرت سید علاؤالدین حسین غازی علوی قادری قدس اللہ سرہما العزیز کے فرزند اصغر اور مرید و خلیفہ تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت درویش خاتون بنت مولانا حافظ بہاؤالدین بن حاجی عزیز اللہ بن شیخ فرید الدین منہاس ساکن قصبہ ہیلاں تھا۔

تربیت آپ کی تربیت بڑے اچھے طریقہ پر ہوئی۔ والد بزرگوار کو آپ سے بہت محبت تھی۔ بچپن میں اپنے پاس سُلاتے تھے۔ ایک مرتبہ آنجناب قدس سرہ پانڈو وال میں تشریف لے گئے۔ آپ رات کو اکیلے سوتے تھے جب سردی کی تکلیف محسوس ہوئی۔ تو کہا بابا جی لحیف دو۔ حضور انور نے وہاں سے ہی بتصرفِ باطنی آپ کو

لحاف اوڑھا دیا۔[۱]

تحصیل علوم آپ جب سن تمیز کو پہنچے تو والد بزرگوار نے چندے اپنے پاس پڑھایا۔ پھر موضع ڈیو وال علاقہ بارگوندلاں میں مولوی حاجی حسین فاضل رح کے پاس بھیجدیا۔ کچھ عرصہ وہاں تعلیم پائی۔ اخفائے احوال کے واسطے ایک غریب باقندہ کے ہاں ڈیرہ رکھا۔ چند سال کے بعد وہاں سے فارغ ہوکر سیالکوٹ میں آفتاب پنجاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رح کے درس میں داخل ہوئے۔ تمام علوم منقول و معقول وہاں سے حاصل کئے۔ علامہ شیخ محمد تقی رح ساکن کیلیانوالہ بھی اُن ایام میں وہاں مدرسہ کے استاد تھے۔ اُن سے بھی تلمذ کیا۔ بیس سال کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ اور دستار فضیلت پہن کر واپس تشریف لائے۔[۲]

حضرت والد بزرگوار رح نے آپ کی خدمت کے واسطے شیخ نور محمد رح کو مامور کیا تھا۔ وہ ڈیو وال اور سیالکوٹ میں آپ کی خدمت میں موجود رہے۔ دن رات حاضر رہتے۔[۳]

ایک بار آپ کے دورانِ تعلیم میں آپ کی خبر گیری، اور سیالکوٹ کے لوگوں کی فیض رسانی کے لیے حضرت نوشہ صاحب رح بھی سیالکوٹ میں تشریف لے گئے تھے۔[۴]

مطالعہ کا شوق آپ علم میں اس قدر محو و مستغرق تھے۔ کہ شام کے وقت مطالعہ میں بیٹھتے اسی حالت میں صبح ہو جاتی۔ مگر بوجہ محویت کے آپ کو پتہ نہ لگتا۔[۵]

اخلاق و عادات

آپ صحبت خلق سے پرہیز فرماتے۔ ظاہر شریعت کی پابندی میں اپنے احوال باطنی کو پوشیدہ رکھا تھا۔ فقہائے وقت اور محدثین زمانہ میں ممتاز تھے۔ سخاوت و مہمان نوازی میں یگانہ آفاق تھے۔ اسی مناسبت سے آپ کو "ہاشم دریادل" کہا جاتا تھا۔[۶]

فائدہ۔ فیروز اللغات فارسی حصہ اوّل ص۔ ۳۴۲ میں لکھا ہے۔ دریادل ف بلند حوصلہ۔ فیاض۔ سخی۔[۷]

---

۱ تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ ۲ ۳ ۴ ۵ ایضاً ۶ ثواقب المناقب۔ خزینۃ الاصفیاء ۱۲ شرافت

محبت فی اللہ آپ کو اپنے والد کے خلفاء میں سے حضرت پاک صاحب بھڑیوالہ رح سے زیادہ محبت تھی۔ اور اُن کو سب میں سے افضل خیال کرتے تھے۔

چنانچہ جب آپ کے برادر زادہ سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان رح کو راہِ حق کا شوق دل میں موجزن ہوا۔ تو اپنے جدِ امجد کے یاروں میں سے شیخ رحیم داد سلیمانی رح اور شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح اور سید شاہ محمد شہید رُہتاسی کے پاس گئے۔ لیکن کسی سے کشود کار نہ ہوا۔ آپ نے ان کو فرمایا کہ اگر تم کو راہِ خدا کی طلب ہے تو بھڑی میں جاؤ۔[1]

تولیتِ درگاہ شریف منقول ہے کہ حضرت نوشہ صاحب رح نے اپنے آخری ایامِ حیات میں اپنی خلافت و سجادگی کے لیے تمام یارانِ کبار کے رُوبرو اپنے فرزندِ اکبر حضرت سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق رح کو نامزد کیا۔ اور دستارِ نیابت سے سرفراز فرمایا۔ سب حضرات نے اس فرمانِ شاہنشاہی کو بسروچشم تسلیم کیا۔[2] جاگیر متعلقہ درگاہ بھی اُن کے نام منتقل ہوئی۔ حضرت نوشہ صاحب کے ارتحال کے بعد سید دریادل رح پر غربت کا زمانہ طاری ہوا۔ اور ترکِ وطن کا ارادہ کر لیا۔ حافظ بحر العشق رح نے آپ کے حزن و ملال کو مدِنظر رکھتے ہوئے۔ درگاہ شریف کی تولیت اپنی نیابت میں آپ کے سپرد فرمائی۔ اور جاگیر کے کاروبار بھی آپ کی حراست میں کر دیئے۔ اُس روز سے آپ کا زمانہ عروج و اقبال کا زمانہ ہو گیا۔ اور روز بروز آپ کا کام ترقی پر رہا۔ اور آپ جاگیر کی آمدن انصاف و عدل سے اپنے برادرِ بزرگ حضرت حافظ صاحب کو نصف حصّہ دیتے رہے۔ اور نصف حصّہ کو اپنے مصارف میں لاتے رہے۔

یہ سپردِ خلافت کا واقعہ متعدد تاریخوں میں مذکور ہے۔ چنانچہ

۱۔ حضرت مرزا احمد بیگ لاہوری رح نے کتاب مقاماتِ حاجی بادشاہ المعروف رسالۃ الاعجاز المشہور رسالہ احمد بیگ میں اس طرح لکھا ہے۔

"حضرت میاں برخوردار جیو را دیدہ پر آب شد و فرمودند کہ شما ارادہ ہجرت بگذارید

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [2] رسالۃ الاعجاز۔ تذکرہ نوشاہیہ۔ کنز الرحمت۔ انوار القادریہ۔ کلید گنج الاسرار خزینۃ الاصفیا وغیرہ ۱۲ شرافت

اینجا نزد ما باشید و جملہ یاران حضرت شاہ را فرمودند کہ الحال شما یاران میاں ہاشم دریا دل را بجائے من دانستہ باشید و ہر کہ بر درگاہ بیاید اوّل ایشاں را سلام کردہ پیش من بیائید ازاں روز خدمتِ درگاہ بمیاں محمد ہاشم جیو رسید و حضرت میاں برخوردار خود در مسجد مصلے نشین گشتند و اختیار ہمہ کارہا بایشاں سپردند۔" بلفظہٖ

خلاصہ مطلب یہ کہ حافظ صاحب کے آنسو بھر آئے۔ اور آپ کو ہجرت سے روکا۔ اور درگاہ شریف کی تولیت آپ کو سپرد کی۔

۲۔ مولوی نور احمد چشتی لاہوری رحمہ نے کتاب تحقیقات چشتی ص ۴۲۹ میں اس طرح لکھا ہے۔

"بعد وفات اول ہاشم برخوردار سجادہ نشین ہوئے۔ اور بعد ازاں بخوشی خود انہوں نے ہاشم دریائی کو سجادہ آراستے خلافت کیا۔" بلفظہٖ

تو جن مؤلفوں نے حضرت سید محمد ہاشم دریا دل رحمہ کو "صاحب دستارٔ یا مربر سجادہ مشیخت قائم شدہ" لکھا ہے۔ اس سے آپ کا وہی زمانہ مراد ہے۔ جس وقت آپ کو اپنے بڑے بھائی حافظ بحر العشق رحمہ کی طرف سے خلافت مل چکی تھی۔ اور آپ اپنے والد ماجد کے بالواسطہ مسند نشین ہوئے تھے[1]

حلیہ ولباس آپ کا قد درمیانہ، رنگ گندم گوں مائل بہ سبزی۔ رخسار روشن۔ ریش مبارک بقدر ایک قبضہ کے تھی۔ خوبصورت حسین و جمیل تھے۔ علماء کا لباس زیب تن فرماتے تھے۔

---

[1] مطبوعہ کتاب میں کاتب نے حافظ برخوردار کی بجائے ہاشم برخوردار لکھ دیا ہے۔ اور ہاشم دریا دل کو ہاشم دریائی لکھ دیا ہے ۱۲ منہ آج کل کے بعض لوگوں نے جو آپ کو اپنی تحریروں میں حضرت نوشہ صاحبؒ کا سجادہ نشین اول اور ولی عہد لکھا ہے۔ اُن کے پاس کوئی مستند تاریخی ثبوت نہیں یہ اُن کا مکابرہ اور محض خود غرضی ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ سجادہ نشین اول حضرت سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق تھے۔ اور اُن کی سپرد سے اُن کی نیابت میں سجادہ نشینِ دوم حضرت سید محمد ہاشم دریا دل تھے۔ یہ لوگ اس مسئلہ میں شیعہ مسلک کا اتباع کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ حضرت امام علی المرتضیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل مانتے ہیں۔ حالانکہ ان کی خلافت اصحاب ثلاثہ کی خلافت کے بعد چوتھے نمبر پر تھی ۱۲ شرافت عفی عنہ تذکرہ نوشاہیہ ۱۲

خوارق و کرامات

آپ سے اکثر کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ کمالاتِ روحانی پورے پورے حاصل تھے۔

ایک درویش کو مستفیض کرنا آپ کے خادم شیخ عبداللہ رح سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ چک سادہ میں ایک درخت کے سایہ میں چارپائی پر استراحت فرما تھے۔ میں اور شیخ رحیم الدین خادم رح آپ کے پاؤں دبا رہے تھے۔ اچانک آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ جسم گرم اور چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا۔ بیقراری سے کروٹیں بدلنے لگے۔ اسی اثنا میں ایک گودڑی پوش درویش آکر اس درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ آہِ سرد کھینچی، ہم نے پوچھا اے فقیر۔ کہاں سے آیا ہے۔ اور کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا میرا وطن اکبر آباد (آگرہ) سے پانسو کوس پرے ہے۔ ایک بزرگ ولی اللہ مجھے خواب میں ملے۔ اور دریائے چناب پر اپنا مقام بتایا۔ میں ان کی تلاش میں سرگردان پھر رہا ہوں۔ نہ تو ان کا نام یاد ہے کہ کہیں سے پوچھ لوں۔ اور نہ مقام کا پتہ ہے۔ ہم نے پوچھا کہ اس بزرگ کا حلیہ بتاؤ۔ اُس نے بیان کیا تو وہ بعینہٖ حضور کا حلیہ تھا۔ ہم نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ تو یہ ہیں۔ اور سید محمد ہاشم دریادل رح ان کا اسم شریف ہے۔ یہ سن کر اس کی خوشی کی کچھ انتہا نہ رہی۔ اور اُٹھ کر آپ کا قدمبوس ہوا۔ اور اپنی آنکھوں کو جمال سے منور کیا۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ جب طالب و مطلوب آپس میں دوچار ہوئے۔ تو آپ کے جسم سے نور کا ایک شعلہ نکلا۔ اور اس درویش کے جسم میں داخل ہو گیا۔ پھر آپ نے روٹی کے چند لقمے اس کو کھلائے۔ وہ کھاتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آیا۔ آپ نے اُس کو فرمایا۔ کہ دنیا حاسدوں اور بخیلوں سے پُر ہے۔ تم اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس چل دیا۔ اور مجھ کو فرمایا کہ اس کو رخصت کر آؤ۔ چنانچہ میں اس کو ایک کوس تک چھوڑ کر آیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ ایسا مردِ کامل ہوگا جیسے مرد ہوتے ہیں[1]

کشفی طور پر ایک واقعہ سے آگاہ ہونا شیخ عبداللہ خادم رح سے منقول ہے کہ ایک دن چاشت کے وقت آپ سیر کو نکلے۔ میں بھی ہمراہ

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ اشرافت

تھا۔ کسی شخص نے پوچھا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے از راہِ خوش طبعی فرمایا۔ چند گائیں گم ہو گئی ہیں۔ ان کی تلاش کو نکلے ہیں۔ میں نے دل میں سمجھ لیا کہ یقیناً کوئی ایسا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ آپ کا فرمودہ غلط نہیں ہو سکتا۔ ابھی پانچ چھ گھڑیاں گذری ہوں گی کہ علامہ شیخ محمد تقی فاضل کیلیانوالہ کا پیغام آ گیا کہ ہماری آٹھ گائیں آج رات چوری ہو گئی ہیں۔ کہیں سے اُن کی ڈھونڈھ کریں۔ آپ نے میری طرف منہ کر کے فرمایا "از ماست کہ بر ماست" پھر موضع اگر دیہ میں تشریف لے گئے۔ چوہدری جودھ نمبردار آپ کی سواری کو پہچان کر قدم بوس ہوا۔ اور عرض کیا کہ ایسی سخت دھوپ میں کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا استاد کی گائیں چوری ہو گئی ہیں۔ ان کو تلاش کر رہے ہیں۔ اس نے کہا آپ سایہ میں آرام کریں۔ میں ڈھونڈ دوں گا۔ چنانچہ اُس نے تھوڑی چھٹہ سے گائیں واپس بھجوا دیں[1]

ایک فقیر کا دل مسخر کرنا منقول ہے کہ مرزا الف بیگ الملقب بہ شاہ الف المعروف بہ شیخ محمد تقی مجذوب نوشہری رح جو حضرت نوشہ صاحب کے اکابر یاروں سے تھے۔ مجذوبانہ اطوار سلطان پور کے جنگل میں برہنہ پھرا کرتے۔ اور آبادی کی طرف نہ آتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کا بھائی مرزا فقیر بیگ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میرا بھائی فقیر ہے۔ لوگ اُس کے پاس نذرانے لاتے ہیں۔ وہ ضائع کر دیتا ہے۔ اگر وہ ہمارے پاس آ جاوے۔ تو اُس سے ہم کو فائدہ پہنچے۔ آپ نے فرمایا جاؤ آ جاوے گا۔ چنانچہ آپ کے تصرف سے وہ خود بخود چل کر نوشہرہ مغلاں میں آ گئے۔ اور پھر تمام عمر وہیں رہے[2]

ایک ظالم کا سزا پانا منقول ہے کہ جب چوہدری ساہنپال تارڑ نے وفات پائی تو مبارک نمبردار جوکالی نے عداوت کی بنا پر حاکم وقت کے سامنے رپورٹ کی کہ چوہدری عبدالوہاب نمبردار گکھڑوال جو سرکار کا باغی اور مفرور ہے۔ اُس کا مال مویشی موضع چک ساہنپال ہے۔ وہاں چھاپہ مارنا چاہیئے۔ اس بہانہ سے اُس نے گاؤں پر چڑھائی کروا دی۔ اور چوہدری کے بیٹوں رحمان قلی وغیرہ کو گرفتار کروا دیا۔ اُس وقت حضور دریا کی سیر کو گئے ہوئے تھے۔ شور و غوغا سن کر واپس آئے۔ اور فرمایا یہ تمام شرارت مبارک کی ہے چوہدری کے لڑکوں

---

[1] تذکرہ نوشہیہ [2] ایضاً ۲ شرافت

کو چھوٹا جان کر تنگ کر رہا ہے۔ آپ نے نظرِ غضب سے اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ "جو کرے گا سو بھرے گا"۔ اُسی وقت میرک کی پشت پر پھوڑا نکل پڑا۔ اور چند روز تکلیف پاکر مر گیا۔[1]

ایک مغرور کو سرزنش کرنا مرزا احمد بیگ لاہوری رح اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ میں دہلی میں تھا۔ خواب دیکھا کہ آپ نہایت غضبناک صورت میں دریا کی طرف جا رہے ہیں۔ سامنے سے ایک فقیر آپ کے مقابلہ کو کھڑا ہو گیا۔ آپ نے غصہ سے اُس کا ہاتھ پکڑ کر زمین پر پچھاڑ دیا۔ اور فرمایا "یہ لوگ بھی حضرت نوشہ صاحبؒ کے یار کہلاتے ہیں"۔ آخر بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ فی الواقعہ حضرت نوشہ صاحبؒ کے مریدوں میں سے ایک درویش اپنے حال پر مغرور تھا۔ اور صاحبزادگان کی اطاعت سے انحراف پذیر تھا۔ آپ کی غیرت سے وہ اُسی روز مر گیا۔

ایک مفلوج کا تندرست ہونا آپ کے خواہرزادہ شیخ تاج دین بن حافظ معموری سیلانی رح سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک مفلوج کو چارپائی پر اُٹھا کر اُس کے رشتہ دار آپ کے پاس لائے۔ اور دعا کے لیے التجا کی۔ وہ بیمار حافظِ قرآن تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو درگاہِ نوشاہیہ کے اندر لے جاؤ۔ شفا پا جاوے گا۔ چنانچہ اندر جا کر اُس نے سورۂ ملک تلاوت کی۔ جب ختم کر چکا تو بیماری دفع ہو گئی۔ اپنے پاؤں سے چل کر واپس گیا۔[2]

مکتوبات

آپ کے چار مکاتیب دستیاب ہوتے ہیں۔ وہ یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

مکتوبِ اوّل یہ مکتوب آپ نے زمانۂ طالب علمی میں سیالکوٹ سے اپنے والد بزرگوار کے نام لکھا تھا کہ مولوی عبدالحکیم رح آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ وھو ہذا

---

[1] تذکرۂ نوشاہیہ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲ سید شرافت

"در قبلہ حاجات حقیقی وکعبہ مرادات تحقیقی حضرت ولینعمی جیو۔ دام اقبالہٗ۔ از فقیر محمد ہاشم بعد تسلیمات مؤدبانہ معروض رائے عالی آنکہ بدعائے آنحضرت با برکت از علوم عقلی و نقلی تحصیل کردہ فراغت یافتہ ام وآخوند جیو ملا عبدالحکیم بکثرت اوصاف ذاتِ والا سماع کردہ اشتیاقِ دیدارِ پُر انوار حضرت ایشان دارند۔ ایں فقیر گفت کہ پیش از رفتن اجازت از حضور فیض گنجور طلبیدن ناگزیر است ہر چہ امر شود بسر وچشم تعمیل کردہ آید ؎

عزمِ دیدارِ تو دارد جان برلب آمدہ ۔۔۔ باز گردد یا بر آید چیست فرمانِ شما"

مکتوبِ دوم یہ مکتوب آپ نے اپنے استاد علامہ شیخ محمد تقی ساکن کیلیانوالہ کے نام اُن کی گایوں کے تلاش کرنے کے متعلق لکھا تھا۔

"زبدۃ العلماء وعمدۃ الفضلاء مولانا محمد تقی سلمہ اللہ تعالےٰ"

بعد تسلیماتِ مؤدبانہ از فقیر محمد ہاشم معروض آنکہ صحیفہ لطیفہ آنجناب موصول شد۔ از احوالِ پُر ملال آگاہی گشت بدیدن مکتوبِ گرامی فی الفور ہمراہی عبداللہ فقیر در موضع اکرویہ رفتہ باشندگان دیہ را حاضر ساختہ از گاوانِ مسروقہ آنجناب تفتیش کردہ شد۔ چوہدری جودھ مقدم اکرویہ گفت کہ ایشان ہیچ فکر نکنند من گاوان تلاش کردہ نزد مولوی صاحب خواہم رسانید ؎

آنچہ او گفت آں کنیم ہمہ ۔۔۔ طاعتِ او بجاں کنیم ہمہ

؎

یدا یرجوا من اللہ نیل المواہب ۔۔۔ ودری لما یبتغی العبد واہب

مکتوبِ سوم یہ مکتوب آپ نے مرزا احمد بیگ لاہوری رحہ کے نام لکھا تھا کہ تم اپنی نسبت باطنی شیخ نور محمد سیالکوٹی رحہ سے درست کرو۔

"محب خاص میاں احمد بیگ رزقہ اللہ العشق۔ از فقیر محمد ہاشم بعد دعا واضح باد کہ مکتوب عزیز شما رسید۔ باید کہ شما ارادت بجناب میاں نور محمد جیو بیارید۔ چرا کہ آں نسبت، ہم عاید بہ ایں جانب میشود۔ دم دم سیالکوٹ را حکم حضرت شاہ آنست کہ میاں نور محمد تربیت نمایند۔ واسرا سے کہ میاں ما و شما بست ہست۔ وما ہم از تربیتِ شما غافل نیستیم۔ لیکن پیش مردم نسبت ایشان ظاہر بکنید۔"

مکتوب چہارم [۴]

یہ مکتوب آپ نے کسی دوست کو لکھا۔ اور ساتھ ایک معجون بھی ارسال کی۔

حمد او سبحانہ، عزّ شانہ، ہموارہ وجودِ ذی الجودِ آں مجموعۂ انوارِ اہلیت مخزنِ اسرارِ قابلیت مجمع اخلاق یگانہ آفاق برگزیدہ درگاہِ سبحانی راپیوستہ برمسکانِ شادمانی متمکن داشتہ کامیابِ مطالبِ دارین دارد۔ از مہجورِ صوری و موصول معنوی مودت و محبت آئین محمد ہاشم بعد تحائف تحفہ سلام سنتِ سیّد الانام کہ بہتر ازیں تحفہ در گلشنِ اسلام موجود نیست مشہودِ ضمیر منیر میگرداند کہ مجاری امور بحمدِ نا محصور مستوجبِ حمد ہست۔ و صحتِ اعتدالِ مزاج وہاجِ آں مجمعِ کمالات از درگاہِ قاضی الحاجات لیل و نہار بالعشی والابکار مستدعی ست۔ ازاں حین رخصتانہ کہ از ملازمتِ فیض درجت سکونت پذیر خانہ گردیدہ خفا کہ آتشِ شوق و آرزومندی بدرجہ کمال افروختہ بل لحظہ بلحظہ ترقی مے پذیرد۔ معلوم کہ بے مواصلتِ گرامی آں اخترِ منیر برجِ مروت۔ گوہرِ بے نظیرِ دُرجِ فتوت۔ معدنِ دانش و بینش انطفائے نپذیرد۔ عنقریب حصولِ ایں مقصود خواست تقدیراً بموجبِ عوارضِ لاحقہ دنیوی کہ آدم زادہ را زمان بزمان در پیش ست موقوفِ وقت داشتہ کہ اظہار آں متمنعات ملاقات باعثِ ازدیاد و تطویل ست۔ امیدوار ست کہ دریں معدود الایام فراغت اندوزِ خدمتِ گرامی گردد۔ التماس کہ بنا بر فرمائش زبدۃ الاماثل والاقران و قدوۃ خوانینِ بلند مکان میاں جلال خاں معجونِ لا الٰہ وشافہ مرضِ مفوضہ بمصحوبِ آدمِ معتمدِ خویش بخدمت فیض موہبت ابلاغ داشتہ۔ اغلب کہ بنظر مبارک رسیدہ باشد۔ رجا کہ بر انام شفا بخش۔ جمیع اسقام بقدر ماشہ ماوٗف معلوم را میخورانیدہ باشند و از اجتناب مُضرات و ممدداتِ مرض خود ار سطو فطرت اند حاجت بتحریر نیست۔ ایں کمترین احقر العباد را عنقریب متعاقبِ ایں قدم از سر ساختہ بحضور موفور السرور شتافتہ دانند۔ و از زبانی بندہ بخدمت میاں جلال خاں بیحو بموجب بعضے امورِ ضروریہ کہ بے انصرام آں امورات سر انجام مقاصدات صورت نے پذیرد مشرف نشدہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب معدود ایام بندہ بخدمت مستفید و بہرور خواہد شد۔ و از شرب دوا خاطر من کل الوجوہ جمع داشتہ صبح و شام بقدر یک درم میخوردہ باشند کہ انشاء اللہ شفاء کلی حاصل خواہد شد۔

والسلام والاکرام۔ بجمیع ہم نشیناں چنانچہ بندہ خاں وحیدر شاہ و فتح شاہ و سیّد بہار شاہ و جمیع خاندان از فقیر سلام قبول باد۔ و برخوردار عزت آثار تہور شجاعت دِثار فیض خاں را زیادہ از السلام علیکم چہ رسد۔"

سجع مُہر آپ کی مُہر کا سجع یہ تھا۔

"کندہ بر خاتم دل نقشِ محـمد ہاشم"

بیویاں

آپ کی دو۲ اہلیہ تھیں۔

۱۔ صاحب تحائفِ اصفیا نے لکھا ہے کہ آپ کی شادی ٹمکک وال ضلع گجرات میں ہوئی۔ اور بزرگوں سے منقول ہے کہ آپ کے خُسر کا نام مولوی عبدالقادر بن شیخ حامد تھا۔ اور سادات ٹمکواں کا شجرہ دیکھنے سے ثابت ہوا ہے۔ کہ ان کا نام سیّد عبدالقادر بن سیّد تاج محمود بن حاجی شیخ حامد الحسنی رح تھا۔

اِس بی بی کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۲۔ دوسری بی بی خاندانِ منہاس راجپوت علاقہ قصبہ ہیلاں سے تھیں۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

اولاد

آپ کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ سیّد فضل اللہ معصوم رح ۲۔ سیّد عظمت اللہ اکمل رح ۳۔ سیّد محمد سعید دُولا رح

یارانِ طریقت آپ کے خواص مُرید یہ تھے۔

۱۔ سیّد فضل اللہ معصوم رح فرزند اکبر ۲۔ سیّد عظمت اللہ اکمل رح فرزند ثانی

۳۔ سید محمد سعید ڈولارح فرزند اصغر — ۴۔ شیخ نجم الدین خُسر پورہ رح
۵۔ شیخ عبداللہ خادم رح — ۶۔ شیخ رحیم الدین خادم رح
۷۔ مرزا سہراب بیگ لاہوری رح — ۸۔ میاں تا جا سیالکوٹی رح

مدحیات

آپ کی تعریف میں چند نظمیں کلام شعرا سے یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱)

از مرزا احمد بیگ لاہوری صاحب رسالہ

شاہِ ہاشم کہ بود دریا دل — حاتم از جودِ او شدست خجل
زیں سبب شد خطابِ او دریا — کہ نشد در سخا کسے ہمتا
عالمِ با عمل ہمیں او بود — کہ بقول و بفعل یکرو بود
باطنش با خدا مدام حضور — کردہ با علمِ ظاہرش مستور
علم و علم و عمل بہم بستہ — گشتہ آزاد از ہمہ رستہ
نظرش کیمیا اثر نظرے — روشنی بخشِ قلب فیض اثرے
از کرم یک نگاہ بکس میکرد — یافتے صد شفا زرنج و زدرد
طالبانِ خدا بہ پیشِ درش — ہمہ امید وارِ یک نظرش
روشنی بخشِ قلب دیدارش — گشتہ ریحانِ روح گفتارش
شاہبازے بلند پروازے — شد بمیدانِ عشق جانبازے

دارد امید یک نظر احمد
تا شفا یابد او زنفسِ بد

(۲)

از علامہ شیخ محمد صداقت کنجاہی صاحب ثواقب المناقب

طراوت بستہ از زاں گشتہ امروز — قلماں نرگستاں گشتہ امروز

بیا اے خامۂ توفیقِ دمساز! رقم زن مدحِ شاہِ نکتہ پرداز
شہِ دریا دلِ اعجاز پرور برنگِ ابرِ رحمت سایہ گستر

(۳)

ملاحت بسکہ دارد حُسنِ پرکار نمکسارست شمس آبادِ رُخسار
ز مژگاں بستہ ترکش چشمِ مخمور زرہ پوشیدہ از خطِ روئے پُر نور
ز ابروصیقلِ آئینۂ حُسن طلسمِ شوخیِ گنجینۂ حُسن
دراز یہائے آں زلفِ سیہ پوش گذشتہ از زمیں ہمچوں شبِ دوش
زنخدانِ طراوت جوشِ آں ماہ نکوئی بُتاں انداختہ در چاہ
نداغِ رشکِ او سیبِ جگر خوار درونِ پنبہ پنہاں گشتہ صد بار
دہانش خاتمے از بہر نام ست ہمانا میمِ مدغم در کلام ست
بلا سر مشقِ حُسنِ سادہ او قیامت پیشِ پا افتادۂ او

(۴)

دامِ دلہا کمندِ وحدتِ او بالِ پروازِ ہوشِ صحبتِ او
آیۂ مصحفِ خدا دانی رِشتۂ سُبحۂ سلیمانی

تاریخ وفات سید محمد ہاشم دریا دل کی وفات[1] بروز جمعہ۔ بائیسویں ماہ ذی الحجہ ۱۰۹۲ھ میں ہوئی۔ اس کے مطابق ۳۔ جنوری ۱۶۸۲ء تھا۔ آپ کی مرقد منور گورستانِ نوشاہیہ میں۔ روضہ عالی حضرت نوشہ صاحبؒ سے مشرقی جانب چبوترہ پر پختہ بنی ہوئی ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ منتخب۔ ۲۔ پُر فیض۔ ۳۔ فخرِ ادوار۔ ۴۔ فیاضِ عالمین۔ ۵۔ پرتوِ آفتاب۔

---

[1] حضرت شاہ ہاشم دریا دل رہ کے مزید حالات شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے پہلے حصہ تحائف الاطہار نام میں لکھے جائیں گے۔ شرافت

باب سوم

اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت نوشہ صاحب سے تیسری پشت ہیں۔

سید فضل اللہ معصوم رح

زہے شاہ فضل اللہ داں خورد سال   شدہ رو برو ہاشم اورا وصال

آپ حضرت سید محمد ہاشم دریادل ابن حضرت نوشہ گنج بخش رح کے فرزند اکبر تھے۔

ابتدائے عمر میں ہی اپنے والد کی زندگی میں دنیا سے چل بسے۔ ثواقب المناقب میں ہے۔

"فیروزہ کان وقار وزمرد کوہ اقتدار شاہ فضل اللہ نام کر اس عقیق جگری والد بزرگوار کہ بحسن خط نام بر آوردہ بود مانند خط زیر نگیں در پردہ سنگ لحد نشست"

سید عظمت اللہ اکمل رح

شہ عظمت اللہ کہ بعد از وصال   مصلا نشین شد بوجہ کمال

آپ مرشد طالباں، راہ نمائے عارفاں۔ صاحب یمن و برکت تھے۔ آپ حضرت سید محمد ہاشم رح دریادل ابن حضرت نوشہ گنج بخش علوی رح کے دوسرے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔

حضرت سید عمر بخش رسول نگری رح نے کتاب مناقبات نوشاہیہ میں آپ کو حضرت پاک صاحب کا بڑا لولا کا مرید لکھا ہے۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت ۱۰۸۱ھ میں بمقام ساہنپال شریف ہوئی۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ شیخ العالم۔ ۲۔ نیک بخت۔ ۳۔ عرش آستان

کثرتِ فیضان آپ دس سال کے تھے کہ والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ بچپن ہی میں عرصہ افاضت کو سنبھالا۔ بہت لوگ آپ کے فیضان سے مستفیض ہوئے۔ دو سال تک دنیا کو فیض سے سیراب کیا۔ مرزا احمد بیگ لاہوری رح اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:

"بسیارش از ایشاں نیز بہرہ مند شدند"

انتقالِ پُر ملال آپ نے کنوارے ہی دنیا سے رحلت فرمائی۔ علامہ صداقت کنجاہی رح نے ثواقب المناقب میں لکھا ہے۔

"درعرصہ چند روز آں نخل سرسبز کہ نیشکر دار بحلاوت وطراوت انبتہ اللہ نباتاً حسناً انگشت نما بود یک قلم از بند و پیوند ایں خاکدانِ فنا بریدہ طوبیٰ مانند بگلزارِ بہشت ریشہ زد"

تاریخِ وفات سید عظمت اللہ کی وفات بعمر بارہ سال ۱۰۹۷ھ میں ہوئی۔ گورستانِ نوشاہیہ میں دفن ہوئے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف "اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ"

۲۔ موردِ تجلیات ۳۔ زخمِ جان

سید محمد سعید دُولا رح

زہے ہادی دل محمد سعید کہ از لطفِ شاں خلق با حق رسید

اوصافِ جمیلہ آپ شہریارِ خطۂ ولایت۔ قافلہ سالارِ جادۂ ہدایت۔ ناطقِ دقائق۔ واقفِ حقائق۔ بزرگِ عہد۔ محتشمِ روزگار۔ صاحبِ سخاوت و شجاعت و علم و وجد و سماع و عشق و محبت تھے۔ آپ حضرت سید محمد ہاشم دریا دل ابن حضرت نوشہ گنج بخش علوی قدس سرہٗ کے تیسرے فرزند اور مرید و خلیفہ تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ خاندان علمائے ہیلاں قوم منہاس سے تھیں۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت ۱۰۸۰ھ میں بمقام ساہنپال شریف ہوئی۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ فراخ رُو ۲۔ لعل بدخشاں ۳۔ خوش فعال

تعلیم آپ نے ظاہری علم کی تحصیل اپنے والد بزرگوار، اور دوسرے علمائے زمانہ سے کی۔

جد بزرگوار کا نگہبانی کرنا قاضی رضی الدین کنجاہی رہ سے منقول ہے کہ جب حضرت سید محمد ہاشم دریادل رہ کی وفات ہوئی۔ تو میں اُن کے صاحبزادوں کی خورد سالی اور یتیمی سے نہایت فکر مند تھا۔ ایک رات خواب میں حضرت نوشہ صاحب رہ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا۔ اے رضی! کچھ غم نہ کر۔ میں خود ان کے گھر کی محافظت اور نگہبانی کروں گا۔ یہاں تک کہ محمد سعید جوان ہو کر کاروبار کو سنبھال لے گا۔ اور برکت و تصرف آگے سے بھی زیادہ ہو جاوے گا[1]

بیعت طریقت آپ کی بیعت میں اختلاف ہے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

۱۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت سید محمد ہاشم دریادل رہ کے مرید تھے۔ مگر چونکہ اُس وقت آپ پانچ سالہ بچے تھے۔ اس لیے یہ قول قرین قیاس نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بچپن میں خلافت و اجازت کا ملنا صوفیائے کرام میں متعارف نہیں۔ بلکہ سید محمد غوث گیلانی لاہوری رہ نے کتاب اسرار الطریقت میں نابالغ کی بیعت کو ہی سرے سے ناجائز قرار دیا ہے۔ اور مُرید کا بالغ ہونا بیعت کے شرائط سے قرار دیا ہے۔ چہ جائیکہ خلافت ملنا۔

بعض افراد آپ کی بیعت آبائی کے اثبات میں یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ چونکہ آپ بزرگوں کی اولاد سے تھے۔ اس لیے آبائی نسبت سے فیض ہونا پایا آگے اُسی نسبت

[1] رسالہ احمد بیگ ۱۴ خرافت

سے مُرید کرنا۔ اور سلسلہ چلانا جائز ہے۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں۔ محض قیاس فاسد ہے۔ بلکہ صوفیائے کرام نے اِس طرح تقلیدی طور پر سلسلہ جاری کرنے سے منع کیا ہے۔ اور اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ

حضرت مولانا شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری رح اپنے مکتوبات شریف۔ مکتوب نمبر ۳۹۔ ص ۱۲۴ میں لکھتے ہیں۔

"جائز نیست گرفتن مرید مر مقلد را بہ آبائے خود کہ در طریقہ آبائے خود سلوک ننمودہ باشد و نشیب و فراز راہ ندیدہ باشد و فنا و بقا حاصل ننمودہ باشد چہ نسبت ارادت بتعلیم و تعلم صحت مے یابد۔ و ہرگاہ تعلیم و تعلم نباشد و بمجرد پیرزادگی و صاحبزادگی تقلید آبا اختیار کنند و چنانچہ رسم اہل زمانہ است سجادہ نشینی باتفاق اقربا و عزیزاں اختیار کنند نزد اکابر بجوے نمے خرند و از درجہ اعتبار ساقط ست و مواخذہ قیامت۔ ایں امر خلافت مر لود وراثت نیست منوط بکسب کمال ست۔"

جس شخص نے اپنے آباو اجداد کے طریقہ میں سلوک طے نہ کیا ہو۔ اور اس راستہ کے نشیب و فراز کو نہ دیکھا ہو۔ اور فنا و بقا حاصل نہ کیا ہو۔ اس کو اپنے باپ دادا کی تقلید میں لوگوں کو مرید بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ مریدی کی نسبت سکھلانے اور سیکھنے سے صحیح ہوتی ہے۔ اور جہاں سیکھنا اور سکھلانا واقع نہ ہوا ہو اور محض پیرزادہ ہونے اور صاحبزادہ ہونے کی وجہ سے اپنے باپ دادا کی تقلید اختیار کریں۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ کی رسم ہے کہ اپنے خویش اور اقربا اور دوستوں کے اتفاق سے سجادہ نشین بن جاتے ہیں۔ ایسی (سجادہ نشینی) کی اکابر اولیاء اللہ کے نزدیک ایک جُو بھر بھی وقعت نہیں۔ اور ایسی خلافت درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور قیامت کا مواخذہ باقی۔ کیونکہ خلافت کا امر وراثت پر موقوف نہیں بلکہ کمال حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔

۲۔ سید پیر کمال لاہوری رح نے کتاب تحائف قدسیہ میں سید محمد سعید رح کو حضرت

شیخ پیر محمد سچیاری نوشہروی رح کا مرید لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آپ کو ظاہری اقبال و عروج اور باطنی مدارج و مقامات جو کچھ حاصل ہوا۔ سب حضرت سچیار کی طفیل حاصل ہوا۔ انہوں نے اپنی توجہ سے آپ کے باطن کو آراستہ کیا۔

توجہ کرد در باطن بیاراست　　　　بظاہر شد عروج از مرشدے راست

۳۔ سید عمر بخش بن سید محمد بخش رسول نگری رح نے کتاب مناقبات نوشاہیہ میں آپ کو حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب رح بھڑیوالہ کا مرید لکھا ہے۔ اور آپ کو ان کے خلفائے اکبر یعنی بائیس[1] صوبوں کی فہرست میں درج فرمایا ہے۔

۴۔ مولوی حکیم کرم الٰہی بن مولوی غلام نبی فاروقی رح ساکن بیگووالہ نے بھی گلزار فقرا میں آپ کو حضرت پاک صاحب بھڑیوالہ رح کے خلیفوں میں تحریر کیا ہے۔

۵۔ میاں محمد بخش قادری رح ساکن کھڑی نے کتاب تذکرہ مقیمی میں آپ کا حضرت پیرا شاہ غازی قلندر دمڑیوالہ قادری رح سے فیضیاب ہونا ثابت کیا ہے۔

بہرکیف ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکثر بزرگانِ طریقت سے مستفیض ہوئے۔

عروج واقبال

حضرت نوشہ صاحب رح کے ارشاد کے مطابق آپ کا عروج و اقبال بڑا بلند ہوا۔ آپ جہاں کہیں تشریف لے جاتے تو خلائق کا بہت بڑا ہجوم آپ کے ہمراہ ہوتا۔

پالکی نشینی

منقول ہے کہ آپ سفر پالکی میں بیٹھ کر کرتے تھے۔ درویش شوق سے پالکی اُٹھاتے۔ اور ڈھول و نقارہ بھی ساتھ ہوتا۔ جس طرف تشریف لے جاتے غلغلہ پڑ جاتا۔ اور زائرین و حاجت مندوں کا کوئی شمار نہ رہتا۔

فائدہ۔ اکثر اولیاء اللہ پالکی پر سوار ہوتے رہے ہیں۔

۱۔ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی چوڈول پر سوار ہوتے تھے[1]

۲۔ قاضی حمید شاہ میاں جیو کی تنبیہ کے لیے چوڈول پر سوار ہوتے تھے[2]

۳۔ ایک مرتبہ شیخ جلال الدین تھانیسری محافہ میں سوار ہو کر جا رہے تھے۔ علامہ فیضی

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۱ ص ۵۷، ۱۲۷ [2] تذکرہ جلد ۲ ص ۳۹ شرافت

نے دیکھ کر سوال کیا۔ کہ خدا نے حیوانوں کو سواری کے لیے پیدا کیا ہے۔ تم انسانوں پر سوار ہوتے ہو۔ انھوں نے فرمایا۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل سبیلاً۔ علامہ فیضی خاموش ہوگیا۔[1]

۴۔ سید غریب اللہ چشتی کیرانوی ڈولی میں بیٹھ کر چلے گئے۔[2]

۵۔ حضرت مجدد الف ثانی کو سفر میں دیکھا گیا کہ ڈولی میں بیٹھے ہوتے تھے۔[3]

۶۔ خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی پالکی میں سوار ہو کر جہاں کہیں ضرورت ہوتی تھی۔ جایا کرتے تھے۔[4]

نشستگاہیں منقول ہے کہ آپ جس جگہ چند روز قیام کرتے۔ وہاں معتقدین تکیہ بنا لیتے۔ اور اس جگہ پر بعد میں لوگ زیارت کرتے رہتے۔ چنانچہ ڈھوک تکیال، ڈھوک جڑول کی مسجدیں آپ کے ڈیرہ کی بدولت مشہور ہیں۔

دہلی کی سیر

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے شہر دہلی میں تشریف لے گئے۔ سلطان بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر کا عہد حکومت تھا۔ بادشاہ نے نہایت عزت و احترام کیا۔ اور ایک عالی شان محل کے اوپر ڈیرہ کروا دیا۔ اور خدمات و تواضع و مہمان داری میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔

سماع اور وجد ایک رات عشاء کے بعد محفل سماع منعقد ہوئی۔ آپ کی توجہ سے اکثر حاضرین کو وجد ہوا۔ بعض درویش غلبہ شوق سے ھُو کا نعرہ لگا کر بالا خانہ سے نیچے گر پڑے۔ مگر ضرب وغیرہ لگنے سے محفوظ رہے۔ یہ کرامت ملاحظہ کرنے سے بادشاہ آپ کا معتقد ہوگیا۔

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۶۰ [2] ایضاً ص ۱۰۷ [3] زبدۃ المقامات فارسی ص ۲۰۷
[4] برکاتِ نقشبندیہ ص ۹۳ سید شرافت

جاگیر متعلقہ درگاہِ نوشاہیہ کو اپنے نام مقرر کروانا

جو جاگیر فتح قندھار کے نذرانہ میں حضرت شاہجہان بادشاہ نے مصارفِ درگاہ کے واسطے حضرت نوشہ صاحبؒ کے حضور میں پیش کی تھی۔ وہ نیابت و خلافت کے استحقاق میں حضور کے بڑے صاحبزادہ حضرت سیّد حافظ محمد برخوردار بحر العشق رح کو ملی۔ اور وہ اُس پر قابض و متصرف رہے۔ انہوں نے بعض وجوہات کی بنا پر اپنے چھوٹے بھائی سیّد محمد ہاشم دریادل رح کے سپرد کر دی۔ جیسا کہ یہ واقعہ اُن کے حالات میں گذر چکا ہے۔ اُن کی وفات کے بعد سیّد محمد سعید دولا رح اس کے متولی و مختار کار ہوئے۔ اور اُس کی آمدن فریقین میں باقاعدہ تقسیم کرتے رہے۔ سنہ ۱۱۲۰ھ میں آپ کو دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ بادشاہ آپ کا معتقد ہو گیا۔ اُس دوران میں آپ نے جاگیرِ درگاہ کو اپنے نام پر مقرر کروالیا۔ اور تمام اُمراء و وزراء کے دستخطوں اور مُہروں سے تصدیق کروا کر فرمانِ شاہی اپنے نام لکھوالیا۔ چنانچہ اُس فرمان کی لفظ بلفظ نقل یہ ہے۔

فرمانِ اوّل[۱]

مد شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز دو شنبہ بیست[۲۴] و چہارم جمادی الآخر سنہ ۲[۱] دو جلوس مبارک موافق سنہ ۱۱۲۰ہجری مطابق ۱۸ار شہر ثور ماہ۔ برسالہ اعتضاد خلافت و فرمانروائی۔ اعتمادِ سلطنت و کشور کشائی۔ ممہدِ قواعدِ معدلت۔ منتظمِ امورِ خلافت۔ عقدہ کشائے معاقدِ دین و دولت۔ سپہ آرائے معارکِ فتح و نصرت۔ گنجورِ اسرارِ بادشاہی۔ سداناسئے ضمیرِ ظلِ الٰہی۔ انجمن پیرائے محفلِ خلیفہ۔ منتخب نسخۂ دانش و بینائی۔ صاحب رائے عالم آرائی۔ دستورِ وزرائے ممالکِ نامدار برہانِ وکلائے ذوی الاقتدار۔ صاحب الشوکۃ والعظمۃ والاحتشام۔ واجب العزو الشرف والاحترام۔ قدوۂ خوانینِ بلند مکان۔ عمدۂ امرائے عظیم الشان۔ رکن سلطنت العلیہ نظام الملک آصف الدولہ۔

—— و بمعرفت مؤتمن الدولۃ العلیہ۔ معتمد السلطنۃ البہیہ۔ عمدۂ امرائے رفیع الشان۔

[۱] مطابق ۲۰ اگست ۱۷۰۸ء۔ شرافت

زبدۂ خوانین بلند مکان۔ ناظمِ مناظمِ ملک و مال۔ ناہجِ مناہجِ دولت و اقبال، صاحب السیف والقلم۔ رافع اللواء والعَلَم۔ وزیرِ صائبِ تدبیر یکرنگ۔ جملۃ الملک مدار المہام خانخانان ظفر جنگ وفادار۔

—— و نوبت واقعہ نگاری قدوی درگاہ آسمان جاہ میر محمد قلی خان میکرد۔ و حکم والا صادر شد کہ موضع ... عثمان و بادشاہ پور وغیرہ عملہ پرگنہ ہرات از تپہ رسول پور سیلان صوبہ پنجاب در وجہ انعام التمغا معہ فرزندان جہت تخرج درگاہ حضرت شیخ حاجی محمد و فضلا بشیخ محمد سعید نبیرہ حضرت مذکور مرحمت فرمودیم واقعہ ۱۹ ر جمادی الآخرۃ سنہ ۲ جلوس مبارک[1] بموجب تصدیق یادداشت تعلیق شد۔

—— شرح دستخط امارت و امانت پناہ۔ بسالت و شہامت دستگاہ۔ عمدۂ فدویانِ عقیدت نہاد۔ زبدۂ مخلصانِ با اعتقاد۔ منظورِ نظرِ بادشاہی۔ موردِ الطاف نامتناہی۔ مہبطِ اعطافِ بیکران۔ خانہ زادِ شجاعت۔ صمصام الدولہ یا فرہنگ۔ بخشی الملک امیر الامراء بہادر نصرت جنگ۔ نائب اعتضادِ خلافت و فرمان روائی و اعتمادِ سلطنت و کشور کشائی۔ ممہدِ قواعدِ معدلت۔ منظمِ امور خلافت۔ عقدہ کشائے معاقدِ دین و دولت۔ سپہ آرائے معارکِ فتح و نصرت۔ گنجورِ اسرارِ بادشاہی۔ سدانائے ضمیرِ ظلِ الٰہی۔ انجمن پیرائے خلیفہ۔ منتخبِ نسخۂ دانش و بینائی۔ صاحب رائے عالم آرائی۔ دستورِ وزرائے ممالکِ نامدار۔ عمدہ وکلائے ذوی الاقتدار۔ صاحب الشوکۃ والعظمۃ والاحتشام۔ مناجب العز والشرف والاحترام۔ قدوۂ خوانین بلند مکان۔ عمدۂ امرائے عظیم الشان۔ رکن السلطنۃ العلیہ۔ نظام الملک آصف الدولہ آنکہ داخلِ واقعہ نماید۔

—— شرح دستخط مؤتمن الدولۃ العلیہ۔ معتمد السلطنۃ البہیہ۔ عمدہ امرائے رفیع الشان۔ زبدۂ خوانینِ بلند مکان۔ ناظمِ مناظمِ ملک و مال۔ ناہجِ مناہجِ دولت و اقبال۔ صاحب السیف والقلم۔ رافع اللواء والعَلَم۔ وزیرِ صائبِ تدبیر یکرنگ۔ جملۃ الملک مدار المہام خانخانان بہادر ظفر جنگ وفادار۔ آنکہ داخلِ واقعہ نماید۔

—— شرح دستخط واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است۔

[1] مطابق بدھوار ۵ ر اگست ۱۷۰۸ء شرافت

—— شرح دستخط صمصام الدولہ بافرہنگ۔ بخشی الملک امیرالامراء بہادر نصرت جنگ نائب رکن السلطنۃ العلیہ نظام الملک آصف الدولہ آنکہ صادست۔

—— شرح دستخط عمدہ امرائے رفیع الشان وزیر صائب تدبیر یکرنگ جملۃ الملک مدار المہام خانخاناں بہادر ظفر جنگ وفادار آنکہ بعرض مکرر رسانند۔

—— شرح دستخط قابل التربیت۔ لائق الاحسان اخلاص خاں آنکہ غرہ رجب سنہ دو جلوس[1] والا مکرر بعرضِ مقدس رسید۔

—— شرح دستخط صمصام الدولہ بافرہنگ۔ بخشی الملک امیرالامراء بہادر نصرت جنگ نائب رکن السلطنۃ العلیہ نظام الملک آصف الدولہ آنکہ فرمانِ عالی شان قلمی نمایند۔

مُہر	اللہ محمد رسول اللہ یا قاضی الحاجات افضل الذکر لا الٰہ الا	مُہر	سنہ ۵۲ المتوکل علی اللہ البار محمد قاضی معز الدین انصار قاضی رئیس بن سند احد

فرمانِ دوم[2]

" دریں وقت میمنت اقتران فرمانِ والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ موضع مخمشہ عثمان وغیرہ در بست متعلق پرگنہ ہرات صوبہ پنجاب بجمع یک لک و سیزدہ[۱۱۳۱۴۰] ہزار و یک صد و شصت دام کہ دو ہزار و ہفتاد و یک[۲۰۷۱] روپیہ حاصل آنست در وجہ انعام بطریق التمغا جہت صرف درگاہ حضرت شیخ حاجی محمد و فضلا بشیخ محمد سعید نبیرہ شیخ حاجی محمد مذکور معہ فرزندان از خریف سیچقان ئیل حسب الضمن مقرر باشد۔ باید کہ فرزندانِ کامگار والا تبار و امرائے عالی مقدار و متصدیان مہمات و جاگیرداران و کروڑیانِ حال و استقبال مواضع مسطور جہتِ صرف درگاہ

[1] مطابق اتوار ۵ ستمبر ۱۷۰۸ء [2] یہ فرمان اصل صاحبزادہ الطاف حسین بن سید فضل حسین برخورداری ساکن ساہنپال شریف کے گھر میں موجود ہے ۱۲ سید شرافت

وغیرہ مرقوم تصرف شیخ محمد سعید نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ بازگزارند داز جمیع وجوہ و عوارض معاف ومرفوع القلم شمارند واندریں باب ہر سال سندِ مجدد نطلبند بتاریخ بیست ودوم شہر رجب المرجب سالِ دوم از جلوس نوشتہ شد۔ (۱۱۲۰ھ۔ اتوار ۲۶ ستمبر ۱۷۰۸ء)

جاگیر پر قبضہ جب آپ نے ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۷۰۸ء میں بعہدِ سلطان بہادر شاہ بادشاہ جاگیر کو اپنے نام بحال کروالیا۔ تو اس پر خود قابض ہو گئے۔ اور اپنے برادرانِ عم زاد یعنی اولادِ حضرت سید حافظ محمد برخوردار رحمہ کو اس کے حصّہ سے جواب دے دیا۔ اور عرصہ دس سال تک اُن کو کچھ نہ دیا۔ حتیٰ کہ حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان فرزندِ حافظ محمد برخوردار رحمہ نے بعہد سلطان فرخ سیر بادشاہ ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۸ء میں عدالت عالیہ میں دعویٰ دائر کر دیا۔ چنانچہ نواب قطب الملک کے حکم سے سید میر منصبدار تراول تقسیم بمعہ نائب ناظم صوبہ کے چک ساہنپال میں آئے۔ اور فریقین کو نصفا نصف حصّے مقرر کر کے دیئے۔ اس وقت سید محمد سعید ڈھلار رحمہ نے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھ کر اپنے خود متصرف ہونے۔ اور برادرانِ عم زاد کو حصّہ سے محروم کر دینے کا اعتراف کیا۔ اور آئندہ کے لیے صلح کر لی۔ اور اقرار کیا کہ اس سے پہلے جو کچھ میں جاگیر میں سے کھا چکا ہوں۔ وہ برادرانِ عم زاد کو عند الطلب ادا کر دوں گا۔ کوئی عذر و حیلہ نہ کروں گا۔ اگرچہ یہ اقرار نامہ طبقہ دوم میں حضرت سید شاہ عصمت اللہ رحمہ کے ذکر میں درج ہو چکا ہے۔ لیکن تسلسل مضمون کے لحاظ سے یہاں بھی اس کا تحریر کرنا موزوں ہے۔ لہذا تحریر کیا جاتا ہے۔

اقرار نامہ سید محمد سعید[1]

محمد فرخ سیر
بادشاہ غازی
سید میرو فدوی
۱۱۲۸

---

[1] یہ دستاویز اصل صاحبزادہ الطاف حسین بن سید فضل حسین برخورداری ڈھلوالہ کے گھر میں موجود ہے۔ ۱۲ شرافت

بحضور بندۂ درگاہ انفصال یافت

"عرض ازیں بعد آنکہ منکہ شیخ محمد سعید ولد شیخ محمد ہاشم ابن قدوۃ الواصلین حضرت شیخ حاجی محمد مرحوم ام اقرار مے نمایم کہ چوں موضع ٹھٹھہ عثمان و بادشاہ پور تما علاقہ سوپور سیالاں پرگنہ ہزارت دوابہ چہنب مضاف صوبہ پنجاب بجمع یک لک و سیزدہ ہزار یکصد و شصت دام از عہد حضرت (شاہجہان بادشاہ) بعد معروض استحقاق بہ اولاد حضرت مرحوم مرحمت شدہ بود دو من مقر مذکور خود متصرف شدہ باولاد حضرت دخل نمدادہ بودم چنانچہ وکیل اخوت پناہ شیخ عصمت اللہ وغیرہ پسران شیخ برخوردار ولد حضرت مرحوم بحضور پرنور رسیدہ ایں معنے بعرض اقدس رسانیدہ سند درگاہی ناطق بمہر نواب قطب الملک آوردہ مطابق دیوان صوبہ حاصل ساختہ سیادت و رفعت مآب سید میر منصبدار کہ برائے تقسیم از حضور فیض گنجور بموجب دستک بمہر نواب الملک تعین شدہ بود و نیز پروانہ بنام نائب ناظم دریں مادہ صدار یافتہ بود خود معہ سوار ناظم صوبہ آمدہ بموجب حکم محکم بقرار نیکساں اندر بدر بالمناصفہ قسمت جتتے علیحدہ بہر یک کردہ دادہ و مایاں برضائے در غیبت خود بر تقسیم مذکور صلح درمیان آوردیم و من مقر مذکور نوشتہ میدہم کہ آنچہ سابق ازیں قسمت بطور خود متصرف شدہ ام برطبق واصلات زمینداران مواضعات مذکور بلا عذر و حیلہ عند الطلب نصف محصول متفرقہ ادا کنم۔ بنابراں ایں چند کلمہ بطریق تمسک نوشتہ دادم کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریر فی التاریخ یازدہم رجب سنہ جلوس والا"[1]

(مطابق جمعہ ۲۰ مئی ۱۷۱۸ء)

جاگیر کا نصفا نصف ہونا

جب ۱۱ رجب ۱۱۳۰ھ کا یہ تحریر شدہ راضی نامہ دفتر میں پہنچا۔ تو نو ماہ کے بعد عدالت عالیہ سے حکم نامہ صادر ہوا۔ کہ آئندہ جاگیر دونوں فریقوں میں نصفا نصف ہوگی۔ اور علاقہ کے چوہدریوں، اور قانونگویوں اور نمبرداروں اسیدعایا اور مزارعوں کو بھی حکم پہنچا دیا گیا کہ اس فیصلہ سے انحراف نہ کریں۔ حکم نامہ یہ ہے۔

---

[1] یہ اقرار نامہ اصل صاحبزادہ الطاف حسین بن سید فضل حسین برخورداری ساہنپالوی کے گھر میں موجود ہے ۱۲ سید شرافت

حکم نامہ

مُہر

رسول الرحمٰن علی
مصاحب قاضی
شریعت خاں

در پروانہ بمہر قطب الملک یمین الدولہ سید عبداللہ خاں بہادر ظفر جنگ سپہ سالار
یار باوفا رفعت پناہ وزارت وکفالت دستگاہ ضیاء الدین محمد خاں محفوظ باشند۔ پیش ازیں
موضع عمٹہ شہان ذخیرہ در لیست عملہ پرگنہ ہرات من اعمال دوابہ چونہب مضاف صوبہ پنجاب
بجمع مبلغ یک لک و سیزدہ ہزار و یکصد و شصت دام جہت صرف درگاہ حضرت شیخ حاجی
محمد و فضلا بموجب فرمان عالی شان عہد بادشاہ غفران پناہ بہشت آرامگاہ مشمول تفضل دادار
مفضل قدس منزلت حضرت ------------ در وجہ انعام التمغا بشیخ
محمد سعید نبیرہ حاجی مذکور مقرر شدہ بود فی الحال بر طبق التماس شیخ عصمت اللہ ذخیرہ فرزندان
شیخ برخوردار بن شیخ حاجی فرید در حکم جہان مطاع آفتاب شعاع لازم الانقیاد واجب الاتباع
شرف نفاذ یافتہ کہ اولاد بہر دو پسر میگرفتہ باشند۔ دریں ولا بروفق راضی نامہ طرفین کہ بمہر
محمد رستم علی محتسب و محمد خوشحال قاضی پرگنہ گجرات و محمد سعید قاضی پرگنہ مزبور و دستخط و گواہی اہالی و
موالی و جمہور سکنہ پرگنات مذکور مسطور یازدہم رجب سنہ جلوس مبارک بدفتر رسیدہ و شرح
آں مفصل در ضمن ایں پروانہ بقلم آوردہ دام مرقومہ از موضع مزبور نصفا نصف بحصہ مومی الیہم
مقرر گردیدہ لہذا نوشتہ میشود کہ چودھریاں و قانونگویاں و مقدماں و رعایا و عمال
پرگنہ مذکور مقرر سنازند کہ مال واجب و حقوق دیوانی از قرار واقع دراستی
موافق ضابطہ و معمول مشار الیہم بجواب سے گفتہ باشند و از سخن حالی
و صلاح و صواب دید مومی الیہم بیروں نروند۔ بتاریخ ۱۵ سنہ [illegible] نوشتہ شد

تعلی شد"[1]

(۱۱۳۱ھ مطابق منگوار ۲۴ فروری ۱۷۱۹ء بعہد فرخ سیر بادشاہ رح)

اس فیصلہ شاہی کے بعد دونوں فریقوں میں جاگیر کے متعلق صلح رہی۔ اور کوئی مناقشہ پیدا نہ ہوا۔

اشتباہ۔ جن بعض مؤلفوں نے حضرت سید محمد سعید دولارح کو سجادہ نشین لکھا ہے۔ وہ آپ کے اسی زمانہ تسلط سے مراد ہے۔ جب آپ نے جاگیر پر خود مختارانہ قبضہ کر لیا تھا۔ اور اپنے برادرانِ عم زاد کے حقوق کو مٹا کر خود متصرف ہو چکے تھے۔ اور اپنے سجادہ نشین ہونے[2] کا پروپیگنڈا کر رکھا تھا۔

اخلاق و عادات

آپ مہمان نواز غریب پرور تھے۔ اخلاق حسنہ رکھتے تھے۔

لنگر شریف آپ نے حضرت سچیار صاحبؒ کے حکم سے درگاہ عالیہ پر لنگر جاری کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ مسافروں کو روٹی کھلا کر رخصت کر دیا کرنا۔ اپنے ڈیرہ پر رات نہ رکھنا۔ چنانچہ آپ کا اس طرح معمول تھا۔ تحائف قدسیہ میں ہے ؎

چنیں کرد گردش نصیحت پذیر ہشید   کہ کس را دہ نہ منزل اندر از دار

---

[1] یہ حکم سراصل۔ صاحبزادہ الطاف حسین بن سید فضل حسین برخورداری کے گھر میں بمقام ساہنپال شریف موجود ہے [2] سلہ تید غلام رسول برق نے سید حافظ محمد حیات برخورداری رح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ کے سجادہ نشین ہونے کا اعتراف کیا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ حافظ صاحبؒ نے تذکرہ نوشاہیہ میں میاں عبدالرحیم فقیر رح کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں سید محمد سعید سجادہ نشین کے پاس آیا۔ اور وہاں سے میرا کوئی مقصد حاصل نہ ہوا۔ پھر میں سید شیر محمد بن شاہ عصمت اللہ برخورداریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید مستفیض ہوا۔ تو اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر آپ حضرت نوشہ صاحبؒ کے صحیح و جائز سجادہ نشین ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ایک طالب حق کو کوئی فیض نہ دے سکتے۔ بلکہ اس واقعہ سے برخورداریوں کی سجادگی ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہ شخص برخورداری صاحبزادہ سے فائز المرام ہوا۔ سید شرافت

بہ بخشش در جہاں از جملہ اسباب طعام و قوتِ روحِ نور احباب
و لے رخصت کسی زاں بعد جائے نخواہی داد اے خانہ خدائے

سخاوت آپ بڑے فیاض۔ اہل سخاوت تھے۔ آپ کا شہرہ دُور دُور تک تھا۔ ملتان شریف تک سے لوگ آپ کی خدمت میں آتے۔ اور کاسہ گدائی پُر کر کے جاتے۔ تحائف قدسیہ میں ہے سہ

چناں میکرد آں صاحب ہمیشہ کہ بود از اہل کرم و رحم پیشہ!

فقیروں سے ملاقات آپ کو درویشوں سے بہت محبت تھی۔ جہاں تشریف لے جاتے اُس علاقہ کے فقیروں سے ملاقات کرتے۔ میاں میہوں شیخپوری کی آپ سے کئی مرتبہ آپ کی ملاقات ہوا کرتی۔[1]

غازی قلندر دمڑیوالہ رح سے ملاقات حضرت میاں محمد بخش قادری رح نے کتاب تذکرہ مقیمی میں لکھا ہے کہ:

• ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ محمد سعید نبیرہ نوشاہ حاجی گنج بخش بقصدِ سیر اس طرف تشریف لائے۔ بہت سوار اور پیادہ آپ کے ہمراہ تھے۔ غرض بڑی شان و شوکت سے اُن کی آمد تھی۔ جب اِس نواح میں وارد ہوئے۔ لوگوں سے دریافت کیا۔ یہاں کوئی صاحب کمال اہل باطن حر بھی ہے۔ سب نے حضرت غازی قلندر کا نشان تبلایا۔ صاحبزادہ حضرت کے اوصاف سُن کر باادب خلوصِ دل سے پیادہ چل کر نہایت تعظیم سے روبرو آکر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ حضرت کو صاحبزادہ کا انکسار پسند آیا۔ جوش سے فرمایا۔ اے سعید! کیا چاہتا ہے ہم عرض کیا شوق۔ اس مختصر عرض پر خوشنود ہو کر فرمایا شوق کا لفظ تیری زبان پر آیا۔ اور تیری زبان کیوں نہ جل گئی۔ فرمایا دیکھ ہم نے دریائے شوق میں غوطہ زنی کی۔ اور اس کا سیلاب سر سے گذر گیا۔ اس کلام کی تاثیر سے آتشِ شوق سے صاحبزادہ کی حالت میں تغیر آگیا۔ ماسوی اللہ کا نقش دل سے محو ہو گیا۔ وہ سامانِ عیش تمام۔ وہ سواری عماری یک لخت چھوڑ کر لباس فاخرہ اتار کر صرف ایک چادر بدن پر لے کر واپس چلے گئے۔ گوشہ تنہائی میں یادِ حق میں مشغول ہو کر شب و روز

[1] کنز الرحمت ۱۲ سید شرافت

عبادت اور ریاضتِ شاقہ میں بسر کرتے تھے۔ قائم اللیل صائم الدہر بن گئے۔ زرد رنگ ضعیف البدن۔ سراسر درد اور شوق کی تصویر غازی قلندر کی ایک نگاہ سے واصل ہو گئے سہ

زہے رہبر رہبراں خوش خرام کہ شاہانِ عالم بہ پیشش غلام[۱] بلفظہٖ

غلبہ وجد آپ سماع سنتے تھے۔ اور آپ کی مجلس میں اکثر حاضرین کو وجد ہوتا تھا۔ آپ کو بھی وجد کی حالت طاری ہوتی تھی۔ وجد کے وقت آپ پر اس قدر محویت و بیہوشی غالب ہو جاتی۔ کہ مرنے تک نوبت پہنچ جاتی دیر کے بعد ہوش آیا کرتی۔ استغراق آپ پر غالب ہوتا تھا[۲]

عملیات

تسخیر محبوب کے واسطے آپ سے منقول ہے کہ مجھے شیخ یحیٰی لاہوری رہ سے اس عمل کی سند حاصل ہوئی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے مطلوب کو مسخر کرنا چاہے تو چاہیئے کہ آیت کریمہ لا الٰہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین کا ایک لاکھ مرتبہ وظیفہ کرے۔ جس کا طریقہ یہ ہے۔

شب چہار شنبہ کو شروع کرے۔ اور اپنے مطلوب کا تصور نظر کے سامنے رکھ کر دو ہزار تین سو چہتر مرتبہ روزانہ پڑھا کرے۔ اور اگر اس قدر نہ پڑھ سکے۔ تو ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے۔ نا خوردنی چیزوں سے پرہیز رکھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں اُس کا مطلب حاصل ہو جاوے گا۔

ملفوظ تصوف اور طریقت میں آپ کا کلام اچھا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے۔ خدا کا راستہ جلدی طے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ آہستگی اور تحمل سے کشائش احوال ہوا کرتی ہے[۳]

اولاد آپ کے پانچ بیٹے تھے۔

---

[۱] بوستانِ قلندری اُردو ترجمہ تذکرہ مقیمی ص ۳۸ [۲] ثواقب المناقب ۱۲ [۳] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

۱۔ سید ہیبت شاہ شہید رح ۔ ۲۔ سید ابراہیم شاہ المعروف براہیم شاہ رح ۔ ۳۔ سید عبدالرسول رح ۔ ۴۔ سید فقیر اللہ رح ۔ ۵۔ سید سلطان محمد رح ۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ سید ہیبت شاہ شہید رح	ساہنپال شریف
۲۔ سید عبدالواسع بن سید فیض اللہ رح	چک سادہ
۳۔ چوہدری محمد خوشحال تارڑ رح	ٹھٹہ عثمان

مدحیات

آپ کے اوصاف میں چند نظمیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱)

از مرزا احمد بیگ لاہوری صاحب رسالہ الاعجاز

اے بخت سعید نیک اقبال — دے قرعۂ طالعت نکو فال!
اے ہادیِ بے ریا و بے عیب — اے مسندِ فقر را توئی زیب
حق داد چو با تو سرفرازی — شہبازِ حقیقت و مجازی
اے دیگِ محبتِ تو در جوش — دے شاہدِ مطلبت در آغوش
دولت داوت خدا و ہمت — تا با کرم و مہر کنی تو قسمت
بر جادۂ اب وجد نشستی — حق داد ترا چو چیرہ دستی
احمد کہ غلام عذر خواہ است — افتادہ بدر چو خاکِ راہ است

(۲)

از علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی صاحب ثواقب

سعیدِ دین و دنیا قطبِ آفاق — زیارت گاہ و جا نیازانِ مشتاق
برنگِ صبحِ صادق پاک دامن — بیمنِ نانِ محمے گردیدہ روشن

تنورِ مطبخ آں صاحبِ ذوق ... ہمیشہ گرم چوں ہنگامۂ شوق
اگر قیمت بود اندر جہاں زیست ... بذوق و شوق آنجا میتواں زیست
زبس سیلِ کرم آوردہ در جوش ... ندارد حرفِ خواہش راہ در گوش
چو گردد بحرِ جودِ او گہر بار ... شود کشتیِ سائل غرقِ اَدرار
محیطِ فیض باشد لنگرِ او ... کلیدِ قفلِ دل تنگی درِ او
غلامِ طالعش اقبال گردد ... سرِ دشمن بره پامال گردد
فلک بر درگہش رُو برزمیں باد ... زکشتِ بختِ سبزش خوشہ چیں باد

(۳)

از سیّد پیر کمال لاہوریؒ صاحبِ تحائفِ قدسیہ

شدہ نور گلانِ باغِ عشاق ... بُدہ چوں مردمک با چشم مشتاق
چناں در فقر آمد نور دیدہ ... کہ گاہے چشم کس مثلش ندیدہ
شدہ چوں نوشۂ ثانی دریں دار ... بُد از پیر محمد جملہ اطوار
نوازش کرد بسیار عالمے را ... بزہ آورد کافر ظالمے را
محمد آں سعیدِ سعدِ انوار ... کہ بُد فرزند ہاشم شاہ بیدار
طفیلِ حضرتِ من گشت روشن ... کہ مے بخشید نقد و جنس و توسن
توجہ کرد در باطن پیدا است ... بظاہر شد عروج از مہروے راست
چناں صیتش جہاں اندر جہاں شد ... کہ جملہ پیرزادہ مدح خواں شد

(۴)

از مرید نامعلوم الاسم

مرشد حقیقی ست محمد سعید نام ... در آخریں زمانہ رسیدہ بخاص و عام
اولادِ شیخ حاجی فرزندِ ہاشمے ... در ہر دیار نام بلندش چو بانگِ بام
حاتم صفت بہمت در تنگی و فراخ ... گر آں ز دیں معتقدِ مذہب برایں تمام
پیوستہ در حضورِ خدا و رسول اوست ... زاں معتقد شد ند ورا ملکِ روم و شام

ہر کس باعتقاد ازاں مرشدِ جہاں! دارد امید یابد در کار انصرام

تاریخ وفات

سید محمد سعید کی وفات[1] بعمر اکاوَن[51] سال بروز سوموار انتیسویں[29] ذیقعدہ ۱۱۳۸ھ مطابق انتیسویں[29] جولائی ۱۷۲۶ء میں ہوئی۔

آپ کا مزار شریف گورستانِ نوشاہیہ میں اپنے والد بزرگوار کے متصل مشرقی جانب ہے۔

قطعہ تاریخ

از حضرت سید حافظ محمد حیات ربّانی خلف الرشید سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم برنور داری رح

بیادِ خدا بود در خلق بات | دعائش مُحلّ از پئے مشکلات
زجود و کرم چشمۂ فیض بُود | بکون و مکاں بر سرِ شش جہات
مدقق محقق معرف متین | معظم مکرم مزید الصفات
مؤید موحد محمد سعید | مروّج مروّت بدار النجات
بدل گفتم از سالِ وصلش بگفت | ز حاتم سخی بُود[38] ـ در ممکنات
حیات ایں سخن گفت دُر ہا بسفت | زامدادِ ہادی خود ست ایں نکات

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف اولیٰک لہم عقبی الدار جنات عدن

۲۔ چشمہ معرفت

---

[1] حضرت سید محمد سعید قدس سرہ کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے دوسرے حصہ لطائف الاخیار نامی میں بھی لکھا جائے گا۔ شرافت

باب چہارم

اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت نوشہ صاحبؒ سے چوتھی پشت ہیں۔

سیّد ہیبت شاہ شہیدؒ

آپ حضرت سیّد محمد سعید دُولا بن سیّد محمد ہاشم دریادل رہ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔

تعلیم آپ علم ادب و فقہ و عروض کے بڑے عالم تھے۔ آپ کے ہاتھ کی کتاب عروض سیفی یادگار ہے۔ اُس پر آپ کی مندرجہ ذیل مُہر ثبت ہے۔

سجع مُہر آپ کی مُہر کا سجع یہ تھا۔

"زلطف حاجی و ہاشم سعید ہیبت شاہ"

فائدہ۔ اس سجع میں یہ صنعت بھی ملحوظ ہے کہ اس میں آپ کے والد اور دادا اور پردادا کے نام بترتیب نزولی آگئے ہیں۔

واقعہ شہادت آپ ابھی نوجوان تھے۔ آپ کی شادی تیار تھی۔ نکاح کا دن تاریخ مقرر ہو چکا تھا۔ آپ ایک روز شکار کو تشریف لے گئے۔ آپ کی سواری میں نہایت عمدہ گھوڑی تھی۔ جب نیستاں میں پہنچے تو وہاں چند ڈاکو بیٹھے تھے۔ انہوں نے گھوڑی کے لالچ میں آپ کو وہاں شہید کر دیا۔ اور گھوڑی لے گئے۔ آپ کے پاس کوئی نام شکاری کُتی تھی۔ وہ واپس آئی۔ اور لوگوں کے دامن منہ میں پکڑ کر کھینچتی۔ آخر وہ کھینچ کر نعش کے پاس لے گئی۔ آپ کی شہادت سے خاندان کو بہت صدمہ ہوا۔

علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی رہ نے اس واقعہ کے متعلق ثواقب المناقب میں لکھا ہے یہ ہم دریں ایام طاؤس خلد مانوس یعنی میاں ہیبت شاہ خلف الرشید آں گلشن کرامت باآب شمشیر باغیاں رنگ صبغۃ اللہ شہادت ریخت۔

کرامت

قاتلوں کا سزایاب ہونا منقول ہے کہ آپ کو شہید کرنے والے موضع چھچھوں ضلع گجرات کے ڈاکو تھے۔ جب وہ گھوڑی لے کر چلے گئے۔ تو آگے جا کر اُس کی تقسیم میں اُن کا تنازعہ ہو گیا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ گھوڑی خود کو ملے۔ آخر اسی ترخ ترخ میں وہ آپس میں لڑ پڑے۔ اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔

تاریخ شہادت سید ہیبت شاہ کی شہادت اپنے والد کی زندگی میں ۱۱۲۶ھ میں ہوئی۔ گورستانِ نوشاہیہ میں دفن ہوئے۔

چُورہ ہیبت شاہ جس زمین پر آپ شہید ہوئے تھے اُس خون آلودہ مٹی کو کھود کر مسمی شام سنگھ اگروٹیہ نے ایک گھڑا میں ڈال کر اپنے گھر میں تبرکاً رکھ لیا۔ جو کچھ عرصہ کے بعد زمینداران اگرویہ نے اُس سے لے کر اپنے گاؤں کی سرحد میں دفن کر دیا۔ اور اُس پر قبر بنا دی۔ جو آج تک بنام "چُورہ ہیبت شاہ" مشہور ہے۔ اور موضع اگرویہ اور دھولہ کے درمیان کلر میں موجود ہے۔

امسال ۱۳۷۶ھ میں مسمی جمال الدین بن امیرا باشندہ اگرویہ نے جو میرے والد اعلیٰ حضرت سید غلام مصطفےٰ نوشاہی برخورداری ادام اللہ برکاتہٗ کا مرید ہے۔ اُس چُورہ کی عمارت کو پختہ کروا دیا ہے۔ اور اُس پر ایک چھوٹا سا گنبد بنوا دیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ

مرثیہ و تاریخ

از علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

رفت خورشید و شفق در چاسمئے روزگار
داغِ سودائش چو برگِ لالہ دارد یادگار

مصحفِ رخسارِ او تا ہمچو گل سیپارہ شد
بیضۂ بلبل بخون غلطیدہ گویا غنچہ وار

طور شد رنگِ خلاخن از تجلی ہائے او
گرچہ خود نشست در رنگِ لحد ہمچوں شرار

رشتۂ تسبیح یاقوت ست ہر تارِ نفس
مے جہد از بسکہ لختِ دل بآہِ شعلہ بار

درد آهِ خویش مارا سرمهٔ آواز شد!
بے صدا گشتیم چوں زنجیرِ زلفِ آں نگار

طاقِ ابروئے بتاں طرح پرِ سرخاب ریخت
اخگرِ خونیں بسکہ شد در ماتمِ او آشکار

گل کباب از شعلهٔ آوازِ بلبل مے شود
سروِ قمری شمع با پروانہ مے بینم دوچار

تا چو طوطی ریشه در فردوس زد آں سروِ ناز
شد سراپا داغ چوں طاؤسِ باغِ زرنگار

آسماں سنگِ حوادث بر سرِ آرام ریخت
داشت گویا نخلِ ماتم بارِ جا طرفہ ثمار

داغہائے سینهٔ ما تیره بختاں مے شود
نقشِ مُہرِ محضرِ جور و جفائے روزگار

نیست بیجا گر سیاہی رفت از چشمِ پدر
طفلِ اشکش مشقِ طوفاں کرده بر لوحِ عذار

سیلِ اشکِ ماست طوفاں جاده ماہی تا بماه
ہالہ چوں گرداب زیں دریا چساں گیرد کنار

ہر یکے چوں گردباد از بسکہ بر سر خاک ریخت
گشته خطِ سرنوشتِ مردماں خطِ غبار

چوں چنارِ ما ز دست از کار رو کار از دست رفت
حیرتِ دل بسکہ برد از کف عنانِ اختیار

پنجهٔ مژگاں بخونِ دیده رنگیں مے شود
رفت چوں رنگِ حنا ما از کفِ ما آں نگار

رفتنِ مصحف بود بسم الله دیوانِ حشر
نیست بے معنی اگر آرام خواند انفرار

بست تا بارِ سفر نخلِ قدش ناز نہ شک
دست بر ہم سودنِ خود سوخت مانندِ چنار

سر بصحرا داده چوں سیلِ بہار از اضطراب
کوهِ تمکینم کہ شد دیوانہ آسا سنگسار

محوِ دامِ اضطرابم بے زبانی با گواه
ظاہر و باطن چو ماہی داغ داغ و خار خار

تا گذشت آں ابرِ رحمت از سرِ اہلِ نیاز
تا شدہ حالِ ما اشستہ چشمِ اشکبار

سبزہ زارِ خلد در جولانِ استقبالِ او
گشت چوں طاؤس ہم پرواز چشمِ انتظار

سالِ تاریخِ شہادت ما بخوں کردم رقم
لالهٔ فردوس شد آں زادهٔ کوهِ وقار

۲۶ ۱۱ ھ

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف ادخلوا الجنة

۲۔ آیت شریف تامرون بالمعروف

سید براہم شاہ

آپ کا اصلی نام ابراہیم شاہ المعروف براہم شاہ تھا۔ آپ سید محمد سعید دُولا بن سید محمد ہاشم دریادل رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے تھے۔

بیعت و خلافت آپ کی بیعت طریقت اپنے ہم جدی چچا حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان بن سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ مقاماتِ سلوک طے کر کے خرقۂ خلافت پایا۔ کتاب تذکرہ نوشاہیہ اور مناقباتِ نوشاہیہ میں اسی طرح تحریر ہے۔

جذبہ و سلوک آپ پر کبھی کبھی حالت جذبہ طاری ہو جایا کرتی۔ اور مجذوبانہ سیر و سیاحت کیا کرتے۔ اور اکثر سلوک کی حالت میں رہتے۔ آپ امام الاصفیاء مقبولِ خدا، عارف بے ہمتا تھے۔

اوراد و اذکار آپ نوافل تہجد ادا کر کے طلوع آفتاب تک اُسی جگہ بیٹھ کر عبادت میں مشغول رہتے۔ کلمہ طیبہ اور درود شریف ہزارہ۔ اور آیت کریمہ شریف آپ کا دائمی وِرد تھا۔

کرامات

برکاتِ شریف منقول ہے کہ آپ جس جگہ تشریف فرما ہوتے وہاں کسی دشمن کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔

کشفِ احوال آپ کو کشف کونی کا مقام حاصل تھا۔ سورج چڑھنے سے لے کر دوپہر دن تک آپ غیبی خبریں بتایا کرتے۔ اپنے گرد بارہ کوس کے اندر جو کچھ واقعات ظہور کرتے۔ وہ آپ پر منکشف ہوتے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ سید عزیز اللہ رح۔ ان کا ذکر پانچویں باب میں آئے گا۔
۲۔ سید خان عالم رح۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سید سبحان علی حویلی والہ۔ اور سید نور علی رح سموال والہ۔ دونوں کے حالات چھٹے باب میں آویں گے۔
۳۔ سید خان ملک۔ ان کا ذکر پانچویں باب میں آئے گا۔

بار طریقت آپ کا ایک درویش سائیں عبد آمیر پوری تھا۔

تاریخ وفات سید براہیم شاہ کی وفات بقول صحیح ۱۱۰۵ھ میں ہوئی۔ مزار گورستان نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ فخر دوسرا ۲۔ تاج مذہب

سید عبدالرسول رح

آپ سید محمد سعید دولا بن سید محمد ہاشم دریادل رح کے تیسرے بیٹے تھے۔

بیعت طریقت حضرت سید عمر بخش رسول نگری رح نے کتاب مناقبات نوشاہیہ میں آپ کو حضرت شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رح کے خلیفوں کی فہرست میں لکھا ہے۔

اور آپ کے سلسلہ کے درویش سائیں فتح خان قلندر ساکن راولپنڈی نے مجموعہ وظائف قادری نوشاہی میں آپ کو حضرت ولی محمد نام کسی بزرگ کا مرید لکھا ہے۔ اُن کے متعلق کوئی تاریخی شہادت نہیں کہ وہ کون بزرگ تھے۔ اور کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بہرکیف پہلا قول صحیح ہے۔

اخلاق آپ منظور بارگاہ خدا سیف اللسان تھے۔ طریقہ قادریہ نوشاہیہ کے پورے پورے پابند تھے۔ صاحب یمن وبرکت تھے۔

اخراجاتِ لنگر مرزا طلا محمد پشاوری نے اپنے مرتبہ شجرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے لنگر میں روزانہ رات کو ایک مانی غلہ اور ایک گائے اور پانچ بکریوں کا گوشت۔ اور روزانہ صبح کو ایک مانی غلہ۔ اور ایک بکری کا گوشت خرچ ہوا کرتا تھا۔

کرامت

مویشیوں کا کھل جانا منقول ہے کہ آپ ضعیف العمر تھے۔ چارپائی پر بیٹھے یادِ الٰہی کیا کرتے۔ آپ کے پوتے سید حیدر شاہ بن سید محمد نیک رح کاشتکاری کرتے۔ اور گھر میں مویشی بہت رکھتے تھے۔ رات کو مویشی آپ کی چارپائی کو ہلاتے۔ ایک دن آپ نے اپنے پوتے کو خبر دیا۔ حیدر شاہ! "تیرا کوئی نہ کوئی ڈنگر کھلا ہی رہتا ہے۔" آپ کی زبان کا فرمودہ ایسا ہے کہ آج تک یہ کام جاری ہے۔

آپ کی اولاد میں سے سید محمد علی بن سید فضل الدین رح کہا کرتے تھے کہ رات کو ہم سارا مال مویشی خوب پختہ باندھتے ہیں۔ صبح کو ایک نہ ایک ڈنگر ضرور کھلا ہوتا ہے۔

اولاد آپ کی چار بیویاں تھیں۔ آپ کے پانچ بیٹے تولد ہوئے۔

۱۔ سید محمد جعفر رح۔ ان کے ایک ہی فرزند سید محمد بخش رح تھے۔ ان کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔ سید محمد بخش رح کے دو بیٹے تھے۔ سید کریم بخش رح۔ سید رحیم بخش رح دونوں کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

۲۔ سید شاہوں شاہ رح۔ ان کا ذکر پانچویں باب میں آئے گا۔

۳۔ سید محمد نیک بلقب نیک محمد رح۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ سید غلام حسین رح۔ سید حیدر شاہ رح۔ سید غلام محی الدین رح۔

— سید غلام حسین ۱۲۴۲ھ میں سنگھوئی ضلع جہلم میں چلے گئے۔ اور وہیں لاولد انتقال کیا۔

— سید حیدر شاہ رح کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

— سید غلام محی الدین رح موضع رنمل سے انتقال مکانی کر کے ۱۲۶۶ھ میں کالرہ متصل گجرات

میں چلے گئے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ شاہ صوبہ رح۔ شاہ مولو لاولد۔ شاہ داد رح لاولد۔ شاہ بالا رح۔ (یہ چاروں بھائی شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رح کے مرید تھے)

—— شاہ صوبہ رح کے تین بیٹے تھے۔ سید میراں بخش رح۔ سید حاکم علی رح۔ سید سردار محمد رح۔

—— سید میراں بخش رح کا ایک بیٹا شاہ لطیف نام اس وقت ۱۳۹۶ھ میں موجود ہے۔

—— سید حاکم علی رح کا ایک بیٹا شاہ نواب نام موجود ہے۔

—— شاہ نواب کے دو لڑکے محمد فاضل اور محمد مبارک نام موجود ہیں۔

—— سید سردار محمد رح کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد حنیف۔ صاحبزادہ محمد شریف۔ صاحبزادہ عبدالمجید تینوں اس وقت موجود ہیں۔

—— شاہ بالا بن سید غلام محی الدین رح کے دو بیٹے تھے۔ سید ملک شاہ۔ سید سلطان علی رح۔

—— سید ملک شاہ کے دو بیٹے ہوئے۔ سید سخی محمد۔ سید محمد اقبال لاولد۔

—— سید سخی محمد کا ایک بیٹا محمد الطاف نام ہے۔ دونوں باپ بیٹا موجود ہیں۔

—— سید سلطان علی بن شاہ بالا رح کے دو بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ محمد نواز۔ صاحبزادہ محمد اشرف لاولد۔

—— صاحبزادہ محمد نواز کے چار بیٹے ہیں۔ محمد حیات۔ محمد اشرف۔ محمد اکرم۔ محمد اسلم۔ سب اس وقت موجود ہیں۔ سلمہم اللہ۔

۴۔ سید الٰہی بخش رح ⎫
۵۔ سید فتح الدین رح ⎭ دونوں کا ذکر پانچویں باب میں آئے گا۔

آپ کی ایک بیٹی کا نام سیدہ فضل بی بی رح تھا۔ جو سید نور علی بن سید خان عالم ہاشمی رح ساکن سمووال ضلع میرپور کی منکوحہ تھیں۔

مدفن سید عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ۔ گورستانِ نوشاہیہ میں اپنے آباؤ اجداد کے پاس ہی دفن ہوئے۔

وفات ۱۰۱۸ھ

سید فقیر اللہؒ

آپ سید محمد سعید دولا بن سید محمد ہاشم دریادل نوشاہیؒ کے چوتھے بیٹے تھے۔ بیعت و اجازت حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداریؒ سے تھی۔[۱] کاغذات مال میں آپ کا نام نصر اللہ مندرج ہے۔

فیضان کا ظہور آپ کے برکات وفیضان کا اکثر ظہور ضلع میرپور، ریاست کشمیر میں تھا۔ اس علاقہ کے لوگ بکثرت آپ کے ارادت مندوں سے تھے۔ چنانچہ آپ ان کی محبت کے باعث اسی علاقہ میں سکونت گزین ہو گئے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید قادر بخشؒ تھے۔

— سید قادر بخشؒ کے دو بیٹے تھے۔ سید امیر بخشؒ۔ سید نور حسنؒ۔

— سید امیر بخشؒ کے تین بیٹے تھے۔ سید غلام شاہ عرف غلام نبی لاولد۔[۲] سید گوہر شاہ لاولد۔ سید گلاب شاہؒ عرف گلاب دین۔ یہ ۱۳۶۶ھ میں چک پٹھاناں علاقہ جموں میں چلے گئے۔

— سید گلاب شاہؒ کے ایک ہی فرزند سید جعفر الدینؒ تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

سید نور حسن بن سید قادر بخشؒ کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

مدفن سید فقیر اللہ کا مزار موضع سہر منڈی فوجخاں والی۔ تحصیل کوٹلی۔ ضلع میرپور میں ہے۔ وفات ۱۱۹۴ھ۔

سید سلطان محمدؒ

آپ سید محمد سعید دولا بن سید محمد ہاشم دریادل نوشاہیؒ کے پانچویں بیٹے تھے۔ خرقہ خلافت و اجازت اپنے عم بزرگ حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان بن سید حافظ محمد برخوردار

---

[۱] مناقبات نوشاہیہ ۱۲ [۲] یہ ۱۳۶۶ھ میں چک سادہ متصل گجرات چلے گئے ۱۲ سید شرافت

بحرالعشق نوشاہی رح سے حاصل کیا۔[1]

تاریخ ولادت آپ کی ولادت بائیسویں[22] محرم سنہ ۱۱۲۰ھ میں بمقام ساہنپال شریف ہوئی۔

اخلاق آپ میں بڑے اوصافِ حمیدہ پائے جاتے تھے۔ آپ سرگروہِ فقرائے نامدار۔ اور برگزیدۂ کردگار۔ صاحب ذوق و شوق و حال تھے۔

مقام صمدیت صاحب تذکرہ نوشاہیہ نے لکھا ہے کہ آپ کو پیر روشن ضمیر حضرت سید شاہ عصمت اللہ کی توجہ سے مقام صمدیت کھل گیا تھا۔ آپ نے بارہ[12] سال تک بالکل طعام نہیں کھایا۔ کشف و کرامات بھی آپ سے ظاہر ہوتے تھے۔

تحریر کتب آپ خوش نویس بھی تھے۔ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب صرف میر مؤلف کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس پر سے آپ کا دستخط نقل کیا جاتا ہے۔

"تمت تمام شد کتاب صرف میر بوقت دو پاس روز شنبہ بتاریخ ہشتم رمضان المبارک۔ کاتب فقیر سلطان محمد سنہ ہجری ۱۱۶۲ سنہ ۲ جلوس والا احمد شاہ بہادر غازی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطنتہ"

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ سید غلام محمد رح ۲۔ سید محمد بخش رح لاولد۔

سید غلام محمد رح کے تین بیٹے تھے۔ سید شرف الدین رح لاولد۔ سید شمس الدین رح۔ شاہ مغل رح۔

سید شمس الدین رح کے ایک فرزند سید ایزد بخش رح تھے۔

سید ایزد بخش رح کے تین بیٹے تھے۔ سید محبوب عالم رح لاولد۔ سید امیر عالم رح۔ سید محمد علی رح ان دونوں کا ذکر آٹھویں باب میں آوے گا۔

شاہ مغل رح کے ایک فرزند سید غلام رسول رح تھے ان کا ذکر ساتویں باب میں آوے گا۔

مدفن سید سلطان محمد گورستانِ نوشاہیہ میں دفن ہوئے۔ وفات سنہ ۱۱۹۹ھ

---

[1] مناقبات نوشاہیہ ۱۲ شرافت

باب پنجم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت نوشہ صاحبؒ سے پانچویں پشت ہیں۔

سید عزیز اللہؒ

آپ سید براہیم شاہ بن سید محمد سعید دولا ہاشمی رحہ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔

اوراد و ظائف آپ رئیس الاصفیا۔ فخر المشائخ تھے۔ کلمہ طیبہ۔ اور درود شریف ہزارہ کا ورد رکھتے۔ یہ درود شریف بھی آپ کا وظیفہ ہوتا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَادِ خَلْقِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔

لباس آپ لباس درویشانہ پہنتے۔ قبا یعنی فرگل۔ اور شلوار بھی استعمال کرتے۔

کرامات

طعام میں برکت آپ جس وقت بھنڈارہ تقسیم کرتے۔ تو اپنی چادر طعام پر ڈال دیتے۔ اس کی برکت سے کھانا بہت بڑھ جاتا۔ اور مخلوق اُس سے سیر ہو جاتی۔

وجد کروانا ایک مرتبہ آپ علاقہ پہاڑ میں تشریف لے گئے تھے۔ ایک روز آپ کی مجلس میں سماع و وجد ہو رہا تھا۔ ایک منکر آدمی مکان کے اندر دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا۔ اور کہا مجھ کو وجد ہو تو جانوں۔ آپ نے غائبانہ توجہ کی تو وہاں تڑپنے لگا۔ اس کے بعد آپ کا معتقد ہو گیا۔

دریا کو دُور ہٹانا ایک مرتبہ دریائے جہلم ایک گاؤں کے نیچے چلا گیا۔ اُس گاؤں کے لوگ آپ کی خدمت میں عرض گذار ہوئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔ دریا دُور

جائے گا۔ چنانچہ امر الٰہی سے دریا گاؤں کو چھوڑ گیا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید قدم الدین رہ تھے۔

تاریخ وفات سید عزیز اللہ کی وفات ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "بابِ بخشش"

سید خان ملک رح

آپ سید براہیم شاہ بن سید محمد سعید دُولا رہ کے فرزند اصغر اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ زاہد عابد متقی و پرہیزگار تھے۔ سہنپال میں سکونت رکھتے۔ کاغذاتِ مال میں آپ کا نام خان محمد تحریر ہے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ سید قطب الدین رح۔ ۲۔ سید حسن محمد رح۔ ۳۔ سید عظیم اللہ رح۔

۱۔ سید قطب الدین رح ۱۲۵۴ھ میں موضع تل متصل سلطان پور گکھڑاں ضلع جہلم میں چلے گئے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ سید بہاول بخش رہ۔ سید دیدار بخش۔ سید پیر بخش رہ لاولد۔ سید شہاب الدین رح لاولد۔

—— سید بہاول بخش رح کے ایک فرزند سید نور عالم رح تھے۔

—— سید نور عالم رہ کے پانچ بیٹے تھے۔ سید نیک محمد رہ۔ سید شیر محمد رح لاولد۔ سید غلام محمد لاولد۔ سید سردار محمد لاولد۔ سید گلزار محمد لاولد۔

—— سید نیک محمد رہ کے ایک فرزند سید سلطان علی رح تھے۔ متوفی ۵۔ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ

—— سید سلطان علی رہ کے دو بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ عبدالعزیز۔ صاحبزادہ محمد نذیر۔ یہ دونوں موجود ہیں۔

—— صاحبزادہ عبدالعزیز کا ایک لڑکا محمد اشرف نام موجود ہے۔

—— سید دیدار بخش بن سید قطب الدین رہ کے دو بیٹے تھے۔ سید اللہ دتہ رح

سنہ ۱۳۳۶ھ۔ سید پیر محمد رح م ۱۳۲۲ھ۔

— سید اللہ دتہ رح کے ایک فرزند سید محمد عالم تھے۔ (متوفی سنہ ۱۳۴۰ھ)

— سید محمد عالم رح کے ایک ہی فرزند سید محمد افضل موجود ہیں۔

— سید محمد افضل کا ایک لڑکا صاحبزادہ تصدق حسین موجود ہے۔ متولد ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۰ھ

— سید پیر محمد بن سید دیدار بخش رح کے دو بیٹے ہیں۔ سید فقیر محمد۔ سید حفیظ علی رح۔ دونوں اس وقت موجود ہیں۔

— سید فقیر محمد کا ایک لڑکا صاحبزادہ محمد عباس موجود ہے۔ سلمہ اللہ

۲۔ سید حسن محمد بن سید خان ملک رح کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

۳۔ سید عظیم اللہ بن سید خان ملک رح کے دو بیٹے تھے۔ سید عطر الدین رح
سید نواب الدین رح۔

— سید عطر الدین رح کا ذکر ساتویں باب میں آوے گا۔

— سید نواب الدین رح سنہ ۱۲۷۰ھ میں علاقہ جموں میں چلے گئے۔ ان کے ایک فرزند سید امام الدین رح تھے۔ بولاولد فوت ہوئے۔

تاریخ وفات سید خان ملک کی وفات تیسری رجب سنہ ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔ مدفون گورستانِ نوشاہیہ۔

مادہ تاریخ "خان ملکِ عصر"

سید شاموں شاہ چک سادہ والہ رح

آپ کا اصلی نام شہامت شاہ المعروف شاموں شاہ تھا۔ آپ سید عبدالرسول بن سید محمد سعید دولارح ہاشمی رح کے دوسرے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔

چک سادہ میں ورود آپ کا فیض بہت تھا۔ چک سادہ کے سادات آپ کے معتقدین سے تھے۔ چونکہ وہ حضرت نوشہ صاحب کے خلیفہ ارجمند سید صالح محمد رح کی اولاد سے تھے۔ اس لیے وہ آپ کو اولادِ نوشہ پیرہ ہونے کی حیثیت سے

اپنے گاؤں چک سادہ سے گئے۔ وہ سب حضرات آپ کا بہت ادب و احترام کرتے یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کا مزار اُن سب بزرگانِ سادات کے سرہانے کی طرف بنایا گیا۔ تاکہ سب آپ کے قدموں کی طرف رہیں۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید لطف الدین رح ۲۔ سید سکندر شاہ رح وفات ۱۲۰۲ھ

سید الٰہی بخش رح

آپ سید عبدالرسول بن سید محمد سعید دُولا رح کے پوتے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت حضرت سید شیخ محمد بن سید ضیاء اللہ برخورداری رسول نگری رح سے تھی۔ [1] کاغذاتِ مال میں اللہ بخش نام تحریر ہے۔

بہادری و شجاعت آپ کو ابتدائے عمر میں فنِ سپاہ گری کا شوق تھا۔ چنانچہ چوہدری غلام محمد بن پیر محمد چٹھہ رئیس اعظم منچر (ضلع گوجرانوالہ) کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جب اُس کی سکھوں سے لڑائی ہوئی۔ تو ایک سکھ سردار گھوڑے پر سوار "ست سری اکال" کے نعرے لگاتا میدان میں آیا۔ چوہدری نے اپنی فوج پر نظر ڈالی۔ کوئی جوان اُس کے مقابلہ کو نہ نکلا۔ آخر آپ اُس کے سامنے ہوئے۔ آپس میں دو چار جھڑپیں ہوئیں۔ آپ نے نیزہ مار کر اُس کو گھوڑے سے نیچے گرا لیا۔ اور نعرۂ تکبیر کہہ کر اس کا سر کاٹ لیا۔ چوہدری نے آپ کو بہت سا انعام دیا۔

کرامت

تاثیر زبان آپ سیف اللسان تھے۔ جو کچھ منہ سے فرماتے وہ پورا ہو جاتا۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز آپ قصبہ رسول نگر میں کسی رنگریز کی دکان پر بیٹھے تھے۔

---

[1] مناقباتِ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

ہندو لوگ ایک مُردہ کی نعش جلانے کو اُس طرف سے لے کر نکلے۔ اور منہ سے کہتے جاتے تھے۔ "رام رام ست ہے" آپ کے منہ سے برجستہ یہ فقرہ نکلا "ایہہ پھیر اسٹ آؤ اک پھیرا دت ہے"۔ چنانچہ جب اس کو جلا کر واپس آئے تو آگے اور شخص مرا پڑا تھا۔ پھر اُس کو وہی کلمہ کہتے ہوئے لے چلے۔ آپ نے پھر وہی الفاظ دہرائے۔ چنانچہ اسی طرح ہندوؤں کے سات آدمی پے در پے مر گئے۔

اگرچہ یہ کرامت آپ کے پڑپوتے سید محمد حسن ہاشمی رح نے کتاب تحائف اصفیا میں لکھی ہے۔ لیکن یہی کرامت عوام الناس میں چند اور بزرگوں کے نام بھی منسوب ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کرامت کا کوئی اصل نہیں محض افواہ ہے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید جوائے شاہ رح ۲۔ سید شیر شاہ رح

سید جوائے شاہ رح کے ایک ہی فرزند سید مکھن شاہ رح تھے جو لاولد فوت ہوئے۔

سید شیر شاہ رح کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

تاریخ وفات سید الٰہی بخش کی وفات بروز سوموار، سولھویں رجب ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔ مدفون گورستان نوشاہیہ۔

مادۂ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف قل اعوذ برب الناس۔ ۲۔ بخشش ہوگئی

سید فتح الدین مندرانوالیہ رح

آپ سید عبدالرسول بن سید محمد سعید دولا ہاشمی رح کے پانچویں بیٹے تھے۔ کاغذات میں فتح محمد نام ہے۔ سید فتح محمد بن ضیاء اللہ رسول نگری کے مرید و خلیفہ تھے۔

مندرانوالہ میں ورود آپ دورانِ شباب میں ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے۔ ۱۲۵۴ھ میں آپ نے مندرانوالہ متصل ڈسکہ میں سکونت اختیار کی۔ اور مدت العمر وہیں رہے۔ گاؤں سے غربی جانب ڈیرہ کیا۔ اس سے پہلے وہاں کا مسکن تھا۔ آپ نے بزورِ کرامت اُن کو ہمیشہ کے لیے نکال دیا۔ مریدوں نے آٹھ گھماؤں مندرانہ میں فی سبیل اللہ دے دی۔ جو آج تک آپ کی اولاد کے پاس موجود ہے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید بوٹے شاہ رح ۲۔ سید محمد بخش المعروف محمد شاہ رح

مدفن سید فتح الدین کی قبر مندرانوالہ ضلع سیالکوٹ میں گاؤں سے مغربی جانب ہے۔ ہر سال ماہ ہاڑ کی پہلی جمعرات کو ختم شریف ہوتا ہے۔

وفات ۱۲۶۳ھ۔

باب ششم

اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت نوشہ صاحبؒ سے چھٹی پشت میں ہیں۔

سید قدم الدینؒ

آپ سید عزیز اللہ بن سید براہیم شاہ ہاشمیؒ کے فرزند حق پسند اور فرزندِ جلیل تھے۔

اوراد و وظائف آپ نوافل تہجد کے بعد تین ہزار بار کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے اور درود ہزارہ کا وظیفہ بھی رکھتے۔ ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔

مفلوج ہونا بوجہ فالج کے آپ کے جسم کا نچلا حصہ کمزور تھا۔ چل پھر نہیں سکتے تھے۔ اس لیے پالکی میں بیٹھ کر سفر کو جایا کرتے۔

کرامات

بیٹا ہونے کی دعا منقول ہے کہ راجہ ہیرا سنگھ والی جموں و کشمیر کے ہاں اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس نے آپ کے آگے التجا کی۔ آپ نے دعائے خیر فرمائی۔ تو اس کو خدا تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا۔ راجہ نے سولہ بیگھہ زمین آپ کو نذرانہ میں دی۔

ایک مرید کو مالک بنانا آپ کے مرید کندا نام ساکن بروٹیاں ریاست جموں نے عرض کیا کہ گاؤں کے لوگ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں۔ کیونکہ میں غیر مالک ہوں۔ آپ نے فرمایا جو لوگ تجھے ایذا دیتے ہیں۔ ان کی زمین تجھ کو مل جاوے گی۔ چنانچہ رات کو ڈاکوؤں نے گاؤں لوٹ لیا۔ اور سرداروں کو قتل کر دیا۔ بعد ازاں کندا گاؤں کا نمبردار اور مالک بن گیا۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ سیّد سلطان محمودؒ ۲۔ سیّد عمر بخشؒ ۳۔ سیّد گوہر قضاؒ

آپ کی ایک بیٹی کا نام سیّدہ گوہر بی بیؒ تھا۔

یارانِ طریقت مندرجہ ذیل خواص مرید تھے۔

۱۔ سیّد عمر بخش فرزند ثانیؒ — رَن مل
۲۔ سیّد نظام الدین بن سیّد سبحان علی ہاشمیؒ — "
۳۔ سیّد حافظ قمر الدین بن سیّد سبحان علیؒ — پنڈ عزیز
۴۔ میاں دیدار بخش جنجوعہ — کنگ
۵۔ سائیں فقیر علی جنجوعہ — "

تاریخ وفات سیّد قدم الدین سفر میں گئے ہوئے تھے کہ وہیں ۱۲۴۵ھ انتقال کیا۔ آپ کی قبر موضع چک پٹھان ضلع میرپور میں ہے۔

مادۂ تاریخ "قدوہ خلقت"

سیّد سبحان علی حویلی والہؒ

آپ سیّد خان عالم بن سیّد ابراہیم شاہ بن سیّد محمد سعید دولا ہاشمیؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔ طریقہ سلوک پورا طے کیا۔

علم و فضل آپ ساداتِ نوشاہیہ ہاشمیہ میں اپنے اقران میں سے علم و فضل و زہد و تقدس میں یگانہ تھے۔ آپ خزینۂ انوارِ سبحانی اور مہبطِ اسرارِ یزدانی تھے۔

حویلی آباد کرنا حضرت نوشاہِ عالیجاہؒ کی ساری اولاد موضع ساہنپال شریف میں سکونت رکھتے تھے۔ ۱۲۳۰ھ میں جب گاؤں دریا برد ہو گیا۔ تو آپ نے ایک آبادی علیحدہ بنام "حویلی شاہ سبحان علی" کی بنیاد رکھی۔ آپ کے تمام برادران ہم جدی یعنی ساداتِ ہاشمیہ بھی آپ کے ساتھ وہاں چلے گئے۔ اس سے چند سال بعد موضع رَن مل

دریا بُرد ہوا تو وہاں کے باشندوں نے آپ کے پاس آکر گاؤں آباد کر دیا۔ اس کا نام اپنے مورثِ اعلیٰ کے نام پر رنمل رکھ دیا۔ حویلی مذکور گاؤں کے شمالی طرف آگئی۔

اس سے پہلے تمام ساداتِ نوشاہیہ اکٹھے رہتے تھے۔ اُس روز سے ساداتِ برخوردار یہ تو اپنے آبائی گاؤں ساہنپال شریف میں ہی رہے۔ اور ساداتِ ہاشمیہ رنمل میں سکونت گزین ہو گئے۔

بیٹے کا غم آپ کے بڑے صاحبزادہ سید حافظ قمر الدین رح نے آپ کی زندگی میں ہی وفات پائی۔ آپ ان کی مفارقت سے بہت بیتاب ہوئے۔ اور دنیاوی کاروبار ترک کر دیئے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ سید حافظ قمر الدین رح ۲۔ سید نظام الدین رح ۳۔ سید اللہ دین رح ۴۔ سید ناصر الدین رح۔ ان کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔ سوائے تیسرے صاحبزادہ کے۔

—— سید اللہ دین رح کے تین بیٹے تھے۔ سید جعفر الدین رح۔ سید عمر الدین۔ سید حفیظ الدین رح لاولد۔

—— سید جعفر الدین کے ایک فرزند سید محمد الدین تھے۔ جو سادہ مزاج سر پر ٹوپی رکھتے۔ سارا دن روضہ عالیہ حضرت نوشہ صاحب میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے رہتے۔ لاولد فوت ہوئے۔

تاریخ وفات سید سبحان علی کی وفات بروز اتوار۔ بائیسویں شوال ۱۲۵۵ھ۔ مطابق پندرھویں پوہ سمت ۱۸۹۶ ب موافق انتیسویں دسمبر ۱۸۳۹ء میں ہوئی، قبر موضع پنڈ عزیز۔ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ — "دلپذیر شدہ"

سیّد نور علی مجذوب سموال والہ رح

آپ سید خان عالم بن سید براہم شاہ بن سید محمد سعید دُولا کے فرزند اصغر یعنی

چھوٹے بیٹے تھے۔ صاحب صحو و سکر و کشف و کرامت تھے۔ آپ کی بیعت حافظ غلام محمود قادری پیر شاہی سے تھی۔ (تذکرہ نقیبی)

فوجی ملازمت آپ کو ابتدائے شباب میں شوق ہوا تو جالندھر چھاؤنی میں جاکر فوج میں بھرتی ہو گئے۔ چند سال وہاں گذارے۔

چلہ نشینی ایک رات خواب میں حضرت نوشہ صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ اُنہوں نے فرمایا بیٹا تیری تلوار زنگ خوردہ ہے۔ تلوار ایسی ہونی چاہیئے جس کو کبھی زنگار نہ لگے۔ صبح آپ نے دیکھا تو واقعی آپ کی تلوار کو زنگ لگا ہوا تھا۔ اُسی وقت ملازمت سے استعفٰی دے دیا۔ اور واپس چلے آئے۔ اور درگاہ عالیہ نوشاہیہ پر چلہ کیا۔

پہاڑ جانے کا حکم وہاں سے آپ کو حکم ہوا کہ پہاڑ میں جاکر عبادت کرو۔ دیوان حافظ اور مثنوی مولانا رومؒ کا بھی مطالعہ کیا کرنا۔ آپ حسب الارشاد نوشاہ عالیجاہ رح گھر سے روانہ ہو گئے۔ پہلے پنڈ عزیز میں پہنچے۔ وہاں کے متصل غازی گوڑھا میں ایک حافظ صاحبزادہ خراجی قادری رح رہا کرتے تھے۔ اُن سے دونوں مذکورہ کتابوں کی تعلیم پائی۔ پھر چند عرصہ موضع علی بیگ میں قیام فرمایا۔ گاؤں سے باہر جنوبی طرف ایک حجرہ اور ایک چھوٹا سا کنواں تیار کروایا۔

مطالعہ کتب آپ روزانہ پہاڑ میں کھڑے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ اور دیوان حافظ اور مثنوی شریف بھی بلاناغہ کھڑے ہوئے پڑھا کرتے۔ اور ایک جگہ بیٹھ کر سکھوں کی کتاب آدگرنتھ کا بھی مطالعہ کرتے۔

فائدہ۔ آپ کے پڑپوتے سید فضل احمد بن سید بدرالدین ہاشمی رح کہا کرتے تھے۔ کہ جس جگہ پر بیٹھ کر آپ گرنتھ پڑھا کرتے تھے۔ وہاں بعد میں ایک گوردوارہ تعمیر ہو گیا۔ جہاں ہندو لوگ عبادت کیا کرتے تھے۔

نشست گاہیں آپ کا طریقہ تھا کہ ایک جگہ سکونت نہیں رکھتے تھے۔ پہاڑ میں تنہا جا بیٹھتے۔ وہاں زائرین کا ہجوم ہونے لگتا۔ تو آپ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی اور مقام پر تشریف لے جاتے۔ اسی طرح کئی حجرے آپ کی یادگار ہیں۔ جہاں لوگ

زیارتیں کرتے ہیں۔

لباس آپ سر پر ٹوپی۔ اور جسم پر سیاہ بھورا (کنبل) رکھتے تھے۔

کرامات

آپ سے خوارق اکثر ظہور ہوتے تھے۔

کشفی نگاہ میاں محمد بخش قادری کھڑی والہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تذکرہ مقیمی میں لکھا ہے۔

(میاں فیض بخش ولی سجادہ نشین کھنیارہ شریف علاقہ چونکہ ریاست جموں نے ۱۸۸۱ء بعد واپسی بمقام سکھ چین پور صاحبزادہ نور علی جو مست مجذوب صاحب حال ولی اور اولاد حضرت نوشہ حاجی گنج بخش سجادہ نشین نوشہرہ سے تھے۔ ملاقات کی۔ باوجود مجذوب الحالی کے صاحبزادہ نور علی آنحضرت کی تعظیم کے واسطے قیام گاہ سے اٹھے۔ اور ادب سے دوزانو بیٹھ کر فرمایا۔ آپ شتر سوار ہیں۔ آپ کے دوش پر حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سوار ہیں۔[1]

ایک شخص کو لمحہ میں گھر پہنچانا آپ کے پڑپوتے سید فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میرے سامنے بابا نور محمد بلواریہ نے بیان کیا۔ کہ ایک روز شام کے وقت میں آپ کے واسطے پہاڑ میں دودھ لے گیا۔ آپ خوش ہوئے اور مجھے اپنے پاس سے روٹی کھلائی۔ جب میں واپس جانے لگا تو پہاڑ کے نیچے سے شیر کے دھاڑنے کی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا ڈر رہے گا تو نہیں؟ میں نے عرض کیا ڈر تو بہت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا آنکھیں بند کر۔ میں نے بند کیں۔ آپ نے مجھ کو آگے دھکا دیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو اپنے گھر میں کھڑا تھا۔

---

[1] بوستان قلندر ص ۱۸۱ ترجمہ اردو تذکرہ مقیمی ۱۲ سید شرافت

سموال کو آباد کرنا موضع سموال متعلقہ ریاست جموں حضرت پیر اشاہ قلندر رد مڑ یوالہ قادری کی بددعا سے ویران ہو چکا تھا۔ اس جگہ کے باشندے چھورا جوت موضع ڈ گورہ میں جا بسے۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ سے دعائیں کروائیں کہ ہماری بستی پھر آباد ہو مگر کچھ اثر ظاہر نہ ہوا۔ جب کچھ آبادی کرتے آگ لگ جاتی۔ آخر حافظ مقیم قادری رحمہ نے ان کو بتایا کہ اگر حضرت سید نور علی نوشاہی رحمہ دعا کریں تو یہ بستی آباد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ حافظ صاحب کے کہنے کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی درخواست پیش کی۔ آپ وہاں چلے گئے۔ اور ایک مسجد تعمیر کروائی اور خود اس میں رہنے لگے۔ جب آپ کے مرشد حافظ صاحبزادہ زعفرانی[۱] رحمہ کا انتقال ہوا تو آپ نے اُن کو وہاں دفن کروایا۔ اور ان کے بیٹے حافظ قادری رحمہ کو بھی وہیں حجرہ بنوا دیا۔ باشندگان دیہہ قوم چھیبھی آکر آباد ہو گئے۔ اور آپ کے دم قدم کی برکت سے سموال شریف شان و شوکت سے آج تک آباد ہے۔

ایک شخص کو گاؤں کا مالک بنانا منقول ہے کہ کچھ عرصہ آپ نے تکہ چکین پور میں ڈیرہ رکھا۔ وہاں پیرا نام زمیندار آپ کو روزانہ دودھ پلایا کرتا۔ آپ ایک دن مستواری حالت میں پلنگ کا دگرد الگا رہے تھے۔ اور جوش سے یہ کلمات زبان پر جاری تھے "بابے پیرے دا نوشہرہ۔ بابے پیرے دا نوشہرہ" یعنی حضرت پیر محمد سچیار رحمہ، نوشہرہ کے مالک ہیں۔ اتنی اثناء میں وہ زمیندار دودھ لے کر آگیا۔ آپ نے جذبہ سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا پیرا۔ آپ نے فرمایا تو بھی گاؤں کا مالک ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ کی دعا سے وہ موضع ڈھامٹ کا سردار ہو گیا۔

سورج کو چھپا دینا منقول ہے کہ جب آپ تکہ چکین پور میں رہا کرتے تھے۔ تو آپ کو سوبھاں نام کھترانی سے عشق ہو گیا۔ ایک دن سکھوں نے ازراہِ عداوت

---

[۱] ان کا اصلی نام غلام محمود تھا۔ کتاب سلسلۃ الاولیاء میں ہے "حافظ غلام محمود مشہور باسم صاحبزادہ ولد حافظ محمد مقیم درظاہر دریا طن کامل مرید والد خود بود و با میر حیدر شاہ نیز صحبت داشت قبرش در سموال ست ۱۲" سید شرافت

آپ کو دریائے جہلم میں پھینک دیا۔ لیکن آپ کو پانی گھٹنوں تک آیا۔ پھر انہوں نے ایک سکھ تحصیلدار سے شکایت کی۔ اس نے سوبھاں کو موضع کالا میں بھجوا دیا۔ آپ نے جب دوسرے دن اپنی محبوبہ کو نہ دیکھا تو سکھوں کو کہا کہ تم نے ہماری سوبھاں چھپائی ہے۔ ہم نے تمہارا سورج چھپا لیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت اندھیرا چھا گیا۔ جب تحصیلدار کو خبر ہوئی تو سکھوں سمیت آ کر قدم بوس ہوا اور سوبھاں کو لباس اور زیور سے آراستہ کر کے آپ کے سامنے لائے۔ آپ خوش ہوئے اور فرمایا یہ ہماری بیٹی ہے اس کو گھر لے جاؤ۔ اب سورج نکل آئے گا۔ نیز فرمایا تم لوگوں نے ہم کو چین کر دیا ہے یہاں قیامت تک چین ہوتا رہے گا۔ چنانچہ وہاں ہر سال بساکھی کا میلہ لگتا ہے۔

سنہری چھڑی کی دعا دینا

منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ کوٹلی میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کا ایک مرید ملاح نہایت مفلس الحال تھا۔ اس نے آپ کی خدمت دل و جان سے کی۔ آپ اس پر خوش ہوئے۔ اور فرمایا اب تم سونے کی چھڑی رکھنے کے قابل ہو۔ چنانچہ ان ایام میں مہاراجہ رنجیت سنگھ لشکر سمیت کشتی پر سے گذرا۔ ایک خاص مقرب کاردار کی سنہری چھڑی دریائے جہلم میں گر پڑی۔ ہر چند تلاش کی گئی۔ مگر نہ مل سکی۔ وہ تو چلے گئے۔ جب سردیوں کے موسم میں دریا خشک ہو گیا۔ تو ملاح کو چھڑی مل گئی۔ اور وہ دولت مند ہو گیا۔

شاہان مغلیہ کے خزانہ کی حفاظت

منقول ہے کہ ایک روز آپ نے چھوٹے چھوٹے پتھروں کا ڈھیر جمع کیا۔ اور اپنے دو مریدوں حافظ اصالت اور دارد کو فرمایا کہ میں وضو کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ تم اس ڈھیر کی حفاظت کرنا۔ یہ شاہ دہلی کا خزانہ ہے۔ آپ جب باہر سے وضو کر کے آئے تو دیکھا کہ دونوں درویش سوئے پڑے ہیں۔ آپ نے دونوں کو ایک ایک طمانچہ لگائی۔ کہ میں تم کو محافظ بٹھا گیا تھا۔ تم سو گئے مغلیہ بادشاہوں کا خزانہ دشمنوں نے لوٹ لیا ہے۔ چنانچہ انہیں دنوں ملک میں خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ اور ملک کئی علاقوں میں بٹ گیا۔ اس کے بعد جلد ہی مغلوں کی حکومت ختم ہو گئی۔

نگاہِ جلالیت کا اثر ایک مرتبہ میاں قطب شاہ قریشی قادری مدفون میانی پنڈی ضلع گجرات کے سجادہ نشین صاحب گھوڑے پر چڑھ کر آپ کے مقابلہ کو آئے۔ آپ نے نگاہِ جلالیت سے دیکھا تو وہ گھوڑے سے گر پڑے۔

ایک بچے کو آگ سے سلامت نکالنا منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ جہلم میں تشریف فرما تھے۔ ایک دن بحالتِ جذبہ ایک بچے محمد صادق نام کو پکڑ کر جلتے تنور میں پھینک دیا۔ اس کے والدین رونے پیٹنے لگے۔ آپ نے اُسی وقت بازوؤں سے پکڑ کر صحیح سلامت باہر نکال لیا۔

فائدہ۔ اپنے تصرف سے آگ کو سرد کر دینا اولیاء اللہ کے واسطے کوئی مشکل نہیں۔ چنانچہ حاجی گگن خوریانی رح ہر وقت اپنے پاس آگ جلایا کرتے۔ ایک روز ایک افغان نے اپنا بچہ دعا کے لیے خدمت میں حاضر کیا۔ انہوں نے آگ میں ڈال دیا۔ جب وہ رونے لگا۔ تو فرمایا تیرا لڑکا تیرے گھر میں ہے۔ چنانچہ اُس نے گھر جا کر دیکھا تو لڑکا گہوارہ میں تھا۔[۱]

اولاد آپ کا نکاح سیدہ فضل بی بی بنت سید عبدالرسول بن سید محمد سعید دولا ہاشمی رح سے ہوا تھا۔ اُن کے بطن سے صرف ایک فرزند سید حسن محمد رح تھے۔

یارانِ طریقت آپ کے خاص درویش یہ تھے۔

۱۔ سید حسن محمد رح فرزند آنجناب	بلوارا
۲۔ سائیں دارو مجذوب رح	"
۳۔ حافظ اصالت رح	ڈھامٹ

تاریخ وفات سید نور علی کی وفات پچیسویں ۲۵ رمضان ۱۲۳۶ھ مطابق پندرھویں ۱۵ ہاڑ سمت ۱۸۷۷ ب کو بمقام ٹنگہ چین پور ہوئی۔ آپ کی قبر سموال شریف ضلع میر پور، آزاد کشمیر۔ بہشتی دروازہ کے اندر ہے۔

مادۂ تاریخ "منظہر کمال"

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۹۵ ۔ سید شرافت

سید حسن محمدؒ

آپ سید خان ملک بن سید براہیم شاہ رح کے فرزند ثانی اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ صاحب عبادت تھے۔ تلاوت قرآن مجید اور نوافل بکثرت پڑھا کرتے تھے ۱۲۵۴ھ میں اپنے بھائی کے ہمراہ ٹھل سلطان پور میں چلے گئے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ سید صاحبزادہ رح۔ ۲۔ سید اللہ جوایاؒ ۳۔ سید غلام رسول رح۔

۱۔ سید صاحبزادہ رح کا نکاح سیدہ عظیم بی بی بنت سید محمد بخش بن سید محمد جعفر ہاشمیؒ سے ہوا تھا۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سید امیر الدین رح م ۱۳۴۳ھ سید علم الدین رح۔

سید امیر الدین کے ایک فرزند سید غلام محمد رح تھے۔

سید غلام محمد رح کے دو بیٹے ہیں۔ سید فقیر محمد۔ سید فضل حق۔ دونوں موجود ہیں۔

سید فقیر محمد کے دو بیٹے صاحبزادہ رح طفیل حسین اور صاحبزادہ تلطف حسین موجود ہیں۔

سید علم الدین بن سید صاحبزادہ رح کا نکاح سیدہ بہشت بی بی بنت سید رحیم بخش بن سید محمد بخش ہاشمی رح سے ہوا تھا۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ سید غلام حسن لاولد۔ سید غلام حسین م ۱۳۶۹ھ۔ سید نبی حسین۔

سید غلام حسین کا ایک فرزند صاحبزادہ عبدالرحمٰن موجود ہے۔

سید نبی حسین کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ فضل الرحمٰن۔ صاحبزادہ محمد اشرف۔ صاحبزادہ محمد اصغر۔ تینوں موجود ہیں۔

۲۔ سید اللہ جوایا رح۔ ۳۔ سید غلام رسول رح۔ ان دونوں کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

تاریخ وفات سید حسن محمد کی وفات اتوار۔ چودھویں شعبان ۱۲۶۴ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔

سیّد محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

خلف الرشید سیّد محمد جعفر بن سیّد عبدالرسول بن سیّد محمد سعید دوالہ رحمۃ اللہ علیہ
آپ کو بیعت طریقت اور اجازت حضرت سیّد فتح محمد بن سیّد ضیاء اللہ برخورداری رسول نگری رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔[1]

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ سیّد کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ سیّد رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی تین بیٹیاں تھیں۔

۱۔ سیّدہ عظیم بی بی رحمۃ اللہ علیہا۔ منکوحہ سیّد صاحبزادہ بن سیّد حسن محمد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۔ سیّدہ رحیم بی بی رحمۃ اللہ علیہا۔ منکوحہ سیّد فیض بخش بن سیّد لطف الدین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ سیّدہ امام بی بی رحمۃ اللہ علیہا۔ یہ سیّد اللہ دین بن سیّد فتح الدین برخورداری ساہنپالوی سے منسوب تھیں۔ وہ حج کو چلے گئے۔ اور مفقود الخبر ہو گئے۔ اس لیے انہوں نے بعد میں کسی سے نکاح نہیں کیا۔ اور تارکہ مجردہ ہی عمر بسر کی۔

وفات ۱۲۲۵ھ۔ سیّد محمد بخش کی قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

سیّد لطف الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ سیّد شاموں شاہ بن سیّد عبدالرسول ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ ساکن چک سادہ کے بڑے بیٹے تھے۔ نیک خو۔ پارسا خدایاد تھے۔ موضع رنمل میں سکونت رکھتے۔ زراعت پیشہ کیا کرتے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ سیّد غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ۔ ۲۔ سیّد فیض بخش رحمۃ اللہ علیہ۔ ۳۔ سیّد معظم الدین عرف موجدین رحمۃ اللہ علیہ۔ ۴۔ سیّد عالم الدین۔

سیّد غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح سیّدہ فضل بی بی بنت سیّد فتح الدین بن سیّد عطا بخش رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] مناقبات نوشاہیہ ۱۲ سیّد شرافت

۱۲۱۵

برخورداری ساہنپالویؒ سے ہوا۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سیّد پیر محمدؒ۔ سیّد اللہ دتہؒ۔

— سیّد پیر محمدؒ کا ذکر آٹھویں باب میں آوے گا۔

— سیّد اللہ دتہؒ تاش کھیلنے کے شوقین تھے۔ ان کا ایک بیٹا صاحبزادہ نور محمد نام تھا جو بچپن میں اپنی زندگی میں ہی انتقال کر گیا۔

— سیّد فیض بخشؒ کا نکاح سیّدہ رحیم بی بی بنت سیّد محمد بخش بن سیّد محمد جعفر ہاشمیؒ سے ہوا۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سیّد بڈھے شاہؒ۔ سیّد محمدؒ

— سیّد معظم الدینؒ کے تین بیٹے تھے۔ سیّد فضل الدین عرف فیض دین۔ سیّد محمد حیاتؒ عرف حیات بخشؒ۔ سیّد سلطان امیر لاولد۔

— سیّد فضل الدینؒ شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رنملویؒ کے مرید تھے۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ نذر محمد تھا۔ جو لاولد فوت ہوا۔

— سیّد محمد حیاتؒ کا ایک لڑکا سیّد پیراں دِتّہ تھا۔ اس کا ایک بیٹا فضل حسین نام موجود ہے۔

— سیّد عالم الدینؒ کے ایک فرزند سیّد محمد الدینؒ تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

تاریخ وفات سیّد لطف الدین کی تاریخ وفات منگلوار۔ ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۲۵۷ھ مطابق ۲۳ر ہاڑ سمت ۱۸۹۸ب میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

آیت شریف وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا

سیّد سکندر شاہ چک سادہ والہؒ

آپ سیّد شامون شاہ بن سیّد عبدالرسول ہاشمیؒ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ صاحب علم و حلم تھے۔ فارسی علم ادب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ سخن شناس۔ علماء کے

قدردان تھے۔

مکتوب آپ کا ایک مکتوب دستیاب ہوا ہے جو آپ نے کسی دوست ناظر محمود کے نام لکھا تھا۔ تبرکاً نقل کیا جاتا ہے۔

"عالی شان خیر خواہ ناظر محمود مسرور باشند، از فقیر سکندر شاہ نوشاہی دریں وقت بصوب شما نگارش میرود کہ بموجب عریضہ شما کہ در حصول مال دمواشی زمینداران دراٹچا نوالہ و چھوہرانوالہ بطرف مہربان ذیشان یک جہتی و یک رنگی عنوان دیوان صاحب دیوان چرن داس جی نگارش رفتہ بود چنانچہ دریں حصول مہربان ذیشان موصوف آدم خود فرستادہ نزد شما خواہد رسید۔ باید کہ آنچہ مال دمواشی علاقہ دیوان صاحب موصوف باشد آں را سپردو تفویض زمینداراں آنہا نمودہ و آنچہ مال دمواشی علاقہ گنجاہ باشد آں را بدریافت نمایند کہ درمیان علاقہ ایں جانب و علاقہ مشفق مہربان موصوف سر موئے تفاوت و بغاوت نیست دریں باب تاکید اکید دانستہ الطاف شامل حال دانند"

اولاد آپ چار بیٹے تھے۔ ۱۔ سید حاکم شاہ رح ۔ ۲۔ سید جلال شاہ رح عرف جلال دین۔ ۳۔ سید دیوان شاہ رح ۔ ۴۔ سید گلاب شاہ رح عرف گلاب دین۔ یہ چاروں بھائی ۱۲۳۳ھ میں چک سادہ چلے گئے۔

— سید حاکم شاہ رح کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

— سید جلال شاہ رح کے ایک فرزند سید غلام رسول تھے۔

— سید غلام رسول موضع کالا تحصیل ضلع سیالکوٹ میں چلے گئے ان کے تین بیٹے تھے۔ سید محمد سردار۔ سید محمد گلزار۔ سید محمد اقبال لاولد۔

— سید محمد سردار کے تین لڑکے منظور حسین اور حضور حسین اور الطاف حسین اس وقت موجود ہیں۔

— سید دیوان شاہ رح شوال ۱۲۳۳ھ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ ایک بیٹی سیدہ رسول بی بی نام تھی جو سید فضل حسین بن سید بنے شاہ ہاشمی نوشاہی رح کی منکوحہ تھی۔

سید گلاب شاہ رح کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

تاریخ وفات سید سکندر شاہ کی وفات ۱۲۸۸ھ میں ہوئی۔ قبر موضع چک سادہ ضلع گجرات میں گورستانِ سادات میں ہے۔

قطعہ تاریخ

چو شاہِ سکندر ز دنیا برفت　　خطابے ز غیب از جہنی در شنفت
درا دید جویا مے حالش بخواب　　چو در بر قعہ خواب رو کش نہفت
بپر سید ش از حال وسالِ وصال　　خدا داد غلکم۔ جوابش بگفت
　　　　　　　　　　　　　　　　۸۸　۱۲ھ

سید حیدر شاہؒ بقول دیگر غلام حیدر

آپ سید محمد نیک بن سید عبدالرسول بن سید محمد سعید دولا ہاشمی رح کے دوسرے بیٹے تھے۔

قابلیت آپ بڑے دانا وبدتر صاحب الرائے تھے۔ دنیاوی امور میں آپ بڑی قابلیت رکھتے تھے۔ سب لوگ آپ کے مشوروں پر عمل کرتے۔ آپ نے اپنے دادا کو دیکھا تھا۔ زراعت پیشہ کرتے۔ رنمل میں سکونت تھی۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ سید صاحبزادہ المعروف اکبر علی شاہ رح۔ ان کا ذکر ساتویں باب میں آوے گا۔ ۲۔ سید فضل الدین صاحب رح۔ ۳۔ سید راجے شاہ رح۔ ۴۔ سید کرم الٰہی صاحب رح۔ ان کا ذکر ساتویں باب میں آوے گا۔

— سید فضل الدین رح کے چار بیٹے ہوئے۔ سید گامنے شاہ رح۔ سید وارے شاہ رح۔ سید محمد علی رح۔ ان تینوں کے ذکر آٹھویں باب میں آویں گے۔ سید بڈھے شاہ۔

— سید بڈھے شاہ اس وقت ۱۳۰۷ھ میں بعمر تقریباً نوے سال موجود ہیں۔ کاشتکاری کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن مجید پر مواظبت رکھتے ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ

نواب علی ۔ صاحبزادہ ڈاکٹر فیروز علی ۔ صاحبزادہ برکت علی تینوں اس وقت موجود ہیں۔

سید راجے شاہ رح کا نکاح سیدہ رسول بی بی بنت سید کریم بخش بن سید محمد بخش ہاشمی رح سے ہوا۔ لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔

سید حیدر شاہ رح کی ایک بیٹی سیدہ بصری نام تھی۔ جو شاہ دادہ بن سید غلام محی الدین ہاشمی رح ساکن کالرہ متصل گجرات کی منکوحہ تھی۔

تاریخ وفات سید حیدر شاہ کی وفات ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان نوشاہیہ میں درگاہ عالیہ کی سیڑھیوں سے مشرقی جانب ہے۔

سید شیر شاہ رح

آپ سید الٰہی بخش بن سید عبدالرسول رح کے فرزند اصغر تھے۔ خرقہ خلافت شیخ امام شاہ وزیر آبادی رح سے حاصل کیا۔ وہ مرید شیخ قادر پیر سوہدروی رح کے۔ وہ مرید شیخ محمد سوہدروی رح کے۔ وہ مرید شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح کے۔ وہ مرید حضرت نوشہ گنج بخش رح کے۔

واقعہ ولادت منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار سفر میں گئے ہوئے تھے۔ جب گھر آئے تو پوچھا کہ لڑکے کا کیا نام رکھا ہے؟ اہل خانہ نے کہا شیر شاہ! انہوں نے فرمایا۔ شیر کی دونوں آنکھیں کون برداشت کرے گا۔ چنانچہ اسی وقت آپ کی ایک آنکھ بند ہوگئی۔

مرشد کی تلاش آپ کو شروع سے ہی یادِ حق کا شوق تھا۔ بیعت ہونے کی غرض سے جھنڈوالا شریف پہنچے۔ حضرت شیخ بڈھا بن شیخ فیض بخش سلیمانی رح سے التماس کی۔ انہوں نے فرمایا۔ صبح تم کو بتائیں گے۔ رات کو خواب میں آپ کو شیخ امام شاہ وزیر آبادی رح کی صورت دکھائی گئی۔ صبح شیخ صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اس صورت کو ڈھونڈ لو۔ آپ کئی سال تک تلاش کرتے پھرے۔ آخر وزیر آباد پہنچے۔ اور فقیر کو پہچان لیا۔

بیعت و خلافت آپ اُن کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور بارہ[۱۲] سال تک اُن کی خدمت میں رہے۔ بعدازاں انہوں نے چادر، تہبند، دستار آپ کو عنایت فرما کر خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا۔

تکیہ کی تعمیر منقول ہے کہ جب آپ واپس رَمل میں تشریف لائے۔ تو آپ پر حالت جذب و سکر طاری تھی۔ اس حالت میں بھنگ کا استعمال کرتے تھے۔ ساداتِ نوشاہیہ سب اہلِ شریعت اور تقوےٰ شعار تھے۔ اُنہوں نے خلاف شرع سمجھتے ہوئے آپ کو دربار شریف حضرت نوشہ صاحبؒ سے نکال دیا۔ آپ نے اپنی ملکیت بارہ[۱۲] کنال زمین میں علیحدہ ایک مکان تعمیر کر لیا۔ جو بنام "تکیہ شیر شاہ" مشہور ہوا۔ آپ وہاں آزادی سے رہنے لگے۔

فائدہ۔ بعض درویشوں نے سکریہ حالت میں اپنی یکسوئی و یک جہتی کو قائم کرنے کے واسطے بطور معالجہ بھنگ کا استعمال کیا ہے۔ علمائے شریعت کے بعض اقوال اس کی اباحت پر دلالت کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ شیخ ابوبکر احمد بن محمد بن علی القرشی الملقب بہ بدر سندھی رح نے کتاب انیس الواعظین ص ۷۰ا میں لکھا ہے۔

"ایک بار ان مجالس کا مؤلف دعاگوئے اہلِ اسلام ابوبکر سندھ کا رہنے والا۔ مقام اوچ میں وعظ کہہ رہا تھا۔ اور شراب کا ذکر کر رہا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام رضی الحق والدین عبدالرحمٰن جمال درویش طاب ثراہ اُس مجلس میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ صبح کو یہ عاجز حضرت شیخ کی زیارت کو گیا۔ بندگی شیخ نے بہت شفقت فرمائی۔ اور کہنے لگے کہ اسے فرزند کل تم نے شراب کے باب میں بہت کچھ بیان کیا ہے لیکن بھنگ کے باب میں کچھ نہ بیان کیا۔ حالانکہ بہت لوگ اس میں گرفتار ہیں۔ اس عاجز نے کہا کہ یہ بندہ جب قلعہ بھکر میں وعظ کہتا تھا تو وہاں بہت سا کلام بھنگ کے باب میں بیان کیا تھا۔ تو مولانا سعید حاجی مفتی الدری نے بندہ کو نصیحت کی کہ اس کے بعد بھنگ کے باب میں ایسا نہ کہنا۔ کیونکہ بھنگ مباح ہے۔ اور مباح کو حرام کہنے سے کفر کا

خوف ہوتا ہے" ملفوظہ

۲۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رح اپنے مجموعۃ الفتاویٰ کے جلد سوم میں ایک عبارت میں امام نووی کا قول نقل کرتے ہیں۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ اس قدر بھنگ کا استعمال جو نشہ نہ لاوے اس میں کوئی حرج نہیں۔

۳۔ مولانا حکیم غلام قادر شاہ اثر جالندھری رح کہا کرتے تھے کہ مولانا بہلول جالندھری رح نے ایک رسالہ بنجیہ لکھا ہے۔ جس میں بھنگ کی اباحت ثابت کی ہے۔

۴۔ مرزا کمال الدین حنفی قادیانی رح نے ایک رسالہ منظوم پنجابی بھنگ نامہ اس کے متعلق لکھا ہے۔

۵۔ کسی صاحب دل کا شعر ہے ؎

بنگے زدیم بستر انا الحق شد آشکار مارا بایں گیاہِ ضعیف ایں گماں نبود

بہرکیف حالت سکر میں کسی درویش سے اس کا ارتکاب ہو جاوے تو اُس کو مطعون نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر حالت صحو و ہوشیاری میں اس کا استعمال کرے تو وہ ضرور قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ فقہائے حنفیہ کا متفقہ فتویٰ بھنگ کی حرمت پر ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے۔ کل مسکر حرام یعنی جو چیز نشہ لانے والی ہے۔ وہ حرام ہے۔

کرامات

بھنگ کا دودھ بن جانا ایک مرتبہ سید حیدر شاہ بن سید محمد نیک ہاشمی رح اور برادری کے چند دیگر محترم حضرات بغرض احتساب آپ کے تکیہ پر چلے گئے۔ اور پوچھا کہ اس دورے میں کیا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا دیکھ لو۔ جب انہوں نے اوپر سے پردہ اٹھایا، تو بجائے بھنگ کے دودھ نظر آیا۔ سب خاموش ہو کر چلے گئے۔

فائدہ۔ صاحب تصرف اولیاء اللہ کے سامنے کسی چیز کی حقیقت کو بدل دینا کوئی مشکل نہیں۔ چنانچہ شیخ حسین لاہوری رح نے جو ملامتیہ طریق رکھتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے

سامنے شراب کو پانی ۔ اور شربت اور دودھ بنا کر دکھا دیا تھا۔[1]

ایک شخص کو گناہ سے بچانا آپ نے اپنے مرید قادر بخش کو منع کیا تھا کہ کبھی چوری نہ کرنا۔ ایک دن وہ اپنے گاؤں پنڈی کالو سے آپ کی زیارت کے لیے آ رہا تھا۔ راستہ میں کماد کے کھیت سے ایک گنا چوری لینے لگا۔ دیکھا تو آپ آگے کھڑے ہیں۔ اُسی وقت تائب ہوا۔

ایک بدظن کو جذام ہو جانا منقول ہے کہ آپ سرگی کے وقت دریائے چناب پر جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک جاٹ عورت بھی وہاں جا کر عبادت میں مشغول ہوتی۔ اس کا والد جواہر تارڑ ساکن رتمل آپ پر بدظن ہو گیا۔ ایک روز آپ کو مارنے کے واسطے اُس نے لاٹھی اٹھائی۔ آپ نے غصہ سے فرمایا "پچھاں ہٹ کوڑھیا" چنانچہ اس کو جذام ہو گیا۔

ایک بے ادب کا لنگڑا ہونا منقول ہے کہ ایک شخص آپ سے گھوڑی مانگنے آیا آپ نے فرمایا جو شخص ہماری گھوڑی پر سوار ہو گا۔ وہ لنگڑا یا لولا ہو جاوے گا۔ اُس نے کہا خیر مہر ہے۔ چنانچہ وہ لے گیا۔ اس کے بعد جلدی ہی لنگڑا ہو گیا۔

ایک مخالف کی گھوڑی کا چوری ہو جانا منقول ہے کہ عطرا تارڑ رتمولی روزانہ رات کو اپنی گھوڑی آپ کے کھیتوں میں چھوڑ دیتا۔ آپ منع فرماتے۔ لیکن وہ باز نہ آتا۔ ایک دن آپ نے درگاہِ عالیہ کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔ یا نوشہ! اس کے لیے کوئی چور بھی نہیں رہا۔ چنانچہ اُس گھوڑی کو چور لے گئے۔

نوشہروی سجادہ نشین کا سزا پانا سیّد محمد حسین بن سیّد بنّے شاہ ہاشمی رہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ کے بڑے بھائی سیّد جوائے شاہ رہ جو سادہ لوح درویش تھے۔ عرس نوشہرہ پر گئے۔ وہاں کے سجادہ نشین میاں

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۳ ص ۲۵ ۔ سیّد شرافت ۱۲

سلطان بالا ین میاں الٰہی بخش پیچیاری رہ نے بوجہ ہجوم خلقت کے ان کی طرف چنداں توجہ نہ کی۔ وہ کس مپرسی کی حالت میں مایوسانہ گاؤں سے باہر نکل آئے۔ اور میاں صاحب کی زراعت میں اپنی گھوڑی چھوڑ دی۔ تاکہ یہ سیر ہو لے پھر ہم واپس چلے جاویں۔ کسی شخص نے میاں صاحب کو جاکر کہا کہ ایک صاحبزادہ حضرت نوشہ صاحبؒ کی اولاد سے آیا ہے۔ اس نے تمہاری زراعت کو گھوڑی چھوڑ کر برباد کر دیا ہے۔ میاں صاحب کو نہایت طیش آیا۔ اور چند مریدوں کو کہا کہ اس کو پکڑ کر میرے سامنے لاؤ۔ حاضرین میں سے ایک شخص ان کا معتقد تھا۔ اُس نے خفیہ طور پر جاکر ان کو اطلاع دی کہ صاحبزادہ صاحب تم چلے جاؤ۔ تمہیں پکڑنے کے لیے آدمی آرہے ہیں۔ اور واقعہ مذکور سنایا۔ سید جوائے شاہ رہ اسی وقت گھوڑی پر سوار ہو کر شام کو واپس رنمل آ گئے۔ آتے ہی آپ نے (سید شیر شاہؒ نے) پوچھا کہ بھائی تم پہلے ہی واپس آگئے۔ عرس تو دو تین روز ابھی باقی تھا۔ اُنہوں نے گذشتہ واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میاں سلطان بالا نے میری بہت ہتک کی ہے۔ سینکڑوں آدمیوں کے مجمع میں کہا ہے کہ صاحبزادہ کو پکڑ لاؤ۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اگر اُس نے تمہاری ہتک کی ہے تو اس کی بھی ہزاروں کے مجمع میں بے عزتی ہوگی۔ چنانچہ امر الٰہی ایسا ہوا کہ اُسی روز چوب دیار کے سرقہ کا الزام میاں صاحب نوشہردی رہ پر لگا۔ اور بے شمار لکڑی اُن کے مکانات کی تلاش سے برآمد ہوئی۔ اور ہزاروں لوگوں کے اجتماع میں ان کو ہتھکڑی لگی۔ بڑی بڑی سفارشوں سے۔ اور بے شمار روپیہ خرچ کرنے سے قید سے نکلے۔ بعدازاں وہ دربار شریف حضرت نوشہ صاحبؒ پر حاضر ہوئے۔ اور درگاہ عالیہ کی سیڑھیوں کے آگے لیٹنے لگے۔ اور معافی مانگتے۔ وہاں سے حکم ہوا کہ شیر شاہ رہ سے معافی مانگو۔ اُس وقت آپ اخفائے حال کی خاطر صحرا میں اُپلے چُننے چلے گئے۔ میاں سلطان بالا آپ کے پیچھے کلر میں پہنچے۔ اور نہایت منت و سماجت سے اپنا قصور معاف کروایا۔

ملفوظ مسمی گوہر تارڑ رتملوی نے ایک روز آپ کو کہا کہ دوسرے کئی حضرات نوشاہیہ ٹوپی پہنتے ہیں۔ آپ بھی سر پر ٹوپی رکھا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ "ایہہ ڈاہڈے دی شے ہے متے ریہہ نہ آوے"

مطلب یہ کہ یہ زبردست محکمہ فقر کا لباس ہے۔ شاید یہ اس لیے کہ متعدد افراد داخل ہو سکیں۔

اولاد آپ کی شادی سوموار ۲۰ جمادی الاول [illegible] مطابق ۵ پوہ بکرمی [illegible] کو ہوئی۔ آپ کے ایک ہی فرزند سید بھینے شاہ المعروف حسنی شاہ تھے۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ سید بھینے شاہ فرزند آنجناب	کُن مل
۲۔ سید پیر محمد بن سید غلام قادر ہاشمیؒ	"
۳۔ بابا چھجے شاہ ترکھان	کوٹ ستار
۴۔ بابا قادر بخش تارڑ	پنڈی کانو
۵۔ میاں قاسم باقندہ	"
۶۔ بابا پیر بخش لوہار اولادِ شاہ صدر دیوانؒ	قدیمی نو ورد

تاریخ وفات سید شیر شاہ کی وفات ۱۲۶۱ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔ چند سال ہوئے۔ مستری محمد دین ترکھان لاہوری نے مزار کا تعویذ سنگِ مرمر سے بنوایا تھا۔ مگر اب اولاد کی بے توجہی سے وہ تختے اکھڑ گئے ہیں۔ اور انہوں نے اتار کر گھر میں رکھ دیئے ہیں۔ قبر شکستہ حالت میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "خورشیدِ لامع"

سید بوٹے شاہ مندرانوالیہؒ

آپ سید فتح الدین بن سید عبد الرسولؒ کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے دادا کو بھی دیکھا تھا۔ آپ مندرانوالہ میں اپنی ملکیت زمین میں کاشتکاری کیا کرتے۔ سادہ مزاج تھے۔ چارپائی کھڑی کر کے اُس کا سایہ کر لیتے۔ اُس کے نیچے بیٹھ کر اپنے فصل کی گوڈی کیا کرتے۔ کوئی جوتا ہوا تھا۔ اُس کی گاہی پر بیٹھے ہوئے فوت ہو گئے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ سید پیراں دتہ رح ۲۔ سید اللہ دتہ رح ۳۔ سید حسین شاہ رح۔ ان کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔ ۴۔ سید حسن محمد لاولد رح۔

— سید پیراں دتہ رح کے دو بیٹے تھے۔ سید فضل الدین عرف فضل شاہ رح۔ سید سردار محمد عرف سردار شاہ رح۔

— سید فضل شاہ کے ایک فرزند صاحبزادہ سید محمد اس وقت موجود ہیں سلمہ اللہ۔

— سید اللہ دتہ کے تین بیٹے ہوئے۔ سید محمد حیات مرحوم۔ سید علی محمد یہ اس وقت موجود ہیں۔ اور سادات منڈرانوالہ کے حالات انہیں کی زبانی لکھے گئے ہیں۔ سید نبی بخش لاولد۔

— سید حیات محمد رح کے ایک فرزند سید نور محمد موجود ہیں۔

— سید نور محمد کا ایک لڑکا عابد حسین نام موجود ہے۔

— سید بوٹے شاہ صاحب کرید کی ایک بیٹی سیدہ حسین بی بی تھی۔ جو سید پیر محمد بن سید شمس الدین برخورداری ڈسکوالہ کے نکاح میں تھی۔

سید بوٹے شاہ کی قبر منڈرانوالہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

وفات ۱۲۲۴ھ

سید محمد بخش منڈرانوالیہ

آپ کا نام محمد بخش مشہور محمد شاہ تھا۔ آپ سید فتح الدین بن سید عبدالرسول رح کے چھوٹے فرزند اور خلیفہ تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔

کرامات

ایک مرید کو اولاد کی دعا آپ کے مرید فتح دین کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تم اپنے بھائی قطبا کی بیوہ سے نکاح کرو۔ تو خدا تعالےٰ تم کو لڑکا دے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تو اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام اللہ دتہ رکھا گیا۔

گھوڑی مرنے کی خبر دینا | آپ کے مرید بھاگ نامی کی گھوڑی کو کیڑے پڑ گئے۔ اس نے عرض کیا۔ آپ نے کہا اُس پر فلاں دوائی ڈالو۔ کیڑے مر جائیں گے۔ اُس نے علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اُس نے عرض کیا کہ کیڑے تو نہ مرے۔ آپ نے کہا اچھا گھوڑی مر جائے گی۔ چنانچہ دوسرے دن گھوڑی مر گئی۔

اپنی وفات کی اطلاع دینا | آپ نے آٹھ پہر پہلے خبر دے دی کہ کل ہمارا دنیا سے کوچ ہے۔ دنیا سے لاولد فوت ہوئے۔

یارانِ طریقت | آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ سید پیران دتہ بن سید بوٹے شاہ ہاشمی رح برادرزادہ آنجناب		مندرانوالہ
۲۔ سید اللہ دتہ بن سید بوٹے شاہ رح	"	"
۳۔ سید حسین شاہ بن سید بوٹے شاہ رح	"	"
۴۔ سید حسن محمد بن سید بوٹے شاہ رح	"	"
۵۔ سائیں محکم شاہ دھوبی		"
۶۔ محمد دین ساہی		"
۷۔ کرم دین ساہی		"
۸۔ فتح دین ساہی		"
۹۔ بھاگ ساہی		"

سید محمد بخش کی قبر مندرانوالہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔ وفات ۱۲۵۱ھ

سید نور حسن سہروالہ بقولِ دیگر نور حسین رح

آپ سید قادر بخش بن سید فقیر اللہ بن سید محمد سعید دُولا رح کے فرزند اصغر تھے۔

شجاعت | آپ بڑے جوان مرد، بہادر، دلیر، صاحبِ شجاعت تھے۔ مقابلہ میں

دشمنوں کو ہزیمت دکھاتے۔ اُس وقت سکھوں کی حکومت تھی۔ جابجا ڈاکے پڑتے تھے۔ آپ بھی مسلح رہتے تھے۔ اور ڈاکوؤں سے مقابلہ کیا کرتے۔

خانہ جنگی

آپ کے زمانہ میں سادات ہاشمیہ کے درمیان جاگیر درگاہ کے متعلق تنازعہ شروع ہو گیا۔ اسی کشمکش میں لڑائی ہو گئی۔ اثنائے جنگ میں آپ کے پاس بندوق تھی۔ آپ نے سید نظام الدین بن سید سبحان علی ہاشمی رح کو گولی کا نشانہ کیا۔ امرالٰہی سے وہ بچ گئے۔ اور ان کا ایک درویش مارا گیا۔

گرفتاری اور ضمانت

اس قتل کے مقدمہ میں آپ گرفتار ہو گئے۔ چوہدری اللہ داد بن غازی نمبردار ساہنپالیہ، اور چوہدری دائم بن قطب نمبردار ساہنپالیہ نے ایک ہزار روپیہ کی ضمانت دے کر آپ کو چھڑا لیا۔

مفرور ہونا

آپ ضمانتی ہوتے ہی بھاگ کر ریاست جموں و کشمیر میں چلے گئے۔ بعد میں سکھوں کی عدالت کی طرف سے نمبرداران مذکور کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ایک ہزار روپیہ اُن سے وصول کر لیا گیا۔ اُس وقت ساہنپال شریف میں چالیس گھر کی آبادی تھی۔ پچیس روپیہ فی گھر چندہ لگا کر ایک ہزار روپیہ جمع کر کے ادا کیا گیا۔

راجہ کا صحت پانا

جموں کے راجہ کو وجع المفاصل کی بیماری تھی۔ ہر چند علاج کروائے مگر فائدہ نہ ہوا۔ صحت سے مایوس ہو چکا تھا۔ اتفاقاً آپ کا گذر پہاڑوں میں ہوا۔ کئی لوگوں کو آپ کے دم درود سے شفا ہوئی۔ راجہ نے بھی سنا کہ حضرت نوشہ صاحبؒ کی اولاد سے ایک صاحبزادہ آئے ہیں۔ اور اُن کے مسیحا دم سے لوگ صحتیاب ہوتے ہیں۔ راجہ مذکور خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دم کیا۔ تو حق تعالیٰ نے اس کو شفا دی۔ وہ آپ کا مخلص معتقد بن گیا۔ اور آپ کو ایک اعلیٰ نسل کی گھوڑی بمعہ زین نذرانہ میں دی۔

زرِ ضمانت ادا کرنا

اس گھوڑی کی جو کاٹھی تھی۔ اُس پر قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ آپ وہ کاٹھی لے کر ساہنپال شریف میں واپس آ گئے۔ اور چوہدری اللہ داد اور چوہدری دائم کو پیش کی۔ اور کہا کہ تم نے میرے

لیے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ میں تمہارا ممنونِ احسان ہوں۔ اور یہ مرصع کاٹھی ہے۔
یہ لے لو۔ اور جس قدر روپے اس سے مل سکتے ہوں وہ لے کر اپنا زرضمانت وصول
کرلو۔ چنانچہ وہ کاٹھی موضع رنمل کے ایک کھتری قوم بھاٹیہ نے ایک ہزار روپیہ دے کر
خریدلی۔ وہ روپیہ زمینداران ساہنپالیہ نے لے لیا۔
کہا جاتا ہے کہ اُس کاٹھی پر لاکھوں کے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ وہ کھتری
اُس کاٹھی سے ساہوکار بن گیا۔ اور اُس کی اولاد بھی بعد میں لکھ پتی ہو گئی۔

سہر سلام آباد میں ورود اس کے بعد آپ موضع سہر سلام آباد میں ریاست جموں میں تشریف لے گئے۔ اور اس علاقہ کو اپنے رہائش سے نوازا۔ بہت لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ سید حیات بخش المعروف حیات محمدرح
۲۔ سید حبیب اللہ عرف عزیز اللہ لاولد۔
۳۔ سید رحیم اللہ۔ یہ شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا سلیمانی رح کے مرید تھے۔
لاولد فوت ہوئے۔

—— سید حیات محمدرح کے ایک فرزند سید امیر حسینؒ تھے۔
—— سید امیر حسینؒ کے چار بیٹے تھے۔ سید باغ حسنؒ۔ سید گل حسن۔
سید ملک شاہ رح۔ سید سلطان مستؒ لاولد۔
—— سید باغ حسنؒ کے دو بیٹے تھے۔ سید آفتاب حسینؒ۔ سید
سلطان ہادی رح۔ دونوں لاولد فوت ہوئے۔
—— سید گل حسین رح کے دو بیٹے تھے۔ سید چن پیر رح۔ سید محبوب عالم رح
لاولد۔
—— سید چن پیر رح کے دو لڑکے ہیں۔ صاحبزادہ فضل حسین صاحبزادہ محمود غزنی۔

دونوں اس وقت موجود ہیں۔

— سید ملک شاہ بن سید امیر حسین کے ایک فرزند سید مزمل حسین تھے۔

— سید مزمل حسین کا ایک لڑکا صاحبزادہ صابر حسین موجود ہے۔ سلمہ اللہ

مدفن | سید نور حسن کی قبر سہر سلام آباد، ضلع میر پور میں ہے۔

وفات ۱۲۴۷ھ

باب ہفتم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت نوشہ صاحبؒ سے ساتویں پُشت ہیں۔

سید سلطان محمودؒ

آپ سید قدم الدین بن سید عزیز اللہ کے فرزند اکبر تھے۔ بیعت طریقت شیخ احمد جی مجذوب بن شیخ بڈھا سلیمانی گھنگوالیؒ سے تھی۔ جن کا ذکر طبقہ چہارم کے آٹھویں باب میں آئے گا۔ بقولِ صحیح سید فتح محمد بن ضیاء اللہ رسول نگریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔[۱]

کرامات

چشمہ نکلنا منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ کرندی بلیسہ میں تشریف لے گئے۔ اپنے ایک بانندہ مرید کو کہا کہ ہماری گھوڑی کو پانی پلا لاؤ۔ چونکہ اس جگہ کنواں نہیں تھا سو وہ دوسرے گاؤں میں لے گیا۔ وہاں کے لوگوں نے اس کو مارا۔ اور گھڑے توڑ دیئے۔ اس نے آکر حقیقت بیان کی۔ آپ نے فرمایا تم اس جگہ کنواں کھود لو۔ سب لوگوں نے عرض کیا۔ کہ یہاں کئی دفعہ کنواں کھود چکے ہیں۔ نیچے سے پانی نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا اب کھود دو چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق نیچے سے پانی آگیا۔ اور ہمیشہ کے لیے وہ لوگ آسودہ ہو گئے۔

ایک شخص کو جاگیر ملنا منقول ہے کہ رابر سلطان تھال ساکن پوٹھی کی جاگیر ضبط ہو گئی۔ اُس نے آپ کے آگے التماس کی۔ آپ نے دعائے خیر کی۔ تو اس کو دوبارہ جاگیر مل گئی۔ اُس نے بارہ بیگھہ زمین آپ کو نذرانہ میں دی۔

---

[۱] مناقبات نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید سلطان صوبہ رح ۲۔ سید سلطان بالا رح

تاریخ وفات سید سلطان محمود کی وفات ۱۲۸۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر موضع کنجیال۔ تحصیل کھاریاں۔ ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے "کامگار بخت"

سید عمر بخش رح

آپ سید قدم الدین بن سید عزیز اللہ رح کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ پر کبھی حالت جذبہ طاری ہوتی۔ تو آپ مستی میں برہنہ پھرا کرتے۔ جب کبھی صحو و سلوک میں ہوتے تو نماز پنجگانہ اور درود شریف ہزارہ پر مواظبت رکھتے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ یہ ۱۲۶۴ھ میں اپنے مریدوں کے پاس چک میانہ علاقہ جموں میں چلے گئے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید حسن محمد لاولد رح ۲۔ سید پیر محمد رح

—— سید پیر محمد رح کے ایک ہی فرزند سید مردان علی رح تھے۔

—— سید مردان علی رح کے ایک فرزند سید حبیب اللہ رح تھے۔

—— سید حبیب اللہ رح موضع پنڈ پنیام ضلع میرپور میں چلے گئے۔ ان کے چار بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ عبدالعزیز مرحوم لاولد۔ صاحبزادہ عبدالغنی۔ صاحبزادہ عبدالقادر۔ صاحبزادہ عبدالحق۔ یہ اس وقت موجود ہیں۔

تاریخ وفات سید عمر بخش کی وفات ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔ قبر موضع چک پٹھان ضلع میرپور میں اپنے والد صاحب کے پاس ہے۔ مادۂ تاریخ ہے "بعصمت رفت"

سید گوہر شاہؒ

آپ سید قدم الدین بن سید عزیز اللہؒ کے تیسرے بیٹے تھے۔ خرقہ خلافت شیخ صدق شاہ بن شیخ خان بہادر سلیمانی رسول نگری رحؒ سے حاصل کیا۔

ذکر اسم ذات آپ ہر وقت ذکر اسم ذات اللہ میں مشغول رہتے۔ زبان ذکر حق میں جاری رہتی۔

اشعار خوانی آپ یہ اشعار دعائیہ پڑھا کرتے ہے

الٰہی تو آسان کنی مشکلات ۔۔۔ بحق محمد علیہ الصلوٰۃ

مدد یا محمد بنام خدا ۔۔۔ علی شاہِ مرداں تو مشکل کشا

کرامات

بزرگوں کی زیارت کروانا ایک دفعہ آپ کے بیٹے سید سلطان علیؒ نے بچپن کے زمانہ میں عرس بھرٹری شریف کے موقعہ پر عرض کیا کہ میں میلہ دیکھنے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم گھر رہو۔ تم کو یہیں میلہ دکھا دیں گے۔ چنانچہ رات کو خواب میں انہوں نے دیکھا کہ عرس بھرٹری شریف منعقد ہے۔ حضرت سخی بادشاہؒ۔ اور حضرت نوشہ صاحبؒ اور حضرت پاک صاحبؒ اور حضرت سچیار صاحبؒ پالکی نشین ہو کر آ رہے ہیں۔

کرنگ کا سرسبز ہونا منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ سوہادہ مرزیاں ضلع راولپنڈی میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک سید بمعہ اہلیہ کے خدمت میں آئے۔ اور عرض کیا کہ اس کے شکم میں بچہ کرنگ ہے۔ آپ نے دعائے خیر کی۔ تو وہ سرسبز ہو کر لڑکا متولد ہوا۔ جس کا نام سید عبداللہ شاہ تھا۔

دریا کو دُور ہٹانا

منقول ہے کہ ایک دفعہ دریا نے جناب زمین گراتا ہوا موضع رنمل کے قریب آگیا۔ باشندگانِ دیہہ نے آپ کے آگے عرض کیا۔ آپ۔ نے سائیں اللہ دتہ فقیر کو فرمایا کہ ایک عمدہ خربوزہ لاؤ۔ وہ لے آیا۔ آپ لے کر دریا پر چلے گئے۔ کپڑے اتار کر خربوزہ پر رکھ دیئے۔ اور خود کنارہ کے نیچے ہو کر غسل کیا۔ جب باہر نکل کر کپڑے پہنے تو خربوزہ غائب تھا۔ لوگوں نے خربوزہ گم ہونے کی حقیقت پوچھی۔ آپ نے فرمایا وہ ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو نیاز دی ہے۔ اب انہوں نے اپنے کارندے یہاں سے ہٹا لیے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد دریا دُور ہٹ گیا۔

ایک مرید کی حالت سلب کرنا

منقول ہے کہ جیون نام مرید پر آپ کی بہت مہربانی تھی۔ اس کا حال نہایت عجیب ہو گیا۔ ایک دن اُس نے کہا کہ اگر فلاں عورت سیداں نام مجھ کو مل جائے تو میں مرید رہوں گا۔ ورنہ نہیں۔ آپ نے دعا کی تو وہ اس کے نکاح میں آگئی۔ لیکن اس کی باطنی حالت سلب ہو گئی۔

ایک جلالی فقیر کو شکست دینا

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کیرانوالہ میں گئے ہوئے تھے۔ ایک جلالی خاندان کا فقیر آیا۔ اور آپ کو کہا کہ تم نوشاہی پیر ہو۔ مجھے وجد کرادو۔ میں تم کو پختہ کر دوں گا۔ آپ نے ذرا دیر مراقبہ کر کے اُس پر توجہ کی۔ تو اس کو وجد ہو گیا۔ پھر اُس نے آپ پر توجہ کی۔ تو آپ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر شرمندگی سے بھاگ گیا۔ آپ نے غائبانہ تصرف کیا۔ تو وہ فقیر گاؤں سے باہر نکلتا ہی کوچ کر گیا۔

ایک مخالف کا ہلاک ہونا

منقول ہے کہ آپ کا ایک درویش اپڑ چرانے گیا۔ ایک زمیندار اپڑ کو ہانک دینے کے واسطے تھانہ پاہڑیانوالی کو لے چلا۔ درویش نے آکر آپ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ حضرت نوشہ صاحب کا مال ہے۔ وہ ہی واپس لائیں گے۔ چنانچہ وہ زمیندار جب

پچاں ظاہر کے پاس پہنچا تو اس کو سانپ ڈس گیا۔ اور وہیں مرگیا۔ آپ نے ازراہِ کشف آگاہ ہو کر فرمایا اسے درویش۔ جاؤ اپنا مال لے آؤ۔ زمیندار کا کام ہو گیا ہے۔ وہ جاکر لے آیا۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ اللہ جوائی بنت سید فتح الدین بن سید خدا بخش رح برخوردار رح سے ہوا۔ آپ کے دو بیٹے ہوئے۔

۱۔ سید سلطان علی رح ۲۔ سید پیر محمد لاولد رح

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ سید سلطان علی فرزند آنجناب — رن مل
۲۔ سید پیر محمد شاعر بن سید فضل عالم ہاشمی رح — "
۳۔ سائیں اللہ دتہ فقیر — "
۴۔ چوہدری جیون — کیرانوالہ
۵۔ سید عبداللہ شاہ — سوہادہ مرزیاں

تاریخ وفات سید گوہر شاہ کی وفات ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "خوبصورت"

سید حافظ قمر الدین پنڈ عزیزوالہ رح

آپ سید سبحان علی بن سید خان عالم رح کے بڑے بیٹے تھے۔ خرقہ خلافت سید قدم الدین بن سید عزیز اللہ ہاشمی رح سے حاصل کیا۔

صفاتِ حمیدہ آپ قرآن مجید کے حافظ، شریعت کے پابند عبادات و ریاضات میں بے مثل، راہ نمائے خلق اللہ، ہادی سبیل اللہ ہر ثیت سے سرفراز تھے۔ آپ ۱۲۲۳ھ میں پنڈ عزیز تحصیل کھاریاں میں چلے گئے۔

اعضا کا جدا جدا ہو جانا منقول ہے کہ ایک رات آپ چھت پر بیٹھ کر وظائف پڑھ رہے تھے۔ سیدہ گوہر بی بی بنت سید قدم الدین ہاشمیؒ کوٹھے پر چڑھیں۔ دیکھا تو مصلیٰ خالی تھا۔ اور مکان کے چاروں کونوں پر آپ کے اعضاء پڑے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی آپ اصلی حالت پر آ گئے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔

۱۔ سید حافظ چراغ عالمؒ۔ ان کا ذکر آٹھویں باب میں آئے گا۔ ۲۔ سید نور عالمؒ ۳۔ سید نواب الدینؒ۔ ۴۔ سید وہاب الدینؒ۔ ان کا ذکر بھی آٹھویں باب میں آئے گا۔

سید نور عالمؒ کے دو بیٹے تھے۔ سید امیر محمدؒ۔ سید محمد عالم لاولد۔

سید امیر محمدؒ کے ایک فرزند سید فیض علیؒ تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

سید نواب الدینؒ[1] کے تین بیٹے تھے۔ سید محمد حسن لاولد۔ سید محمد حسین۔

سید شاہ محمدؒ۔ ان کا ذکر نویں باب میں آئے گا۔

تاریخ وفات سید حافظ قمر الدین کی وفات۔ اتوار۔ پانچویں جمادی الآخرۃ ۱۲۵۴ھ مطابق گیارہویں بھادوں سمت ۱۸۹۵ بکرمی میں اپنے والد ماجد کی زندگی میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ۔ ساہنپال شریف ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "خورشید اقبال"

سید نظام الدینؒ

آپ سید سبحان علی بن سید نعمان عالم ہاشمیؒ کے دوسرے بیٹے تھے۔ خلافت و اجازت سید قدم الدین بن سید عزیز اللہ ہاشمیؒ سے حاصل تھی۔

صفاتِ حمیدہ آپ علم ظاہری و باطنی میں یکتا تھے۔ آپ متبرک وجود، اوصافِ حمیدہ

[1] سید نواب الدین کی وفات شعبان ۱۳۲۳ھ میں ہوئی۔ ۱۲ سید شرافت

رکھنے والے تھے۔ اگر آپ کو "ہاشم دریادلِ ثانی" کہا جاوے تو غلط نہ ہوگا۔ آپ اپنے پیرِ روشن ضمیر کے شیدا اور فرمانبردار تھے۔ برگزیدہ درگاہِ سبحان، صاحب علم زہد و تقدس تھے۔

اوراد و ظائف آپ تلاوت قرآن مجید فرماتے۔ اعلیٰ درجہ کے قاری تھے۔ تہجد اور نماز پنجگانہ کے پورے پابند شریعت و طریقت کا اتباع لازم سمجھتے تھے۔

غیبی علاج منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ تہجد کے بعد مصلےٰ پر بیٹھ کر یادِ الٰہی کر رہے تھے۔ کہ زمین کو سخت زلزلہ آیا۔ آپ ایک پہلو کے بل گر پڑے۔ دردِ پہلو شروع ہو گیا۔ بڑے علاج کئے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اِسی طرح تکلیف میں پورا سال گذر گیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ پھر اسیطرح ایک دن آپ تہجد کے وظائف کر رہے تھے کہ بھونچال آیا۔ آپ دوسرے پہلو پر گر پڑے۔ اسی وقت آپ کا درد جاتا رہا۔

رعب و جلالیت آپ کا چہرہ مبارک بارعب تھا۔ صاحب جلالیت تھے۔ کوئی شخص نظر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھ نہ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ریاست جموں کے راجہ کی سواری آ رہی تھی۔ جب آپ کے پاس سے گذرا تو چہرہ انور کو دیکھ کر سوار نہ رہ سکا۔ بے ساختہ گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو گیا۔

امر بالمعروف منقول ہے کہ ایک بار آپ بیلہ شاہ نواز ریاست جموں میں تشریف لے گئے۔ مسجد میں نماز پڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اسکندرال کا رئیس فوجی لباس سے ملبوس اور مسلح بمعہ اپنے نوکروں کے آیا۔ اور وضو کر کے ہتھیاروں سمیت نماز پڑھنی شروع کی۔ جب سجدہ کرنے لگا۔ تو آپ نے سر سے پکڑ کر اُوپر اُٹھا لیا۔ اور فرمایا۔ جانی تم ہتھیار سے کر خدا تعالےٰ سے جنگ کرنی چاہتے ہو۔ یا نماز پڑھنے کا خیال ہے۔ اُس کے ملازم خوف کے مارے کانپنے لگے کہ یہ رئیس بڑا سخت مزاج اور متکبر ہے۔ شائد حضور کو کوئی ایذا دے۔ آپ نے ایسی توجہ فرمائی کہ اس کا تمام غصہ جاتا رہا۔ اور آپ کے فرمان کے مطابق ہتھیار اتار کر نماز پڑھی۔

اور آپ کا کمال معتقد بن گیا۔

درگاہِ غوثیہ میں منظوری منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ پنچی میں گئے۔ وہاں ایک ٹاہلی کا درخت تھا۔ آپ نے مکانات کے لیے ساکنانِ دیہہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ٹاہلی حضرت غوث الاعظم رض کی نذر کر دی گئی ہے۔ اُن سے پوچھ لو۔ آپ نے بغداد شریف کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا۔ تو رات کو حضرت غوث پاک رض گاؤں کے تمام معزز ممبروں کو خواب میں ملے۔ کہ یہ ٹاہلی شاہ نظام الدین کو دے دو۔ چنانچہ انہوں نے وہ ٹاہلی آپ کو دے دی۔

حلیہ و لباس آپ کا رنگ گندم گون۔ قد درمیانہ۔ جسم بھارا۔ چہرہ بارُعب۔ ریش مخضب۔ سر پر دستار سبز رنگ رکھتے۔ اور کمر میں شلوار۔ اُوپر سیاہ کمبل اوڑھتے۔

کرامات

تصرفِ قوی منقول ہے کہ آپ چکوڑی کی تختی پر تعویذ لکھا کرتے تھے۔ اور خود فرمایا کرتے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس قدر تصرف کی حالت عطا فرمائی ہے۔ کہ اگر عورت کے پیٹ میں ابھی بچہ کا جسم پورا نہ تیار ہوا ہو۔ اور میں تعویذ کر کے دے دوں۔ تو خدا کے امر سے وہ لڑکا بن جاتا ہے۔

فائدہ۔ بزرگوں کے تصرف سے ایسا عمل ممکن ہے۔ حضرت میاں میر قادری نے اپنے ایک مرید محمد فاضل کے گھر میں حمل میں لڑکی سے لڑکا تبدیل کر دیا۔ جس کا نام محمد افضل رکھا گیا۔[۱]

ایک مخالف کا مطیع ہونا منقول ہے کہ موضع ڈھوک کا ایک زمیندار مولو نام آپ کے مخالف تھا۔ ایک دفعہ اس نے سخت کلمات آپ کے حق میں بولے۔ آپ بمعہ قوالان اس جگہ تشریف لے گئے۔

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۵۷۔ سید شرافت

مہرا قوال کو فرمایا کہ فلاں شعر پڑھو۔ جب اُس نے شروع کیا۔ تو مولوی مذکور کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ فی الفور نعرہ مار کر نیچے گر پڑا۔ اور وجد کی حالت میں تڑپنے لگا۔ چند گھنٹوں کے بعد ہوش میں آیا۔ اور آپ کا مرید ہو گیا۔

ایک منکر کا جذامی ہونا منقول ہے کہ ایک شخص کو آپ نے کچھ نصیحت فرمائی۔ وہ لاٹھی لے کر آپ کو مارنے آیا۔ آپ نے غصّہ میں فرمایا "پچھاں جاہ کوڑھیا"، چنانچہ اس کو جذام ہو گیا۔ بلکہ تا حال اس کی اولاد میں اس بیماری کا اثر چلا آتا ہے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید سلطان عالم رح	۲۔ سید فضل عالم المعروف شاہ جی

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ سید سلطان عالم فرزند آنجناب	رن مل	ضلع گجرات
۲۔ سید فضل عالم ۵	"	"
۳۔ سید غلام محمد المعروف گاہے شاہ بن سید ناصر الدین ہاشمی	"	"
۴۔ میاں اکبر علی بن میاں سلطان حاجی سیجیاری رح	ڈڑوہ شریف	"

تبرکات آپ کی نعلین مبارک اولاد کے پاس موجود ہے۔

تاریخ وفات سید نظام الدین کی وفات ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔ مزار کوہستان نوشاہیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "افروختہ"

سید ناصر الدینؒ

آپ سید سبحان علی بن سید خان عالم ہاشمیؒ کے پوتے بیٹے تھے۔ رن مل میں سکونت رکھتے۔ نیک بخت۔ صالح مرد تھے۔

بیویاں آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔

۱۔ پہلی شادی نوبن ماہ پھاگن سمت ۱۸۸۳ ب مطابق اتوار ۲ رجب ۱۲۴۲ھ کو
۲۔ دوسری شادی۔ پنند۔ ۱۵ ہویں ہاڑ سمت ۱۸۶۵ ب مطابق جمعرات ۵ ربیع الآخر ۱۲۵۴ھ کو۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید غلام محمد المعروف گامے شاہؒ تھے۔

سید ناصر الدین کی قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔ **وفات ۱۲۹۵ھ**

سید حسن محمد بلواریہؒ

آپ سید نور علی مجذوب بن سید خان عالمؒ کے اکلوتے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی والدہ کا نام سیدہ فضل بی بی بنت سید عبدالرسول بن سید محمد سعید دولا ہاشمیؒ تھا۔

درگاہ غوثیہ میں منظوری آپ ابھی نابالغ تھے کہ آپ کے والد صاحب کا دنیا سے انتقال ہوا۔ اُن کی وفات کے وقت درویشوں نے عرض کیا کہ آپ سفرِ آخرت فرما رہے ہیں۔ اور صاحبزادہ حسن محمد ابھی چھوٹے ہیں۔ ان کا کیا حال ہو گا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کی سپرد حضرت غوث اعظمؒ کی جناب میں کر دی ہے۔ وہ اس کے ظاہری و باطنی تربیت کے کفیل اور ہر مشکل میں مددگار رہوں گے۔ آپ ۱۲۳۳ھ میں طلارا علاقہ جموں میں چلے گئے۔

وفات کے بعد کرامت

وظیفہ بتلانا منقول ہے کہ سید نگا مے شاہ بن سید ناصر الدین ہاشمی رضی اللہ عنہ اکثر وظائف پڑھا کرتے تھے لیکن کشود کار نہ ہوتا۔ ایک دفعہ خواب میں آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا دعائے گنج العرش پڑھا کرو۔ چنانچہ ان کو اس سے بہت فیض حاصل ہوا۔

اولاد آپ کے سات بیٹے تھے۔

۱۔ سید علم الدین رح ۲۔ سید نیک عالم رح ۳۔ سید رکن الدین رح ۴۔ سید نظام الدین رح ۵۔ سید سلطان عالم رح ۶۔ سید بدروح شاہ یہ سب حضرات لاولد فوت ہوئے۔ ۷۔ سید بدر الدین رح۔ ان کے ایک فرزند سید فضل احمد نام تھے۔ جن کا ذکر نویں باب میں آئے گا۔

سید حسن محمد کی قبر موضع بلوارا۔ علاقہ کس گنال۔ ضلع میرپور آزاد کشمیر میں ہے۔

وفات ۱۲۸۷ھ

سید اللہ جوایا راجوڑیوالہ رح

آپ سید حسن محمد بن سید نعمان ملک ہاشمی رح کے دوسرے بیٹے تھے۔ خرقہ خلافت واجازت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رنملوی رح سے حاصل کیا۔

علم و فضل آپ صاحب علم و حلم۔ فاضل جید، علامہ وقت تھے۔ علاقہ راجوری ریاست جموں میں سکونت رکھتے تھے۔ اس دیار میں آپ کا فتویٰ مقبول تھا۔ تصرفات میں بھی کامل تھے۔ آپ کے ہاتھ سے اکثر مریض شفا پاتے تھے۔ نسبت غوثیہ کے حامل تھے۔

سادات و مشائخ پر احسان منقول ہے کہ سید حسن شاہ بن سید محمد شاہ ساکن چک سادہ کو راجوری ریاست جموں میں پانسو بیگھہ زمین

جاگیر ملی ہوئی تھی۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو سادات کھنکھڑی نے اُن کے بیٹے سید قلندر شاہ رحۃ کو جاگیر سے جواب دے دیا۔ وہ آپ کے آگے التماس لانے۔ آپ نے اُن سے مختار نامہ لکھوا لیا۔ اور مقدمہ چلا دیا۔ جب تاریخ پر میاں ہاٹھو اہلکار کے پیش ہوئے اس روز تحصیل راجوری کے تمام سادات و مشائخ وہاں حاضر تھے۔ اُس نے سب کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ اور کہا کہ اس علاقہ میں اب کوئی فقیر نہیں رہا۔ اگر ہے تو بولے۔ سب درویش خاموش ہو گئے۔ آپ نے جوش میں آکر فرمایا۔ جس دن کوئی فقیر نہ رہا۔ اُس دن تو بھی نہ رہے گا۔ یہ کہہ کر آپ چلے آئے۔ اور دھوبیوں کے گھر ڈیرہ کیا۔ رات کو کئی دفعہ میاں ہاٹھو چارپائی سے نیچے گرا۔ صبح بمعہ نوکروں کے آکر قدمبوس ہوا۔ اور پانچ روپیہ نذرانہ دیا۔ سید قلندر شاہ رحۃ اور دوسرے سب مشائخ کی جاگیریں آپ نے واپس کرائیں۔ اور اس کو فرمایا۔ میاں ہاٹھو۔ اگر آج کے بعد پھر کبھی تو اس سرزمین میں آئے گا۔ تو قلعہ ڈوڈہ میں قید کیا جائے گا۔ اور اگر نہ آئے گا تو محفوظ رہے گا۔ چنانچہ مدت دراز کے بعد ایک بار وہ آیا۔ اس کا گھوڑا ٹھیکریاں کی حد میں پاؤں نہ رکھتا۔ اس نے چابک مار کر آگے لنگھایا۔ بعد ازاں اُس پر ایسا الزام ثابت ہوا کہ وہ تادمِ آخریں ڈوڈہ کے قلعہ میں محبوس رہا۔

کرامت

باغ کا ناکارہ ہونا منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ موضع ڈھنڈکوٹ علاقہ دھراں گگاں سے گذر رہے تھے۔ وہاں مغلوں کی جاگیر تھی۔ ان کے باغات کافی تھے۔ آپ نے ان کی طرف اپنا درویش بھیجا کہ ہم کو شربت پکانے کے لیے کچھ عنابوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے دینے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تم نے ہم کو عناب نہیں دیئے۔ یہ درخت تم کو پھل نہ دیں گے۔ چنانچہ وہ درخت پھلنے پھولنے سے بند ہو گئے۔

مُعرِّف کمال حاجی غلام محمد درویش ساکن جھلیاں ضلع امرتسر جو سیاح ممالک عرب و

شام اور زائرِ مزاراتِ انبیائے کرام علیہم السلام تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سید اللہ جوایاؒ کو دیکھا ہے۔ اور ان کی مجلس کی ہے۔ آپ اپنے وقت میں کامل اکمل ولی تھے۔

اولاد | آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید غوث محمدؒ م ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ۔ ان کے ایک فرزند سید نواب الدینؒ تھے۔ ۲۔ سید گلاب دین رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا ذکر آٹھویں باب میں آئے گا۔

یارانِ طریقت | آپ کے مریدوں سے سید قلندر شاہ۔ اور منشی ناصر الدینؒ قابلِ ذکر ہیں۔

تاریخ وفات | سید اللہ جوایا کی وفات ۱۳۰۹ھ میں ہوئی۔ اور قبر موضع ٹھیکریاں۔ علاقہ راجوری۔ ضلع ریاسی۔ ریاست جموں میں ہے۔ مادہ تاریخ "مکان بہشت یافت"

سید غلام محمد راجوری والہؒ

آپ کا نام بعض تحریروں میں غلام رسول۔ اور بعض جگہ غلام شاہ لکھا ہے۔ آپ سید حسن محمد بن سید خان ملک ہاشمیؒ کے فرزند اصغر اور مرید و خلیفہ تھے۔ بقولِ دیگر شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رنملویؒ کی بیعت سے مشرف تھے[1]

تاریخ ولادت | آپ کی ولادت ۲۹ ربیع الاول ۱۲۱۹ھ کو ہوئی۔

تعلیم | آپ نے علم ظاہری اپنے عم عالی قدر سید عظیم اللہ بن سید خان ملکؒ سے پڑھا بارہ سال ترک و تجرید میں گذارے۔ علاقہ راجوری کے کئی ہندو آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ آپ ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ میں موضع رن مل سے چل کر موضع ٹھیکریاں علاقہ راجوری میں چلے گئے۔

اولاد | آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید اللہ دتہؒ ۲۔ سید احمد الدینؒ

[1] بروایت پیر محمد شاہ بن گوہر شاہ، رنملوی ۱۱ شرافت

تاریخ وفات سید غلام محمد کی وفات بارہویں ربیع الاول ۱۲۸۱ھ میں ہوئی۔ مرقد مبارک ٹھیکریاں تحصیل لاجوری میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "فارغ"

سید عطر الدین رح

فرزند اکبر سید عظیم اللہ بن سید خان ملک بن سید براہم شاہ ہاشمی رح۔ آپ نے بیعت طریقت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رنملوی رح سے کی تھی۔

رسم ختنہ آپ کی سنت ختنہ یکم ساون سمت ۱۸۸۶ب مطابق پنجشنبہ ۱۴ محرم ۱۲۴۵ھ کو ہوئی۔

وظائف آپ مقبول خدا متبرک وجود تھے۔ عصر کے بعد مغرب تک وظائف میں مشغول رہتے۔ کسی سے دنیاوی کلام نہ کرتے۔ ۱۲۰۰ھ میں علاقہ جموں میں چلے گئے۔

کرامات

گاؤں کو حکام کی دستبرد سے بچانا منقول ہے کہ باشندگان رن مل نے ایک دفعہ خدمت میں عرض کیا کہ ہمیشہ شاہی فوج کے ڈیرے ہمارے گاؤں کے پاس لگا کرتے ہیں۔ جس سے ہم کو تکلیف پہنچتی ہے۔ آپ نے فرمایا آج کے بعد کبھی یہاں ڈیرہ نہ کریں گے۔ چنانچہ اس روز سے کبھی رنمل کے پاس کوئی ڈیرہ نہیں اترا۔

موہری کا دم کرنا منقول ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ پر موہری نکل آتی۔ تو آپ کسی طاقتور آدمی کو اس کا ہاتھ پکڑواتے۔ اور پنجہ زمین پر لگواتے۔ اور خود دم کرتے بیمار کا ہاتھ خود بخود آپ کی طرف چلنے لگتا اگرچہ کتنا ہی سخت پکڑا ہوتا۔ دم کرنے سے اس کو شفا ہو جاتی۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید اکبر علی رح ۲۔ سید شبیر علی رح

سید عطاء الدین کی قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

وفات ۱۲۱۷ھ

سید کریم بخش رح

آپ سید محمد بخش بن سید محمد جعفر ہاشمی رح کے بڑے بیٹے تھے۔ خرقہ خلافت سید فتح محمد بن سید ضیاء اللہ برخورداری رسول نگری رح سے حاصل کیا۔ سخاوت و شجاعت کے اوصاف سے موصوف تھے [۱]

اولاد آپ کے ایک فرزند سید غلام رسول رح تھے۔

آپ کی دو بیٹیاں تھیں۔

۱۔ سیدہ رسول بی بی رح منکوحہ سید راجے شاہ بن سید حیدر شاہ ہاشمی زملوی
۲۔ سیدہ فضل بی بی رح منکوحہ میاں غلام حسن بن میاں قطب الدین حفظ اللہ رسول نگری رح

سید کریم بخش کی قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔ وفات ۱۲۸۹ھ

سید رحیم بخش رح

آپ سید محمد بخش بن سید محمد جعفر رح کے دوسرے بیٹے تھے۔ پاکباز درویش تھے۔ کاشتکاری کرتے تھے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔

۱۔ سید فضل الدین رح ۲۔ سید بوٹے شاہ لاولد رح ۳۔ سید بانع علی رح ۴۔ سید غلام حسن لاولد رح۔

---

[۱] مناقبات نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

— سید فضل الدین رح کا ایک بیٹا سید علی محمد نام تھا جو لاولد فوت ہوا۔

— سید بانع علی رح کے ایک فرزند سید رحمت علی رح تھے۔ جن کا ذکر فوینی باب میں آئے گا۔

سید رحیم بخش رح صاحب ذکر ہذا کی تین بیٹیاں تھیں۔

۱۔ سیدہ حسن بی بی رح۔ منکوحہ سید غلام رسول بن سید کریم بخش ہاشمی رح

۲۔ سیدہ خانم بی بی رح۔ منکوحہ میاں نور احمد بن میاں پیر بخش حفظانہ رسول نگری رح

۳۔ سیدہ بہشت بی بی رح۔ منکوحہ سید علم الدین بن سید صاحبزادہ ہاشمی رح

سید رحیم بخش کا مزار گورستان نوشاہیہ میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

وفات ۱۲۹۵ھ۔

سید حاکم شاہ چک سادہ والہ رح

آپ سید سکندر شاہ بن سید شامون شاہ رح کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کی تعلیم اردو پنجابی کے رسائل تک محدود تھی۔ کتاب مناقب نوشاہی مصنفہ مولوی محمد اشرف فاروقی منچری رح کو پڑھا کرتے کسی کاتب نے یہ مناقب آپ کے واسطے تحریر کیا اس کا دستخط یہ ہے۔

دستخط ــــ "با تمام رسید شجرہ مناقبات ہندی حضرت نوشاہ و حاجی گنج بخش قادری قدس اللہ سرہ العزیز برائے پاس خاطر میاں حاکم شاہ ساکن چک سادہ تحریر یافت۔"

مناقب ہندی سب جو آہے	لکھے خاطر حاکم شاہے
بیٹا اوہ سکندر شاہے	تاج دوہاں سرداری دا

اولاد ــــ آپ کی شادی پچیسویں ہاڑ سمت ۱۹۰۷ ب مطابق سوموار ۲۷ شعبان ۱۲۶۶ھ کو ہوئی آپ کے ایک ہی فرزند سید عباس علی شاہ تھے۔ شوال ۱۳۳۱ھ کو فوت ہوئے۔

وفات ــــ سید حاکم شاہ کی وفات ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ میں ہوئی۔ قبر چک سادہ متصل گجرات میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "حاکم شاہ حیات ابدیافت"

سید گلاب شاہ چک سادہ والہؒ

آپ سید سکندر شاہ بن سید شاموں شاہ رح کے چوتھے بیٹے تھے۔ خرقہ خلافت و اجازت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رسولویؒ سے حاصل کیا۔

اوصاف پاک آپ بزرگ سیرت۔ خداداد۔ نیک طینت درویش باصفا تھے۔ آپ سے بہت لوگ فیضیاب ہوئے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔

۱ سید بالے شاہ رح ۲۔ سید حسین شاہؒ ۳۔ سید حیدر شاہ رح ۴۔ سید محمد شاہ رح

—— سید بالے شاہ رح (متوفی ۱۲۴۳ھ) دِتے شاہی فقیروں کے سلسلہ میں مرید ہو گئے تھے۔ اس لیے نوشاہیہ فقیروں میں شمار نہیں تھے۔ ان کا ایک لڑکا سید مولا بخش نام تھا۔ جو لاولد فوت ہوا۔

—— سید حسین شاہ رح کے دو بیٹے تھے۔ پیر سید محمدؒ ۔ سید فتح محمدؒ

—— سید فتح محمد موضع ساہن متصل کوٹلہ لکرالی۔ تحصیل کھاریاں۔ ضلع گجرات میں چلے گئے۔ ان کے دو بیٹے صاحبزادہ محمد شریف اور صاحبزادہ محمد صدیق اس وقت ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔

—— سید حیدر شاہ رح موضع چک کالا متصل گجرات میں چلے گئے۔ ان کے ایک فرزند سید صالح محمد تھے۔

—— سید صالح محمد رح شریف الطبع نیک اخلاق تھے۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ محمد صادق نام موجود ہے۔

—— سید محمد شاہ رح کا ایک لڑکا سید حیات محمد نام تھا۔ جوانی کی زندگی میں لاولد فوت ہوا۔ سید گلاب شاہ رح صاحبِ ذکر ہذا کی ایک بیٹی تھی۔

—— سید حسین بی بی۔ منکوحہ سید محمد علی بن سید قطب الدین ہاشمی نسوی

یاران طریقت آپ کے خواص مریدین یہ تھے۔

۱۔ پیر سید شاہ بن سید دیدار شاہ رح اولادِ سید صالح محمد رح	چک سادہ	ضلع گجرات
۲۔ پیر سید شاہ بن سید چنن شاہ رح "	"	"
۳۔ سید رسول شاہ بن سید حسین شاہ "	"	"
۴۔ میاں شاہ محمد بن میاں سلطان شیر سچیاری "	ڈڑوہ	"
۵۔ سائیں محمد علی گوجر	عمر وال	"
۶۔ سائیں محمد علی گوجر	خانووال	"
۷۔ سائیں مولا داد گوجر	کریہرہ	"
۸۔ میاں جیون کشمیری	گھوڑال	"
۹۔ میاں کرم الٰہی حجام	شہابدی وال	"
۱۰۔ چوہدری سکندر خاں نمبردار	"	"
۱۱۔ سائیں راجوارائیں	بھٹووال	"
۱۲۔ سائیں جانے شاہ	ڈوگرانوالہ	سیالکوٹ
۱۳۔ سائیں پنج پترہ		

تاریخ وفات سید گلاب شاہ کی وفات ۸ رمضان ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ قبر چک سادہ ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "قطب بحر اعظم"

سید اکبر علی شاہ سنگھوئی والہ رح

آپ کا نام محمد اکبر المشہور اکبر علی شاہ۔ الملقب بہ صاحبزادہ تھا۔ آپ سید حیدر شاہ بن سید محمد نیک ہاشمی رنملوی رح کے فرزند اکبر تھے۔

آپ کی بیعت طریقت اپنے چچا سید غلام حسین رح سے تھی۔ وہ مرید اپنے

والد سید محمد نیک رح بیگ تھے۔ وہ مُریدا پنے والد سید عبدالرسول ہاشمی رح کے۔

فیض صحبت آپ کو سید احمد بخش بن سید اللہ دتہ برخورداری ڈھلوالہ رح سے حاصل تھا۔

اکثر اُن کی خدمت میں جایا کرتے۔

خلوت گزینی منقول ہے کہ آپ نے بارہ سال تک چلے کیے۔ ریاضات و مجاہدات بجالائے۔ جسم کے ایک حصّہ کو دیمک لگ گئی تھی۔

سنگھوئی میں ورود آپ ترن ل سے چل کر موضع سنگھوئی ضلع جہلم میں تشریف لے گئے۔ وہاں رہائش اختیار کی۔ صاحب یمن و برکت و کرامت و جلالت تھے۔

کتابی شوق آپ کو کتابوں سے بھی دلچسپی تھی کسی کاتب غلام علی نام نے کتاب گلِ بہار آپ کے واسطے لکھی۔ اس کا دستخط یہ ہے۔

ہذم تمام شد کتاب گلِ بہار بعون اللہ تعالےٰ بوقت چاشت تحریر یافت۔ تحریر بتاریخ ۱۳ ماہ شوال بدستخط غلام علی برائے صاحبزادہ سجادہ نشین اولاد و احفاد حضرت گنج بخش تحریر یافت ؎

ہر کہ خواند دعا طمع دارم	زانکہ من بندۂ گنہ گارم
ہر چہ دیدم من نوشتم در کتاب	"واللہ اعلم بالصواب"

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید سلطان علی شاہ رح تھے۔

یارانِ طریقت آپ کا فیضان پوٹھوہار کے علاقہ میں بہت تھا۔ خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ سید سلطان علی شاہ فرزند آنجناب رح	سنگھوئی شریف
۲۔ سائیں محمد علی بن ملک عمر بخش کشمیری	راولپنڈی
۳۔ مرزا طلا محمد گاذر	پشاور شہر

مدح شریف

حکیم نظام الدین رح ساکن ڈھوک بلھال ضلع راولپنڈی نے کتاب قفس العشق المعروف باغ گلزار نوشاہی[1] میں آپ کی صفت پنجابی میں نظم کی ہے ؎

تاج فقر دا علی اکبر توں کیتا خوب انعامی ۔۔۔ ہک تا کیں خبر اس گل دی کیا خاصے کیا عامی

علی اکبر شاہ تاج لگایا خبر ہوئی جگ سارے ۔۔۔ جگ پر لیساں دھماں پیاں کی نظام بیچارے

در پر سنگھوئی روشن ہوئی واہ واہ شمع رسولی ۔۔۔ لاکھ پتنگاں آن شمع پر کیتی موت قبولی

آ شمع دی لوئی یار و ہر کوئی آن کھلویا ۔۔۔ شاہ اکبر دا نام نظاماں جگ پر روشن ہویا

آن سوالی جان نہ خالی بھر بھر کاسے جاندے ۔۔۔ ایس ملنگ نکالے جیسے اسد النگر کھاندے

ہر دی حاجت پوری کردا جو کوئی در پر آندا ۔۔۔ روندا روندا آوے جہڑا خوشیاں کردا جاندا

خلقت پا مراداں جاندی کوئی نہ رہیا خالی ۔۔۔ ایہہ پاپی در تیرے حضرت بن کے کھلا سوالی

نکے وڈے آساں در تیں پا گئے لوک تمامی ۔۔۔ میری آس دیو یا حضرت دعویٰ کراں غلامی

یا حضرت جو لعل تساڈا شاہ سلطان علی ہے ۔۔۔ دین ایمان جہان اساڈا کامل پیر ولی ہے

ایہو عرض کریں منظوری یا سر صاحب میرے ۔۔۔ شوق انہاندا مینوں ہووے لعل پیچھے جو تیرے

آپ تساں پھر بیٹھے تائیں وتی عظمت بھاری ۔۔۔ کی کجھ کراں تعریف میں عاجز طاقت نہیں ہماری

عظمت والا تاج فقر دا بیٹھے دے سر دھر کے

بیٹھے آپ کتھے یا حضرت مخفی پردہ کر کے

تاریخ وفات سید اکبر علی شاہ کی وفات اتوار یکم رمضان المبارک ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار شریف موضع سنگھوئی شریف ضلع جہلم میں ہے، روضہ گنبد دار بنا ہوا ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ ”صدرِ اعظم“

---

[1] یہ کتاب جمعہ ۱۲ ربیع صفر ۱۳۱۹ھ کی تصنیف ہے ۱۲ سید شرافت

سید کرم الٰہیؒ

آپ کا نام کرم الٰہی صاحب تھا۔ آپ سید حیدر شاہ بن سید محمد نیکؒ کے چوتھے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا سلیمانی بھلوالیؒ سے تھی۔ جن کا ذکر طبقہ چہارم۔ آٹھویں باب میں آئے گا۔

اخلاق آپ درویشانہ اخلاق رکھتے۔ رحمدل اور مہربان تھے۔ چونکہ افیون کھاتے کے عادی تھے۔ اس لیے آپ لوگوں کی زبان میں "افیمی" مشہور تھے۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ امیر بی بی بنت ———— سید علم الدین بن سید علی محمد برخورداری ساہنپالویؒ سے تھا۔ ان کے بطن سے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔ صرف دو بیٹیاں ہوئیں۔ پہلی کا نام سیدہ حسن بی بی ہے منکوحہ سید حبیب اللہ بن سید اقبال علی برخورداریؒ ساہنپالوی دوسری سیدہ حسین بی بی زوجہ سید فضل شاہ ساکن مندرانوالہ۔

یاران طریقت آپ کے خواص مُرید یہ تھے۔

۱۔ میاں غلام مصطفٰے بن میاں سلطان مست سجیاریؒ — نوشہرہ شریف ضلع گجرات

۲۔ حاجی الحرمین میاں نواب علی بن میاں میراں بخش سجادہ نشین — " "

سید کرم الٰہی کی قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔ **وفات** ۱۳۲۰ھ۔

سید بنے شاہؒ

آپ کا نام بنے شاہ المعروف مستی شاہ تھا۔ آپ سید شیر شاہ بن سید الٰہی بخش کے اکلوتے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔

تعلیم آپ نے قرآن مجید اور فارسی ادب کی کتابیں مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہؒ برخورداری سے پڑھیں۔

آداب شناسی آپ بڑے مؤدب و حسن اخلاق والے تھے۔ آپ میں آداب شناسی

اس حد تک تھی کہ اگر سادات برخوردار یہ میں سے کسی بچہ کو بھی دیکھ لیتے۔ تو تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہو جاتے۔ اور فرماتے کہ یہ ہمارے بڑے بابا صاحب کی اولاد ہیں۔ اس لیے ان کی تعظیم لازمی ہے۔

پیر خانہ کی تعظیم | آپ کا سلسلہ طریقت حضرت سچیار صاحب سے ملتا تھا۔ جب کبھی عُرس نوشہرہ شریف پر جاتے تو پاپیادہ جایا کرتے۔ سوار ہو کر جانے کو خلافِ ادب سمجھتے۔

کرامت

مچھر کو دفع کرنا | سیّد عمر حیات بن سیّد غلام حسین برخورداری پھلیل رح سے منقول ہے کہ آپ ایک دفعہ موضع بھتر ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے۔ رات کو ٹیلہ پر سوئے۔ ساون کا مہینہ تھا۔ مچھر نے آپ کو بہت تنگ کیا۔ آپ نے فرمایا "اے مچھر یہاں سے چلا جا" وہ دن ہو گئے ہیں۔ کہ آج تک اس سرزمین میں مچھر نہیں کاٹتا۔

مکتوب

یہ مکتوب آپ نے سیّد پیر محمد بن سیّد غلام قادر ہاشمی رح کے نام لکھا تھا۔

"اخوان صاحب مہربان بھائی پیر محمد جیو از جانب فقیر مستی شاہ بعد بندگیات نیازمندی منکشف رائے عالی باد الخ"

بیویاں | آپ کی دو ازواج تھیں

۱۔ سیّدہ عمر بی بی بنت سیّد غلام رسول بن سیّد شاہ مغل ہاشمی رح ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۲۔ مائی نصیباں۔ یہ ہندوستانی عورت تھی۔ پہلے کرم ڈھلو ساکن تبر کی بیوی تھی۔ اُس نے

طلاق دے دی۔ تو آپ کے نکاح میں آئی۔ اس کے بطن سے اولاد ہوئی۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔

۱۔ سید محمد حسین رح ۲۔ سید محمد حسن رح ۳۔ سید فضل حسین رح ۴۔ سید حکیم فقیر محمد رح۔

آپ کی ایک بیٹی تھی۔ سیدہ حسن بی بی رح۔ منکوحہ سید رحمت علی بن سید باغ علی ہاشمی رح۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ لوگ تھے۔

۱۔ سید محمد حسین رح فرزند آنجناب	رن مل	ضلع گجرات
۲۔ سید فضل حسین۔ فرزند آنجناب	"	"
۳۔ حکیم فقیر محمد	"	"
۴۔ میاں امام الدین بن میاں نبی بخش سپیاری رح	نوشہرہ شریف	"
۵۔ میاں رحیم بخش بن میاں غلام حیدر سپیاری رح	"	"
۶۔ میاں مردان علی بن میاں غلام حیدر سپیاری رح	"	"
۷۔ سائیں ابراہیم لوہار	سوہل نستووالی	"
۸۔ سائیں مستان شاہ	گکھو پنڈی	"
۹۔ سائیں عبداللہ گلگو	ٹواں پنڈ کنبوہ	شیخوپورہ
۱۰۔ سائیں حق مجاہد دیدار سخی امام شاہ رح	وزیرآباد	گوجرانوالہ
۱۱۔ سائیں رحیم بخش		

تاریخ وفات سید بنے شاہ کی وفات بروز جمعہ بائیسویں ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ مزار شریف گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف " رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ "

۲۔ " چراغِ عابداں "

سید حسین شاہ مندرانوالیہ

آپ کا اصلی نام غلام حسین المعروف حسین شاہ تھا۔ آپ سید بوٹے شاہ بن سید فتح الدین مندرانوالیہ رح کے تیسرے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت اپنے چچا سید محمد بخش المعروف محمد شاہ رح سے رکھتے تھے۔

آپ کے چار بچے ہوئے۔ مگر وہ بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔

یارانِ طریقت آپ کے خاص مرید یہ تھے۔

۱۔ سید فضل شاہ بن سید پیراں دتہ ہاشمی رح برادر زادہ آنجناب مندرانوالہ ضلع سیالکوٹ

۲۔ سردار شاہ بن پیراں دتہ ہاشمی رح " " "

۳۔ سید علی محمد بن سید اللہ دتہ ہاشمی رح " " "

۴۔ سید نبی بخش بن سید اللہ دتہ ہاشمی رح " " "

۵۔ صاحبزادہ سید محمد بن سید فضل شاہ ہاشمی رح " "

۶۔ حیات محمد ساہی " "

۷۔ الٰہ دین گھگو " "

۸۔ پیراں دتہ ترکھان ہانڈو "

۹۔ الٰہ بخش ترکھان " "

سید حسین شاہ کی قبر مندرانوالہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

وفات ۱۳۳۳ھ۔

سیّد غلام رسول رح

خلف الرشید سیّد شاہ مغل بن سیّد غلام محمد بن سیّد سلطان محمد بن سیّد محمد سعید دُولا ہاشمی رح۔ آپ کی بیعتِ طریقت شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا سلیمانی بھلوالی رح سے تھی۔ بقولِ صحیح سیّد فتح محمد بن ضیاء اللہ رسول نگری رح کے مُرید تھے۔ (مناقباتِ نوشاہیہ)

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ سیّد نور علی رح۔ ۲۔ سیّد سلطان علی رح ۳۔ سیّد نبی بخش رح (متوفی ۲ ربجادی الاخرے سنہ ۱۳۳۲ھ)

— سیّد نور علی رح کے دو بیٹے تھے۔ سیّد برکت علی رح۔ سیّد سردار علی رح

— سیّد برکت علی رح کے چار بیٹے ہیں۔ سیّد ولایت حسین رح۔ سیّد عنایت حسین۔ سیّد منظور حسین سیّد محمد سعید۔ چاروں اس وقت موجود ہیں۔ رن مل میں سکونت رکھتے ہیں۔

— سیّد سلطان علی رح کے ایک فرزند سیّد میراں بخش رح تھے۔

— سیّد میراں بخش رح کے دو بیٹے ہیں۔ سیّد محمد حسین۔ سیّد نواب علی دونوں موجود ہیں۔

— سیّد محمد حسین چک نمبر ۱۲ علاقہ کھٹیالہ شیخاں میں سکونت رکھتے ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ نذیر احمد۔ صاحبزادہ غلام نبی۔ صاحبزادہ بشیر احمد۔ تینوں اس وقت موجود ہیں۔

— صاحبزادہ نذیر احمد کے دو لڑکے محمد اصغر اور محمد اکبر نام موجود ہیں۔

— سیّد نواب علی کے چار بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد اسلم۔ صاحبزادہ محمد اشرف۔ صاحبزادہ محمد لطیف صاحبزادہ امداد حسین۔ چاروں اس وقت موجود ہیں۔

— سیّد نبی بخش بن سیّد شاہ مغل کے دو بیٹے ہیں۔ سیّد ولی محمد۔ سیّد علی محمد۔ دونوں اس وقت موجود ہیں۔ اور شیخ فضل حسین بھلوالی کے مرید ہیں۔

— سیّد علی محمد کا ایک لڑکا صاحبزادہ بوٹے شاہ موجود ہے۔

سیّد غلام رسول رح صاحبِ ذکر ہذا کی ایک بیٹی تھی۔ سیّدہ عمر بی بی منکوحہ سیّد بنے شاہ بن سیّد شبیر شاہ ہاشمی رنملوی رح۔

سیّد غلام رسول کا مزار گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔ **وفات سنہ ۱۳۰۲ھ**۔

بابِ ہشتم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت نوشہ صاحبؒ سے آٹھویں پشت ہیں۔

سیّد سلطان صوبہ

آپ سیّد سلطان محمود بن سیّد قدم الدین ہاشمیؒ کے بڑے بیٹے تھے۔

تاریخ ختنہ آپ کی سنت ختنہ یکم بھادوں سمت ۱۸۸۹ ب مطابق پنجشنبہ ۱۹ ربیع الاوّل سنہ ۱۲۴۸ھ میں ہوئی۔

تاریخ شادی آپ کی شادی چھبیسویں (۲۶) ہاڑ سمت ۱۹۰۱ ب مطابق سہ شنبہ ۲۲ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔

آپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ شادی ہونے کے ایک سال بعد آپ جوانی میں ہی فوت ہو گئے۔

تاریخ وفات سیّد سلطان صوبہ کی وفات آٹھویں ساون سمت ۱۹۰۲ ب مطابق چہار شنبہ ۱۸ رجب سنہ ۱۲۶۱ھ میں ہوئی۔ گورستانِ نوشاہیہ میں دفن ہوئے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "فرصت یافت"

سیّد سلطان بالاؒ

آپ سیّد سلطان محمود بن سیّد قدم الدینؒ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا سلیمانی جیلوانیؒ سے رکھتے تھے۔

آپ نے کوئی اولاد صلبی نہیں چھوڑی۔ آپ کے ایک مرید میاں غلام حسن بن میاں سلطان مست نوشہروی مقابل ذکر تھے۔ جو حضرت سچیار صاحبؒ کی اولاد سے تھے۔

وفات سنہ ۱۲۸۶ھ۔

سید سلطان علیؒ

آپ سید گوہر شاہ بن سید قدم الدینؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔

تعلیم و ذکر آپ نے قرآن مجید کی تعلیم مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ برخوردار کی ساکن [illegible] سے پائی۔ آپ فقیر صورت۔ درویش سیرت تھے۔ روزانہ سحر گی کے وقت ذکر ارّہ کیا کرتے۔ آپ کا قلب ذاکر تھا۔

کرامات

درخت کے پتوں میں تاثیر ایک مرتبہ آپ موضع ڈوعل میں ایک کنوئیں پر بیٹھے تھے۔ وہاں ٹاہلی کے چند درخت تھے۔ آپ نے اُس زمیندار سے ایک درخت مانگا۔ اُس نے دے دیا۔ آپ نے دعا فرمائی کہ جو شخص اس ٹاہلی کا ایک پتہ کھائے گا اُس کا بخار اُتر جایا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔

فرزند نرینہ ہونا ایک مرتبہ آپ کمال پور ضلع لائل پور میں گئے ہوئے تھے۔ ایک عورت پتا سے لے کر خدمت میں آئی۔ اور عرض کیا کہ میرے گھر اولاد نہیں ہوتی آپ نے پتا سے دَم کرکے اُس کو کھلائے۔ آپ کی دعا سے اس کو لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام اللہ لوک تھا۔

ایک بدکار عورت کا جذامی ہونا آپ کے بیٹے سید شیر علی سے منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ موضع چک پٹھاناں ریاست جموں میں گئے ہوئے تھے۔ ایک عورت آپ پر عاشق ہوگئی۔ اُس نے اپنا ارادہ آپ کے آگے ظاہر کیا آپ نے اس کو منع کیا۔ اور فرمایا ہم فقیر آدمی ہیں ہمارے ننگ کو ہاتھ نہ ڈال۔ اس نے کہا میں نے تمہارے جیسے کئی فقیر دیکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو باز نہ آوے گی تو کوڑھی ہو جائے گی۔ چنانچہ رات کو وہ سو رہی۔ صبح اُٹھی تو اُس کو جذام ہو گیا۔

ایک سپاہی پر تصرف آپ کی مملوکہ زمین کے کنارہ سے سڑک گذرتی ہے۔ ایک درخت آندھی سے گر پڑا۔ لوگ اُس کی شاخیں کاٹ کر لے گئے۔ تحصیل پھالیہ کا ایک سپاہی شاہ محمد نام آیا۔ اور آپ کو ملزم قرار دے کر کہا کہ آپ نے سرکاری درخت کی لکڑی کاٹی ہے۔ اس لیے آپ کو میں ضرور پھالیہ لے جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم بے گناہ ہیں۔ وہ نہ چھوڑتا تھا۔ آپ نے اُس کی طرف جلالیت سے دیکھا۔ وہ اسی وقت بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آئی تو آپ کا مرید ہو گیا۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ نور بیگم بنت سید کرم الدین بن سید امام بخش برخورداری۔ ساکن چک جانی سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

آپ کے تین بیٹے ہوئے۔ ۱۔ سید بہادر علی لاولد۔ ۲۔ سید شیر علی ۳۔ سید محمد حسین لاولد۔

ان میں سے سید شیر علی اس وقت زندہ موجود ہیں۔ ان کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی موضع رن مل میں سکونت رکھتے ہیں۔ ان کی عمر آج کل چوراسی سال ہے۔ سلسلہ پیری مریدی رکھتے ہیں۔ پنجابی اشعار بھی کہا کرتے ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہوئے۔

۱۔ صاحبزادہ امیر حسین۔ یہ بچپن میں فوت ہو گیا۔

۲۔ صاحبزادہ محمد حسین۔ سلمہ اللہ۔ نوجوان۔ صالح موجود ہے۔ فقرا سے محبت رکھنے والا ہے۔

سید سلطان علی، صاحب ذکر ہذا کی دو بیٹیاں ہوئیں۔

۱۔ سیدہ فضل بیگم۔ منکوحہ سید ابراہیم بن سید نور الدین برخورداری چک جانی والہ۔

۲۔ سیدہ نیک بی بی۔ منکوحہ سید میاں بخش بن سید علی احمد برخورداری چک ۴ والہ۔

یارانِ طریقت آپ کے مریدوں سے دو شخص قابل ذکر ہیں۔

۱۔ سید شیر علی۔ فرزند آنجناب رن مل

۲۔ سید ولی محمد بن سید ابراہیم برخورداری رہ نواسہ چک جانی

تاریخ وفات سید سلطان علی کی وفات بروز پنجشنبہ ۔ بارہویں محرم ۱۳۴۰ھ میں ہوئی ۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے ۔

مادۂ تاریخ ہے ۔ " افاضت پناہ "

سید حافظ چراغ عالم پنڈ عزیزوالہ

آپ سید حافظ قمرالدین بن سید سبحان علی ہاشمی رح کے بڑے بیٹے تھے ۔ قرآن مجید کے حافظ اور ظاہری علم کے عالم ۔ عبادت و ریاضت میں مشہور تھے ۔

کرامت

خوف سے بچانا آپ کی بیٹی سیدہ سجادہ بیگم سے منقول ہے کہ بچپن میں مجھے بہت ڈر آیا کرتا تھا ۔ ایک دن آپ نے فرمایا آج کے بعد تجھے کبھی ڈر نہ آئے گا ۔ چنانچہ پھر کبھی خوف نہ آیا ۔

تاریخ شادی آپ کی شادی یکم چیت سمت ۱۸۹۲ ب مطابق اتوار ۲۵ ذیقعد ۱۲۵۱ھ کو ہوئی ۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے ۔ ۱ ۔ سید شیر علی ۲ ۔ سید مردان علی رح ۳ ۔ سید محمد علی رح (متوفی ۲۰ ذیقعد ۱۳۳۷ھ) یہ مرزائی قادیانی مذہب اختیار کر گیا تھا ۔

— سید شیر علی کا ایک بیٹا دولت علی نام تھا ۔ جو مرزائی مذہب اختیار کر گیا ۔

— دولت علی کا ایک بیٹا محمد یحییٰ نام موجود ہے ۔

— سید مردان علی رح کے دو بیٹے تھے ۔ سید قاسم علی رح ۔ سید عباس علی لاولد ۔

— سید قاسم علی رح کے دو بیٹے تھے ۔ سید گل حسن رح ۔ سید فیض علی رح (م ۱۳۶۶ھ)

— سید گل حسن کے لڑکے محمد صدیق اور محمد رفیق نام موجود ہیں ۔

— سید فیض علی رح کا ایک لڑکا عبدالسلام تھا جو طفولیت میں فوت ہو گیا ۔

— سید محمد علی بن حافظ چراغ عالم رح کے دو بیٹے تھے ۔ سید محمد شریف ۔ سید محمد نبی رح ۔

— سید محمد شریف کے دو لڑکے صاحبزادہ نیاز احمد اور صاحبزادہ شعبان احمد موجود ہیں۔

— سید محمد نبی کے پانچ لڑکے ہیں۔ منظور احمد۔ مسعود احمد۔ ظہور احمد۔ افتخار احمد۔ انصار احمد

پانچوں اس وقت موجود ہیں۔

— سید حافظ چراغ عالم صاحب کی ذکر بالا کی ایک بیٹی تھی۔

— سیدہ سجادہ بیگم منکوحہ سید فضل عالم المعروف شاہ جی ابن سید نظام الدین ہاشمیؒ ساکن

زن مل

تاریخ وفات حافظ چراغ عالم کی وفات ۱۹ شوال ۱۲۹۲ھ میں ہوئی۔

آپ کی قبر موضع پنڈ عزیز تحصیل کھاریاں۔ ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "مہر عروج بہشتیاں"

سید وہاب الدین پنڈ عزیز والہؒ

آپ سید حافظ قمر الدین بن سید سبحان علیؒ کے چوتھے بیٹے تھے۔ صاحبِ علم اور

خوشنویس تھے۔

دستخط آپ کا دستخط انشائے خلیفہ سے لکھا جاتا ہے۔

"تمت تمام شد نسخہ انشاء من کلام و تصنیف اکمل الکملاء و ابلغ البلغاء خلیفہ شاہ محمد مسمی بجوامع

القوانین و خلیفہ انشاء مشہور ست تحریر یافت راقم فقیر حقیر وہاب دین"

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ سید ولی محمدؒ ۲۔ سید گل محمدؒ

— سید ولی محمدؒ کے دو بیٹے تھے۔ سید محمد حفیظؒ۔ سید محمد نعیبؒ

— سید محمد حفیظ کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ عبد الرحمن۔ صاحبزادہ محمد اقبال۔ صاحبزادہ

فضل الرحمن۔ تینوں موجود ہیں۔

— سید محمد نعیب رح کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد عظیم اور صاحبزادہ محمد سلیم دونوں موجود ہیں۔
— سید گل محمد رح کا ایک بیٹا صاحبزادہ محمد صادق نام تھا۔ جو بچپن میں فوت ہوگیا۔
سید وہاب الدین کی قبر پنڈ عزیز ضلع گجرات میں ہے۔ **وفات** ۱۲۹۹ھ۔

سید سلطان عالم رح

آپ سید نظام الدین بن سید سبحان علی رح کے فرزند اکبر تھے۔

تاریخ ختنہ آپ کی سنت ختنہ چھبیسویں ۲۶ پھگن سمت ۱۸۹۱ ب مطابق اتوار۔ ۸ ذیقعدہ ۱۲۵۰ھ کو ادا ہوئی۔

تعلیم آپ نے قرآن مجید۔ اور فارسی کی درسی کتابیں مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح سے پڑھیں۔ فن کتابت بھی سیکھا۔

اخلاق وعادات آپ اہل شریعت وطریقت تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت بلا ناغہ کرتے بڑے حساب دان اور فریس تھے۔ دنیاوی کاروبار میں حد درجہ کے لائق تھے۔ زراعت پیشہ کیا کرتے۔ رَن مل میں سکونت رکھتے۔ آپ قد آور۔ جوان جسیم بارعب تھے۔ کتاب سکندر نامہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یادگار موجود ہے۔

کرامات

ایک شخص کا روزینہ جاری کرنا سائیں فرمان علی درویش قوم چھبہ ساہو سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ ہمارے گاؤں خیر کتو میں تشریف لے گئے ایک باشندہ نے اپنی افلاس کے متعلق عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ہمیں کپڑا بُن دو۔ اس نے بُن دیا۔ آپ نے فرمایا۔ تجھ کو دو روپیہ روزینہ غیب سے مل جایا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تاریخ شادی آپ کی شادی سمت ۱۸۹۸ ب مطابق ۱۲۵۷ھ میں ہوئی۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید میراں بخش رح تھے۔

— سید میراں بخش رح کے چار بیٹے تھے۔ سید اکبر علی م ۱۳۴۹ھ حکیم برکت علی م ۲۵ ذیقعد ۱۳۴۲ھ۔ حافظ روشن علی۔ ڈاکٹر رحمت علی۔ یہ چاروں بھائی مرزائی مذہب اختیار کر گئے تھے۔

— سید اکبر علی کے دو بیٹے ہوئے۔ منور علی۔ مخبوط الحواس دیوانہ تھا۔ لاولد مرگیا۔ عبدالعلی موجود ہے۔ کہیں سندھ میں رہتا ہے۔

— حکیم برکت علی کا ایک بیٹا فضل الرحمٰن نام ہے۔ وہ بھی کہیں قادیانیوں کے زیر اثر رہتا ہے۔

— حافظ روشن علی۔ مرزائیوں میں نامور شخص تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خاص مریدوں سے تھا۔ بڑا لیکچرار اور مناظر تھا۔ کتابوں کے حوالے بڑے حفظ تھے۔ اس لیے اس کو قادیانیوں میں حافظ لائبریری کہتے تھے۔ اس نے ایک کتاب فقہ احمدیہ لکھی ہے جو مرزائی مذہب کی فقہ کی کتاب ہے۔ ۱۵ محرم ۱۳۴۸ھ کو لاولد فوت ہوا۔

— ڈاکٹر رحمت علی۔ کچھ عرصہ افریقہ میں رہا۔ وہیں ۱۳۲۱ھ میں قتل ہو گیا۔ کوئی اولاد نہ چھوڑی

سید سلطان عالم رح کی قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔ وفات ۱۳۱۲ھ

سید فضل عالم رح

آپ کا نام فضل عالم۔ المعروف شاہ جی تھا۔ آپ سید نظام الدین بن سید سبحان علی رح کے فرزند اصغر اور مرید و خلیفہ تھے۔

تعلیم آپ نے ظاہری تعلیم مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح سے پائی قرآن مجید بھی ناظرہ پڑھا۔

عبادات آپ شریعت و طریقت کے کمال پابند تھے۔ نماز پنجگانہ کے مواظب۔ نوافل تہجد ادا کر کے وظائف قادریہ نوشاہیہ پورے فرماتے تھے۔ قرآن مجید بقاعدہ

فی بشوق سات روز میں ختم کرتے۔ کبھی کبھی صبح سے لے کر عصر تک ایک ہی دن میں ختم کر دیتے روزہ ہائے رمضان شریف۔ اور روزہ ہائے ایام بیض بھی رکھا کرتے۔ نماز عصر کے بعد مغرب تک اُسی جگہ بیٹھ کر ذکر حق میں مشغول رہتے۔ آپ بڑے زاہد و عابد و صوفی دنیا سے بے تعلق، سادہ طبیعت درویش تھے۔ ورع و تقویٰ میں عالی پایہ تھے۔ بحدیکہ گاؤں سے دُور کے چلتے کنوئیں کے پانی سے یا دریا کے پانی سے وضو کرتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کا شیوہ تھا۔ آپ تمام ہاشمیہ سادات میں سے لاثانی تھے۔ بسبب نیک کاموں اور اعمال صالحہ کے آپ کو شاہ جی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ گوشہ نشینی۔ اور مجلس صلحاء کو پسند فرماتے۔ موضع رَن مل میں سکونت رکھتے۔

وظائف کی تلقین آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ سجادہ بیگم بنت سید حافظ چراغ عالم ہاشمیؒ فرماتی تھیں کہ آپ نے مجھے اجازت فرمائی کہ عصر اور مغرب کے درمیان کلمہ طیبہ ایک سو ایک دفعہ پڑھا کرو۔ اور عشاء کی نماز کے بعد نفل پڑھ کر ایک دفعہ سورۃ سجدہ پڑھ کر وتر پڑھا کرو۔

شعر خوانی آپ مولوی عبدالحکیم کی زلیخا کا یہ شعر پڑھا کرتے ؎

تیرے سر پر اساڈا خون چڑھسی   بھلا یوسف جنازہ کون پڑھسی

کرامات

آپ کے برکات آپ کے چچا زاد بھائی سید نواب الدین بن سید حافظ قمر الدین ہاشمیؒ فرماتے تھے کہ جس گاؤں میں آپ کا قدم مبارک پڑا۔ وہ گاؤں آپ کی برکت سے شریعت کا پیرو بن گیا۔ موضع ڈھوک کے مل لوگ بے دین تھے۔ آپ کی برکت سے سب قرآن خواں اور متشرع ہو گئے۔

جذامیوں کا تندرست ہونا منقول ہے کہ موضع تھوا آں بن کسی جبر کی بددعا تھی کہ ہر زمانہ میں چند جذامی ان میں ہوتے جاتے تھے۔ آپ

جن ایام میں وہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت بھی دو شخص جذام والے موجود تھے۔ آپ کے مسیحا دم سے انہوں نے شفا پائی۔ اور آئندہ کے لیے بھی وہ مرض جاتا رہا۔

ایک بے ادب کا ہلاک ہونا منقول ہے کہ ایک مرتبہ کلری ریاست جموں میں آپ تشریف لے گئے۔ آپ کی قیام گاہ کے جوار میں سکھنوں کا گھر تھا۔ ان کے گھر چلے گئے۔ سکھنی سے پوچھا کہ ہانڈی میں کیا دھرا ہے۔ اُس نے کہا کپڑے دھونے کے لیے سجی کا ہڑی ہے۔ آپ نے سادہ پن سے فرمایا۔ کہ میں نے سمجھا کہ شاید گوشت رکھا ہے اُس عورت کا لڑکا غصہ ہوا۔ اور بے ادبانہ کہنے لگا کہ گائے کے گوشت کے بدلے سوئر کا گوشت کھاؤ۔ آپ یہ الفاظ سُن کر خاموش ہو کر مسجد میں چلے گئے۔ اور وہاں دیر تک مراقبہ کیا۔ امر حق ایسا ہوا کہ رات کو اُسے درد پسلی۔ یعنی ذات الجنب شروع ہو گیا۔ صبح کو واصل جہنم ہو گیا۔

وفات کے بعد کرامت

وظیفہ بتانا میاں غلام رسول امام مسجد رن مل کہا کرتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ خواب میں آپ مجھے ملے۔ اور فرمایا ہر نماز سے پہلے سورہ والتین پڑھا کرو۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ سجادہ بیگم بنت سید حافظ چراغ عالم ہاشمی رہ ساکن پنڈ عزیز سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔ آپ کے دو بیٹے ہوئے۔

۱۔ سید پیر محمد شاہ رح۔ ان کا ذکر باب نہم میں آئے گا۔

۲۔ سید وزیر محمد سلمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ آج کل سال ۱۳۷۶ھ میں زندہ موجود ہیں ضعیف العمر۔ صاحب علم وحلم و نیک اوصاف ہیں منکسر المزاج۔ متواضع ہیں۔ دنیاداروں کی مجلسوں میں شامل ہونے سے محترز رہتے ہیں۔ مسکین طبع درویش مرد ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہیں۔

اوّل صاحبزادہ محمد انور۔ یہ صاحب عبادت و ریاضت ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت بلاناغہ کرتے ہیں۔ دلائل الخیرات اور بعض وظائف کی اجازتیں مؤلف کتاب ہذا سے حاصل کی ہیں۔

اس وقت موجود ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ ان کا ایک لڑکا بنام۔
صاحبزادہ حکیم الطاف حسین مدعمرہٗ موجود ہے۔ بعض سبقوں میں میرا شاگرد ہے۔ نیز حکیم سید فضل حسین نوشاہی ساکن پنڈ عزیز سے طب کی کتابیں پڑھی ہیں۔ باشریعت صالح نوجوان ہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

دوم۔ صاحبزادہ عنایت اللہ۔ مدعمرہٗ۔ یہ بھی شریف الطبع ہے۔

مدحیہ اشعار آپ کے فرزند سید پیر محمد رح نے ایک شجرہ شریف میں آپ کی صفت میں یہ دو اشعار لکھے ہیں ؎

باپ میرے حضرت فضل عالم رکھدے طبع فقیری — شالا دم دم موجاں مانن ویکھن نہ دلگیری
آلی بھولی طبع اونہاندی سائیں لوکاں والی! — ہر دم وچہ عبادت رہندے جیوں ولیاں دی چالی

تاریخ وفات سید فضل عالم کی وفات ۱۳۲۲ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "ذی عصمت بود"

سید عمرالدین رح

آپ سید الہ دین بن سید سبحان علی رح کے دوسرے بیٹے تھے۔ صاحب حسن خلق نیک نہاد پارسا۔ فقیر درویش تھے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ سید شیر عالم لاولد۔ ۲۔ سید رکن عالم رح
— سید رکن عالم رح کے دو بیٹے ہوئے۔ سید محمد عالم رح۔ سید حسن عالم سلمہ اللہ۔
— سید محمد عالم مرزائی ہوگیا۔ اس کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد افضل۔ صاحبزادہ محمد اشرف دونوں موجود ہیں۔
— سید حسن عالم مفلوج ہیں۔ نچلا حصہ جسم کمزور ہے۔ بیٹھ کر چلتے ہیں۔ مشین سے کپڑے کی سلائی کا کام کرتے ہیں۔ قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھتے ہیں۔ حکیم ڈاکٹر منشی رام بھاٹیہ ساکن رن مل کہتا تھا کہ میں ان کا قرآن کریم سنا کرتا تو مجھے بھی شوق پیدا ہوا کہ میں قرآن

پڑھوں۔ چنانچہ میں نے ان سے قرآن مجید سبقاً پڑھا۔ اس وقت موجود ہیں۔ اور معمر ہیں۔
ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ محبوب عالم نام موجود ہے۔ سلمہ اللہ

تاریخ وفات سید عمر الدین کی وفات ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ میں ہوئی۔

آپ گورستانِ نوشاہیہ میں دفن ہوئے۔

مادۂ تاریخ "عمر الدین رفیع منزلت"

سید گامے شاہ رح

آپ کا اصلی نام غلام محمد المعروف گامے شاہ تھا۔ آپ سید ناصر الدین بن سید سبحان علی ہاشمی رح کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بیعتِ طریقت اپنے عم حقیقی سید نظام الدین رح سے تھی۔

تعلیم و عبادت آپ نے چندے تعلیم مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح سے پائی۔ قرآن مجید، درود اکبر، درود مستغاث۔ دعائے گنج العرش بلاناغہ پڑھتے۔ نماز و روزہ کے پابند تھے۔ غریب پرور، فیض رساں، صاحبِ خلق و مروت تھے۔

معافی کا مختار ہونا سید غلام رسول بن سید کریم بخش ہاشمی رح رنملوی سے منقول ہے کہ موضع رن مل، عہد شاہانِ مغلیہ میں ملک ہدایت خاں ٹوانہ کو جاگیر میں ملا ہوا تھا۔ اس کی اولاد یہاں کا خراج وصول کرتی تھی۔ بعہد سلطنت ملکہ وکٹوریہ مسمیان شمیر و امیر قوم ٹوانہ نے چاہِ ہندووالہ بملکیت رقبہ ساٹھ بیگھہ زمین کا معاملہ مبلغ تئیس ۲۳ روپیہ ساداتِ نوشاہیہ ہاشمیہ سکنائے رن مل کو معاف کر دیا۔ جو کہ اُس وقت چاہِ ہندووالہ کے مالک و قابض تھے۔ اُس وقت، مندرجہ ذیل حضرات کے نام معافی تحریر ہوئی۔

۱۔ سید نظام الدین بن سید سبحان علی رح ۲۔ سید حیدر شاہ بن سید محمد نیک رح ۳۔ سید نور حسن بن سید قادر بخش رح ۴۔ سید شاہ مغل بن سید

غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ -

بعد گذرنے مدت مدید کے سید سلطان علی بن سید گوہر شاہ ہاشمی وغیرہ صاحبزادگان نے عدالت میں درخواست کی کہ معاملہ معافی ہم کو ملنا چاہیئے - چنانچہ تحصیلدار موقعہ پر آیا - اس نے کہا کہ تم سب برادران اپنے کنبہ میں ایک شخص کو منتخب کرو - جس کے نام سرکار کی طرف سے معاملہ آیا کرے - چنانچہ سب نے سید غلام محمد المعروف گامے شاہ بن سید ناصرالدین رح کو منتخب کر کے اپنی طرف سے مختار بنا دیا - اس سے پہلے معاملہ معاف ہوتا تھا - گورنمنٹ برطانیہ مالکوں سے وصول ہی نہ کرتی تھی - بعد درخواست کرنے کے اس طرح ہوا کہ پہلے چاہ ہندووالہ کا معاملہ وصول کر لیتے - بعد میں مبلغ تیس روپیہ آپ کے نام بطور معافی واپس بھیج دیتے - وہ روپیہ سب صاحبزادگان رنلویہ آپس میں تقسیم کر لیتے - اس سے کافی عرصہ بعد دریائے چناب کا بیلہ تقسیم ہوا - تو اُن سانٹھ بیگھہ کے ساتھ ایک سو اسی بیگھہ زمین شاملات میں سے ملی - جو الحال آباد ہے اور صاحبزادگان اُس پر قابض ہیں -

کرامت

آگ کا سرد ہونا آپ کے بیٹے سید علی احمد سے منقول ہے کہ آپ کاشتکاری کیا کرتے تھے - ایک دن باہر کنوآں پر آ گئے - کسی شخص کے کھیت کو آگ لگ گئی - اُنہوں نے آپ سے التماس کی - تو آپ نے چادر کا کونا پکڑ کر سر کے اُوپر پھرایا - اور ہاتھ سے اشارہ کیا - اُسی وقت آگ بجھ گئی -

اولاد آپ کے پانچ بیٹے ہوئے - سید سلطان احمد مرزائی - ۲ - قاضی عزیز احمد - ۳ - سید فضل احمد - ۴ - سید علی احمد - ۵ - سید فیض احمد -

—— سید سلطان احمد کے دو بیٹے ہوئے - مولوی احمد بخش - صاحبزادہ مولا بخش عرف محمد اسلم یہ دونوں مرزائی مذہب اختیار کر گئے -

—— مولوی احمد بخش مرزائی - اولیاء اللہ کا سخت منکر ہو گیا - اس کی عقوبت میں اللہ تعالےٰ نے اس کو سخت گرفت کی - مخبوط الحواس ہو گیا - اور سارا جسم بے حس و حرکت ہو

گیا۔ اسی طرح چند سال مبتلا رہ کر مر گیا۔ اس کے چار بیٹے ہیں۔ نصیر احمد، رشید احمد، منیر احمد، شریف احمد۔ چاروں موجود ہیں۔

—— قاضی عزیز احمد کا ایک بیٹا صاحبزادہ عبدالرحمٰن موجود ہے۔

—— صاحبزادہ عبدالرحمٰن کا ایک لڑکا اقبال احمد موجود ہے۔

—— سید فضل احمد (متوفی ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ) کا ایک بیٹا عبدالحق نامی ہے۔ جو مرزائی ہو گیا ہے۔

—— سید علی احمد بن سید گامے شاہ۔ نیک اخلاق بزرگ صورت ضعیف العمر اس وقت موجود ہیں۔ ان کے پانچ بیٹے ہیں۔ سید نواب علی، سید احسان علی، سید ارشاد علی، سید جمشید علی، سید خورشید علی۔ سب اس وقت زندہ موجود ہیں۔

—— سید فیض احمد بن سید گامے شاہ کے تین بیٹے ہیں۔ سید سعید احمد، نذیر احمد، ریاض احمد سب موجود ہیں۔

تبرکات | آپ کی چادر اور دستار سبز رنگ اور پاپوش اولاد کے پاس محفوظ ہے۔

تاریخ وفات | سید گامے شاہ کی وفات ۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

سید گلاب دین راجوری والہ رح

آپ سید اللہ جوایا بن سید حسن محمد ہاشمی راجوری والہ رح کے فرزند اصغر تھے۔ بیعتِ طریقت و اجازت پیر محمد شاہ بن شیخ گوہر شاہ سلیمانی رتنلوی سے تھی۔ وہ مرید اپنے والد شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رح کے۔

اولاد | آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ سید مہتاب دین لاولد۔ ۲۔ سید محمد حسین۔ ۳۔ سید محمد شریف۔ ۴۔ سید فضل حسین۔ موخرالذکر تینوں موجود ہیں۔

یارِ طریقت | آپ کے ایک مرید سید محمد عالم بن سید نظام الدین برخورداری ساکن کڑجن تھے۔

تاریخ وفات سید گلاب دین کی وفات ۱۹ ر شعبان ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر ٹھیکریاں۔ علاقہ راجوری۔ مقبوضہ کشمیر میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "گلاب مستعد گشت"

سید اللہ دتہ چک سواری والہؒ

آپ سید غلام رسول المعروف غلام شاہ بن سید حسن محمد ہاشمی راجوری والہؒ کے فرزند اکبر تھے۔ والدہ کا نام سیدہ گوہر بی بی بنت سید محمد بخش بن سید ضیاء اللہ برخورداری رسولنگریؒ تھا۔

بیعت طریقت اپنے حقیقی ماموں حضرت سید عمر بخش بن سید محمد بخش برخورداری رسولنگریؒ سے تھی۔ اپنے پیر روشن ضمیر کے کمال عاشق و شیدا تھے۔

حضرت سید عمر بخشؒ نے اپنی کتاب مناقبات نوشاہیہ میں آپ کو اپنے خواص مریدوں کی فہرست میں درج فرمایا ہے۔ مگر آج کل آپ کی اولاد کے بعض افراد آپ کو اپنے والد کا مرید لکھتے ہیں۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت بارھویں ربیع الاول ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔

چک سواری میں ورود آپ ۱۳۰۰ھ میں موضع چک سواری ضلع میرپور میں تشریف لے گئے۔ اور تمام عمر وہیں رہے۔ نوافل تہجد۔ اور نماز پنجگانہ آپ کا معمول تھا۔ اُس علاقہ کے بہت لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ حسن بی بی بنت سید صاحبزادہ بن سید اللہ جوایا ہاشمی راجوری والہ سے تھا۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ سید چراغ محمد۔ ان کا ذکر نوویں باب میں آئے گا۔

۲۔ سید نوشی محمد۔ بچپن میں بتاریخ یکم محرم ۱۳۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ قبر بھی وہیں ہے۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ سید چراغ محمد رح۔ فرزند آنجناب — چک سواری ضلع میرپور

۲۔ سید فضل حسین بن سید احمد الدین۔ برادرزادہ — " "

۳۔ چوہدری سواری۔ بانی دیہہ — " "

۴۔ سائیں جمعہ خاں — کوٹھہ کلاں — راولپنڈی

تاریخ وفات سید اللہ دتہ کی وفات ہفتہ تیسری ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

آپ کی قبر چک سواری۔ ضلع میرپور۔ آزاد کشمیر میں ہے۔

مادۂ تاریخ "مخزنِ موجودات"

سید احمد الدین چک سواری والہ رح

آپ سید غلام رسول المعروف غلام شاہ بن سید حسن محمد ہاشمی راجوری والہ رح کے فرزند اصغر تھے۔ بیعت و خلافت اپنے ماموں حضرت سید عمر بخش بن سید محمد بخش برخورداری رسول نگری رح سے تھی۔ آپ کی والدہ کا نام سیدہ گوہر بی بی بنت سید محمد بخش ڈھولنگی رح تھا۔

آپ بھی اپنے بڑے بھائی سید اللہ دتہ رح کے ہمراہ چک سواری میں سکونت پذیر ہوئے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید فضل حسین رح تھے۔

تاریخ وفات سید احمد دین کی وفات نوویں ربیع الاول ۱۳۱۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر چک سواری۔ ضلع میرپور۔ علاقہ آزاد کشمیر میں ہے۔

مادۂ تاریخ "شاہِ ہفت کشور"

سید اکبر علی رحمہ اللہ

آپ سید عطاء الدین بن سید عظیم اللہ رہ کے فرزند اکبر تھے۔ بیعت و خلافت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رنملوی رہ سے تھی۔

کرامت

گرم سیخ کو ران سے پار کرنا منقول ہے کہ ایک دن آپ موضع رَن مل میں لوہاروں کے دکان پر بیٹھے تھے۔ کرامت کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی۔ لوہار نے کہا۔ آپ بھی درویش کہلاتے ہیں۔ کوئی کرامت تو دکھائیں۔ آپ نے گرم شدہ لوہے کی سیخ لے کر اپنے ران سے پار کر دی۔

آپ دنیا سے بے اولاد فوت ہوئے۔

یارِ طریقت آپ کے مریدوں سے سائیں غلام محی الدین بن مہر شاہ بن شیخ محمد ہاشم اچھا درویش تھا۔ اس کا روضہ سکھا نوالہ متصل شرق پور ضلع شیخوپورہ میں موجود ہے۔ ہر سال میلہ لگتا ہے۔

سید اکبر علی کی قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔ وفات ۱۳۳۲ھ

سید شیر علی رنملوی صالح پوری رہ

آپ سید عطاء الدین بن سید عظیم اللہ ہاشمی رنملوی رہ کے فرزند اصغر تھے۔ خلافت و اجازت حضرت سید کمن شاہ بن سید حافظ الٰہی بخش مظہر حق برخورداری لاہوری رہ سے تھی۔

ذکر قلب جاری ہونا آپ اپنے پیر طریقت کے کمال فرمانبردار اور مؤدب تھے۔ اہل شریعت و فقر تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک روز میں اپنے پیر روشن ضمیر کے ساتھ تانگہ میں سوار تھا۔ حضرت نے راستہ میں مجھ پر ایسی توجہ

فرمائی کہ میرا قلب ذاکر ہوگیا۔

اخلاق وعادات آپ مسکین طبع ۔غریب پرور۔ اہل سخاوت تھے۔ موضع رن مل میں سکونت رکھتے ۔علاقہ قصور میں آپ کے ارادت مندوں کا سلسلہ کافی تھا۔ وفات بھی اُسی سرزمین میں ہوئی۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ امت الرحیم بنت سید امام الدین بن سید نواب الدین ہاشمی رنملوی رح سے ہوا تھا۔ اس کے بطن سے اولاد ہوئی۔

آپ کا ایک ہی فرزند صاحبزادہ فضل اعظم نام ہے۔ یہ تاریخی عیسوی نام ہے۔ جس سے تاریخ ولادت ۱۹۲۱ء ظاہر ہوتی ہے ہجری سال ۱۳۳۹ھ تھا۔ تاریخی ہجری نام میرے والد ماجد اعلیٰ حضرت سید غلام مصطفےٰ نوشاہی ادام اللہ برکاتہ نے غفور احمد رکھا۔ یہ تعلیم یافتہ نوجوان ہے۔ لاہور میں سکونت رکھتا ہے۔ اس کی شادی سیدہ نذیر بیگم بنت سید پیر ولی بن سید عارف حق برخورداری لاہوری رح سے ہوئی۔ اس کا ایک لڑکا صاحبزادہ مظفر سلیم ہے۔ متولد ۱۳...ھ یہ تاریخی ہجری نام میں نے رکھا تھا۔ اب یہ لڑکا زیر تعلیم ہے۔ مدظلہ

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں شاہ محمد ترکھان (متوفی ۱۳۵۴ھ)	ایسن	ضلع شیخوپورہ
۲۔ بیگ کالرد	"	"
۳۔ سائیں بہاول (متوفی ۱۳۵۵ھ)	صالح پور	"
۴۔ سائیں غلام محمد ماچھی (متوفی ۱۳۵۵ھ)	پاجی	"
۵۔ مہر دین چوکیدار	مریدوال	"

تاریخ وفات سید شیر علی کی وفات بروز شنبہ۔ سولھویں جمادی الآخرۃ ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔

آپ کی قبر موضع صالح پور متصل ایسن۔ علاقہ قصور۔ ضلع شیخوپورہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے "چراغ عابدین"

سید غلام رسولؒ

آپ سید کریم بخش بن سید محمد بخش رہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ خرقۂ خلافت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رتلوی رہ سے حاصل کیا تھا۔

تلاوتِ قرآن مجید آپ نے قرآن مجید کی تعلیم مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ برخورداری رہ سے پائی۔ درگاہِ عالیہ حضرت نوشہ صاحبؒ میں بیٹھ کر تلاوت کلام اللہ شریف کیا کرتے۔

زیاراتِ بزرگاں آپ نے ابتدا میں زمانہ حکومتِ سکھاں بھی دیکھا تھا۔ پورانے خوشنامی بزرگوں کی زیارتیں بھی کی تھیں۔ سید نظام الدین بن سید سبحان علی رہ۔ اور سید شیر شاہ بن سید الٰہی بخش رہ اور سید حیدر شاہ بن سید محمد نیک وغیرہ بزرگوں کو دیکھا تھا۔

ساہنپالیہ تارڑوں میں صلح کرانا ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ ساہنپالیہ تارڑوں میں بہت مخالفت ہوگئی۔ قتلوں تک نوبت پہنچ گئی۔ بڑے بڑے لوگ صلح کرانے کے واسطے آئے۔ لیکن ناکام گئے۔ آخر آپ کو ایک دن اثنائے تلاوت میں حضرت نوشہ صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹا تارڑوں میں صلح کرا دو۔ ورنہ گاؤں پر بلا چلائے جائیں گے۔ آپ نے دوسرے دن سب تارڑوں کو یہ پیغام پہنچایا اور ۱۹ مئی ۱۹۳۳ء شام کو رن مل سے چل کر ساہنپال شریف میں تشریف لائے۔ اور مؤلف کتاب ہذا کے دیوان خانہ میں ڈیرہ کیا۔ گاؤں کے سب لوگوں کو بلا کر ان کا آپس میں راضی نامہ کرایا۔ آپ کی زندگی کے حالات میں یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔

تاریخی روایات آپ چونکہ معمر بزرگ تھے سو سال کے قریب عمر رکھتے تھے۔ اس لیے بہت سارے ساداتِ ہاشمیہ کے حالات میں نے آپ کی زبان سے سن کر درجِ کتاب کئے۔

حق گوئی آپ انصاف پسند راست گو تھے۔ جو بات آپ کو یاد ہوتی سچ سچ بیان فرما

دیتے ۔ ذاتی اغراض و قومی تعصب کو ہرگز دخل نہ دیتے ۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ۔ باواجی! آپ مجھے پورانے بزرگوں کے واقعات وکرامات وغیرہ بیان کریں تاکہ میں درج کتاب کروں ۔ آپ نے فرمایا ۔ بیٹا ۔ سچی بات تو یہ ہے ۔ کہ ہمارے بزرگان اولادِ شاہ ہاشم دریادل رہ تو اکثر زمینداری اور کاشتکاری کرنے والے تھے ۔ کسی کی کوئی کرامت وغیرہ ہم نے نہیں سنی ۔ ہاں البتہ اولادِ شاہ برخوردار رہ میں سے چند بزرگوں کی کرامتیں سُنتے آئے ہیں ۔ مثلاً شاہ عصمت اللہ رح اور شاہ حسن بوزیوالہ رہ ۔ اور شاہ قتل احمد بڑے صاحب کمال و اہلِ کرامات ہوئے ہیں ۔

وفات کے بعد کرامت

قبر میں نماز پڑھنا آپ کی وفات سے دو ماہ بعد جمعرات ستائیسویں ذیقعد ۱۳۵۴ھ کو خواب میں مجھے آپ کی زیارت ہوئی ۔ دیکھا کہ سفید لباس پہنے کھڑے ہیں ۔ میں نے عرض کیا ۔ باواجی! آپ نے قبر کی جگہ حضرت نوشہ صاحب رہ کے قدموں میں بہت اچھی لے لی ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ ہماری قبر اتنی فراخ ہے کہ ہم کھڑے ہو کر اس میں پانچوں وقت کی نماز ادا کیا کرتے ہیں ۔

مسئلہ حیات الاولیاء اولیاء اللہ کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا ۔ اور نماز پڑھنا کتب حدیث و آثار سے ثابت ہے ۔ چنانچہ مولانا ظہیر احمد ظہیری السہسوانی کتاب سیر المدار معروف بہ ظہیر الابرار میں لکھتے ہیں ۔

یہ سلفی رہ نے مشیخہ بغدادیہ میں کہا ہے کہ میں نے اپنے والد کو سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابوسعید حسن بن علی الواعظ کو سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے محمد ابن محمد الواعظ کو سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے باپ کو سُنا ۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ ظاہر کرتا ہے ملک الموت کی ہتھیلی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو خط نور سے ۔ پھر حکم کرتا ہے کہ وہ اپنی ہتھیلی کو عارف باللہ کے لیے کھول دے اُس کی وفات کے وقت ۔ اور اُسے وہ کتابت دکھادے ۔ پس جب کہ عارف کی روح اس کو دیکھتی ہے ۔ تو

طرفۃ العین سے بھی زیادہ جلد اُس کی طرف اُڑ جاتی ہے۔ اور انبیاء اور اولیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں۔ اور اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔ اخرجہ ابویعلیٰ والبیہقی وابن مندہ" (انتہیٰ ملتقطاً)

اولاد آپ کا نکاح سیّدہ حسن بی بی بنت سیّد رحیم بخش بن سیّد محمد بخش ہاشمی رح سے ہوا۔ آپ کی اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔ صرف ایک بیٹی تھی۔ جس کا نام سیّدہ حیات بیگم تھا۔ جو خاندان حفظانہ رسول نگر میں بیاہی گئی تھی۔

تاریخ وفات سیّد غلام رسول کی وفات شب جمعہ۔ آدھی رات کے وقت۔ تیسویں ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ میں ہوئی۔ عیدالفطر کے روز دفن ہوئے۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔ حضرت نوشہ صاحبؒ کے روضہ مبارک کی سیڑھیوں کے متصل مغربی جانب ہے۔ چینی کی اینٹوں سے منقش بنی ہے۔

مادۂ تاریخ "ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

سیّد پیر محمدؒ

آپ سیّد غلام قادر بن سیّد لطف الدین کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کی والدہ کا نام سیّدہ فضل بی بی بنت سیّد فتح الدین بن سیّد خدا بخش برخورداری ساہنپالویؒ تھا۔

متعدد علوم سے واقفیت آپ نے ظاہری علم مولانا سیّد غلام قادر بن سیّد عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح سے حاصل کیا۔ مختلف علوم میں دسترس پائی۔ علم رمل اور اعداد الوفق میں پوری مہارت تھی۔ ہر ایک اسم کا نقش پُر کر لیتے۔ عملیات کے بھی شائق تھے۔ متشرع عالم تھے۔

اشعار خوانی آپ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے۔ زلیخا نے مولوی عبدالحکیمؒ سے

لائے تُوں خدا تُوں فال پا دیں ... میرے محبوب کی باتیں سنادیں
زلیخا آکھدی یوسف نوں روکے ... خدا کے واسطے گل سُن کھلوکے

تو اسے یوسف خدا سے دُور نگاہ کر　　　دگر نہ ایں زلیخا جا بیامر

خدا نے کس جنگل بھیتر ہمیں کو آن ڈالا ہے
نہ ساقی ہے نہ دلبر ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالہ ہے

کتابت آپ نے کنز الرحمت[1] نقل کی ہے ۱۳۰۲ھ میں اس میں بہت تحریف کر دی ہے سب عزلیں خارج کر دی ہیں کتاب کا چوتھا حصہ نکال دیا ہے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید غلام محمد رہ تھے۔

— سید غلام محمد رہ کے تین بیٹے تھے۔ سید محمد غوث لاولد۔ سید گل محمد لاولد۔ سید محمد شریف عرف محمد رہ

— سید محمد شریف سانپ کا ٹنے سے فوت ہوئے۔ ان کے دو لڑکے صاحبزادہ عارف حسین اور عابد حسین زن ل میں موجود ہیں۔ اور پیری مریدی کا مختصر سا سلسلہ رکھتے ہیں۔ سلمہا اللہ۔

سید پیر محمد کی قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔　**وفات** ۱۳۱۹ھ۔

سید سلطان علی شاہ سنگھوئی والہ رہ

آپ سید صاحبزادہ المعروف اکبر علی شاہ بن سید حیدر شاہ رہ کے فرزند دلبند اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ بڑے صاحب رعب و اقبال تھے۔ علاقہ پوٹھوہار میں آپ کا عام شہرہ تھا سنگھوئی میں سکونت رکھتے۔ اپنے والد کا عرس بڑی دھوم دھام سے کیا کرتے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید ملک شاہ رہ تھے۔

---

[1] کنز الرحمت کا یہ محرفہ نسخہ مکتوبہ پیر محمد کتب خانہ گنج بخش اسلام آباد میں موجود ہے۔ نمبر کتاب ۱۲۱۴ ہے۔ شرافت

یارانِ طریقت | آپ کے خواص مرید تھے۔

۱۔ سید بڈھے شاہ بن سید فضل الدین ہاشمیؒ۔ برادر عم زاد	رن مل	ضلع گجرات
۲۔ سید ملک شاہ رح۔ فرزند	سنگھوئی شریف	جہلم
۳۔ حکیم محمد عالم بن میاں غلام حسن حفظانہ رح	رسول نگر	گوجرانوالہ
۴۔ حکیم نظام الدین شاعر	ڈھوک للعال	راولپنڈی

مدح شریف

آپ کے مرید حکیم نظام الدین ساکن ڈھوک للعال نے کتاب قفس العشق المعروف قصہ باغی گلزار نوشاہی میں آپ کی مدح پنجابی میں نظم لکھی ہے۔

تخت اتے سلطان علی شاہ ہُن بیٹھے حکم چلاندے — ذوالقرنین سکندر وانگوں دیجلے بیٹھے وِکھاندے
جس پاسے سلطان علی شاہ نظر مبارک کردے — ڈردے مارے لوک تمامی اُچا ساہ نہ بھردے
برکت بھی کرامت جس دے چہرے آپ خداوند پائی! — ہے ایہ باغ نظاماں کھڑیا واہ واہ ویکھ نوشاہی
کی کجھ کراں تعریف انہاندی میرا عقل خطائی! — سلطان علی شاہ سانگے بھائی ہے نوشہ دی جائی
واہ واہ پیر مکمل کامل سانوں نظریں آیا! — وچہ سنگھوئی دَر نوشاہیاں آئیں سیس نوایا!
کلمہ آکھ شہادت منہ تھیں خاص یقین لے آیا — شالا ہردم سر میرے تے رہے نوشہ دا بھایا
مہر کریں سلطان اساڈے پائیں نظر حضوروں — جند غریباں دی مت چھٹے ہر نقصان فتوزوں
ہر کوئی دَر تیرے توں پیرا پا مراداں جاوے — کیوں منگتا تیرے دیاروں خالی کاسہ جاوے
پائیں خیر میرے وچہ کاسے خالی نہ جاواں — لے کے خیر تیرے درباروں دن تے راتیں کھاواں
حال علوم تساڈوں حضرت کی میں کوک سناواں — سلطان ملک دا صدقہ کرکے نظر مہر دی پائیں
بس ملنگا شور نہ کر توں کیوں اتنی ڈنڈ پا دیں — حرف غلامت نکلے کوئی جان اُلٹی مروا دیں
یا سخیا کر نظر مہر دی نہ کر اتنی دیری! — پاک جناب خداوند اندر ہے منظوری تیری
توڑے تے میں سنگ دیوانہ پاپی بہت نکاری — پر میں ہردم یا حضرت جی کرم چاہاں سرکاری

منہ میرا کی عرضاں لائق جے میں کراں کسکارا
میرا حال معلوم تساں نوں ظاہر باطن سارا

تن میرا ہے یا حضرت جی نال پلیتی بھریا
صرف میں مان تراں تساڈا نام تیرے دا دھریا

کرو نگاہ کرم دی ذرہ یا سلطان ملک دے
مہر نظر کر جاتی پاؤ عاجز کہہ نہ سکدے

میں ہاں نال خطایاں بھریا کرو معاف خطائی
جہڑی غلطی دیکھو کوئی عیب لے پردہ پائی!

شاہ سلطان علی دے در تے جاندی خلق سلامی
واہ دوہاندی اس اک جانی ہے منظور غلامی!

اے سخی سردار ہمارے یا توشہ دیا لعلا
دھکے دیوے کل لوکانی توں ہتھ پکڑن والا

قدم مبارک پاؤ حضرت میں سرا گے دھرنا!
قبلہ کعبہ تو ہیں میرا تدھ دل عرضاں کرنا

لے دشمن نت فوجاں چڑھ دا اینوں مارن دھاناں
دوہاں جہاناں اندر مینوں نام تیرے دا ماناں

تھوڑا بہتا او گنہاری تیرا پھڑیا دامن
ہر میدان ہر جائی اندر آپ ہویا ایہ ضامن

کرو معاف قصور بندے دا جو کجھ غلطی ہوئی
ایس نظام تیرے دربا ہجوں جا گر ہور نہ کوئی

شان بیان تساڈا حضرت میں تقیں ہو نہ سکیا
لوکاں ماناں ہور کسے دا میں تیرا در تکیا

طریقہ پردے پوش فقیری حال نہ دستن عامی
اگے نال خطایاں بھریا جگ سارے بدنامی

ہودے عیباں پردہ پاوے سچا رب غفاری
نظام دین ہن کلمہ پڑھ توں ویہہ جناب ستاری

فضل اللہ دا مدد پیراں دی نال ایہ مدح بنائی
کلمہ پڑھو محمد والا رل مل سارے بھائی

تاریخ وفات سید سلطان علی شاہ[1] کی وفات ہفتہ تیرہویں صفر ۱۳۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار سنگھوئی شریف ضلع جہلم میں اپنے والد صاحب کے پاس ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "قمر اعظم"

سید گامے شاہ رح

آپ کا نام غلام محمد المعروف گامے شاہ تھا۔ آپ سید فضل الدین بن سید حیدر شاہ رح کے فرزند اکبر تھے۔ بیعت و خلافت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رسولوی رح

[1] حضرت سید سلطان علی شاہ کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے ساتویں حصہ مناہج الآثار نام میں لکھا جائے گا۔ شرافت

سے تھی۔

سادہ مزاج آپ کی طبیعت بالکل سادہ تھی۔ کاشتکاری کیا کرتے۔ علم طب سے قدرے مس تھی۔ پیسوں آنوں کے ہی نسخے بتاتے۔ حق تعالیٰ شفا کر دیتا۔ آپ کا جسم بھارا تھا۔ داڑھی کو مہندی لگاتے تھے۔

اولاد آپ کا نکاح سیّدہ بیگم بی بی بنت سیّد فضل الدین ہاشمی رہ سے ہوا۔ اُن کے بطن سے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔ صرف ایک بیٹی سیّدہ چنن بی بی نام ہوئی۔ جو سیّد نواب علی بن سیّد میراں بخش ہاشمی رہ ساکن چک نمبر ۱۴ تحصیل پھالیہ کے نکاح میں ہے۔

یارانِ طریقت آپ کے خاص مرید یہ تھے۔

۱۔ عمر دین بن الہ دین کستر — قلعہ بانگ سنگھ المعروف قلعہ کستراں
۲۔ فضل بن الٰہی بخش کستر — "
۳۔ امام دین بن جوایا چیمہ — "
۴۔ جیون ماچھی — "
۵۔ چنن ماچھی — "

تاریخ وفات سید گامے شاہ کی وفات اتوار کی رات۔ وقت صبح صادق بارہویں محرم ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ ع "منبعِ لطف و کرم رفعت پناہ"

سیّد دارے شاہ رح

آپ کا نام سردار علی عرف دارے شاہ تھا۔ آپ سید فضل الدین بن سیّد حیدر شاہ ہاشمی رح کے دوسرے بیٹے تھے۔ صاحب حسن خلق تھے۔ گاہ بگاہ پشاور کا دَورہ بھی کیا کرتے۔ اپنی مملوکہ زمین میں کاشتکاری کیا کرتے۔ پتلا جسم تھا۔ داڑھی کو مہندی لگاتے تھے۔

اولاد آپ کا نکاح سیّدہ زینب بی بی بنت سیّد فضل الدین ہاشمی رہ سے ہوا تھا۔ آپ

کی صرف ایک بیٹی ہوئی۔ سیدہ فضل بی بی نام۔ منکوحہ صاحبزادہ سید محمد بن فضل الدین ہاشمی منڈر نواں۔

یارِ طریقت آپ کا ایک مرید صاحبزادہ نور حسین بن سید حیات محمد ہاشمی ساکن منڈرانوالہ ہے۔

تاریخ وفات سید دارے شاہ کی وفات سوموار۔ ساتویں جمادی الاول ۱۳۵۸ھ میں ہوئی۔ مدفون گورستانِ نوشاہیہ۔

مادہ تاریخ • "باغ دلکشا"

سید محمد علیؒ

آپ سید فضل الدین بن سید حیدر شاہ رحہ کے تیسرے بیٹے تھے۔ نیک اوصاف والے محترم بزرگ تھے۔ مدت العمر پیشہ کاشتکاری کرتے رہے ہیں۔ سفید ریش تھے۔ رن مل میں سکونت رکھتے۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ حسین بی بی بنت سید گلاب شاہ بن سید سکندر شاہ ہاشمی ساکن چک سادہ سے ہوا تھا ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

آپ کے دو بیٹے ہوئے۔ ۱۔ سید عاشق حسین۔ ۲۔ سید محمد حسین مرحوم لاولد۔

سید عاشق حسین اس وقت زندہ ہیں۔ ان کا نکاح سیدہ نور فاطمہ بنت سید محمد شاہ بن سید گلاب شاہ ہاشمی ساکن چک سادہ سے ہوا۔ اس سے ایک لڑکا صاحبزادہ عارف حسین نام موجود ہے۔ سید محمد علی رحہ۔ صاحبِ ذکر ہذا کی دو بیٹیاں ہوئیں۔

۱۔ سیدہ حیات بیگم۔ منکوحہ سید محمد حسین بن سید میراں بخش ہاشمی ساکن چک نمبر ۱۲۔

۲۔ سیدہ شاہ بیگم۔ منکوحہ سید فضل حسین بن سید غلام حسن برخورداری ڈھلوالہ ساکن ساہنپال شریف۔

تاریخ وفات سید محمد علی کی وفات ۔ اتوار کی رات ۔ آٹھویں شوال ۱۳۶۴ھ میں ہوئی ۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے ۔

مادۂ تاریخ ہے ۔ "روضہ صدر جہان"

سید محمد حسین رح

آپ سید بنے شاہ بن سید شیر شاہ ہاشمی رح کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے ۔ آپ کی والدہ کا نام مائی نصیباں تھا ۔

اخلاق و عادات آپ کے اخلاق اچھے تھے ۔ ادب و ہدایت میں خاص مرتبہ رکھتے ۔ جس مجلس میں بیٹھتے ۔ درویشی گفتگو کیا کرتے ۔ فقر کے رموز و اشارات سے واقف تھے ۔ حضرت نوشہ صاحب کی ذات سے بہت محبت رکھتے ۔ ان کا ذکر اذکار کیا کرتے ۔ طریق ملامتیہ رکھتے ۔ کتاب آب حیاتی مصنفہ سید عمر بخش بن سید محمد بخش برخورداری رسول نگری رح ۔ اور سیحرفیہا ئے سخی امام شاہ وزیر آبادی رح کا مطالعہ رکھتے اور ان کے معارف کو پسند کیا کرتے ۔

ارشادات آپ کے بعض اقوال یہ ہیں ۔

۱۔ فرمایا کرتے ۔ جو قوں قطبوں سے فقیر بہتر ہوتا ہے ۔

۲۔ فرماتے ۔ وقت ضائع کرنا منع ہے ۔

۳۔ روزہ رکھنے کے متعلق آب حیاتی کا یہ شعر پڑھ کر سنایا کرتے ۔

دیکھ کے رکھو تے دیکھ کے کھولو ۔ ایویں جھوٹھ اپرا ہد نہ تولو ۔

۴۔ مؤلف کتاب ہذا کے ساتھ کافی محبت رکھتے ۔ مجھ کو فرمایا کرتے ۔ شریف احمد ۔ علم کو چھوڑ اور فقر اختیار کرو ۔

۵۔ سپاس انفاس ۔ خاص الخاص ذکر ہے ۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ رسول بی بی بنت سید غلام حسن بن سید نور احمد

برخورداری سابنیا لوئی سے ہوا تھا۔ اس کے بطن سے آپ کی اولاد ہوئی۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ صاحبزادہ سلیم حسین۔ بعمر چودہ سال فوت ہوگیا۔

۲۔ صاحبزادہ محمد صدیق۔ بعمر نو سال فوت ہوگیا۔

آپ کی دو بیٹیاں تھیں۔

۱۔ سیدہ حاکم بی بی۔ ۲۔ سیدہ سردار بی بی۔ دونوں بچپن میں فوت ہوگئیں۔

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ سائیں خدا بخش سیشیخ مجاور دربار حضرت نوشہ رح — بھبر — ضلع گوجرانوالہ

۲۔ سید محمد حسین شاہ ترمذی — جنڈ والی — شیخوپورہ

۳۔ نور محمد بن عبداللہ گھگو — نواں پنڈ — "

تاریخ وفات سید محمد حسین کی وفات بروز دوشنبہ، وقت ظہر، چوبیسویں ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے "فضیلت مآب"

سید محمد حسن رح

آپ سید بنے شاہ بن سید شیر شاہ رح کے دوسرے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام مائی نصیباں تھا۔

شجرہ بیعت آپ کی بیعت سلسلہ قادری میر شاہی میں تھی۔ اس لیے نوشاہی سلسلہ کے فقیروں میں شمار نہ ہوتے تھے۔

آپ سید جوائے شاہ مجذوب ساکن گھٹے وال متصل لالہ موسیٰ کے مرید تھے۔ وہ مرید سید چلے شاہ کے۔ وہ مرید شیخ کیسر شاہ ساکن وایا نوالی (متوفی ۱۲۱۸ھ) کے۔ وہ مرید اپنے والد شیخ غلام حسین ساکن وایا نوالی کے۔ وہ مرید شیخ عبدالکریم المعروف بھاون شاہ لاہوری

(متوفی ۱۲۱۳ھ) کے۔ وہ مرید اپنے والد شاہ کلاق لاہوری کے۔ وہ مرید شاہ عبدالرشید لاہوری کے۔ وہ مرید شیخ محسن شاہ کے۔ وہ مرید شیخ محمد المعروف ملا شاہ لاہوری کے۔ وہ مرید میاں میر لاہوری کے۔ وہ مرید شاہ خضر سیوستانی کے۔ وہ مرید سید احمد کے۔ وہ مرید شیخ عابد کبیر کے۔ وہ مرید شاہ ابوالقاسم کے۔ وہ مرید شیخ موسے حلبی کے۔ وہ مرید شاہ ابوبکر کے۔ وہ مرید شاہ ابوداؤد کے۔ وہ مرید شاہ سلیمان کے۔ وہ مرید شیخ زید کے وہ مرید شیخ قریشی کے۔ وہ مرید سید تاج الدین عبدالرزاق کے۔ وہ مرید غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کے[1] رحمہم اللہ تعالےٰ

علم دوستی آپ تھوڑا بہت علم رکھتے تھے۔ اور علم دوست بھی تھے۔ لوگ آپ کو سائیں کے نام سے پکارتے تھے۔ کبھی زن حل کبھی لو سر میں رہا کرتے۔

تصنیف

آپ نے ۱۳۰۵ھ میں ایک کتاب بنام تحائف اصفیا المعروف صوفی نوشاہی اردو نظم میں لکھی ہے۔ اس میں نوشاہی سلسلہ کے بعض بزرگوں کے حالات لکھے ہیں۔ نہ بے بنیاد ہیں۔ اس میں لغوی، عروضی، معنوی، واقعاتی، تاریخی غلطیاں بکثرت ہیں۔ صرف یہ بات ہے کہ آپ نے اپنے شوق کا اظہار کتابی صورت میں کر دیا ہے، ورنہ یہ کتاب بالکل مجموعہ مہملات ہے۔ اس کا دیباچہ فارسی اشعار میں لکھا ہے۔ ناظرین اہلِ علم اندازہ لگا سکتے ہیں۔

فارسی کلام کا نمونہ

وا شود چوں قفلہا با آں کلید	چشمہا تالیدہ اندر دل مے خلید
تا شیم از ہات بس زیبا تہسا	ایں ہوس کردہ بعید از ذاتہا!
شارحِ نخلِ مستطابِ بشکن ست	ہمچو راسو در مقارہ مسکن ست
تفتنش در کلبہ ناموس نیست	دیگرے در ہوشِ جالینوس نیست

[1] سید جہان شاہ لاہوری سے آگے یہ شجرہ خزینۃ الاصفیا جلد ۱ ص ۲۸۴ سے لکھا گیا ہے ۱۲ سید شرافت

چرب قامت ایں خرس در پرورشش — لاغر آں طاؤس از جوع و عطش!
زود در رو خواہم کہ قصہ واکنم ! — گفتنیہا گفتنی خواہد دلم!
بر اُمید آیم و میگویم ندا !! — ہرچہ طوطی گفتا ئے بس شہر ما
بالاں کم آید اندر حرر گم — چنگ آں آمیز تار از زیر بم
شوق ایں خواہم کہ غوطہ میزنم — با عوض آں مدح نوشتہ میکنم
اے اَلاَ یا ساقیا نتہ شوم — کار دنیا خاک بر سرِ میکنم
از قلمداں قلم را گیر اے حسن — بشنوید اے دوستان و خویش من! (دیباچہ)

اُردو کلام

حمد جناب باری تعالیٰ

ہے حمد سپاس الٰہی مدام — کہ لاشک جس کی صحیح الکلام
ہے جس کا بنایا ثری الفلک — ثنا خواں نباتات حور و ملک
ہر اک چیز کو کی قدرت عطا — کہ خالی ذرا بھی نہیں ماسوائے
پڑھیں نعت تیری بصد مرحبا — دے نیست فہمید ہمری میں آ
سبھی در پہ تیرے کریں التجا! — تو ہی سب کا داتا تو ہی ہے خدا
تو ہی آخریں ہے تو ہی ابتدا — ہے قدرت میں تیرے فناہ و بقا
نہیں ہے صلاح میں کوئی دوسرا — کرے جو مری اور چون و چرا
کھڑے ہیں رجائش سے ارض و سما — حکم سے پر ہو دیں گے سب درخلا

کیا جانئے پھر ہو کیا ماجرا
عناں وقت پر پھر ہو کیسے ندا (ص ۱)

بعض اشعار

ہیں کلمہ کے بندے خدا کے نہیں
نہیں اس لیے رکھتے اندوہگیں (ص ۱)

لقب نوشہ ہادی کہ بیت العروش
ہیں بہرمریضاں خضر جالینوس

ہے عرش بریں سے بریں پنجشہ
کہ چوکوٹ میں بھی قدم رنجشہ (ص ۴)

اُردو نثر کا نمونہ

"اطلاع عام............ نوشاہی خاندان قادریہ کو واضح ہو کہ جو یہ کتاب تحائف اصفیا شائع کی گئی ہے صرف اس واسطے کہ سب کو اپنے بزرگوں کے نام یاد ہو جاویں۔ بہت مدت گذشتہ ہوئی کہ سینکڑوں سے پوچھا کہ اپنا شجرہ پیشوائی بتاؤ۔ مگر سب نے انکار کیا کہ صاحب نہیں جانتا ہوں بجز نام نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح تو یہ ہے لیکن فقیروں میں کوئی فقر پوچھے تو اس کو یاد ہو تو ضروری سنانا روا ہوتا ہے۔ ورنہ سوائے ملول ہونے کے کوئی چارہ جوئی نہیں اس لیے یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔ سب اپنے پاس رکھو اور جو کچھ یاد کرنا لازمی ہے اس میں دیکھ کر یاد کرلیں" محمد حسن مصنف کتاب ہذا [1] (آخری صفحہ)

اولاد: آپ کی دو بیویاں تھیں۔

۱۔ مسمات منتاب بی بی قوم چیمہ ساکن اجھنکے۔ ضلع گوجرانوالہ۔ اس کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۲۔ مسمات راج بی بی قوم بھاگت۔ اس کے بطن سے صرف ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام سیدہ حاکم بی بی ہے۔ اور صاحبزادہ رشید حسین بن حکیم فقیر محمد کے نکاح میں ہے۔

[1] کتاب تحائف اصفیا کی ضخامت ص ۱۲۸ ہے۔ گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام محمد حسن پرنٹر چھپی۔ ۱۲ سید شرافت

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ سائیں سوہدا مصلی ساکن رَن مل ۲۔ سائیں رحمان مصلی ساکن رَن مل

۳۔ سائیں فقیرا ساکن جھلانہ ۴۔ میاں کرم دین مصلی ساکن مونگ

۵۔ مستری ولی محمد ساکن لالہ موسیٰ ۶۔ مولا داد گوجر ساکن لوسر

۷۔ مسمات طالعہ بی بی چھجی زوجہ محمد بخش ڈھلو ساکن تھاندے متصل بٹبر ضلع گوجرانوالہ

تاریخ وفات سید محمد حسن کی وفات بدھوار کی رات، آدھی رات کے وقت اٹھائیسویں ۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۶۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر رَن مل تکیہ شیر شاہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "تاجِ رفعت"

سید فضل حسین

آپ سید بنے شاہ بن سید شیر شاہ رح کے تیسرے بیٹے اور مرید تھے۔ والدہ کا نام مائی نعیمیاں تھا۔

اخلاق و معمولات آپ خوش خلق، مسکین خو، حلیم الطبع، پارسا تھے۔ مسکرات سے نفرت رکھتے۔ پیشہ زراعت کرتے۔ فقیرانہ شوق رکھتے۔ شریعت کے پابند تھے۔ تلاوت قرآن مجید بلاناغہ کرتے۔ نماز پنجگانہ اور نوافل تہجد ادا کرتے۔ رمضان شریف کے روزے رکھتے۔ ایک مرتبہ متواتر ایک سال تک نفلی روزے رکھتے رہے۔ کلمہ طیبہ اور درود شریف ہزارہ کا وظیفہ کیا کرتے۔ روزانہ درگاہ عالیہ نوشاہیہ کی زیارت کیا کرتے۔

اولاد آپ کا نکاح سیدہ رسول بی بی بنت سید دیوان شاہ ہاشمی رح ساکن چک سادہ سے تھا۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

آپ کے تین بیٹے ہوئے۔

۱۔ صاحبزادہ سعدی حسین ۲۔ صاحبزادہ محمد۔ یہ دونوں بچپن میں فوت ہو گئے۔

۳۔ صاحبزادہ مشتاق حسین سلمہ اللہ۔ یہ اس وقت موجود ہے۔ پابند شریعت خوش اخلاق ہے۔ میرے والد بزرگوار اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفےٰ نوشاہی ادام اللہ برکاتہ، کا مرید ہے۔

آپ کی دو بیٹیاں ہیں۔

۱۔ سیدہ ایمنہ بی بی۔ منکوحہ سید کرم حیات بن سید غلام حسین برخورداری چنبھلی ان کی وفات کے بعد منکوحہ سید عمر حیات بن سید غلام حسین مذکور۔

۲۔ سیدہ فاطمہ بی بی منکوحہ صاحبزادہ خان محمد بن سید سردار علی ہاشمی رح

یارانِ طریقت آپ کے بعض احباب یہ ہیں۔

۱۔ مستری محمد الدین ترکھان — راجھنگے — ضلع گوجرانوالہ

۲۔ مستری خوشی محمد لوہار — کیرانوالہ — گجرات

تاریخ وفات سید فضل حسین کی وفات بروز جمعہ۔ چوبیسویں جمادی الآخری ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "باغ نشاط"

حکیم فقیر محمد رح

آپ سید بنے شاہ بن سید شیر شاہ رح کے چوتھے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام مائی نصیباں تھا۔

فن طبابت آپ کو فن طبابت میں خاص مہارت تھی۔ یونانی اور ڈاکٹری طریقہ علاج کے ماہر تھے۔ فن جراحی کے خوب ماہر تھے۔ حکیم نور محمد جراح چنبھلی رح جو بڑے مشہور جراح ہے۔ وہ آپ کا شاگرد ہے۔

شعر خوانی آپ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے

اگر روزی بدانش بر فزودے | زناداں تنگ تر روزی بنودے
بناداں آنچناں روزی رساند | کہ دانا اندراں حیراں بماند

بیویاں آپ کی دو بیویاں تھیں۔

۱۔ مسمات لاج بی بی قوم بھاگت۔ ساکن بھاگت۔ اس کے بطن سے تین بڑے بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔
۲۔ مسمات بیگم بی بی دختر راجہ ماچھی ساکن پنڈی کالو۔ اس کے بطن سے دو چھوٹے بیٹے پیدا ہوئے۔

اولاد آپ کے پانچ بیٹے ہوئے۔

۱۔ حکیم نذیر حسین رح ۲۔ صاحبزادہ بشیر حسین رح ۳۔ صاحبزادہ زبیر حسین۔ یہ تینوں فوت ہو چکے ہیں۔ ۴۔ صاحبزادہ رشید حسین۔ یہ اس وقت موجود ہے۔ صاحب رعب و اقبال ہے۔ نوشہرہ شریف کے عرس پر پالکی نشین ہو کر جاتا ہے۔
۵۔ صاحبزادہ نصیر حسین۔ سلمہ اللہ۔ یہ اس وقت موجود ہے۔ ٹانگہ بنایا ہوا ہے۔ کوچوانی کرتا ہے۔

آپ کی دو بیٹیاں ہیں۔

۱۔ سیدہ سکینہ بی بی۔ منکوحہ صاحبزادہ منظور حسین بن سید برکت علی ہاشمی رح
۲۔ سیدہ عائشہ بی بی۔ منکوحہ صاحبزادہ مشتاق حسین بن سید فضل حسین ہاشمی رح۔

تاریخ وفات حکیم فقیر محمد کی وفات ۱۳۴۶ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "ارمغانِ سجان"

سید امیر عالم رح

خلف دوم سید ایزد بخش بن سید شمس الدین بن سید غلام محمد بن سید سلطان محمد بن سید محمد سعید دولارح۔ آپ نے بیعت و خلافت شیخ چنن شاہ بن شیخ صدق شاہ سلیمانی رسول نگری سے حاصل کی۔

آپ بارعب و جلالیت تھے۔ رن مل میں سکونت رکھتے۔ دنیا سے 1 ... انتقال کیا۔

یار طریقت آپ کے ایک خلیفہ میاں محمد الدین بن میاں نبی بخش سجیاری نوشہروی رح تھے ان کے ذریعہ آپ کا سلسلہ فقر جاری ہے۔

وفات ۱۳۰۵ھ۔

سید محمد علی نند گڑھی رح

خلف سوم سید ایزد بخش بن سید شمس الدین بن سید غلام محمد بن سید سلطان محمد بن سید محمد سعید دولارح۔ آپ کی بیعت طریقت و خلافت شیخ چنن شاہ بن شیخ صدق شاہ سلیمانی رسول نگری رح سے تھی۔ صاحب علم و فقر تھے۔

نند گڑھ میں ورود زیادہ تر علاقہ سیالکوٹ میں آپ کا فیض جاری تھا۔ بیمار آپ کے دم درود سے شفا پاتے تھے۔ آپ رن مل سے رہائش منتقل کر کے نند گڑھ میں سکونت پذیر ہوئے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید خوشی محمد رح تھے۔

سید خوشی محمد رح کا سلسلہ پیری مریدی بہت تھا۔ چند سال بعارضہ سوزاک بیمار رہے ان کی قبر نند گڑھ میں اپنے والد صاحب کے پاس ہے۔ ان کے تین لڑکے ہوئے

۱۔ صاحبزادہ فتح محمد سلمہ اللہ۔ یہ ٹوپی پوش۔ درویشانہ حال رکھتا ہے۔ پیدائشی طور پر اُوپر کے ہونٹ پر چاند گرہن کا نشان ہے۔ اپنے دادا صاحب کا عرس منڈ گوٹھہ میں کرتا ہے۔

۲۔ صاحبزادہ ہادی حسین سلمہ اللہ۔ زن ل میں سکونت رکھتا ہے۔

۳۔ صاحبزادہ عطا محمد۔ یہ بچپن میں فوت ہو گیا۔

سید محمد علی کی قبر منڈ گڑھ۔ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

وفات ۱۳۱۰ھ۔

باب نہم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت نوشہ صاحبؒ سے نوویں پشت ہیں۔

حکیم حاجی سید شاہ محمد پنڈ عزیزوالہؒ

فرزند سوم سید نواب الدین بن سید حافظ قمر الدین بن سید سبحان علیؒ ہاشمیؒ۔

علم و فضل آپ علم دین کے عالم تھے۔ اور حکمت و طبابت میں ارسطوئے وقت و افلاطون زمان تھے۔ تشخیص امراض۔ اور یونانی طریقہ علاج میں لاثانی تھے۔ آپ کے ہاتھ میں شفا تھی۔ پنڈ عزیز میں سکونت رکھتے تھے۔

زیارت حرمین شریفین آپ زیارت و حج حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے اس شرف میں آپ تمام اولاد حضرت نوشہ صاحبؒ سے یگانہ تھے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے ہیں۔ ۱۔ حکیم حاجی سید فضل حسین ۲۔ سید فضل حق ۳۔ سید عبدالحق تینوں اس وقت موجود ہیں۔ سلمہم اللہ

حکیم حاجی سید فضل حسین۔ مشہور طبیب اور عالم با عمل ہیں۔ شریعت کی پابندی کا خاص لحاظ رکھتے ہیں۔ علم طب میں کتاب مجربات نوشاہی چھپا کر شائع کی تھی۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ محمد نسیم موجود ہے۔ سلمہ اللہ

تاریخ وفات سید شاہ محمد کی وفات دوم ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر پنڈ عزیز تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "ہادیٔ فرا خدست"

سید پیر محمدؒ

آپ سید فضل عالم المعروف شاہ جی بن سید نظام الدین رح کے فرزند اکبر تھے۔ خرقہ خلافت شیخ گوہر شاہ بن شیخ قدم الدین ہاشمی رنمولویؒ سے حاصل کیا۔ آپ کی والدہ کا نام سیدہ سجادہ بیگم بنت سید حافظ چراغ عالم ہاشمیؒ تھا۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔

مادۂ تاریخ "عیش بخش"

تعلیم واخلاق آپ نے علم ادب کی فارسی درسی کتابیں مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح سے پڑھیں۔ آپ عاشق مزاج صاحب سوز وگداز تھے۔

ختم شریف نوشاہی آپ کے ہاتھ کی ایک تحریر ختم شریف نوشاہی ملا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ پڑھا کرتے ہوں گے وہ یہ ہے۔

۱۔ درود شریف ایک سو گیارہ مرتبہ۔ ۲۔ کلمہ طیبہ ۱۱۱ مرتبہ۔ ۳۔ یَا ھُوْ ۱۱۱ مرتبہ۔ ۴۔ یَا بَاسِطُ ۱۱۱ مرتبہ۔ ۵۔ سورۂ فاتحہ ۱۱۱ مرتبہ۔ ۶۔ سورۂ اخلاص ۱۱۱ مرتبہ۔ ۷۔ سورۂ فلق ۱۱۱ مرتبہ۔ ۸۔ سورۂ الناس ۱۱۱ مرتبہ۔ ۹۔ سورۂ مزمل ایک مرتبہ۔ ۱۰۔ یَا فَتَّاحُ ۱۱۱ مرتبہ۔ ۱۱۔ یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ ۱۱۱ مرتبہ۔

۱۲۔ بس غریبم مستمندم بے سروساماں حقیر — یا محمد حاجی نوشاہ مارا دستگیر ایک بار

۱۳۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۱۱۱ مرتبہ۔ ۱۴۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ ۱۱۱ مرتبہ۔ ۱۵۔ کلمہ تمجید ۱۱۱ مرتبہ ۱۶۔ یَا کَرِیْمُ ۱۱۱ مرتبہ۔ ۱۷۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ۱۱۱ مرتبہ۔

۱۸ سے ازجناب نوشہؒ خواہم مدد باد ل وجاں چوں گدائے بے نوا ایک بار

۱۹۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۱۱۱ مرتبہ۔

یہ ختم شریف نوشاہی بہت فائدہ مند ہے۔ اس میں ہزاروں فائدے ہیں۔ اور مطالب و مقاصد فوراً حاصل ہوتے ہیں۔

تصانیف

آپ کو شاعری کا ملکہ بھی تھا۔ اکثر پنجابی شعر کہا کرتے۔ آپ کی مندرجہ ذیل چیزیں یادگار ہیں۔

۱۔ شجرہ شریف نوشاہیہ منظوم ۲۔ قصہ مُلّاں و ملنگ

اس کے علاوہ کئی پنجابی مناجاتیں اور دوہڑے آپ نے بنائے کچھ چیزیں اُن میں سے یہاں درج کی جاتی ہیں۔

تعریف عرس حضرت نوشہ صاحبؒ

ہردم میلہ لگا رہندا نوشہ دی درگاہ ہے
اوہا بھاگن سداسوہاگن نال جنوں چاہیے

چیتر ہاڑ مہینے دی تا تو لا ترینویں تائیں
میلہ خاص مقرر کیتا حضرت نوشہ سائیں

بائی صوبے حاضر ہوون مالک پالکیاں دے
سارے مرشد بھائی رَل کے ونڈ تبرک کھاندے

نذر نیازاں بے اندازاں چڑھدے لکھ چڑھاوے
سجدے کردیاں وارنہ ہلدی اک آوے اک جاوے

پوندے حال فقیراں تائیں بنندا عجب اکھاڑا
نوشہ پیر میرا او جو سوہنے تیں چندل دا لاڑا

حاضر ہوون قوال ہزاراں رنگ برنگ راگ سناون
کافیاں پڑھ معنے تے آکھن دوہڑے غزلاں پڑھ پڑھ گاون

قطب قطب کرنا دپکارن علی علی کر تریاں
مست قلندر ڈھولاں اندر لگن چوٹاں سریاں

مرلی تے سرنا ہیں وگن بیغمبریاں الغوزے
سُن سُن کھیڈن حال جناورتیتر طوطے بوزے

پھیڑ بگھڑ نوں کردے دلاں نوں حالوں ہوون بے حالاں
الا اللہ دے ہوون آوازے پان فقیر دھمالاں

سارنگیاں طنبورے وجن مدھم تال ستاراں
رنگ برنگی سازوجاون بکھن رنگ ہزاراں

تیلے دی گھنگھور عجائب شور دلاں نوں لاوے
جیوں جیوں پون طلپے اسنوں کر فریاد سناوے

ساز بجاون گاون گاون رنگ رنگ راگ سناون
گھٹے سراں برابر کرکے مجلس خوب سوہاون

مارو رنگ دلاں دا مارو صبر آرام ونجاوے
پہاڑی ضلع قصوری جنگلہ سندیاں ہوش بھلاوے

سارنگ پیلو پردا گاون لمیاں سُراں تلنگاں
اگے پچھے شور مچایا ہور ربابیاں چنگاں

آسا بھیرو رام کلی نوں وچہ گرام سناون
سُبھ دن صبح گھڑی دا ویلا میلہ خوب سوہاون

نٹ کلیاناں شام کلا ناں مارن اچیاں تاناں
ویکھ ہووے حیران زمانہ شوکت شان شہاناں

جوگ نمانی دا منہ کرکے سوگ دلاں نوں پاون
سورٹھ نال بہاگ الاپن سارے راگ سناون

نال درختاں لٹکے ہوئے حالی حال وکھاون
کھلیاں زلفاں گل وچہ لمکن جوگن ویس بناون

جذبے نال فقیر پکارن الا اللہ دا نعرہ
سن سن جوش دلاں نوں آوے کنبے عرش منارہ

کنیں سُنے تے اکھیں ڈٹھے اس وچہ فرق نہ تیرا
کراں بیان میں شان نوشاہی قدر نہیں ایہ میرا

جس نوں خواہش اکھیں دیکھے ککھ کون سناوے
جھڑ رنگ کدی نہیں ڈٹھا اوستے نظریں آوے

لوح قلم دا کاتب سہرا اوہ خاص خدا دا پیارا
لیکر صفت انہاندی آکھاں او گنہار نکارا

پیر محمد در نوشہ دے ہر دم سیس نواوے
گنج بخش دے گنج خزانیوں جو منگے سو پاوے

در اوصاف روضہ شریف حضرت نوشہ صاحبؒ

اللہ اللہ سبحان اللہ کیا روضہ نورانی
بخشش دی ایہ کھان مبارک مظہر سر حقانی

واہ شاباش اس کاریگر نوں جس ایہ آن بنایا
میں قربان جاواں لکھ واری جس پر بار اٹھایا

واہ واہ برج مبارک روضہ خاص برج آسمانی
جس دے اندر نوشہ میرا چڑھیا چن نورانی

واہ واہ روضے والی جاگہ افضل کل جہانوں
برکت مرد ولی اللہ دی برسے نور آسمانوں

نوشہ پیر میرے نے جتھے جھنڈا آن لگایا
وگی وا بہشتی ٹھنڈی دوہریں ستے رنگ ملایا

جھولن لال نشان ہزاراں جھل جھل حال وکھاون
بعضے سبز نشان الکدے دوروں نظریں آون

خوش آواز جناور بولن اُوپر ہر ہر ڈالی
کردے ذکر پڑھن تسبیحاں صفت خداوند والی

کوکو کرکے کوئل بولے کوڑھے درد جگاندے
یوسف کھوہ پکارن گھوگیاں توتے شور مچاندے
کرن طواف دوالے روضے حاروں باہر نہ جاندے
لین اڈاریں کرن بہاراں واہ واہ سماں سہاندے
مور چکور ہزاراں بولن بلبل مست آوازے
منگن آون نت مراداں نوشہ دے دروازے
سید ذات ہے پیر میرے دی جانے کل لوکائی
شاہ علاؤالدین صاحب ہے بابل قبلہ گاہی
اصلی نام محمد حاجی نوشہ پیر میرے دا
نوشہ گنج بخش لکھ داتا درجہ پیر میرے دا
علوی عباسی اکھواون راج حکومت کردے
میرے جیہے غلام ہزاراں حکم امر دے بردے
ذات فقیراں دی ہے رلدی اصلی نال خدا دے
مرشد کامل لبھیا جنہوں چھٹ گئے سب تکاڑے

نوشہ پیر میرا چن چڑھیا سارے ولی ستارے
چوداں طبقاں اندر جس دا نور دیوے چمکارے

قصہ ملاں و ملنگ

کلام ملاں

ہر کوچہ کوچہ گلی گلی سب نگری میں پھر جاتے ہو
گھر گھر میں جا کر گوڑی صدا در در پر ناد بجاتے ہو
کہیں کم ٹلواتے اور پیسہ لے ترت ملنگا پر آتے ہو
پھر یہی کام تمہارا ہے جو روز کا عمل کماتے ہو
جس نام کے پیچھے ملنگ کہلا دیکھی کہیں اس کو یاد نہ لاتے ہو
کھا حق حلال حرام کرو نہ اللہ سے شرماتے ہو
دل کافر شکل فقیروں کی خلقت کو کیسے ڈراتے ہو
پھر کہا ہے کے تم فقیر ہوئے گر سانچ کی بات پوچھاتے ہو

کلام ملنگ

ارے سن ملاں یہ بات مری ہم بار بار سمجھاتے ہیں!
اٹھ اول صبح سویرے وقت اللہ کا نام دھیاتے ہیں
مرشد کے چلم تماکو کی پھر اس پر آگ لگاتے ہیں
پھر بیٹھ کے اپنے بستر پر پھر زمزم دم لاتے ہیں
پھر اپنی دونوں آنکھوں کو غیروں کی نظر اٹھاتے ہیں
منہ سے تصور مرشد کا کر دل پر نقش پکاتے ہیں!
یہ سوا پہر دن آتے تک پھر روز کا ورد کماتے ہیں
پھر باندھ لنگوٹ کسا ہوا تسمے کو بند کراتے ہیں
پڑھ بسم اللہ اللہ اکبر گلا الٹی موت کی لاتے ہیں
کر دل کا منکا صاف دل پھر تسبیح گھنا پاتے ہیں

پھر فخر فقر کا یہ ٹوپی چا سر پر تاج لگاتے ہیں — گل سیلی ڈُدر خصم کی ہے جہاں حکم ہو لوہا بن جاتے ہیں
یہ گجرا نہیں گلا بہ ہے ہتھ کڑی خصم کی لاتے ہیں — اس کی ہمری بنیاد کیا من اپنے کو سمجھاتے ہیں
کوئی سیج ڈ صبح روپ بنا حلقت کو نہیں دکھلاتے ہیں — جب پکڑ جگر کس کمر لیے تب خبردار ہو جاتے ہیں

پھر جیب رومال پکڑ ہتھ میں اُٹھ طرف نگر کی جاتے ہیں

اس پیر کے اہل مریدوں میں ہم حکم اُٹھ دے تان میاں — یہ مرشد سے بخشش ہوئی جو ہاتھ میں جھٹی رومال میاں
دنیا سے بیٹھ کنارے پر کرتے ہیں دم کی جال میاں — شب روز مرن پر بیٹھے ہیں گل الفقر فخری کی ڈال میاں
سب خویش قبیلہ چھوڑ دیا گھر چھوڑ ہوئے خوشحال میاں — زن بیٹا سا کن سیّن کوئی نہ ٹبر بال عیال میاں

کلام ملاں

اے رند لنگوٹی بند فقر تم نام فقیر کہاتے ہو — گل الفقر تسبیح پا کنٹھا سر ٹوپی تاج ٹکاتے ہو
سر ننگے چتر ساہ گئی سب خاک سر پر لاتے ہو — جو گل ہے شرع شریعت میں اسکے نزدیک نہ آتے ہو
بدعت خانے میں بیٹھ سدا لایعنی سخن الاتے ہو — اک روز عمر میں ساز وضو مسجد کی طرف نہ جاتے ہو
رل ٹولہ کل ملنگوں کا بھنگوں کا رگڑا لاتے ہو — جب بانگ کا کن آواز پڑے تب دُور ڈنڈا کھڑکاتے ہو
پی بوٹی بھنگ منا ہی کی پھر چرس کے سوٹے لاتے ہو — کل پوست آپ حرام سبھی اک اک دور جھک جاتے ہو
پھر پاتما کو حقے میں سب گرد سے گھیرا پاتے ہو — تب چہل چیوں عمل نشے کا ہوا ہستہ سو چلاتے ہو
پھر تن کی سُدھ بُدھ نہ من کی سب سر پر سر ہلاتے ہو — جب تک طعام ملے تم کو بیہوش ہو جھک جاتے ہو!
کچھ نیند آئی کچھ نشہ چڑھا بیہوش ہو دکھلاتے ہو — چل مردوں کی سب فوج پڑی کوئی جیتا نظر نہ آتے ہو
خفتن کے سوئے صبح تلک پڑے بستر پر انگڑاتے ہو — جب صبح ہوئی اُٹھ حقے میں پھر تازہ پانی پاتے ہو
پھر دُودِ تن سُوٹ لگا اسکو پھر چھٹی رومال اُٹھاتے ہو — کوئی اس نگری کوئی اس نگری کوئی شہر اندر گھس جاتے ہو

کلام ملنگ

اے مُن مُلاں چپلے گھلے کیوں شور شرر مچاتا ہے — نہیں چیلے نہ شاگرد تیرے کیوں نڈر کر کن کھاتا ہے
اس لاتک ملنگ بہت تمہاری کا مجھے ہرگز خوف نہ آتا ہے — ہم کیا جانیں تیری ڈرڈر تم جسکا خوف دکھاتا ہے

یہ مصلے گھسلے پر مصلے کر اوراں پیا ڈراتا ہے
کر کر کو اس بے سمجھ ملاں پیا اپنا ناس کراتا ہے

کر چھیڑ مکھیڑ ملنگ سیتی پیا اپنا ننگ لہاتا ہے
دیکھو تو سہی اک پل چھل میں یہ کیسی سری کٹاتا ہے

ہم جی جی کر کے بات کریں یہ سخت زبان چلاتا ہے
ہم جیوں جیوں کریں لحاظ اسکا یہ ذرہ بھی باز نہ آتا ہے

اک مد مطہر فنا کریں پھر اللہ سے ڈراتا ہے
وہ برا کسی کو نہیں کہتا جو نام فقیر کہاتا ہے

کرنی بھرنی سر اپنے پر جو کرتا ہے سو پاتا ہے
کیا اپنا اپنی گردن پر پھر یہ کیوں مغز کھپاتا ہے

کلام ملاں

اے او نادان جوان فقر کیوں عقل تمہارا مارا ہے
نہیں ملک الموت سے توں ڈرتا جو ہر کے سر پر بھارا ہے

کل خاک فقر کا بھیس کیا یہ جھوٹا مکر تمہارا ہے
گل الفی سیلی اور تسبیح سر ٹوپی سانگ اتارا ہے

کوئی خبر نہ تجھ کو وحدت کی صاحب کا بھید نیارا ہے
یہ جھوٹھ جگت کے سب جھگڑے کو کس نے سچ نتارا ہے

یہ بے بنیاد جہان سبھی اور دنیا کوڑ پسارا ہے
جو خاک کا پتلا ناچت ہے یہ کوئی دم کا نچارا ہے

لکھ برساں عمر کسی کی ہو اوڑک وہ چلن ہارا ہے
شب روز سرے پر موت کھڑی تیرا اجل کوچ نگارا ہے

کچھ کر لے یاد خداوندی کوئی دم کا پلک گذارا ہے
جب ڈالا ہاتھ فرشتے نے تب بول نہیں چھٹکارا ہے

گیا وقت نہ آوے ہاتھ کبھی پھر نہ کوئی عذر نہ چارا ہے
ہم جو تیرے ساتھ دیر کریں تم دشمن نہیں ہمارا ہے

منصور شرع مروایا تھا تم اس سے ولی نہ بھارا ہے
کیوں تجھ پر شامت آن پڑی پیا کرتا شور پکارا ہے

قرآن اندر فرمان ہوا اب جس پر عمل ہمارا ہے
اس رستے ثابت قدم رکھا جس چلتا عالم سارا ہے

جس پکڑی شرع محمدی کی رب اس کو پار اتارا ہے
جو تمری طرح ہوا منکر کر خوار جگت میں مارا ہے

کلام ملنگ

اے سنی قاری پھر وسیلہ جب حق نے کن فرمایا تھا
تب چوداں طبق ہوئے قائم کرسی پر عرش بنایا تھا

جنت دوزخ اور لوح قلم قدرت کے ساتھ دکھایا تھا
اس روز نصیب سے سب کو جو لکھیا جھولی پایا تھا

گندم کا دانہ آدم کی قسمت کے حصے آیا تھا
قدرت کے ساتھ خدا اسکو جنت میں کھڑ بیٹھایا تھا

کہو کس کے ذمے قصور اسکا کس لکھیا تھا کس کھایا تھا
ناحق قصور لگا اسکو کیوں جنت سے نکلایا تھا

پھر ابراہیم خلیل اللہ کھڑ یجنہ اُوپر الٹایا تھا
پھر آپ غفور رحیم ہو کر ناروں گلزار کھڑایا تھا

کیوں اسمٰعیل ذبیح اللہ پر حکم ذبح دلایا تھا
پھر اسکی جان بچاون کو کھو دنبہ کس منگوایا تھا

پھر کس نے مہتر یوسف کو یہ صورت حسن دلایا تھا
کس کھوہ میں ڈال بحال کیا پھر کس نے قید کرایا تھا

کہو کس نے نوح حیران کیا جل تھل طوفان چڑھایا تھا
کس ذکریا سر تا پیروں تک دھر کلوتر چیر دایا تھا

صابر کے تن جب کرم پڑے کہو اس کیا عیب لگایا تھا
دے زور حکم فرعونے نوں کس موسیٰ ساتھ لڑایا تھا

کہو کس شیطان لعین تائیں کہہ عرش شان پر پہنچایا تھا
پھر کس نے سجدیوں کر منکر گل طوق لعنت کا پایا تھا

تم کو اس روز علم دے کر ملکوں کے بیچ رلایا تھا
اور مجھ کو رند فقیر کیا جو اللہ کے من بھایا تھا!

کلام مُلّاں

ارے رند لنگوٹی بند فقیر کیوں جان بوجھ انجان ہوا
وہ احمد ختم نبیاں ہیں یہ سب جگ جس کا شان ہوا

جب حضرت شب معراج گئے تب نازل یہ قرآن ہوا
اس کی تعمیل بجالاؤ اللہ کا یہ فرمان ہوا

جو مانے امر شریعت کا وہ دل سے مسلمان ہوا
جو منکر غیر شرع کا ہو بیدین لعین شیطان ہوا!

وہ ولی فقیر نہیں ہوگا جو شرع کا بیفرمان ہوا
وہ قہر غضب کے لائق ہے غافل غفلت غلطان ہوا

یہ رستہ صاف شریعت کا اللہ کی طرف روان ہوا

کلام ملنگ

ارے او ضدی جھگڑیل ملاں کیوں جھگڑے کا پیر جتاتا ہے
کیوں گھر گھر کوک سناتا ہو ہو پیا شور شرار مچاتا ہے

گل بات نہ کرتا گل پڑتا کیا کلاں فساد مچاتا ہے
کچھ بھلا برا نہیں یہ سمجھے کہہ جاتا جو منہ آتا ہے

جب ہم کرتے ہیں بات کوئی تب پھولا حال سناتا ہے
ہم بندے سے شیطان ہوئے تو دو عالم لوگ ستاتا ہے

پڑھ علم نمازی بن بیٹھا پر دل کا کفر نہ جاتا ہے
اپنے جیسا اس دنیا پر کوئی اسکو نظر نہ آتا ہے

یہ شوق عطا بخشش مرشد کی جو تم پھکول بلاتے ہیں
لے ہاتھ ٹکر چڑھ بیکو منگیں جو ملا سیں پاتے ہیں

پھر کنگو جلنا پہنچ دل میں جا ذرہ پہ تا دیجاتے ہیں
پھر طلب قطب کر حج اسکے یاروں کو خبر پہنچاتے ہیں

علی اسد اللہ الغالب کا یہ جی میں ورد لگاتے ہیں
مونہوں کرم علی حیدر صفدر بادشاہ کا نام دہاتے ہیں

پھر ہر ہر گھر گلی گلی ہم در در پھیرا پاتے ہیں — اس نفس بیدین لعین تعین ہم در در کا بھیکھ منگاتے ہیں
بڈھیاں کو ماتاں کہتے ہیں ہم عمر کو بھینن بلاتے ہیں — لکھ خوب شکل ہو حور پری اس جی کو نہیں ڈولاتے ہیں
لے بھیکھ براتکو نگری سے جا بستر تکیہ لاتے ہیں — یہ رازق رزق پہنچاتا ہے پھر اس ڈھب کا ہم کھاتے ہیں

یہ بوٹی باٹی جنگل کی ہم گھاس سبز پیٹ لاتے ہیں
پانی کا رنگ بدلانے کو وہ گھوٹ رگڑ پی جاتے ہیں

نئی طرز کے اشعار
منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ بمعہ احباب باغیچہ میں بیٹھ کر ڈھنگ کا رگڑا لگا رہے تھے میاں ملک شاہ نے کہا کہ آپ رگڑا کی گت پر اشعار بناؤ۔ آپ نے یہ اشعار بنائے ؎

نوشہ گنج بخش پیر، محی الدین دستگیر، عبدالقادر قدیر، تیرے نام کی ہے کھیر، کٹو دکھ درد پیڑ، دم دم دستگیر
پیچھے ہیر حق ہے بام، تورا صدر مقام، چھوں تورا ہی نام، دن رین صبح شام نا ہیں اور کوئی کام، دم دم دستگیر
علی حیدر کرار، دلدل کے سوار، تیغ قبض کٹار، گڑھ کوٹ کو پھاڑ دیا کافروں کو مار، دم دم دستگیر
عرض بنتی سوال، کھڑا کرتا ہوں کنگال، منگوں تمہارا ہی مال، تم لاڑو دین کے لال، کردے بچھو نہال، دم دم دستگیر

ذومعنی شعر
ایک بار آپ کے دوست سید بنے شاہ رح نے کسی نظم بنانے کی فرمائش کی۔ آپ نے بنا دی۔ اور وجہ نظم یہ لکھی ؎

بنّے شاہ نصیباں والا شاہ نصیبی بنّاں — اس میتوں فرمائش کیتی ہیں کیکر نال رسّاں

اس میں نصیباں والا کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ صاحب نصیب ہے۔ دوسرا یہ کہ ان کی اہلیہ کا نام نصیباں تھا۔

یارِ طریقت
آپ دنیا سے لاولد فوت ہوگئے۔ آپ کا ایک مرید حافظ خیر الدین شاعر ساکن زن پل مشہور شخص تھا۔

تاریخِ وفات
سید پیر محمد کی وفات بعمر پچیس سال ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ ؎ وقتِ آخر ؎

سیّد فضل احمد بلواریہ

خلف الرشید سیّد بدرالدین بن سیّد حسن محمد بن سیّد نور علی مجذوب ہاشمی رح ساکن بلوارا۔

تاریخ ولادت آپکی ولادت ۲۵ پچیسویں شوال سنہ ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔
مادۂ تاریخ "نوید خیریت"

اخلاق وعادات آپ روشن رخسار۔ بڑے فقیر دوست بارعب وجلالیت سے تھے۔ آپ کی زبان پُر تاثیر تھی۔ بزرگوں کے حالات آپ کو بہت یاد تھے۔ آپ کے دادا۔ پردادا کے حالات میں نے آپ کی زبان سے ہی لکھے تھے۔ کوہستان میں آپ کا فیض عام تھا۔ بہت لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ صاحبزادہ سیّد حسن مرحوم۔ ۲۔ صاحبزادہ فیض حسن مرحوم۔ ان کا ایک لڑکا عبدل نام اس وقت بلوارا میں موجود ہے۔
آپ کی ایک بیٹی سیدہ بیگم بی بی نام ہے۔ جو حکیم سیّد احسن ولد بن سیّد اصل حق برخوردار لاہوری کی منکوحہ ہے۔

وفات سیّد فضل احمد کی وفات تقریباً سنہ ۱۳۶۰ھ میں ہوئی۔ قبر بلوارا۔ ضلع میرپور آزاد کشمیر میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے "ذی احترام"

سیّد چراغ محمد چک سواری والہ

آپ سیّد اللہ دتہ بن سیّد غلام رسول المعروف غلام شاہ چک سواری والہ کے فرزند ارجمند اور مرید وخلیفہ تھے۔ آپ کی والدہ کا نام سیدہ حسن بی بی بنت سیّد صاحبزادہ بن سیّد حسن محمد ہاشمی رح تھا۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت دسویں ربیع الاول سنہ ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام

چراغ محمد رکھا گیا۔

علم و اخلاق آپ دینی علم کے واقف تھے۔ علم طب میں بھی دسترس تھی۔ مار گزیدہ کا علاج آپ کے پاس مجرب تھا۔ آپ سادہ طبیعت۔ منکسر المزاج۔ بزرگ خصلت حمیدہ خصائل تھے۔ ساری عمر کاشتکاری پیشہ کیا۔

اولاد آپ کا نکاح مسمات عنایت بیگم بنت شاہ محمد عبداللہ ہاشمی اسدی سے ہوا۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔ آپ کے چار بیٹے ہیں۔

۱۔ سید پیر عالم۔ متولد ۶، جمادی الاول ۱۳۳۴ھ۔ درویش خیال۔ اس وقت موجود ہیں۔ ان کے چار لڑکے ہوئے۔

۱۔ صاحبزادہ محمد نسیم۔ متولد ۵، ربیع الاول ۱۳۶۱ھ۔ پانچ دن کا ہو کر فوت ہو گیا۔

۲۔ صاحبزادہ اجمل حسین۔ متولد ۲۹، شعبان ۱۳۶۶ھ۔ متوفی ۸، محرم ۱۳۶۷ھ۔

۳۔ صاحبزادہ لیاقت حسین
۴۔ صاحبزادہ جمیل حسین } یہ دونوں موجود ہیں۔

۲۔ سید غلام محی الدین شاہ برق۔ متولد ۶، محرم ۱۳۴۳ھ۔ یہ صاحب علم و فضل، شاعر، مبلغ سلسلہ نوشاہیہ کی اشاعت کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ تشکیل پاکستان کے زمانہ میں چک سواری سے رہائش منتقل کر کے تحصیل ضلع جہلم میں چلے آئے ہیں۔ پنجابی زبان میں ان کی سی حرفیاں و اشعار کافی ہیں۔ ایک رسالہ موسومہ لوامع البرکات فی تحقیق السادات تالیف کیا ہے۔ میری کتابوں شریف التواریخ اور تاریخ عباسی اور انوار نوشاہیہ وغیرہ کے مسودات میں سے مضامین اور تاریخیں اخذ کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا کرتے ہیں۔ لیکن حوالہ دینے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کے پانچ لڑکے ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ صفدر حسین شاہ۔ متولد منگلوار ۲، ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ

۲۔ صاحبزادہ منظور حسین شاہ۔ متولد جمعہ ۲۰، ربیع الاول ۱۳۶۸ھ

۳۔ صاحبزادہ رضا حسین شاہ۔ متولد جمعہ ۲۳، رجب ۱۳۶۹ھ

۴۔ صاحبزادہ ظاہر شاہ۔ متولد بدھوار ۲۷، ربیع الآخر ۱۳۷۲ھ

۵۔ صاحبزادہ قطب شاہ۔ متولد ہفتہ ۴ر صفر ۱۳۷۴ھ

۶۔ صاحبزادہ غلام سرور شاہ۔ سلمہ اللہ، متولد ہفتہ ۲۷ر جمادی الآخرۃ ۱۳۴۸ھ۔ یہ اس وقت موجود ہے۔

۷۔ صاحبزادہ معروف حسین شاہ۔ مدظلہٗ۔ متولد ہفتہ ۲۹ر ربیع الاوّل ۱۳۵۵ھ۔ میٹرک تک تعلیم پائی۔ اب دینی علوم کی تحصیل میں مشغول ہے۔

تاریخ وفات سید چراغ محمد کی وفات سوموار کی رات۔ سولھویں ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار موضع چک سواری۔ ضلع میر پور۔ علاقہ آزاد کشمیر میں ہے۔

مادہ تاریخ آیت شریف "فان ذلک من عزم الامور"

سید فضل حسین چک سواری والہؒ

آپ سید احمد الدین بن سید غلام رسول المعروف غلام شاہ کے فرزند دلبند، اور اپنے عم بزرگ سید اللہ دتہ کے مرید تھے۔ صاحب کمال مستجاب الدعوات تھے۔ جوان عمر میں لاولد فوت ہوئے۔

تاریخ وفات سید فضل حسین کی وفات بروز شنبہ نویں محرم الحرام ۱۳۲۳ھ میں ہوئی، قبر چک سواری میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "خورشید روئے"

سید رحمت علیؒ

آپ سید مانع علی بن سید رحیم بخش بن سید محمد بخش ہاشمی رہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ خرقہ خلافت میاں محمد عالم بن میاں غلام محسن حفظانہ رسول نگری رہ سے پایا۔ وہ مرید سید سلطان علی شاہ بن سید اکبر علی شاہ ہاشمی رہ سنگھوئی والہ تھے۔

اخلاق و عادات آپ کے اخلاق درویشانہ تھے۔ کسی قسم کا غرور و تکبر و خودی و ریا و تصنع آپ میں نہ تھا۔ آپ برادری کے کاروبار دنیاوی میں کچھ دخل دیتے۔ کسب حلال کاشتکاری کرتے تھے۔

عبادات آپ نماز پنجگانہ۔ اور نوافل تہجد کے پابند تھے۔ شریعت کی تابعداری کو ہر وقت ملحوظ رکھتے۔ تہجد کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ اور چاشت کے وقت باہر نکلتے۔ چہرہ پر عبادت کے انوار چمکتے تھے۔

فیض عام آپ کے فیض کا کافی ظہور ہوا۔ بہت لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ علاقہ بارگوندلاں۔ خصوصاً پانڈو وال کے لوگ آپ سے بہت مستفیض ہوئے۔

بیویاں آپ کی دو اہلیہ تھیں۔

۱۔ سیدہ حسن بی بی بنت سید بنے شاہ بن سید خیر شاہ ہاشمی ان کے بطن سے اولاد نہیں ہوئی۔

۲۔ سیدہ بیگم بی بی۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

اولاد آپ کے چار بیٹے ہیں۔ ۱۔ صاحبزادہ محمد شریف۔ ۲۔ صاحبزادہ محمد لطیف۔ ۳۔ صاحبزادہ محمد حفیظ۔ ۴۔ صاحبزادہ محمد اصغر۔ یہ موجود ہیں۔ اور سلسلہ پیری مریدی رکھتے ہیں۔

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ صاحبزادہ محمد۔ خسر پوہ	زن مل	ضلع گجرات
۲۔ احمد حسین بن اللہ دتہ تارڑ	چھنی ساہنپال	"
۳۔ غلام حیدر بن محمد الدین تارڑ	"	"
۴۔ راجہ بن مولاداد نمبردار	"	"
۵۔ بہاول بن علی تارڑ	"	"

۶۔ محمد حسین بن نواب تارڑ	چھنی ساہنپال ضلع گجرات
۷۔ محمد حسین بن عمر الدین موچی	" "
۸۔ محمد حیات وڑائچ	پانڈو وال "
۹۔ محمد بخش دھوبی	" "
۱۰۔ رحمان موچی	" "
۱۱۔ خان محمد موچی	" "
۱۲۔ ولی محمد موچی	ارزانی "
۱۳۔ ولی محمد لوہار	" "
۱۴۔ خوشی محمد وڑائچ	گورالی "
۱۵۔ محمد حسین چیمہ	چک دادن گوجرانوالہ
۱۶۔ کرم بخش بن عبداللہ ملاح	ر چھنی تجاں "
۱۷۔ سید منصب علی المعروف غلام شاہ سیانی	جج بکہ شیخوپورہ

تاریخ وفات سید رحمت علی کی وفات بروز سوموار سولہویں رمضان ۱۳۶۵ھ میں ہوئی۔

آپ کی قبر گورستان نوشاہیہ میں سڑک کے مغربی طرف ہے۔

مادہ تاریخ "خازن بہشت"

سید ملک شاہ سنگھوئی والہ

آپ سید سلطان علی شاہ بن سید اکبر علی شاہ سنگھوئی والہ رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ امیر طبع، نازک مزاج، لیاقت و قابلیت والے تھے۔ مہمانوں کی خدمت و مدارات کرتے۔ اپنے والد کی زندگی میں ہی انتقال کیا۔ ۴۲ سال عمر پائی۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید ہادی حسین شاہ ہیں۔ متولد ۹ ستمبر ۱۹۱۳ء۔ یہ اس وقت سنگھوئی شریف میں مسند آرائے طریقت ہیں بڑے باقبال و بارعب ہیں۔ مدینۃ...

مال وجاہ وثروت بھی کافی ہے۔ اپنے جد امجد کا عُرس بڑے اعلیٰ پیمانہ پر کرتے ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ محبوب حسین شاہ سلمہ اللہ۔ یہ بہترین ادیب و شاعر ہیں سلمہ اللہ

۲۔ صاحبزادہ ایوب حسین شاہ سلمہ اللہ۔ یہ بھی صاحب علم ہیں۔ سلمہ اللہ

تاریخ وفات سید ملک شاہ کی وفات بروز چہار شنبہ، ساتویں ذیقعد ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۱۶ء موافق ۲۲ ر بھادوں سمت ۱۹۷۳ ب میں ہوئی۔

آپ کی قبر سنگھوئی شریف۔ ضلع جہلم میں ہے۔

قطعہ تاریخ

سیدِ ملک شاہ نوشاہی — در جوانی ز خلق شد راہی

مُلک بیروں ز دست سلطاں شد — آہ سلطاں تہی شد از شاہی

گفت تاریخ رحلتش عاجز — ہادیِ خلق پیر نوشاہی

۳۴ — ۱۳ھ

مادۂ تاریخ "فروغ کوکب"

طبقہ چہارم

نوشاہیہ سلیمانیہ

اس میں حضرت سخی شاہ سلیمان نوری قدس سرہ العزیز کے فرزندان سعادت مند حضرت شیخ رحیم داد اور حضرت شیخ تاج محمود نوراللہ مرقدھما۔ اور اُن کی اولاد با صفا۔ عاشقان راہِ خدا کے حالات درج کئے ہیں۔

یہ طبقہ ۱۳۷۵ھ میں مکمل کیا گیا۔

سید شرافت نوشاہی
عفا اللہ عنہ

باب اوّل

شیخ الاسلام حضرت بلخی شاہ سلیمان نوری قادری قدس سرہٗ

ے

در مناقب حضرتِ شاہِ سلیماں پاک ذات
مظہرِ نورِ الٰہی پیشوائے عاشقاں!

شاہِ سلیماں سلیمانِ دیں — پیشرو قافلۂ واصلیں!
حضرتِ بلوال کہ از ذات او — روئے زمیں گشت بہشتِ بریں
چوں نبود سیر ملائک درو — زانکہ شد ذاتِ وے آنجا مکیں
کوس زہیبت بہ بلدِ خود نواخت — تاجِ سرش بود ز عین الیقین
قیصر و فغفور سگ در گہش — خضر و مسیحا ز درش ریزہ چیں
خاکِ درش سرمۂ چشم دلاں! — ہمچو مسیحا سخنش دل نشیں
نیم نگہ گر ز کرم بنگرد — شاد کند خاطرِ اندوہگیں
آنکہ شدے جن و پری تابعش — نام تو شد خاتمِ او را نگیں!
اشرف از صدق ارادت بدل — شد ز سگانِ تو سگِ کمتریں[1]

اوصاف جمیلہ آپ قطبِ زماں، غوثِ دوراں۔ سالکِ مسالکِ شریعت، عارف معارفِ طریقت۔ مرجع العالم، منبع الفیض الاتم۔ صاحب المقامات العلیہ۔ والافضال والدرجۃ الرفیعۃ، الصدیق الاعظم والقطب الافخم۔ حقیقت آگاہ، معرفت دستگاہ تھے۔ آپ حضرت مجمع البحرین مخدوم شاہ معروف چشتی قادری خوشابی کے مرید و خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے۔

---

[1] کنزالرحمت ص ۱۵۱۔ سید شرافت

تاریخ ولادت آپ کی ولادت باسعادت بقول صاحب مناقبات نوشاہیہ سنہ ۹۱۴ھ مطابق ۱۵۰۸ء میں بمقام بھلوال شریف ضلع شاہ پور (حال ضلع سرگودھا) ہوئی۔

آپ کے مفصل حالات وکرامات ومقامات شریف التواریخ کی پہلی جلد موسوم بہ تاریخ الاقطاب میں سلسلہ مشائخ طریقت میں لکھے جاچکے ہیں، کیونکہ آپ حضرت نوشہ گنج بخش رح کے مرشد طریقت اور ہادیٔ حقیقت تھے۔ اور جو کمالات اُن کو ملے وہ سب آپ کی نظر کیمیا اثر کا نتیجہ تھا۔ اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

یہاں آپ کا ذکر چند سطور میں تبرکاً کردیا گیا ہے تاکہ طبقہ سلیمانیہ کا آغاز آپ کے ذکر سے ہوجاوے۔ اور قند مکرر کا کام دے۔

گورو ارجن دیو کا آپ سے فیض پانا آپ کے سیر وسفر کے واقعات کتب تاریخ تذکرہ نوشاہیہ۔ ثواقب المناقب کنزالرحمت وغیرہ میں مفصل مذکور ہیں۔ مگر سیر لاہور کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ مگر ایک سکھ مورخ بھائی گیان سنگھ گیانی کی کتاب تواریخ گورو خالصہ حصہ اول ص ۸۲ مطبوعہ سنہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ لاہور بھی تشریف لے گئے۔ اور سکھوں کے پانچویں گورو ارجن دیو جی[ع] سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور آپس میں درویشی کے مسائل میں گفتگو ہوئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ گورو ارجن دیو جی نے تصوف کے مسائل آپ سے اخذ کئے۔ اور آپ سے فیض حاصل کیا۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ رحیم داد صاف نہادؒ۔ ۲۔ شیخ تاج محمود قلندر تاجدارِ فقرؒ۔

چونکہ یہ دونوں بزرگوار حضرت نوشہ رح کے مُرید وخلیفہ تھے۔ اس لیے ان کے اور ان کی اولاد کے حالات کے لیے یہ علیحدہ طبقہ سلیمانیہ لکھا گیا ہے۔

ع گورو ارجن دیو کی پیدائش سنہ ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء میں اور وفات سنہ ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء میں ہوئی۔ اور گورو صاحب کی ملاقات حضرت سخی شاہ سلیمانؒ سے سنہ ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۴ء کے بعد لاہور ہوئی۔

تاریخ وفات حضرت سخی بادشاہؒ کی وفات بروز شنبہ۔ ستائیسویں ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۰۱۲ھ مطابق ماہ پھاگن سمت ۱۶۶۱ب موافق اٹھائیسویں فروری سنہ ۱۶۰۴ء میں ہوئی۔

آپ کا روضہ اقدس بھلوال شریف کہنہ۔ ضلع سرگودھا میں۔ گاؤں۔ سے شمالی جانب ہے۔

مادہ ہائے تاریخ!

۱۔ الشرافت
۲۔ فخرِ اسلام
۳۔ فیضِ اساس
۴۔ خیر السالکین
۵۔ ظلِ یزدانی
۶۔ خانقاہِ نادر

باب دوم

اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہؒ سے دوسری پشت ہیں یعنی، ان کے فرزند ارجمند ہیں۔

حضرت شیخ رحیم داد صافی نہاد سلیمانی بھلوالیؒ

حضرت رحیم داد شہنشاہِ نامور — چوں او نزادہ مادرِ ایام کس دگر
سلطانِ ملکِ معرفت و ماہِ برجِ فیض — مرجع مآلِ شرق و غرب شاہِ بحر و بر
نوشید بادۂ زخمستانِ فیضِ حق! — پوشید تنگ زا وادنیٔ جامۂ بیر
ہر غنطہ بود مست نہ خمخانۂ الست — روپوشِ نورِ ذاتِ خدا بود در بشر
اشرف زراہِ صدق و وفا ہر زماں کند — از خاکِ پاکِ مقدمِ شاں سرمۂ بصر

اوصافِ جمیلہ آپ شمس المقربین، سراج السالکین، شاہدِ اسرارِ غیب: واقفِ رموزِ لاریب، صاحبِ علم و حلم و ذوق و شوق، جامعِ اوصافِ کمال، اہلِ شریعت و طریقت تھے۔ آپ شہبازِ لامکان حضرت سخی شاہ سلیمان نوری بھلوالیؒ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین تھے۔

بیعت و خلافت حضرت سخی بادشاہ رہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی آپ کو حضرت نوشہ گنج بخش رہ کی بیعت کرایا صاحبِ کنز الرحمت نے لکھا ہے۔

شدہ ذکرِ شاں واجب اینجا مرا — کہ بیعت گرفتند شاں اوّلا

یعنی اس جگہ آپ کا ذکر پہلے لکھنا اس لیے مجھ پر لازم ہوا کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت نوشہ رہ کی بیعت کی تھی۔

حضرت نوشہ رہ نے آپ کو ایک ہی نگاہ سے معرفت کا خزانہ سپرد کر دیا

اور آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

دستارِ سجادگی جب حضرت سخی بادشاہ رح کی وفات ہوئی تو حضرت نوشہ رح بمعہ یارانِ کبار شیخ نور محمد سیالکوٹی رح وغیرہ کے وہاں درگاہِ سلیمانیہ پر پہنچے زیارتِ قبرِ اطہر اور فاتحہ خیر سے فراغت پاکر آپ کو طلب کیا۔ اور اپنے ہاتھ مبارک سے آپ کو دستارِ سجادگی پہنائی۔ اور حضرت سخی بادشاہ رح کی مسندِ ہدایت پر متمکن فرمایا۔ اور شریعت کی پابندی کی تلقین فرمائی۔[1]

اخلاق و عادات

تقویٰ آپ از حد پرہیزگار تھے۔ آپ کا تقویٰ یہاں تک تھا۔ کہ روٹی اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے۔ شبہ والی چیزوں سے پورا پورا اجتناب رکھتے۔ شریعت کے بڑے پابند تھے۔ توکل میں شان بلند رکھتے تھے۔ اکثر اوقات آپ پر حالتِ استغراق طاری رہتی تھی۔[2]

فائدہ: اکثر بزرگانِ دین شبہ والی چیزوں سے پرہیز رکھتے تھے۔ اور حق یہی ہے کہ ولایت سے حقیقتاً تب ہی درویش مشرف ہو سکتا ہے جب مشتبہات سے پرہیز کرے۔ چنانچہ

۱۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر چشتی رح مشتبہ طعام سے پرہیز کرتے تھے۔[3]

۲۔ شیخ حسام الدین متقی رح لقمہ مشتبہ سے پرہیز کرتے تھے۔[4]

دنیا سے نفرت شیخ کرم اللہ بن شیخ نور محمد سیالکوٹی رح سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ سیالکوٹ میں تشریف لائے۔ ہمارے دیوان خانہ میں بڑے عمدہ پلنگ اور بستر بچھے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا یہ پلنگ کس کے ہیں؟ کسی نے بتایا یہ صاحبزادوں کے ہیں۔ آپ نے سر پھیرا۔ اور فرمایا یہ تو فقیر کہلاتے ہیں۔ اور پھر

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [2] رسالہ احمد بیگ ۱۲ [3] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۱ ص ۸۹ [4] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۹۷

نفس کی متابعت کرتے ہیں۔ فقیروں کو ان دنیاوی سازوسامان اور جاہ و جلال سے کیا کام؟ درویش کو صرف ایک کپڑا کافی ہوتا ہے۔ جس سے گزارہ ہو سکے [1]

لباس آپ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا ایک تہبند لنگی، دوسری چادر لنگی، سر پر دستار سفید۔ ہمیشہ یہ تینوں کپڑے آپ رکھتے۔ جن کی قیمت دو روپیہ تک ہوتی۔ [2]

کرامات

بے ادب کو سزا پہنچنا آپ کے پڑوتے شیخ محمد شفیع بن شیخ عنایت اللہ بن شیخ عبدالواحد رح سے منقول ہے کہ آپ کاشتکاری بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی زمین میں خربوزوں کا فصل تھا۔ آپ نے اپنا ایک صاحبزادہ اس کی نگہبانی کے لیے بٹھایا ہوا تھا۔ ایک روز کوئی سپاہی اُس راستہ سے گزرا۔ اور ان کی بغیر اجازت ایک خربوزہ لے لیا۔ صاحبزادہ نے منع کیا۔ تو اس نے اپنے غرور حکومت سے ان کو ایک طمانچہ لگایا۔ وہ روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے۔ اور کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا بیٹا۔ صبر کرو۔ وہ ضرور اپنے کئے کی سزا پائے گا۔ چنانچہ اسی رات وہ دیوانہ ہو گیا۔ اور ہر آدمی سے اپنے سر پر جوتیاں لگواتا۔ نیز تھانیدار نے کسی مجرم کا جرم ثابت کر کے اُس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ آخر وہ آپ کی خدمت میں آکر معافی کا طلب گار ہوا۔ آپ نے معاف کر دیا۔ اور آپ کی توجہ سے اس کے حواس ٹھیک ہوئے [3]

فائدہ: بزرگوں سے جو کوئی بے ادبی سے پیش آیا۔ اُس نے ضرور سزا پائی۔ مصرعہ

بادردکشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

چنانچہ منقول ہے کہ حکام بلخ میں سے کسی نے غرور حکومت میں شیخ نظام الدین بلخی رح کے بیٹے ابوسعید کو تازیانہ مارا۔ اُن کے منہ سے نکلا۔ ابھی اس کی گردن نہیں ٹوٹی۔ چنانچہ وہ گھوڑی سے گرا۔ اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ [4]

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ [2] ایضاً [3] تذکرہ نوشاہیہ، ثواقب المناقب ۱۲ [4] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۴۴ سید شرافت

نصائح منقول ہے کہ ابتدائے احوال میں حضرت سید عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخوردار ی فیض حاصل کرنے کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے کثرت نوافل۔ اور کثرت صیام کی ان کو تاکید فرمائی۔ کہ اس سے طالب کا مقصد پورا ہوتا ہے۔[1]

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ عبدالواحدؒ ۲۔ شیخ روشن شاہؒ۔ شیخ روشن شاہؒ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ علی محمدؒ۔ شیخ ولی محمدؒ دونوں لاولد فوت ہوئے۔

تاریخ وفات شیخ رحیم دادکی وفات[2] ۱۰۹۳ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک بھلوال شریف ضلع سرگودھا میں اپنے والد بزرگوار حضرت سخی بادشاہؒ کے روضہ اطہر میں چبوترہ پر مشرقی جانب ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "اصالت شعار"

شیخ تاج محمود قلندر تاجدار فقر سلیمانی بھلوالیؒ

تاج محمود تاجدار فقر	بود مشغول کاروبار فقر
او بمیدانِ معرفت تحقیق	بود از جملہ شہسوارِ فقر
بود او بانیِ بنائے سلوک	داشت برخود ہمہ مدارِ فقر
بود از بوستانِ قرب الاہ	میوۂ تازہ شاخسارِ فقر
نیست بیمے ز دردو غم ہر کہ	گرد خود دارد او حصارِ فقر
گشت منظور خسروِ عرفاں	ہر کہ گردید داغدارِ فقر
سیر نوشید از عنایت پیر	آبِ رحمت ز جوئبارِ فقر

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲۸ [2] شیخ رحیم داد کا کچھ ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد کے پہلے حصہ میں بھی لکھا جائے گا۔ شرافت

خود تماشا و خود تماشائی | دید ہر کس کہ گشت یار فقر
اشرف از فقر فخرِ خود داند | چوں بنی کرد افتخارِ فقر

اوصاف جمیلہ آپ تاج الفقراء، سلطان العرفاء، سرآمدِ مشائخ زمانہ، مقتدائے قلندرانِ یگانہ، صاحبِ عشق و محبت و ذوق و شوق تھے۔ آپ محبوب درگاہِ سبحان حضرت سخی شاہ سلیمان نوری قادری بھلوالی رح کے فرزند اصغر تھے۔

بیعت و خلافت حضرت سخی بادشاہ رح نے اپنے سامنے آپ کو حضرت نوشاہ عالی جاہ رح کی بیعت کرایا۔ حضور پُرنور نے آپ کو ایک ہی نگاہ سے مراقب علیا پر پہنچا دیا۔ اور خرقہ خلافت و اجازت عطا کرکے دعا فرمائی کہ صاحبزادہ جی تم جس حال میں رہو گے اچھے رہو گے۔ اور تمہارے احوال روز بروز ترقی پر رہیں گے۔[1]

اخلاق و عادات

حسن پسندی آپ وضع قلندرانہ اور طبع رندانہ رکھتے تھے۔ آپ کی طبیعت حسن پسند واقع ہوئی تھی۔ بحکم اللّٰہ جمیل ویحب الجمال۔ آپ صاحب جمال لوگوں پر فریفتہ ہوتے تھے۔ علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی رح نے ثواب المناقب میں آپ کے متعلق لکھا ہے :

"آں سرمشقِ محاسنِ اخلاق تماشائے حسنِ سادہ رویانِ گندم رنگ مانند طلب قوتِ حلال فرضِ عین مے انگاشت و روز و شب اں نورِ چشم اولی الابصار جز نظارہ پری پیکراں مردمک وار شغلے دیگر نداشت"

فائدہ : بعض اوقات سالک کو خوبصورت چہرہ کے دیکھنے سے بحکم النظرۃ الاولی لک کوئی عقدہ کھل جاتا ہے۔ اور صاحب جمال پر نظر کرنا بقولِ حضرت مجدد الف ثانی رح

---

[1] رسالہ محمد بیگ حاشیہ شرافت

مقام خُلّت کے آثار سے ہے۔ اُنہوں نے اپنے مکتوبات شریف میں اس کی تصریح کی ہے۔

صنعت سے صانع کو پانا آپ دریائے وحدت الوجود میں مستغرق تھے۔ صنعت کے دیکھنے سے صانع کی حقیقت سے مستند ہوتے تھے۔ حسین و جمیل چہروں سے انوارِ الٰہی کی چمک ملاحظہ فرماتے، صاحب کنز الرحمت نے لکھا ہے ؎

زِ صنعت رُخِ صانع یافتہ | رُخِ ما سوی اللہ زِ حق تافتہ
زِ صورت بسوئے مصوّر شتاب | بعینِ تصوّر شدے کامیاب

محبوبوں کی سفارش منظور کرنا آپ کی زبان تیرِ قضا تھی۔ جو کچھ منہ سے فرماتے وہی ہو جاتا۔ مگر محبوب صورتوں کی التماس آپ جلد قبول فرماتے۔ صاحب تذکرہ نوشاہیہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی حاجت پیش ہوتی، تو کسی خوبصورت وحسین آدمی کو آپ کے سامنے لاتا، اور اُس سے سفارش کرواتا۔ آپ فوراً دعا فرماتے وہ حاجت پوری ہو جاتی۔

فائدہ: اسی طرح شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی کا طریقہ تھا۔ ان کے آگے اگر کسی نے عرض کرنی ہوتی تو ان کے محبوب مبارک خاں سے کہلواتے [1]

کرامات

آپ سے کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ بالخصوص آپ کی بددعا کا اثر جلدی ظاہر ہوتا تھا۔

بے ادب کو سزا ملنا آپ کے فرزند اصغر شیخ محمد آفتاب سے منقول ہے کہ حضرت سخی بادشاہ رح کے بعد ایک مرتبہ شیخ رحیم داد اور شیخ تاج محمود یعنی دونوں بھائیوں کے درمیان کسی مشترکہ اراضی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ شلا غازی گوندل

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ا ص ۱۲۲ ثمرات

نے شیخ رحیم داؤد کی طرف داری سے ایک خاردار لکڑی آپ کو مارنے کے لیے اٹھائی۔ آپ نے غصہ میں ہو کر اس کو فرمایا تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جاویں۔ امر الٰہی ایسا ہوا کہ ایک دن وہ جنگل میں چلا جاتا تھا۔ غیب سے ایک شیر ظاہر ہوا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ توڑ کر چلا گیا۔ پھر آپ نے بددعا دی کہ تو نو مہینے بیمار رہ کر اور بہت تکلیف اٹھا کر مرے گا۔ چنانچہ اسی طرح وہ بہت درد والم سے فوت ہوا۔[۱]

فائدہ: اسی طرح خواجہ بہاریؒ نے وزیر آصف بیگ والی ایران کے بارہ میں فرمایا کہ ایک ماہ کو مارا جائے گا۔ چنانچہ وہ مارا گیا۔[۲]

مخالف کو سزا پہنچنا

شیخ محمد آفتابؒ سے منقول ہے کہ آپ ایک دفعہ موضع پانڈو ضلع گوجرانوالہ میں ایک کنواں پر بیٹھے تھے کہ اس راستہ سے ایک برات معہ ڈولی کے گذری۔ آپ نے فرمایا کہ اس ڈولی کا پردہ اٹھاؤ۔ ہم بھی صانع حقیقی کی صنعت دیکھیں۔ دولہا سن کر بہت ناراض ہوا۔ اور آپ کو بے جا کلمات کہے۔ آپ نے غیرت کی نگاہ سے ڈولی کی طرف دیکھا۔ اسی وقت وہ عروس تڑپ کر باہر کود پڑی اور دیوانہ وار کپڑے پھاڑ ڈالے۔ سر پر خاک ڈال لی۔ اس بات سے وہ سخت شرمندہ ہوا۔ اور آپ کے قدموں پر گر کر گناہ معاف کروایا۔ اور سب مال واسباب جہیز آپ کے آگے بطور نذرانہ رکھ دیا۔ آپ نے اس میں سے چند لڈو۔ اور ایک چھیرہ برہان پوری قبول کر لیا۔ اور باقی سب سامان واپس کر دیا۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔[۳]

جتی شاہ رحمان سے مقابلہ

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ وزیر آباد کو تشریف لے جا رہے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ میاں ٹھوٹھو مراثی خادم آپ کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں بمقام گھوگہ حضرت سید جتی شاہ رحمان بخاریؒ جلالی کا مکان تھا۔ وہ کتے بہت رکھتے تھے۔ ان کے کتے آپ کو بھونکے اور بڑا تنگ کیا۔ میاں ٹھوٹھو نے آپ کے حکم سے ان کو ڈھیلے مارے۔ وہ چیختے ہوئے

---

[۱] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [۲] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۳ ص ۱۲۸ [۳] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت ۱۲

واپس گئے۔ جتی شاہ رحمان رح نے اپنے کتوں کی ہمدردی سے حضور کو گالیاں دیں۔ کہ تم نے ہمارے کتوں کو کیوں مارا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے کتے رکھ کر مسافروں کا راستہ بند کیا ہوا ہے۔ مجھے تیری سیادت کا لحاظ ہے۔ اس لیے میں تجھ کو گالیاں تو نہیں دیتا۔ لیکن تو آٹھ دن کے اندر مر جاوے گا۔ یہ کہہ کر آپ آگے گذر گئے۔ جب آٹھویں روز وزیر آباد سے واپسی پر اسی راستہ سے گذرے تو آگے جتی شاہ رح کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور ان کا جنازہ تیار تھا۔[1]

فائدہ: جو درویش اپنے سے بلند مرتبہ والے کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ وہ ضرور سزایاب ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ شرف الدین قبائی رح نے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رح کے حق میں کلمات سخت کہے، انہوں نے فرمایا "وہ گئے"۔ چنانچہ وہ مر گئے۔[2]

بارش کا ہونا چوہدری جتیا سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ ہمارے موضع کیلیانوالہ میں تشریف لائے۔ امساک باراں تھا۔ زراعتیں خشک ہو چکی تھیں۔ باشندگان موضع نے آپ کی خدمت میں التماس کی کہ یا حضرت ہم بارش نہ ہونے سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ آپ دعا فرماویں۔ آپ اسی وقت مجلس سے اٹھ کر دھوپ میں جا بیٹھے۔ جب آپ کے جسم مبارک کو گرمی پہنچی تو اسی وقت بادل بن آیا۔ اور آسمان پر محیط ہو گیا۔ اور موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ آپ مکان میں چلے آئے تو پھر بارش بند ہو گئی۔ آپ نے ایک فقیر کو امر کیا کہ بادل کو بلند آواز سے کہو کہ کیوں ٹھہر گیا ہے۔ ابھی ہم کو ضرورت ہے چنانچہ اس کے کہنے پر پھر زور سے مینہ برسنا شروع ہو گیا۔ اور اس قدر برسا کہ تمام میدان پانی سے لبریز ہو گیا۔[3]

فائدہ: بزرگوں کی توجہ اور دعا سے بارش کا ہونا متواتر اخبار میں پایا جاتا ہے چنانچہ

ا۔ شیخ نظام الدین ابو المؤید رح نے اپنی والدہ کے دامن کا ایک تار آسمان کی طرف کر کے دعا کی تو بارش ہو گئی۔[4]

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ امنہ [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد اص ۷۰ [3] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [4] تذکرہ اولیائے ہند جلد اص ۸۱ تید شرافت

۲۔ ایک مرتبہ فتحپور میں امساک باراں ہوا۔ اُدھر سنبھل میں شیخ فتح اللہ صاحب میں بیٹھے تو اسی وقت اِدھر فتحپور میں بارش ہو گئی۔[۱]

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ا۔ شیخ عبدالوہاب المعروف سخی نر وہاب ۲۔ شیخ محمد آفتاب صاحب۔

یارانِ طریقت آپ کے خاص احباب یہ تھے:

۱۔ سخی نر وہاب فرزند اکبر بھلوال شریف ضلع سرگودھا۔
۲۔ شیخ محمد آفتاب فرزند اصغر
۳۔ چوہدری جیا چٹھہ کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ
۴۔ میاں ٹھوٹھراٹی خدمتگار

تاریخ وفات شیخ تاج محمود سلیمانی کی وفات ۱۰۸۴ھ میں ہوئی، آپ کی قبر مبارک بھلوال شریف ضلع سرگودھا میں اپنے والد بزرگوار حضرت سخی بادشاہ کے روضہ شریف کے اندر چبوترہ پر مغربی جانب ہے۔

مادہ ہائے تاریخ!

۱۔ آیت شریف فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ ۱۰۸۴
۲۔ فیاضِ کون و مکان۔ ۱۰۸۴

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ا ص ۸۱۔ [۲] شیخ تاج محمود سلیمانی کا مختصر ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسومہ بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے پہلے حصہ تحائف الاطہار نام میں بھی لکھا جا سکے گا ۱۲ شرافت

باب سوم

اس باب میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہؒ سے تیسری پُشت ہیں۔

شیخ عبدالواحد بھلوالیؒ

آپ شیخ رحیم داد بن سخی شاہ سلیمان نوری رح کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔

کثرتِ فیض آپ کی ذات سے خلق اللہ کو فیوضِ باطنی و برکاتِ کمالیت نصیب ہوئے۔[1]

روایت حضرت مرزا احمد بیگ لاہوریؒ آپ کی زیارت سے مستفید ہوئے۔ اور اپنی کتاب مقامات حاجی بادشاہ المعروف رسالہ الاعجاز میں آپ سے ایک روایت بھی درج کی ہے۔ جس میں حضرت سخی بادشاہؒ کی کرامت مطلع آفتاب کے متعلق ہے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ عنایت اللہ ۲۔ شیخ نور جمال لاولد۔

شیخ عبدالواحد کی قبر مبارک بھلوال شریف دو منہ حضرت سخی بادشاہؒ میں۔ والد صاحبؒ اور دادا صاحبؒ کے درمیان ہے۔ **وفات** ۱۱۲۰ھ

سخی نور وہاب بھلوالیؒ

آپ مجموعہ حسنات، مستجاب الدعوات، سر حلقہ خاندان سلیمانیہ، خلاصہ دودمان بھلوالیہ، صاحب جذبہ و خوارق و کرامات تھے۔

---

[1] انوار القادریہ ۲۔ سید شرافت

نام ونسب آپ کا نام شیخ عبدالوہاب المعروف سخی فرد وہاب تھا۔ آپ حضرت شیخ تاج محمود قلندر بن سخی شاہ سلیمان نوری رح کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔ اور اپنے وقت میں تمام برادران ہمجدی سے بلند مقام پر فائز تھے۔

کرامات

آپ جو کچھ منہ سے فرماتے۔ حق تعالیٰ منظور کر لیتا۔

ظفر مندی کی دعا منقول ہے کہ آپ کے زمانہ میں قوم پنجھتہ زمیندار سکنائے چاوہ ضلع شاہ پور چڑھائی کر کے بھلوال شریف کو لوٹ لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن باشندگانِ بھلوال نے اُن کے مظالم سے تنگ آکر آپ کے حضور میں شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اب تم چاوہ پر حملہ کر دو۔ انشاء اللہ تمہاری فتح ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے حملہ کیا تو فتحیاب ہوئے۔ اس فتح کی خوشی میں اُنہوں نے ایک کنواں معہ رقبہ اراضی آپ کو نذرانہ میں دیا۔

سرداری کی دعا منقول ہے کہ آپ کے عہد میں موضع ساہن پال کی سرداری چوہدری اجمیر بن حسان علی تارڑ کے متعلق تھی۔ وہ بڑا مغرور و متکبر تھا۔ اپنے ہم جدی بھائیوں اور مسکینوں کو بہت تنگ کیا کرتا۔ اس کا چچا زاد بھائی خان محمد بن محمد علی اور اس کا بھتیجا جواہر خاں بن عبدالخالق دونوں اس کے ظلم سے تنگ آکر استغاثہ کے لیے بھلوال شریف میں حضور کی خدمت میں پہنچے۔ اور اس کے مظالم کا تذکرہ کیا۔ اور نذرانہ میں ایک ٹاڈ[1] پیش کی۔ جس کی قیمت چند درہم تھی۔ آپ نے ازراہ کشف آگاہ ہو کر فرمایا کہ یہ ٹاڈ تو تمہاری والدہ کی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے گھر میں اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ جو ہم حاضر کرتے۔ آپ کو ان کی حالتِ زار پر رحم آیا۔ اور اجمیر کے متعلق یہ فرمایا:

"مرغی ہم نے انڈوں پر بٹھائی تھی۔ مگر اس نے گندے ہی کر دیئے ہیں۔"

---

[1] ٹاڈ ایک چاندی کا زیور ہے جو عورتیں بازو پر پہنتی ہیں ۱۲ سید شرافت

اور فرمایا تم جاؤ اجمیر کو ظلم کی سزا مل جائے گی۔ اور گاؤں کے سردار تم ہو جاؤ گے۔ چنانچہ چند روز کے بعد باشندگانِ اگرویہ نے اجمیر کو قتل کر دیا۔ اور وہ دونوں اشخاص گاؤں کے مالک ہو گئے۔

اب تک انہیں دونوں کی اولاد میں نمبرداری چلی آتی ہے۔

ایک مرید کو شیر سے بچانا

منقول ہے کہ آپ چوسر کھیلا کرتے تھے۔ ایک دن کسی زمیندار کو کہا کہ ہمارے ساتھ چوسر کھیلو۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ بسا اوقات آپ اثنائے کھیل میں حریف مقابل پر غصے ہو جاتے ہیں۔ اور بددعا دے دیا کرتے ہیں۔ اس لیے میں نہیں کھیلوں گا۔ آپ نے فرمایا میں غصے نہیں ہوں گا۔ وہ آپ کے ساتھ کھیلنے لگا۔ اسی اثنا میں آپ نے ایک نرد پکڑ کر دوسرے پر ماری۔ اور بلند آواز سے کہا "اِس طرح مار" آپ کے جوش طبیعت کو دیکھ کر ڈر کے مارے اُس کو غش آگیا۔ آپ نے اُس پہ ہاتھ پھیرا۔ اُس کو ہوش آئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کوئی فکر نہ کر۔ میں نے کسی کو بددعا نہیں دی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کا ایک ماچھی مرید آگیا۔ اور واقعہ سنایا کہ میں آج جنگل میں لکڑیاں لینے گیا تھا۔ شیر نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس وقت میں نے آپ کو امداد کے لیے پکارا۔ یا مرشد بچائیو۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ میں نرد ہے۔ اور شیر کے منہ پہ مار کر فرماتے ہیں "اس طرح مار" وہ شیر بھاگ گیا۔ اور میں بچ گیا۔

آپ کا فرمان پورا ہوا

منقول ہے کہ ایک مرتبہ سید محمد سعید صاحب دُولا بن سید محمد ہاشم صاحب دریادل نوشاہی" پالکی نشین ہو کر سفر میں تشریف لے جا رہے تھے۔ آگے سے آپ پاپیادہ قلندرانہ اطوار چلے آتے تھے۔ انہوں نے نیچے اتر کر سلام و آداب نہ کیا۔ پالکی میں بیٹھے ہی ایک روپیہ نذرانہ آپ کے آگے زمین پر پھینک دیا۔ اُس وقت آپ جوش میں آ گئے۔ اور فرمایا تم اپنے رعب و اقبال کی وجہ سے اب اولادِ سخی بادشاہ" کی تعظیم سے کنارہ کش ہو گئے ہو۔ لہذا آج کے بعد شاید پالکی پر نہ چڑھ سکو۔ اور نذرانہ بھی واپس کر دیا۔ چنانچہ انہیں ایام میں حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری" نے اُن پر جاگیر کی واپس طلبی کا دعوے دائر کر دیا۔

جس پر وہ بجبر و تشدد خود متصرف ہو چکے تھے۔ اور اپنے برادران عم زاد کا حصہ غصب کر کے ان کو جواب دے دیا ہوا تھا۔ ان کا دعوےٰ ثابت ہو گیا۔ اور نصف حصہ جاگیر عدالت کے فیصلہ کے مطابق سادات برخورداریہ نے واپس لیا۔ اور گذشتہ چند سالوں میں جو کچھ جاگیر کی آمدنی قبضہ میں لا کر خرچ کر چکے تھے۔ اپنی زمین کو رہن رکھ کر وہ روپیہ ادا کیا۔ کچھ رقم بقایا نکلی۔ جس کے لیے پالکی فروخت کر کے برادران برخورداریہ کا حق ادا کیا۔ چند مبلغات پھر بھی باقی رہ گئے۔ جو انہوں نے فراخدلی سے بخش دیئے۔ اس کے بعد سید محمد سعید پھر کبھی پالکی پر نہ چڑھے۔

روایات: مرزا احمد بیگ صاحب لاہوریؒ آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے رسالہ الاعجاز میں دو روایتیں آپ کی زبان سے نقل کی ہیں۔

۱۔ حضرت سخی بادشاہؒ کے گھر میں فقر و فاقہ کا بیان۔
۲۔ حضرت سخی بادشاہؒ کا ایک ہی وقت میں متعدد جگہوں پر موجود ہونا۔

اولاد: آپ کے ایک ہی فرزند شیخ عبدالستار صاحبؒ تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔ آپ کی چار بیٹیاں تھیں۔ جن کی اولاد باقی ہے۔

وفات: سخی نہر دہاب کی وفات ۱۳۵۱ھ میں ہوئی۔

آپ کا مزار مبارک روضہ شریف حضرت سخی بادشاہ رح کے اندر اپنے والد صاحب اور دادا کے درمیان واقع ہے۔

شیخ محمد آفتاب بھلوالیؒ

اوصاف جمیلہ: آپ قبلہ عارفاں۔ کعبہ واصلاں۔ خلاصہ وحدت۔ ثمرہ ربوبیت۔ صاحب کشف و کرامت و خوارق و وجد و سماع تھے۔ آپ حضرت شیخ تاج محمود قلندر بن حضرت سخی بادشاہ رح کے فرزند اصغر اور مرید و خلیفہ تھے۔

اپنے عم بزرگ حضرت شیخ رحیم داد صاحبؒ سے بھی فیض کامل پایا۔

تعلیم ظاہری آپ نے علم ظاہری فقہ و تصوف حاصل کیا۔ طب میں بھی خصوصی مہارت پائی۔ فن کتابت نسخ کو بھی سیکھا۔

اخلاق و عادات آپ درویش سیرت۔ اخلاق فاضلہ رکھتے تھے۔ اہل جذبہ متبرک وجود تھے۔ یادالٰہی میں ہردم مشغول رہتے۔ کتابوں کا مطالعہ بھی کرتے۔ آپ کے فیض سے اکثر لوگ مستفیض ہوئے۔

کرامات

کشف سے خبر دینا منقول ہے کہ ایک روز کوئی شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میرا بھائی ملتان گیا تھا۔ اب سننے میں آیا ہے کہ وہ قید ہوگیا ہے۔ اس کی رہائی کے لیے دعا فرماویں۔ آپ نے دیر تک مراقبہ کیا اور فرمایا تیرے بھائی کا کسی دلال کے ساتھ تنازعہ ہوا تھا۔ مگر خیر گذری ہے قید سے بچ گیا ہے۔ اس نے اپنی خیریت کا خط بھی تجھ کو بھیجا ہے۔ جو کل تجھے مل جائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن وہ خط اُس کو مل گیا۔ اور آپ کا کشف صحیح ثابت ہوا۔

کثرت اولاد کی دعا ایک روز ایک بڑھیا نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ میرے لڑکے اللہ داد خاں کے حق میں مجھے کوئی خوشخبری عنایت فرماویں۔ تب آپ کا دامن چھوڑوں گی۔ آپ نے اس کو بشارت دی کہ خدا تیرے لڑکے کی نسل بہت بڑھائے گا۔ جو بجائے خود ایک قبیلہ مشہور ہوگا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔

اپنے مقصد میں کامیابی منقول ہے کہ آپ بمعہ ایک درویش کے سیر کرتے ہوئے موضع بدو کے ضلع گوجرانوالہ کے پاس سے گذرے۔ وہاں ایک کنوئیں پر چند عورتیں پانی بھرنے کے لیے آئیں۔ ان میں سے ایک دوشیزہ لڑکی نوجوان خوبصورت پر آپ مبتلا ہوگئے۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ وہاں کے ایک مشہور بھنگو شیخ جلو قوم دھاریوال کی بیٹی ہے۔ آپ نے درویش کو اس کے والدین کے پاس

بھیجا۔ اور ان کو نکاح کا پیغام سُنایا۔ اس کے بھائی یہ پیغام سن کر سخت ناراض ہوئے اور لاٹھیاں لے کر آپ کو مارنے کے لیے آ گئے۔ چونکہ آپ کی ایک آنکھ اکھوئی تھی۔ اس لیے انہوں نے طنزاً کہا کہ تو کانا فقیر ہو کر ہماری ہمشیرہ کا رشتہ مانگتا ہے۔ آپ نے جلالیت میں ہو کر فرمایا۔ اگر میں کانا ہوں تو تمہاری ہمشیرہ اندھی ہے۔ چنانچہ اسی وقت وہ اندھی ہو گئی۔ آخر وہ اپنی گستاخی سے تائب ہوئے۔ آپ نے پانی دم کر دیا۔ آنکھوں پر چھڑکنے سے وہ بینا ہو گئی۔ آخر شیخ جیّور رح نے برضامندی اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اسی کے بطن سے آپ کی اولاد ہوئی۔

تصنیف علم طب میں کتاب رُباعیاتِ یوسفی کی شرح بزبان فارسی آپ نے بہت عمدہ لکھی ہے۔

تحریر آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید بخط نسخ آپ کی اولاد میں سے صاحبزادہ حافظ منظور حسین بن شیخ سردار شاہ صاحب کے پاس موجود تھا۔ ۱۳۵۰ھ میں انہوں نے مولف کتاب ہذا کو تبرکاً عنایت کر دیا۔ چنانچہ وہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔

روایات میرے جدِ بزرگوار حضرت سید حافظ محمد حیات ربانی بن سید حافظ جمال اللہ صاحب فقیہِ اعظم برخورداری رح نے اپنی کتاب تذکرہ نوشاہیہ میں تین روایتیں آپ کی زبان سے نقل کی ہیں۔

۱۔ حضرت سخی بادشاہ رح کا دیوان ابوالفتح رح کی عیادت کو جانا

۲۔ ملا غازی گوندل رح کا شیخ تاج محمود قلندر رح کی غیرت سے سزایاب ہونا۔

۳۔ شیخ تاج محمود صاحب رح کا پانڈو کے میں ایک عروس کو دیکھنا۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ فتح الدین صاحب رح ۲۔ شیخ نور جمال صاحب رح ان کے ایک فرزند شیخ خان بہادر صاحب رح تھے۔ ۳۔ شیخ دین پناہ صاحب رح ۴۔ شیخ حمزہ شاہ صاحب رح۔

ان کے حالات چوتھے باب میں آویں گے۔

یارِ طریقت آپ کے ایک درویش شیخ مرتضٰے نامی تھے۔

وفات : شیخ محمد آفتاب کی وفات ۱۱۴۸ھ میں ہوئی۔

آپ کی قبر جلوال شریف۔ گورستانِ سلیمانیہ میں ہے۔

باب چہارم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہ رح سے چوتھی پشت ہیں۔

شیخ عنایت اللہ بھلوالی رح

آپ شیخ عبدالواحد بن شیخ رحیم داد صاحب سلیمانی بھلوالی رح کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔

حضوری درگاہ آپ صاحب صحو و سکر تھے۔ شان صمدیت آپ پر غالب تھی۔ تصرفات کرامات آپ سے ظاہر و باہر تھے۔ تمام اولادِ حضرت سخی بادشاہ رح آپ کا احترام کرتی تھی۔ اکثر درگاہِ سلیمانیہ پر حاضر رہتے۔ ہر چند ارادت مند ملتجی ہوتے۔ مگر آپ دربار سے غیر حاضر نہ ہوتے[1]۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ عبدالہادی صاحب رح۔ ان کا ذکر پانچویں باب میں آئے گا۔ ۲۔ شیخ گل شیر صاحب رح۔ ۳۔ شیخ محمد شفیع صاحب رح۔ ان کا ذکر پانچویں باب میں آئے گا۔

— شیخ گل شیر صاحب رح کے ایک فرزند شیخ سید محمد صاحب رح تھے۔

— شیخ سید محمد صاحب رح کے دو بیٹے تھے۔ شیخ شیر محمد صاحب رح لاولد۔ شیخ رکن الدین صاحب رح۔

— شیخ رکن الدین صاحب رح موضع رمل ضلع گجرات میں سکونت گزین ہوئے۔ ان کے چار بیٹے ہوئے۔

شیخ امام الدین صاحب اولد۔ شیخ خدا بخش صاحب لاولد۔ شیخ میراں بخش صاحب۔ شیخ سردار شاہ صاحب رح۔

---

[1] انوار القادریہ جا سید فخر الحق

— شیخ میراں بخش صاحب ۱۳۷۵ھ میں ضعیف العمر موجود ہیں۔ ان کے دو بیٹے ہوئے صاحبزادہ حاکم شاہ صاحب موجود ہیں۔ صاحبزادہ حیاتیا نوالہ ملنگ صورت لاولد فوت ہوا۔

— شیخ سردار شاہ صاحب کے پانچ بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ عنایت حسین۔ صاحبزادہ ولایت حسین۔ صاحبزادہ فضل حسین۔ صاحبزادہ منظور حسین۔ صاحبزادہ بشیر حسین۔ پانچوں اس وقت موجود ہیں۔

شیخ عنایت اللہ کی قبر بھلوال شریف۔ گورستان سلیمانیہ میں ہے۔

وفات ۱۱۴۰ھ

شیخ علی محمد بھلوالیؒ

آپ سید الفقراء صاحب مقامات بلند تھے۔ شیخ روشن شاہ بن شیخ رحیم داد صاحب بھلوالیؒ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کا فیض عام تھا۔

تسخیر جنات آپ نے تسخیر جنات کا عمل کیا تھا۔ طائفہ جنات آپ کے زیر اثر اور حلقہ بگوشوں سے تھا۔

بے ادب کو سزا پہنچنا منقول ہے کہ ایک روز آپ بھلوال شریف کے کوچہ میں جا رہے تھے۔ کسی عورت نے بغرض بے ادبی اپنے برتنوں کا غسیلہ یعنی مستعملہ پانی آپ پر ڈال دیا۔ آپ نے ایک جن کو اس پر مسلط کر دیا۔ جس نے اس کو بہت تنگ کیا۔ آخر اس نے آ کر معافی لی۔ تب وہ جن دور ہوا۔

شیخ علی محمد کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ قبر بھلوال شریف میں ہے۔ وفات ۱۱۴۹ھ

شیخ فتح الدین رسول نگریؒ

آپ حضرت شیخ محمد آفتاب بن شیخ تاج محمود قلندرؒ کے فرزند اکبر تھے۔ صاحب زہد و ریاضت۔ برگزیدہ درگاہ ذوالجلال تھے۔

بیعت وخلافت صاحب تحائف قدسیہ نے لکھا ہے کہ آپ حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی کے مرید خلیفہ تھے۔

بنائے رسول نگر بڑے بڑے رئیس اور چوہدری آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے چوہدری نور محمد چٹھہ رئیس اعظم منچر چٹھہ (ضلع گوجرانوالہ) آپ کا مرید تھا۔ اس نے رسول نگر کی بنیاد آپ کے ہاتھ مبارک سے رکھوائی۔ آپ نے ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں قصبہ رسول نگر کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس مصرعہ سے تاریخ ظاہر ہوتی ہے روضۃ الزکیہ میں ہے۔ مصرعہ

ابد نام شہر رسول نگر

۱۱۶۹ھ

آپ کے ہاتھ کی برکت سے اس قصبہ میں آج تک بہت سی برگزیدہ ہستیاں ہوتی چلی آرہی ہیں۔ خصوصاً خاندانِ نوشاہیہ کا وہاں بہت فروغ ہے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ پہلے شاہ صاحبؒ۔ ۲۔ شیخ جوائے شاہ صاحبؒ۔

مدفن شیخ فتح الدین کا مزار مبارک قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔

وفات ۱۱۸۳ھ

شیخ دین پناہ بسراویؒ

آپ حضرت شیخ محمد آفتاب بن شیخ تاج محمود قلندر سلیمانی رح کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ تارک الدنیا۔ فارغ العقلے صاحب جذب وصحو وسکر تھے۔ پرہیزگاری۔ اور تقوے آپ کا شیوہ تھا۔ شبہ والے طعام سے نفرت رکھتے۔

کرامات

فراستِ باطنی منقول ہے کہ ایک دفعہ کسی سکھ نے چند آم آپ کو بطور ہدیہ پیش کیے۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا یہ چیز مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اُسی وقت باغبان شور واویلا کرتا ہوا آیا کہ یہ سکھ میرے باغ سے آم ظلم سے چھین کر لے آیا ہے۔ آپ نے اُس سکھ کو نگاہِ غیرت سے دیکھا تو وہ اُسی وقت مر گیا۔

صبر کا بدلہ شیخ محمد غوث بن شیخ محمد یار صاحب سلیمانی رح سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک گستاخ عورت آپ کو سخت کلمات بولنے لگی۔ آپ نے مجھ کو فرمایا۔ اس کو طمانچہ لگا دو۔ میں نے ذرا توقف کر دیا۔ ناگاہ وہ عورت تڑپنے لگی اور مر گئی۔ آپ نے فرمایا ہمارے صبر کی وجہ سے خدا نے اس سے انتقام لیا ہے اگر تم اس کو طمانچہ مار دیتے تو ہمارا بدلہ ختم ہو جاتا۔ اور اس کی جان بچ جاتی۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ عبداللہ شاہ صاحب تھے۔

مدفن شیخ دین پناہ کی مرقد منور موضع بسرا متصل چونڈہ باجوہ ضلع سیالکوٹ میں۔ خوبصورت پاکی بنی ہوئی ہے۔ **وفات** ۱۱۹۲ھ۔

شیخ حمزہ شاہ جوکالوی رح

آپ عاشق ذاتِ خدا، مقبول حضرت کبریا تھے۔ آپ حضرت شیخ محمد آفتاب بن شیخ تاج محمود قلندر سلیمانی رح کے فرزند اصغر اور مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے والد صاحب کے خلیفہ شیخ مرتضیٰ رح سے بھی فیض پایا کبھی مجذوب کبھی سالک رہتے۔ سیر و سیاحت بھی کچھ عرصہ کی۔ موضع جوکالی میں سکونت رکھتے تھے۔

ذکر آبادی قصبہ جوکالیاں

مرزا اعظم بیگ نے کتاب تاریخ ضلع گجرات ص ۱۳۶ میں لکھا ہے:[1]

"یہ قصبہ شہر گجرات مقام ضلع سے جانب جنوب بفاصلہ چودہ[14] کوس واقع ہے۔ اور یہ جگہ جہاں اب قصبہ آباد ہے کسی زمانہ گذشتہ سے بطور تبہ کے ویران پڑی ہوئی تھی۔ اور اس کا نام جوکالیاں مشہور تھا۔ بمرور گیارہ[11] پشت مستی بھٹی جٹ گوت تارڑ نے بنظر آبادی اس پر قبضہ کرکے گاؤں بسا لیا۔ اب تک اس کی اولاد مالک ہے۔ پہلے تو یہ ایک گاؤں زمینداری تھا۔ مگر عہد سکھاں میں یہ گاؤں جاٹے تعلقہ ہوگیا۔ اور غلام چھٹہ نے کروہ حاکم اس تعلقہ کا تھا۔ قلعہ بنا کر اپنی بود و باش رکھی۔ اس کے سبب سے بباعث آبادی اہل حرفہ کے قصبہ بن گیا۔ آبادی اس کی اب بھی خام ہے۔ مگر دکانات پختہ ہیں۔ ہیئت آبادی مربع کثیر الاضلاع ہے۔ اور اس وقت گیارہ ہزار دو سو اٹھاسٹھ[11268] مردم شماری۔ اور چھ سو چھہتر[676] گھر۔ بیالیس[42] دکان اس قصبہ میں واقع ہیں ساہوکار بڑا کوئی نہیں۔ معمولی بیوپار کرنے والے ہیں۔ پندرہ ہزار[15000] روپیہ سالانہ تک بیوپار اشیائے ذیل کا اس قصبہ میں بطور تجارت ہوتا ہے۔ قند۔ شکر۔ روغن زرد۔ نمک۔ گندم۔ سوت۔ کپاہ۔ دھڑتہ کچھ مقرر نہیں۔ اور نہ منڈی ہے۔ صرف کھتری لوگ اس قصبہ کے کنک۔ نخود اور قند و سوت وغیرہ دیہات گرد و نواح سے خرید کرکے دریائے چناب سے کشتیوں کے راستہ ملتان کو بھیجاتے ہیں۔ اور نمک کانِ نمک سے بقدرِ ضرورت لے آتے ہیں۔ اور کسی طرح کا کسب عمدہ نہیں ہوتا۔ نہ کوئی خاندان نامی ہے۔ کماد خاص اس قصبہ کا بہت اچھا بکثرت ہوتا ہے۔ جس کے سبب سے قند اس جگہ کا بہت شیریں ہوتا ہے۔ اور یہ قصبہ دریائے چناب پر واقع ہے۔ اس کی حد سے جانب دکھن دریا جاری ہے۔ بُرد و برآمد اس کے سبب سے اس گاؤں میں ہر سال ہوتی ہے۔ اور کوئی نالہ

لہ تاریخ ضلع گجرات مصنفہ ۱۸۷۰ء از مرزا اعظم بیگ ص ۱۳۶

واقعہ نہیں ہے۔ کوئی خاص عمارت اس قصبہ کی لائق ذکر نہیں ہے۔ مگر ایک مسجد پختہ چونہ گچ میاں محمد اسحاق صاحب عالم نے بمرور چھ برس اندر قصبہ کے بنائی ہے۔ معمولی عمارت ہے۔ مگر بہ نسبت آبادی اس قصبہ کے کہ اکثر خام ہے یہ مسجد لائق ذکر ہے۔ اور ایک ہزار زر روپیہ تک اس پر صرف ہوا ہوگا۔ بعض عمارات معمولی کا نقشہ ہیئت اس قصبہ پر درج ہے۔" بلفظہٖ۔

مویشی پالنے کا شوق

منقول ہے کہ آپ کو مال مویشی کا بہت شوق تھا۔ ایک سو چالیس بھینسیں آپ کے پاس تھیں۔ ان کا دودھ اور مکھن راہِ خدا میں صرف کیا کرتے۔ اور ان کے جتنے کٹے یا کٹیاں ہوتے۔ ان کو بھی ساتھ ہی چھیڑ دیتے۔ اور فرماتے بیٹا ہمارا حق نہ چھیڑنا۔ چنانچہ وہ آدھا دودھ پینے اور آدھا چھوڑ دیتے۔

اولاد

آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ بودلے شاہ صاحب۔ ۲۔ شیخ محبت شاہ صاحبؒ لاولد۔ ۳۔ شیخ بچھے شاہ صاحبؒ۔ ۴۔ شیخ اربیلے شاہ صاحبؒ لاولد۔

یارانِ طریقت

آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔	شیخ بودلے شاہ صاحب فرزند اکبر	جوکالیاں ضلع گجرات
۲۔	شیخ محبت شاہ صاحبؒ فرزند دوم	" "
۳۔	شیخ بچھے شاہ صاحبؒ فرزند سوم	" "
۴۔	شیخ اربیلے شاہ صاحبؒ فرزند چہارم	" "
۵۔	شیخ پہلے شاہ بن شیخ فتح الدین سلیمانیؒ برادر زادہ	رسول نگر ضلع گوجرانوالہ
۶۔	شیخ بجائے شاہ بن شیخ فتح الدینؒ برادر زادہ	سیدنگر
۷۔	شیخ خان بہادر بن شیخ نور جمال رح برادر زادہ	"

مدفن شیخ حمزہ شاہؒ کا مزار قصبہ جوکالیاں ضلع گجرات میں مشرقی جانب ہے۔ قبر پر درخت وَن (پیلو) نے سایہ کیا ہوا ہے۔ قبر کے متعلق بارہ بیگہ زمین تھی۔ جو اولاد کے قبضہ میں رہی۔ لیکن چند سال سے گورنمنٹ برطانیہ نے ضبط کرلی ہے۔

وفات ۱۱۹۶ھ۔

باب پنجم

اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہؒ سے پانچویں پشت ہیں۔

شیخ عبدالہادی بھلوالیؒ

آپ شیخ عنایت اللہ بن شیخ عبدالواحد صاحبؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔

رعب و جلال صاحب انوار القادریہ نے لکھا ہے کہ آپ کا رعب خداداد اور ہیبت وہ تھی کہ جو شخص سامنے آتا بولنے کی تاب نہ رہتی۔ جب تک آپ خود اس سے دریافت نہ فرماتے وہ لب کشائی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ جس سے مخاطب ہوتے وہ سمجھ لیتا کہ بیڑا پار ہے۔ جس کے عرض مطلب پر آپ متفقت نہ ہوتے۔ وہ ناکام ہی رہتا۔ خلق کا انبوہ آپ کے دروازہ پر ہر وقت رہتا تھا۔

برادری کا مطیع ہونا اگرچہ حسد سے برادری کے لوگ غائبانہ چہ میگوئیاں کرتے۔ اور مخاصمت پر تُلے رہتے مگر کامیاب نہ ہوتے۔ بالآخر اکثر احترام کرنے لگ گئے[1]

فیوض ولایت آپ کی نظر میں ایک عجیب نشہ تھا۔ جو دیکھ لیتا شیدا و والہ ہو جاتا۔ جو کوئی حل مشکلات کے لیے آتا۔ کامیاب ہو کر جاتا۔ آپ صاحب فتوحات کثیرہ تھے۔[2]

مشکلات کا حل کرنا آپ کا ڈیرہ درگاہ سلیمانیہ کے قدموں میں درخت ون کے نیچے ہوتا تھا۔ وہاں مچ (دھونی) لگا رہتا۔ اہل حاجت اگر بیمار یا کسی اور مراد کا طلبگار ہو۔ اسی مچ سے خاکستر کی چٹکی اٹھا دیتے تو وہی نسخہ شفا و تعویذ

---

[1] انوار القادریہ ۲۷ [2] ایضاً سید شرافت

حاجت روا ثابت ہونا۔[1]

فائدہ: بزرگوں کا اپنے پاس آگ جلانا غلبہ جلال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ تذکرہ اولیائے ہند جلد دوم[2] ص ۹۵ میں ہے:

"حاجی گگن شوریانی ہر وقت اپنے پاس آگ جلا یا رکھتے۔"

آگے وجہ لکھی ہے:

"بسبب غلبہ جلال کے کہ آگ بھی مظہر جلال الٰہی ہے ہر وقت روشن رکھتے۔"

نیز نور جلال آگ کی طرح روشن ہوتا ہے۔ اس کی مشابہت سے بھی آگ جلاتے ہیں اسی تذکرہ ص ۹۸ پر ہے:

"نور تین قسم پر ہے۔ ایک جو صفت جلال سے ظاہر ہوتا ہے وہ برنگ آفتاب یا برنگ طلا یا برنگ آتش دکھائی دیتا ہے۔ اور دوسرا جو بصفت جمال ظاہر ہوتا ہے، وہ برنگ ماہ یا نقرہ یا پانی جلوہ گر ہوتا ہے۔ تیسرا نور ذات منزہ ہے صفات سے۔ اس کو سوا اولیاء اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔"

اولاد: آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ فیض بخش صاحبؒ ان کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔ ۲۔ شیخ محمد یار صاحبؒ۔ ۳۔ شیخ عطاء اللہ صاحبؒ۔

— شیخ محمد یار صاحبؒ کے ایک فرزند شیخ محمد غوث صاحبؒ تھے۔

— شیخ محمد غوث صاحبؒ کے ایک فرزند شیخ قطب الدین صاحبؒ تھے۔ ان کا ذکر آٹھویں باب میں آئے گا۔

— شیخ عطاء اللہ صاحبؒ کے ایک فرزند شیخ نظام الدین صاحبؒ تھے۔ ان کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

یارانِ طریقت: صاحب انوار القادریہ نے لکھا ہے کہ آپ کے مرید اکثر مجذوب ہو جاتے تھے۔ آپ کے خادم جو صاحبِ اخلاص تھے۔ بڑے صاحب

[1] انوار القادریہ [2] سید شرافت

کمالات ہوئے۔ آپ مرید اسی کو کرتے جس میں استعداد پاتے۔

مدفن شیخ عبدالہادی کا مزار بھلوال شریف، گورستان سلیمانیہ میں ہے۔
وفات ۱۱۵۶ھ

شیخ محمد شفیع بھلوالیؒ

آپ شیخ عنایت اللہ بن شیخ عبدالواحد صاحبؒ کے فرزند دوم اور مرید و خلیفہ تھے۔

روایت حضرت سید حافظ محمد حیات صاحبؒ ربانی برخورداریؒ نے کتاب تذکرہ نوشاہیہ میں ایک روایت آپ کی زبان سے درج کی ہے۔ جس میں ایک سپاہی کا شیخ رحیم داد صاحبؒ کے صاحبزادہ کو طمانچہ مارنا اور سزایاب ہونا منقول ہے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ محمد حافظ صاحبؒ تھے۔

شیخ محمد حافظ صاحبؒ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ غلام شاہ صاحب لاولد۔ شیخ موج الدین صاحبؒ یہ دونوں بھائی بھلوال شریف سے چل کر رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں سکونت گزین ہوئے۔

شیخ موج الدین المعروف موج دریا صاحبؒ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ ماہی شاہ صاحبؒ۔ شیخ عمر شاہ صاحب لاولد۔

شیخ ماہی شاہ صاحبؒ کا ذکر آٹھویں باب میں آوے گا۔

مدفن شیخ محمد شفیع کی وفات ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔ قبر بھلوال شریف گورستان سلیمانیہ میں ہے۔

شیخ پیچ آتے شاہ رسول نگری

آپ شیخ فتح الدین بن شیخ محمد آفتاب صاحب سلیمانی رح کے فرزند اکبر تھے۔ بیعت طریقت اپنے حقیقی چچا شیخ حمزہ شاہ صاحب رح کالڑی سے تھی۔ انہیں سے خلافت پائی۔ آپ اکابر حضرات سلیمانیہ نوشاہیہ سے تھے۔

تربیت و تکمیل منقول ہے کہ آپ درگاہ عالیہ سلیمانیہ پر چند روز معتکف رہے۔ وہاں سے حکم ہوا کہ تمہارا فیض خواجہ اختیار شاہ قادری نوشاہی ساکن چنئیاں ضلع گوجرانوالہ کے پاس ہے۔ چنانچہ آپ وہاں گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی خواجہ صاحب نے فرمایا۔ آج رات سے تمہارا انتظار تھا۔ اچھا ہوا کہ تم آگئے۔ چنانچہ وہاں سے آپ نے فیض اخذ کیا۔ اور تکمیل پائی۔

اوراد و وظائف آپ درود شریف مستغاث با محل، روزانہ بلا ناغہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔

مؤلف کتاب ہذا کے جد اعلیٰ حضرت سید حافظ الٰہی بخش مظہر حق بن سید حافظ نور اللہ صاحب فرشتہ صفات برخورداری رح کے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا درود شریف آپ کے پاس موجود تھا۔[1] اس پر تلاوت کیا کرتے۔

تاثیر نگاہ منقول ہے کہ ایک روز آپ کی مجلس میں سماع و وجد کا بازار گرم تھا۔ چند سکھ سواروں نے مسخری کی۔ آپ نے ان پر ایسی نگاہ فرمائی۔ کہ وہ اسی وقت بیہوش ہو کر گھوڑوں سے گر پڑے اور دیر تک بازار کی نالیوں میں تڑپتے رہے۔

فائدہ: بزرگوں کی نگاہ سے وجد کا ہونا یا بیہوش ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ چنانچہ مولانا فخر الدین چشتی دہلوی رح نے بوقت سماع کے دو افغانوں پر نگاہ کی۔ تو وہ بیہوش

[1] یہ درود شریف قلمی مکتوبہ سید حافظ الٰہی بخش صاحب جیں ہم نے سائیں حیا تیا نوالہ صاحب رسول نگر کے پاس دیکھا تھا۔ سید شرافت

ہو لاگر پڑے۔[۱]

کمالات آپ تمام اولاد حضرت سخی بادشاہ رح سے اپنے معاصرین میں سے تفوق رکھتے تھے۔ صاحب جذبہ عزیز الوجود۔ مستقیم الاحوال تھے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے ۱۔ شیخ فقیر بخش صاحب رح ۲۔ شیخ بہاول پیر صاحب رح ۳۔ شیخ اللہ دوالہ صاحب رح ۴۔ شیخ اللہ بندہ صاحب رح۔ مؤخر الذکر تینوں صاحبزادے بچپن میں انتقال کر گئے۔

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔	شیخ فقیر بخش صاحب رح۔ فرزند	رسول نگر ضلع گوجرانوالہ
۲۔	شیخ جیون شاہ بن شیخ عبداللہ شاہ سلیمانی بسراوی رح	مانگہ ضلع گجرات
۳۔	شیخ چنن شاہ بن شیخ صدیق شاہ صاحب سلیمانی رح	رسول نگر گوجرانوالہ
۴۔	سید خدا بخش بن سید حافظ نور اللہ صاحب برخورداری رح	ساہن پال شریف گجرات
۵۔	میاں امام شاہ بن میاں اکابر شاہ صاحب رحمانی رح	بھیڑی شاہ رحمان گوجرانوالہ
۶۔	میاں امام بخش بن میاں خدایار بن میاں فیض بخش رحمانی رح	" "
۷۔	میاں بوٹے شاہ بن میاں فتح محمد صاحب رح رحمانی رح	" "
۸۔	میاں خدایار بن میاں فتح محمد صاحب رحمانی رح	" "
۹۔	میاں سلطان اعوان	رسول نگر "
۱۰۔	میاں شیر اعوان	" "
۱۱۔	میاں مقرب اعوان	" "
۱۲۔	میاں پہلے خاں	" "

مدفن شیخ پہلے شاہ کی وفات ۱۲۳۳ھ ہجری میں ہوئی۔ مزار قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں شہر سے مغربی گورستان میں ہے۔ وہ گورستان آپ کے نام پر

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۱۲۶ اسید شرافت

"قبرستان پھسلنے شاہ" مشہور ہے۔

شیخ جوائے شاہ سید نگری

آپ شیخ فتح الدین بن شیخ محمد آفتاب صاحب سلیمانی رسول نگری کے فرزند اصغر تھے بیعت وارادت اپنے حقیقی چچا شیخ حمزہ شاہ صاحب جو کالوی سے تھی۔

فقر میں کمال پانا منقول ہے کہ ابتدائے احوال میں آپ کاشتکاری کیا کرتے تھے ایک مرتبہ بیساکھ کے مہینہ میں فصل گندم کی کٹائی کر رہے تھے۔ کہ شاہ راجن قتال بخاری[1] (مدفون حجرا متصل علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ) کے دربار کا مجاور باباد رباری شاہ سارے گاؤں سے بھریاں (گندم کے گٹھے) لیتا ہوا آیا۔ اور آپ کو کہا شاہ راجن کی بھری دو۔ آپ نے کہا تم فقیروں سے بھی نہیں چھوڑتے۔ اُس نے کہا ابھی تم فقیر نہیں۔ صرف فقیروں کی اولاد ہو۔ جب خود فقیر ہو جاؤ گے تو بھری نہ دینا۔ آپ کو یہ طعنہ ناگوار گزرا۔ اسی وقت سب کاروبار چھوڑ کر درگاہ عالیہ حضرت سخی شاہ سلیمان نوری پر بمقام بھلوال شریف چلے گئے۔ جاتے ہی لاٹھیوں سے قبر کو مارنا شروع کیا۔ اور یہ کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے لوگ مجھ کو طعنے دیتے ہیں کہ تم فقیر نہیں ہو۔ لہذا اب مجھے فقر کا طریقہ بتاؤ۔ سات روز تک وہاں رہے۔ لیکن کچھ معلوم نہ ہوا۔ آخر مایوس ہو کر وہاں سے چلے آئے۔ راستہ میں ایک ضعیف العمر بزرگ ملاقی ہوا۔ اُس نے حقیقت حال پوچھا۔ آپ نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ اور کہا کہ حضرت سخی بادشاہ رح میں کوئی فیض نظر نہیں آیا۔ اُس پیر مرد نے کہا کہ واپس جاؤ۔ اور ادب و تعظیم سے التجا کرو سب کچھ مل جاوے گا۔ آپ کی طبیعت میں تاثیر ہو گئی۔ اور واپس دربار شریف پر پہنچے۔ اور گریہ وزاری کر کے اپنا قصور معاف کروایا۔ حضرت سخی بادشاہ رح نے مشاہدہ میں جمال کرایا۔ اور فرمایا بیٹا! چنیاں میں خواجہ اختیار شاہ کے پاس جاؤ۔ آپ خوش خوش

[1] یہ شاہ راجن۔ مخدوم شاہ راجن قتال بخاری اوچی کی اولاد سے تھے ۱۲ سید شرافت

وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور مسافت طے کرتے ہوئے۔ چنیناں متصل امین آباد ضلع گوجرانوالہ میں پہنچے۔ اور خواجہ اختیار شاہ رح کو ملے۔ اور کہا کہ میرا فیض آپ کے پاس امانت ہے۔ اور میں حضرت سخی پیر رح کی اولاد سے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ:

"جناں کھناں آکر کہتا ہے کہ میں سخی پیر رح کی اولاد سے ہوں"

یہاں سے چلے جاؤ، آپ وہاں سے واپسی کے ارادہ پر اٹھ کھڑے ہوئے لیکن پھر خیال آیا۔ ممکن ہے کہ میرا فیض اس جگہ نہ ہو۔ جیسا کہ یہ کہتے ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ کیوں کہا کہ جناں کھناں سخی کی اولاد بنتا ہے۔ حالانکہ میرے اولادِ سخی پیر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ آپ اس خیال کے ماتحت دوبارہ اُن کی خدمت میں ملتجی ہوئے خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں آپ کا یقین دیکھنا چاہتا تھا۔ الحمد للہ کہ آپ ثابت قدم نکلے۔ واقعی آپ کا فیض اسی جگہ ہے۔ چنانچہ ان کی صحبت و تربیت سے مقاماتِ فقر سے متحقق ہوئے۔ اس کے بعد کسی روز بابا درباری شاہ کی ملاقات کا اتفاق ہوا۔ تو آپ نے پوچھا بابا صاحب۔ بتاؤ ابھی میں فقیر ہوا ہوں یا نہیں؟ انہوں نے کہا اب واقعی آپ فقیر کامل ہو گئے ہیں۔

عشق مجازی کا دورہ

منقول ہے کہ آپ کی طبیعت قلندرانہ تھی طریق ملامتیہ رکھتے تھے۔ فقیر ہونے کے بعد آپ نے گدائی پیشہ شروع کیا۔ ایک روز گدائی کرتے ہوئے رسول نگر میں کنجروں کے محلہ کی طرف گئے وہاں ایک طوائف روشی نام جو بڑی خوبصورت تھی۔ اس پر عاشق ہو گئے۔ روزانہ گداگرتے ہوئے وہاں چلے جاتے۔ اور بازار میں کھڑے ہو کر اُس کو دیکھا کرتے۔ اُس کو بھی آپ سے الفت ہو گئی۔ جس وقت آپ دروازہ پر صدا بولتے تو وہ اندر سے اُٹھ کر دروازہ کے باہر آبیٹھتی۔ آپ چند ساعت اُس کو دیکھ کر چلے جاتے۔

رقیب سے مقابلہ

ایک روز آپ عادت معہود پر اپنی معشوقہ کے دروازہ پر آئے تو دیکھا کہ وہاں ایک سید جو نامی ڈاکو تھا۔ اُس کے پاس پلنگ پر بیٹھا ہے۔ جب آپ نے صدا کی۔ تو روشی باہر نکل آئی۔ سید نے

اُس کو بہتیرا روکا۔ کہ میں تجھے مال وزر کھلایا کرتا ہوں۔ تو مجھ کو چھوڑ کر ایک گداگر گو نے سر والے فقیر کی طرف جاتی ہے۔ اُس نے کہا کہ:

"یہ تو اسی طرح ہوتا آیا ہے اور اسی طرح ہوتا جائے گا۔"

اُس سیّد کو بڑا طیش آیا۔ اور آپ کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے گو نے فقیر! اگر آج کے بعد میں نے تجھے یہاں دیکھا تو گولی مار دوں گا۔ آپ نے کہا شاہ جی جس کی لگ گئی۔ دیکھا جائے گا کہ کس کی لگی ہے۔ چنانچہ واقعہ یوں ہوا کہ دوسرے روز اُس سیّد نے بمعہ اپنے ساتھیوں کے موضع ونی کے تارڑاں پر ڈاکہ ڈالا۔ گاؤں والوں نے مقابلہ کیا۔ تو پہلی گولی اُس سیّد کو لگی اور اُسی وقت مر گیا۔

معشوقہ کا خدمت میں چلا آنا آپ نے دوسرے روز جب کنجروں کے دروازہ پر صدا کی۔ تو وہ کنجر کہنے لگے۔ واہ فقیر صاحب۔ آگے کچھ پیسے آتے تھے۔ آج وہ بھی آپ نے بند کر دیئے۔ وہ سیّد مر گیا ہے اب اس روشی کو ساتھ ہی لے جاؤ۔ چنانچہ آپ اُس کو ہمراہ لے کر موضع سید نگر میں چلے گئے اور وہ گناہوں سے تائب ہو کر آپ کی خدمت میں رہنے لگی۔ اور تمام عمر خدمت میں گذاری۔

معشوقہ کو بے وفائی کا ثمرہ آپ نے وفات کے وقت اُس کو کہا اے روشی! اگر تو ہماری قبر پر مجاور بنی رہے گی تو دنیا میں تیرا گذارہ اچھا ہوتا رہے گا۔ اور تجھے کچھ پرواہ نہ ہوگی۔ اور اگر تیری نیت میں فرق آگیا۔ تو سزا پائے گی۔ اُس نے عرض کیا میں تابعدار ہوں۔ کبھی بے وفائی نہ کروں گی۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو کچھ عرصہ کے بعد اس کو خیال آیا کہ فقیر صاحب تو اب فوت ہو گئے۔ میں ابھی نوجوان ہوں۔ رسول نگر میں کسی رئیس پٹھان سے نکاح کر لیتی ہوں۔ اور گاہ بگاہ آپ کی قبر پر بھی سلام کر جایا کروں گی۔ اور چراغ بتی کر جایا کروں گی۔ ابھی یہ ارادہ کر رہی تھی کہ اچانک نظر اس کی بند ہو گئی۔ پھر تو بہتیرا روئی پیٹی۔ مگر نظر نہ کھل سکی۔ تمام عمر اندھی ہی رہی۔ اور آپ کے مزار کی مجاور بنی رہی۔ بعد میں شیخ صدیق شاہ صاحب رسول نگری"

نے اُس کو ایک کنیز خریدی جس کا نام مائی روڈی تھا۔ وہ مائی روشنی کی خدمت کیا کرتی تھی۔

وفات کے بعد کرامت

بیٹے کی بشارت دینا سید عمر بخش بن سید لطف الدین صاحب برخورداری ساہن پالوی کے ہاں اولاد پیدا ہو کر مر جاتی تھی۔ وہ نہایت مایوس ہو چکے تھے۔ ایک رات آپ خواب میں ان کو ملے۔ اور کہا:

"تمہارا بوٹا لگ جاوے گا۔"

چنانچہ اس بشارت کے مطابق ان کے گھر لڑکا تولد ہوا۔ جس کا نام بوٹے شاہ رکھا گیا۔

یارِ طریقت آپ دنیا سے بے اولاد رخصت ہوئے۔ آپ کے مریدوں سے آپ کے ہجدی بھتیجے شیخ صدیق شاہ بن شیخ خان بہادر صاحب سلیمانی رسول نگری رحمۃ صاحب خلافت اور آپ کے جانشین تھے۔

مدفن شیخ جانے شاہ کی وفات سنہ ۱۲۴۰ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر موضع سید نگر ضلع گوجرانوالہ میں گاؤں سے باہر مشرقی طرف ہے۔

شیخ خان بہادر رسول نگری رحمۃ

خلف الرشید شیخ نور جمال بن شیخ محمد آفتاب بن شیخ تاج محمود صاحب سلیمانی رحمۃ اپنے عم حقیقی شیخ حمزہ شاہ صاحب جوکالوی رحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اکثر سیر و سیاحت کیا کرتے۔

محبت منقول ہے کہ آپ کا کسی گوجر کے ساتھ پیار تھا۔ اُسی کے گھر ڈیرہ رکھتے اُسی کے گھر میں آپ کی وفات ہوئی۔ آخری وقت میں اس کو وصیت

کی کہ ہماری قبر اپنے گھر کے صحن میں بنانا۔ چنانچہ اس نے اسی طرح کیا۔ اس کو آپ کی برکت سے مال واولاد میں کافی اضافہ ہوا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ صدق شاہ صاحبؒ تھے۔ **وفات** ۱۲۲۹ھ

شیخ عبداللہ شاہ بسراویؒ

آپ خلاصۂ خودمانِ سلیمانی، واقف اسرار ربانی۔ ولی کامل تھے۔ آپ شیخ دین پناہ بن شیخ محمد آفتاب صاحب سلیمانی بسراوی کے فرزند ارجمند اور مرید وخلیفہ تھے۔ اہل سخاوت وشجاعت۔ مہمان نواز غریب پرور تھے۔

زکوٰۃ وصدقہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ تجارت کے ذریعہ آپ کے پاس پانچ ہزار ۵۰۰۰ روپیہ جمع ہوگیا۔ آپ نے زکوٰۃ کا ارادہ کیا۔ تو پہلے تمام مال کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ فقراء کو تقسیم کیا۔ اس کے بعد سارا نصاب بھی راہِ خدا میں صدقہ کردیا۔

شریعت وطریقت کا حج منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی امیر کے ہاں سے ایک تھیلی دیناروں کی آپ کو نذرانہ میں آئی۔ آپ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ ہم پر حج کرنا فرض ہوگیا ہے۔ اس کی ادائیگی میں ہرگز دیر نہ چاہیئے۔ چنانچہ اسی وقت بیت اللہ شریف کی جانب عازم سفر ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک مفلس الحال غریب آدمی آپ کو ملا۔ اُس نے عرض کیا۔ میں عیالدار اور تنگ دست ہوں۔ میرا کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ آپ کو اس کی حالتِ زار پر رحم آگیا۔ اور وہ تمام روپیہ اس کو بخش دیا۔ اور فرمایا ہمارا یہی حج ہے۔ بقول عارفِ رومؒ ؎

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
وز ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ مستان شاہ صاحبؒ لاولد فوت ہوئے۔ ۲۔ شیخ جیون شاہ صاحبؒ۔

شیخ عبداللہ شاہ کی وفات ۱۲۴۶ھ میں ہوئی۔

مدفن آپ کی قبر موضع بسرا ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

شیخ بودے شاہ جوکالویؒ

آپ عارف کامل اور فقیر اکمل تھے۔ آپ شیخ حمزہ شاہ بن شیخ محمد آفتاب صاحبؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔

دنیا سے دل سرد ہونا منقول ہے کہ آپ اوائل میں زراعت پیشہ کیا کرتے تھے ایک دن صبح کے وقت ہل جوتنے کے لیے اُٹھے اُس وقت چڑیاں بول رہی تھیں۔ ان کی آواز سُن کر آپ کو وجد ہو گیا۔ دوپہر تک بیہوش پڑے رہے۔ جب ہوش آئی تو دنیا کی محبت دل سے اُٹھ گئی۔ اور ہر دم یادِ الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے۔ ۱۔ شیخ رکن الدین صاحبؒ۔ ۲۔ شیخ چراغ دین صاحبؒ ۳۔ شیخ ناصرالدین صاحبؒ۔ ۴۔ شیخ قاسم الدین صاحبؒ یہ لاولد فوت ہوئے۔

— شیخ رکن الدین صاحبؒ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ فضل الدین صاحبؒ۔ شیخ اعظم الدین صاحبؒ۔

— شیخ فضل الدین صاحبؒ کے ایک فرزند شیخ امام الدین صاحبؒ تھے۔

— شیخ امام الدین صاحبؒ کے ایک فرزند شیخ چنن دین صاحبؒ تھے جو لاولد فوت ہوئے۔

— شیخ اعظم الدین صاحبؒ کے تین بیٹے تھے۔ شیخ احمد الدین صاحبؒ لاولد،

شیخ محمدالدین صاحب۔ یہ شیخ نورالدین صاحب

——— شیخ محمدالدین صاحب کے چار بیٹے تھے۔ حاجی یہ شیخ مراد علی شاہ صاحب۔ یہ شیخ نواب شاہ صاحب۔ یہ شیخ گلاب شاہ صاحب، لاولد۔ یہ شیخ حاجی محمد صاحب لاولد۔

——— حاجی یہ شیخ مراد علی شاہ صاحب کا ذکر نویں باب میں آئے گا۔

——— یہ شیخ نواب شاہ صاحب۔ ۔ مانک صورت سیرانی درویش موجود ہیں۔

——— یہ شیخ نورالدین بن یہ شیخ اعظم الدین صاحب کے ایک فرزند یہ شیخ صدرالدین صاحب تھے جو لاولد فوت ہوئے۔

——— یہ شیخ چراغ دین بن یہ شیخ نودسے شاہ صاحب کے دو بیٹے تھے۔ یہ شیخ رحمت علی صاحب۔ یہ شیخ خیرالدین صاحب۔ ان کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

——— یہ شیخ رحمت علی صاحب کے ایک فرزند یہ شیخ فرمائش دین صاحب تھے۔

——— یہ شیخ فرمائش صاحب موضع کوٹ پیجو میں چلے گئے۔ سید احمد بخش بن سید اللہ دتہ صاحب برخورداری ڈھلوالہ رح کے مرید تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ یہ شیخ چنن شاہ صاحب۔ یہ شیخ بنے شاہ صاحب۔ یہ شیخ حاکم شاہ صاحب۔ یہ شیخ محمدالدین صاحب لاولد۔

——— یہ شیخ چنن شاہ صاحب کے پانچ بیٹے تھے۔ یہ شیخ لال شاہ صاحب۔ یہ شیخ حسن شاہ صاحب لاولد۔ یہ شیخ حسین شاہ صاحب لاولد۔ یہ شیخ نواب شاہ صاحب۔ یہ شیخ جمال شاہ صاحب۔

——— یہ شیخ لال شاہ صاحب کے ایک فرزند صاحبزادہ صادق شاہ موجود ہیں۔

——— یہ شیخ بنے شاہ بن یہ شیخ فرمائش دین صاحب کے ایک فرزند یہ شیخ سلطان علی صاحب تھے۔

——— یہ شیخ سلطان علی صاحب کا ایک فرزند صاحبزادہ محمد حسین المعروف ، بوٹا نام موجود ہے۔

— شیخ حاکم شاہ بن شیخ قرائش دین صاحبؒ کے دو بیٹے شیخ ولایت شاہ و شیخ نادر شاہ موجود ہیں۔

— شیخ ناصر الدین بن شیخ بودے شاہ صاحبؒ کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

مدفن شیخ بودے شاہ کی وفات ۱۲۲۰ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ جوکالیاں ضلع گجرات میں اپنے والد بزرگوار کے پاس ہے۔

شیخ اچھے شاہ جوکالویؒ

آپ شیخ حمزہ شاہ بن شیخ محمد آفتاب صاحب جوکالویؒ کے تیسرے فرزند اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ سخاوت وایثار میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہر وقت تجلیات ذات میں مستغرق رہتے۔

صدقہ و خیرات منقول ہے کہ آپ کو مویشیوں کا بہت شوق تھا۔ چار سو بھینسیں موجود ہوتی تھیں۔ اُن کا دودھ اور مکھن غریبوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور باوجود اس قدر ثروت کے رعونتِ نفس کو توڑنے کے لیے گدائی کیا کرتے۔ روزانہ نو سیر آٹا جمع کرتے۔ اس کے تین حصے کرتے۔ ایک ہوائی جانوروں کا، دوسرا آبی جانوروں کا، تیسرا انسانوں کا۔ پھر تیسرے کو تین حصے کرتے۔ ایک مسافروں کا دوسرا مسکینوں کا، تیسرا اپنے اہل وعیال کا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ بھٹو شاہ صاحبؒ تھے۔

مدفن شیخ اچھے شاہ کی وفات ۱۲۳۴ھ میں ہوئی۔ قبر شریف قصبہ جوکالیاں ضلع گجرات میں اپنے والد ماجد کے جوار میں ہے۔

باب ششم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہؒ سے چھٹی پشت ہیں۔

شیخ فیض بخش بھلوالیؒ

آپ شیخ عبدالہادی بن شیخ عنایت اللہ صاحب سلیمانی بھلوالیؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔ آپ اسم بامسمّٰے فیض مجسم تھے۔

برادری میں اصلاح کتاب انوار القادریہ میں ہے:

"اگرچہ معاصرین برادری کی رخنہ اندازی سے مریدانِ خاندان میں اختلاف و تشتت رونما ہوا۔ مگر آپ کے حسن تدبر اور زورِ تصرف نے سب فرو کر دیئے۔ اور سب مطیع و منقاد اور آپ کے فیض سے بہرہ یاب ہو گئے۔ دور و نزدیک آپ کے کمالات کا شہرہ تھا۔"

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ بڈھا صاحبؒ۔ ۲۔ شیخ محمد صاحبؒ بے اولاد فوت ہوئے۔

مدفن شیخ فیض بخش کی وفات ۱۲۰۵ھ ہجری میں ہوئی۔ مزار بھلوال شریف۔ گورستانِ سلیمانیہ میں ہے۔

شیخ فقیر بخش رسول نگریؒ

آپ شیخ پھلے شاہ بن شیخ فتح الدین صاحب رسول نگریؒ کے اکلوتے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب عشق و محبت و ذوق و شوق تھے۔

نظروں سے غائب ہو جانا آپ قلندر مشرب تھے۔ ملنگانہ روش رکھتے۔ ملامتیہ طریق تھا۔ رسول نگر میں ایک پنڈت عورت سے آپ کو محبت ہو گئی۔ ایک دن چوبارہ پر اُس کے پاس بیٹھے تھے۔ برہمنوں کو خبر ہوئی۔ انہوں نے باہر سے دروازہ مقفل کر دیا۔ اور آپ کو گرفتار کر کے ایذا پہنچانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب لوگوں کا زیادہ ہجوم ہو گیا۔ تو کسی نے کہا کہ شیخ فقیر بخش صاحب کو تو میں نے بازار میں دیکھا ہے۔ آخر سب نے دیکھا کہ آپ رومال سے چہرہ پونچھتے آرہے ہیں۔ اور فرمانے لگے یہ کیسا شور ہے؟ یہ کرامت دیکھ کر سب مطیع ہو گئے۔

شادی کا عجیب واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ عرس نوشہرہ شریف پر جا رہے تھے۔ راستہ میں دو عورتیں گھاس چن رہی تھیں۔ آپ اُن میں سے ایک پر فریفتہ ہو گئے۔ دوسری سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میری نناں ہے۔ پوچھا کنواری ہے یا شادی شدہ؟ اُس نے کہا منگنی ہوئی ہے آپ نے کہا کہ اگر اس کے منسوب شوہر کے مرنے کا پیغام یہیں تم کو مل جاوے تو پھر اس کی شادی مجھ سے کر دو گے یا نہیں؟ اُس نے کہا ہاں۔ ابھی وہ گیارہ ختم نہ ہوا تھا کہ اُس کے مرنے کا پیغام آگیا۔ آخر انہوں نے آپ کو رشتہ دے دیا۔ اور اس لڑکی کی شادی آپ سے کر دی۔

اولاد آپ کا ایک ہی فرزند شیخ جھناں شاہ تھا جو لاولد فوت ہوا۔

یارِ طریقت آپ کا ایک درویش سائیں احمد نام فقیر تھا۔

مدفن شیخ فقیر بخش کی وفات ۱۲۶۳ھ میں ہوئی۔ قبر قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں اپنے والد بزرگوار کے پاس ہے۔

شیخ صدق شاہ رسول نگری ؒ

آپ شیخ خان بہادر بن شیخ نور جمال صاحب رسول نگری ؒ کے اکلوتے بیٹے تھے بیعت و خلافت شیخ جوائے شاہ بن شیخ فتح الدین صاحب سلیمانی سید نگری ؒ سے پائی۔ جذب و سکر آپ کی طبیعت میں غالب تھا۔ قلندرانہ طریق رکھتے تھے۔

بے وفا کو سزا دینا منقول ہے کہ آپ فضلاں نام ایک قصاب عورت پر عاشق تھے۔ اس کو بھی آپ کے ساتھ پوری طرح موانست تھی۔ جب آپ کا وقت وفات قریب ہوا تو اس کو بلایا۔ اور کہا فضلاں جن آنکھوں سے تو نے مجھ کو دیکھا ہے۔ ان سے کسی اور کو بھی دیکھے گی۔ اُس نے عرض کیا۔ آپ کے سوا کسی کو نہ دیکھوں گی۔ آپ نے کہا عورتوں کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ تو میری طرف دیکھ۔ جب اس نے آنکھیں چار کیں تو آپ نے ایسی نگاہ کی کہ اُس کے دونوں آنکھیں تڑپ کر آنکھوں سے باہر آپڑے۔ اور نابینی ہو گئی۔ اور بعد ازاں تمام عمر آپ کی قبر پر مجاور بنی رہی۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ چنن شاہ صاحب رسول نگری ؒ تھے۔

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ شیخ بہاول شیر بن شیخ چنن شاہ صاحب ؒ نبیرہ	رسول نگر ضلع گوجرانوالہ	
۲۔ شیخ سجاول شیر بن شیخ چنن شاہ صاحب ؒ نبیرہ	"	"
۳۔ سید بوٹے شاہ بن سید حافظ الٰہی بخش مظہر حق برخوردار ؒ	ساہن پال شریف	گجرات
۴۔ سید اکرم دین سید عبداللہ صاحب برخوردار ؒ	پانڈو کے	گوجرانوالہ
۵۔ سید گوہر شاہ بن سید قدم الدین صاحب ہاشمی ؒ	رنمل	گجرات
۶۔ فقیر مہتاب شاہ درویش ؒ		

مدفن شیخ صدق شاہ کی وفات ۱۲۷۰ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر موضع سید نگر ضلع گوجرانوالہ میں اپنے پیشوائے طریقت کے قدموں میں ہے۔

شیخ جیون شاہ مانگہ والہ

آپ شیخ عبداللہ شاہ بن شیخ دین پناہ صاحب بسراوی کے فرزند تھے۔ بیعت و خلافت شیخ پھلے شاہ بن شیخ فتح الدین صاحب سلیمانی رسول نگری سے پائی۔

جسمانی ورزش آپ کا قدوقامت بلند و قوی تھا۔ جوانی میں جسمانی ورزش کا بہت شوق تھا۔ مگدر اٹھاتے۔ مُگدر اٹھاتے۔ منگلی پھراتے۔ روزانہ ورزش کیا کرتے بیٹھکیں اور ڈنڈ نکالتے۔ قوی الامین صاحب یمن و برکت تھے۔ کبھی موضع اگرویہ میں اور کبھی موضع مانگہ میں سکونت رکھتے۔

آپ کی بے فرمانی کا نتیجہ منقول ہے کہ موضع مانگہ کے موچیوں سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اکثر ان کے پاس نشست و برخاست رکھتے۔ وفات کے وقت وصیت کی۔ کہ میری قبر اپنے دکان پر بنوانا۔ اگر تعمیل نہ کرو گے تو ویران ہو جاؤ گے۔ اولاد کو بھی کہا کہ اگر دکان پر مجھے دفن کرو گے تو نذر و نیاز عام آوے گی۔ اور تمہارا روزینہ جاری رہے گا۔ اگر امر نہ مانو گے تو مفلس الحال اور غریب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وفات کے بعد اس امر کی تعمیل کسی نے نہ کی۔ اور آپ کو گورستان میں دفن کر دیا۔ آخر وہ دکان بھی ویران ہو گیا۔ اور اولاد بھی غریب الحال ہو گئی۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ احمد شاہ صاحب ساکن اگرویہ تھے۔

یارِ طریقت آپ کے مریدوں سے سید غلام حسن بن سید نور احمد صاحب برخورداری ساہنپالوی صاحب خلافت تھے۔

تاریخ وفات شیخ جیون شاہ کی وفات ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ قبر موضع مانگہ اٹلا ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "رحمتِ خدا آمد"

شیخ ناصر الدین ساہنپالوی

آپ شیخ بودے شاہ بن شیخ حمزہ شاہ صاحب جو کالوی کے تیسرے بیٹے تھے اپنے دادا صاحب شیخ حمزہ شاہ صاحب کو بھی دیکھا تھا۔

فقر و مسکنت آپ کے دل میں دنیا کی محبت نہ تھی۔ اہل فقر، مسکین طبع، کامل درویش تھے، موضع ساہن پال شریف میں سکونت پذیر ہوئے۔

طاعون کا دُور ہونا منقول ہے کہ آپ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ اس علاقہ میں طاعون پھیل گئی۔ ساہنپال میں بھی موتیں واقع ہونے لگیں۔ ایک رات میاں صلاح ترکھان ساہنپالوی رح کو خواب آیا کہ گاؤں کے پاس کسی افسر نے آکر خیمے لگوائے ہیں۔ اور شیخ ناصر الدین صاحب اُس کو جھڑک کر فرما رہے ہیں:

"ابے نڑوا۔ یہاں سے تنبوا کھاڑ لے"

چنانچہ اُس نے خیمے اٹھا لیے۔ اور آگے چلا گیا۔ میاں صلاح نے سمجھ لیا کہ اب آپ کی برکت سے طاعون چلی جائے گی۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔ چند روز میں امن و امان ہو گیا۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ شیخ شرف الدین صاحب ۲۔ شیخ دین علی صاحب۔

مدفن شیخ ناصر الدین کی وفات ۱۲۷ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر ساہنپال شریف گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

شیخ بھٹو شاہ بسراوی ؒ

آپ شیخ بچھے شاہ بن شیخ حمزہ شاہ صاحب جوکالوی ؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کی طبیعت میں جلال غالب تھا۔ ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے علاقہ سے جس کسی نے سرتابی کی وہ ضرور سزایاب ہوا۔

منکروں کا سزا پانا ایک مرتبہ آپ سکھوں کے ویلنے پر رَوہ (گنے کا رس) پینے گئے۔ انہوں نے دینے سے انکار کردیا۔ اور آپ کو سخت سست بھی کہا۔ آپ ناکام واپس لوٹ آئے۔ راستہ میں ایک درویش ملا۔ اس نے طعنہ دیا کہ تم نے خوب مزہ سے رَس پی ہے۔ آپ کو طبیعت میں جوش آگیا۔ اور کہا کہ اب پی کر ہی دم لوں گا۔ اِدھر یہ کہنا تھا کہ اُدھر سکھوں کے کماد کو آگ لگ گئی۔ ہر چند بجھانے کی کوشش کی مگر نہ بجھ سکی۔ آخر انہوں نے رَوہ (رس) کا ایک گھڑا بھر کر آپ کی خدمت میں لاکر حاضر کیا۔ اور بصد الحاح گناہ کی معافی لی۔ آپ نے کہا جاؤ آگ بجھ جائے گی۔ جب گئے تو آگ بجھ چکی تھی۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ شیخ کشمیر شاہ۔ اور بقولے شیخ پیر شاہ صاحب لاولد۔
۲۔ شیخ عطر شاہ صاحب لاولد۔
۳۔ شیخ شاہ دین صاحب ؒ بہ موضع بسرا ضلع سیالکوٹ میں سکونت گزین ہوئے۔ ان کے دو۲ بیٹے ہوئے۔ شیخ ملک شاہ صاحب ؒ۔ شیخ نواب شاہ صاحب ؒ لاولد

شیخ ملک شاہ صاحب ؒ تقریباً ستر سال عمر کے اس وقت موضع بسرا میں اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں ۱۳۷۰ھ میں موجود ہیں۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ رسول شاہ نامی

موجود ہے۔

مدفن شیخ بھٹو شاہؒ کی وفات سنہ ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔ قبر شریف موضع تھان جگہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

باب ہفتم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہؒ سے ساتویں پشت ہیں۔

شیخ بڈھا بھلوالیؒ

ع

شیخ بڈھا دستگیر اولیا، شاہِ زماں ــــ واقفِ سِرِّ حقیقت رہنمائے گمرہاں

آپ شیخ فیض بخش بن شیخ عبدالہادی صاحب بھلوالیؒ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین تھے۔ اکابر اولیائے خاندانِ نوشاہیہ سلیمانیہ سے تھے۔ صاحب جذب و سکر و وجد و سماع تھے۔

تعلیم و بیعت و خلافت آپ نے ابتدا میں ظاہری تعلیم پائی۔ قرآن مجید قرأت و تجوید سے پڑھا۔ بلکہ کتب خوانی ہو گیا۔ پھر خواجہ شاہ محمد دہلویؒ سے بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ خواجہ صاحب فقرائے نوشاہیہ میں کامل اکمل درویش تھے۔ ان کا ذکر کتاب ہذا کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے چھٹے حصّہ صحائف الاسرار نامی میں لکھا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شجرہ بیعت شیخ بڈھا صاحب مرید خواجہ شاہ محمد دہلوی المعروف چراغ علی درویشؒ کے وہ مرید سید محمد حسن بن سید خدا بخش صاحب برخورداری ساہنپالویؒ کے جن کا ذکر طبقہ دوم کے چھٹے باب میں گذر چکا ہے۔

سلوک و جذبہ آپ گاہ بگاہ سالک اور اکثر مجذوبی حالت میں رہا کرتے تھے۔ ڈھول کی آواز سے آپ کو وجد ہوا کرتا تھا۔

کرامات

عمل چہل کاف آپ نے چہل کاف بامؤکل کی دعوت کی تھی۔ اس کے عامل تھے۔ ایک روز ایک شخص نے عرض کیا۔ یا حضرت! چہل کاف کے پڑھنے میں کوئی تاثیر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ آپ کے نزدیک بھوٹی (دگمر مؤنچ) پر پانی کے گھڑے دھرے تھے۔ آپ نے انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کَفَاکَ رَبُّکَ۔ تو وہ سب گھڑے نیچے آگئے۔ پھر اُوپر کو اشارہ کر کے فرمایا کَمْ یَکْفِیْکَ تو وہ سب بھوٹی پر چلے گئے۔ آپ نے فرمایا یہ چہل کاف کی تاثیر ہے۔

فائدہ: عملیات سے ایسی تاثیر ہونا ممکن ہے۔ اور کئی بزرگوں سے ایسا وقوع میں آیا ہے چنانچہ شیخ پائندہ بنوریؒ (خلیفہ شیخ نظام بلخیؒ) جنگل میں جا کر ذکر جہر کیا کرتے۔ جب لَا اِلٰہَ کہتے تو تمام درخت سرنگوں ہو جاتے۔ جب اِلَّا اللّٰہ کہتے تو سب سیدھے ہو جاتے تھے [۱]

مُردہ زندہ ہونا منقول ہے کہ ایک مرتبہ موضع پنڈی کالو کے قریب بازیگروں کا ڈیرہ اترا ہوا تھا۔ آپ بحالتِ جذب اُدھر جا نکلے۔ دیکھا کہ ان میں سے ایک عورت سخت دردناک بَین کر کے رو رہی ہے۔ آپ کے دل میں اثر ہوا۔ پوچھا مائی کیوں روتی ہے۔ اُس نے کہا میرا ایک ہی بچہ تھا۔ وہ آج مر گیا ہے۔ آپ نے اس کی نعش پر اپنی چادر ڈال کر فرمایا قم باذن اللّٰہ۔ چنانچہ وہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر بازیگروں کا سارا ڈیرہ آپ کا مُرید ہو گیا۔

فائدہ: مُردوں کا زندہ ہو جانا کئی اولیاء اللہ سے منقول ہے۔ چنانچہ شاہ ابوالمعالی تھانیسریؒ نے ایک گائے کے کان میں کہا۔ لَا اِلٰہَ تو وہ مر گئی۔ پھر کہا اِلَّا اللّٰہ تو وہ زندہ ہو گئی۔ [۲]

مذبوحہ بھینسوں کا زندہ ہونا منقول ہے کہ ایک مرتبہ موضع چادہ میں آپ بحالت جذب و سکر زمینداروں کے بھینسوں کے واڑہ میں اکیلے

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۴۴ [۲] ایضاً ص ۱۹۔ سید شرافت

چلے گئے۔ اور چھری سے سب بھینسوں کو ذبح کر دیا۔ جب ان کے مالک آئے تو دیکھ کر نہایت بیقرار ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہم آپ کے لیے دودھ کہاں سے لادیں گے۔ اور ان کے بچوں کو کس طرح پالیں گے۔ آپ نے فرمایا اُچھا ان کے نام لے کر بلاتے جاؤ بحکم الٰہی زندہ ہو جائیں گی۔ چنانچہ جب انہوں نے نام لے کر پکارا تو سب زندہ ہو گئیں اور دودھ دینے لگیں۔

فائدہ: اولیاء اللہ کی کرامت سے ایسا ہونا کوئی حیرت انگیز نہیں۔ شاہ عبداللہ قریشی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بکری کا بچہ زندہ کیا تھا۔[۱]

بے ادب کو سزا ملنا بابا علی ولد حستا وڑائچ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ ہمارے گاؤں چک جانو کلاں میں اپنے مرید میاں نظام الدین آہدی والہ کے گھر تشریف لائے۔ دائرہ میں ڈیرہ کیا۔ گاؤں کے سب لوگ سلام کرنے آئے۔ آپ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سب معززین دیہہ صفوں پر بیٹھے تھے۔ ایک شخص محمدا ولد بیغم وڑائچ نام جو اہل حماقت تھا۔ آ کر بوجہ تکبر کے آپ کی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ آپ نے زبان سے تو کچھ نہ فرمایا۔ البتہ ایسی نگاہ کی کہ وہ کانپ کر چارپائی سے نیچے گر پڑا۔ اور تمام عمر کے لیے اس کو رعشہ ہو گیا۔ اور رعشہ کی وجہ سے اُس کا نام محمدا چکرا پڑ گیا۔

راوی مذکور نے محمدا چکرا کو دیکھا ہے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ا۔ شیخ احمد صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ شیخ احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۳۔ شیخ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ شیخ نظام الدین بن شیخ عطاء اللہ صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ	گھنگوال	ضلع سرگودھا
۲۔ شیخ ماہی شاہ بن شیخ موج الدین صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ	رنمل	گجرات

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۳ ص ۱۵۴ از سید شرافت

۳۔ میاں سلطان مست بن میاں سلطان ٹلک صاحب سپچیاریؒ نوشہرہ میانہ ضلع گجرات

۴۔ پیر لقمان شاہ صاحبؒ

ان کے سلسلہ فقر میں آجکل حکیم حاجی پیر محمد شاہ زائر کربلا بن سید امیر شاہ نقوی بخاریؒ لاہور میں سکونت رکھتے ہیں۔ کتاب خزینہ عملیات کے مصنف ہیں یہ مرید پیر گوہر شاہ کے وہ مرید پیر لقمان شاہ صاحبؒ کے۔

۵۔ میاں نظام الدین صاحب ساکن اہری ضلع گجرات

یہ جب مرید ہوا تو عرض کیا کہ میں بوڑھا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہمارا مرید ہے وہ بوڑھا نہیں ہوتا۔ آپ کی دعا سے یہ مستجاب الدعوات ہوگیا۔ یہ موضع چک جانو کلاں میں سکونت گزین ہوگیا تھا۔ ایک بار جامی ڈھینگسہ کو کہا کہ جب تو کھیت میں کسی چیز کا بیج بوئے تو یَا بَاسِطُ پڑھ کر بویا کر۔ ایک مانی غلہ فی بیگہ نکلا کرے گا۔ اور جب اس حساب سے غلہ پیدا نہ ہوا تو سمجھ لینا کہ تیرا وقت اخیر ہے۔ چنانچہ اُس کی زندگی تک اسی طرح غلہ برآمد ہوتا رہا۔

تاریخ وفات شیخ بڈھا کی وفات بروز سہ شنبہ۔ چودہویں صفر ۱۲۴۴ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۸۲۸ء موافق اار بھادوں سمت ۱۸۸۵ ب میں ہوئی۔

آپ کی قبر موضع چاودہ ضلع سرگودھا میں ہے۔ گاؤں سے مغربی جانب ہے۔ اوپر پالکی بنی ہوئی ہے۔

مادۂ تاریخ ہے "باغِ ارم"

شیخ نظام الدین گھنگوالیؒ

خلف الرشید شیخ عطاء اللہ بن شیخ عبد الہادی بن شیخ عنایت اللہ صاحب سلیمانی عیلوالی آپ کامل بزرگ تھے۔ خرقہ خلافت و اجازت اپنے برادر عم زاد شیخ بڈھا صاحب سجادہ نشین سے پایا۔

اولاد آپ کی اولاد نہیں تھی اس لیے شیخ بڈھا صاحب سے اُن کا بڑا بیٹا شیخ احمد لے کر اپنا متبنّٰے بنایا ، اور اپنی جائیداد کا وارث کیا۔

یارانِ طریقت آپ کے مریدوں سے تین کس صاحب خلافت تھے۔

۱۔ شیخ احمد صاحب مجذوب متبنّی ؒ گھنگوال ضلع سرگودھا
۲۔ شیخ احمد الدین بن شیخ بڈھا صاحب ؒ سلیمانی ؒ چاوہ ″
۳۔ شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ صاحب سلیمانی ؒ رنمل گجرات

مدفن شیخ نظام الدین کی وفات گیارہویں ذیقعد ۱۲۹۲ھ ہجری مقدس میں ہوئی ، قبر گھنگوال ضلع سرگودھا میں ہے۔

شیخ چنن شاہ رسول نگری ؒ

آپ شیخ صدق شاہ بن شیخ نعمان بہادر صاحب رسول نگری ؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ خلافت و اجازت شیخ پھتے شاہ بن شیخ فتح الدین صاحب سلیمانی رسول نگری ؒ سے پائی۔

اخلاق و عادات آپ کامل وقت ریاضت و مجاہدہ کرنے والے۔ بے سوال۔ ذاکر حق۔ زاہد بے مثل تھے۔ صبر و شکر و قناعت میں لاثانی تھے اہل دنیا سے نہایت اجتناب رکھتے۔ اگر کوئی شخص نذرانہ نقدی وغیرہ آپ کے آگے رکھتا تو آپ ہاتھ نہ لگاتے۔ کوئی دوسرا شخص پکڑ کر گھر پہنچا دیتا۔ ہر وقت باوضو رہا کرتے۔

فائدہ :- بزرگانِ دین میں کئی حضرات ایسے گذرے ہیں جو سونے کو ہاتھ نہیں لگاتے

سلہ شیخ نظام الدین کا کچھ ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے چھٹے حصہ معارف الاسرار نام میں بھی لکھا جائے گا۔ سید شرافت نوشاہی ۱۲

تھے۔ چنانچہ

۱۔ شیخ محمد بن شیخ عارف چشتی صابری نے کبھی سونا چاندی کو ہاتھ نہ لگایا۔[۱]

۲۔ شیخ محمد اعظم چشتی نظامی رح نے کبھی سونے کو ہاتھ نہیں لگایا۔[۲]

پرہیز گاری سید محمد حسین بن سید بتے شاہ صاحب ہاشمی زغلوی کہتے تھے کہ میرے سامنے بابا دولت درزی رسول نگری نے بیان کیا۔ کہ ایک روز میں شیخ چنن شاہ صاحب کے ڈیرہ پر خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے صحن میں ایک درخت کیکر تھا۔ جس کا سایہ گھنا اور عمدہ تھا۔ آپ اُس کو دیکھ رہے تھے۔ مجھے فرمایا دولتا ہمارا خیال ہے کہ اس کیکر کو اپنے صحن سے کٹا دیویں۔ میں نے عرض کیا یا حضرت اس کے سایہ کا بڑا آرام ہے۔ کیوں کٹاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے آج بازار میں سُنا ہے۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ کیکر کے رنگ سے شراب تیار ہوتی ہے۔ جب یہ ایسی چیز ہے تو ہم اس کو صحن میں کیوں رکھیں۔

بیمار کا صحت پانا سید بوٹے شاہ صاحب برخورداری ساہنپالوی بیان کرتے تھے کہ مجھے جوانی میں سر درد ہوا کرتا تھا۔ ہر چند علاج کیے۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میرے والد سید عمر بخش صاحب مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئے آپ نے فرمایا سر میں گردار کھا کرے تو کبھی سر درد نہ ہوگا۔ اُس روز سے میں گردار کھاتا ہوں اور تمام عمر سر درد سے محفوظ رہا ہوں۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ بہاول شیر صاحب۔ ۲۔ شیخ سجاول شیر صاحب ۳۔ شیخ سردار عالم صاحب ۴۔ شیخ حیات حسین المعروف حیاتیا نوالہ صاحب آپ کی ایک بیٹی مائی سردار بیگم صاحبہ تارکہ مجردہ تھیں۔ جو شب پنجشنبہ ۱۲ ماہ صفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۳۳ء موافق ۲ ہاڑ سمت ۱۹۹۰ب کو فوت ہوئیں۔

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۴۶ —— [۲] ایضاً ص ۷۷۔ شرافت

۱۔ شیخ سردار عالم صاحبؒ۔ فرزند سوم — رسول نگر ضلع گوجرانوالہ

۲۔ شیخ حیاتیانوالہ صاحبؒ فرزند چہارم

۳۔ سید امیر عالم بن سید ایزد بخش صاحب ہاشمیؒ — رن مل — گجرات

۴۔ سید محمد علی بن سید ایزد بخش صاحب ہاشمی زعلویؒ — نند گڑھ — سیالکوٹ

۵۔ سائیں فقیر محمد درویش — .. — کراچی

۶۔ سائیں سر رشتہ فقیر — حافظ آباد — گوجرانوالہ

تاریخ وفات شیخ چنن شاہ کی وفات اتوار۔ وقت فجر۔ دسویں ربیع الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء موافق ۱۸۔ اسوج سمت ۱۹۴۹ب میں ہوئی۔ قبر رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں گورستان شیخ پھلے شاہؒ میں ہے۔

قطعہ تاریخ [1]

از سید عمر بخش بن سید محمد بخش صاحب برخورداری رسول نگری رحمۃ اللہ علیہ

اسم ذاتِ حق چنن شاہ — غ غن ص ب۔ گواہ

ط ظ غ م سمت ہند — دہم روز ربیع الاول ماہ

ہژدہم اسوں دوم اکتوبر — روز یکشنبہ وقتِ فجر ہمراہ

عمر بخشا۔ زمن شنو تاریخ — اخبار سے ہاتفی نداۓ اللہ

مادۂ تاریخ — "آدم خدا ترس"

شیخ احمد شاہ اگرویہ والہؒ

آپ شیخ جیون شاہ بن شیخ عبداللہ شاہ صاحب ماگہ والہؒ کے اکلوتے بیٹے تھے خرقۂ خلافت شیخ غلام حسن بن شیخ بھوا صاحب سلیمانی بعلوالؒ سے پایا۔

[1] اس قطعہ تاریخ میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔ اس کو یادگار کے طور پر لکھ دیا ہے ۱۲ سید شرافت

اخلاق و عادات آپ بڑے صاحب یمن و برکت ۔ اہل ریاضت تھے ۔ رزق حلال کے واسطے اکثر زراعت پیشہ کیا کرتے ۔ موضع اگرویہ میں سکونت رکھتے ۔ کبھی کبھی انکسار نفس کے واسطے گدائی بھی کر لیا کرتے ۔

شکریہ الٰہی اللہ دتہ موچی سارنگ والہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ بڑا قحط پڑا ۔ آپ گدائی کرتے ہوئے موضع سارنگ میں چلے آئے ۔ ایک عورت نے پوچھا جناب قحط میں آپ کی گذر اوقات کیسے ہوتی ہے ۔ آپ نے فرمایا سنو ! ہم لوگ تو پسا ہوا آٹا لے جاتے ہیں ۔ اور ماچھی لوگ گندھا گندھایا اٹھا لے لیتے ہیں ۔ اور ملا لوگ رات کو پکا پکایا کھانا لے جاتے ہیں ۔ لہذا ہم تینوں گھروں کو تو قحط یاد بھی نہیں ۔ خدا کا شکر ہے ۔

دشمنوں کی نظر بندی مسمی گہنا چھیانہ اگرویہ والہ سے منقول ہے کہ آپ ہمارے ساتھ مشترکہ کاشت کیا کرتے تھے ۔ ایک روز چاہ کِکری والہ ہم نے بگڑا ہوا تھا ۔ کہ اچانک سکھوں کا ایک قافلہ لوٹ مار کرتا ہوا وہاں آگیا ۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ سکھ لوگ ظالم ہیں ۔ ہمارا مال مویشی لوٹ کر لے جاویں گے ۔ اور ہم کو بھی تکلیف پہنچاویں گے ۔ آپ نے فرمایا تم کوئی غم نہ کرو ۔ جہاں جہاں کھڑے ہو وہیں الگ الگ بیٹھ جاؤ ۔ اور بولنا نہیں ۔ ہم نے اسی طرح کیا ۔ جب سکھ آئے تو ان کی نگاہ ہم پر نہ پڑتی تھی ۔ ہم سامنے بیٹھے تھے ۔ لیکن ان کو نظر نہ آتے تھے ۔ آخر ڈھونڈھ کر چلے گئے ۔ کوئی شخص ان کو نظر نہ آیا ۔

قرآن کی حرکات کا مطلب آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے قرآن مجید پڑھا ہوا ہے ۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ اگر سارے قرآن کریم پر عمل نہ ہو سکے تو صرف اس کی حرکات کے معانی پر ہی غور کرے اور عمل کرے تو معرفت الٰہی حاصل ہو سکتی ہے ۔ مثلاً زبر ، زیر ، پیش ، کا مطلب یہ سمجھے ۔ اگر انسان ہو وے زبر تو چاہیئے کہ ہر ایک سے رہے زیر ۔ تب ہر طرح سے پیش ہو سکتا ہے ۔

اولاد آپ کے چھ بیٹے تھے ۔ ۱ ۔ شیخ محمد بخش صاحب ۔ ۲ ۔ شیخ فضل الدین صاحب ۳ ۔ شیخ حبیب شاہ صاحب ۔ ۴ ۔ شیخ قائم الدین صاحب ۔ ۵ ۔ شیخ کرم شاہ صاحب ۔ ۶ ۔ شیخ نذر الدین صاحب ۔

مؤخر الذکر تینوں کے حالات آٹھویں باب میں آئیں گے۔

——— شیخ محمد بخش صاحبؒ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ فقیر بخش صاحبؒ۔ شیخ میراں بخش صاحب لاولد۔

——— شیخ فقیر بخش صاحبؒ کے دو بیٹے ہوئے، شیخ نور شاہ صاحبؒ شیخ سردار علی شاہ صاحبؒ۔

——— شیخ فضل الدین بن شیخ احمد شاہ صاحبؒ کے چھ بیٹے ہوئے۔ شیخ جملے شاہ صاحبؒ۔ شیخ حاکم شاہ صاحبؒ۔ شیخ ملنگ شاہ صاحبؒ۔ شیخ غلام حسین صاحبؒ شیخ محمد حسین صاحبؒ۔ شیخ زنگ شاہ صاحبؒ۔

——— شیخ جملے شاہ صاحبؒ اس وقت ۱۳۷۰ھ میں موجود ہیں۔ مانگر میں سکونت رکھتے ہیں۔ میرے نانا صاحب حضرت سید غلام علی بن سید قدم الدین صاحب برخورداری ساہنپالویؒ کے مرید ہیں۔ ان کے چار بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ سردار شاہ صاحب لاولد۔ صاحبزادہ فضل شاہ لاولد۔ صاحبزادہ لال حسین۔ صاحبزادہ محمد حسین یہ دونوں موجود ہیں۔

——— صاحبزادہ لال حسین کے دو لڑکے اللہ دتہ اور پیرا اندتہ نام موجود ہیں۔

——— شیخ حاکم شاہ بن شیخ فضل الدین صاحبؒ کے تین بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ نادر علی لاولد۔ صاحبزادہ اکبر علی لاولد۔ صاحبزادہ نادر شاہ۔ یہ اس وقت موجود ہے۔

——— شیخ ملنگ شاہ بن شیخ فضل الدین صاحبؒ کے ایک فرزند شیخ بہادر شاہ تھے۔ جو لاولد فوت ہوگئے۔

——— شیخ حبیب شاہ بن شیخ احمد شاہ صاحبؒ کا مشہور نام بیلے شاہ تھا۔ صاحب کرامت تھے۔ ایک مرتبہ عمرا بافندہ اور ممتاں تارڑ سکنائے اگر دیہ کو دریائے چناب سے پایاب گذارا۔ حالانکہ پانی بہت زیادہ اور عمیق تھا۔ یہ لاولد فوت ہوئے۔

یارانِ طریقت آپ کے خاص مرید یہ تھے۔

۱۔ شیخ محمد بخش صاحبؒ فرزند اکبر	اگرویہ	ضلع گجرات
۲۔ شیخ فضل الدین صاحبؒ فرزند دوم	"	"
۳۔ شیخ حبیب شاہ المعروف بیبے شاہ صاحبؒ فرزند سوم	"	"
۴۔ سید قطب الدین بن سید فتح الدین صاحب برخورداریؒ	ساہنپال شریف	"
۵۔ سید پیر اندتہ بن سید قطب الدین صاحب برخورداریؒ	"	"
۶۔ سید اللہ دتہ بن سید قطب الدین صاحب برخورداریؒ	"	"
۷۔ سید علم الدین بن سید شاہ نواز صاحب برخورداریؒ	بڑجن	میرپور
۸۔ سید شمس الدین بن سید شاہ نواز برخورداریؒ	"	"
۹۔ سید نظام الدین بن سید شاہ نواز صاحب برخورداریؒ	"	"
۱۰۔ مناں بن دادو تارڑ	اگرویہ	گجرات
۱۱۔ فضلا مانگٹ	"	"
۱۲۔ گھنا مچھیانہ	"	"
۱۳۔ لدھا مصلی	"	"

تاریخ وفات شیخ احمد شاہ کی وفات منگلوار، چوبیسویں ۲۴ رجب ۱۳۱۴ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء موافق ۱۵ پوہ سمت ۱۹۵۳ ب میں ہوئی۔ مزار موضع اگرویہ ضلع گجرات میں ہے۔

آپ کی اولاد ہر سال پندرہویں ہاڑ کو عرس کیا کرتے ہیں۔

مادہ ہائے تاریخ ۱۔ آیت شریف "آیات بینات مقام ابراہیم"

۲۔ "تصدق گشت"

شیخ خیر الدین جوکالویؒ

مشہور نام خیر شاہ تھا۔ خلف اصغر شیخ چراغ دین بن شیخ بودے شاہ بن شیخ

حمزہ شاہ صاحب جو کالوی رح آپ کی بیعتِ طریقت میاں امام شاہ بن میاں اکابر شاہ صاحب رحمانی بھڑیوالہ رح سے تھی۔ انہیں سے خلافت واجازت حاصل کی۔ آپ لاولد فوت ہوئے۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ شیخ عطر شاہ بن شیخ بھٹو شاہ صاحب سلیمانی رح بسہراد ضلع سیالکوٹ
۲۔ شیخ شاہ دین بن شیخ بھٹو شاہ صاحب رح " "
۳۔ شیخ عمرالدین بن شیخ شرف الدین صاحب سلیمانی رح ساہنپال شریف "
۴۔ شیخ غلام محمد بن شیخ شرف الدین صاحب رح " "
۵۔ شیخ بنے شاہ بن شیخ فرمائش دین صاحب سلیمانی رح کوٹ پیجو "
۶۔ شیخ چنن شاہ بن شیخ فرمائش دین صاحب رح " "

مدفن شیخ خیر الدین کی وفات ۱۳۰۶ھ ہجری میں ہوئی۔ قبر جو کالیاں ضلع گجرات میں ہے۔

شیخ شرف الدین ساہنپالوی رح

آپ شیخ ناصر الدین بن شیخ بودلے شاہ صاحب سلیمانی ساہنپالوی رح کے فرزند اکبر تھے۔ بیعت طریقت شیخ بہادر شاہ فقیر قادری نوشاہی عنایت کوٹی رح سے تھی۔ جن کا ذکر کتاب ہذا کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرہ النوشاہیہ میں آئے گا۔

شجرہ بیعت آپ مرید شیخ بہادر شاہ گوجر عنایت کوٹی رح کے۔ وہ مرید سید حسین شاہ بناوری رح کے۔ وہ مرید بابا ماہی شاہ ارائیں جھنگی والہ رح کے۔ وہ مرید خواجہ بخت جمال وڈا شیخ جھنگی والہ رح کے۔ وہ مرید حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح کے وہ مرید قطب الاولیاء حضرت نوشہ گنج بخش رح کے۔

جذبہ و سلوک آپ مجذوب سالک تھے۔ اٹھارہ سال تک بالکل خاموش رہے بعد ازاں تھوڑا تھوڑا بولنے لگے۔ قلت الکلام، قلت الطعام، قلت المنام آپ کا شیوہ تھا۔ طبیعت نہایت مسکین و حلیم تھی۔

بددعا کا نتیجہ منقول ہے کہ ایک دن اپنے مویشیوں کے لیے باہر سے گھاس لینے گئے۔ موضع رنمال کے ایک زمیندار نے آپ کو سخت کلمات کہے اور آپ سے گھاس بھی چھین لیا۔ آپ نے بھلوال شریف کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ یا حضرت سخی بادشاہ رح۔ اس کے ہاتھ کے واسطے ایک موہری بھی آپ کے پاس نہیں اُسی وقت امرِ الٰہی سے اس کے دونوں ہاتھوں پر پھوڑی یعنی موہری نکل آئی۔ پھر وہ آکر تائب ہوا۔

درویشی کا سبق منقول ہے کہ میاں احمد یار ملاح ساہنپالوی کو اُس کے پیر طریقت سید لطف الدین بن سید علی محمد صاحب برخورداری ساہنپالوی نے ضلع جہلم میں بھیجا۔ کہ تم جا کر ملک الٰہی کا سفر کرو۔ اور روزانہ گدائی کر کے مسکینوں پر خیرات کر دیا کرو۔ وہ چلا گیا۔ ایک دن کسی فقیروں کے تکیہ میں جا بیٹھا۔ انہوں نے اُس کا فقیرانہ لباس دیکھ کر اس پر سوال کیا ؎

کون ذرتے کون درویش   کس مرد کا پُھدا دیس
کس مرد کا سے کے ناں   تاں توں وڑیوں ایس گراں

میاں احمد یار کو اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ فقیروں نے اس کا حال تال (لباسِ درویشی) اتار لیا وہ واپس چلا آیا۔ اور اپنے مرشد صاحب کے آگے سب حقیقت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ تم شیخ شرف الدین صاحب سلیمانی رح کی خدمت میں جاؤ۔ وہ تم کو جواب بتا دیں گے چنانچہ وہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے ؎

اللہ ذر محمد درویش   پیر مرشد کا پُھداؔ دیس
اللہ نبی دا سے کے ناں   تاں میں وڑیا ایس گراں

۱؎ پُھدا ہندی لفظ ہے بمعنی بیٹا ۱۲ سید شرافت

میاں احمد یار یہ جواب یاد کر کے پھر وہاں گیا۔ اور اپنا حال قال واپس لیا۔

وفات کے بعد کرامت

درود شریف کی تلقین آپ کے پوتے شیخ محمد عالم بن شیخ شاہ محمد صاحب کہتے ہیں کہ ایک رات آپ مجھ کو خواب میں ملے۔ اور مجھ کو کان سے پکڑ کر فرمایا۔ کہ تو وظیفہ (فارغ) رہتا ہے۔ یہ پڑھا کر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد بعدد کل ذرۃ مائۃ الف الف مرۃ۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ مدد کن فی سبیل اللہ۔ اس روز سے میں یہ درود شریف پڑھا کرتا ہوں۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ عمر الدین صاحب ۲۔ شیخ شاہ محمد صاحب رح ۳۔ شیخ غلام محمد صاحب رح۔

تاریخ وفات شیخ شرف الدین کی وفات بعمر نوے سال ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ منظہر دین امین۔

شیخ دین علی مجذوب ساہنپالوی رح

آپ شیخ ناصر الدین بن شیخ بودے شاہ صاحب ساہنپالوی رح کے چھوٹے فرزند تھے۔ بیعت و خلافت سخی امام شاہ درویش وزیر آبادی رح سے رکھتے تھے۔ جن کا ذکر کتاب ہذا کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ میں آئے گا۔

شجرہ بیعت آپ مرید سخی امام شاہ وزیر آبادی رح کے۔ وہ مرید شیخ قادر پیر سوہدروی رح کے۔ وہ مرید شیخ محمد سوہدروی رح کے۔ وہ مرید شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح کے۔ وہ مرید حضرت نوشہ گنج بخش قادری رح کے۔

حالت جذب منقول ہے کہ آپ دس سال تک مست رہے۔ اس کے بعد کبھی سالک اور کبھی مجذوب ہوتے۔

کرامات

آپ اہل خوارق و کرامات تھے۔ ایک وقت میں کئی جگہ پر موجود دیکھے گئے۔ دریا میں خواہ کس قدر طغیانی ہوتی پایاب گذر جاتے گھٹنوں تک پانی ہوتا تھا۔

آگ کا سرد ہونا منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ موضع چھنی موتی میں[1] چلے گئے۔ لالہ موتی رام آپ کو کوڑھال میں لے گیا۔ جہاں گرم گڑ آھترا میں پڑا تھا۔ آپ بید ھڑک، ہاتھ ڈال کر اس میں سے کھانے لگے۔ آگ کی حرارت نے آپ پر کچھ اثر نہ کیا۔

دشمن کا سزا پانا منقول ہے کہ آپ کے مرید سید شیر شاہ رسول نگری رح نے آپ کی گھوڑی کے لیے سبز گندم کاٹی۔ ایک جاٹ گلو نام نے اُسے مارا اور گالیاں دیں۔ آپ نے گلو کو کہا تو نے ہمارے درویش کو مکا مارا ہے۔ ہم نے تجھ کو گولی ماردی ہے۔ یہ کہنا ہی تھا کہ وہ تڑپ کر زمین پر گر پڑا۔ بعدہٗ زندگی بھر مفلوج و بیکار رہا۔

اولاد کی بشارت دینا منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ موضع چھنی خشو میں[2] چلے گئے۔ وہاں دھریک کے چند درخت تھے۔ آپ کو پسند آ گئے چوہدری خشو تارڑ نے آپ کے دل کی مرضی سمجھ کر تین درخت ان میں سے آپ کی نذر کر دیئے آپ بڑے خوش ہوئے۔ اور اس کو دعا دی کہ خدا تعالیٰ تجھے تین لڑکے دے گا۔

---

[1] چھنی موتی دریائے چناب کے جنوبی کنارہ پر ایک گاؤں تھا۔ کافی عرصہ گذرا دریا برد ہو چکا ہے ۱۲ یہ گاؤں موتی رام کھتری نے آباد کیا تھا۔ سید شرافت ۱۲

[2] چوہدری حشمت المعروف خشو بن اللہ بخش تارڑ نے سکھوں کے زمانہ میں ساہنپال شریف سے اُٹھ کر دریائے چناب کے جنوبی کنارہ پر ایک گاؤں بنام چھنی خشو آباد کیا جو عرصہ ۳۶ سال سے دریا برد ہو چکا ہے۔ چوہدری خشو کی اولاد آجکل ضلع ... میں بمقام مکی اصحاب الولی ضلع گوجرانوالہ آباد ہے ۱۲ سید شرافت

اور ایک لڑکی بھی ہوگی جو اپنے بھائیوں کا بھتہ لے جایا کرے گی۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ گھنا، سہنا، لہنا، تینوں لڑکے پیدا ہوئے۔

یارِ طریقت آپ کا ایک درویش سید شیر شاہ رسول نگری رح تھا۔

مدفن شیخ دین علی دنیا سے بے اولاد فوت ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۳۱۵ھ میں ہوئی۔ قبر جو کالیاں ضلع گجرات میں ہے۔

باب ہشتم
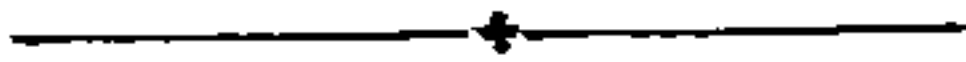
اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہؒ سے آٹھویں پشت ہیں۔

شیخ احمد جی مجذوب گھنگوالیؒ

آپ شیخ بڈھا بن شیخ فیض بخش صاحب بھلوالی رح کے فرزند اکبر تھے۔

متبنٰے ہونا آپ جس وقت متولد ہوئے تو شیخ نظام الدین بن شیخ عطار اللہ صاحبؒ سلیمانی گھنگوالی رح نے آپ کے والد بزرگوار کو کہا کہ یہ فرزند حَسْبَةً لِلّٰہ مجھے دے دو۔ کیونکہ میرا فرزند نرینہ کوئی نہیں۔ چنانچہ شیخ بڈھا صاحبؒ نے آپ کو اُن کے سپرد کر دیا۔ آپ نے انہیں کے گھر پرورش پائی۔ اور اُنہیں کے متبنٰے فرزند اور مرید و صاحب خلافت اور وارث و جانشین ہوئے۔ اور اپنے حقیقی والد کی وراثت سے محروم کر دیئے گئے۔

آپ مجذوب اطوار صاحب کرامات تھے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ محمد احسن صاحبؒ تھے۔

یاران طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ شیخ فقیر بخش بن شیخ محمد احسن صاحبؒ نبیرہ — گھنگوال ضلع سرگودھا

۲۔ سید سلطان محمود بن سید قدم الدین صاحب ہاشمیؒ — رَن مل — گجرات

مدفن شیخ احمد جی کی وفات ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔ قبر گھنگوال ضلع سرگودھا میں ہے۔

شیخ احمدالدین چاوہ والہؒ

ھو

شیخ احمدالدین ولی صاحب حیا ۔ یکساں راد در دو عالم مقتدا

آپ شیخ بڈھا بن شیخ فیض بخش صاحب سلیمانی بھلوالی رح کے فرزند دوم اور سجادہ نشین تھے۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت محرم الحرام ۱۲۳۰ھ مطابق سمت ۱۸۷۱ب میں بمقام چاوہ شریف ہوئی۔

بیعت و خلافت آپ نے اپنے ہم جدی چچا شیخ نظام الدین بن شیخ عطاء اللہ صاحب سلیمانی گھنگوالی رح کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت و اجازت پائی۔

اخلاق و عادات آپ صاحب شرم و حیا تھے۔ چہرہ پر نقاب رکھتے۔ ریاضات و مجاہدات کیا کرتے۔ کرامات کا ظہور بھی آپ سے ہوتا تھا۔

وبا کو دور کرنا منقول ہے کہ ۱۲۶۱ھ میں موضع چاوہ میں سخت وبا نمودار ہوئی روزانہ کثرت سے آدمی مرنے لگے۔ باشندگان دیہہ نے آپ کے آگے التماس کی کہ آپ کے بزرگوں سے تو بہت کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ اب آپ اُن کے جانشین ہیں۔ دعا کریں کہ وبا دور ہو جائے۔ آپ ذرا متوقف ہوئے۔ پھر کہا کہ نوجوان دوشیزہ لڑکیاں گھڑولی بھریں جیسے کہ بیاہ شادیوں پر بھرتی ہیں۔ اور اسی طرح گاتی بجاتی آئیں۔ اور اس پانی سے مجھ کو غسل کرائیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ آپ چوکی پر بیٹھ گئے۔ جب لڑکیاں آپ پر پانی ڈالنے لگیں تو کہا کہ مجھ پر وہ لڑکی پانی ڈالے جو آج تک زنا سے محفوظ ہے۔ اور نہ ہی کسی غیر محرم کو بدنظر دیکھا ہے۔ اگر کوئی ایسی ویسی جرأت کر کے آگے بڑھے گی۔ تو کوڑھی ہو جائے گی۔ اسی وقت سب لڑکیاں پیچھے ہٹ گئیں۔ کوئی سامنے نہ آسکی۔ آخر ایک

ما چسن لڑکی نے جو عصمت مآب تھی۔ آپ کو غسل کروایا۔ آپ نہا کر بستر پر لیٹ گئے۔ اور بجان بحق تسلیم کی۔ اس کے بعد وبا دور ہو گئی۔ گویا آپ نے تمام گاؤں پر جان فدا کی۔

فائدہ:۔ لوگوں پر فدا ہونا۔ اور اپنی عمر دوسروں کو بخش دینا۔ اولیاء اللہ کے حالات میں پایا جاتا ہے۔

۱۔ خواجہ محمد صادق خلف الرشید حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے وبا کے دنوں میں اپنی جان فدیہ کر دی اور لوگ بچ گئے[1]

۲۔ شیر خان الجوزی نے ایک پیر زال کے لڑکے کو اپنی عمر بخش دی۔ وہ تندرست ہو گیا اور خود فوت ہو گئے۔[2]

یارِ طریقت آپ کے چھوٹے بھائی شیخ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔

تاریخ وفات شیخ احمد الدین کنوارے ہی بعمر اکتیس ۳۱ سال فوت ہوئے۔ آپ کی وفات بدھوار۔ چوتھی رجب ۱۲۶۱ھ کو ہوئی۔ آپ کی قبر جادہ شریف ضلع سرگودھا میں اپنے والد صاحب کے پاس ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف "فنادته الملئكة وهو قائم يصلى"

۲۔ "داغ بر جان"

شیخ غلام حسن بھلوالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ بڈھا ابن شیخ فیض بخش صاحب سلیمانی بھلوالی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بیٹے تھے۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت ۱۲۴۲ھ میں ہوئی۔

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۲۸۴ [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۹۲ سید شرافت

تربیت سید محمد حسین بن سید بنے شاہ صاحب ہاشمی رن علوی سے منقول ہے کہ جس وقت آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد آپ کو گھر سے اٹھا کر جنگل میں لے گئے۔ چالیس روز تک اپنی توجہ خاص آپ پر القا کی۔ اور پھر گھر لائے۔ اسی لیے آپ میں جذبہ کا وہ اثر تھا کہ کوئی شخص مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

تعلیم آپ نے ظاہری تعلیم مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ صاحب برخورداری ساہنپالوی سے پائی۔ قرآن مجید اور فارسی علم ادب کی کتابیں اُن سے پڑھیں۔

بیعت طریقت آپ دو سال کے تھے کہ والد صاحب کی وفات ہو گئی۔ اس لیے اپنے بڑے بھائی شیخ احمد الدین صاحب چادہ والہ رح کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور خلافت پائی۔

اخلاق و عادات آپ کو اہل علم سے محبت تھی۔ مثنوی مولانا روم رح کا مطالعہ رکھتے۔ اور اس کے حقائق و رموز سے صوفیوں کو آگاہ کرتے۔ جالندھر میں جاتے تو برقندازی فقرا سے بہت محبت کرتے۔

کتاب کلید گنج الاسرار جو حضرت نوشہ صاحب رح کی تصنیف گنج الاسرار منظوم کی شرح ہے۔ اور کتاب گلزار معانی جو چند صوفیانہ اشعار کی شرح ہے۔ دونوں کتابیں فارسی میں ہیں اور خلیفہ محمد ابراہیم صاحب برقندازی جالندھری رح کی تصنیف سے ہیں۔ یہ آپ جالندھر سے مطالعہ کے واسطے لائے تھے۔

تعمیر روضہ حضرت سخی بادشاہ پہلے حضرت سخی بادشاہ سلیمان نوری کا مزار معہ فرزندان خام تھا۔ آپ نے اپنے عہد خلافت میں ۱۳۱۲ھ میں اس روضہ عالیہ کی بنیاد رکھی۔ ابھی عمارت زیر تعمیر ہی تھی کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں اولاد نے روضہ مکمل کیا۔

مولوی غلام نبی صاحب للّٰہی سے مکالمہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ موضع کوٹ مومن ضلع سرگودھا میں آپ مولوی محمد رفیق صاحب قاری رح کے ہاں تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً مولوی غلام نبی صاحب نقشبندی

مجددی ساکن علاقہ شریف جو خواجہ غلام محی الدین قصوری رح کے اکابر خلفاء سے تھے۔ وہ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ اُن کی رجوعات مسخرات بہت تھی۔ کسی زمیندار کے ہاں اُن کا ڈیرہ تھا۔ ایک روز آپس میں دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ اثنائے کلام میں مولوی غلام نبی صاحبؒ نے کہا کہ حضرت شیخ سلیمان صاحبؒ تو واقعی صاحب کمال ولی اللہ گذرے ہیں۔ لیکن آجکل جو اُن کی اولاد ہے۔ سب غیر شرع اور طریقت سے نابلد ہے کوئی بھی اس قابل نہیں جو کسی کی راہنمائی کر سکے۔ آپ کو یہ کلام سُن کر سخت طیش آیا۔ اور پر جوش لہجہ میں کہا۔ دیکھ میاں غلام نبی۔ تجھ کو جو اپنی تسخیر پر بڑا فخر ہے۔ یہ سب نوافل اشراق کی دو دو رکعتوں کے برکات ہیں۔ یہ کوئی کمال نہیں۔ اگر تم آج اشراق پڑھنا چھوڑ دو۔ تو کل کوئی شخص بھی تمہارے پاس نہ بھٹکے۔ تمہاری سب ولایت اور خوبی گئی گذری ہو جاوے۔ اور تمہارے نزدیک ہم غیر شرع یا بے دین ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو تم بڑا جابر یا کافر یا گبر سمجھتے ہو جو کسی کے سامنے نہ جھک سکتا ہو۔ اور تم بھی اس کے مطیع کرنے سے عاجز ہو چکے ہو۔ اور وہ پہاڑ کی مثل پختہ و مضبوط ہو اس کو میرے سامنے کر دو۔ اگر وہ مطیع ہو کر قدموں میں نہ آگرا۔ تو سمجھ لینا کہ میں حضرت سخی رح بادشاہ کی اولاد سے نہیں ہوں۔ کمال اس کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کو بھی سرنگوں کر دے یہ کلام سُن کر مولوی غلام نبی صاحبؒ نے آپ سے معافی مانگی۔

سکھوں کی حکومت نیچ دی سید علی احمد صاحب برخورداریؒ اپنے والد صاحب سید بوٹے شاہ بن سید حافظ الٰہی بخش صاحب مظہر حق بہاپنیالو سے روایت کرتے تھے۔ کہ جب ۱۲۶۶ھ میں سکھوں اور انگریزوں کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ تو سعد اللہ پور میں دریائے چناب کے شمالی کنارہ پر سکھوں کو شکست ہوئی۔ پھر چیلیانوالہ (ضلع گجرات) میں مقابلہ ہوا تو سکھوں نے شیخ مردان شاہ عرف مرجان شاہ چشتی ساکن گکھو پنڈی کو کہا کہ تم ہمارے لیے دعا کرو کہ ہماری فتح ہو۔ شیخ مذکور نے آپ کے آگے التماس کی۔ آپ ان دنوں موضع مرلہ کلاں (ضلع گجرات) میں سکونت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ بحالت جذب چیلیانوالہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں انگریزوں کے کیمپ لگے ہوئے

تھے۔ ایک انگریز نے آپ کو ڈانٹا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ جاسوسی کے الزام میں پکڑے جاؤ گے۔ آپ ذرا آگے گئے ہوئے تو ایک نقیب صاحب باطن سامنے آیا۔ جو خدا کی طرف سے انگریزوں کی حفاظت پر مامور اور ان کا دعا گو تھا۔ اُس نے پانچ روپے آپ کے آگے نذرانہ رکھا۔ اور کہا کہ آپ واپس چلے جاؤ۔ سکھوں کی امداد نہ کرو۔ دیکھو لوح محفوظ پر انگریزوں کی سلطنت کا وقت آچکا ہے۔ آپ وہ معائنہ کرتے ہی واپس چلے گئے۔ اس وقت شیخ مردان شاہ چشتی رح آپ کے پاس آئے۔ اور از راہ کشف حقیقت حال سے آگاہ ہو کر بطور طعنہ کہا:

"واہ جی شیخ صاحب۔ پانچ روپے سے سکھوں کی حکومت بیچ ڈالی"۔

چنانچہ بعد ازاں انگریز فتحیاب ہوئے۔ اور سکھ مغلوب ہو گئے۔

کرامات

کشتی کو دریا میں ڈالنا منقول ہے کہ ایک دفعہ محمد بخش ملاح سارنگ والہ کی کشتی دریائے چناب کی طغیانی سے تشکی پر چڑھ گئی۔ آٹھ گاؤں کے اشخاص نے جمع ہو کر اس کو دریا میں پہنچانا چاہا۔ مگر وہ نہ ہل سکی۔ اتفاقاً آپ موضع سارنگ میں تشریف لائے۔ محمد بخش نے عرض کیا۔ آپ کشتی کے اُوپر بیٹھ گئے۔ اور کہا اب کھینچو۔ پھر تو چند ہی آدمیوں نے زور لگایا تو وہ ہل گئی۔ اور انہوں نے کھینچ کر دریا میں ڈال دی۔

حفظِ قرآن کی دعا ایک حافظ صاحب سے منقول ہے کہ میں بچپن میں نابینا ہو گیا۔ میرے والد نے شیخ صاحب کے آگے عرض کیا کہ میرا لڑکا آنکھوں سے معذور ہے۔ اور نہایت کند فہم ہے۔ اس کو سبق یاد نہیں ہوتا۔ آپ نے کہا کوئی فکر نہ کرو۔ یہ قرآن مجید کا حافظ ہو جائے گا۔ چنانچہ بعد ازاں میں نہایت فہیم اور حافظ کلام اللہ ہو گیا۔

بیویاں آپ کی تین بیویاں تھیں۔

۱۔ پہلی بیوی سے دو بڑے لڑکے پیدا ہوئے۔

۲۔ مسمات بیگم بی بی دختر قادی موچی ساکن سجادہ ضلع سرگودھا اس کے بطن سے تیسرے صاحبزادہ پیدا ہوئے۔

۳۔ تیسری بیوی اعوان قوم سے تھی۔ اس کے بطن سے چوتھے صاحبزادہ پیدا ہوئے۔

اولاد: آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ غلام حسین المعروف موتیا نوالہ صاحبؒ ۲۔ شیخ نور حسین صاحبؒ یہ بچپن میں فوت ہو گئے ۳۔ شیخ فضل حسین صاحبؒ۔
۴۔ شیخ فیض احمد صاحبؒ۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ شیخ رکن الدین بن شیخ سید محمد صاحب سلیمانیؒ	رُن مل	ضلع گجرات
۲۔ شیخ احمد شاہ بن شیخ جیون شاہ صاحب سلیمانیؒ	اگردیہ	"
۳۔ شیخ محمد احسن بن شیخ احمد جی سلیمانیؒ برادر زادہ	گھنگوال	سرگودھا
۴۔ شیخ غلام حسین المعروف موتیا نوالہ فرزند اکبر	بھلوال شریف	"
۵۔ شیخ فضل حسین صاحبؒ۔ فرزند سوم	"	"
۶۔ حاجی شیخ شمس الدین بن شیخ قطب الدینؒ سلیمانیؒ	سجادہ شریف	"
۷۔ سید امام بخش بن سید حبیب اللہ برخورداریؒ	ساہنپال شریف	گجرات
۸۔ سید الہ دین بن سید امام بخش صاحب برخورداریؒ	"	"
۹۔ سید کرم الٰہی شاہ صاحب بن سید حیدر شاہ ہاشمیؒ	رُن مل	"
۱۰۔ سید رحیم اللہ بن سید نور حسن صاحب ہاشمیؒ	"	"
۱۱۔ سید غلام رسول بن شاہ مغل صاحب ہاشمیؒ	"	"
۱۲۔ میاں کرم الدین بن میاں امیر بخش صاحب رحمانی	بھڑی شریف	گوجرانوالہ
۱۳۔ مولوی الٰہی بخش صاحب مغفورؒ شاعر پنجابی	کنڈل	جہلم
۱۴۔ سائیں زمان خادم		

مدح پنجابی آپ کے مرید مولوی الٰہی بخش صاحب کنڈلوی رحہ نے قصّہ سسّی پنّوں میں حمد باری تعالیٰ اور نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی مدح میں یہ چند اشعار لکھے ہیں ؎

شیخ غلام حسن ولی اللہ شاہ سلیمانی نوروں ــ جمدڑیاں محبوب الٰہی پابوس قُرب حضوروں
وانگ شہبازاں پہنچے پل وچہ کیا نیڑے کیا دُوروں ــ الٰہی بخش نہ کدڑولائے رحمت دے دستوروں
واہ سلطان نشان معنیٰ اندر ملک نوشاہیاں ــ صوفی کامل بحر فیوضاں رہبر بھُلیاں راہیاں
عقدے حل کرے دردآیاں دھوندا عیب گناہیاں ــ الٰہی بخش کٹے لکھ بدیاں رہن نہ داغ سیاہیاں
صادق ہر اک قول قراروں جو کوئی لفظ الائے ــ آس اُمیداں پوریاں کردا ذرّہ دیر نہ لائے
کھولے کالے دلے دی لطفوں خوشبو دھماں پائے ــ الٰہی بخش رائیلے یوسف پاک جمال کرائے
عیسےٰ وانگ طبیب غلاماں لطفوں کرے سنبھالاں ــ اک نظر دکھ چھوڑے ناہیں ہودن توڑے سالاں
ہر اک حل دا محرم جانی واقف ہر ہر حالاں ــ الٰہی بخش جوان زور آور سکّے بیخ زوالاں
نشالا دل توں وسرے ناہیں نام حبیب پیارے ــ توڑے سرزکریا وانگوں آرہ کرے دو پارے
جویں خلیل چخہ تے چڑھ کے یار دا نام چتارے ــ الٰہی بخش امنت پڑھیا غیر دسارے سارے
بال پُنے وچہ پریت لگائی کملی میں کی جانا ــ بھارا بھار چُکایوس سر تے آخر پیا نبھانا
گھمن گھیراں گھیری جنڈری تکدا پاس مُہانا ــ الٰہی بخش نہ وِسیاں چھڈ کے محرم یار پورانا
ٹُریاں نال کرن بھلیائی ایس مرد دیاں کاراں ــ عفو ہودن تقصیراں سبھے جاں میں کوک پکاراں
ہر وادی آبادی دِسّے ہر خاراں گلزاراں ــ الٰہی بخش میخانے اسدے جام انعام ہزاراں!
میں بھی اُسدا دامن پھڑیا لِٹ دھارن جوگیانی ــ اوہ بھی جوگی روگیاں داسکھ پالے پریت پُرانی!
محرم راز اندر ہر حالاں جیونکر خضر دہانی ــ الٰہی بخش پئی گل اسدے لج میں درد رنجانی

تاریخ وفات شیخ غلام حسن کی وفات بعمر چھیاسٹھ سال بعلت اسہال دورالبطن بروز چہارشنبہ وقت طلوع فجر بتاریخ انیسویں ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ مطابق تیرہویں گھر سمت ۱۹۴۷ ب میں ہوئی۔

آپ کی قبر چاوہ شریف ضلع سرگودھا میں اپنے والد صاحبؒ کے پاس ہے۔

مرثیہ

از مولوی الٰہی بخش صاحب مخفوظی کنڈلویؒ

ظالم خزاں دی واکو لوں سڑ گل گئے گلشن گئے
رہیاں بلبلاں کرلاندیاں کر کوچ روح چمن گئے

گئے برگ جھڑ کے ڈالیاں نہ اوہ سبزیاں نہ لالیاں
بلبل نوں راتاں کالیاں کر گل ویران صحن گئے

بھورے دیواراں رل رہے اٹھ درد نیرا اچھل رہے
کروین سینے سل رہے ہے ہے اوہ یار کہن گئے

قمری بھی کوکو کر رہی لب جان ہو بے پر رہی
ماری عقل نہ زیر زبر رہی گلزنگ وجود کسکن گئے

دس خبر کوئی کانگ دے ملسن کدوں جدھی تانگ دے
پوسے کن پیر کلبانگ دے رنگ ڈھنگ گئے درشن گئے

اللہ آئی چیت بہار دے کھیں ٹھنڈیاں تک گلزار دے
شالا لگ ملن گل یار دے کر دکھ وداع بکفن گئے

اس الٰہی بخش بیمار دی کر دکاری درد آزار دی!
گھلتے وا اُس پاک دیار دی جتھے شاہ غلام حسن گئے

مادۂ تاریخ

"ہلالِ مغرب"

۱۳۰۸ھ

شیخ قطب الدین چاوہ والہؒ

خلف الصدق شیخ محمد غوث بن شیخ محمد یار بن شیخ عبدالہادی بن شیخ عنایت اللہ صاحب سلیمانی بھلوالی رح۔ متیمن اہل فقر تھے۔ چاوہ شریف میں سکونت رکھتے تھے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند حاجی شیخ شمس الدین صاحبؒ تھے۔

وفات شیخ قطب الدین کی وفات بروز جمعہ چودھویں محرم ۱۳۰۶ھ مطابق اٹھویں اسوج سمت ۱۹۴۵ب میں ہوئی۔ آپ کی قبر چلوہ شریف میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "تاج بخش"

شیخ ماہی شاہ رنملوی ؒ

فرزند اکبر شیخ موج الدین بن شیخ محمد حافظ بن شیخ محمد شفیع بن شیخ عنایت اللہ صاحب پھلوالی ؒ آپ کی بیعت طریقت شیخ بڈھا بن شیخ فیض بخش صاحب سلیمانی ؒ پھلوالی ؒ سے تھی۔ انہیں سے خلافت پائی۔

عبادت وریاضت آپ دریائے چناب میں کھڑے ہو کر یاد الٰہی کیا کرتے۔ پاؤں بوجہ سردی کے پھٹ جاتے۔ اتنے گہرے زخم ہو جاتے کہ انگلی کا سرا اس میں داخل ہو سکتا۔ رات کو ننگے پاؤں گرد و نواح کے مواضعات کی سیر وسیاحت کرتے۔ ساری رات بیدار رہ کر عبادت کرتے۔

کرامات

سانپ کاٹے کا اثر نہ ہوا منقول ہے کہ ایک رات آپ دریا پر عبادت کے لیے جا رہے تھے۔ آپ کو سانپ نے ڈس دیا۔ لیکن چونکہ پاؤں میں جوتی تھی۔ اس لیے معمولی اثر ہوا۔ آپ نے جوتی اتار کر پاؤں آگے کر دیا اور فرمایا کہ لے بیٹا! اچھی طرح ڈنگ کر لے۔ مگر پھر سانپ نے ڈنگ نہ کیا۔

ایک وقت میں کئی جگہ ظہور آپ ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوتے۔ مثلاً شام کی روٹی اپنے گھر میں بمقام رنمل کھاتے۔ تو اسی تاریخ اور وقت کو سیالکوٹ وغیرہ دور دور شہروں کے لوگ کہتے کہ آپ نے ہمارے پاس کھانا کھایا ہے۔

رات کو دریائے چناب کے کنارہ پر سیر کرتے الا اللہ کا نعرہ موضع سلہو کے لگاتے۔ اسی وقت رسول نگر میں ہوتے۔ اسی وقت دریا کے اس طرح موضع دھبولہ میں ہوتے۔ ہر ایک گاؤں کے لوگ نعرے کی آواز سنتے۔ اور آپ شب دیہات میں گشت کرتے۔ اگر کسی آدمی کو باتیں کرتا ہوا یا جاگتا معلوم کرتے۔ تو فرماتے بیٹا! تم سو رہو

ماہی جا لگتا ہے۔[1]

دریا سے پایاب گذرنا منقول ہے کہ آپ دن کو زیادہ تر دریا کے پتن (گھاٹ) پر ہی رہا کرتے تھے۔ ملّاح لوگ جب بیڑیاں چلاتے۔ تو ہر ایک پور کا ایک ٹکہ نذرانہ آپ کو دے دیا کرتے۔ ایک روز انہوں نے ٹکہ نہ دیا۔ کشتی دریا کے درمیان جا کر رک گئی۔ ہر چند انہوں نے کوشش کی۔ مگر چل نہ سکی۔ آخر انہوں نے آواز دی۔ یا حضرت آ کر اپنا ٹکہ لے جاؤ۔ آپ چلے تو گھٹنوں تک پانی آیا۔ حالانکہ پانی بہت گہرا تھا۔ جب آپ نے ٹکہ وصول کر لیا۔ تو کشتی روانہ ہو گئی۔

ایک شخص کو دریا سے گذارنا بابا معروج الدین بن میہوں ترکھان ساہنپالوی بیان کرتا تھا کہ ایک بار میرا دادا میاں جمعہ ترکھان رسول نگر گیا ہوا تھا۔ کہ اُس روز دریا میں سیلاب آ گیا۔ راستہ بند ہو گیا۔ وہ مایوس ہو گیا۔ اتنے میں آپ بازار میں چلتے پھرتے اُس کو مل گئے۔ آپ نے پوچھا میاں جمعہ یہاں کیوں کھڑے ہو۔ آؤ اپنے گاؤں کو چلیں۔ اُس نے عرض کیا۔ یا حضرت طغیانی کی وجہ سے آج کشتی پار نہیں جا سکتی۔ آج راستہ بند ہو گیا ہے۔ اس لیے مجبوراً یہاں رُک گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ۔ میں نے ایک جگہ سے جاگ (چھوٹا پانی) دیکھی ہوئی ہے۔ وہاں سے گذر جائیں گے۔ دریا پر آ کر فرمایا۔ میرے پیچھے پیچھے چلے آنا۔ دائیں بائیں نہ ہونا چنانچہ سارا دریا پایاب گذار کر اُس کو کنارہ پر پہنچا دیا۔ گھٹنوں سے اُوپر پانی نہ آیا۔

بانجھ بھینس کا شیردار ہونا منقول ہے کہ ایک روز آپ سیر کرتے ہوئے ساہنپال تشریف میں مہرا حجام کے گھر تشریف لے آئے۔ اس نے عرض کیا۔ یا حضرت! میری جھوٹی (بھینس نوعمر) باردار نہیں ہوتی۔ دُعا کریں کہ باردار ہو جائے۔ آپ نے پوچھا کہ اگر باردار ہو گئی تو کیا ہوگا؟ عرض کیا کٹو پڑے گی۔ (بچہ جنے گی) پوچھا اگر کٹو پنی تو پھر کیا ہوگا۔ اُس نے عرض کیا پھر دودھ دے گی۔ ہم بھی پئیں

---

[1] ماہی سے مراد ذاتِ حق ہے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ نیز آپ کا نام بھی ماہی شاہ تھا۔ سید شرافت ۱۲

گے۔ اور آپ کو بھی بلائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو لمبا کام ہے۔ پہلے باردار ہو، پھر ایک سال گذار کر سوئے۔ پھر کہیں جا کر دودھ کا منہ دیکھیں۔ میرے خیال میں تو بہتر یہی ہے نہ دودھ ہی طلب کریں۔ کیونکہ اصل مقصد تو دودھ ہی ہے۔ آپ نے جھوٹی کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا دودھ دیا کر۔ امر الٰہی سے اس کے تھنوں میں دودھ پڑ گیا۔ اس کے بعد بارہ سال تک وہ متواتر دودھ دیتی رہی۔ اور کبھی باردار نہ ہوئی۔

سادہ مزاجی منقول ہے کہ جو ٹکے آپ کو ملاحوں سے وصول ہوتے۔ وہ موضع ٹھٹھہ کدھی والہ میں لے جا کر مستی شہابل تیلی کے پاس امانت رکھ دیتے تھے۔ وہ ایک چاٹی میں رکھ دیتا۔ دس بارہ روز کے بعد جا کر اس کو فرماتے ہمارے ٹکے لاؤ۔ جب وہ لاتا تو آپ شمار کرتے۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ پھر فرماتے بس پورے ہیں لے جاؤ۔ اسی طرح جب کبھی شمار کرتے تو پانچ تک ہی گنتے۔ اس کو معلوم ہو گیا کہ آپ کو پانچ سے آگے حساب نہیں آتا۔ لہٰذا وہ سب ٹکے خود خرچ کر لیتا۔ صرف پانچ ٹکے رہنے دیتا۔ مگر آپ کو اس کا کچھ خیال نہ ہوتا۔

عملیات

پُھندری کے واسطے آپ پُھندری کے واسطے یہ دم کیا کرتے۔

"کر کروفی بر بروفی دُور شو۔ خدائے تعالیٰ بزرگ ست تو بزرگ مشو
پیغمبر ما از دنیا سفر کردہ است تو نیز برو۔"

اشعار گوئی آپ گاہ بگاہ پنجابی میں شعر بھی کہا کرتے۔ یہ دو عدد دوہڑے آپ کی زبان سے دستیاب ہوتے ہیں۔

دوہڑہ

تیرے نال نہ دنیا والا ہور نہیں کجھ میرا
نال محبت اگے بدھی کی لیندی کجھ تیرا

جویں سبھے اُڈ گھراں نوں جاندے راتیں کیا بسیرا
ماہی شاہ تیرا جھڑکاں کو نوا ہتھاوت نہ کیتا پھیرا

دوہڑہ

دلچہ ہک چروکی آہی ہیں نیموں کیتے ول لاواں
جانی میں نال اوہی کیتی جیوں یوسف نال بھراواں

اوہا نام دھیاون کوئی کرکے سخن کوڑا واں
ماہی شاہ اُٹھ ونجھ گھراں نوں ڈھونڈن کتول جاواں

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ گوہر شاہ صاحبؒ تھے۔

یارِ طریقت آپ کے ایک خلیفہ سید حافظ شرف الدین بن سید امام بخش صاحب برخورداری رہ ساکن میرڈہ متصل لالہ موسیٰ ضلع گجرات۔

مدفن شیخ ماہی شاہ رح کی وفات ۱۲۳۵ھ ہجری میں ہوئی۔ مزار گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

شیخ بہاول شیر رسول نگریؒ

آپ شیخ چنن شاہ بن شیخ صدیق شاہ صاحب رسول نگریؒ کے بڑے بیٹے تھے بیعت طریقت اپنے دادا صاحب شیخ صدیق شاہ بن شیخ خان بہادر سے تھی۔ اپنے والد صاحب کی زندگی میں انتقال کیا۔

اولاد آپ کا ایک صاحبزادہ شیر دل نام تھا۔ جو بچہ ہی فوت ہو گیا۔

تاریخ وفات شیخ بہاول شیر کی وفات بروز ہفتہ نوویں ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۰ر مارچ ۱۸۸۱ء موافق ۲۹ر پھاگن سمت ۱۹۳۸ ب میں ہوئی۔

آپ کی قبر رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں گورستان شیخ پھلے شاہ صاحبؒ میں ہے۔

قطعۂ تاریخ

از سید عمر بخش بن سید محمد بخش صاحب برخورداری رسول نگری رحمۃ اللہ علیہ

نغمے در دستے گشت تاریخ او — ہمہ ذات خود حق احد ۔ بگو

نہم بسنت پھاگن نہم ماہ پیر — دہم ماہ مارچ عیسائی بگو

مادۂ تاریخ ہے ۔ "تیز رفتار"

شیخ سجاول شیر رسول نگری رح

آپ کا نام اصل میں شجاع الشیر تھا ۔ جو پنجابی محاورہ میں سجاول شیر مشہور ہوا ۔ آپ شیخ چلن شاہ بن شیخ صدیق شاہ صاحب کے دوسرے بیٹے تھے ۔ ارادت و بیعت آپ کی اپنے دادا صاحب شیخ صدیق شاہ بن شیخ خان بہادر صاحب سے تھی ۔

اولاد آپ کے دو بیٹے ہوئے ۔

۱۔ سائیں عنایت حسین صاحب ۔ یہ ملنگ صورت ، قلندرانہ اطوار ، اثنا عشری خیالات رکھتے ہیں ۔ بھنگ ، چرس ، افیون کا استعمال کرتے ہیں ۔ لحیم جسیم ہیں اس وقت ۱۳۷۵ھ میں موجود ہیں ۔

۲۔ سائیں ولایت حسین صاحب مرحوم

مدفن شیخ سجاول شیر کی وفات ۱۳۱۱ھ میں ہوئی ۔ قبر رسول نگر گورستان شیخ چلے شاہ صاحب میں ہے ۔

۱۔ مادہ تاریخ عیسوی میں ایک عدد زیادہ ہے ۱۸۹۴ء برآمد ہوتا ہے ۱۲ ۲۔ اس قطعہ میں کوئی لطافت نہیں ۱۲ سید شرافت

شیخ سردار عالم رسول نگری

آپ شیخ چنن شاہ بن شیخ صدق شاہ صاحب رسول نگری رح کے تیسرے بیٹے اور مرید تھے۔ آپ بڑے شہ زور، طاقتور، غیور تھے۔ بڑے بڑے بہادروں کو آپ کے سامنے ہونے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

ذیلدار کو قتل کرنا

آپ کا ابتدائی شباب کا زمانہ تھا۔ ایک چوری کے اشتباہ میں آپ کو پولیس نے زیر تفتیش رکھ لیا۔ مسمی باگھ سنگھ ذیلدار رسول نگر نے آپ کو گالی بول دی۔ آپ کی غیرت نے خاموش رہنا گوارا نہ کیا۔ فوراً حملہ کر کے تھانیدار کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ اور اس سے اسی وقت باگھ سنگھ کو قتل کر دیا۔ اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ بلکہ جس منہ سے اس نے گالی دی تھی۔ اس کا آلہ تناسل کاٹ کر اس کے منہ میں دے دیا۔ اور خود تلوار لے کر شہر رسول نگر کے اندر داخل ہو گئے۔ تمام سکھ اور ہندو آپ کے خوف سے اپنے مکانوں کے اندر گھس گئے اور اندر سے دروازے بند کر دیئے۔ دو تین روز تک آپ پولیس سے گرفتار نہ ہو سکے۔ کئی گاردیں اور افسر جمع ہو گئے مگر آپ کو پکڑنے کی کسی کو جرأت نہ پڑتی تھی۔ تین روز کے بعد اپنے والد صاحب کے حکم سے آپ نے تلوار دے دی اور گرفتار ہو گئے۔

قید ہونے کی تاریخ

اس مقدمہ قتل میں سنہ ۱۳۰۳ھ میں آپ کو سزائے آب شور (یعنی کالا پانی) دی گئی۔ آپ کے قید ہونے کی تاریخ چوہدری مہرداد بن دائم تارڑ ساہنپالیہ ساکن چوہر انوالہ ضلع گجرات نے یہ لکھی ہے

حالت سردار عالم چوں شنید ــــ چشم من پُر آب شد زاری کناں

بود یک سردار باگھ سنگھ نام ــــ قتل شد از دست سردار عالم آں

عہ باگھ سنگھ متولد ۱۸۲۶ء (۱۲۴۲ھ) ولد مہر سنگھ ولد سلام سنگھ حسن والیہ اس کو رام نگر (رسول نگر) میں دو چاہ جاگیر میں حین حیات عطا ہوئے تھے۔ (رؤسائے پنجاب ص ۲۵۴)

بدنِ او با تیغ پارہ پارہ کرد — در جہنم رفت خوک از خوک داں
در جزیرہ قید شد رستم نشاں — در جہاں تحریر شد اخبار آں
سال ہجری غین و راؤ قاف بود — زیں ملک سردار عالم شد رواں

یعنی غرق ۱۳۰۰ھ [1]

رہا ہونے کی تاریخ چھبیس ۲۶ سال قید گذارنے کے بعد صحیح سلامت رہا ہو کر آپ واپس وطن آئے۔ میرے دادا صاحب حضرت سید حافظ محمد شاہ نیک اختر بن سید محمد امین صاحب مختار السالکین برخورداری ساہنپالوی نے اپنی تالیف کتاب الفوائد میں لکھا ہے :

"صاحبزادہ سردار عالم آپ شور سے رہا ہو کر روضہ پاک حضرت نوشہ صاحب رح کی زیارت کے لیے پنجشنبہ وقت ظہر اٹھائیسویں ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ کو آئے" بلفظہ

فقیرانہ حالت آپ شور سے واپس آنے کے بعد آپ کا جسم نہایت دُبلا پتلا رہ گیا تھا۔ اُردو بولتے تھے۔ درگاہ بابا گلاب شاہ مجذوب رسول نگری رح پر ڈیرہ رکھتے۔

تاریخ وفات شیخ سردار عالم کی وفات ۱۳۳۸ھ میں ہوئی۔ قبر رسول نگر گورستان شیخ پھلّے شاہ صاحب میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "ارمغانِ الٰہی"

سائیں حیا تیا نوالہ رسول نگری رح

آپ کا اصل نام محمد حیات المعروف حیات حسین المشہور حیا تیا نوالہ تھا۔ آپ شیخ چنن شاہ بن شیخ صدیق شاہ صاحب رسول نگری رح کے چھوٹے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔

[1] کتاب الفوائد ۱۲ شرافت

تعلیم آپ نے قرآن مجید حافظ علم الدین صاحب قادری رسول نگری سے پڑھا۔ جو مولانا غلام رسول بن مولانا محمد شفیع صاحب قادری رسول نگری رح کے خلیفہ ارجمند تھے۔ آپ نے علم ادب فارسی کی درسی کتابیں بعض دوسرے استادوں سے پڑھیں۔ زبان فارسی پر خاصہ عبور تھا۔

اخلاق و عادات آپ صاحب علم و عقل و دانش و فرہنگ تھے۔ تقریر بڑی دلچسپ اور مؤثر ہوتی تھی۔ کوئی کلام شروع کریں تو دل نہ چاہتا تھا کہ چھوڑ دیں۔ عالی دماغ پُر حوصلہ تھے۔ رموز تصوف اور اسرار فقر سے خوب واقف تھے۔ خوش مزاج لطیفہ گو تھے۔

مذہبی روش آپ کے آباؤ اجداد سب مذہبًا اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ آپ نے ابتداء میں نواب محمد حیات خاں صاحب رئیس اعظم واہ کی ملازمت کی۔ چونکہ وہ مذہبًا شیعہ اثنا عشری تھے۔ اس لیے آپ متاثر ہونے سے خالی نہ رہے۔ لیکن آپ تبرائی شیعہ نہ تھے۔ محض تولائی تھے۔ اور تفضیل مرتضوی رضہ کے قائل تھے۔ آپ کے غالی شیعہ نہ ہونے کے چند واقعات مجھے یاد ہیں ازانجملہ

عشرہ مبشرہ کے متعلق اعتقاد مؤلف کتاب ہذا کا چشم دید واقعہ ہے کہ ایک بار میں نے آپ کے پاس قلمی درود مستغاث دیکھا۔ جس پر آپ روزانہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ تو شیعہ مذہب رکھتے ہیں۔ اور اس درود شریف میں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضہ کے اسماء گرامی آتے ہیں۔ جن کے شیعہ لوگ منکر ہوتے ہیں۔ یعنی یہ عبارت؛

"اللھم ارحم ابا بکر التقی وعمر النقی وعثمان الزکی وعلیا الوفی اسد اللہ المرتضی وفاطمۃ الزھراء وخدیجۃ الکبریٰ وعائشۃ الصدیقۃ العلیا والحسن الرضی والحسین الشھید المجتبی والشھید والکربلا والسعد والسعید والطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن ابن عوف وابا عبیدۃ ابن الجراح والعشرۃ المبشرۃ وسائر والصحابۃ والتابعین والخلفاء الراشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ؕ"

آپ نے کہا یہ ہمارے بزرگوں شیخ پھلتے شاہ وغیرہ کا وظائف ہے۔ اور آباؤ اجداد سے ہمارے بزرگوں کا معمول ہے۔ اس سے ہم کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

اس سے میں نے سمجھ لیا کہ آپ صحابہ کرام کے معتقد ہیں۔ صرف تفضیل علی رضی اللہ عنہ آپ کا مذہب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض کے متعلق اعتقاد ایک روز آپ کی مجلس میں کسی شیعہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رض کے متعلق کوئی ناجائز کلمہ بولا۔ آپ نے اس کو سخت جھڑکا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے ازواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے ازواجہ امھاتھم۔ یعنی پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اگر تو اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رض تمہاری ماں ہیں۔ اور جو شخص اپنی ماں کو بُرا کہے وہ حرامزادہ ہے۔

حضرت غوث اعظم رض کے متعلق عقیدت آپ کے سکونتی شہر قصبہ شہر رسول نگر میں شیعوں کی دو پارٹیاں تھیں۔ ایک منکرانِ غوث الاعظم رح اور دوسرے معتقدان غوث الاعظم رح۔ آپ دوسری پارٹی کے لیڈر تھے۔ اور آپ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم کو دو فضیلتیں حاصل ہیں۔ ہم شیعانِ علی رض سے بھی ہیں۔ اور شیعانِ غوث اعظم رح سے بھی۔ آپ منکرانِ غوثیہ کو اپنی مجالس میں شامل نہیں کرتے تھے۔

کتابی فیضان میرے ساتھ آپ بہت محبت والفت رکھتے تھے۔ مطالعہ کے لیے ہر قسم کی کتابیں مجھے دیا کرتے۔ چنانچہ کتاب سفینۃ الاولیاء فارسی قلمی مصنفہ شہزادہ دارا شکوہ قادری رح اور کتاب تاریخ ایران فارسی مطبوعہ مصنفہ سر جان مالکم صاحب بہادر، اور کتاب جنات الخلود فارسی مطبوعہ، مصنفہ مولانا محمد رضا امامی رح۔ میں نے آپ سے لے کر مطالعہ کیں۔

اور کتاب ثواقب المناقب فارسی مصنفہ علامہ شیخ محمد ماہ صداقت گنجاہی رح اور رسالہ تصوف فارسی مصنفہ شیخ حسین قادری لاہوری رح اور رسالہ تہنیت فارسی میں نے

آپ سے لے کر آپ نے واسطے نقل کیئے۔

تصنیفات

آپ کی چند تصانیف یادگار ہیں۔

۱۔ روزنامچہ حیاتیانوالہ اکیس ۲۱ سال تک آپ فارسی میں اپنا روزنامچہ لکھتے رہے۔ اس میں بڑے مفید مضامین ہیں۔ لیکن افسوس کہ پسماندگان میں کوئی ایسا قابل شخص نہیں جو ان کو ایک جگہ کتابی صورت میں بالترتیب مرتب کر سکے۔

۲۔ رسالہ امرذات یہ تاریخی ہجری نام ہے ۱۳۴۲ھ کا واقعہ ہے کہ اولاد حضرت نوشہ گنج بخش رح یعنی سادات برخورداریہ اور سادات ہاشمیہ کے درمیان مسئلہ خلافت نوشاہی کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا، جس میں فریقین کے چند مناظرے ہوئے۔ اُس میں آپ کو ثالث و منصف مقرر کیا گیا۔ آپ نے وہ سب مناظرے اپنے سامنے سُنے اور فریقین کے دلائل کو ملاحظہ کیا۔ آخر آپ نے کتب خاندان کے حوالوں سے فیصلہ دیا کہ حضرت نوشہ صاحب رح نے اپنے فرزند اکبر سید حافظ محمد برخوردار صاحب بحر العشق رح کو اپنا ولی عہد و سجادہ نشین بنایا تھا۔ اور آج تک سادات برخورداریہ ہی صاحب خلافت اور گدی نشین چلے آتے ہیں۔ یہ فیصلہ آپ نے ایک رات میں لکھا۔

۳۔ مضامین مختلفہ آپ کے بعض مضامین رسالہ قادری نوشاہی لاہور ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوتے رہے۔

مکتوبات

آپ کے تین ۳ عدد مکتوب مجھے دستیاب ہوئے ہیں۔ وہ یہاں لکھے جاتے ہیں۔

مکتوب اوّل یہ مکتوب آپ نے مناظرہ مسئلہ خلافت نوشاہی کے ایام میں سادات ہاشمیہ کے ثالث شیخ فضل حسین صاحب بھوالی رح کے نام لکھا تھا۔

"شیخ صاحب جی۔ السلام علیکم۔ آپ کی فرمائش پر صاحبزادگان، و دیگر زمینداران ساہنپالیہ[1] موجود دربار[2] ہیں۔ اور آپ کی تشریف آوری کے منتظر، تشریف لاویں۔ انشاء اللہ شریفانہ تجسس[3] و تحقیقات ہوگی۔ کوئی بے ادبانہ کلام نہیں ہوگی۔ والسلام۔"
"فقیر حیا تیانوالہ بقلم خود"

مکتوب دوم فیصلہ خلافت نوشاہیہ یعنی رسالہ امرذات شائع ہو جانے کے بعد چند عرصہ خاموش رہ کر سادات ہاشمیہ رنملویہ۔ اور اُن کے ثالث شیخ فضل حسین صاحب جھلوالی نے بمعیت و معاونت صاحبزادگان سیچیاریہ نوشہریہ مسئلہ خلافت کو دوبارہ چھیڑنا چاہا۔ اس امر کے متعلق پیر محمد شاہ بن پیر گوہر شاہ صاحب سلیمانی رنملوی نے بذریعہ خط سائیں حیاتیانوالہ صاحب رح کو آگاہ کیا کہ شیخ صاحب آرہے ہیں۔ آپ بھی دربار شریف آویں۔ آپ نے اس واقعہ کی اطلاع سید فضل حسین بن سید غلام حسن بن سید قطب الدین صاحب برخورداری ساہنپالوی ڈھلوی رح کو بذریعہ مکتوب بھیجی سو وہ یہ ہے۔

"عزیزم صاحبزادہ فضل حسین صاحب سجادہ نشین۔ سلمہ ربہٗ
بعد دعوات آنکہ۔ آج مجھے عزیزم محمد شاہ صاحب کا دستخطی خط آیا کہ شیخ فضل حسین آرہا ہے دربار آؤ۔ میں نے اُن کو لکھ دیا ہے۔
اگر گدی نشینی کا تنازعہ ہے تو فیصلہ تمہارے پاس ہے۔ ان کو سنا دو۔ مجھے بلانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر تم کو ضرورت پڑے تو میں تمہارے بلانے پر آجاؤں گا۔ یا اگر عزیزم محمد شاہ کو میری کسی اپنے کام میں ضرورت پڑے تب بھی آجاؤں گا۔ اگر تم سے کوئی قیل و قال درباره سابقہ تنازعہ ہو وے۔ تو تم وہی فیصلہ سنا کر خوب بات چیت

---

[1] زمینداران ساہنپالیہ سے مراد اولاد چوہدری صاحب ساہنپال مرحوم ہے جن کے نام رسالہ امرذات میں درج ہیں ۱۲
[2] دربار سے مراد درگاہ عالیہ حضرت نوشہ صاحب ہے جہاں مناظرہ ہوا تھا ۱۲ ——— [3] شیخ صاحب اپنے تحریرات میں بجائے جستجو یا تلاش کے لفظ تجسس استعمال کیا کرتے تھے۔ اس لیے حیاتیانوالہ صاحب نے تجسس کا لفظ لکھ کر ان کی طرز تحریر یاد دلائی ہے ۱۲ سید خلافت

کرد۔ گدی نشینی تمہاری ہے نہ کہ میری یہاں۔ اگر نئے سر سے وہی تنازعہ سابقہ جاری کر دیا گیا ہے تو اول تو تم کسی اور کو ثالث مقرر کرو۔ یا پھر مجھے ہی ثالث مقرر کر لو۔ مگر اب وہ معاملہ طے شدہ ہے۔ اس کو دوبارہ جاری کرنے کی ضرورت نہیں۔ بعض تخم الشیاطین اُن کے ہمراہ آویں گے تو تم لاحول کے عصا سے دُور کر سکتے ہو۔ میری کیا حاجت ہے۔ اپنے سب معزز معرکہ کو میرا السلام علیکم کہہ دو۔ والسلام۔"

"فقیر حیات حسین"

مکتوب سوم چوہدری سلطان علی صاحب ساکن چک دادن ضلع گوجرانوالہ نے بسر پرستی سائیں فتح خاں صاحب قلندر ساکن راولپنڈی سے رسالہ قادری نوشاہی ماہوار لاہور سے جاری کیا۔ تو آپ نے اُس کے نام یہ مکتوب بھیجا۔ جو رسالہ مذکور پرچہ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ کے ص ۲۳ پر شائع ہوا۔ وہ یہ ہے۔

"مقام رسول نگر۔ مورخہ ۲۲، دسمبر ۱۹۲۳ء

مکرم مدیر صاحب رسالہ قادری نوشاہی لاہور زاد اشفاقہٗ۔

السلام علیکم۔ کل ۲۱، دسمبر مجھے رسالہ قادری نوشاہی بذریعہ ڈاک ملا۔ اب میں کیا لکھوں کہ مجھے کس قدر خوشی و مسرت ہوئی۔ یہ کہنے سے نہیں رک سکتا کہ وہ مشکل امر جس کا کبھی وجود میں آنا متصور نہ تھا۔ وہ ایک باہمت اور غیور انسان نے کر دکھلایا۔ خاندانِ موصوف کی کم احساسی نے آج تک کروٹ نہ بدلی۔ مگر جب کوئی قوم اپنی حالت آپ بدلنے کی ہمت نہ کرے۔ قدرت کاملہ اس کو خود بخود نہیں پوچھتی۔ میں آپ کی ہمت مردانہ کا کہاں تک مشکور ہو سکوں۔ مگر "ہمت مرداں مددِ خدا" مشہور مثل ہے۔ اب جس محبت اور عشق اللہ کے اظہار کا بیڑا اُٹھایا ہے اس کو باعمل کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسے کاموں میں امداد غیبی ہوا کرتی ہے۔ خاندان ممدوح جس قدر معروف و مشہور ہے۔ اسی قدر اس کے بعض ارکان کاہلی اور تساہل کا نمونہ ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ آپ نے میدانِ عمل میں نکل کر لبیک کہہ دیا۔ اب بھی اگر غیرت دامنگیر نہ ہوئی تو بس پھر ہرگز ایسا آزاد وقت ہاتھ نہ آوے گا۔

اللہ والو اُٹھو۔ اٹھو ہی نہیں بلکہ لبیک کی آواز سنو۔ اور اس کا ڈنکے کی چوٹ

بھلا مے ہاتھ بٹاؤ۔ جس نے عین وقت پر لبیک کہہ دی وہ کامیاب ہو گا۔ ورنہ جو سب آج خاندان کا فخر نظر آرہا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ سے متبدل ہو رہا ہے۔ کسی کو حضرت پاک رحمان بھیڑی والوں کا روضہ خم ہو کر سلام کر رہا ہے [1] کوئی پھونک مار کر زمین کو آسمان بنا رہا ہے۔

آفرین صد آفرین لبیک کہنے والے۔ آپ نے عین وقت پر لبیک کہہ دی۔ مبارک باد انشاء اللہ تعالے انجام بخیر ہو گا۔

اب میں اپنے متعلق کچھ لکھتا ہوں کہ میرا تعارف ہو جائے۔ میرا نام فقیر حیا تیا نوالہ ہے میں جناب نوری حضوری حضرت سخی رحمۃ اللہ علیہ کا پوتا ہوں۔ جو حضرت گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہادی ہدایت راہنمائے طریقت ہیں۔ میرے پاس سب خاندان فقراء کی کم و بیش تواریخ موجود ہیں۔ میں انشاء اللہ آپ کو واقعات نویسی میں صحیح واقعات کی امداد دینے کو تیار ہوں۔ اور بعض مضمون رسالہ کے واسطے دیتا رہوں گا۔ میرے نام رسالہ موصوف جاری رکھنا۔ دعا ہے کہ وہ ذات لایزال آپ صاحبان کے ارادہ میں استقلال اور برکت دے۔ آمین۔ اور باقی اراکین خاندان کو بھی رسالہ ہذا کی امداد اور تائید کی ہدایت ہو دے۔

نوٹ ضروری ذرا پورا خیال رکھنا کہ خاندان موصوف سے کون کون اصحاب آپ کی تائید میں ہم آہنگی ظاہر کرتا ہے۔ ان سب تحریرات کو رسالہ موصوف میں درج کرنا۔ اس سے آپ کو اپنے خاندان کے احباب کا احساس معلوم ہو جائے گا۔ "فقیر حیات حسین المعروف حیا تیا نوالہ ڈیرہ سخی سرکار"

---

[1] یہ پیر محمد شاہ بن پیر گوہر شاہ صاحب سلیمانی ساکن ٹرنٹی ل پر طنز کی ہے۔ کیونکہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ جب پیر صاحب پالکی نشین ہو کر بھیڑی شریف کے میلہ پر جاتے ہیں تو حضرت شاہ رحمان صاحب کے روضہ کا گنبد جھک کر اُن کو سلام کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اور بعض جاہل مریدوں کی پیدا کردہ افواہ ہے۔ جو سراسر افترا ہے۔ بلکہ پیر محمد شاہ صاحب خود جھک کر شاہ رحمان صاحب کو سلام کرتے ہیں ۱۲ سید شرافت

ارشادات

آپ کہا کرتے تھے کہ ہمارے آباؤ اجداد ملنگ طبیعت اور قلندرانہ اطوار ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے طبقہ ہذا میں شیخ پھلے شاہ صاحب رسول نگری رح۔ اور شیخ جائے شاہ صاحب سید نگری رح۔ اور شیخ نہال بہادر صاحب رسول نگری رح۔ اور شیخ فقیر بخش صاحب رسول نگری رح اور شیخ صدیق شاہ صاحب رسول نگری رح کے جتنے واقعات اور عشقیہ حالات میں نے لکھے ہیں۔ یہ سب آپ کی زبان سے منقول ہیں۔ آپ نے اپنے بزرگوں کی زبان سے روایت کئے تھے۔

اولاد آپ کی بیوی کا نام مسمات رحمت بی بی جٹی تھا۔ جو جمعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ کو فوت ہوئی۔ اس کے بطن سے آپ کا ایک لڑکا صاحبزادہ مسعود حسین تھا۔ جو بچپن میں ۱۳۴۲ھ میں آپ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ سائیں عنایت حسین بن شیخ سجاول فقیر سلیمانی رح برادر زادہ	رسول نگر	ضلع گوجرانوالہ
۲۔ سائیں ولایت حسین بن شیخ سجاول فقیر "	"	"
۳۔ سید نوشتی محمد بن سید محمد علی ہاشمی رملوی رح	نندگڑھ	سیالکوٹ
۴۔ سائیں بڈھا فقیر	رسول نگر	گوجرانوالہ
۵۔ سائیں گھوگی فقیر	"	"

تاریخ وفات سائیں حیا تیانوالہ کی وفات سوموار۔ انتیسویں شعبان ۱۳۵۷ھ مطابق آٹھویں کتک سمت ۱۹۹۵ب میں ہوئی۔ آپ کا جنازہ حافظ علم الدین صاحب حنفی قادری رسول نگری رح نے پڑھایا۔ اور رسول نگر کے مغربی طرف گورستان

---

[1] سائیں حیا تیانوالہ کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے ساتویں حصہ مناہیم الاثنا رنامہ میں لکھا جائے گا۔ شرافت

یشخ پھلے شاہ میں دفن ہوئے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "عبد غفار"

شیخ قائم الدین ساہنپالویؒ

آپ شیخ احمد شاہ بن شیخ جیون شاہ صاحب مانگہ والہؒ کے پوتے تھے فرزند تھے۔

بیعت طریقت اور خلافت حضرت سید غلام علی شاہ بن سید قدم الدین صاحب برخورداری ساہنپالویؒ سے تھی۔ جن کا ذکر دوسرے طبقہ کے آٹھویں باب میں گذر چکا ہے۔

اخلاق وعادات آپ فقیر صورت، درویش سیرت تھے۔ کسی سے بُرسر پرخاش ہوتے نظر نہ آئے۔ خاموشی پسند تھے۔ آپ کی صورت دیکھتے سے ہی آپ کی بزرگی کا نقش دل میں بیٹھ جاتا تھا۔ عصر کے وقت گاؤں میں سیر کیا کرتے اور ہر گھر میں چلتی صدا کرتے۔ اور اسم شریف ہُو کا ذکر جاری رہتا۔

سکونت آپ ساہنپال شریف میں مسمات بیگم بیوہ سردار ولد عادل تارڑ کے گھر سکونت رکھتے۔ اُس کی بیٹیاں خوردسال اور یتیم رہ گئی تھیں۔ ان کی تربیت کا خیال رکھتے۔

شعر خوانی آپ کبھی کبھی حافظ برخوردار کنجہ والہ کے یہ اشعار قصہ مرزا صاحباں سے پڑھا کرتے ؎

کونج میں تیری راکھویں تیرے زور پھراں — چوگ نہیں ملدی چگنی کینکر بنت چراں!
جھڑے ساتھی آپے نال دے اڈ گئے فی دل گھراں — میں بھی اُڈ جاندی دانا باد نوں جے ہوندا زور پراں
نعط خطاں تے آو ندے تارے شل دی — جند ہس ہس دے چھڈ یار نوں مت اہر حرف رہی
صاحباں گتے سن لے بھوتکدے دیکھ بجاں نے دو ملو — متیں دینیدی کھرل توں ذنیں کیوں بلاہناں ئیں نوں
جس پاڑ ادولا پاڑیا سر پہ رلسی مردوں! — چور پچھاتا متیاں کرن نہ دیسن ہُوں

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ سردار شاہ صاحبؒ تھے۔

یارانِ طریقت آپ کے تین کس مرید خاص تھے۔ ۱۔ گھنا مچھیانہ ساکن اگرویہ۔ ۲۔ غلام محمد بن گھنا مچھیانہ۔ ۳۔ گھنا ماچھی ساکن اگرویہ۔

تاریخ وفات شیخ قائم الدین کی وفات بروز جمعہ۔ بوقت عصر۔ انتیسویں ماہ صفر ۱۳۵۲ھ میں ہوئی۔ دوسرے روز موضع اگرویہ ضلع گجرات میں اپنے والد صاحب کے پاس دفن ہوئے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "نورشید پیکر"

شیخ کرم شاہ اگرویہ والہؒ

آپ شیخ احمد شاہ بن شیخ جیون شاہ صاحب مانگہ والہؒ کے پانچویں فرزند تھے۔

ارادت و بیعت آپ کی حافظ حاجی شیخ شمس الدین بن شیخ قطب الدین صاحب سلیمانیؒ ساکن چادہ شریف سے تھی۔

عادات و اطوار آپ ملنگ صورت تھے۔ سر منڈا ہوا ہوتا۔ ہمیشہ سر برہنہ رہا کرتے۔ اکثر سیر و سیاحت میں مصروف رہتے۔ چہرہ سے درویشی کے آثار نمایاں تھے۔ سات سال تک نوشاب شریف میں درگاہ عالیہ حضرت مخدوم شاہ معروف صاحب چشتی قادریؒ پر رہے۔ اور اپنے سر پر ٹوکری اٹھا کر روضہ اقدس کی تعمیری خدمات انجام دیں۔ کبھی کبھی آپ بھڑی شریف میں مجاورانِ درگاہِ رحمانیہ میں رہا کرتے۔

اجابت دعا عوام الناس حتی الوسع آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے۔ تا کہ بددعائیہ الفاظ نہ بول دیں۔ کیونکہ آپ کی بددعا کا سریع الاجابت ہونا لوگوں کے اعتقاد میں تھا۔

شاہ محمد چیٹھہ ساکن اگرویہ کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ آپ کی دعا سے اُس کا لڑکا

بہاول نام تولد ہوا۔

اولاد آپ کا ایک لڑکا حسین شاہ اور بقولے چنن شاہ نامی تھا۔ جو آپ کے سامنے بچپن میں فوت ہو گیا۔

یارانِ طریقت آپ کے مریدوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ شیخ سردار شاہ بن شیخ قائم الدین صاحب سلیمانی رح برادر زادہ۔
۲۔ فتو ولد احموں تارڑ ساکن اگرویہ۔
۳۔ دائم ماچھی ساکن اگرویہ۔

تاریخ وفات شیخ کرم شاہ سیر و سیاحت میں تھے۔ کہ آپ کی وفات بمقام ہیڈ خانکے۔ ضلع گوجرانوالہ بروز یکشنبہ ۱۰ محرم یوم عاشورہ ۱۳۶۵ھ مطابق دوسری پوہ سمت ۲۰۰۲ ب میں ہوئی۔ وہیں سائیں نانک فقیر نوشاہی رح کے روضہ کے قریب دفن ہوئے۔

مادۂ تاریخ ہے۔
"تاج بخش جہان"
۱۳۶۵ھ

شیخ نذر الدین اگرویہ والہ رح

آپ شیخ احمد شاہ بن شیخ جیون شاہ صاحب مانگہ والہ رح کے چھوٹے بیٹے تھے بیعت و خلافت شیخ محمد احسن بن شیخ احمد جی صاحب مجذوب سلیمانی گھنگوالی رح سے تھی۔

عادات و اطوار آپ بلند قامت، تنومند جسم تھے۔ آپ کے چہرہ سے رعب و جلالیت مترشح ہوتی تھی۔ منہ پر بات کر دینا۔ اور کسی سے خوف نہ کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کے وجد کی حالت قابل مشاہدہ ہوتی تھی۔ کچھ ارادت مندوں

کا ملقہ بھی تھا۔ روزانہ گھوڑے پر سوار ہو کر گرد و نواح کے دیہات کی سیر کیا کرتے۔

اولاد آپ کے سات بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ رسول شاہ صاحب لاولد ۲۔ شیخ محبوب شاہ صاحب لاولد۔ ۳۔ شیخ نواب شاہ صاحب لاولد۔ ۴۔ شیخ لال حسین صاحب موجود۔ ۵۔ صاحبزادہ محمد حسین اگرویہ میں موجود ہیں۔ گانے بجانے کے شوقین ہیں ۶۔ شیخ غلام حسین صاحب لاولد۔ ۷۔ شیخ عنایت حسین صاحب لاولد۔

شیخ لال حسین صاحب موضع اگرویہ میں اپنے والد کے جانشین ہیں۔ ۱۳۷۵ھ میں موجود ہیں۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ حسین علی نام موجود ہے سلمہا اللہ تعالیٰ۔

یاران طریقت آپ کے خاص مرید یہ ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ محمد حسین صاحب۔ فرزند پنجم۔ ۲۔ شاہ محمد ولد رحان مصلی اگرویہ ۳۔ رمضان رنگریز بنبلی والہ۔

تاریخ وفات شیخ نذرالدین کی وفات بدھوار۔ سولھویں صفر ۱۳۶۹ھ میں ہوئی۔ قبر اگرویہ ضلع گجرات میں اپنے والد صاحب کے جوار میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "غمگسار اولیاء"

شیخ عمرالدین ساہنپالوی رح

آپ شیخ شرف الدین بن شیخ ناصرالدین صاحب سلیمانی ساہنپالوی رح کے فرزند اکبر تھے۔ خلافت و اجازت شیخ خیرالدین بن شیخ چراغ دین صاحب سلیمانی جوکالوی رح سے تھی۔

چلہ کشی آپ نے ابتدائے احوال میں دریائے چناب پر اپنے پیر روشن ضمیر کے حکم سے ایک بند چلہ کیا۔ چالیس دن کے بعد نکلے۔ آثار قبولیت سے مزین تھے۔

اخلاق و عادات آپ درویش سیرت، شریعت کے پابند تھے۔ کافی لوگ آپ سے ہدایت کو پہنچے۔ صاحب عزّ و اقبال، متبرک وجود اہل ارشاد تھے۔

یارانِ طریقت آپ کی صلبی اولاد تو نہیں ہوئی۔ البتہ روحانی اولاد باقی ہے۔ آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ حاجی شیخ مراد علی بن شیخ محمد الدین صاحب سلیمانی رح	جوکالیاں	ضلع گجرات
۲۔ سائیں نواب علی بن شیخ محمد الدین صاحب رح	"	"
۳۔ شیخ حاکم شاہ بن شیخ فرمائش دین صاحب سلیمانی رح	کوٹ ہیجو	"
۴۔ شیخ احمد بن شیخ غلام محمد صاحب سلیمانی برادرزادہ	چاوہ شریف	سرگودہا
۵۔ شیخ فیض احمد بن شیخ غلام محمد صاحب رح "	ساہنپال شریف	گجرات
۶۔ شیخ میاں بخش بن شیخ غلام محمد صاحب رح "	"	"
۷۔ شیخ اللہ بخش بن شیخ غلام محمد صاحب رح "	چاوہ شریف	سرگودہا
۸۔ شیخ لال شاہ بن شیخ جملے شاہ صاحب سلیمانی رح	اگردیہ	گجرات
۹۔ حافظ منظور حسین بن شیخ سردار شاہ صاحب سلیمانی رح	ساہنپال شریف	"
۱۰۔ شیخ حسن علی بن شیخ احمد صاحب سلیمانی رح	چاوہ شریف	سرگودہا
۱۱۔ سید غلام رسول بن سید نور الدین صاحب برخورداری رح	چک جانی	گجرات
۱۲۔ سید سلطان حق بن سید نیاز محمد صاحب برخورداری رح	باغ گل بیگم مزنگ	لاہور
۱۳۔ سائیں اللہ داد تارڑ متوفی ۱۳۵۵ھ	سعد اللہ پور	گجرات
۱۴۔ میاں احمد الدین موچی	چھنی گھلاں	گوجرانوالہ
۱۵۔ مائی عمر بی بی دختر فضل مجٹی	امرار	"
۱۶۔ مائی راج بی بی وڑائچ	کوٹ ہیجو	گجرات

تاریخ وفات شیخ عمر الدین کی وفات بروز جمعہ چھٹی ذیقعد ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۲ مگھر سمت ۱۹۹۷ ب میں ہوئی۔ مزار مبارک۔ ساہن پال شریف گورستان نوشاہیہ میں ہے۔

مصرعہ تاریخ ،

" جنت الفردوس ہو تجھ کو عطا "

شیخ شاہ محمد ساہنپالویؒ

آپ شیخ شرف الدین بن شیخ ناصر الدین صاحب ساہنپالویؒ کے دوسرے بیٹے تھے ۔ بیعت و خلافت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ صاحب سلیمانی رنملویؒ سے حاصل تھی ۔

اخلاق و عادات آپ نیک نہاد ۔ درویش مرد ، مسکین طبع ، حلیم مزاج تھے ۔ زیادہ گفتگو کو پسند نہ فرماتے ۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھتے روزانہ صبح کے وقت موضع اگر دیہ اور سارنگ کی ۔ اور عصر کے وقت ساہنپال کی گدائی کیا کرتے ۔ آپ کی ہر دروازہ پر یہ صدا ہوتی تھی ۔ " فضل سائیں دا "

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ محمد عالم صاحبؒ تھے ۔

یار طریقت آپ کا ایک مرید خوشی محمد باخندہ ساکن اگر دیہ تھا ۔

تاریخ وفات شیخ شاہ محمد کی وفات بعارضہ اسہال ، منگلوار کی رات ، وقت نیم شب ۔ دوسری جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ میں ہوئی ۔ مزار گورستانِ نوشاہیہ میں ہے ۔

مادہ تاریخ ہے ۔ آیت شریف " غُفْرَانَکَ "

شیخ غلام محمد چاوہ والہؒ

آپ شیخ شرف الدین بن شیخ ناصر الدین صاحب ساہنپالوی رح کے تیسرے بیٹے

تھے۔ بیعتِ طریقت شیخ خیرالدین بن شیخ چراغ دین صاحب سیلانی چوکیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔

اخلاق و عادات آپ نیک کردار، متدین بارعب، تھے۔ ساہن پال شریف سے رہائش منتقل کر کے موضع جاوہ شریف ضلع سرگودھا میں چلے گئے۔ اور وہاں کسب حلال پیشہ زراعت کیا کرتے تھے۔

مکتوب آپ کا ایک مکتوب یہاں درج کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے جاوہ شریف سے اپنے بڑے بھائی شیخ شاہ محمد صاحب ساہنپالوی رح کے نام طاعون کے دنوں میں ارسال کیا تھا۔

"بخدمت شریف برادرم شیخ شاہ محمد صاحب زاد عنایتکم

السلام علیکم۔ یہاں بفضلِ خدا تادم ترقیم خطِ ہذا خیریت ہے۔ اور خیریت آپ کی خداوند کریم سے نیک مطلوب۔ اگر آپ جاوہ میں آ سکیں تو بہتر۔ اور اگر فیض احمد آوے تو بہتر۔ ضرور بصد ضرور ایک دفعہ آ کر مل جاویں۔ سب برادری کی خیریت سے بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ تاکہ دل کو تسلی ہو۔ جاوہ میں بیماری طاعون ملعون خیمہ زن ہے۔ اللہ تعالےٰ امان نصیب کرے۔ اور زیادہ خیریت۔

الراقم شیخ غلام محمد از جاوہ شریف ۲۲، اپریل ۱۹۲۴ء
(مطابق ۲۷، رمضان ۱۳۴۲ھ)

اولاد آپ کے چار بیٹے ہوئے۔

۱۔ شیخ احمد صاحب۔ یہ جاوہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ زراعت کا کام کرتے ہیں۔ اس وقت ۱۴۰۵ھ میں موجود ہیں۔ ان کے چھ لڑکے ہیں۔ صاحبزادہ شیخ حسن علی، صاحبزادہ حیات علی۔ صاحبزادہ شیر علی۔ صاحبزادہ حیدر علی۔ صاحبزادہ سلطان علی، صاحبزادہ محمد حسین۔ یہ سب اس وقت موجود ہیں۔

۲۔ شیخ فیض احمد صاحب مرحوم۔ ان کا ذکر نویں باب میں آئے گا۔

۳۔ شیخ میراں بخش صاحب۔ حسن اخلاق والے ہیں۔ اس وقت ساہن پال شریف میں موجود ہیں۔

۴۔ شیخ اللہ بخش صاحب۔ یہ چاوہ شریف میں رہتے ہیں۔

تاریخ وفات شیخ غلام محمد کی وفات ہفتہ کی رات سولہویں ۱۶ صفر ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۰ چیت سمت ۱۹۹۷ب میں ہوئی۔ آپ ساہنپال میں اپنے برادران کو ملنے کے واسطے آئے ہوئے تھے کہ یہیں انتقال ہوگیا۔ لہذا گورستانِ نوشاہیہ میں دفن ہوئے۔

مادۂ تاریخ ہے

"قمر عظیم"

باب نہم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہؒ سے نوویں پشت ہیں۔

شیخ محمد احسن گھنگوالیؒ

آپ شیخ احمد جی مجذوب بن شیخ بڈھا صاحب بھلوالیؒ کے اکلوتے بیٹے تھے بیعت و خلافت اپنے عم حقیقی شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا صاحبؒ سے تھی۔

عادات و اخلاق طبیعت میں آباواجداد کی طرح نسبت جذبہ غالب تھی۔ لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے۔ اعمال صالحہ میں مشغول رہتے۔ اہل علم کی مجلس میں بیٹھنا پسند فرماتے۔ خدا یاد رہتے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ شیخ فقیر بخش صاحبؒ احسن الاخلاق تھے۔ ان کا ایک فرزند شیخ میراں بخش صاحب اس وقت اپنے آباواجداد کے جانشین ہیں۔ گھنگوال میں سکونت رکھتے ہیں۔ پنجابی میں اشعار بھی کہہ لیتے۔ ہیں بھکنہار تخلص کرتے ہیں۔ اس وقت ۱۳۷۵ھ میں موجود ہیں۔

۲۔ شیخ غلام محمد صاحبؒ عارضہ ذات الجنب سے منگوار ۲ ذیقعد ۱۳۱۹ھ مطابق ماہ پھاگن سمت ۱۹۵۸ ب کو انتقال کیا۔ کوئی اولاد باقی نہیں۔

یاران طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ شیخ نذرالدین بن شیخ احمد شاہ صاحب سلیمانیؒ	اگرویہ	ضلع گجرات
۲۔ شیخ ملک شاہ بن شیخ گوہر شاہ صاحب سلیمانیؒ	چھنی نومہ	

۴۔ صوفی محمد فاضل صاحب قریشی فاروقی گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ

مدفن شیخ محمد احسن کی وفات ۱۳۱۶ھ ہوئی۔ آپ کی قبر گھنگوال ضلع سرگودھا میں اپنے والد صاحب کے جوار میں ہے۔

شیخ موتیانوالہ بھلوالیؒ

آپ کا نام غلام حسین۔ لقب موتیانوالہ تھا۔ شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا صاحب بھلوالیؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔

تاریخ ولادت آپ نے ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ء موافق سمت ۱۹۰۷ ب۔ میں ولادت پائی۔

ریاضت و مجاہدہ آپ نے عمر بھر میں ریاضات و مجاہدات بہت کئے۔ کشمیر کے پہاڑوں میں کئی چلے کئے۔ خلوت گزینی اختیار کی۔ صاحب عیب و اقبال تھے۔

شیر کا سلام کرنا آپ اکثر علاقہ پونچھ میں رہا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ شیر آپ کے سلام کو آیا۔

طریق ملامتیہ کی روش آپ طریق ملامتیہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ بعض اوقات شراب بھی پی لیا کرتے تھے۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ شراب قطعاً حرام ہے۔ جن بزرگوں کے متعلق کتابوں میں مذکور ہے کہ وہ کسی حالت میں شراب پی لیا کرتے تھے۔ یہ اس کی حلت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ لوگ خود بھی اس کو حلال نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا پینا بطور معالجہ یا از قبیل فمن اضطر غیر باغٍ ولا عادٍ فلا اثم علیہ سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ

ا۔ شیخ مسعود نخاسی رہ شراب پیا کرتے تھے۔[1]

---

[1] اخبار الاخیار ص ۲۰۹۔ ۔ ۔ یہ ہی شریعت

۲۔ شیخ عین الدین قتال فرزند و مرید شیخ سعد اللہ کیسہ دراز رح شراب پیتے تھے۔ حتی کہ وضو کا پانی۔ اور دریا کا پانی۔ اور کنوئیں کا پانی سب شراب ہو جاتا تھا۔ [1]

۳۔ شیخ عیسٰے مشوانی رح شراب پیتے تھے۔ [2]

شاید کسی اہل دل نے ایسے لوگوں کے لیے کہا ہو ؂

درد ہاں خمر و بدل یادِ خدا — ایں چنیں خمرے چرا نبود روا

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند شیخ غلام حیدر صاحب رح تھے۔

شیخ غلام حیدر صاحب رح کے ایک فرزند شیخ پیر حسین صاحب اس وقت ۱۳۷۵ھ میں موجود ہیں۔ منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ امیر حسین نوجوان موجود ہے۔ وہ منشیات سے محترز رہتا ہے۔ اور دربار سلیمانیہ پر ڈیرہ رکھتا ہے۔

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ شیخ میراں بخش بن شیخ رکن الدین صاحب سلیمانی رح	رُن مل	ضلع گجرات
۲۔ شیخ فیض احمد بن شیخ غلام حسن صاحب سلیمانی برادر خورد	بھلوال شریف	سرگودہا
۳۔ سید ابراہیم بن سید نور الدین صاحب برخورداری رح	چک جانی	گجرات
۴۔ میاں غلام مرتضٰے بن میاں غلام حسن صاحب سچیاری رح	نوشہرہ شریف	"
۵۔ میاں محمد الدین بن میاں غلام حسن صاحب سچیاری رح	"	"
۶۔ سید مبارک شاہ بن سید حسین شاہ بخاری رح	شہیداں والی	"

واقعہ وفات آپ کی وفات موضع سینسہ متصل براہشلہ ضلع میر پور آزاد کشمیر میں بخانہ کرم دین گلگو ہوئی۔ میر پور کے ایک کھتری نے آپ کے خادم حاکم نام کے ہاتھ سے آپ کو زہر دلوایا۔ جس سے جان بر نہ ہو سکے۔

فائدہ:۔ زہر سے مرنا شہادت حکمی کا درجہ ہے۔ اس کو شہادت خفی کہتے ہیں۔ کئی بزرگوں کو

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۱ ص ۱۰۱ [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۹۴ سید شرافت

زہر دیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ رض کو دشمنوں نے زہر دے کر شہید کیا۔[1]

۲۔ یشیخ عبداللہ انصاری سلطان پوری کو دشمنوں نے زہر دے کر مار دیا۔[2]

نعش سے خوشبو آنا آپ کے چھوٹے بھائی شیخ فیض احمد صاحب کہا کرتے تھے کہ آپ کی وفات کے وقت میں پاس موجود تھا۔ آپ نے وصیت کی کہ میری نعش اپنے آباؤ اجداد کے پاس چاوہ میں دفن کرنا۔ چنانچہ میں نے نعش وہاں سے اٹھوا لی۔ راستے میں تیسرے دن جسم سے بدبو آنی شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ سب لوگ بدبو سے بیزار ہو گئے۔ میں نے سب لوگوں کو دور ہٹا کر آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہم لوگ تو آپ کو بزرگ سمجھتے ہیں۔ اگر آپ نے مردار کی طرح بدبو پھیلانی تھی تو ہم کو کیوں کہا کہ مجھے واپس پہنچانا۔ بس میرا یہی کہنا تھا کہ نعش سے خوشبو آنی شروع ہو گئی۔ ہم بائیس روز میں وطن پہنچے متواتر خوشبو آتی رہی۔ اور لوگ زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔

تاریخ وفات شیخ موتیانوالہ کی وفات بروز جمعہ۔ چوتھی ذیقعد ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۰۶ء موافق ۷، پوہ سمت ۱۹۶۳ ب میں ہوئی۔ آپ کی قبر چاوہ شریف ضلع سرگودہا میں اپنے باپ دادا کے پاس ہے۔

مادہ ہائے تاریخ۔ ۱۔ آیت شریف الصابرین والصادقین والقانتین

۲۔ "تصویر حیرت"

شیخ فضل حسین بھلوالی

آپ شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا صاحب بھلوالی رح کے تیسرے فرزند اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی والدہ کا نام بیگم بی بی تھا۔ جو مستی قادی ساکن چاوہ شریف کی بیٹی تھی۔

---

[1] مسالک السالکین جلد ا ص ۱۸۲ [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۸۴۔ سید شرافت

کتابی شوق آپ صاحب علم تھے۔ عربی اور فارسی زبان میں خاصی مہارت رکھتے تھے خاندانی کتابوں کے مہیا کرنے کا شوق تھا۔ جالندھر بستی دانشمنداں سے۔ شاہ عبدالغفور صاحب برقندازی رح کے جانشینوں کے گھر سے کتاب مراۃ الغفوریہ قلمی لے آئے۔ جو میاں امام بخش لاہوری رح کی تصنیف ہے۔

کتاب کلید گنج الاسرار وغیرہ کتابوں کا بستہ سفر و حضر میں اپنے پاس رکھتے۔

تعمیری کارنامے آپ کو عمارت کرانے کا بہت شوق تھا۔ مندرجہ ذیل عمارات آپ کی سعی و اہتمام کا نتیجہ ہیں۔ اور آپ کی بہترین یادگار ہیں۔

۱۔ روضہ اقدس حضرت سخی شاہ سلیمان نوری قادری رح اپنے والد صاحب کے بعد آپ نے تعمیر کروایا۔

۲۔ درگاہِ سلیمانیہ کے پاس مسجد پختہ تعمیر کروائی۔

۳۔ درگاہِ سلیمانیہ کے سامنے تالاب پختہ بنوایا۔

۴۔ حضرت شاہ معروف صاحب چشتی قادری رح کا روضہ عالی خوشاب شریف میں بنوایا۔

۵۔ درگاہِ معروفیہ پر مسجد پختہ گنبد والی تعمیر کروائی۔

۶۔ درگاہِ معروفیہ پر کنواں لگوایا۔

۷۔ درگاہِ معروفیہ پر مسافروں کے آرام واسطے ایک پختہ بارہ دری بنوائی۔

۸۔ موضع سرلہ کلاں۔ اور کِل وغیرہ مختلف مقامات پر اپنے ڈیرے سے حویلیاں بنوائیں۔

جانوروں کی خدمت آپ عموماً بھلوال شریف ڈیرہ سخی بادشاہ پر موجود رہتے۔ گھوڑے۔ کتے۔ بطخیں۔ مرغیاں بکثرت رکھتے۔ ان کی پرورش اور خدمت بہت کرتے۔

مسافروں کے لیے لنگر آپ نے درگاہ شریف سلیمانیہ پر لنگر جاری رکھا ہوا تھا۔ بیندہ روزانہ مسافروں درویشوں۔ زائرین۔ کو دو وقت روٹی ملتی تھی۔ آپ کے زمانہ میں دربار پر رونق رہتی تھی۔

عادات واخلاق | آپ ابتدا میں شراب۔ بھنگ۔ چرس۔ مدھک۔ افیون وغیرہ سب منشیات کا استعمال کرتے تھے۔ مگر بعد میں سب نشے ترک کر دیئے تھے۔ سوائے افیون کے کہ وہ آخری دم تک کھاتے رہے۔ ایک تولہ افیون روزانہ آپ کی خوراک تھی۔ اپنے ملنگوں کو بھی منشی چیزوں سے منع نہ کرتے تھے۔ بلکہ سب کو روزانہ یہ اشیاء اپنی گرہ سے منگا کر دیتے تھے۔

تصنیف | آپ کی تالیف سے رسالہ الفیا بت موجود ہے۔ مگر تاریخی اور واقعاتی لحاظ سے پایۂ صحت کو نہیں پہنچتا۔

اولاد | آپ کے ہاں اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔ صرف ایک لڑکی تھی۔ جو شیخ پیر حسین بن شیخ غلام حیدر صاحب بھلوالی رح کی منکوحہ تھی۔ جس کا ایک لڑکا صاحبزادہ امیر حسین ہے۔ یہی آپ کا نواسہ آج کل آپ کے گھر کا وارث و جانشین ہوا ہے۔

یاران طریقت | آپ کے خواص مرید یہ لوگ ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ امیر حسین بن شیخ پیر حسین صاحب۔ نواسہ	بھلوال شریف	ضلع سرگودھا
۲۔ سید گیلانی بخش بن سید علی احمد صاحب برخوردار ساہنپالوی	چک ۱۴ جنڈیوالہ	"
۳۔ سید ولی محمد بن سید نبی بخش صاحب ہاشمی رح	رُن مل	گجرات
۴۔ سید علی محمد بن سید نبی بخش صاحب ہاشمی رح	"	"
۵۔ حکیم حاجی سید فضل حسین بن حکیم سید شاہ محمد ہاشمی رح	پنڈ مریز	"
۶۔ میاں مہر شاہ بن میاں امام شاہ صاحب رحمانی رح	بھڑی شریف	گوجرانوالہ
۷۔ صاحبزادہ نذر محی الدین بن میاں محمد فاضل سچیاری رح	نوشہرہ شریف	گجرات
۸۔ سید حیدر شاہ صاحب	لکڑہ	سیالکوٹ
۹۔ سائیں نانک صاحب درویش	ہیڈ خانکے	گوجرانوالہ
۱۰۔ سائیں مولاداد بافندہ	بھکی	گجرات

۱۱۔ محمد یحییٰ افغان بستی دانشمنداں جالندھر

تاریخ وفات شیخ فضل حسین کی وفات بعارضہ اسہال بد صوار۔ چوبیسویں ۲۴ شوال ۱۳۶۶ھ ۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء ، ۲۵ بھادروں ۲۰۰۴ سمت ب میں ہوئی۔ قبر بھلوال شریف گورستان سلیمانیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "خوش نیست"

شیخ فیض احمد بھلوالیؒ

آپ شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا صاحب سلیمانی بھلوالی رح کے فرزند اصغر اور سجادہ نشین تھے۔ بیعت و خلافت اپنے بڑے بھائی شیخ غلام حسین صاحب موتیانوالہ سے پائی۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔

جذب و جلالیت آپ کی طبیعت میں جذب و جلالیت بہت تھا۔ کسی کو سامنے کھلم کھلا گفتگو کرنے کی جراءت نہ ہوتی تھی۔ اوراد و ظائف دریہ سے واقف تھے۔ آپ کو اپنے والد صاحب کی دعا تھی۔ جو کچھ منہ سے نکالتے خداوند عزاسمہ پورا کر دیتا۔ کئی بے اولادوں کو آپ کی دعا سے اولاد ہوئی۔

آپ بڑے دراز قد۔ بھاری جسم۔ لیم۔ شحیم تھے۔ چہرہ بارعب تھا۔ اَن پڑھ تھے۔ موٹی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے۔

منصب سجادگی جب آپ کے والد شیخ غلام حسن صاحبؒ کی وفات ہوئی۔ تو اُن کے بعد خلافت و سجادگی کے متعلق دونوں بھائیوں کا آپس میں تنازعہ ہو گیا۔ شیخ فضل حسین صاحب بڑا ہونے کی حیثیت سے سجادگی کا حق زیادہ رکھتے تھے۔ مگر آپ نے مقدمہ کر کے مجسٹریٹ کی عدالت میں تحریری شہادتوں سے ثابت کر دیا کہ میں شیخ غلام حسن صاحب کا حقیقی سجادہ نشین ہوں۔ اس پر کافی

شواہد پیش کئے ــــــــــــــ چنانچہ عدالت کی طرف سے فیصلہ آپ کے حق میں صادر ہوا۔ لہٰذا آپ درگاہِ حضرت سخی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہوئے۔

بعد میں آپس میں برادرانہ طور پر راضی نامہ ہوا۔ تو اُن کو بھی حصّہ دار ٹھہرایا گیا۔ اور درگاہ شریف کا چڑھاوا تین حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصّہ شیخ غلام حسین صاحب موتیا نوالہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا۔ دوسرا حصّہ شیخ فضل حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ تیسرا حصّہ شیخ فیض احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔

اب تینوں حصّہ داروں کے ورثاء نے سال سال کی باری رکھی ہیں۔ ہر ایک حصّہ دار ایک سال تک دربار شریف کا چڑھاوا لیتے ہیں۔

مؤلف کتاب ہذا پر شفقت میں ایک مرتبہ جلوال شریف حاضر ہوا۔ عرس کا موقعہ تھا۔ آپ مجھ کو اپنے ہمراہ خوشاب شریف لے گئے۔ وہاں دو رات رہے۔ صبح کو آپ نے مجھ کو فرمایا کہ آج رات سخی شاہ معروف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو حکم فرمایا ہے کہ میں تجھ کو کلمہ طیّبہ کا وظیفہ اجازت دوں۔ چنانچہ میں نے بصد شوق وہ اجازت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ تمام اولادِ حضرت نوشہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں سے میرے ساتھ زیادہ محبت رکھتے تھے۔ جب کبھی آپ موضع سانرنگ تشریف لاتے تو مجھے فوراً پاس بلا لیا کرتے۔

وظیفہ بتانا سائیں بہادل درویش ساکن ٹوپہ عثمان بیان کرتا ہے کہ آپ ایک مرتبہ مجھ کو خواب میں ملے۔ اور فرمایا ہر روز تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرو۔

افادہ عام صاحبزادگانِ سچیاریہ نوشہرویہ اور صاحبزادگانِ رحمانیہ بھڑی والہ بھی آپ سے مستفیض ہوا کرتے تھے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ شیخ امیر حسین یہ بچپن میں فوت ہو گیا۔ ۲۔ شیخ سید احمد مجذوب لاولد۔ ۳۔ شیخ احمد الدین صاحب۔ یہ آج کل اپنے والد صاحب کے

جانشین ہیں۔ اور ۱۳۷۵ھ میں موجود ہیں۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ ہیں۔

۱۔ شیخ احمد الدین صاحب۔ فرزند سوم — بھلوال شریف ضلع سرگودھا
۲۔ میاں سید احمد بن میاں ابراہیم صاحب رحمانی — بھیڑی شریف گوجرانوالہ
۳۔ میاں بشیر احمد بن میاں شیر عالم اولادِ میاں سرفرد مرحوم — کوٹ قادر بخش "
۴۔ مولانا حافظ ابو الظریف محمد حنیف قاری بن حافظ محمد رفیق خطیب جامعہ — کوٹ مومن سرگودہا
۵۔ میاں علی محمد بن مہماں بافندہ — بھکھی گجرات

تاریخ وفات شیخ فیض احمد کی وفات بعمر چھیاسٹھ سال ۱۳۶۲ھ میں ہوئی، قبر بھلوال شریف۔ روضہ اطہر حضرت سخی بادشاہ رح کے آگے چبوترہ سے نیچے قدموں کے سامنے ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "رفیع بخت"

حافظ حاجی شیخ شمس الدین چاوہ والہ رح

آپ شیخ قطب الدین بن شیخ محمد غوث صاحب چاوہ والہ رح کے فرزند ارجمند تھے۔ خرقہ خلافت و اجازت شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا صاحب سلیمانی بھلوالی رح سے حاصل کیا۔

تعلیم آپ نے ابتداء میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اور مدرسے تعلیم ظاہری بھی پائی۔ اسرار طریقت و حقیقت سے واقف تھے۔

اخلاق و عادات آپ خلیق الحلیم الطبع۔ شریعت کے پابند تھے۔ عبادات و طاعات میں یکتا تھے۔ حرمین شریفین کے حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔

فیض صحبت کا حصول آپ ہر سال عرس بھیڑی شاہ رحمان پر حاضر ہوا کرتے۔ وہاں حضرت مولانا سید حافظ گل احمد صاحب پاک ذات

نوشاہ ثانی برخوردار، ساہنپالوی رح کی ملاقات و زیارت سے مستفیض ہوا کرتے اور قرآن مجید کا دَور کیا کرتے تھے۔ اُن کی صحبت سراپا برکت سے فیض حاصل کیا کرتے۔

سورہ لیٰسین کی اجازت دینا ایک مرتبہ سائیں علم الدین فقیر نوشاہی برقندازی ساکن کرنب بلوچ ضلع راولپنڈی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے سورہ لیٰسین کے پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرمایا جاوے۔ تو آپ نے اس طرح طریقہ بتایا۔

۱۔ بسم اللہ شریف سات بار پڑھے ۲۔ یٰسین دو بار۔ ۳۔ ہر لفظ مبین سات مرتبہ تکرار کرے۔ ۴۔ سلام قولاً من رب رحیم گیارہ مرتبہ۔ ۵۔ اولیس الذی الآیۃ تین بار۔

اوّل آخر یہ درود شریف ایک بار پڑھے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعترتہ بعدد کل معلوم لک۔

اولاد آپ کے دو بیٹے ہوئے۔

۱۔ حافظ حاجی شیخ علی محمد صاحبؒ ان کا ذکر دسویں باب میں آئے گا۔

۲۔ حاجی شیخ ولی محمد صاحب مدظلہ العالی۔ یہ دو مرتبہ زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے ہیں۔ اہل شریعت و طریقت ہیں۔ یہ سائیں فضل شاہ صاحب ساکن کوٹ بجے سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے مرید ہیں۔ وہ سلسلہ رحمانیہ کے فقیروں میں سے تھے۔ یہ شیخ صاحب اس وقت ۱۳۷۵ھ میں موجود ہیں۔ چاوہ شریف میں سکونت رکھتے ہیں۔ اکثر صاحبزادگان رحمانیہ بھڑی والا ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ عبدالرحمٰن۔ صاحبزادہ شیر محمد۔ صاحبزادہ عبداللہ۔ تینوں موجود ہیں۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ شیخ کرم شاہ بن شیخ احمد شاہ صاحب سلیمانی اگر دیہ والہؒ	ہیڈ خانکے	ضلع گوجرانوالہ
۲۔ شیخ فقیر بخش صاحبؒ	بکسرا	سیالکوٹ
۳۔ میاں بوٹے شاہ بن میاں امیر شاہ صاحب رحمانیؒ	بھڑی شریف	گوجرانوالہ
۴۔ میاں ابراہیم بن میاں پیر بخش صاحب رحمانیؒ	"	"
۵۔ میاں کرم الٰہی بن میاں شمس الدین صاحب رحمانیؒ	"	"
۶۔ حاجی امام الدین بن میاں کرم الدین صاحب رحمانیؒ	"	"
۷۔ میاں میراں بخش بن میاں محمد الدین صاحب رحمانیؒ	"	"
۸۔ میاں محبوب عالم بن میاں علم الدین صاحب رحمانیؒ	"	"
۹۔ میاں غلام محمد بن میاں الٰہی بخش صاحب رحمانیؒ	"	"
۱۰۔ میاں ودیام محمد بن میاں الٰہی بخش صاحب رحمانیؒ	"	"
۱۱۔ میاں محمد الدین بن میاں گلاب شاہ صاحب رحمانیؒ	"	"
۱۲۔ میاں عبداللہ صاحبؒ بن میاں علم الدین رحمانیؒ	"	"
۱۳۔ میاں روشن دین صاحب درویش قوم موچی	کوٹ مومن	سرگودہا

مدفن شیخ شمس الدین کی وفات ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ قبر چاوہ شریف ضلع سرگودھا میں ہے۔

شیخ گوہر شاہ رنملویؒ

آپ شیخ ماہی شاہ بن شیخ موج الدین صاحب سلیمانی رنملویؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت شیخ نظام الدین بن شیخ عطاء اللہ صاحب سلیمانی گھنگوالیؒ سے تھی۔

اخلاق کریمانہ آپ صاحب حسن خلق، نیک طینت تھے۔ اپنے وقت میں اپنے معاصرین سے بڑھ کر عزت و اقبال آپ کو حاصل تھا۔ ہر کسی سے پیار و محبت

ر تے۔ آپ سے خوارق وکرامات کا بھی ظہور ہوتا تھا۔

تاثیر نگاہ سید محمد حسین بن سید بنے شاہ صاحب ہاشمی رسولوی بیان کرتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ آپ کے بڑے بیٹے شیخ ملک شاہ صاحب پر قتل کا مقدمہ بن گیا۔ حوالدار معہ پولیس ان کو گرفتار کرنے کے لیے موضع رن مل میں آیا۔ آپ نے حضرت نوشہ گنج بخش رح کے روضہ اطہر میں دعا مانگی کہ خدا تعالے پولیس کے شر سے بچاوے۔ امر الٰہی ایسا ہوا کہ رات کو حوالدار کوٹھے پر سویا تو چارپائی سے نیچے گر پڑا۔ تین مرتبہ ایسا ہوا۔ آخر تائب ہوا۔ صبح کو درگاہ نوشاہِ عالیجاہ رح میں محفل سماع منعقد ہوئی۔ حوالدار نے وجد و حال کی کیفیت دریافت کی۔ تو آپ نے اس پر نگاہ کی۔ اسی وقت وہ تڑپنے لگا۔ آپ نے اس کو درخت پر الٹا لٹکا دیا۔ افاقہ کے بعد وہ مسخر ہو گیا۔ اور نذرانہ ادا کر کے چلا گیا۔

فائدہ: خدا کے مقبول بندوں سے جو شخص مقابلہ کرے آخر وہ شکست کھاتا ہے۔ منقول ہے کہ تین پٹھان چھریاں لے کر مولانا فخر الدین چشتی دہلوی کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے انہوں نے توجہ کی تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے [1]

پالکی نشینی منقول ہے کہ سنہ ۱۲[illegible]ھ میں اس علاقہ میں مرض خارش بہت پھیل گئی۔ آپ کو بھی یہ عارضہ لاحق ہوا۔ انہیں ایام میں جھبڑی شاہ رحمان کا عرس آ گیا۔ چونکہ آپ ہر سال عرس پر ضرور شامل ہوا کرتے تھے۔ اس لیے ناغہ کرنا گوارا نہ کیا۔ بوجہ خارش گھوڑی پر سوار نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے مجبوراً ڈولی پر سوار ہو کر جھبڑی شریف پہنچے۔ بلکہ اُس سال شیخ چنن شاہ بن شیخ صدیق شاہ صاحب سلیمانی رسول نگری رح اور سید غلام حسن بن سید قطب الدین صاحب برخورداری ساہنپالوی رح بھی بوجہ مریض ہونے کے ڈولی سوار ہو کر ہی پہنچے۔ آئندہ سال کو سب حضرات تندرست ہو گئے۔ اور اپنے پرانے طریقہ کے مطابق سوار یا پیادہ ہی چلے گئے۔ لیکن آپ کو صحت نہ ہوئی۔ اور طبیعت میں ضعف زیادہ تھا اس لیے دوسرے سال بھی پالکی نشین ہو کر گئے۔ اور واپس آتے ہی چند روز کے بعد وفات پا گئے۔ اس کے بعد آپ کی اولاد میں رسم پالکی نشینی جاری ہو گئی۔

فائدہ: بزرگوں کی زیارت کو جانا خواہ کسی طرح پہنچا جا سکے صوفیوں کا معمول ہے چنانچہ

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ... سید شرافت

"مولانا رضا سوفی پتی رح بوجہ مریض ہونے کے پالکی میں بیٹھ کر مولانا فخرالدین چشتی رح کی خدمت میں آئے"۔[1]

فیضانِ کثیر آپ سے بہت لوگوں نے فیض پایا۔ وجد و حالت آپ کی تاثیر نظر سے بہت ہوتا تھا۔

اولاد آپ کے تین ۳ بیٹے ہوئے۔ ۱۔ شیخ ملک شاہ صاحب۔ ۲۔ شیخ فضل شاہ صاحب رح ۳۔ پیر محمد شاہ صاحب رح۔

۱۔ شیخ ملک شاہ صاحب موضع چمنی محرم میں سکونت رکھتے تھے۔ ان کے پانچ بیٹے ہوئے۔ شیخ پیر اندتہ۔ جھنان شاہ۔ حسین شاہ۔ ولایت شاہ۔ وزیر محمد۔ یہ چاروں بچپن میں فوت ہو گئے۔

شیخ پیر اندتہ اس وقت موجود ہے۔ اس کے چار لڑکے ہیں۔ صاحبزادہ فتح شاہ صاحبزادہ طالب حسین۔ صاحبزادہ فضل حسین۔ صاحبزادہ عارف حسین۔ یہ چاروں موجود ہیں۔

۲۔ شیخ فضل شاہ بن شیخ گوہر شاہ صاحب کا ذکر دسویں باب میں آئے گا۔

۳۔ پیر محمد شاہ بن شیخ گوہر شاہ صاحب۔ متولد ۱۲۹۱ھ یہ اپنے والد صاحب رح کے سجادہ نشین ہیں۔ صاحب رعب و اقبال اور جاہ و جلال ہیں۔ زمانہ حاضرہ میں اپنے تمام برادران سلیمانیہ میں سے بلند اقبال ہیں۔ ہر سال پالکی نشین ہو کر عرس بھیری شریف جایا کرتے ہیں۔ کافی مخلوق ہمراہ ہوتی ہے۔ اپنے والد صاحب کا سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے کیا کرتے ہیں۔ قوال۔ بھانڈ۔ طوائف۔ رقاص۔ کلاونت وغیرہ کا شغل بہت ہوتا ہے۔ بڑے بڑے امراء اور رؤسا اور ملازمانِ حکومت ان کے ارادت مندوں سے ہیں۔ آج ۱۳۷۵ھ میں بعمر پچاسی سال موجود ہیں۔

ان کے عرس بھیری شریف پر جانے کا واقعہ روزنامہ احسان لاہور۔ عید نمبر ص ۷ بابت ۲۹ رمضان ۱۳۶۹ھ ۱۶ جولائی ۱۹۵۰ء افکار و حوادث کے عنوان کے ماتحت لکھا ہے۔

---

[1] تذکرہ اولیاء ہند جلد ۲ ص ۱۱۵ سید شرافت

"ایک پیر صاحب پاک رحمان کے مرشد ان کے خاندان سے ہیں۔ اور موضع ساہن پال[1] (متصل رام نگر ضلع گوجرانوالہ) کو اپنی سکونت سے مشرف فرماتے ہیں۔ آپ ہر سال عرس کے موقعہ پر اپنے وطن سے پالکی میں بیٹھ کر تشریف لاتے ہیں۔ آپ کی پالکی کا جلوس خاص طور پر شاندار ہوتا ہے۔ ہزاروں بندگانِ خدا دوپہر کی جلتی دھوپ میں انتہائی عقیدت سے پالکی کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور حلقہ بگوشانِ ارادت کا عقیدہ ہے کہ جب پیر صاحب پالکی سے اُتر کر دربار کی چار دیواری کے اندر قدم رکھتے ہیں تو گنبد کا کلس آپ کی سلامی کے لیے یک لخت سرنگوں ہو جاتا ہے۔ نامہ نگار کا بیان ہے کہ یہ قصہ سراپا لغو و بیہودہ ہے[2]" بلفظہٖ

پیر صاحب کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ حیدر شاہ صاحب ہیں۔ جو مؤلف سے عمر میں پچیس[25] روز بڑے ہیں۔ مڈل تک تعلیم ہے۔ قرآن مجید کے بعض سبقوں میں میرے شاگرد ہیں۔ صاحب لیاقت و قابلیت ہیں۔ اس وقت بعمر پچاس سال موجود ہیں ان کے دو لڑکے ہوئے۔

۱۔ صاحبزادہ اکبر شاہ۔ یہ بچپن میں فوت ہو گیا۔

۲۔ صاحبزادہ صفدر شاہ مد عمرہٗ۔ یہ بعمر بیس سالہ موجود ہے۔ سلمہ اللہ

پیر محمد شاہ صاحب کے بعض خواص احباب یہ ہیں۔

۱۔	صاحبزادہ رشید حسین بن حکیم فقیر محمد صاحب ہاشمی	رن مل	ضلع گجرات
۲۔	سید نادر شاہ صاحب	چک منجو	"
۳۔	سائیں رنگ علی فقیر	چھنیکے	"
۴۔	سائیں محمد الدین حجام	ڈھولا	"
۵۔	مولوی خان محمد جٹ	"	"

[1] پیر محمد شاہ صاحب کی سکونت ساہنپال میں نہیں بلکہ رنمل میں ہے اور دریائے چناب سے دوسری طرف ضلع گجرات میں ہے ۱۲

[2] مضمون نگار مولانا عبدالمجید سالک ۱۲ سید شرافت

نام	مقام	ضلع
۶۔ صاحبزادہ لال شاہ بن شیخ نذر دین سلیمانی	اگرویہ	ضلع گجرات
۷۔ منشی فضل داد گوجر	رنیاں	"
۸۔ سید فقیر شاہ صاحب	جلھن	گوجرانوالہ
۹۔ سائیں کرم دین ترکھان	علی پور چٹھہ	"
۱۰۔ سائیں فضل داد قصاب	جوکھیاں	"
۱۱۔ سائیں محمد الدین جوگی	مہٹریالہ تبنا	"
۱۲۔ رائے سوہاوے خاں کھرل	میراں پور	شیخوپورہ
۱۳۔ منشی فرشتہ الموسوم محمد طفیل		لاہور
۱۴۔ عبدالغنی تیلی		"

یارانِ طریقت

شیخ گوہر شاہ صاحبؒ کے خواص مریدان یہ حضرات تھے۔

نام	مقام	ضلع
۱۔ شیخ امام الدین بن شیخ فضل الدین صاحب سلیمانیؒ	کوٹ پیجو	ضلع گجرات
۲۔ شیخ احمد الدین بن شیخ اعظم الدین صاحب سلیمانیؒ	جوکالیاں	"
۳۔ شیخ محمد الدین بن شیخ اعظم الدین صاحب سلیمانیؒ	"	"
۴۔ شیخ شاہ محمد بن شیخ شرف الدین صاحب سلیمانیؒ	ساہنپال شریف	"
۵۔ پیر محمد شاہ صاحب۔ فرزند سوم	زرنی مل	"
۶۔ شاہ ولایت بن سید شرف الدین صاحب برخورداریؒ	ٹرکہ	"
۷۔ سید نظام الدین بن سید کرم الدین صاحب برخورداریؒ	شیخ علی پور	"
۸۔ سید فضل الٰہی بن سید غلام قادر صاحب برخورداریؒ	ساہنپال شریف	"
۹۔ سید اللہ جلایا بن سید حسن محمد صاحب ہاشمیؒ	ٹھیکریاں۔ راجوری	ریاسی
۱۰۔ سید غلام رسول المعروف غلام شاہ بن سید حسن محمد ہاشمیؒ	ٹھیکریاں	"
۱۱۔ سید علم الدین بن سید عظیم اللہ صاحب ہاشمیؒ	زرنی مل	گجرات
۱۲۔ سید گلاب شاہ بن سید سکندر شاہ صاحب ہاشمیؒ	چک سادہ	"

۱۳۔ سید فضل الدین بن سید حیدر شاہ صاحب ہاشمی رح	کرنی مل	ضلع گجرات
۱۴۔ سید اکبر علی بن سید عطر الدین صاحب ہاشمی رح	"	"
۱۵۔ سید غلام رسول بن سید کریم بخش صاحب ہاشمی رح	"	"
۱۶۔ سید فضل الدین بن سید معظم الدین صاحب ہاشمی رح	"	"
۱۷۔ شاہ صوبہ بن سید غلام محی الدین صاحب ہاشمی رح	کالرہ	"
۱۸۔ شاہ مولا بن سید غلام محی الدین صاحب ہاشمی رح	"	"
۱۹۔ شاہ داود بن سید غلام محی الدین صاحب ہاشمی رح	"	"
۲۰۔ شاہ بالا بن سید غلام محی الدین صاحب ہاشمی رح	"	"
۲۱۔ سید گامے شاہ بن سید فضل الدین صاحب ہاشمی رح	کرنی مل	"
۲۲۔ میاں سلطان شیرو بن میاں اکبر علی شاہ صاحب سچیاری رح	کڑدہ (اکبرآباد)	"
۲۳۔ میاں رحیم بخش بن میاں اکبر علی صاحب سچیاری رح	نوشہرہ شریف	"
۲۴۔ میاں میراں بخش بن میاں سلطان بالا سجادہ نشین سچیاری رح	"	"
۲۵۔ سید محمد شاہ صاحب رح	مغلی	"
۲۶۔ سید محمد شاہ صاحب رح	مستن کالر	شیخوپورہ
۲۷۔ سید محمد شاہ صاحب رح	میترانوالی	سیالکوٹ
۲۸۔ سید سلطان شاہ صاحب رح	ساہووالبیہ	"
۲۹۔ سید جیون شاہ صاحب رح	بانیاں	گجرات
۳۰۔ سید بارخ شاہ صاحب رح	وڑانچانوالہ	"
۳۱۔ مولوی محمد رمضان بن مولوی نور جمال قریشی ہاشمی رح	"	"
۳۲۔ سائیں عبداللہ مصلی	پچکے	"
۳۳۔ سائیں کرم الدین ماچھی	کوٹ گگے شاہ	"
۳۴۔ سائیں احمد علی مراسی	چک وساوا	"
۳۵۔ سائیں دیوان علی فقیر	بھیلاں	"

۳۶۔ سائیں سنوہری مصلّی	جیلانی شریف	گجرات
۳۷۔ سائیں کرم علی مراسی	خیر نیوالی	〃
۳۸۔ سائیں میر علی چیمہ	پا ہڑیانوالی	〃
۳۹۔ سائیں دسوندھی شیخ	گکھووال	〃
۴۰۔ سائیں دسوندھی مراسی	گکھن ہجرا	〃
۴۱۔ سائیں محمد شاہ۔ اولاد شاہ صدر دیوان رکھانوالہ	خوشاب شریف	سرگودھا
۴۲۔ سائیں فتح الدین بافندہ	جلالپور شریف	جہلم
۴۳۔ میاں غلام علی	گھگھے ہنگرہ	گوجرانوالہ
۴۴۔ سائیں کرم الٰہی ترکھان	علی پور چٹھہ	〃
۴۵۔ سائیں نورالدین ترکھان	جوکھیاں	〃
۴۶۔ سائیں سلطان علی	ظفروال	سیالکوٹ
۴۷۔ سائیں کرم الٰہی	دریام	〃

ان میں سے اکثر صاحب سلسلہ تھے۔ جن کا فقر دنیا میں موجود ہے۔

تاریخ وفات مدفن
شیخ گوہر شاہ کی وفات بروز دوشنبہ بیسویں ماہ شوال المکرم ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۹ر جیٹھ سمت ۱۹۴۶ب میں ہوئی۔ آپ کا مزار موضع رُن مل سے مغربی جانب اور گورستانِ نوشاہیہ سے مشرقی جانب ہے۔

تعمیر روضہ
آپ کی قبر پر آپ کے فرزند پیر محمد شاہ صاحب مدظلہ العالی نے چند سال میں بلند گنبد تعمیر کروایا ہے۔ جو ۱۳۷۰ھ میں تکمیل کو پہنچا۔ عمارت دو منزلہ ہے۔ قبر تہہ خانہ میں ہے۔ اُوپر پانچ گنبد ہیں۔ ایک درمیان اور چار آس پاس چاروں کونوں پر۔ بڑا اچھا نقشہ ہے۔ مستری عمرالدین معمار عنایت کوٹی حال ساکن گوجرانوالہ کے ہاتھ سے تعمیر ہوا ہے۔ ہزاروں روپیہ صرف ہو چکا ہے۔ ابھی اندر

ع شیخ گوہر شاہ سلیمانی رح کا کچھ ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے آٹھویں حصّہ شواہدالانفاس نام میں لکھا جائے گا۔ سید شرافت

باہر سے پلستر ہونے والا ہے۔ اُوپر کلس بھی لگنے والا ہے۔ بیرونی کام ابھی بہت باقی ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۱۹۳۶ء

۲۔ قادر بخت ۱۳۰۷ھ

سائیں ولایت حسین رسول نگری

آپ شیخ سجاد دلشیر بن شیخ چنن شاہ صاحب رسول نگریؒ کے چھوٹے بیٹے تھے۔
ارادت و بیعت آپ کی اپنے حقیقی چچا شیخ حیات حسین المعروف سائیں حیاتیا نوالہ صاحب رسول نگری رحمۃ سے تھی۔

آپ مدت العمر جنگلات کے محکمہ میں گارڈ رہے۔

اولاد آپ کی شادی پیر محمد شاہ بن شیخ گوہر شاہ صاحب سلیمانی زملوی کی لڑکی سے ہوئی۔ ان کے بطن سے تین بیٹے ہیں۔ ۱۔ صاحبزادہ عابد حسین۔ ۲۔ صاحبزادہ عارف حسین ۳۔ صاحبزادہ انتخی حسین۔ تینوں اس وقت ۱۹۸۳ء میں موجود ہیں، رسول نگر میں سکونت رکھتے ہیں۔

تاریخ وفات سائیں ولایت حسین کی وفات بروز پنجشنبہ چوتھی محرم ۱۳۹۳ھ میں ہوئی قبر رسول نگر میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔

" غنچہ معصومین "

شیخ سردار شاہؒ

آپ شیخ قائم الدین بن شیخ احمد شاہ صاحب سلیمانی اگروبہ والہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔

بیعت طریقت اپنے چچا شیخ کرم شاہ صاحبؒ سے تھی۔

ذہانت و تعلیم آپ نے ابتدا میں ظاہری تعلیم پائی۔ آپ کی طبیعت بڑی ذہین تھی۔ مشکل عبارتوں کو بڑی آسانی سے حل کر لیا کرتے۔ کئی فنون کے واقف تھے۔

میرے والد بزرگوار اعلیٰ حضرت سید غلام مصطفےٰ صاحب نوشاہی ادام اللہ برکاتہٗ کے آپ ہم عمر اور دوست تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں آپ نے یہ انگریزی شعر مجھ کو سکھایا ؎

لٹل ڈراپس آف واٹر لٹل گرینس آف سینڈ

نیز آپ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

تا تباشی طالباں را دستگیر طالباں ہرگز نگیرند دست پیر

چین میں چلا جانا آپ بعہد شباب ۱۳۲۸ھ میں کسی ملازمت کے سلسلے میں ملک چین میں چلے گئے۔ وہاں سے کئی سال تک آپ کے خطوط آتے رہے آخر بند ہو گئے۔ آگے کوئی پتہ نہیں کہ وہ تاحال زندہ ہیں یا انتقال کر چلے ہیں۔ یا اُس طرف بھی آپ کی کوئی نسل جاری ہے یا نہیں۔

اولاد آپ کے ایک ہی صاحبزادہ مولانا حافظ منظور حسین صاحب ہیں۔ آپ کے چین چلے جانے کے وقت یہ شیر خوار تھے۔ بعد میں دادا صاحب شیخ قائم الدین صاحبؒ نے ان کو پرورش کیا۔ انہوں نے قرآن مجید کے ابتدائی سبق میرے جد امجد حضرت مولانا سید حافظ محمد شاہ صاحب برخوردارؒ سے پڑھے۔ پھر ریاست ٹونک ملک ہندوستان میں چلے گئے۔ وہاں جا کر قرآن مجید حفظ کیا۔ اور صرف، نحو، منطق، فقہ، حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ مؤلف کتاب ہذا سے خوشخطی کی مشق بھی کی۔ اب یہ ساہنپال شریف میں سکونت رکھتے ہیں۔ فن نجابت اور علم طب بھی جانتے ہیں۔ روزانہ مسجد میں قرآن مجید کا درس بھی دیتے ہیں۔ بچوں کو تعلیم کا شغل بھی رکھا ہوا ہے۔ دو تین لڑکوں نے ان سے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ میرے دوست و کرم فرما ہیں۔ اس وقت ۱۳۷۴ھ میں موجود ہیں۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ مختار احمد خورد سال موجود ہے۔ سلمہ اللہ تعالےٰ

یارِ طریقت مسمی رحماں ولد گہنا ماچھی ساکن اگردیہ آپ کا مرید تھا۔

حاجی شیخ مراد علی جوکالوی

خلف الرشید شیخ محمد الدین بن شیخ اعظم الدین بن شیخ رکن الدین بن شیخ بودے شاہ شاہ بن شیخ حمزہ صاحب سلیمانی جوکالوی رح

آپ کی بیعتِ طریقت شیخ عمر الدین بن شیخ شرف الدین صاحب سلیمانی ساہنپالوی سے تھی۔

عبادات آپ شریعت کے پابند، وظائف پر مواظبت رکھنے والے تھے نماز پنجگانہ پڑھتے۔ نوافل تہجد اور اشراق بھی ادا کرتے۔ نماز جمعہ کے واسطے بڑے اہتمام سے دریائے چناب سے پار گذر کر حضرت کیلیانوالہ میں جاتے۔ اور پیر نور الحسن شاہ صاحب نقشبندی رح کی مسجد میں پڑھتے۔ صدقہ فطر۔ اور قربانی وغیرہ واجبات ادا کرتے۔ تلاوتِ قرآنِ کریم بھی کرتے۔

حج حرمین الشریفین آپ کے گھر میں غربت اور افلاس بہت تھی۔ مگر آپ کے دل میں زیارات حرمین الشریفین کا شوق غالب تھا۔ اس لیے آپ کافی عرصہ گدائی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ راستہ کا خرچ بن گیا۔ آپ سات سو روپیہ زادِ راہ لے کر روانہ ہوئے۔ اور سعادت حج سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے۔

جس روز آپ نے حج کو روانہ ہونا تھا تو جوکالیاں کی قاضی والی مسجد کو ساٹھ روپے دیئے اور دوسری مسجد کو ایک گائے فی سبیل اللہ دی۔

اخلاق و عادات آپ خوش خلق۔ راست گو۔ نرم خو۔ فقیر۔ عارف پاک باز تھے طبیعت سادہ تھی۔ دنیاوی امور میں کم دخل دیتے تھے۔

اولاد آپ کا ایک لڑکا قربان علی نام تھا جو بچپن میں آپ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔

تاریخ وفات حاجی شیخ مراد علی کی وفات بدھوار کے دن ہوئی۔ سنہ ۱۲۹۲ھ تھا۔ قبر جو کانیاں میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "نورِ ظاہر"

شیخ محمد عالم ساہنپالویؒ

آپ شیخ شاہ محمد بن شیخ شرف الدین صاحب ساہنپالویؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بچپن میں نظر بند ہوگئی تھی۔ قرآن مجید کے چند سیپارے حضرت سیدہ محمد بی بی صاحبہ بنت سید محمد امین صاحب برخورداری رح سے پڑھے۔

عادات آپ رمضان شریف کے روزے بڑی پابندی سے رکھتے۔ آپ کی زبان سیف تھی۔ لوگ مخالفت کرنے سے جھجکتے تھے۔ سادہ طبیعت منکسر المزاج تھے۔

دانشمندی آپ باوجود نابینا ہونے کے۔ اپنے تمام گاؤں کے گھروں میں بغیر لاٹھی کے اور بغیر کسی کا ہاتھ پکڑنے کے خود بخود چلے جاتے۔ بان بڑا عمدہ باریک بٹ لیا کرتے۔ گائیں رکھنے کا شوق تھا۔ اُن کے لیے چارہ گھاس وغیرہ لے آتے۔ صرف ہاتھ لگانے سے اپنے مویشی پہچان لیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ چارہ کُتر لیتے۔

ایک بار ماہِ چیت میں رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ مغرب کی نماز ہم نے مسجد میں پڑھی ناگہاں سخت سیاہ آندھی چڑھ گئی۔ تمام نمازی مسجد میں گھر گئے۔ سب اندھیرا چھا گیا۔ کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ آپ چونکہ نابینا تھے سا آپ کو اندھیرے کا تو کوئی خطرہ ہی نہیں تھا۔ آپ مسجد سے باہر نکل پڑے۔ میں نے کہا کہ آپ کہاں چلے ہیں۔ باہر تو سخت اندھیری ہے کہیں اڑا لے جائے گی۔ کہا مجھے اندھیرے اور اندھیری سے کیا؟ میں نے کہا تو پھر مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ میں نے اپنا منہ سر لپیٹ لیا۔ آنکھیں ڈھانپ لیں۔ آپ نے مجھے ہاتھ سے پکڑ لیا اور گلی کوچوں کے موڑوں سے بخوبی پھرتے پھراتے مجھے ہمارے گھر پہنچا کر اپنے گھر گئے۔ میں اس بات سے حیران تھا کہ خدا کی قدرت ہے۔ میں آنکھوں والا ہو کر آج معذور ہوں۔ اور

آپ نابینا ہوکر بھی رہنمائی کر رہے ہیں۔
آپ تمام عمر تارک مجرد ہی رہے۔

تاریخ وفات شیخ محمد عالم کی وفات ہفتہ ستارہویں محرم ۱۳۶۸ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ نوشاہیہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ ۱۔ آیت شریف ان المتقین فی جنات وعیون
۲۔ شہنشاہِ بہشت۔

شیخ فیض احمد ساہنپالوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ غلام محمد بن شیخ شرف الدین صاحب چادہ والہ کے دوسرے فرزند تھے۔ بیعت طریقت اپنے عم بزرگ شیخ عمرالدین بن شیخ شرف الدین صاحب سلیمانی ساہنپالوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ بچپن میں قرآن کی تعلیم پائی تھی۔

عادات واطوار آپ نوجوان نیک طبیعت۔ نحیف البدن۔ نازک مزاج تھے۔ آپ کے والد صاحب تو چادہ شریف میں رہتے تھے۔ آپ اپنے عم بزرگ شیخ شاہ محمد صاحب ساہنپالوی رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی سردار بی بی سے شادی شدہ تھے۔ اس لیے یہیں سسرال کے گھر میں آ رہے۔ برادری کے مناقشات میں حصہ کم لیتے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے ہوئے

۱۔ صاحبزادہ فقیر احمد الملقب بہ پیر صاحب۔ بیاپ چھا اخلاق والے۔ عبادت کا ذوق رکھتے ہیں۔ علم موسیقی کے بھی شائق ہیں۔ ۱۳۷۰ھ میں موجود ہیں۔ ساہنپال شریف میں سکونت رکھتے ہیں۔ اپنے نانا صاحب شیخ شاہ محمد صاحب کے گھر کے وارث ہوئے ہیں۔ سلمہ اللہ

۲۔ صاحبزادہ بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ بعمر اٹھارہ[18] سال بعارضہ تپ و ذات الجنب تین روز بیمار رہ کر

اتوار۔ بوقت دوپہر ۵ ر ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو فوت ہوا۔

۳۔ صاحبزادہ نذیر احمد مرحوم۔ یہ بھی بچپن میں فوت ہو چکا ہے۔

۴۔ صاحبزادہ پیر حسین بیدل ل میں سکونت رکھتا ہے۔ اور اس وقت موجود ہے۔

تاریخ وفات شیخ فیض احمد چاوہ شریف میں گئے ہوئے تھے۔ کہ وہاں وفات ہو گئی۔ آپ کا انتقال بدھوار۔ دوم رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ مطابق ۲ر پھاگن سمت ۱۹۸۵ ب کو ہوا۔ قبر چاوہ ضلع سرگودھا میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے " افتخار دینا "

۱۳۴۷ھ

باب دہم

اس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سخی بادشاہؒ سے دسویں پشت ہیں۔

حافظ حاجی شیخ علی محمد چاوہ والہؒ

آپ حافظ حاجی شیخ شمس الدین بن شیخ قطب الدین صاحب سلیمانی چاوہ والہ رح کے فرزند اکبر تھے۔ فیضانِ طریقت میرے جد امجد حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب نیک اختر بن سید محمد امین صاحب مختار السالکین برخورداری ساہنپالوی رح سے پایا۔ جن کا ذکر طبقہ اوّل میں گذر چکا ہے۔

ایک بار آپ برگ ہائے سبز لے کر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں بڑے بڑے مشائخ اور پیروں کو دیکھ کر آیا ہوں، صرف حضورؒ کی ذات میں نور کا شعلہ نظر آیا ہے۔ مجھ پر بھی کچھ مہربانی ہو جاوے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو اوراد و وظائف تلقین فرمائے۔

آپ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ اور حرمین الشریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً کے حج کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ صاحبزادہ محمد الدین صاحبؒ ۲۔ صاحبزادہ منظور حسین صاحبؒ۔ ۳۔ صاحبزادہ نور حسین صاحبؒ ۴۔ صاحبزادہ نور احمد صاحبؒ۔ یہ چاروں صاحبزادگان۔ بچپن میں آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے۔

مدفن حاجی شیخ علی محمد ۱۳۳۲ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا۔ واللہ اعلم

آپ کی قبر چاوہ شریف ضلع سرگودھا میں ہے۔

شیخ فضل شاہ رنملوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ صاحب رنملوی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت شیخ فرمائش دین بن شیخ رحمت علی صاحب سلیمانی پسیجوکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ وہ مرید سید احمد بخش بن سید اللہ دتہ صاحب برخورداری ساہنپانوی ڈسلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ جن کا ذکر طبقہ دہم کے ساتویں باب میں گذر چکا ہے۔

اخلاق و عادات آپ نہایت متواضع اور خلیق و حلیم الطبع تھے۔ اس قدر محبت و پیار آپ کے وجود میں بھرا ہوا تھا۔ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ جو شخص آپ کو ملتا اس کو ایسا معلوم ہوتا کہ جس قدر آپ کا پیار مجھ سے ہے نہ اس قدر کسی اور سے نہیں۔ فقیروں درویشوں سے محبت کرتے۔ خودی، تکبر، غرور، ریا کاری سے بالکل مجتنب رہتے۔

مؤلف کتاب ہذا کے ساتھ نہایت شفقت رکھتے تھے۔ جب کبھی مجھے زیارت کا شرف حاصل ہوتا۔ تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ مجھ پر شیدا ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر "خلق" کی کوئی حسی جسدی صورت ہوتی تو وہ ضرور آپ کی یعنی شیخ فضل شاہ صاحب کی صورت پر ہوتا۔

فقرائے خاندان سے محبت آپ عموماً خاندانِ نوشاہی کے بزرگوں کے عرسوں پر شامل ہوا کرتے تھے۔ اور درویش لوگ آپ کا نہایت احترام واکرام کیا کرتے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ پیر حیاتیا لالہ صاحب ہیں۔ جو آج ۱۳۷۵ھ میں موجود ہیں۔ اور اپنے والد صاحب کی طرح خوش اخلاق ہیں۔ موضع چھنی محرم میں سکونت رکھتے ہیں۔ سلمہ اللہ۔

پیر حیاتیا لالہ صاحب کے دو لڑکے ہوئے ہیں۔ صاحبزادہ عنایت حسین چھین

میں فوت ہوگیا۔

۲۔ صاحبزادہ ولایت حسین سلمہ اللہ ریہ اس وقت موجود ہے۔

تاریخ وفات شیخ فضل شاہ کی وفات بروز پنجشنبہ۔ وقت ضحیٰ ۔ چوبیسویں ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۸ ، اکتوبر ۱۹۴۸ء موافق ۱۳ ، کتک سمت ۲۰۰۵ ب میں ہوئی۔ دوسرے روز جمعہ کے دن دفن ہوئے۔

آپ کی قبر موضع زن ل یں اپنے والد صاحب رح کے روضہ عالیہ سے کے باہر مشرقی جانب ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "ولی غمگساز"

۱۳۶۷ھ

طبقہ پنجم

نوشاہیہ رحمانیہ

اس میں حضرت نوشہ گنج بخش رح کے خلیفہ اطہر حضرت شیخ عبدالرحمن پاک صاحب جبڑیوالہ رح اور ان کی دختری اولاد کے حالات۔ اور حضرت صاحب رح کے بھائیوں۔ اور اُن کی اولاد کے حالات درج کیے ہیں۔

یہ طبقہ ۱۳۷۶ھ میں مکمل کیا گیا۔ بعض حالات ۱۳۷۹ھ میں بھی داخل کیے گئے۔

سید شرافت نوشاہی
عفی عنہ

اس میں دو قسم ہیں۔

قسمِ اوّل

اس میں حضرت پاک صاحبؒ۔ اور اُن کے دوسرے بھائیوں کے حالات درج ہیں۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک بھڑیوالہؒ

؎

در مناقب ذاتِ پاک عبدِ رحمان اولیاء
کہ بیک نظر از بلائے شکم برہاند عیاں

شاہِ رحمان شاہِ ملکِ بقا — زد بمیدانِ لامکان لوا
بود از جامِ عشق مست الست — دُور از دل نمود حرص و ہوا
ہر کہ بیمارِ ناتوان مے بود — یافتے از عطاش زود شفا
شد ز افراطِ جذب مجنوں دار — تا ز لیلیٰ مراد دید لقا
سرمہ چشمِ خلق شد اشرف — ہر کہ شد خاکِ درگہِ نوشاہ؏

اوصافِ جمیلہ آپ شاہبازِ آشیانِ عزت و عرفان، عنقائے قافِ قربت و ایقان سیاحِ ملکِ وحدت ولامکان، غواصِ بحرِ حقیقت وفیضان، گوہرِ آبدارِ لُجۂ استغراق، مخمورِ نشہ جامِ اشراق، صاحب جذب و محویت و عشق و محبت و ذوق و شوق و وجد و سماع تھے۔ فقر و طریقت میں شان بلند رکھتے تھے۔ حضرت سید حافظ شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش علوی قادری قدس سرہ العزیز کے اکابر خلفا اور اعاظم اصحاب سے تھے۔

؏ کنز الرحمت ۲ سید شرافت

نام ولقب — آپ کا نام نامی عبدالرحمٰن، لقب شاہ رحمان، پاک رحمان، پاک صاحب مخمور عشق تھا۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کا نام رحمت تھا۔ اور اس سے شاہ رحمان مشہور ہوئے یہ غلط ہے۔

خاندان کی تحقیق — آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ صالح محمد المعروف میاں سہالی تھا۔ اُن سے اوپر قومیت و نسب میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھٹی راجپوت تھے۔ بعض کہتے ہیں راجہ جسرتھ کی اولاد سے تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ نوشیروانِ عادل کو نسب ملتا ہے۔

بعض متفرق نسب نامے یہ ہیں۔

۱۔ میاں سہالی بن گلاب بن سرگردان بن کتا بن چوغطہ۔

۲۔ میاں سہالی بن جسرت بن کالو بن آلو بن ڈھنڈر۔

۳۔ میاں سہالی بن منصور بن کالو بن بڈو۔

۴۔ میاں سہالی بن منصور بن کالو بن متی بن غنی بن گالو۔

۵۔ میاں سہالی بن منصور بن کالو بن متی بن غنی بن دا جپوت بن راجہ کرن بن راجہ بھوتی بن پدم بن چھم بن جگپال بن اچل بن منیسر بن الیسر بن دوسر بن سلوال بن تنپال بن مدھ بن کنج بن بھٹی (مورث قوم بھٹی) بن بلونت ان بن کھر بن کھرا۔

لیکن میرے نزدیک ان روایات میں سے کوئی بھی قابل استناد نہیں۔ کیونکہ کسی تاریخ یا تحریر سے ثابت نہیں ہوئیں۔ محض مراثیوں کی زبانی اختراعات ہیں۔

ان کے علاوہ دو تحریریں ایسی دستیاب ہوئی ہیں جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ آپ کے زمانہ حیات یعنی عہد عالمگیری کی ایک دستاویز[1] ملی ہے جو ایک قطعہ زمین کا بیع نامہ ہے۔ اُس پر آپ کے حقیقی برادرزادہ کی قومیت کے متعلق یہ الفاظ ہیں:

"مسمی حسن علی بن شیخ اللہ داد عرف مہند"

اس تحریر پر آپ کے چھوٹے بھائی شیخ محمد برخوردار کی مُہر بھی ثبت ہے۔ جس پر

[1] یہ ساری دستاویز شیخ اللہ داد صاحب کے حالات میں درج کی جاوے گی ۱۲ سید شرافت

۱۰۹۵ھ کی کندہ ہے۔ یعنی حضرت پاک صاحب رح کی وفات سے بیس سال پہلے کی تحریر ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی قوم مہند تھی۔

۲۔ مرزا احمد بیگ لاہوری رح اپنے رسالہ الاعجاز المعروف مقامات حاجی بادشاہ المشہور رسالہ احمد بیگ میں آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"مادر و پدر ایشاں از خاندان بہاء الحق والدین بودند و پدر ایشاں خیلے مردِ صالح بود برائے طلبِ قوتِ حلال جامہ شوئی میکرد"

ترجمہ:۔ یعنی شاہ رحمان کے والدین شیخ بہاؤالدین رح کے خاندان سے تھے۔ ان کا باپ بڑا نیک آدمی تھا۔ حلال کی روزی کمانے کے واسطے کپڑے دھونے کا کام کرتا تھا"

اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت شیخ بہاؤالدین ملتانی نسباً قریشی الاسدی تھے۔

رسالہ احمد بیگ بھی حضرت پاک صاحب رح کی زندگی میں ۱۱۰۸ھ میں تالیف ہوا اور آپ اس سے آٹھ سال بعد دنیا سے رحلت گزین ہوئے۔

اب دونوں کی تطبیق اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رح کی اولاد میں سے کوئی بزرگ محمد نام ہوگا۔ جو ہندیوں کی زبان میں "مہند" مشہور ہو گیا ہوگا۔ اور اس کی اولاد اس کے نام پر بطور قومیت شہرت پکڑ گئی ہوگی۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت پاک صاحب رح کی قوم فی الحقیقت قریشی اسدی ہے۔ اور مہند کے عُرف سے مشہور ہونا قریشیت کا منافی نہیں۔

والدہ کا نام آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت سلطان بیگم تھا[1]۔ جو بسبب کثرت زہد و عبادت کے زاہدہ مشہور تھیں۔ عارفات کاملات سے تھیں۔

تاریخ ولادت شیخ پیر کمال لاہوری رح نے تحائف قدسیہ میں آپ کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ سال لکھی

---

[1] صاحبزادہ غلام مصطفیٰ رحمانی نے سوانح عمری شاہ عبدالرحمٰن میں۔ اور امان اللہ خاں ارمان سرحدی نے عرس اور میلے میں آپ کی والدہ کا نام زہرہ بی بی لکھا ہے حالانکہ یہ آپ کی اہلیہ کا نام تھا۔ تذکرہ نوشاہیہ میں آپ کی اہلیہ کا نام بی بی ظہری لکھا ہے جو زہرہ کا تبدیل شدہ تلفظ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام سلطان بیگم مرقوم ہے ۱۲ سید شرافت

ہے۔ تو چونکہ آپ کی وفات ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔ تو اس میں سے ایک سو بیس[۱۲۰] منہا کرنے سے آپ کا سال ولادت ۹۹۵ھ ظاہر ہوتا ہے۔ مگر سید عمر بخش بن سید محمد بخش صاحب برخورداری رحہ صاحب مناقبات نوشاہیہ نے آپ کی پیدائش ۱۰۰۱ھ میں لکھی ہے۔

آپ کی پیدائش کا شرف موضع بھڑی کو حاصل ہوا۔[لہ] جو مضافات حافظ آباد میں ایک گاؤں ہے۔ ایک صاحب نے اپنی تحریر میں آپ کی ولادت ۱۰۰۵ھ میں بھی لکھی ہے۔ میرے نزدیک صاحب تحائف کا قول صحیح ہے۔

مادہ ہائے تاریخ یہ ہیں۔

۱۔ "خوشدلی آمد" ۹۹۵ھ

۲۔ "خوش اسلوب" ۱۰۰۵ھ

۳۔ "خلف ارجمند" ۱۰۰۸ھ

۴۔ "ذوی الکرام" ۱۰۰۸ھ

بھڑی شریف کے تاریخی حالات

مفتی غلام سرور لاہوری رحہ کتاب تاریخ مخزن پنجاب ص ۷۸۰ میں لکھتے ہیں:

"موضع بھڑی شاہ رحمان۔ زمانہ قدیم میں اس مقام پر ایک گاؤں رنگن پور ڈلا نام آباد تھا۔[عہ] وہ کسی سبب سے ویران ہو گیا۔ اس کے بھتہ یعنی ٹیلے کو رنگن پور ڈلا کا بھتہ کہتے تھے۔ اس ویرانی کو جب بیس برس گذر گئے تو مستی ملک جاٹ قوم ہرا نے بھٹینر کے ملک سے آکر اس کو از سر نو آباد کیا۔ چونکہ پرانی غیر آباد بھتہ کو زبان پنجابی بھڑ کہتے ہیں۔ اس کے آگے

لہ علاؤ صاحب اور ارمان صاحب نے آپ کی پیدائش بچہ جھنڈ میں لکھی ہے۔ اور پچیس[۲۵] برس کی عمر میں بھڑی میں آنا لکھا ہے۔ حالانکہ کتب خاندان رسالہ احمد بیگ اور تذکرہ نوشاہیہ سے آپ کا مولد بھڑی ثابت ہوتا ہے اور بعمر چار سالہ وہاں حضرت نوشہ صاحبؒ کے منظور نظر ہوئے ۱۲ ——— عہ کتاب عرس اور میلے ص ۱۳۰ میں ہے "آپ کی آمد سے پہلے یہ آبادی اور رنگ پور ڈھلہ کہلاتی تھی جو زلزلہ کی وجہ سے تباہ ہو گئی تھی" مگر مخزن پنجاب والا نام رنگن پور ڈلا صحیح ہے ۱۲ سید شرافت

یائے تصغیر زیادہ ہو کر اس کا نام بھیڑی مشہور ہو گیا۔ اورنگ زیب عالمگیر
کے وقت[1] ایک فقیر کامل خدا رسیدہ شاہ رحمان نام جو خلیفہ اعظم حاجی محمد نوشاہ
قادری کا تھا۔ یہاں آکر متصل قصبہ ہذا کے بجانب شمال مکان بنا کر مقیم
ہوا۔ ہزاروں آدمی اس کے مرید ہو گئے۔ اور نہایت شہرت ہوئی۔ جب بڑے بڑے
امیر دولت مند اس کی آستان بوسی کرنے لگے تو اس گاؤں کی شہرت بھی
اس کے نام پر ہو گئی۔ اور نام گاؤں کا بھیڑی شاہ رحمان قرار پایا۔ یہ بزرگ
قوم کا دھوبی[1] ساکن گجرات[2] تھا۔ اور تمام عمر اس نے نوشہ گنج بخش کی خدمت میں
حاضر رہ کر ہدایت طریقت کی پائی۔ اور کمال کے درجہ کو پہنچ گیا۔ سلسلہ نوشاہی
نے اس سے فروغ پایا۔ شاہ رحمان کے گھر کوئی بیٹا نہ تھا۔ چار لڑکیاں تھیں
ان کے انتقال کے بعد مریدوں نے باجازت لڑکیوں کے مقبرہ چار دیواری
تیار کرایا جو اب تک موجود ہے۔ وہ مکان بہت بارونق ہے۔ مسافرین کو جو
وہاں شب باش ہوں بہت آرام ملتا ہے۔ مجاور و فقراء خانقاہ کے متواضع
ہیں۔ اب ملکیت اس موضع کی بقبضہ قوم ہرا اور دوبجی کے ہے۔ اس خانقاہ
پر ہر سال بماہ جیٹھ میلہ ہوتا ہے۔ قریب بیس[٢٠٠٠] ہزار آدمی کے لوگ جمع ہو جاتے
ہیں۔ سمت ١٨٩٤ بکرمی (سنہ ١١٩٠ھ) کے قحط میں یہ قصبہ ویران ہو گیا تھا۔ چھ ماہ
کے بعد پھر آباد ہو گیا۔ عمارت اس کی سب خام ہے۔ ایک سو باون[١٥٢] گھر، اور چار
دکانیں، اور چھ سو چودہ[٦١٤] مردم شماری ہے۔" بلفظہ

تعلیم جب آپ کی عمر پانچ سال ہوئی تو والدین نے آپ کو درس میں داخل کیا۔ مگر چونکہ آپ
کی طبیعت شروع سے ہی مجذوبانہ واقع ہوئی تھی۔ اس لیے پڑھنے کی طرف کم
توجہ کرتے تھے۔ ویسے چھ سال تک پڑھنے میں مشغول رہے۔ معمولی ملکہ کتب خوانی

---

[1] حضرت پاک صاحب کا قیام بھیڑی میں اکبری عہد سے تھا۔ ویسے آپ کا فیض عام عالمگیری عہد میں ہوا ۱۲ [2]
دھوبی قوم نہیں، پیشہ کا نام ہے ۱۲ [2] آپ کی سکونت گجرات کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ آباؤ اجداد سے بھیڑی
میں بود و باش پذیر تھے ۱۲ سید شرافت

حاصل کیا۔

اپنے پیر روشن ضمیر کی توجہ سے آپ پر ظاہری باطنی علوم کے دروازے کھل گئے۔ کوئی شخص معلوم نہ کرسکتا تھا کہ آپ اَن پڑھ ہیں۔ علوم و حقائق آپ کی زبان پر جاری ہوتے تھے۔

واقعہ بیعت | آپ کی بیعت کے متعلق دو روایتیں کتابوں میں مذکور ہیں۔

۱۔ حضرت نوشہ صاحب اپنے رشتہ داری کے تعلقات کی بنا پر موضع ٹیکے میں اکثر آمدورفت رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں بجٹری سے گذرے۔ آپ کی عمر اس وقت چار سال تھی۔ بچوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے۔ سب بچوں نے حضرت نوشاہِ عالی جاہ کو سلام کیا۔ آپ سب سے آگے بڑھ کر سلامی ہوئے۔ انہوں نے بنظر شفقت آپ کی طرف دیکھا۔ اور اسی نگاہ سے آپ پر توحید حقیقی کا دروازہ کھول دیا۔ ثواقب المناقب میں ہے،

مانند ماہ تاباں مقبولِ نظرِ نوشہ ذرہ پرور گردیدہ طفلِ اشک دار

سبقِ عشق روان یافت۔

اس کے بعد آپ پر حالتِ جذب و مستی طاری ہو گئی۔ گاہ بگاہ بیہوش ہو جاتے۔ والدین نے خیال کیا کہ شاید اس کو آسیب ہو گیا ہے۔ اس لیے آپ کے پاؤں میں زنجیر ڈال دیئے اور طبیبوں اور عاملوں کی طرف رجوع کرنے لگے۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر سنا کہ جو شخص حضرت نوشہ صاحب کی خدمت میں جاتے ہیں محض اُن کی زیارت سے ہی آسیب دفع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کو آپ کے بڑے بھائی شیخ اللہ داد ساتھ لیکر خدمت نوشہ پیر عالی جناب میں بمقام ساہنپال شریف حاضر ہوئے۔ حضور انور نے آپ کو پہچان لیا۔ اور فرمایا اس لڑکے کو آسیب نہیں بلکہ ہمارا منظور نظر ہے۔ اس کو یہ عشق و جذب کا نشان ہے۔ چنانچہ حضور اقدس نے آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنی نظر کیمیا اثر سے منظہر نور علیٰ نور کر دیا۔[1]

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

فائدہ: جن لوگوں کی قسمت بلند ہو تو وہ بچپن میں ہی کسی کامل ولی اللہ کی نگاہ میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ:

۱۔ خواجہ شمس الدین ترک کو خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی بچپن میں ہی پسند آگئے اور مستفیض کیا۔[1]

۲۔ شیخ رزق اللہ چشتی رح چار سال کے بچے کو مصباح العاشقین محمد ملا وہ آئے۔ اور کہا یہ میرا مرید ہے۔[2]

۳۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ تالاب پر کپڑے دھو رہے تھے۔ اور ہر ایک ضرب کے ساتھ اللہ ہو کا ذکر کر رہے تھے۔ ناگاہ وہاں سے حضرت نوشہ صاحبؒ کا گذر ہوا۔ ذکر سن کر طبیعت کو اُدھر کشش ہوئی۔ پاس جا بیٹھے۔ اور نہایت محظوظ ہوئے پھر فرمایا۔ بیٹا ہم کو بھی کپڑے صاف کر دو۔ آپ کو درویش صورت دیکھ کر محبت ہو گئی اور اسی وقت آنجناب کا لباس اتروا کر دھو دیا۔ بزرگوں کا بیان ہے کہ جوں جوں کپڑوں کا میل نکلتا تھا۔ توں توں آپ کے قلب کی صفائی ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ اسی وقت آپ کی سب کثافتیں دور ہو گئیں۔ چنانچہ آنجناب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

خدمات مرشد منقول ہے کہ آپ بیعت کے بعد حضرت نوشہ صاحبؒ کی خدمت اقدس میں رہے۔ حضور نے آپ کو مزارعوں کو روٹیاں پہنچانے کی خدمت سپرد کی۔ آپ گھر سے روٹیاں لے جاتے۔ اور جو درویش زراعت کے کاروبار میں مشغول ہوتے ان کو پہنچا تے۔ اہل خانہ سمجھتے کہ آپ باہر جا کر درویشوں کے ہمراہ روٹی کھاتے ہوں گے۔ اور مزارعوں کا خیال تھا کہ آپ گھر سے کھا کر آتے ہوں گے۔ اس لیے آپکو کوئی بھی نہ پوچھتا۔ حتیٰ کہ چالیس روز گذر گئے۔ کہ آپ نے کچھ نہ کھایا پیا۔ آخر ایک روز حضور گنج بخشؒ نے ازراہ کشف معلوم کر کے آپ کو کوٹلوں پر روٹی پکا کر کھلائی۔ اور آپ کے حال پر اس قدر مہربان ہوئے کہ آپ کو مقام صمدیت پر پہنچا دیا۔[3]

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۱۵ [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۷۹ [3] ماہتاب پنجاب ۱۲

[4] تذکرہ نوشاہیہ ۲ سید شرافت

آدابِ مرشد منقول ہے کہ اس کے بعد آپ کو کنواں چلانے کی خدمت سپرد ہوئی۔ آپ گاہدی پر بیٹھ کر کنواں چلاتے تھے۔ پھر خیال آیا کہ میرا گاہدی پر بیٹھنا اور بیلوں پر اپنا بوجھ ڈالنا بے ادبی ہے۔ پھر پیچھے چل کر چلاتے تھے۔ ایک روز خیال آیا کہ بیل گاہدی کو کھینچتے ہیں۔ اور میں فارغ آزاد پیچھے چلتا ہوں۔ یہ بھی بے ادبی ہے۔ اس کے بعد آپ نے بیلوں کو چھوڑ دیا۔ اور خود بنفسِ نفیس کنواں چلاتے تھے۔ اور اس قدر عشق شیخ غالب ہو گیا کہ ہر ایک چکر میں جناب آنجناب کے بالمقابل آتے۔ تو سر جھکا کر آداب بجا لاتے۔ ثواقب المناقب میں ہے۔

"ہر گاہ در اثنائے دَور قبلہ نما دار مقابل بیت الشرف کعبہ مقصود میشد بسجود نیازی ہلال مانند جبیں را نور آگین مے ساختے"

آپ کی ایسی حرکاتِ ادب کو دیکھ کر لوگ آپ کو دیوانہ سمجھتے۔[1]

خلافت کا حصول آپ کی خدمات و آداب و ریاضات و عبادات و مجاہدات جب کمال حد تک پہنچ گئیں تو حضرت نوشہ صاحبؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اب اپنے مسکن موضع بھڑی میں رہ کر مخلوقِ خدا کو ہدایت کرو۔

بھڑی میں ورود آپ حضرت نوشاہ عالیجاہ رح سے خلافت پاکر اپنے گاؤں بھڑی شریف میں پہنچے۔ اور گاؤں سے شمالی طرف باہر اپنا ڈیرہ لگایا۔ اور مخلوق جوق در جوق خدمت میں آنا شروع ہوئی۔ جو شخص آتا فائز المرام ہو کر جاتا۔[2]

ڈُندو رام فقیر سے مقابلہ منقول ہے کہ جس وقت آپ نے ڈیرہ لگایا تو پیش ازیں یہاں ایک ہندو فقیر ڈُندو رام کا ٹیا تھا۔ وہ بھی صاحبِ خوارق تھا۔ آپ کو ڈیرہ لگانے میں مزاحم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے پیر کی اجازت سے یہاں آیا ہوں۔ اب اس دیار کا انتظام باطنی میرے سپرد ہوا ہے۔ اس نے اپنے تصرف سے آپ کا مقابلہ کیا مگر بالکل ناکام۔ ہار ناچار وہاں سے اُٹھ کر دو میل جنوب مشرق کر اس

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [2] مخزن پنجاب ۱۰ سید شرافت

نے جا ڈیرہ لگایا۔ اس کی سمادھ وہیں ہے۔ آج کل وہ گاؤں بنام "ڈیرہ دندورام" مشہور ہے
آپ بفراغ خاطر بھڑی میں جاگزین ہوئے۔

سید پیرو شاہ سے مقابلہ

منقول ہے کہ شروع سے بھڑی میں قوم دھوتھڑ جٹ آباد تھی۔ اور گاؤں کا نام بھڑی دھوتھڑاں مشہور تھا۔ جیسا کہ عہد عالمگیری کی ایک دستاویز میں بھی اس طرح تحریر ہے۔ جب آپ کا وہاں ڈیرہ قائم ہوا۔ تو طالبانِ خدا ہر طرف سے ہجوم کر کے آنے لگے۔ تو اقطار عالم میں گاؤں کا نام بھڑی شاہ رحمان مشہور ہو گیا۔ یہ بات قوم دھوتھڑ کو ناگوار گذری۔ انہوں نے آپ کو وہاں سے اٹھانے کے لیے بہت چارہ کیا۔ مگر آپ بحکم پیر روشن ضمیر کے مطابق وہاں سے نہ اٹھے آخر انہوں نے اپنے پیر سید پیرو شاہ کے آگے جا کر التماس کی کہ آپ بزور کرامت اس درویش کو یہاں سے اٹھا دیں۔ کیونکہ اس نے ہمارا نام گم کر دیا ہے۔ سید صاحب اُن کے ہمراہ چلے آئے۔ بڑے صاحب جذبہ تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ میں جاتے ہی درویش کا کام تمام کر دوں گا۔ چنانچہ جب بھڑی کی سرحد میں داخل ہوئے تو آگے سے حضرت پاک صاحبؒ بصورت شیر سفید متشکل ہو کر سامنے آئے۔ اور چنگھاڑا۔ سید صاحب تاب مقاومت نہ لا کر وہاں سے بھاگ گئے۔ اور جاتی دفعہ اپنے مریدوں کو بد دعا دی کہ اے دھوتھڑو! تم نے صاحب تصرف درویش سے مقابلہ کرا کر مجھ کو ذلیل کیا ہے اسی طرح ذلیل ہو کر تم یہاں سے نکلو گے۔ چنانچہ چند عرصہ میں وہ جلاوطن ہو کر دریائے چناب سے پار ضلع گجرات میں جا کر آباد ہوئے۔ چنانچہ رتی پنڈی اور پنڈی دھوتھڑاں میں انہیں دھوتھڑوں کی اولاد آباد ہیں۔ اس کے بعد آپ کا کام روز بروز ترقی پذیر رہا۔

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ساعدِ سیمینِ خود را رنجہ کرد

سفر لاہور کا واقعہ۔ قاضیوں کا مرید ہونا

منقول ہے کہ آپ کی محفل اقدس میں اکثر سماع ہوا کرتا تھا۔ اور آپ کی توجہ سے متاثر ہو کر حاضرین وجد و تواجد کیا کرتے تھے۔ مولوی حافظ برخوردار مفتی بچہ چٹھہ کو یہ بات ناگوار گذرتی تھی۔ اس نے نواب صاحب صوبہ دار لاہور اور قاضی

القضاۃ قاضی عبدالرحمٰن مفتی اعظم لاہور کے سامنے شکایت کی کہ ہمارے پرگنہ میں ایک قادری سلسلہ کا درویش عبدالرحمٰن نام ہے ۔ وہ سماع اور وجد کرتا ہے ۔ جو شرعاً ناجائز ہے مفتی اعظم نے نواب کے مشورہ سے دو سپاہی بھٹری میں بھیجے کہ اُس درویش کو لاہور حاضر کریں تاکہ شرعی احتساب کا فرض ادا کیا جائے ۔ جب آپ کو یہ پیغام پہنچا تو آپ نے لاہور جانے کی تیاری کی ۔ اور اپنے یارانِ طریقت میں سے شیخ صالح محمد چنیاں والہ ، اور شاہ غریب گاجر گولیہ ۔ اور میاں علی مطرب اور بی بی پرانی مطربہ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا ۔ آپ کے بڑے بھائی شیخ اللہ داد صاحبؒ نے فرمایا ۔ مجھے بڑا خطرہ ہے کہ کہیں مخالفین آپ کو تکلیف پہنچائیں آپ نے فرمایا ہم کو کوئی خطرہ نہیں ۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے ۔ اور اپنا پیر دستگیر ہماری پشت پناہ ہے ۔ اور جوش میں آکر فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مجھے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ اگر کہوں تو اس درخت کی جڑھیں اوپر کو اور شاخیں نیچے کو ہو جاویں ۔ ابھی یہ الفاظ آپ کی زبان پر ہی تھے کہ درخت اسی حالت پر ہو گیا ۔ آپ نے فرمایا اے درخت ! ہم تو ویسے بات کر رہے تھے تجھے تو نہیں کہا ۔ چنانچہ وہ درخت پھر اپنی اصل حالت پر ہو گیا ۔ یہ حقیقت دیکھ کر شیخ اللہ داد صاحبؒ نے کہا کہ اب میری تسلی ہو گئی ہے ۔ بے شک جاؤ کوئی خطرہ نہیں ۔ چنانچہ آپ سفر کرتے ہوئے لاہور پہنچے ۔ اور سب سے پہلے درگاہ حضرت داتا گنج بخش پر حاضری دی ۔ ان کی روحانیت سے استمداد کی ۔ پھر نواب صاحب کے ہاں گئے ۔

آپ کے لاہور پہنچنے کا واقعہ تاریخوں میں قدرے اختلاف سے بیان ہوا ہے ۔

۱۔ مولانا شیخ پیر کمال لاہوری رح کتاب تحائف قدسیہ میں ص ۱۲۲ پر لکھتے ہیں :

" حضرت شیخ عبدالرحمٰن بھٹری والہ رح کو سماع کرنے کے الزام میں بغرض احتساب شرعی نواب صاحب صوبہ دار لاہور نے لاہور میں طلب کیا ۔ آپ لاہور پہنچے اس وقت تمام علماء وقت ۔ اور مشائخ نواب صاحب کے محل میں جمع ہو کر آپ کا انتظار کر رہے تھے ۔ آپ کا ایک مرید مرزا احمد بیگ نام نواب صاحب کا بڑا

ـــــــ
۱؎ یہ مرزا احمد بیگ ، لاہوری وہی ہیں جو رسالہ اللہ ... کے مصنف تھے ۔ اگرچہ یہ شیخ نور محمد سیالکوٹی کے

مقرب عہدہ دار تھا۔ اس نے دور سے آپ کو پہچان لیا کہ میرے پیر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے عمدہ نفیس قیمتی کپڑے اپنے نوکر کے ہاتھ آگے سے بھیجے تاکہ آپ یہ لباس پہن کر امراء کی مجلس میں آویں۔ مگر آپ نے وہ کپڑے نہ پہنے۔ اور اسی طرح سادہ کپڑوں میں ملبوس۔ اور بھوُرا پہنے ہوئے تشریف لے آئے۔ مرزا صاحب نے اُٹھ کر تعظیم کی۔ اور سلام و آداب بجا لائے۔ نواب صاحب نے اُسی وقت قاضی صاحب کو طلب کیا۔ جب قاضی صاحب بھی وہاں آ گئے۔ تو شیخ عبدالرحمٰن صاحبؒ نے حکم دیا کہ کوئی مطرب رقاصہ لاؤ۔ قاضی صاحب کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ اسی وقت ایک طوائف بلوائی۔ اور سرود کا حکم دیا۔ وہ راگ گانے لگی۔ اس وقت آپ نے حاضرین مجلس پر توجہ کی۔ تو قاضی صاحب کو وجد ہو گیا۔ اور تمام علمائے حاضر بھی آہ و فغاں کرنے لگے۔"

۲۔ مولوی حافظ نورالدین گنجوی کتاب خزینۃ الفقراء ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں:

"حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب جب لاہور پہنچے تو مستی دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں لاہور کی تمام دکانیں بند ہو گئیں تمام اولیاء و مشائخ لاہور آپ کی زیارت و سلام کو حاضر ہوئے۔ تین منزلہ مکان کے اوپر آپ کا ڈیرہ کروایا گیا۔ تمام علمائے لاہور بھی اسی وسیع مکان پر جمع ہو گئے آپ کی آمد کی خبر سن کر قوالوں کا ایک گروہ سلام کے واسطے آ گیا۔ آپ نے نصان کو حکم دیا کچھ سناؤ۔ انہوں نے راگ شروع کیا۔ آپ نے الا اللہ کا نعرہ لگایا۔ قاضی صاحب کو وجد ہو گیا۔ وہ تڑپنے لگے۔ پھر تو ایسا ہنگامہ ظاہر ہوا۔ کہ سب حاضرین وجد کرنے لگے حتیٰ کہ نوسو قاضی وہاں جمع تھے۔ سب ہی تڑپنے لگے۔ اور نعرے مارتے ہوئے چھت سے نیچے گرتے تھے۔ مگر کسی کو کوئی ضرب نہ آتی تھی۔ پچھ گھنٹے تک مجلس سماع قائم رہی۔ اور سب لوگ اسی سوز و اضطراب کی حالت میں رہے۔ پھر ظہر کا وقت

مرید تھے۔ مگر چونکہ انہوں نے حضرت پاک صاحب سے بھی فیض باطنی پایا اس لیے صاحب تحائف قدسیہ نے ان کو حضرت پاک صاحب کا مرید لکھ دیا ہے ۱۲ سید شرافت

ہوا۔ آپ نے توجہ کی تو سب کو ہوش آیا۔ آپ نماز ادا کرنے واسطے شاہی مسجد میں تشریف لے گئے۔ حافظ سعد اللہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ[1] نے اذان دی۔ قاضی صاحب نے نماز کی جماعت کروائی۔ آپ نے بمعہ درویشوں کے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد قاضی صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے اپنے حلقہ بیعت میں داخل کریں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ تو عالم دین ہیں۔ اور میں ایک فقیر درویش ہوں۔ حدیث شریف کے مطابق ایک عالم کا درجہ ہزار عابد سے بھی بہتر ہوتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم وہ محضر پیش کرو۔ جو تم سب علماء نے ہمارے خلاف تیار کیا تھا۔ چنانچہ وہ مسودہ جو راگ کی حرمت میں انہوں نے لکھا تھا۔ اور اس میں فقہی روایات درج کی تھیں۔ وہ آپ کے سامنے لائے۔ آپ نے پڑھا پھر فرمایا کہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں راگ کو چار قسم لکھا ہے۔ حلال۔ حرام۔ مباح۔ مکروہ۔ ہر ایک کا علیحدہ حکم ہے۔ سب قسموں پر ایک ہی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر فرمایا کہ صحیح بخاری شریف سے بھی راگ کا جواز ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید کی نص صریح سے راگ کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا اس کی اباحت اپنے اصل پر قائم ہے حرام وہ راگ ہے۔ جس سے شہوت کو ہیجان ہو۔ آخر آپ نے بڑی لمبی تقریر کی۔ جس میں سماع کا جواز بدلائل شرعیہ ثابت کر دیا۔ علمائے کرام کو علمی طور پر بھی ساکت کر دیا۔ اس کے بعد صوبہ دار لاہور۔ اور قاضی صاحب آپ کی بیعت ہوئے۔ اور آپ کامیاب اور فائز المرام واپس آ گئے۔

مشہور روایت ہے کہ آپ نے علمی مناظرہ میں فتحیاب ہونے کے بعد میاں علی مطرب کو فرمایا کہ کچھ بولو۔ اس نے راگ الاپ کر حضرت نوشہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں کافی شروع کی۔ تو مجلس میں کافی سوز و گداز اور وجد و اضطراب ہوا۔ اور سب علمائے کرام آپ کے علم لدنی اور تصرفات کے معترف ہوئے۔

فائدہ:۔ جس وقت حق تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے کسی اپنے پیارے دوست کا شرح صدر

[1] یہ حضرت پیجار صاحب کے خلیفوں میں سے تھے ۱۲ سید شرافت

کردیتا ہے۔ تو اس کو علم لدنی سے بہرہ ور فرما دیتا ہے۔ اس کو ظاہری علم کی احتیاج نہیں رہتی اس پر سب علموں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ حضرت پاک صاحبؒ باوجود ان پڑھ ہونے کے علمی حوالے پیش کرتے رہے۔ چنانچہ ایسا ہی

۱۔ شیخ فتح اللہ سنبھلی رحہ نے باوجود اُمی ہونے کے ہدایہ کے کئی صفحات زبانی لکھوا دیئے۔ [۱]

۲۔ شیخ حسن افغان اُمی ہونے کے باوجود ہر ایک کتاب کا مطلب بتا دیا کرتے تھے۔ [۲]

پیش گوئیاں

ولی اللہ ہونے کی پیشگوئی منقول ہے کہ آپ ابھی والدہ کے شکم میں تھے کہ ایک مرتبہ حضرت نوشہ صاحبؒ کسی برات کے ہمراہ موضع گیگے بنگڑ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ دوپہر کے وقت بھڑی میں آرام فرمایا۔ وہاں کے لوگ سلام و زیارت کے لیے حاضر ہونے لگے۔ چنانچہ آپ کے والدین بھی خدمت میں آئے آنجناب نے اُٹھ کر تعظیم کی۔ لوگوں نے اُٹھنے کا سبب دریافت کیا۔ تو انھوں نے فرمایا اس بی بی کے بطن میں جو بچہ ہے۔ وہ ولی اللہ ہوگا۔ اس کی تعظیم کے لیے ہم اُٹھے ہیں۔ چنانچہ اس سے پانچ ماہ بعد آپ پیدا ہوئے۔

شیر الٰہی ہونے کی پیشگوئی ابتدائے احوال میں جب آپ بیعت ہونے کے بعد واپس چلے گئے۔ تو تمام رات نعرے مارتے رہتے۔ اور ذکر جہر کرتے تھے۔ لوگوں میں مشہور ہوگیا تھا کہ آپ دیوانہ ہو گئے ہیں۔ [۳]

خواجہ نفیس کابلی رحہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہم حضرت نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ بھڑی کا ایک کھتری سودا فروش حضور کی خدمت میں آ بیٹھا۔ حضور نے

---

[۱] تذکرۃ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۸۰ [۲] ایضاً جلد ۲ ص ۱۳۹ [۳] تذکرہ نوشاہیہ سید شرافت ۱۲ منہ

اُس سے پوچھا کہ وہاں ایک ہمارا درویش رحمان نامی رہتا ہے۔ اُس کا کیا حال ہے؟ اس نے نفرت آمیز لہجہ میں کہا:

" ہاں وہ ایک دیوانہ سا ہے۔ ساری رات گیدڑ کی طرح گاؤں کے گرد چلاتا پھرتا ہے۔ اور لوگوں کو آرام نہیں لینے دیتا۔"

آنجناب کی طبیعت پر جلال غالب آ گیا۔ اور پُر جوش لہجہ میں فرمایا۔ اے گدھے۔ تم کیا جانو؟ وہ تو خدا کا شیر ہے۔ ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ شیر کی طرح گرجے گا۔ اور اس کی حالت خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔ سلہ

نواقب المناقب میں حضرت نوشہ صاحبؒ کا ارشاد ان الفاظ میں درج ہے:

روزے ایں وحشت شکار ہزبرے گردد کہ فیل قوتاں را مانند پُشت گفتار شکست دادہ پلنگ دار بر رانِ پیراں داغ کشد، و کرگدن گردناں را زندہ در گور کردہ گوزن وزناں را شاخ شاخ کند۔"

ے

آتشِ قہرش چو گردد شعلہ زن — شیر را تب لرزہ جو شد از بدن
روز و شب قائم ز تیغِ نام زنگ — محوِ استغراق باشد ایں نہنگ

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ واقعی شیر بارگاہ الٰہی ہوئے۔

—— مرزا احمد بیگ لاہوری۔ اپنے رسالہ میں آپ کے شیر ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"اکنوں شیر سے ست جان ربائے و معشوقے ست ذوق افزائے۔"

—— مولوی محمد اشرف فاروقی منچری رو مناقب نوشاہی میں لکھتے ہیں۔

ے

رحمے شاہ عشق وچہ رتے — بگے شیر دا گوں نرت گے
دو ویں جہاں میں نوبت وجے — بُکی بُکی پیا پورکاری دا

سلہ تذکرہ نوشاہیہ:۔ سید شرافت

فقر کا سلسلہ جاری ہونے کی پیشگوئی منقول ہے کہ آپ کے ابتدائی زمانہ میں آپ کے معاصرین میں سے چار بھائی، سادات کرام سے بڑے ولی اللہ مشہور تھے۔ اور چاروں مجذوب اطوار تھے۔ ان میں سے شاہ محمود بھیڑی میں، اور شاہ حاکم کوٹ کیلیاں میں۔ اور شاہ لطیف چند مطر میں۔ اور شاہ جمال ڈیرہ میں سکونت رکھتے تھے۔ ایک بار ان چاروں کی والدہ ماجدہ ضعیفہ جنگل میں بکریاں چرا رہی تھیں۔ کہ زور سے بارش شروع ہو گئی۔ آپ وہاں مصروف عبادت تھے۔ آپ نے جب ان کی تکلیف کو محسوس کیا تو فوراً اٹھے اور مائی صاحبہ ضعیفہ کو کندھوں پر اٹھا کر گاؤں میں پہنچایا۔ آپ کی یہ خدمت دیکھ کر شاہ محمود بڑے خوش ہوئے۔ اور فرمایا اے شاہ رحمان۔ تیرا سلسلہ فقر قیامت تک جاری رہے گا۔ اور ہم نے بھی اپنا فیض تمہیں کو بخشا۔ ہم خاموش ہی رہیں گے۔ اور تمہارے وجود سے فیض کی شعاعیں دنیا میں پھیلیں گی۔

معمولات

آپ شریعت نبوی کے پورے پابند تھے۔ نماز پنجگانہ اور تہجد وغیرہ پر مواظبت رکھتے۔ کسی دم یاد الٰہی سے غافل نہ رہتے۔

ذکر جہر آپ رات کو گاؤں سے باہر جنگل میں نکل جایا کرتے۔ اور ذکر اره میں مشغول ہو جاتے۔ اور اس میں شیر کی طرح گرجتے۔ اور کبھی ذکر نفی اثبات بلند آواز سے کرتے۔ اور عشق الٰہی میں نعرے لگاتے۔ ثواقب المناقب میں ہے ؎

شدے آں کان درد از شوق دیدار	بشورِ نالہ ہا کوہ نمکسار
غبارِ راہ شب در جلوہ گاہش	نے شد سرمۂ آواز راہش
بہ فیضاں از گدازِ گرمی و جوشش	بگشتے تا سحر چوں شمع خاموش

ریاضت و مجاہدہ آپ ریاضت و مجاہدہ میں یگانۂ آفاق تھے۔ نفس کشی کے لیے عجیب طریقے اختیار کیے تھے۔

او کبھی پاؤں میں رسّہ باندھ کر بیلوں کے پیچھے باندھ دیتے۔ اور زمین پر

گھسیٹتے جاتے۔[1]

۲۔ کبھی کنوئیں میں معکوس لٹکتے رہتے۔

۳۔ کبھی کبھی تمام رات حبس دم سے ذکر خفی کیا کرتے۔[2]

۴۔ گرمیوں میں اوپر کمبل رکھتے۔ اور دوپہر کے وقت تپتی ریت پر بیٹھ کر آگ جلا کر سینکا کرتے۔

۵۔ سردیوں میں رات کو کورے گھڑے پانی سے بھر کر رکھ دیتے۔ اور صبح کو وہ ٹھنڈا پانی سر پر ڈلواتے۔

۶۔ دریا میں کھڑے ہو کر یاد الٰہی کرتے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی حرارت عشق سے دریا کا پانی بھی گرم ہو جاتا۔

۷۔ معکوس لٹک کر دو ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات کیا کرتے۔

۸۔ جو کی روٹی اور ببول کی روٹی کھاتے۔ سالن کی بجائے کوار گندل جو نہایت تلخ ہوتی ہے استعمال کرتے۔[3]

فائدہ: بزرگوں کی سیرت میں ایسی ایسی ریاضات شاقہ کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ حضرت میاں میر قادری لاہوری رح حبس دم میں رات گذار دیتے تھے۔[4]

۲۔ شیخ خضر رح موسم گرما میں گرم پتھر پر بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔[5]

۳۔ شیخ احمد عبدالحق ردولوی رح سواک کی روٹی کھایا کرتے تھے۔[6]

قبر میں چلہ کشی صاحب حدیقۃ الاولیاء نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی خلوت کے وقت آپ زمین میں قبر کھود کر اس میں بیٹھتے اور اوپر سے منہ بند کرا دیتے۔ چالیس روز کے بعد جب قبر کھولی جاتی۔ تو آپ کو بحالت زار نکالا جاتا۔ کبھی کبھی چار روز تک قبر میں بند رہتے۔ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا۔

---

[1] تحائف قدسیہ ص ۲۱۸ [2] حدیقۃ الاولیاء ۱۲ [3] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲

[4] سفینۃ الاولیاء ۱۲ [5] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۳ ص ۲۲۸ [6] تذکرہ جلد ۲ ص ۲۸ ہمسید شرافت ۱۲ منہ

پانی کے نیچے چلّہ کشی منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نوشہ صاحبؒ بمع یاران کشتی پر سوار تھے۔ قوالی ہو رہی تھی۔ آپ بھی ہمرکاب تھے۔ آپ کو وجد ہو گیا۔ نعرہ مار کر دریا میں گر پڑے۔ اور پانی کے نیچے چلے گئے۔ سات روز کے بعد کنارہ دریا پر جا کر قوالی کرائی تو آپ اسی حالتِ وجد میں نعرہ مار کر باہر آگئے سب مخلوق حیران رہ گئی۔

صاحب تحائف قدسیہ نے لکھا ہے کہ آپ دریا میں سات روز رہے ؎

چناں شد بحر عشق آں صاحبِ جاہ   بدریا ہفت روز اندر شد آں ماہ

صاحبِ تحقیقاتِ چشتی نے لکھا ہے کہ آپ چالیس[۱] روز دریا میں رہے۔

فائدہ: در پانی میں کھڑے ہو کر عبادت کرنا تو کئی بزرگوں سے منقول ہے۔ مثلاً شیخ شرف الدین قلندر پانی پتی دو بارہ برس دریا میں کھڑے رہے۔ مگر پانی کے نیچے تہہ میں اس قدر رہنا بڑا عجیب امر ہے۔ جس میں حضرت پاک صاحبؒ فرد دکھائی دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ شغل غوطہ میں مشغول رہے ہوں۔

ذکر و فکر آپ بحکم فاذکروا اللّٰہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم (کھڑے۔ بیٹھے لیٹے ہوئے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو)۔

اور حسبِ ارشادِ نبوی تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین (ایک گھڑی تفکر کرنا جنوں اور انسانوں کی عبادت سے بہتر ہے)۔

ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا کوئی دم ذکرِ حق سے خالی نہ جاتا تھا تمام اوقات کو عبادات و اشغال و اذکار و افکار سے معمور رکھتے۔ آپ کو دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا۔

لاہور میں چلہ کشی ایک مرتبہ آپ لاہور میں بھی ایک بند کمرہ میں چلہ گزین رہے۔ چنانچہ چلہ کی وہ جگہ آج تک بنام "بیٹھک شاہ رحمان" گلی پٹھاں، محلہ چٹ رنگاں، اندرون بھاٹی دروازہ لاہور میں موجود ہے۔ اور زیارت گاہِ خلائق ہے۔

[۱] تذکرہ جلد اص ۱۱۲ سید شرافت

مولف بھی چند مرتبہ زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ میں یہ کتبہ وہاں لگایا گیا ہے۔ اس کی نقل یہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یا اللہ [سلہ] یا محمد

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

مکان رحمان شاہ صاحب

[سلہ] [سلہ]

الوقف اللہ الوقف نبی

[سلہ]

ماہ وفات ۱۳۴۶ھ

اس بیٹھک کا دروازہ جنوب کی طرف کوچہ میں ہے۔ اس کے مغربی طرف میاں جلال کا مکان ہے۔ اور مشرقی طرف دین محمد کا مکان ہے۔ محلہ دار لوگ اس جگہ سال میں ایک مرتبہ عُرس بھی کرتے ہیں۔ قوالی ہوتی ہے۔

نماز معکوس حدیقۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ بعض اوقات نماز معکوس ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے آپ کو بہت فوائد حاصل ہوئے۔

نماز معکوس کے دلائل علمائے ظاہر اس نماز کے مسنون ہونے کے قائل نہیں۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح نے کتاب قول الجمیل میں لکھا ہے کہ چشتیوں کے طریقہ میں ایک نماز معکوس ہے۔ جس کا سنت میں کوئی ثبوت نہیں۔ اس لیے ہم نے اس کو بیان نہیں کیا۔

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو نماز معکوس کا ثبوت فعل نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور تعامل مشائخ کرام سے اکثر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اُن میں سے چند دلائل کا یہاں

سلہ کتبہ میں الرسول ہے یہاں رسول چاہیئے ۱۲۔ سلہ بِلّٰہ چاہیئے ۱۲ سلہ لِلنّبی چاہیئے ۱۲ سلہ ماہ وفات سے مراد ربیع الاول ہے ۱۲ سید شرافت

تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت اخوند درویزہ ننگرہاری چشتی پشاوری رح کتاب ارشاد الطالبین میں یوں
لکھتے ہیں،

در تفسیر ابو اللیث ست کہ شبے حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم از خانہ مادر
مومناں بی بی عائشہ صدیقہ رض بیروں آمد و
بی بی از انجا کہ خاصیت عورتاں ست غیرت
بکار بردہ متہم شد و گفت مبادا کہ در حرم دیگر
رفتہ باشد برخاست و در پیش جملہ حرم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفت دید و نیافت و در
خانہ ابی بکر رفت آنجا نیز نیافت و در مسجد
آمد دید کہ خود را در دن مسجد معکوس کردہ و
پائے مبارک خود را برسن در سقف خانہ
بستہ است۔ بی بی چوں چناں بدید از رحمے
شفقت سر مبارکش را بالا گرفت و بالا میکرد
و دریں بالا کردن بسیار مضطر شد بعد از
تکلیف بسیار حضرت پرسید کہ کیستی؟
بی بی گفت منم عائشہ گفت عائشہ کیست؟
گفت بنت ابا بکر صدیق گفت صدیق کیست؟
گفت پسر ابو قحافہ۔ گفت ابو قحافہ
کیست؟ گفت پدر خسر محمد علیہ السلام گفت
محمد کیست؟ بعد ازاں بی بی دست از سرے
باز داشت و در خانہ آمد۔ چوں حضرت

تفسیر ابو اللیث میں ہے کہ ایک رات حضرت
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت
عائشہ صدیقہ رض کے گھر سے باہر نکلے۔
عورتوں میں چونکہ غیرت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے
اس لیے بی بی صاحبہ نے خیال کیا کہ شاید
حضور کسی دوسرے حرم کے پاس تشریف
لے گئے ہوں، انہیں اور سب بیبیوں کے
گھروں میں جا کر دیکھا لیکن حضور کو کہیں نہ
پایا۔ پھر حضرت ابو بکر کے گھر میں گئیں۔
وہاں بھی نہ پایا۔ پھر مسجد میں آئیں دیکھا
کہ حضور نے اپنے آپ کو مسجد میں معکوس
کیا ہے۔ اور اپنے پاؤں میں رسہ ڈال کر
چھت سے باندھا ہوا ہے۔ بی بی صاحبہ
نے جب اس طرح دیکھا تو از روئے شفقت
کے حضور کے سر مبارک کو پکڑ کر اوپر کو
اٹھا لیا۔ اور اونچا کرنے لگیں۔ اس بلند
کرنے میں سخت لاچار ہو گئیں۔ کافی تکلیف
کے بعد حضرت صاحب نے پوچھا تم
کون ہو؟ کہا میں ہوں عائشہ۔ پوچھا کون
عائشہ؟ کہا ابو بکر صدیق رض کی بیٹی۔ پوچھا

رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم بہوش آمد وخود را اندر رسن خلاص کرد و در خانۂ بی بی آمد۔ بی بی احوال باز نمود۔ آں نازنین کونین صلی اللہ علیہ وسلم گفت لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔" بلفظہ

کون ابوبکر؟ کہا ابو قحافہ کا بیٹا۔ پوچھا کون ابو قحافہ؟ کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خُسر کا باپ۔ پوچھا کون محمد؟ یہ سن کر بی بی صاحبہ نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیے۔ اور اپنے گھر آگئیں۔ جب حضور علیہ السلام ہوش میں آئے تو اپنے آپ کو رسّہ سے باہر نکالا۔ اور گھر تشریف لائے۔ بی بی صاحبہ نے سارا حال کھول کر سنایا۔ دونوں جہان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت ہوتا ہے اس میں کسی مقرب فرشتے اور پیغمبر مرسل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔

۲۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رح نے کہا ہے کہ مجھ کو جو کچھ ملا ہے۔ وہ متابعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے یعنی حضرت نے بھی نماز معکوس ادا کی ہے۔ پس میں بھی اپنے پاؤں میں رسی باندھ کر الٹا لٹکا کرتا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت ابو محمد چشتی رح نے نماز معکوس بہت ادا کی ہے اس سنت کو حضرت بابا صاحب رح نے بھی ادا کیا۔[1]

۳۔ شیخ عبدالرحمٰن علوی عباسی چشتی رح نے کتاب اورادِ چشتیہ میں لکھا ہے کہ جب سالک کو ریاضت میں صفائی حاصل ہو تو اس کے بعد نماز معکوس عمل میں لاوے۔ ہاں دوست کے کوچہ میں سر کے پاؤں بنا کر چلنا چاہیئے۔ چنانچہ خواجہ نظامی رح نے فرمایا ہے ؎

برقص آمدہ جملا اعضائے من! سرِ من شدہ کرسی پائے من!

پس سالک کو چاہیئے کہ اپنی ہستی کے راز کو ہستی حق میں محو کر کے لا مطلوب الا اللّٰہ کے تصور سے اس نماز میں مشغول ہو۔ اور ہمارے سب خواجگانِ چشت نے اس نماز کو

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ا ص ۴۴

پڑھا ہے۔ بہت سریع الاجابت ہے[1]

اکثر اولیاء اللہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے باعث نماز معکوس میں مشغول ہوئے ہیں۔ الغرض یہ مسئلہ صحیح طور پر ثابت ہے۔ چیمہ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز معکوس کا ثواب بہت فرمایا ہے۔ اور بزرگان چشت کے ملفوظات میں اس کا بہت ذکر آیا ہے[2]

۴۔ کتاب معدن المعانی میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رح سے اور لطائف اشرفی میں سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رح سے واضح طور پر نقل کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز معکوس کا ثواب کئی مرتبہ بیان فرمایا ہے[3]

۵۔ سید باقر بن سید عثمان بخاری رح کتاب جواہر الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ پیران چشت میں سے خواجہ ابو احمد چشتی رح نے نماز معکوس کو بہت پڑھا ہے۔

۶۔ شیخ ابو محمد چشتی رح ہر شب اپنے گھر کے چاہ میں سرنگون لٹک کر تمام شب یاد خدا میں رہتے تھے[4]

۷۔ جواہر الاولیاء میں ہے کہ جب شیخ فرید الدین گنج شکر اجودھنی رح نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رح سے اجازت طلب کی کہ اگر حکم کریں تو میں نماز معکوس ادا کیا کروں۔ انہوں نے فرمایا ایسی جگہ عمل کرو کہ جہاں مسجد میں کنواں ہو اور اس کے اوپر درخت ہو۔ پس حضرت گنج شکر رح مدت تک جگہ جگہ اور شہر بشہر ایسے مقام کی تلاش میں پھرتے رہے۔ تاآنکہ اوچ میں وہ مسجد پائی۔ مؤذن کو حکم دے دیا وہ عشاء کے بعد ان کو لٹکا دیتا۔ اور نماز فجر سے پہلے کھول دیا کرتا۔ چالیس روز تک یہ عمل کیا۔

شیخ حسام الدین مانکپوری رح نے لکھا ہے کہ حضرت گنج شکر رح نے ایک خلوت دگوشہ نشینی؛ چھ ماہ کی ہے۔ تمام دن رات نماز معکوس میں مشغول رہتے تھے۔ مگر نماز فریضہ پنجگانہ کے لیے باہر آتے تھے۔ پھر اسی کنواں میں مشغول ہو جاتے۔ چھ ماہ کے بعد فرمان ہوا۔ اے فرید! چالیس سال ہو گئے ہیں کہ جو کچھ ہم نے فرمایا تم کرتے رہے۔

---

[1] یہاں سے کچھ عبارت ترک کردہ ہے۔ کیونکہ وہ موضوع سے خارج تھی ۱۲ منہ

[2][3] جواہر الاولیاء ۲۰ [4] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۱ ص ۱۲۔ سید شرافت

اب چالیس سال تک جو کچھ تم کہو گے ہم کریں گے۔

حضرت گنج شکرؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ جو شخص نماز معکوس ادا کرے اور کسی مقام پر نہ پہنچے وہ کل قیامت کو میرا دامن پکڑ لے۔

۸۔ شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ تمام شب معکوس لٹکے رہ کر عبادت کیا کرتے تھے [1]

بہرکیف نماز معکوس سنت نبوی و معمول مشائخ ہے۔

نماز معکوس کا طریقہ

سید باقر بخاریؒ کتاب جواہر الاولیاء میں لکھتے ہیں۔

" نماز معکوس کے عدد رکعات میں بہت اختلاف ہے۔ لیکن جس طرح شیخ فرید الدین گنج شکرؒ سے ہم کو طریقہ پہنچا ہے وہ لکھا جاتا ہے مرشدان حال نے اس نماز کے لیے چار وقت مقرر کئے ہیں۔ جس وقت میں پہلے روز شروع کرے۔ ہر روز اسی وقت متذکرہ پر ادا کیا کرے۔ خواہ چاشت سے بعد یا مغرب سے بعد۔ یا عشاء سے بعد۔ یا تہجد سے بعد۔ جو وقت بھی ان سے میسر ہو بہتر ہے۔ اور چاہیئے کہ اگر اس نماز کو شروع کرے تو حضرت گنج شکر کی متابعت کے لیے چھ ماہ متواتر ادا کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو تین ۳ ماہ کرے۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو چالیس روز ادا کرے۔ اور اگر کوئی حاجت پیش ہو تو ایک دن یا تین دن یا سات دن یا دس دن یا اس سے زیادہ عمل کرے۔ مقصود حاصل ہو گا۔ اور بہتر یہ ہے کہ نماز کنوئیں میں ادا کرے۔ اور اگر اس قسم کا کنواں گوشہ میں نہ ہو تو حجرہ میں یا باغ میں یا کسی ایسی علیحدہ جگہ میں کرے۔ جہاں کسی کی آمد و رفت نہ ہو۔ اگر حجرہ ہو تو دو ستون گاڑ دے۔ اور دونوں ستونوں کے سر پر شرقاً غرباً ایک لکڑی رکھ دے۔ اور اگر جنگل یا باغ ہو تو درخت کی شاخ کا بھی یہی حکم ہے۔ اب طریقہ معلوم کرے۔ چاہیئے کہ چار گز کپڑا یا ازار لے کر اس کے دو حلقے

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۱۹ سید شرافت۔

ایسے بنائے جیسے گھوڑے کے پاؤں میں ڈالے جاتے ہیں۔ ایک حلقہ دائیں پاؤں میں ڈال لے۔ اور دوسرا حلقہ دائیں پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ لے۔ اور ہاتھوں کی طاقت سے اُس لکڑی پر لٹک کر اپنے دائیں پاؤں کی پنڈلی اُس لکڑی پر لے جاوے۔ اور دائیں ہاتھ سے پکڑ رکھے۔ اور بائیں ہاتھ سے دوسرے حلقہ کو بائیں پاؤں میں ڈال لے۔ دونوں پاؤں کو اُوپر کر کے خود نیچے لٹک آئے۔ اور سر نگون ہو کر نماز شروع کرے اور ایک رستہ اپنے قد کے مطابق اُس لکڑی کے ساتھ باندھ دے۔ تاکہ نیچے آنے کے وقت اُس رستہ کو پکڑ کر آرام سے نیچے اُتر سکے۔ اُٹھنے کے وقت بھی اسی طرح کرے تاکہ تکلیف نہ ہو۔

اب نماز ادا کرنے کا طریقہ جان لے۔ اوّل غسل کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو تازہ وضو کر لے۔ زمین پر دوگانہ ادا کر کے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک اور خواجہ گنج شکر رح اور جمیع اولیا اللہ اور پیران چشت اور بخاریوں اور قادریوں کے ارواح طیبہ کو ایصالِ ثواب کرے۔ اس کے بعد طریقہ مذکور کے مطابق لٹک جائے۔ دونوں پاؤں اوپر کو ہوں۔ اور زمین سے ایک بالشت سر اور بازو اُونچے ہوں ؎

سعدیا کنگرہ عشق بلند ست بلند　　تا تو سر پا نہ کنی کار تو آنجا نرسد

یعنی اے سعدی! عشق کا کنگرہ بلند سے بلند ہے جب تک تم اپنے سر کو پاؤں نہ بناؤ گے وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔

نماز کو بغیر اشارہ کے گذارے۔ اوّل قبلہ کی طرف منہ کر کے تین بار بلند آواز سے لفظ حق حق حق کہے۔ اس کے بعد دوگانہ محبت اللہ ادا کرے تاکہ فتوحات کا دروازہ کھل جائے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ نصر پانچ بار۔ اور اسم اللہ ایک سو اکیس بار۔ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پانچ بار۔ اور اسم حق ایک سو اکیس بار پڑھے۔

اور سلام کے بعد اللہ ھادی اکیس^21 بار پڑھے۔
اس کے بعد چھ رکعت نماز معکوس دو سلام سے ادا کرے۔ اس طرح کہ پہلے دو رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ہزار بار پڑھے۔ اور اگر مبتدی ہو تو ہر رکعت میں اخلاص تین^3 بار پڑھے اور روزانہ زیادہ کرتا جائے۔ تاکہ ہزار^1000 بار تک پہنچ جائے۔ الغرض تین^3 سے کم نہ کرے اور ہزار^1000 سے زیادہ نہ کرے اور ہر ایک رکعت جہاں تک میسر ہو حضور دل سے ادا کرے۔"

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اس کے حرفوں کی تعداد کے مطابق سینتالیس^47 بار پڑھے۔ سلام کے بعد تین^3 بار یہ اسم پڑھے۔ یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَۃِ مُلْکِہٖ وَبَقَائِہٖ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

اس کے بعد دوسری چار رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ مزمل ایک بار۔ اور سورہ کافرون ایک بار۔ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار۔ اور اخلاص ایک بار۔ اور تیسری رکعت میں والضحیٰ ایک بار۔ اور فلق ایک بار۔ اور چوتھی رکعت میں انشراح ایک بار۔ اور الناس ایک بار پڑھے۔ اور سلام کے بعد ہر درد اور بیماری کی شفاء کے واسطے یہ پانچ درود شریف پڑھے۔

بسم اللہ الرحمٰن۔ اللھم صل علی محمد عدد من صلی علیہ اللھم صل علی محمد عدد من لم یصل علیہ اللھم صل علی محمد کما تحب وترضی ان یصلی علیہ اللھم صل علی محمد کما ینبغی الصلوۃ علیہ اللھم صل علی محمد کما امرتنا بالصلوۃ علیہ یا حلیم یا حکیم اشفنی۔

اور درود شریف پڑھنے کے وقت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور دل میں کرے تاکہ لا موجود الا اللہ۔ متصور ہو جائے۔ اس کے بعد ذکر اور مراقبہ میں لگ جائے۔ اگر ہو سکے تو کشود کار کے واسطے سورۂ نصر ستر بار پڑھے۔ اور اس کے ساتھ یہ اسم شریف جو اوپر مذکور ہے۔ تین سو ساٹھ^360 بار پڑھے۔ تمام جہان پر تصرف حاصل ہوگا۔

منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح اجازت باطن سے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے تو اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی رح سے اکتالیس اسمار الٰہی کی اجازت چاہی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا بابا معین الدین ملک ہندوستان کے لیے یہی دو اسم اعظم کافی ہیں۔ اوّل یا ذاکی الطاہر من کل اٰفۃ بقدسہٖ یا ذاکی۔ دوسرا یا عزیزا المنیع الغالب علی جمیع امرہ فلا شئی یعادلہ یا عزیز۔

اور ان دونوں اسمائے اعظم کی اجازت حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی رح کی روحانیت سے بلا واسطہ بھی اس فقیر کو (یعنی مصنف جواہر الاولیاء کو) پہنچی ہے۔ ان اسماء کے پڑھنے کی ہر ایک شخص کو اجازت نہیں۔ جس شخص کا ظاہر و باطن کا تصفیہ ہو گیا ہو۔ اور پیران چشت اہل بہشت سے خلافت بھی رکھتا ہو۔ اس وقت وہ اسمار اعظم پر عمل کرے۔ اگر دوسرا شخص پڑھے گا تو اثر نہ ہو گا بلکہ ضرر پہنچے گا۔ کیونکہ یہ امانت ہمارے خواجگان چشت یعنی سارے پیروں سے ہے۔ اور اس فقیر کو بطور ورثہ پہنچی ہے اور جو کچھ فوائد و تصرفات ان اسمار اعظم میں ہیں۔ عمل کرنے سے ظاہر ہو جائیں گے۔

اس کے بعد تین بار یا غفور پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے اپنی حاجت طلب کرے اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے پوری کرے گا۔ اس کے بعد تین بار لفظ حق حق حق بلند آواز سے کہہ کر آرام سے نیچے اُتر آئے۔ اس کسب کے فوائد عمل کے بعد ظاہر ہو جائیں گے۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمْ ؏

اخلاق و عادات

آپ کے اخلاق بڑے بلند تھے۔ سیرت و صفات میں اولیائے سلف سے مشابہ تھے۔

ادب و تعظیم آپ ادب و تعظیم میں کمال رکھتے تھے۔ اپنے پیر صاحب اور پیر خانہ کی تعظیم جس قدر آپ سے ظہور میں آئی کم کسی سے ظاہر ہوئی ہو گی۔ آپ جب کبھی ساہنپال شریف جاتے۔ تو اپنی جوتی صحرائے گاجر گولہ میں ایک ملہہ کے بیچ رکھ

جاتے۔ اور ننگے پاؤں سفر کرتے۔ واپسی پر اُسی جگہ سے اگر جوتی پہنتے۔ آپ کے نعلین مبارک کی برکت سے وہ ٹھہر بنام پیر ٹھہر مشہور ہو گیا۔ جو تا زمانہ حال موجود ہے۔ لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اور کوئی نہ کوئی درویش وہاں مجاور رہتا ہے۔ اور سالانہ میلہ بھی لگتا ہے ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بُود ۔۔۔ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

پیر خانہ کا احترام آپ اپنے پیر خانہ ساہنپال شریف کی سرحد میں کبھی بول و براز نہ کرتے۔ واپسی پر اُلٹے پاؤں پیر ٹھہ تک جاتے۔ اس طرف کبھی پشت نہ کرتے۔ آپ حیاتی ہیں ہے ؎

کنڈ نہ کیتی کدے کدا ہیں ۔۔۔ پچھلی پیریں ٹُردے راہیں

فائدہ: ادب کرنا بزرگوں کا شیوہ ہے۔ پہلے بزرگوں سے بھی ایسے واقعات منقول ہیں۔

۱۔ شیخ برہان الدین غریب رح نے تمام عمر غیاث پور (مدفن سلطان المشائخ) کی طرف پشت نہیں کی [۱]

۲۔ مولانا ظہیر الدین کیرانوی چشتی رح روضہ حضرت سلطان المشائخ کی طرف کبھی پشت نہ کرتے تھے [۲]

باشندگان ساہنپال شریف کا ادب مرزا احمد بیگ نے اپنے رسالہ الاعجاز میں لکھا ہے کہ:

"اگر ساہنپال شریف کا کوئی چوہڑا (حلال خور) بھیڑی چلا جاتا۔ تو آپ ایسی خدمات بجالاتے۔ جو اس زمانہ کے مرید بھی اپنے پیروں کی نہیں کر سکتے اُس کو چارپائی پر بٹھاتے، اور خود نیچے بیٹھتے۔ اگر پیر کے دروازہ کا کُتا بھی کہیں جا نکلتا تو مجنون کی طرح اس کے پاؤں چومتے۔ اور نہایت پیار کرتے تھے"

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۱ ص ۱۱۰ [۲] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۲۲۴ سید شرافت

ادب کی غایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ ساہنپال شریف کا ایک چوہڑا معطری شریف چلا گیا۔ آپ وضو کر رہے تھے۔ وہ آپ کی پشت پیچھے سے گذر گیا۔ آپ کو جب پتہ چلا۔ تو آنکھوں پر بہت ناراض ہوئے کہ تم نے مجھ کو بے ادب کر دیا ہے۔ اگر دیکھ لیتیں تو میں بے ادب نہ ہوتا۔[1]

بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے اسی جرم کی پاداش میں آنکھوں کو نکال دیا۔ پھر حضرت نوشہ صاحبؒ کی دعا اور تصرف سے آنکھیں روشن ہوئیں۔

ادب کا لحاظ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نوشہ صاحبؒ بمعہ اپنے یارانِ طریقت کے دیوان خانہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ بارش شروع ہوگئی۔ اتفاقاً چھت سے پانی ٹپکنے لگا۔ آنجناب نے آپ کو فرمایا کہ اُوپر جاکر سوراخ بند کرو۔ آپ کو خیال آیا کہ اگر چھت پر چڑھوں تو۔ بے ادب ہوتا ہوں۔ اور اگر نہ چڑھوں تو بیفرمان ہوتا ہوں۔ اسی تشویش و اضطراب میں آپ اُٹھے۔ اور اپنے پیٹ کے بل لیٹ کر اُوپر سے سوراخ بند کر دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا قد دراز ہوگیا۔ اور آپ نے زمین پر کھڑے رہ کر ہی سوراخ بند کر دیا۔

رعب و جلالیت آپ کا چہرہ نہایت بارعب تھا۔ کسی کو آپ کے سامنے کلام کرنے کی جرأت نہ ہوسکتی تھی۔ اگر کسی پر نگاہ رحمت ڈالتے تو وہ ملکِ ولایت کا بادشاہ بن جاتا۔ جو شخص آپ کی نظر سے گذر جاتا۔ اُسے مقام صمدیت پر پہنچا کر بلائے شکم سے خلاصی کرا دیتے۔

مرزا احمد بیگ لاہوری رہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ میں نے آپ کے یاروں سے پوچھا کہ تم نے کھانا قصداً چھوڑا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں کھانے کی رغبت ہی نہیں ہوتی۔ اور اگر بتکلف منہ میں ڈالتے ہیں تو حلق سے نیچے نہیں اُترتا اور کھانا نہ کھانے سے ہم کو کوئی کمزوری یا تکلیف بھی نہیں۔

---

[1] آب حیاتی ص سید شرافت

اخفائے احوال آپ اپنی حالت کے اخفا میں بہت کوشش رکھتے۔ حتی الوسع اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے۔ مگر چونکہ آفتاب کا چھپنا محال ہے۔ اس لیے ہر وقت خلائق کا ہجوم آپ کے دروازہ پر رہتا۔ سب لوگ ذوق و شوق اور عشق و محبت سے لبریز ہو کر جاتے۔

صاحب تحائف قدسیہ نے آپ کی اخفا پسندی کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

چناں احوال ظاہر داشت آں ماہ　　　　که نشناسید او را ہیچ گمراہ

زراعت وسخاوت آپ اپنی مملوکہ زمین میں کبھی کبھی اپنے ہاتھوں سے ہل بھی چلاتے اور کاشتکاری کرتے۔ اس کی پیداوار بطور سخاوت و ایثار درویشوں، مسکینوں، مسافروں کو دیتے۔

اولادِ پیر کی خدمات منقول ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ نے ان کی اولاد کی خدمات کو بھی بے حد ادا کیا۔ اور اپنا تمام مال و اسباب آنجناب کی اولاد کو نذرانہ کر دیا۔ تحائف قدسیہ ص ۲۱۹ پر لکھا ہے۔ مصرعہ

ہمہ اولادِ ہادی را بداده

کسب حلال آپ حلال روزی کمانے کے واسطے اپنے والد ماجد کی طرح پیشہ جامہ شوئی کیا کرتے تھے۔ گاؤں سے مشرق کو ایک میل کے فاصلہ پر ایک جوہڑ تھا۔ اُس پر جا کر کپڑے دھویا کرتے۔ صاحب کنز الرحمت نے لکھا ہے ؎

بُدے مسکن شاں بموضع بھڑی　　　　ہمے کرداو پیشہ گاذری

آپ کے پیشہ جامہ شوئی کے متعلق رسالہ احمد بیگ۔ ثواقب المناقب۔ مخزن پنجاب وغیرہ سب کتابوں میں تصریح موجود ہے۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ بعض اوقات جب آپ پر جذبہ غالب تو آپ کپڑوں کو آگ میں ڈال دیتے میل کچیل جل جاتی اور کپڑے سفید سلامت باہر نکال لیتے۔

آپ کے موجودہ زمانہ کے اخلاف بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے اپنے پیشوائے طریقت حضرت نوشہ صاحبؒ کے کپڑے دھوئے تو انھوں نے نہایت پسند کر کے فرمایا

تھا۔ میاں عبدالرحمٰن تم خوب دھوبی ہو" اُس روز سے آپ اس نام سے مشہور ہو گئے۔ ورنہ گاذری آپ کا پیشہ نہ تھا۔

فائدہ ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ شیخ علیم الدین کا ہے جو اپنے پیر شیخ عبدالجلیل رح کے کپڑے دھویا کرتے تھے۔ اس وجہ سے گاذر (دھوبی) مشہور ہو گئے تھے[1]

تقویٰ آپ اہل تقویٰ تھے۔ بدبودار چیزوں سے نفرت رکھتے تھے۔ صاحب تحائف قدسیہ نے لکھا ہے کہ آپ کپڑے دھونے کے وقت صابن کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ صابن کی عفونت کپڑوں سے آتی تھی۔ اور نماز مکروہ ہو جاتی تھی۔[2]

لباس آپ اپنے اوپر سیاہ کمبل (بھورا) رکھتے۔ جوتا پھٹا پورانا ہوتا۔ منقول ہے کہ جب آپ لاہور میں تشریف لے گئے۔ تو مرزا احمد بیگ نے نئے کپڑے عمدہ۔ اور بیش قیمت جوتا نذرانہ میں پیش کئے۔ آپ نے اس کی خاطرداری کے واسطے زیب بدن فرمائے۔[3]

سماع و وجد آپ کو سماع میں بہت توغل تھا۔ میاں علی قوال۔ اور بی بی پرانی مطربہ آپ کو سرود سنایا کرتے تھے۔ اور آپ کی طبیعت محظوظ ہوا کرتی تھی۔ صاحب تحائف قدسیہ نے لکھا ہے ۔

پرانی نام بودہ مطربہ خوب افاقت دادے از آواز مرغوب

اور آپ کو وجد بھی ہوا کرتا تھا۔ وجد کی حالت میں بے حس و حرکت ہو جاتے۔ یہاں تک کہ قریب الموت پہنچ جاتے۔ پھر کہیں افاقہ ہوتا۔

وجد معکوس منقول ہے کہ ایک روز حضرت نوشہ صاحبؒ بمع اپنے یاروں کے شاہ مسکین قلندر مداری رح کے مکان پر پہنچے۔ وہاں سماع ہو رہا تھا۔ اور شاہ مسکین رقص کر رہے تھے۔ سب نے باطنی نگاہ سے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ پہلے آسمان پر پہنچ رہے ہیں۔ آنجناب نے حضرت پاک صاحبؒ کو فرمایا کہ تم بھی رقص کرو۔ آپ

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۱۵۷ [2] شاید اس زمانہ میں صابن ایسے ہوتے ہوں گے جن سے بدبو آتی ہوگی [3] بحوالہ تحائف قدسیہ ص ۲۲۲۔ سید شرافت

بھی غلبہ شوق سے رقص کرنے لگے، سب نے دیکھا کہ آپ پہنچتے آسمان پر کھڑے ہو کر رقص کر رہے ہیں۔ اور ہاتھ عرش معلیٰ پر پہنچ رہے ہیں۔ اُس وقت شاہ مسکین رح نے بطور طعن کہا کہ مرشد صاحب تو نیچے ہیں۔ اور مرید کے پاؤں چوستے آسمان پر۔ آپ اُس وقت بیہوش ہو کر حضرت نوشہ صاحبؒ کے قدموں میں آگرے۔ آنجناب نے آپ کے پاؤں میں رسّہ ڈال کر درخت پر اُلٹا لٹکا دیا۔ اور آپ دیر تک وجد و حال میں رہے۔ اُس وقت سے یہ طریقہ شروع ہو گیا کہ جب سلسلہ رحمانیہ کے درویشوں کو وجد ہوتا ہے۔ تو پاؤں میں رسّہ ڈال کر اُن کو درخت پر نشان کر دیتے ہیں[1]۔ تب کہیں اُس کے عشق کی آگ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ اس کو درویشوں کی اصطلاح میں "جیوڑے کا حال" کہتے ہیں۔ کتاب آب حیاتی میں ہے ؎

پہلا جیوڑا اونہیں پایا! تا ہئیں چڑھیا روپ سوایا!

فضائل و کمالات

آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ تمام خلفائے نوشاہیہ میں سے آپ ہر ایک وصف میں یگانہ تھے۔

پاک کا خطاب ملنا منقول ہے کہ جس وقت آپ وجد کی حالت میں چالیس روز تک پانی کے اندر دریا میں رہے جب آپ کو نکالا گیا۔ تو حضرت نوشہ صاحبؒ نے فرمایا۔ اے عبدالرحمٰن۔ آج حق تعالیٰ نے تم کو پاک کر دیا ہے۔ اور تو تکالیف زمانہ سے پاک ہو گیا ہے۔ اس روز سے آپ کا خطاب پاک رحمان یا پاک صاحبؒ مشہور ہوا[2]۔

بقول دیگر جس وقت آپ نے حضرت نوشہ صاحبؒ کے کپڑے دھو کر صاف کئے تو آنجناب رح نے فرمایا۔ اے عبدالرحمٰن تم نے ہمارے کپڑے پاک صاف کر دیئے۔ ہم نے تم کو پاک صاف کر دیا ہے۔ اس روز سے پاک صاحبؒ مشہور ہوئے۔

---

[1] نوشاہی فقیروں کی اصطلاح میں کسی چیز کے لٹکانے کو نشان کرنا کہتے ہیں ۱۲ ——— [2] تحقیقات چشتی ۱۲ سید شرافت

پیر صاحب کی نگاہ شفقت حضرت نوشاہِ عالیجاہ رح کی درگاہ میں جس قدر آپ کی منزلت تھی، کسی دوسرے یار کی نہ تھی، مفتی غلام سرور لاہوری رح کتاب خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل میں لکھتے ہیں۔

"شیخ عبدالرحمٰن المشہور بہ پاک رحمان نوشاہی قدس سرہٗ از کبار خلفائے حاجی محمد نوشاہ است در ولایت رتبہ عالی و درجہ معلّے داشت و عنایت و مہربانی حضرت پیر چندانکہ بحالِ وے مصروف بود بحالِ ہیچ کس از خلفائے عظام نبود بحدیکہ نوشاہِ عالیجاہ مریدانِ خود را برائے تکمیل بخدمت وے مامور فرمودے۔ و بعد از وفات آنجناب نیز بسیارے از خلفائے نوشاہیہ از خدمت عبدالرحمٰن بتکمیل رسیدند" بلفظہٖ۔

حضرت پاک رحمان نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت نوشہ صاحب رح کے بڑے خلیفوں میں سے تھے۔ ولایت میں رتبہ عالی اور درجہ بلند رکھتے تھے۔ حضرت پیر صاحب کی عنایت اور مہربانی جس قدر ان کے حال پر مبذول تھی، اس قدر بڑے بڑے خلیفوں میں سے کسی پر نہ تھی، حتیٰ کہ حضرت نوشاہِ عالیجاہ رح اپنے مریدوں کو تکمیل کے لیے ان کی خدمت میں جانے کا امر کرتے تھے۔ اور آنجناب کی وفات کے بعد بھی بہت سارے نوشاہی خلیفے شیخ عبدالرحمٰن کی خدمت سے تکمیل کو پہنچے۔

پیر صاحب کے دربار میں مقبولیت منقول ہے کہ حضرت نوشہ صاحب رح کی زندگی میں آپ اکثر انہیں کی خدمت میں رہتے تھے۔ آپ کی طبیعت مسکین تھی، اس لیے آپ کی مسکنت و غربت و صدق و اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے آنجناب آپ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے، اور آپ کے اعمال و اشتغال کو محبت اور قبولیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

پیر بھائیوں پر سبقت منقول ہے کہ جب حضرت نوشہ صاحب رح نے اپنے چھوٹے صاحبزادہ سید محمد ہاشم دریادل رح کی شادی کی۔ تو سب یاروں نے اپنے اپنے مقدور کے مطابق نذرانہ پیش کیا۔ اور سب کا خیال تھا کہ آج ہم پاک صاحب رح

سے بڑھ جائیں گے۔ کیونکہ وہ غریب آدمی ہے۔ چنانچہ آپ نے کافی جدو جہد کی۔ مگر آپ کو صرف پانچ کوڑیاں میسر ہوئیں۔ وہ لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ آنجناب نے نہایت فراخدلی سے قبول فرما سب مبلغات کے اُوپر رکھ دیں۔ اور فرمایا کہ یہ کوڑیاں دوسروں کے درم و دینار اور زرو مال سے افضل ہیں۔ کیونکہ جو خلوص قلب ان کے ساتھ شامل ہے۔ وہ دوسروں کے ساتھ نہیں سہ

ما بروں را ننگریم و قال را ❊ ما دروں را بنگریم و حال را

عشق و ذوق کا حصول

منقول ہے کہ جس وقت حضرت نوشہ صاحبؒ کا وقتِ وفات قریب ہوا تو اس وقت اکثر احباب موجود تھے۔ حضور نے فرمایا۔ میں اب دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ اگر کسی کی کوئی غرض یا حاجت ہو تو طلب کر لے۔ چنانچہ سب نے جو جو مقصد تھا۔ طلب کیا۔ حضرت سچیار صاحبؒ نے عرض کیا کہ مجھے دنیا اور دین دونوں چاہئیں۔ آنجناب نے دعائے خیر کی کہ تمہارے سلسلہ میں تا قیامت تک دولتمندی اور دین کی پابندی جاری رہے گی۔ پھر آپ کو بلایا اسے مستاذ۔ آپ حاضر ہوئے۔ فرمایا کچھ مانگ۔ آپ نے عرض کیا یا قبلہ مجھے نہ دنیا کی ضرورت ہے نہ دین کی۔ مجھے صرف آپ کی ذات کا عشق مطلوب ہے سہ

کفر کافر را و دین دیندار را ❊ ذرۂ دردت دلِ عطار را

آنحضرت رح نے فرمایا۔ قیامت تک عشق کا ظہور تمہارے سلسلہ میں رہے گا۔ چنانچہ واقعی آج تک آپ کے سلسلہ میں عشق و جذب و مستی متواتر چلا آ رہا ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے۔

"مخفی مباد کہ در فرقہ عالیہ نوشاہیہ	پوشیدہ نہ رہے کہ گروہِ عالیہ نوشاہیہ
ہمہ مردان صاحب حال و ذوق و سماع اند	میں سب لوگ حال اور ذوق اور سماع والے
اما در فرقہ عالیہ پاک رحمانی از حد زیادہ تر	ہیں۔ مگر پاک رحمانی گروہ میں حد سے بہت
مستی ست و شخصے را کہ حالت وجد رُو	زیادہ مستی ہے۔ جس شخص پر وجد کی حالت
میدہد رسن در پائے وے ساندا ختہ واژگون	طاری ہوتی ہے۔ اُس کے پاؤں میں رسہ

مے آویزند واگر ازیں عمل ہم بہوش نیاید رسن در پا انداختہ بر زمین مے کشند، و فرقہ پیر محمد سچیاری نیز اگرچہ صاحب حالت و سماع اندا ما ایں قدر مستی ندارند۔" بلفظہ

ڈال کر الٹا لٹکا دیتے ہیں، اور اگر اس عمل سے بھی وہ ہوش میں نہ آئے تو پاؤں میں رسّہ ڈال کر زمین پر کھینچتے ہیں، اور پیر محمد سچیاری گروہ میں بھی اگرچہ حالت و سماع والے لوگ ہیں مگر اس قدر مستی نہیں رکھتے۔

مقامات

ولایت یونسی انبیاء کرام میں سے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی تہہ میں چالیس روز تک خدا تعالےٰ کی تسبیح و عبادت میں مشغول رہے۔ اسی کے مطابق بقول صاحب تحقیقات چشتی حضرت پاک صاحب دریائے چناب کی تہہ میں چالیس روز تک مشغول عبادت رہے۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ولایت زیر قدم حضرت یونس علیہ السلام کے تھی۔ اور آپ یونسی المشرب تھے۔

مقام طہارت حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے حق میں آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ضمناً حضرت علی المرتضےٰ رض اور حضرات حسنین بھی شامل ہیں۔ اسی طرح آپ کو اُن کی تبعیت اور وراثت میں مقام طہارت سے حصہ ملا۔ اور "پاک" کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔

مقام صمدیت حدیقۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ کو مقام صمدیت حاصل تھا۔ اور اس کے غلبہ سے آپ کا کھانا، پینا، سونا بالکل موقوف ہوگیا تھا۔ کتاب تحفۃ الابرار میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ "مقام صمدیت از مقام سالکان ست"۔ یعنی صمدیت کا مقام سالکوں کے مقامات سے ہے۔

صمدیت کے مراتب

صمدیت کے چار مرتبے ہیں۔ صمدانیۃ الجسمانیہ۔ صمدانیۃ الارواح۔ صمدانیۃ العقول۔ صمدانیۃ الطبائع۔ ان کی تشریح میں علامہ شیخ احمد بن علی البونی رح نے کتاب شمس المعارف الکبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے۔

واعلم انہ قد اجمع السلف رضی اللہ عنہم علی ان الفتح الربانی والکشف الصمدانی لا یصلح لمن فی معدتہ مثقال ذرۃ من الطعام وھو حد الصمدانیۃ الجسمانیۃ واختلف فی ذٰلک فقیل یکون فی اسبوعین والاشھر عندھم لا یکون الا بتمام الاربعین وھو ما شرطہ اللہ فی حق کلیمہ موسٰی علیہ السلام فی الاربعین لتطھر معدتہ من کثائف الاغذیۃ فتقوٰی روحانیۃ روحہ ویصفو عقلہ ویقوی قلبہ وتطیب نفسہ فھٰذہ صمدانیۃ الارواح وقد حدھا السلف الصالح الٰی ستین یوما وفیھا تدرک عجائب الملکوت ولطائف الجبروت واسرار الملک واما صمدانیۃ العقول لمجموع الذات الانسانیۃ فسبعون یوما وھی انتھاء المدۃ للمتریضین ومنھا نشاۃ اخرٰی مختصۃ بانوار اختصاصیۃ لم یعھدھا

جاننا چاہیئے کہ سلف نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ربانی کشائش اور صمدانی کشف، جس شخص کے معدہ میں ذرہ بھر بھی طعام ہو اس کو حاصل نہیں ہوتا اور یہ حد صمدانیت جسمانیہ کی ہے۔ اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے کہا کہ دو ہفتہ میں حاصل ہوتا ہے اور ان کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ سوائے چالیس دن پورے کرنے کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ جو حق تعالیٰ نے حضرت موسےٰ کلیم اللہ کے حق میں چلہ شرط کیا تھا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ اس کا معدہ کثیف غذاؤں سے پاک ہو جائے۔ اور اس کے روح کی روحانیت طاقت پکڑ جائے اور عقل صاف ہو جائے۔ اور دل قوی ہو جائے اور نفس پاکیزہ ہو جائے۔ پس یہ صمدانیت ارواح ہے۔ سلف صالحین نے اس کی حد ساٹھ دن مقرر کی ہے۔ اس میں ملکوت کے عجائبات اور جبروت کے لطائف اور ملک کے اسرار ادراک ہوتے ہیں اور صمدانیت عقول ذات انسانیہ سمیت ستر دنوں میں ہے

احد من ارباب الاحوال ولا من مراتب
الاعمال فتكشف له الاسرار ويرفع عن
اسراره الاستار وهو الذی مات بالفناء
ثم احیی بالبقاء وهذه آخر مرتبة
الصمدانية فی الانسانية مجموع علمها
وانواع تجلیاتها واما صمدانية
الطبایع فحدها ثمانية وعشرون یوما
ولا اقل لسالك مبادی اسرار الصمدانية
من احد اربعین یوما۔ انتهٰی

اور ریاضت کرنے والوں کے لیے یہ انتہائی مدت
ہے۔ اس میں دوسری پیدائش ملتی ہے۔ جو خصوصی
انوار کے ساتھ مختص ہے۔ ارباب احوال میں
سے کسی نے اس کو محدود نہیں کیا۔ اور نہ ہی مراتب
اعمال میں گنا ہے۔ اس کے لیے اسرار کھول دیئے
جاتے ہیں، اور اس کے بھیدوں سے پردے
اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ شخص ایسا ہے جو
فنا سے مرگیا اور بقا سے زندہ ہوا۔ اور انسانیت
میں صمدانیہ کا آخری مرتبہ ہے۔ اس کے تمام علوم
اور اقسام تجلیات کا جامع ہے۔ اور صمدانیت
طبائع کی حد اٹھائیس [۲۸] دن ہے۔ اور اسرار صمدانیت
کے شروع میں سالک کے واسطے اکتالیس [۴۱] دن
سے کم میعاد نہیں۔

فائدہ: مؤلف کتاب ہذا سید شرافت نوشاہی عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ حضرت پاک
صاحبؒ کو مقام صمدانیت کے سب مراتب پورے پورے حاصل تھے۔ اگر کسی کو آپ
کے مقامات و مناقب دیکھنے کا شوق ہو تو وہ میرے رسالہ یواقیت والمرجان فی
مناقب الشیخ عبد الرحمٰن کا مطالعہ کرے۔ جو فارسی زبان میں ہے۔ اس میں میں
نے آپ کے مقامات کی مفصل تشریح اصطلاحات صوفیہ کرام کے مطابق کی ہے اور
وہ وجوہات وہ لکھے ہیں۔ جن کی وجہ سے آپ کو اپنے سب پیر بھائیوں پر فضیلت
حاصل تھی۔

آپ کی زیارت — فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کو بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ پہلی
مرتبہ خواب میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ایک
... پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے خلیفہ راسخ الاعتقاد شیخ برخوردار رحمۃ اللہ علیہ بھی

خدمت میں بیٹھے ہیں۔

کرامات

آپ سے اکثر خوارق کا ظہور ہوتا تھا۔

مکاشفہ آپ کو کشف جلی حاصل تھا۔ آپ کی نظر فیض اثر تحت الثریٰ سے فوق العرش تک گذر جاتی تھی۔ لوگوں کے ضمیر سے آپ کو آگاہی ہو جاتی تھی

سخت آندھی میں چراغ روشن رہنا منقول ہے کہ جب آپ نے بجری شریف میں ڈیرہ لگایا تو یہاں سے ہندو فقیر ڈوندو رام کو اٹھا دیا۔ یہ واقعہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اُس نے جاتی دفعہ کہا کہ میں تیرا چراغ یہاں جلنے نہیں دوں گا۔ آپ نے فرمایا یہ چراغ خدا کا روشن کیا ہوا ہے تیرے بجھانے سے نہیں بجھے گا ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

چونکہ وہ فقیر بھی مستجاب الدعوات تھا۔ اس کے تصرف سے عُرس کے دن میں سخت ہوا شروع ہو جاتی ہے مگر آپ کا یہ تصرف ہے کہ چراغ گل نہیں ہوتے ویسے ہی جلتے رہتے ہیں۔ آج تک یہ دونوں باتیں جاری ہیں۔ بلکہ اُس ہوا کو اکثر لوگ آپ کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ "آج شاہ رحماں چل رہا ہے"

فائدہ:۔ یہ کرامت ممکنات سے ہے۔ جیسا کہ شیخ شہاب الدین جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ (کبیر الاولیاء) کے مزار پر کیسی ہی سخت ہوا چلے۔ چراغ گل نہیں ہوتا۔[1]

سانپوں کا زہر بند ہونا منقول ہے کہ جس وقت آپ نے مرشد صاحب کی خدمت سے آ کر بجری شریف ڈیرہ لگایا۔ آپ کے مکان کے قریب ایک بڑا زہریلا سانپ رہتا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا حضرت آپ یہاں ڈیرہ نہ لگا دیں۔ یہاں خطرناک سانپ ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی فکر نہ کرو

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۱۴۴۔ سید شرافت

یہاں کے سانپ بمنزلہ مینڈک ہو جائیں گے۔ چنانچہ واقعی ایسا ہی ہو گیا۔ عام لوگوں کا بیان ہے کہ تا زمانہ حال اس سر حد میں ... سانپ کے ڈسنے سے کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔

طعام کثیر کھا جانا

منقول ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ نے اپنے بڑے صاحبزادہ حافظ برخوردار کی شادی کی زیارت کے ہمراہ کافی سوار اور پیادے تھے۔ آپ (پاک صاحبؒ) بھی ہمراہ تھے۔ جب بمقام ٹینگلے کوزم کے گھر پہنچے تو انہوں نے سینکڑوں آدمیوں کا کھانا پکایا تھا ... اور براتیوں کو کھانے کے لیے بلایا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ ہمارے پیر صاحب نے کھانا باندھ دیا ہے۔ کوئی شخص کھا نہ سکے گا۔ حضرت نوشاہ عالیجاہ نے جب سُنا تو فرمایا کہ پہلے ہمارے مستانہ فقیر کو لے جاؤ اس کو بھوک لگی ہے۔ اس کے بعد دوسرے براتی کھائیں گے چنانچہ آپ کھانے بیٹھ گئے۔ جو کچھ انہوں نے پکایا ہوا تھا۔ وہ سب کھا گئے۔ ابھی بھوک باقی تھی۔ اہل خانہ تائب ہوئے اور معافی لی۔

عُرس پر دریا کا پانی

منقول ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں حضرت نوشہ صاحبؒ کا عُرس کرنا شروع کیا تھا۔ اس قدر خلقت جمع ہو جاتی جس کا اندازہ نہ تھا۔ آپ کے مکان پر ایک ہی کنواں تھا۔ اُس کا پانی ختم ہو جایا کرتا اور مخلوق کو بہت تکلیف ہوتی۔ ایک بار آپ نے اپنے مرشد ارشد کی روحانیت سے التجا کی حکم ہوا کہ کوئی غم نہ کرو۔ اس روز دریائے چناب کا پانی وہاں پہنچ جایا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا کہ نو دیں جیٹھ کو دوپہر کے وقت کنواں کا پانی خشک ہو جاتا۔ ایک گھنٹہ چلاتا بند کرتے۔ تو نیچے سے دریا کا پانی پھوٹ آتا۔ جو پھر ختم نہ ہوتا۔

فائدہ :- یہ کرامت ہمارے زمانہ تک جاری رہی۔ کہ واقعی دریا کا پانی کنواں سے برآمد ہونے لگتا۔ اُس کے سارے اوصاف۔ کھاری ہونا۔ کف ہونا۔ دیاری لکڑیوں کے ٹکڑے برآمد ہوتا۔ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ اب چند سال گذرے ہیں کہ صاحبزادگان روحانیہ نے اپنے سالانہ فائدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ اس میں لوہے کی مال ڈلوائی

ہے۔ اب سارا سال ہی اُس میں پانی ختم نہیں ہوتا۔

دہلی میں ہنگامہ وجد و سماع

منقول ہے کہ ایک مرتبہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے وجد و سماع کی تحقیق کے لیے عام مشائخ کو دہلی میں مدعو کیا۔ چنانچہ آپ کو بھی حسب الحکم شاہی جانا پڑا۔ آپ نے لاہور میں اپنے خلیفہ قاضی عبدالرحمٰن لاہوری رح کے پاس چند روز قیام کیا۔ وہاں سے اُن کو اور شاہ فاضل بلند لاہوری رح بھی ہمراہ ہو لیا۔ دہلی کے فقراء نے آپ کا استقبال کیا۔ جب بادشاہ کے روبرو مجلس سماع منعقد ہوئی۔ سب نے کیفیت کو ضبط کرنے کی کوشش کی۔ اور بیان کے خوف سے وجد و اضطراب کا اظہار نہ ہونے دیا۔ آپ نے شاہ فاضل پر نگاہ کی۔ اس کو وجد ہوا۔ اس وقت حضرت الیاس علیہ السلام تشریف لائے۔ اور آپ کو تسلی ہوئی۔ کوئی فکر نہ کرو حق تعالیٰ تمہاری عزت رکھے گا۔ چنانچہ شاہی حکم سے شاہ فاضل پر تلوار چلائی گئی۔ مگر اُن پر کچھ اثر نہ ہوا۔ جب ان کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اب تلوار مارو تو سر کٹ جائے گا۔ چنانچہ اورنگ زیب پکا معتقد ہو گیا۔ اور آپ کو نذرانہ کثیر پیش کیا۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا ہمارے لیے الفقر فخری کا خزانہ ہی کافی ہے۔ آپ نے بادشاہ کو نصیحت فرمائی کہ فقیروں کے ساتھ محبت کرنا۔ اور ان کو مشارت پیش نہ آنا۔ پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

عام لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے بعد بادشاہ نے ایک کنواں خرچ درگاہ کے واسطے نذر کیا جو آجکل درگاہ رحمانیہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر بطرف شمال موجود ہے۔

جامع مسجد دہلی کو قبلہ رُخ کرنا

منقول ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں سلطان ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہان بادشاہ رح نے دہلی میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اتفاقاً اُس کا رُخ قبلہ سے ذرا ہٹ گیا۔ بادشاہ کو بڑا غم لاحق ہوا۔ اولیاء اللہ کی تلاش میں ہوا کہ کوئی ایسا مرد کامل ہو جو اپنے تصرف سے اس کو سیدھا کر دے۔ آخر سننے میں آیا۔ کہ حضرت نوشہ گنج بخش رح کے خلیفوں میں سے شیخ عبدالرحمٰن پاک رح ہجری شریف میں رہتے ہیں۔ وہ بڑے صاحب تصرف ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنا ایک

کاردار آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ اُس وقت تالاب پر کپڑے دھو رہے تھے۔ جب وہ آپ کے قریب آیا تو آپ نے از راہِ کشف اُس کے ضمیر سے آگاہ ہو کر کپڑے کو سخت مروڑا۔ اور فرمایا جاؤ مسجد قبلہ رُخ ہو گئی ہے۔ کاردار واپس چلا گیا۔ امر الٰہی ایسا ہوا کہ اُسی وقت دہلی میں مسجد قبلہ رُخ ہو گئی ہے[1]

فائدہ: عمارات کو منقلب کرنا اولیاء اللہ کے تصرفات میں سے ہے۔ چنانچہ حاجی اسمٰعیل غوری مجددی رحمۃ اللہ علیہ لاہور مسجد محبت خاں میں مراقبہ کر رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ ذرا قبلہ سے پھری ہوئی ہے۔ اس کو کرامت سے سیدھا کر دیا[2]

ایک سہروردی درویش کو فیض دینا منقول ہے کہ ایک مرتبہ سہروردی مشائخ میں سے ایک درویش آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میں دہلی سے چل کر آیا ہوں۔ اور وجد کا طالب ہوں۔ آپ نے اُس کی طرف دیکھا۔ لیکن اس کو کوئی تاثیر نہ ہوئی۔ پھر دیکھا پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ اُس نے شکایتاً کہا کہ جب تک زمین اور آسمان کو وجد نہ ہو گا۔ سہروردی کو ہر گز جنبش نہ ہو گی۔ آپ نے اُس وقت اپنے پیر حضرت نوشہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے استمداد کی۔ اور تیسری دفعہ اس کو دیکھا۔ وہ تڑپ کر زمین پر گر پڑا۔ اور وجد و رقص کرنے لگا۔ تین روز تک اُسی حالت میں رہا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا کہ مجھے زمین اور آسمان سب وجد کرتے دکھائی دیئے۔ اس لیے مجھ کو بھی اپنے آپ پر ضبط نہ رہا۔ اُس کے بعد وہ آپ کی خدمت سے فیض پا کر واپس دہلی چلا گیا۔

صحرائے گاجر گولہ کو دعا منقول ہے کہ آپ کے درویش شاہ غریب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی گائیں چرانے کے واسطے اپنے گاؤں گاجر گولہ میں لے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد واپس لے آئے۔ اور عرض کیا کہ اب جیٹھ ہاڑ کے مہینے

[1] کتاب تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان جلد ۳ ص ۲۴۰ میں یہ کرامت شاہی مسجد لاہور کے متعلق لکھی ہے اور اُس کے معمار کا خدمت میں آنا لکھا ہے ۱۲ [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۱۱۲۔
سید شرافت نوشاہی

ہیں۔ اب گھاس نہیں جلتا۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔ جتنی پرسکی ہوا چلے گی۔ اُتنا ہی گا جر گولہ کے کلڑ (صحرا) کا گھاس سرسبز ہوتا جائے گا۔ چنانچہ آپ کی دعا سے زمانہ حاضرہ تک گا جر گولہ کا کلڑ گرمیوں میں سرسبز رہتا ہے۔

ایک فوت شدہ کا زندہ ہونا

منقول ہے کہ آپ کے خلیفہ صادق شیخ برخوردار ہرل رہ کا۔ ایک بیٹا موضع بچہ چھٹر میں شادی شدہ تھا۔ وہ مکلاوہ لینے کے واسطے روانہ ہوا۔ والد کے حکم کے مطابق پہلے بھیری شریف میں آیا۔ آپ کو سلام آداب کیا۔ اور رخصت چاہی۔ آپ نے اجازت نہ دی۔ آخر بے اجازت سسرال میں چلا گیا۔ آپ کی غیرت سے اُسی رات اُس کو ذات الجنب اٹھا اور صبح کو جان بحق ہوا۔ اُس کی نعش ہرلا نوالی میں پہنچائی گئی۔ سارے خاندان کو سخت صدمہ ہوا۔ اُس کی اہلیہ جو نئی دلھن تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ اب میرا کون ہے؟ آپ کو اُس کی حالت زار پر رحم آیا۔ اور فرمایا۔ بیٹی تم کوئی اندیشہ نہ کرو۔ تمہارا شوہر روزانہ رات کے وقت اگر تم کو مل جایا کرے گا۔ لیکن یہ راز افشا نہ کرنا۔ چنانچہ چھ ماہ تک رات کو وہ شخص زندہ بجسد مثالی اپنی بیوی کے پاس آکر ملاقات کرتا رہا۔ آخر اُس نے اپنی ساس کو بتا دیا۔ اُس دن سے اُس کا آنا بند ہو گیا۔ مولانا اثر جالندھری رہ نے خوب فرمایا ہے ؎

پاؤں کی ٹھوکروں سے جلاتے ہیں مُردوں کو　　　جو اِن کے خاندان کے اَدنےٰ فقیر ہیں!

میاں شادی کو مردہ زندہ کرنے کی دعا دینا

منقول ہے کہ آپ نے اپنے مرید میاں شادی لوہار ساکن کیلیانوالہ کو دعا فرمائی تھی کہ تم اگر بیمار پر نظر کرو گے تو شفا پائے گا۔ اور اگر مُردہ پر نظر کرو گے تو زندہ ہو جائے گا۔ اور اگر فاسق پر نظر کرو گے تو وہ ولی اللہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ میاں شادی کی توجہ سے تین مُردے زندہ ہوئے۔ اور کئی بیمار صحت یاب ہوئے اور کئی گمراہ ہدایت پا گئے۔[1]

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ خزینۃ الاصفیاء جلد اول میں اس کا نام شیخ سعدی لکھا ہے۔ مگر شادی صحیح ہے۔ سید شرافت ۱۲

مولوی فتح محمد پر توجہ مولوی فتح محمد صاحب متوطن رام کے چھٹہ سے منقول ہے کہ میں کیلیانوالہ میں علم فقہ و حدیث کی تحصیل میں مشغول تھا۔ آپ کے سرود سننے اور وجد و رقص کا عام چرچا سننے میں آیا۔ ایک روز میں احتساب کی خاطر بھڑی شریف میں چلا گیا۔ میری بغل میں کتاب تھی۔ آپ نے میری طرف نگاہ فرمائی۔ میں اُسی وقت بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ دیر کے بعد ہوش آئی تو میں آپ کے ارادت مندوں میں داخل ہو گیا۔[1]

علمائے وزیرآباد کا مسخر ہونا منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ معہ یاران طریقت وزیرآباد میں تشریف فرما تھے۔ مجلس سماع منعقد تھی۔ آپ اُس وقت طہارت کے لیے باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ آپ کے پیچھے شہر کا قاضی معہ سپاہیوں کے آیا۔ رباب کو توڑ ڈالا۔ اور قوالوں کو قید کر کے جیل میں بھیجدیا۔ آپ جب مجلس میں آئے۔ تو حاضرین نے سرگزشت سُنائی۔ آپ اُسی وقت قاضی کی عدالت میں چلے گئے۔ اور ایسا تصرف فرمایا کہ قاضی صاحب مطیع ہو گیا۔ اور اپنے گناہ کی معافی لی۔ اس کے علاوہ تمام علمائے شہر مسخر ہو گئے۔ پھر سرود شروع ہوا۔ اور قاضی صاحب اور دیگر علماء سنتے رہے۔[2]

حافظ برخوردار کو عشق کی دعا منقول ہے کہ جب حافظ برخوردار مفتی گنجہ چھٹہ نے لاہور کے مفتی اعظم کے آگے آپ کے سُرود سننے کی شکایت کی۔ اور آپ لاہور طلب کئے گئے۔ چنانچہ یہ واقعہ مفصل لکھا جا چکا ہے۔ اُس وقت آپ کو طبیعت پر جلال غالب ہوا۔ اور فرمایا برخوردار کو عاشقانِ حقیقی کا پتہ نہیں۔ اس کو عشق مجازی کا ایک چسکہ چکھایا جائے گا۔ چنانچہ امرِ الٰہی ایسا ہوا کہ حافظ برخوردار کسی تقریب میں موضع ڈالہ واہگہ ضلع سیالکوٹ میں گئے۔ وہاں ایک زمیندار دوشیزہ لڑکی پر عاشق ہو گئے۔ اور اس کے عشق میں چوڑ ہیگری کا پیشہ اختیار کیا تاکہ محبوبہ کے پاس کسی بہانہ سے پہنچ سکیں۔ اور اس کے عشق میں بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔

---

[1] ص۲۰۲ تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

اسی جذبہ میں شاعر بھی بن گئے۔ آخر آپ کی خدمت میں آکر قصور معاف کرایا۔ اور مُرید ہو گئے۔ آپ کی توجہ سے عشق مجازی، حقیقی سے تبدیل ہو گیا۔

بُچہ کے لوگوں کا مرید ہونا منقول ہے کہ حبیب حافظ برخوردار مفتی بُچہ آپ کے مُرید ہو گئے۔ تو وہاں کے اکثر لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں آ ئے۔ انہوں نے ایک کنواں آپ کی نذر کیا۔ جو بنام چاہ رحموں والا مشہور ہو گیا۔

خواجہ فضیل کابلی کا فیض سلب کرنا منقول ہے کہ حضرت خواجہ فضیل کابلی رح جو حضرت نوشہ صاحب رح کے اکابر خلیفوں سے تھے۔ وہ بڑے غیور اور صاحب جذبہ تھے۔ شیر کی سواری کرتے۔ اور صاحب باطن درویشوں کا فیض سلب کر لیتے۔ اسی طرح کئی درویشوں کو خالی کر کے بھڑی شریف پہنچے آگے آپ تالاب پر جا کر کپڑے دھو رہے تھے۔ وہاں جاکر ملاقات کی۔ اور شیر کا کھانا طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا بچھڑا جھاڑیوں کے پیچھے چر رہا ہے۔ شیر کو اُدھر کر دو۔ شیر کو اُس طرف کر دیا۔ اور خود مصروف گفتگو ہوئے۔ چند ساعت بیٹھ کر رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔ اور آپ سے بغلگیر ہوئے۔ آپ نے ان کا سارا فیض سلب کر لیا۔ وہ سخت نادم ہوئے۔ اور اپنا شیر طلب کیا۔ دیکھا تو بچھڑا شیر کو کھا رہا تھا۔ صرف دُم ابھی باقی تھا۔ آخر خواجہ صاحب بحالت زار حضرت نوشہ صاحب رح کی خدمت میں پہنچے۔ انھوں نے آپ کو بھی طلب کیا۔ آپ بھی ساہن پال شریف حاضر ہوئے۔ اُن کا فیض آپ سے واپس کرایا۔ اور خواجہ صاحب رح کو حکم دیا کہ تم کابل میں ہی رہنا۔

فائدہ: شیر اگرچہ جنگل کا بادشاہ ہے۔ لیکن اولیاء اللہ کے تصرف سے چرندہ حیوانات شیروں پر غالب آسکتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ترکمان بیابانی رح کی بکریوں نے شیر کو بھگا دیا تھا۔[1]

شیخ لدھا چشتی کا فیض سلب کرنا منقول ہے کہ ایک دن آپ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ شیخ لدھا نامی ایک چشتی درویش

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۱۳۳۔ سید شرافت

جو قصبہ میانی کا ہے۔ اور دریائے راوی پر ڈیرہ رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ زمانہ موجودہ کے اولیاء اللہ میں صرف میں اکیلا مرد ہوں۔ باقی سب درویش عورتیں ہیں۔ آپ نے جب یہ بات سُنی۔ تو دل میں غیرت سے جوش آیا۔ اور باطنی توجہ سے اُس کا فیض سلب کرلیا۔ اور باطنی طور پر گرفتار کر کے مجلس میں لا حاضر کیا۔ سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رح وہاں موجود تھے۔ انھوں نے شیخ برخوردار رح کو فرمایا دیکھو۔ وہ شخص جو اپنے مرد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اب آپ کے دروازہ پر خادموں کی طرح بیٹھا ہے۔ سب لوگوں نے بچشم باطن اس کو دیکھا۔ [۱]

حافظ جمال اللہ کو علم کی دُعا دینا

منقول ہے کہ حضرت سید حافظ جمال اللہ نقیہ اعظم برخورداری رح تحصیلِ علم کے واسطے بچپن میں ستائیس ۲۷ سال تک رہے۔ ایک مرتبہ تعطیل کے دن آپ کی زیارت و ملاقات کے واسطے پھڑی شریف چلے گئے۔ جب دوسرے دن رخصت طلب کی۔ تو آپ نے فرمایا صاحبزادہ صاحب آج رہو۔ انھوں نے کہا بابا جی! میرا مطالعہ کا ناغہ ہو جائے گا۔ آپ نے اُن کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا صاحبزادہ صاحب آج رہو۔ ہم آپ کا مطالعہ کر دیں گے۔ چنانچہ اُس روز سے اُن پر علوم ظاہری اور باطنی کے دروازے کھل گئے۔ [۲]

نیز حضرت پاک صاحب رح نے اُن کے حق میں فرمایا۔ "تاثیر ایں صاحبزادہ خیلے سخت خواہد بود" یعنی اس صاحبزادہ کی تاثیر بہت سخت ہوا کرے گی۔ [۳]

فائدہ: آپ کی دعا ایسی کارگر ہوئی کہ سید حافظ جمال اللہ صاحب رح کی اولاد میں بھی علماء و فضلا متواتر شا ہوتے چلے آئے۔ مؤلف کتاب ہذا فقیر سید شرافت عافاہ ربہ کو بھی اُن کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد

چھ روز میں بقا باللہ تک پہنچانا

منقول ہے کہ جب حضرت سید شاہ عصمت اللہ صاحب رح آپ کی بیعت ہوئے تو آپ نے چھ روز میں ان کو فنا فی الشیخ۔ فنا فی الرسول۔ فنا فی اللہ کی منزلوں سے گذار کر

---

[۱] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [۲] بحر مکتوم ۱۲ [۳] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

منزل بقا باللہ تک پہنچا دیا تھا۔[1]

قبر کا بلند نظر آنا آپ کے روضہ اطہر میں دو قبریں ہیں۔ مغربی آپ کی۔ اور مشرقی آپ کے بڑے بھائی شیخ اللہ داد صاحبؒ کی۔ عام طور پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ سارا سال شیخ اللہ داد صاحبؒ کی قبر اونچی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن عرس شریف کے دنوں میں آپ کی قبر بلند معلوم ہوتی ہے[2]

فائدہ: عمارتوں میں بھی اولیاء اللہ کا تصرف اثر انداز ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ علاء الدین نبیرہ بابا فرید صاحبؒ کا گنبد بابا صاحبؒ سے بلند ہے۔ لیکن اُن سے چھوٹا معلوم ہوتا ہے[3]

یادگار درخت منقول ہے کہ آپ گاؤں سے دُور ایک جوہڑ پر کھڑے ہو کر قصیدہ غوثیہ کی منزل کیا کرتے تھے۔ اکتالیسویں روز ڈڈیانہ نام کھتری ساکن رتہ دھوتڑاں خدمت میں آیا ——— اور عرض کیا کہ میرے گھر اولاد نہیں میرا نام کون لے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اولاد تو تیری قسمت میں لکھی نہیں۔ آپ نے اپنا عصا گاڑ دیا۔ اور وہ سرسبز ہو گیا۔ اور درخت بیر بن گیا۔ آپ نے فرمایا تیرا نام اس کے ذریعہ رہے گا۔ چنانچہ آج تک وہ ڈڈیانی بیر مشہور ہے۔ میں نے بھی اُس کو ۱۳۴۶ھ میں دیکھا ہے۔

بروایت دیگر اس طرح منقول ہے کہ جس تختے پر آپ کپڑے دھویا کرتے تھے وہ سرسبز ہو کر ٹاہلی بن گئی تھی۔ اور جو کلا تھا وہ سبز ہو کر بیر بن گیا[4] سکھوں کی حکومت میں قلعہ تجا سنگھ والے سردار تجا سنگھ نے وہ ٹاہلی اپنے مکانوں کے واسطے کٹوائی۔ جس وقت گڈا پر لادی۔ تو ذات الجنب اٹھا۔ اور فوراً مر گیا۔ پھر وہ ٹاہلی دربار شریف پہنچائی گئی۔ اُس ٹاہلی سے دربار شریف کا دروازہ۔ اور دو دالانوں کے تردے بن گئے۔

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [2] میرے مشاہدہ میں یہ بات نہیں آئی۔ لوگوں کی زبان سے لکھ دی ہے ۱۲ منہ
[3] تذکرہ اولیائے ہند جلد اص ۸۶ [4] تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان جلد ۳ ص ۲۲۰
سید شرافت۔

یادگار مکان بمقام چھڑی شریف جس مکان میں حضرت پاک صاحبؒ کی خانگی سکونت تھی۔ آج کل ۱۳۷۶ھ میں اُس جگہ پر صاحبزادہ غلام حسین بن میاں اللہ دتہ زمانی۔ اور صاحبزادہ عمرالدین المعروف نوشی محمد بن میاں محمد عالم بختاوری۔ اور صاحبزادہ اسمٰعیل بن میاں حیات محمد زمانی۔ تینوں صاحبان آباد ہیں۔ اور اپنے اپنے حسب مقدور مکانات سکونتی بنائے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

عملیات

تولید فرزند کے واسطے کتاب لطائف گل شاہی میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ نے فرمایا ہے اگر کسی عورت کو بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو اس کے حمل پر ہاتھ رکھ کر یہ دُعا سات مرتبہ پڑھے۔ اور اگر لڑکیاں ہوتی ہوں لڑکا نہ ہوتا ہو تو جب حمل کو تین ماہ گذر جائیں۔ تو اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر یہ دُعا پڑھے اور سات روز تک متواتر یہ عمل کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا پیدا ہوگا۔ مجرب ہے دعا یہ ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بسم اللہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔ سمیت ما فی ھذا البطن محمد فاجعلہ محمد وان لم یکن محمد"

فائدہ:۔ میں کہتا ہوں کہ شوہر کے واسطے اجازت ہے کہ اپنی عورت کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے۔ غیر محرم کے واسطے اجازت نہیں۔

سب مرضوں کے واسطے حضرت پاک صاحبؒ کا وہ جوہڑ جس پر آپ کپڑے دھویا کرتے تھے۔ اُس پر جو مریض اتوار کے دن جا کر نہاوے۔ وہ شفا پا جاتا ہے۔ خصوصاً اٹھرا۔ پچھا داں۔ اور کُڑ بہہ کے مریض اُس پر جا کر نہلتے ہیں۔ اور صحت پا جاتے ہیں۔ دُور دراز کے لوگ اُس جوہڑ د چھپڑ) کی مٹی لے جاتے ہیں۔

شعرگوئی نہ آپ شاعر تھے۔ نہ شعرگوئی آپ کا شیوہ تھا۔ مگر حضرت سید عمر بخش برخورداری رسول نگری رح نے رسالہ بخشش گدا میں آپ کی زبان کا ایک شعر درج کیا ہے۔ جو آپ نے حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان کو مخاطب کر کے بطور رمز توحید بولا تھا۔

شعر

عصمت اللہ تمہارا اسم اللہ
الآن کما کان ہمیشہ قل ھو اللہ

کلمات طیبات

حضرت پاک صاحب رح نے فرمایا ہے۔ میرا فقیر ہر مجلس میں مظفر و فتح مند رہے گا۔ اگر میرے زرد لشکر منکروں کی مجلس میں جائیں گے۔ تو منکرین خائب و خاسر ہوں گے۔ اگر کوئی مخالف ان پر احتساب کرے گا تو ان کے سامنے لاجواب ہو جائے گا۔

معترفین کمالات

آپ کی توصیف میں کئی بزرگوں نے کلام فرمایا ہے۔

۱۔ آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت نوشہ گنج بخش رح نے آپ کے متعلق فرمایا "میاں عبدالرحمٰن فقیر ہو گا۔"[1]

۲۔ سید محمد ہاشم دریادل فرزند اصغر حضرت نوشہ صاحب نے اپنے بھتیجے سید عصمت اللہ کو فرمایا "اگر طلب راہ حق داری پیش میاں عبدالرحمٰن ساکن موضع بھڑی برو"[2] یعنی اگر تم کو خدا کے راستہ کی طلب ہے تو بھڑی میں میاں عبدالرحمٰن کے پاس جاؤ۔

۳۔ شیخ برخوردار بہل رح نے فرمایا "مرشد زمان میاں عبدالرحمٰن بحر مواج عشق و جذب ست و موج دریائے انوارش از بالائے اشجار میرود"[3] یعنی زمانہ کے پیشوا میاں عبدالرحمٰن عشق و جذب کے دریائے ناپیداکنار ہیں۔ آپ کے انوار تجلیات کی لہریں

[1][2][3] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت۔

درختوں کے اُوپر سے گذر رہی ہیں۔

۴۔ مرزا احمد بیگ لاہوری رح نے فرمایا: "میرے پیر شیخ عبدالرحمٰن نے غیر حق سے اپنا چہرہ اور آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اور ایسے محو و مدہوش ہیں کہ اُن کو کسی کی خبر ہی نہیں۔ تمام عالم ان سے راہِ حق کے طلب گار ہیں۔ اور تمام عال ان کے درسِ عشق کے شاگرد ہیں۔ آپ سَر سے پاؤں تک شریعت کے پابند اور اہلِ دین ہیں"[۱]

۵۔ فقیر سید غلام محی الدین بخاری لاہوری رح نے فرمایا" شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب رح کے کثرتِ فیضان کا ان کے زمانہ میں اس قدر غلغلہ تھا کہ شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح کو اُن کے پیر بھائی ہونے کی نسبت سے پہچانا جاتا تھا"[۲]

اولاد

آپ کی اہلیہ کا نام حضرت زُہرہ بیگم المعروف بی بی ظہری تھا[۳]۔ اُن کے بطن سے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔ صرف تین بیٹیاں ہوئیں۔

۱۔ حضرت جواہر خاتون ——— یہ تارکہ مجردہ رہیں۔ نکاح نہیں کیا۔

۲۔ حضرت حسین خاتون ——— منکوحہ میاں ابراہیم المعروف عبدالرحیم بن جانی عُرف کیڑد۔

۳۔ حضرت فتح خاتون ——— منکوحہ میاں عبدالکریم المعروف شکر علی بن شیخ اللہ داد عُرف بھند۔

مشہور یہی ہے کہ آپ کی تین بیٹیاں تھیں۔ جن کے نام مذکور ہوئے۔ لیکن مفتی غلام سرور لاہوری رح نے کتاب تاریخ مخزنِ پنجاب میں لکھا ہے: "شاہ رحمان کے گھر کوئی بیٹا نہ تھا۔ چار لڑکیاں تھیں"۔

یہ کتاب ۱۳۸۵ھ میں تصنیف ہوئی۔ اور مفتی صاحب نے بھڑی کے چشم دید حالات

---

[۱] تحائف قدسیہ ص ۲۲۰ [۲] تشریف الفقرا المعروف حقیقتِ سراہیہ [۳] تذکرہ نوشاہیہ از سید شرافت

موقعہ پر جا کر لکھے۔ اس لیے جو واقعات متولیان درگاہ نے اُس وقت لکھوائے۔ وہ بہ نسبت اسی شنید حالات کے زیادہ معتبر ہیں۔ چونکہ انہوں نے اُس وقت آپ کی چار بیٹیاں لکھوائیں۔ اس لیے یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

نیز چار بیٹیاں ہونے کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ آپ کے ایک داماد میاں ابراہیم بوجانی کی اولاد ابتداء سے ہی دو حصّہ درگاہ کے مالک ہیں۔ اور دوسرے داماد میاں عبدالکریم بن شیخ اللہ داد کی اولاد ایک حصّہ لیتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے میاں ابراہیم صاحبؒ کے نکاح میں آئیں۔ اس لیے وہ دو حصّوں کے حقدار ٹھہرے۔ اور ایک بیٹی میاں عبدالکریم کے نکاح میں تھی۔ اس لیے وہ ایک ہی حصّہ کے حقدار رہے۔ اور ایک بیٹی جو سب سے بڑی تھی۔ وہ تارکہ مجردہ تھی۔ تو حصص وراثت کے لحاظ سے بھی چار بیٹیوں کا اثبات ہوتا ہے۔

یارانِ طریقت

آپ کا فیضان عام تھا۔ تمام یارانِ طریقت کا تو شمار نہیں ہو سکتا۔ البتہ بعض خواص یاروں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سید شاہ عنایت اللہ زاہد برخورداری رحؒ[۱] ساہن پال شریف ضلع گجرات

۲۔ سید شاہ عصمت اللہ حجرہ پہلوان برخورداریؒ[۲] " "

۳۔ سید محمد سعید دُولا ہاشمی رحؒ[۳] " "

۴۔ شیخ برخوردار بن صالح محمد براد سانجابؒ[۴] بھڑی شریف گوجرانوالہ

---

[۱] [۲] یہ دونوں اپنے والد سید حافظ محمد برخوردار بحرالعشقؒ کے مرید تھے۔ اور تکمیل اور خلافت حضرت پاک صاحبؒ سے رکھتے تھے۔ اس لیے ان کا شمار خلفائے رحمانیہ میں ہوتا ہے [۳] یہ بقول صاحب مجموعہ وظائف قادریہ نوشاہیہ اپنے والد سید محمد ہاشم دریاول کے مرید تھے۔ تحائف قدسیہ میں ان کو حضرت سیجادہ کا مرید لکھا ہے۔ اور بوستان قلندری میں ان کو حضرت پیر شاہ محمد ترکیوالہ کا مرید لکھا ہے اور کتاب مناقب نوشاہیہ اور گلزار فقرا میں ان کو حضرت پاک کے خلفائے اکبر میں درج کیا ہے۔ [۴] ...

نام	مقام	ضلع
۵۔ شیخ جان محمد بن صالح محمد۔ برادر آنجناب[1]	بھڑی شریف	ضلع گوجرانوالہ
۶۔ حکیم عبدالمجید المعروف حکیم بن ابراہیم۔ نواسہ آنجناب	"	"
۷۔ میاں محمد بختاور بن عبدالکریم المعروف شکر علی۔ نواسہ آنجناب	"	"
۸۔ قاضی عبدالرحمن مفتی اعظم	۔	لاہور
۹۔ شیخ جیون شاہ رح	جاہل	گوجرانوالہ
۱۰۔ شاہ غریب رح	گاجر گولہ	"
۱۱۔ شیخ برخوردار سہل رح	ہرلانوالی	"
۱۲۔ شیخ صالح محمد رح	پچنتیاں	"
۱۳۔ میاں شادی لوہار	کیلیانوالہ	"
۱۴۔ میاں دلیل شاہ ولد شادی لوہار	"	"
۱۵۔ مولوی فتح محمد متولی جامع مسجد	رام کے چٹھہ	"
۱۶۔ میاں علی مطرب قوال	کوٹ لالہ	"
۱۷۔ میاں محمد امین قاضی زادہ	کنجاہ	گجرات
۱۸۔ سید مستان شاہ رح	گودڑی بازار	ملتان
۱۹۔ شیخ بوٹے شاہ فقیر رح		
۲۰۔ سید قطب شاہ رح		
۲۱۔ حکیم محمد یار رح		
۲۲۔ میاں جلال رح		
۲۳۔ میاں بھائی خاں رح		
۲۴۔ میاں محمد صادق رح	گھکھڑوال	گجرات
۲۵۔ میاں عثمان رح		
۲۶۔ بی بی جواہر خاتون رح۔ دختر آنجناب	بھڑی شریف	گوجرانوالہ

[1] دونوں حضرات جن کے نام کی زبانی روایت کے مطابق درج کئے گئے ہیں ۱۲ ۔ لہ ایضاً حاجی سید شرافت

۲۷۔ بی بی حسین خاتون رحمۃ اللہ علیہا دختر آنجناب — بھڑی شریف — ضلع گوجرانوالہ
۲۸۔ بی بی فتح خاتون رحمۃ اللہ علیہا ″ — ″ — ″
۲۹۔ بی بی پرانی مطہرہ رحمۃ اللہ علیہا[1] — ″ — ″

تبرکات آپ کا بھورا (کمبل)، قوالانِ بھڑی شریف کے پاس موجود ہے۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں میں اُس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ بوسیدہ ہو چکا ہے اُس کی تین تاریں میاں اللہ دتہ بن میاں محمد الدین رحمانی بھڑی والہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو تبرکاً دی تھیں۔

مدحیات

آپ کی مدح شریف میں بہت لوگوں نے نظمیں لکھی ہیں، اُن میں سے چند لکھی جاتی ہیں۔

(۱)

از مولانا شیخ نور المصطفیٰ صاحب فقیر نوشاہیؒ

لقد مرضت فی عشقك مضنا ماثلا یار حمان
انا منتظر الیك تعال بالتعجیل للرحمان
ولیس فی الدنیا طبیب مرضی ولا دواء
۱۰ الا وجهك الطالع المنور ذوالاحسان

(۲)

دارم چناں اُمید کہ با دیدۂ عیاں — بینم جمالِ رحماں شاہنشہِ شہاں
از لطفِ کرمِ خویش سرافرازدم بناز — آید بنزدِ بیدلِ مسکیں چو شاہباز
با پوششے لباسِ التقویٰ الست مست — نجے شراب پاک برازد قدح بدست
یک جرعہ زاں شراب بمن دِہ بنامِ دوست — نوشم شوم زخود ہمہ رستہ شوم ہمہ دوست
اے شاہِ پاک رحماں للہ نظر کن — با عصمت کمال کرتا للہ نظر کن

[1] خلفائے پاک صاحب کی فہرست کتاب مناقب نوشاہیہ اور گلزارِ فقرا اور دیگر پورانے مخطوطات سے مرتب کی گئی ہے ۱۲ سید شرافت

اے دل تو غم مخور کہ چنیں صاحبِ حیا ... با جلوہ نور مصطفوی میکند نگاہ

(۳)

الغیاث اے شاہ رحماں دستگیرے کن مرا ... قیدِ نفس مادہ ام مخلص اسیرے کن مرا

از گنہ گردن سیاہ شد دل مطہر خانہ ... اے بنام دوست خود روشن ضمیرے کن مرا

از بلائے آں کسے داد ترا ایں لنگ ناز ... بالباس بھورا پوشی یک نظیرے کن مرا

جانِ من بر لب رسیدہ از فراقِ ہجر ایں ... گر بباید عصمتِ رحماں خبیرے کن مرا

تیرہ شب دارم ندانم رہ بسوئے دوست خود ... استادہ ام با فیضِ خود تو رہ بصیرے کن مرا

(۴)

با رحمتِ غفران بیک جا باشم ... با شاہدِ دل جان بیک جا باشم

با نوشہ سلیمان بیک جا باشم ... با عصمتِ رحمان بیک جا باشم

ایں فیض بمن دہ کہ با سم الاعظم ... با روشن طلعان بیک جا باشم

ثابت بعلی نور بہم شد چہ عجب ... با حمزہ پہلوان بیک جا باشم

(۵)

از کمال اعتقاد آں سلطان ... شد بسدرہ مقربِ رحمان

غم نخواہند خورد خادمِ او ... کہ چنین شہسوار ضامنِ او

(۶)

از کتاب ثواقب المناقب مصنفہ علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہیؒ

طبع صافش رشک تیغ آبدار ... ماندہ از کندی ہمیشہ بر کنار

داشت آں لبریز کسب گازری ... آب و تابِ فیضِ ابر آذری

جذبۂ آں ابرِ رحمت بار بار ... پاکی پر کالۂ دل از غبار

چشمۂ فیضش برنگِ آفتاب ... شستہ لوحِ ظلمت مشقِ حجاب

چوں خمِ عیسیٰ بایجادِ بہار ... کردہ در یکرنگ صد رنگ آشکار

(۷)

پریزادِ تجلّی بیشہء او | شکستہ شیشہء اندیشہء او
نگویم شیشہ آں قندیلِ صد طور | نمایاں اندر و نورٌ علےٰ نور
پری از بس جنوں دیوانہء اوست | رم آہو غبارِ خانہء اوست
بمینائش مزن سنگِ ملامت | کہ دارد در بغل شورِ قیامت
وسے مشکن کہ رہ پر خار گردد | شکستِ شیشہ نشتر زار گردد

(۸)

پس گاؤ چرخ آں شہنشاہِ دور | نمایاں چو خورشید در بُرجِ ثور
چو دُولاب از جلوہء شوقِ یار | شدہ جملہ تن چشمِ گوہر نثار

(۹)

از کتاب تحائف قدسیہ مصنفہ شیخ پیر کمال لاہوری رح

عجب سرمست بودہ غرق در جوش | کہ نامش عبد رحماں بود کن گوش
چناں شد بحرِ عشق آں صاحبِ جاہ | بدریا ہفت روز اندر شد آں ماہ
چو آمد باز طالع کرد شورے | تموزِ عشق سوزیدہ بزورے
ذو نرگاداں حاضر بود ہر روز | کہ چوں غالب شدے آں عشق پُر سوز
بپائش رسن بستہ بالبادی | کشیدندش کہ تا آں اہل شادی
در آید در افاقت گشتہ بیدار | کند بخشش بعالم آں خدا یار
درونِ آں زمینِ قلبہ راستے | ہمہ مردم ز خاصان یار جانے
بموجب امداد ایں بود کارے | کہ خود فرمودہ بود آں محو یارے

(۱۰)

از طبع اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی دام برکاتہ

جنابِ پاک صاحب شاہِ رحماں | امام اولیاء آں عبدِ سبحاں
زہے سرتاجِ اقطابِ زمانہ | خہے آں قبلہء اربابِ ایماں!

بہر سو خشکِ عشقش ہست اشہر
بہر کو وصفِ فقر و زہد اسے بیانی

بعشق و جذب و وجد و رقص بود ذوق
ہزاراں خادمانش جا بجا [illegible]

بہ تبتِ وجد معکوس اند مریدش
بشاخِ شجر بندند پائے مرداں

منور بود حضرت خوش پاک صاحب
بگردش طالباں طائف بایقاں

خوشا خادم کہ بوسد آستانش
نثارش آسماں باشد بہر آں

مریدِ خاص نوشہ گنج بخش ست
مریدِ شاہ سلیمان نوشہ میداں

بروزِ حشر در خدام آں غوث
خدایا کن بحرمتِ شیرِ یزداں

ز نوشاہی دعا بر روحِ پاکش
بہر ساعت بعیش و طرب شاداں

(۱۱)

جنابِ پیر و مرشد شاہ رحماں
جنابِ شیخ ارشد شاہِ رحماں

بحارِ عشقِ نوشہ پیر کامل
بعالم نیک باشد شاہِ رحماں

بیک نظرے کند صد غوث و اقطاب
بیک جلوہ رساند شاہِ رحماں

امام اصفیا مستانۂ حق
مقدس ذات بے حد شاہِ رحماں

بہر طالب کند مخمور از عشق
سوئے من گاہ بیند شاہِ رحماں

بفیضِ خویش پُر میساخت عالم
مریدش حال بازد شاہِ رحماں

بہ نوشاہی عطا کن شوقِ نوشہ
بفضلِ پاک ایزد شاہِ رحماں

(۱۲)

شاہِ رحماں عاشقِ رحماں
درد و لذت غذائے او ہر آں

بفضلِ دوستانِ نوشہ پیر
اکمل اتقیائے با الیقان

(۱۳)

از طبع مولانا حکیم غلام قادر شاہ انصاری برقندازی جالندھریؒ

نوشہ کے گھر میں جو مہر و مہرِ منیر ہیں
رحمانِ پاک و حضرتِ سچیار پیر ہیں

قادر جو بحر و بر پہ ہیں الیاس و خضر ساں
وہ بری حکمراں ہیں یہ بحری امیر ہیں

جو کچھ زباں سے کہتے ہیں ہوتا ہے بس وہی — دونوں ہی یہ قتیلِ قلندر کے مشہر ہیں

دونوں ہیں گنج بخش کی آنکھوں کی پتلیاں — باغِ سخی کے دونوں ہی یہ ہم صفیر ہیں

اُن کے مرید رکھتے ہیں جاہِ قلندری — ان کے غلام صاحبِ تاج و سریر ہیں

پاؤں کی ٹھوکروں سے جلاتے ہیں مُردوں کو — جوان کے خاندان کے اُدنےٰ فقیر ہیں

منظور ہیں جنابِ غفورو رحیم میں — مقبولِ بارگاہِ بشیر و نذیر ہیں

ان کے تصرفوں میں کمی بیشی کچھ نہیں — یہ دونوں صاحب ایک ہی ترکش کے تیر ہیں

باغِ جہاں پہ وقت جلال و جمال کے! — بادِ سموم ہیں کبھی ابرِ مطیر ہیں!!

فکرِ نجات کیا ہے تجھے حشر میں اثرؔ — یہ دونوں تیرے حامئے یوم العسیر ہیں[1]

(۱۴)

از قصہ محکم و معانی مصنفہ میاں محمد بخش بن شاہ محمد رحمانی ساکن رسولپور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ

نوشہ صاحب روشن کیتا بھڑی اندر شاہ رحماں — جیٹھوں ناؤیں میں میلے دا آون خاص عاماں

عبدالرحمٰن جہان سارے تے شاہ رحماں مشہور — وِچ بھڑی دے بارا ونہاندا کامل مرد حضوری

دکھن پربت لندا چڑھدا درستے نت سوالی — جیکوئی ثابت صدقوں سیویں کدی نہ جاوے خالی

(۱۵)

از شجرہ نوشاہی مصنفہ سید پیر محمد بن سید فضل عالم ہاشمی زنلوی

اوّل صوبہ اسم مبارک پاک رحمان کماون — کدی سوالی گیا نہ خالی کُل دی آس پجاون

ناؤیں جیٹھوں میلہ لگدا وِچ بھڑی شاہ رحماں — بھڑی شریف مبارک جاگہ ہوندی گھا ہماں گہاہاں

کل جہان اکٹھا ہو کے آوے سب سلامی — قدماں دے وِچ سیس نواون کیا خاصے کیا عامی

میں بھی در اُنہاں دے دا نوکر خدمتگار تُہاڈا ہاں — سیس میرا قدماں دے اُوپر کدی نہ شالا چاوان

شاہ رحماں رحمت دا دریا دم دم موجاں مارے — کئی ہزاراں غوطے کھاندے بیڑے ہو ہو پار اتارے

کل مرید پکارن ہردم شاہ رحماں شاہ رحماں — وِچ بھڑی دے جا کے دیکھو ہوندی گہا ہماں گہاہاں

---

[1] القادر نوشاہی گنجاہ بابت ذیحجہ ۱۳۳۳ھ اس نظم سے چار شعر ترک ہو گئے ہیں ۱۲ [2] سال تصنیف ۱۲۷۵ھ

سید شرافت

روضہ پاک رحمان سمجھے دا اُستا کار بنایا
پنجے گھڑیاں حکم جڑیاں برسے نور سوایا
پاک رحمان توں شاہی نوروں منگ لیا اک ذرہ
اُوسے نور نورانی کیتا ایہ گل جان مقرّہ

(۱۶)

از کنز الرحمت پنجابی۔ بترجمہ مولوی حبیب اللہ حنفی قادری مصنف تفسیر نعمانی

عبدالرحمٰن اک ولی خدا میں اسدی صفت ثنائی
جیلی مرشداں اک نظر فیض چھڈے باقی نا پائی
عبدالرحمٰن شاہ ولایت اندر ملک بقائی!
لامکانے جھنڈا گڈیا پڑھیا رنگ صفائی
مست الست اوہ عشقی جاموں پیانہ حرص ہوائی
ہر بیمار از نظر عطاؤں پاون کل شفائیں!
نال افراط جذب دے مجنوں آیا مرد الٰہی
تا لیلیٰ دی کرے زیارت وافر شوق لقائی
سرمہ چشم خلق اوہ ہویا اشرف وانگوں بھائی
جو دروازے نوشہ ڈِٹھا واہ واہ اوس کمائی

(۱۷)

از افسانہ عشق مصنفہ شہزادہ شاہد رضا شرافتی لوڑ ہکوی

واہ واہ قدر بلندی پایا پاک رحمان ولی نے
جیونکر شان مبارک پایا حضرت شاہ علی نے
سب بھائیاں وچہ جیونکر یوسف شان نرالی پائی
جیونکر شان بلال حبشی دا جلنے کل خدائی
جو منگیا سو پایا یار دا پاک رحمان پیارے
محبوباں دا درجہ پایا نوشہ دے دربارے

(۱۸)

از نغمہ عشق مصنفہ شہزادہ شاہد رضا شرافتی لوڑ ہکوی

پھیر جیٹھری دے مالک تائیں شاہ نوشہ فرماوے
اے مستانے توں بھی منگ لے جو تیرے من بھاوے
شاہ عبدالرحمٰن پیارا رو کے عرض سناندا
دنیا دین نہ لوڑاں حضرت عشق تساڈا چاہندا
دنیا مال غنیمت اوہناں جہڑے دنیا والے
عاشق عشق غنیمت سمجھن چاہندے وصل نوالے
نال سینے دے لایا پھڑ کے نوشہ پیر یگانے
تیرے کول سدا میں رہساں اے میرے مستانے
ایتھے مقصد دیں جہا میں کول رکھاں گا تینوں
جتنا عشق اساڈا رکھیں اُس تھیں دُونا مینوں
واہ نصیب تہاندے سیاں قرب جنہاں ایہ پایا
دنیا مال فضول پچھاتا دلبر توں گل لایا

(۱۹)

از طبع چوہدری عنایت اللہ شرافتی قوم ملی نمبردار وڈبکوی

۱ شمس قمر لک جاندے دیدہ بادل جدوں ویکھدے پاک رحمان دا مکھ
سہرا جنتوں سے غلمان آئے دیکھیں واسطے نوری مرداں دا مکھ
نوشہ پاک پیار نال ویکھدے سن صبح شام سوہنے جانی جان دا مکھ
جنت وڑ گئے ڈوڑ عنایت اللہ جنہاں ویکھیا ئے خانی خان دا مکھ

۲ روشن شمع دیدہ بھڑی شریف ہوئی جدھی شان دا انت حساب ناہیں
لگی لو تاریکیاں دور ہویاں ایڈی چمک اندر ماہتاب ناہیں
اوس راز توحید دے کھول کرتے جہڑے دیدہ بیان کتاب ناہیں
باٹیاں صوبیاں دیدہ عنایت اللہ بھڑی والے دا کوئی جواب ناہیں

۳ بھڑی عبدالرحمن مشہور کیتی عرف شاہ رحمان جنہوں بولدے نے
قطب اولیا پیر فقیر سارے جنداوسدے نام توں گھولدے نے
ناؤں جیٹھ نوں جگ ملک کرن ڈیرے بوہا سٹے طہور دا کھولدے نے
ساقی پاک رحمان عنایت اللہ بھر دین کاسے اک تول دے نے

(۲۰)

از طبع سائیں خدا بخش المعروف بخش علی فقیر ساکن وڈا انچھا نوالہ
مرید اعلیٰحضرت سید غلام مصطفےٰ نوشاہی بروز عرس بھڑی ۱۳۴۴ھ

اج بھڑی شریف تیاریاں پینڈے دور تے منزلاں بھاریاں
سر تے چایاں تے عشقوں کھاریاں خاطر چلی ہاں ماہ کنعان دی!
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی!!
اوس ملک پنجاب سلطان دی!

سیتو اڈ فی رجس کس چلن دوارہ پاک رحمان دا ملن
کا ہنوں تیر فراق دا جھلنا ہووے دور بیماری جان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

صدقے پاک رحمان توں جانیاں — ورد نام رحمان پکانیاں
نت جان دا قوت بنانیاں — اوہدا نام ہے صحت جہان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

نت چاہنی ہاں درس رحمان دا — اوہو تکیہ گاہ جہان دا
رحمان تے رحم رحمان دا — لکھاں صفت کیا اوسدے شان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

نوشہ ہادی دی ایہ گلزار ہے ! — اوہدے عشق دی نویں بہار ہے
فقرا وسدا باہجھ شمار ہے — ہووے مہر دی نظر رحمان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

در پاک رحمان دے جاواں — ہتھ بنھ کے عرض سناواں
تیرے نام دا ورد پکاواں — تو ہیں اوٹ غریب دی جان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

بھڑی شہر شریف حضوری — اوہدی نوشہ دے گھر منظوری
میری آس کرو سب پوری — دیکھو حالت غریب نادان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

تیرا چمکدا نور ستارا — نوشہ ہادی بناثیوں لاڈلا
تیرا ہر تے فیض نیارا — نبض ویکھیں سرگردان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

نوشہ ہادی نے آپ بلائیوں — بخت دے کے تخت بہائیوں
نوشہ تور حضور پوہنچائیوں — مولا بخشی آ طاقت شان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

سنیں عرض بھڑی دے والیا — ایس عشق دے باغ دے مالیا
اُچا درجہ تے شان کمالیا — تینوں طاقت ہے کرم کمان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

نوشہ ہادی دے خاص پیارے　　تیرے چمکن نور ستارے
ہر کوئی پاک رحمان چتارے　　میں تاں رکھدی طلب نشان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی!

تیرے عشق دی اگ وچہ جلیاں　　چوٹاں چوکاں سرے تے جھلیاں
سینے بجا نبڑ بجاہیں بلیاں　　ناہیں لائق عرض سنان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی!

بہتی رکھدی طلب دیدار دی　　دلوں تاہنگ مینوں دربار دی
دیکھاں روضہ تے جنڈڑی وار دی　　دلوں تروڑ پریت جہان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

لگا عشق ہے پاک رحمان دا　　میرا رب رحمان ہے جاندا
کوئی حال نہ سرگردان دا　　نت تاہنگ مینوں بھڑی جان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

دل چاہوندا بھڑی دے جان توں　　روضے ہادی دے سیس قربان توں
سرمہ خاک اکھیں وچہ پان توں　　جاوے دور بیماری جان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

پاہندی شدکے فال پوانیاں　　ناسے راہ تے اُوسیاں پانیاں
عرضاں کردی تے کاگ اُڈانیاں　　ناسے دیکھاں میں فال قرآن دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

تیرا بھڑی شریف مکان ہے!　　تینوں جاندا کل جہان ہے
جس نے دیکھیا اوہ قربان ہے　　بھل گئی ہے سُرت جہان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

تیرے عشق دا بحر عمیق ہے!　　جس نے چکیا ٹھیک ہوگیا ٹھیک ہے
ہویا خاص الخاص رفیق ہے　　گل بھل گئی اسے شان گمان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

نت دکھدی تاھنگ میں پیر دی — اوہدی تاھنگ سر پر نوں چیر دی
ہوئی لاغر ہے جان حقیر دی — بیٹھی شہرت جھل جہان دی!
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

رو رو کے کر دی زاریاں! — بن گیاں مصیبتاں بھاریاں
کدے آن کریں دلداریاں — پچھیں خبر خیریت جان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

تیر نے عشق نے مارلے تاڑیاں — نالے اگے فراق نے ساڑیاں
کوئوں لوک مرید سے تاڑیاں — بندی حضرت پاک رحمان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

میرے پیر دا شان کمال ہے! — نال عشق دے لال گلال ہے!
میرا پیر نوشہ لجپال ہے — باندی گولی حضور دے شان دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی

بخش علی تے کرم کماونا — داگاں موڑ کے میں دل آونا
مینوں درشن پاک وکھاونا — لیئیں خبر حیران ویران دی
میں تاں گولڑی پاک رحمان دی
اوس ملک پنجاب سلطان دی

تاریخ وفات

حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات چوتھی محرم ۱۱۱۵ھ میں بعہد سلطنت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ہوئی۔ کتاب لطائف گلشاہی میں ہے

"در فی التاریخ چہارم شہر محرم الحرام ۱۱۱۵ھ مغفوری مرحومی میاں صاحب میاں شاہ عبدالرحمٰن ساکن بھڑی از دار الفنا بدار القرار رحلت نمودند" بلفظہ

کتاب روضۃ الزکیہ اور ثمرات الافکار۔ اور کتاب الفوائد اور دیگر مخطوطات

میں بھی یہی تاریخ وفات لکھی ہے۔

تقویم تاریخی (قاموس تاریخی) مرتبہ عبدالقدوس ہاشمی مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی پوسٹ بکس نمبر ۳۱۰۷ کراچی نمبرہ کی رُو سے اس روز اتوار کا دن۔ اور بیسویں مئی ۱۷۰۳ء تھا۔ اس کے مطابق آٹھویں جیٹھ سمت ۱۷۶۰ بکرمی ہوتا ہے۔

پانچ ہزار سال قمری ہجری کی اسلامی جنتری مرتبہ شیخ الحدیث مولانا محمد شفیق الحق رہ سلہٹی کی رُو سے ۴ محرم ۱۱۱۵ھ کو ہفتہ کا روز تھا۔ واللہ اعلم

مفتی غلام سرور لاہوری رہ نے کتاب خزینۃ الاصفیاء جلد اول۔ اور حدیقۃ الاولیاء اور گنجینہ سروری میں آپ کی وفات ۱۱۵۳ھ میں لکھی ہے۔ اس کے بعد انہیں کتابوں کے حوالہ سے۔ کتاب تحفۃ الابرار، حدیقۃ الاسرار، تذکرہ اولیائے ہند وغیرہ کے مصنفوں نے بھی یہی سنہ وفات لکھا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ اور خاندانی کتابوں۔ اور ذاتی مخطوطات کے خلاف ہے۔

مدفن آپ کا مزار پُرانوار، موضع بھڑی کلاں المعروف بھڑی اُونچی المشہور بھڑی شاہ رحمان ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔

تعمیر روضہ آپ کی قبر مبارک بائیس ۲۲ سال تک خام رہی اس کے بعد روضہ تعمیر ہوا کتاب تاریخ مخزن پنجاب میں ہے کہ "ان کے انتقال کے بعد مریدوں نے باجازت لڑکیوں کے مقبرہ معہ چار دیواری تیار کرایا۔ جو اب تک موجود ہے" اس سے

۱؎ امان اللہ زماں ارمان سرحدی نے کتاب عرس ہوا میلے ص ۱۴۷ میں لکھا ہے وفات کے قریباً باسٹھ برس بعد آپ کا مزار تعمیر ہوا۔ جو چھوٹی اینٹوں اور سیمنٹ سے بنا تھا۔ آپ کو صندوق کے اندر صندوق میں بند کرکے دفن کیا گیا۔ صندوق زنجیروں کے ساتھ لٹکایا گیا ہے۔ روضہ تک پہنچنے کے لیے تین سیڑھیوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ پہلے یہ سیڑھیاں تعداد میں سات تھیں۔ بعد میں چار زمین میں دھنس گئیں۔ ۲؎ یہ باسٹھ ۶۲ برس کے بعد روضہ کی تعمیر اور صندوق کا لٹکانا اور چار سیڑھیوں کا زمین میں دھنس جانا بلا دلیل اور غلط ہے ۱۲

۲؎ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ روضہ محمد شاہ نے بنوایا تھا۔ یہ بھی غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ سید شرافت

ثابت ہوتا ہے کہ سب مریدوں نے روضہ کی تعمیر میں امداد کی۔

یہ روضہ شریف آپ کے مرید راسخ اور خلیفہ صادق شیخ برخوردار ہرل ساکن ہرلانوالی ضلع گوجرانوالہ کے اہتمام سے ۱۱۳۷ھ ۱۷۲۵ء میں بلند گنبد تعمیر ہوا۔ جو آج تک موجود ہے۔

روضہ شریف کا دروازہ جنوبی طرف ہے۔ اس کے دروزہ پر یہ عبارت تحریر تھی، سطر بسطر درج ہے۔

"جناب قدس حضرت رسالت پناہ صلے اللہ
علیہ وسلم حاجی قادری نوشہ صاحب
و بندہ مرید عبدالرحمان فردوس مکان
از مریداں کمترین مرید شیخ برخوردار
خاکسار اس دروازہ عالی!
تحریر فی التاریخ سنہ ہجری ۱۱۳۷ھ"

روضہ شریف کے اندر گاڈر کے نیچے بسر میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے ؎

"محمد عربی کابروئے ہر دو سراست — کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او
سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را"

اور چاریار کبار کے اسماء گرامی بھی درج تھے۔

مرمت روضہ

دو سو سال گذرنے پر روضہ کی عمارت سے پلستر چونہ اکھڑنے لگا۔ چنانچہ پیر صاحب ابوالکمال برق نوشاہی رحمانیہ نے اپنے خرچ سے روضہ کے اندر اور باہر دیواروں پر سنگ مرمر لگوا دیا ہے۔ اور کئی سال کے بعد یہ مرمت ۱۳۸۳ھ میں مکمل ہوئی۔ اس مرمت میں سب پہلے کتبے اور تحریریں مٹ گئیں۔ اب روضہ شریف کے دروازہ پر یہ عبارت سنگ مرمر کی تختی پر کندہ کر کے نصب کی گئی ہے۔ سطر بسطر تحریر ہے۔

یا اللہ   یا محمد   یا غوث اعظم دستگیر

یا حسن   یا اللہ   یا حسین

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد

واصحاب سیدنا محمد وبارک وسلم علیہ

دربار

شاہ عبدالرحمٰن صاحب قادری نوشاہی

عرف پاک رحمان رحمتہ اللہ علیہ

تعمیر روضہ مبارک در ۱۱۲۷ھ

تعمیر مسجد درگاہ شیخ برخوردار ہیرل رح نے تعمیر روضہ کے ساتھ ہی ۱۱۲۷ھ میں مسجد بھی بنوائی تھی جو زمانہ دراز گذر جانے کے جانے باعث رو بانہدام تھی، چنانچہ پھر دوبارہ از سرِ نو ۱۳۴۶ھ میں صاحبزادگان کے اہتمام سے پختہ تعمیر ہوئی ہے، جو کچھ پہلے سے فراخ بھی کی گئی ہے۔ وضو کے واسطے نلکا بھی لگوا دیا ہے۔ مسجد کے اندر یہ اشعار درج ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت ست بر جریدہ عالم دوام ما

؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی   کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

تعمیر دالان و مسافر خانہ روضہ شریف کی تعمیر کے ساتھ ہی ۱۱۲۷ھ میں شیخ برخوردار ہیرل رح کے اہتمام سے ایک دالان بھی تعمیر ہوا۔ جس میں مجاورین درگاہ، اور آیندہ روندہ لائرین و مسافرین آرام کرتے تھے۔ پھر تقریباً سو سال کے بعد ۱۲۳۱ھ میں بابا دِتے شاہ مجاور درگاہ نے ایک نیا مسافر خانہ تیار کرایا۔ اس کے بعد بابا الٰہی بخش کے زمانہ مجاورت میں اولاد کے اہتمام سے ۱۳۱۰ھ میں

دالان پر نیا چھت ڈالا گیا۔ اس کے بعد سائیں جلال درویش مندرانوالیہ کے زمانہ مجاورت میں ۱۳۴۸ھ میں دوبارہ دالان کی دیواریں پختہ بنائی گئیں۔ روضہ اطہر اور دیوان خانہ اور مسجد، چاہ، خانقاہ، اور مزارات اولاد سب چار دیواری کے اندر آ گئیں۔ سایہ کے لیے درخت بھی کافی موجود ہیں۔

لنگر درگاہ درگاہ شریف رحمانیہ بر لب سڑک واقع ہے، اس لیے زائرین اور مسافروں کی کثرت رہتی ہے۔ لنگر جاری ہے، ہر آیندہ روندہ کو دو وقت روٹی ملتی ہے۔ جو مجاور ہوتا ہے وہ روٹی کا اچھا انتظام رکھتا ہے۔ اولاد میں سے کوئی مستقل سجادہ نشین نہیں۔ نہ ہی آپ کے زمانہ سے منصب سجادگی آج تک آیا ہے۔ سب اولاد بموجب حصص وراثت وارث اور مالک ہے، اس لیے روٹی کا انتظام مجاور کے ذمہ ہوتا ہے۔ اس کو مشترکہ آمدن درگاہ سے خرچ ملتا ہے۔

مجاوران درگاہ ابتدا سے لے کر آج تک درگاہ شریف کے مجاور اولاد کی طرف سے مقرر ہوتے چلے آئے ہیں۔ جس کو مناسب سمجھا رکھ لیا۔ چنانچہ یہ سلسلہ آج تک اس طرح چلا آیا ہے۔

۱۔ شیخ جیون شاہ تجارہ، ساکن چاہل ضلع گوجرانوالہ۔ یہ حضرت پاک صاحب رح کا مرید تھا۔ سب سے پہلے یہ مجاور جاروب کش رہا۔ اس کے بعد

۲۔ شاہ غریب لوہار۔ ساکن گاجر گولہ ضلع گوجرانوالہ۔ یہ بھی حضرت پاک صاحب رح کا مرید تھا۔ ۱۱۳۰ھ میں انتقال کیا۔ اور بمقام گاجر گولہ مدفون ہوا۔

۳۔ میاں محمد زمان بن ابراہیم۔ یہ حضرت پاک صاحب رح کا نواسہ تھا۔ یہ حضرت سید عصمت اللہ صاحب حمزہ پہلوان برخورداری رح کا مرید تھا۔ یہ اپنے شوق اور عشق سے حصول فیض کی خاطر درگاہ شریف پر مجاور رہا۔ ۱۲۰۸ھ میں فوت ہوا۔ قبر بھیڑی شریف میں ہے۔

۴۔ میاں حضوری خسرا۔ یہ میاں محمد زمان صاحب موصوف کا بیٹا تھا۔ بیس سال مجاور رہا۔ اپنے مرشد کے مزار پر پاکی تعمیر کرائی۔ ۱۲۳۵ھ میں فوت ہوا۔

۵۔ بابا دِتّے شاہ۔ یہ میاں امام شاہ بن میاں نور شاہ رحمانی کا مُرید تھا۔ تارک مجرد تھا۔ دالان اور مسافر خانہ اس کی کوشش سے تعمیر ہوئے۔ ۱۲۶۵ھ میں فوت ہوا۔ مدفون حجری شریف۔

۶۔ بابا مستان شاہ ارائیں، ساکن کلیر والہ۔ ضلع گوجرانوالہ۔ یہ بھی میاں امام شاہ موصوف کا مُرید تھا۔ تیس ۳۰ سال مجاور رہا۔ صاحب اولاد تھا۔ ۱۲۹۵ھ میں فوت ہوا۔ مدفون کلیر والہ۔

۷۔ بابا صِدّق شاہ جُٹ۔ یہ میاں بوٹے شاہ بن میاں فتح محمد رحمانی رح کا مرید تھا۔ قوی الامین تھا۔ تمام عمر مجرّد رہا۔ دو سال مجاورت کی۔ گرد و نواح کے دیہات میں گدائی بھی کیا کرتا۔ ۱۲۹۷ھ میں فوت ہوا۔ مدفون حجری شریف۔

۸۔ بابا عیسےٰ شاہ پٹھان۔ یہ علاقہ پشاور کا تھا۔ میاں اکبر شاہ بن میاں غلام رسول رحمانی کا مرید تھا۔ دو سال مجاور رہا۔ ۱۲۹۹ھ میں واپس چلا گیا۔

۔ بابا لکو شاہ۔ یہ میاں بخت اور صاحبؒ کی اولاد سے کسی صاحب کا مرید تھا۔ انہیں کی طرف سے مجاور رہا۔ عیالدار تھا۔ ایک سال مجاورت کرنے کے بعد ۱۳۰۰ھ میں چلا گیا۔

۱۰۔ بابا ولایت شاہ موچی۔ اہل و عیال والا۔ صاحب اولاد تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ ۱۳۰۱ھ میں چلا گیا۔

۱۱۔ بابا عیسےٰ شاہ پٹھان۔ یہ دوبارہ آ کر مجاور بنا۔ مجرّد تھا۔ چار سال مجاورت کی۔ ۱۳۰۵ھ میں فوت ہوا۔ مدفون حجری شریف۔

۱۲۔ سائیں محمد علی جوگی۔ ساکن اَدُلکھ۔ ضلع گوجرانوالہ۔ یہ میاں محمد الدین بن میاں شمس الدین رحمانی کا مرید تھا۔ صاحب اولاد تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ ۱۳۰۶ھ میں چلا گیا۔

۱۳۔ بابا متّے شاہ جوگی۔ ساکن جھبّر وڑکاں۔ ضلع گوجرانوالہ۔ یہ میاں محمد الدین بن میاں شمس الدین رحمانی کا مُرید تھا۔ صاحب اولاد تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ ۱۳۰۷ھ میں چلا گیا۔

۱۴۔ سائیں ماہی شاہ موچی۔ ساکن تھابل۔ یہ مجرد فقیر تھا۔ ایک سال تک مجاورت کی۔ ۱۳۰۸ھ میں چلا گیا۔

۱۵۔ سائیں ہلاسے شاہ موچی۔ ساکن رتہ دھوتھڑاں ضلع گوجرانوالہ۔ یہ میاں قادر بخش بن میاں کرم شاہ رحمانی کا مرید تھا۔ طبیعت کا سخت تھا۔ عیالدار تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ ۱۳۰۹ھ

میں فوت ہوا۔ مدفون رتہ۔

۱۶۔ سائیں بلندا موچی۔ یہ سائیں لاے شاہ کا ہمشیرہ زادہ اور مرید تھا۔ ماڑی ڈھلاں کا باشندہ تھا۔ صاحبِ اولاد تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ سنہ ۱۳۱۰ھ میں چلا گیا۔

۱۷۔ سائیں اسمٰعیل موچی۔ ساکن ٹاہلی گورہایاں۔ ضلع گوجرانوالہ۔ یہ میاں کرم الدین بن میاں امیر بخش رحمانی کا مرید تھا۔ صاحب اولاد تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ سنہ ۱۳۱۱ھ میں چلا گیا۔

۱۸۔ بابا الٰہی بخش جٹ۔ ساکن نوشہرہ بھٹرانہ۔ یہ پیر محمد شاہ بن شیخ گوہر شاہ سلیمانی رتلوی کا مرید تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ سنہ ۱۳۱۲ھ میں حاجی شیخ شمس الدین بن شیخ قطب الدین سلیمانی رہ اس کو اپنے پاس موضع چاوا شریف ضلع سرگودھا میں لے گئے۔

۱۹۔ سائیں سلطانی فقیر دھوبی۔ ساکن کوٹ عنایت خاں۔ ضلع گوجرانوالہ۔ یہ بابا ودھا سئے شاہ کوٹلی بال گوبند والا کا مرید تھا۔ صاحب اولاد تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ ۱۳۱۳ھ میں چلا گیا۔

۲۰۔ سائیں کرم دین با فندہ۔ ساکن کوٹ لالہ۔ ضلع گوجرانوالہ۔ چھ ماہ مجاور رہا۔ سنہ ۱۳۱۴ھ میں طاعون سے مر گیا۔ مدفون بھڑی شریف۔

۲۱۔ سائیں ننھے شاہ موچی۔ یہ علاقہ مانجھا کا تھا۔ مجرد فقیر تھا۔ ڈیڑھ سال مجاور رہا۔ سنہ ۱۳۱۵ھ میں چلا گیا۔

۲۲۔ سائیں اسمٰعیل موچی۔ ساکن ٹاہلی گورہایاں۔ دوبارہ آکر مجاور بنا۔ اور ایک سال رہ کر سنہ ۱۳۱۶ھ میں فوت ہو گیا۔ مدفون بھڑی شریف۔

۲۳۔ بابا الٰہی بخش جٹ نوشہرہ والا۔ دوبارہ درگاہ شریف رحمانیہ پر مجاور رہا۔ اس کے زمانہ مجاورت میں درگاہ عالیہ کی مرمت ہوئی۔ اور دالان پر نیا چھت ڈالا گیا۔ یہ دس سال مجاور رہا۔ بڑا مہمان نواز اور خدمتگار تھا۔ سنہ ۱۳۲۶ھ میں فوت ہوا۔ مدفون بھڑی شریف۔

۲۴۔ سائیں محمد علی فقیر قوم اعوان۔ علاقہ کوہستان سے تھا۔ بابا الٰہی بخش جٹ کا مرید تھا۔ بلا دیانتدار نیک اخلاق تھا۔ بیس سال تک مجاور رہا۔ مجرد تھا۔ سنہ ۱۳۴۶ھ میں فوت ہوا۔ مدفون بھڑی شریف۔

۲۵۔ سائیں خوشی محمد۔ ساکن بدو چیدا ضلع سیالکوٹ۔ یہ میاں علم دین بن بابا مستان شاہ کلیر والیہ کا مرید ہے۔ مجرد ہے۔ سات ماہ مجاور رہا۔ ۱۳۴۷ھ میں چلا گیا۔

۲۶۔ سائیں جلال قوم جٹ ساہی۔ ساکن منڈرانوالہ ضلع سیالکوٹ۔ یہ سائیں مہرالدین چھٹہ نوئیں والیہ کا مرید تھا۔ زاہد۔ عابد۔ صوفی سالک تھا۔ پابند شریعت۔ تہجد خوان۔ درود شریف کی منزل کرنے والا۔ حضرت پاک صاحب کی روحانیت سے فیض یافتہ تھا۔ درگاہ رحمانیہ میں اس کی منظوری تھی۔ حقہ نوشی سے پرہیز رکھتا۔ مجرد تھا۔ مہمان نواز مؤدب تھا۔ کافی لوگ اس کے مرید تھے۔ مؤلف کتاب ہذا فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کے ساتھ بھی محبت رکھتا تھا۔ اور کئی وظائف مجھ سے اجازت لے کر پڑھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی غلطی کے سے حضرت پاک صاحبؒ کی اس پر ناراضگی ہو گئی۔ اور حضور بند ہو گیا۔ میں نے اس کو طریقہ سمجھایا۔ جس سے حضرت پاک صاحبؒ پھر راضی ہو گئے۔ اور حضور کھل گیا۔ اس دن سے یہ میرا معتقد ہو گیا۔ نیک اوصاف رکھتا تھا۔ اس کے زمانہ مجاورت میں دوبارہ دالان کی دیواریں پختہ بنائی گئیں۔ پانچ سال مجاور رہا۔ ۱۳۵۲ھ میں چلا گیا۔ اور دس سال کے بعد ۱۳۶۲ھ میں وفات پائی۔ نوئیں والہ میں مدفون ہوا۔

۲۷۔ سائیں خوشی محمد بدو چیدا والہ دوبارہ مجاور بنا۔ اور ایک سال کے بعد ۱۳۵۳ھ میں چلا گیا۔

۲۸۔ سائیں محمد الدین نومسلم۔ ساکن بھیٹری ضلع جہلم۔ یہ جلالی خاندان کا فقیر تھا۔ مجرد تھا تین سال مجاور رہا۔ ۱۳۵۶ھ میں چلا گیا۔

۲۹۔ سائیں خوشی محمد بدو چیدا والہ تیسری بار مجاور بنا۔ اور چھ ماہ تک رہا۔ ۱۳۵۷ھ میں چلا گیا۔

۳۰۔ سائیں محمد الدین ماچھی۔ ساکن بھڑی خورد۔ یہ میاں باغ علی فریدی چشتی کا مرید تھا۔ وہ مرید سید حیات شاہ بن سید مردان شاہ بخاری نوشاہی حاجی آبادی کا۔ چھ ماہ مجاور رہا۔ اسی سال ۱۳۵۷ھ میں چلا گیا۔

۳۱۔ سائیں الٰہ بخش گگو۔ ریاست کپور تھلہ ضلع جالندھر کا رہنے والا تھا۔ سائیں مہرالدین چھٹہ

نوئیں والیہ کا مُرید تھا۔ تین سال تک مجاور رہا۔ ۱۳۶۰ھ میں چلا گیا۔

۳۲۔ سائیں رمضان فقیر۔ یہ سخی روشن دین فقیر نوشاہی کے صاحبزادہ کا مرید تھا۔ ایک سال مجاور رہا۔ اور ۱۳۶۱ھ میں چلا گیا۔

۳۳۔ سائیں بانع علی ترکھان۔ ریاست نابھہ کا رہنے والا تھا۔ یہ مُرید بابا مولا بخش فقیر نوشاہی فاضل شاہی شیخوپورہ والا کا تھا۔ چھ سال مجاور رہا۔ ۱۳۶۶ھ میں چلا گیا۔

۳۴۔ سائیں نظام الدین ماچھی امین آبادی۔ سائیں غلام محمد ساکن کوٹ بہ مستگو کا مُرید تھا۔ دو سال تک مجاور رہا۔ ۱۳۶۹ھ میں چلا گیا۔

۳۵۔ سائیں خیر الدین راجپوت زنگھڑ۔ یہ بابا سردار شاہ فقیر نوشاہی ساکن قصور ضلع امرتسر کا مُرید تھا۔ نو سال مجاور رہا۔ ۱۳۷۸ھ میں چلا گیا۔

سائیں توکل بافندہ۔ ساکن کیڑ ضلع لاہور۔ یہ بابا چراغ شاہ ساکن باگڑیاں ضلع لاہور کا مرید ہے۔ یہ اس وقت ۱۳۷۹ھ میں کہ سالِ تکمیل طبقہ ہذا ہے۔ درگاہ حضرت پاک صاحبؒ پر مجاور موجود ہے۔

عرس شریف ہر سال نویں جیٹھ کو بھڑی شاہ رحمان میں عرس ہوتا ہے۔ اس کے متعلق یہ بات مشہور چلی آتی ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ کا انتقال ۹، جیٹھ کو ہوا تھا۔ اور اس تاریخ پیران کا عُرس حضرت پاک صاحبؒ نے اپنی زندگی میں کرانا شروع کیا تھا۔ لیکن تحقیق کرنے سے یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت نوشاہ عالیجاہؒ کے یوم وصال ۸، ربیع الاول ۱۰۶۴ھ کو تقویم تاریخی کے رُو سے ۲۶، جنوری ۱۶۵۴ء کی تاریخ تھی، اور اس کے مطابق ہندی تاریخ ماہ پوہ سمت ۱۷۱۱ بکرمی تھی۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت پاک صاحبؒ نے اپنی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے بجائے ماہ پوہ کے ۹، جیٹھ کو عُرس کرنا شروع کر دیا ہو۔

نیز حضرت پاک صاحبؒ کی اپنی وفات ۸، جیٹھ سمت ۱۷۶۰ ب کو ہوئی۔ جیسا کہ از روئے تحقیق اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے وارثوں نے آپ کی تاریخ وصال پر آپ کا ختم شریف شروع کر دیا ہو۔

مگر صحیح یہی ہے کہ یہ ختم شریف حضرت نوشہ گنج بخش رح کا ہی ہے۔ جو آج تک نہایت تزک و احتشام سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ میلہ کی صورت پر ہوتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مخلوق جمع ہوتی ہے۔ فقرار کا ہجوم جس قدر اس میلہ پر ہوتا ہے۔ پنجاب میں شاید ہی کسی جگہ ہوتا ہو۔ سب درویشوں کے ڈیرے حلقۂ درگاہ کے اندر لگے ہوتے ہیں۔ خیمے اور سائبان نصب کرکے اس کے نیچے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے محفل سماع و وجد گرم ہوتی ہے سب فقرا کو دربار عالی سے دو وقت بھنڈارہ دال روٹی ملتا ہے۔ ۸ رجیٹھ کو سب درویش پہنچتے ہیں۔ نویں کی رات کو درگاہ شریف کے سامنے قدموں میں ساری رات قوالی ہوتی ہے۔ جو بھڑی شریف کے قوال کرتے ہیں۔ اس کو سہرا کہتے ہیں۔

۹ ر جیٹھ کو چاشت کے وقت دال روٹی پر حضرت نوشہ صاحب رح کا ختم شریف ہوتا ہے۔ جس پر حضرات نوشاہیہ و رحمانیہ سب حاضر ہوتے ہیں۔ بعد میں ڈھیلوں کا تبرک تقسیم ہوتا ہے۔ ۱۱ ر جیٹھ کو سب درویش رخصت ہو جاتے ہیں۔

مؤلف کے آباو اجداد نے درگاہ رحمانیہ کی مسجد میں ڈیرہ کرنا پسند کیا تھا کیونکہ وہ اپنے اقران سے صاحب علم و فضل اور اہل عبادت تھے۔ چنانچہ انہیں کے طریقے کے مطابق آج تک کہ ۱۳۷۹ھ ہے۔ ہمارا بھی یہی معمول ہے کہ عرس کے موقعہ پر ڈیرہ مسجد میں ہی رکھتے ہیں۔

میلہ پر ہر فرقہ کے علمار۔ اہل سنت۔ اہلحدیث۔ دیوبندی۔ مرزائی۔ عیسائی اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کے واسطے مجمع لگائے۔ تقریریں کرتے نظر آتے ہیں۔ ہر قسم کے تماشے اکھاڑے بھی ہوتے ہیں۔ سرکس۔ تھیٹر وغیرہ بھی آتے ہیں۔ ۱۳۵۶ھ سے گورنمنٹ برطانیہ کے عہد سے منڈی مویشیاں بھی منظور ہو گئی ہے یہ بھی روز افزوں ترقی پر ہے۔ ہر قسم کے مویشی جمع ہو جاتے ہیں۔ اور خرید و فروخت کا بازار گرم ہوتا ہے۔ منڈی کا اجتماع حلقہ درگاہ سے باہر مشرق کی طرف ہوتا ہے۔

میلہ پر دور دراز شہروں۔ لاہور۔ امرتسر۔ لائل پور وغیرہ سے بھی دکانیں آتی ہیں۔ بھڑی کلاں سے لے کر دمدمہ صاحب تک بازار لگتا ہے۔ دکانداروں کو کافی منافعے

حاصل ہوتے ہیں۔

ایام میلہ میں چاہ خانقاہ والہ کے واسطے اس قدر بیل جمع ہو جاتے ہیں کہ کسی کو جوتنے کی باری نہیں ملتی۔ اس سے پہلے علاقہ مانجھا کے سکھ لوگ اپنے بیل جوتنے کے لیے میلہ پر لایا کرتے تھے۔ بلکہ چاہ کا سارا انتظام وہ اپنے قبضہ میں رکھا کرتے تھے۔ پاکستان بننے پر وہ تو آنے سے رک گئے ہیں۔ اب پاکستانی علاقوں کے لوگ بکثرت بیل لاتے ہیں۔ سب لوگوں کا اعتقاد ہے کہ جو بیل اس کنواں پر آکر ایک دو پھیرے بھی جوتا جائے وہ تمام عمر اچھا چلتا ہے۔

میلہ بھڑی کا تذکرہ اکثر کتابوں میں بھی آیا ہے۔

(۱)

مولوی حکیم محمد اشرف صاحب فاروقی منچری رح کتاب کنز الرحمت میں لکھتے ہیں ؎

بموضع بھڑی مرقدِ شاں بداں ــــ روند از پئے میلہ مرد و زناں

(۲)

مفتی غلام سرور لاہوری رح کتاب مخزنِ پنجاب ص ۲۷۸ پر لکھتے ہیں:

"اس خانقاہ پر ہر سال بماہ جیٹھ میلہ ہوتا ہے۔ قریب بیس ہزار آدمی کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔"

(۳)

میاں محمد بخش رحمانی رسولپوری رح قصہ محکمہ و معانی میں لکھتے ہیں ؎

نوشہ صاحب روشن کیتا بھڑی اندر شاہ رحمان ــــ جیٹھوں ناویں میل میلے دا آون خاصاں عاماں

(۴)

سید پیر محمد صاحب نوشاہی ہاشمی زلموی رح شجرہ نوشاہی میں لکھتے ہیں ؎

ناویں جیٹھوں میلہ لگدا اوپر بھڑی شاہ رحمان ــــ بھڑی شریف مبارک جا گہ ہوندی گاہماں گاہماں

(۵)

ایک شخص نے پنجابی میں مسدس لکھ کر چھپوا کر شائع کیا تھا۔ جس کا پانچواں چھٹا

مصرعہ یہ ہے ۔

واہ آیا میلہ بھڑی دا ساتھوں دردرنا ہیں پھری دا

(۶)

مولوی حکیم عبدالحق صاحب چشتی نظامی رح ساکن ہرلانوالی ضلع گوجرانوالہ نے ایک پنجابی نظم لکھی۔ جس میں میلہ بھڑی شریف کی تعریف ہے ۔

پڑھاں حمد میں پاک رحمان دا جس نے بخشیا نور ایمان دا
جس نے بھیجیا نبی کریم نوں اوس اپنے نور قدیم نوں
چارے یار رسول کریم دے پیارے خاص اوہ دُرِ یتیم دے
جو ہاں قرب رسول دی ذات دا عشق لیا ہے نیک صفات دا
آکھاں لاکھ سلام صلوٰۃ نوں صَلِّ عَلَیْہِ پڑھاں دن رات نوں
شافع امت ہے سب جہان دا سانوں آسرا اوس سلطان دا
چار پیر چوداں خاندان جی حضرت علی توں لیا فیضان جی
چشتی قادری دوئیں طریق جی بندے رب دے خاص تحقیق جی
نو قادری تے پنج چشتیاں جنہاں پار لنگھایاں نے کشتیاں
نوشہ صاحب دی سِلک ہے قادری پائی سِلک توں نور دی چادری
حاجی محمد ہے نام قدیم دا گنج بخش ہے لقب فہیم دا
شاہ سلیمان توں فیض توں پایا نوشہ گنج بخش کہلایا
عبدالرحمٰن دا بھڑی مکان ہے نوشہ صاحب دی شان توں نشان ہے
نوشہ صاحب توں لیا انعام ہے اعلیٰ نام تے اعلیٰ مقام ہے!
یاراں کہیا سی بہت فقیر نوں لکھو بھڑی دی خاص تقریر نوں
سُن لیا میں آکھیا یار دا پورا کرن ہو یا اقرار دا
ہن لکھاں میں میلے دی بات نوں بھڑی والے دی شان صفات نوں
نوشہ صاحب دا نور چمکا ریا بھڑی والے نوں پل وچہ تاریا

ساریاں سنگتاں حاضر ہویاں — طرف بھیڑی دے آ ہیکے ڈھویاں
میلہ عجب بہار دا آیا — دن دن چمکیا نور سوایا
کِدھرے بیٹھ قوال نے بولدے — غزل کافی دے رنگ نے کھولدے
حالت الٹی ہو ٹیکے کھیلدے — نور وحدت دے وچہ پیلدے
ایسا شان ہے عجب نوشاہیاں — رُتاں عجب بہار دیاں آیاں
شان وحدت دے ویکھ توں آن کے — کھُلے رنگ نے عجب نشان کے
رنگ صبغۃ اللہ دا ہے رنگیا — توں ویکھدا کیوں ہے سنگیا
ایتھے ہور دا ہور احوال ہے! — سارا میلہ ہی لالو لال ہے!
نوشہ صاحب نے رنگ چڑھایا — اِک دُوجے تے نُور سوایا
بھیڑی والے دا شان گمان ہے — منکر ویکھدا ہی پریشان ہے
سانوں نرمز ہے پیر دی شان دی — نہیں مَندے گل شیطان دی
ملکاں نوری دا اج حضور ہے — شیطان خبیث مفرور ہے
کدھرے ویکھ توں رنگ بازار دا — سودا ویچدے ویکھ ہزار دا
لایا رنگ ہے عجب سپاہیاں — جنہاں وردیاں رنگ کے پایاں
رنگ ویکھ فقیراں دے حال دا — رُخ صاف ہے اج خیال دا
اللہ اللہ دا ذکر کماوندے — طرف پیر دی دھیان لگاوندے
اک مست الست فی یار دے — رمز نَحنُ اَقرَب دی مار دے
فی انفسکم دا کِتے ظہور ہے — کِتے نُورٌ عَلٰی نُور دا نور ہے
ایہ شان فقیر دے حال دا — ایہ رنگ ہے حال مآل دا
اج وحدت دا شان دوہیلڑا — ایتھے اک توں اک اکیلڑا
کِدھرے قادری فقر ہے بولدا — کدھرے چشتی طریقہ ہے تولدا
کِدھرے نقشبندی دا شور ہے — ایتھے حال ہی ہور دا ہور ہے
بھیڑی والے دا نور ظہور ہے — دل دشمن دا چکنا چُور ہے

ایتھے عشق دا رنگ انوکھڑا! دل دشمن دا خالی کھو کھڑا
اساں میلے بھڑی دے جاونا سارا کام تے کاج مکاونا
سانوں شوق ہے رج دیدار دا بھڑی والے دے نور انوار دا
جنہاں کیتیاں نیک کمایاں اونہاں پلڑیاں خوب ودھایاں
لوکی درشن دیدار توں آوندے کر کے درشن گھراں نوں جاوندے
دل صاف عقیدڑا پاک ہو سینہ عشق دے نال غمناک ہو
بھڑی والے دے دل خیال ہو باطن وچہ خیال جمال ہو
ایتھے حسن تے عشق دا میل ہے جویں چنبے دے وچہ رویل ہے
عاشق عشق دے نال بھرپور ہے حسن وچہ جمال تے نور ہے!
اج عشق کہانیاں پھولدے! دریا وحدت دے موتی نے رولدے
منگن فضل خدا توں فقیریاں دور کر دے نے شان امیریاں
ناں نوں جیٹھ دی سال بسال نوں میلہ بھڑی دا ہے ہر حال نوں
جنہوں شوق دیدار فقیر دا میلے آوے دریاواں نوں چیر دا
عبدالحق فقیر گنہ گار ہے! ساری امت دیو چہ او گنہار ہے
صدقہ ولیاں دے چوہڈاں طریق دا دستور ستہ خاص تحقیق دا
میلہ آیا ہے بھڑی شریف دا
نوشہ صاحب دے بال لطیف دا

(۷)

امان اللہ خاں ارمان سرحدی۔ کتاب عرس اور میلے ص ۱۳۰ میں لکھتے ہیں:

۔ ضلع گوجرانوالہ میں بھڑی شاہ رحمان کے مقام پر حضرت شاہ عبدالرحمٰن نوشاہی جنہیں پاک رحمان کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ کا عرس ۸ ر جیٹھ یا ۲۱ ر مئی۔ اور ۵ ر محرم کو (دو مرتبہ) منایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے اپنے مرشد حضرت نوشاہ گنج بخش رح کی ہدایت پر اپنی زندگی میں تین مرتبہ اپنا عرس کرایا۔ یہ

عرس ۸ جیٹھ کو ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کا عرس اسی تاریخ کو منایا جاتا رہا۔ جب وہ فوت ہو گئے تو اس عرس کے علاوہ ان کے یوم وفات یعنی ۵ محرم کو بھی اُن کا عرس منایا جانے لگا۔ اِس طرح ہر سال اُن کے دو عرس منائے جاتے ہیں۔ زائرین کو حافظ آباد ریلوے سٹیشن پر اترنا پڑتا ہے۔ وہاں سے دس میل کا فاصلہ تانگے میں طے کرنا پڑتا ہے۔"

چڑھاوا درگاہ حضرت پاک صاحب کے روضہ اطہر پر نقد و جنس اور سامان و مویشیوں کا اکثر چڑھاوا آتا رہتا ہے۔ خصوصاً میلہ کے دنوں میں تقریباً چار ہزار روپیہ۔ اور ایک سو من سے زیادہ غلہ گندم۔ اور کافی تعداد میں چھترے بکرے چڑھاوا آتے ہیں۔

زمین بنام درگاہ درگاہ رحمانیہ کے متعلق کچھ رقبہ زمین تو ابتدا سے ہی چلا آتا ہے جن میں سے چاہ خانقاہ والا ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں بھی متولیان درگاہ نے کچھ قطعات زمین خرید کر دربار شریف کے نام انتقال کرائے۔ اُن میں سے دو عدد رجسٹریوں کی نقل یہاں کی جاتی ہے۔

رجسٹری اوّل

"منکہ اللہ بخش ولد رحیم بخش قوم جٹ جالپ ساکن موضع بھیڑی خورد تحصیل گوجرانوالہ کا ہوں جو کہ موازی بلغ ۲۴ کنال اراضی جمع ۱/۲ روپیہ کھاتہ نمبر ۵۴۔ نمبر خسرہ ذیل ۱۴۳ $\frac{1059}{486}$ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ جملہ ۴ قطعہ واقعہ موضع بھیڑی خورد۔ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ ملکیت قبضہ حصہ داری مظہر کے ہے۔ سالحال بحالت صحت و باقائمی ہوش و حواس بار اراضی مذکور قسم غیر تعلق معہ راستہ و چھپڑ و درختان موجودہ و دیگر جملہ حق حقوق متعلقہ اراضی مذکور عوض مبلغ للعہ ۲۴۰ روپیہ نصف جس کا مبلغ عہ ۱۲۰ روپیہ ہے۔ بحق خانقاہ شاہ عبد الرحمٰن شاہ بذریعہ محمد علی متولی خانقاہ موصوف واقعہ موضع بھیڑی کلاں تحصیل گوجرانوالہ بیع و فروخت کر کے زر ثمن حسب تفصیل ذیل خانقاہ موصوف سے معرفت محمد علی ولد میاں خدا بخش قوم راجپوت بھٹی پیشہ فقیری متولی مذکور سے حسب ذیل وصول پایا۔ نقد بیعانہ بلا رسید لیا ہوا مجرائے لیا

مبلغ ۱۰۰ نقد روبروئے جناب سب رجسٹرار صاحب لیا۔ مبلغ ۵۴۰ جملہ ۶۴۰ روپیہ جو حال نقد روپیہ لیا۔ اور جو بیعانہ لیا تھا۔ برائے ادائے قرضہ لیا گیا ہے۔ اور قبضہ اراضی مبیعہ کا آج کی تاریخ سے خانقاہ موصوف کو بذریعہ متولی مذکور کے دے دیا ہے۔ اور اگر بوقت تقسیم کھاتہ مشترکہ اراضی سے مبیعہ سے جزو اراضی نکل جائے۔ اور بجائے اُس اراضی کے اور اراضی آجائے تو مشتری اُس اراضی کا مالک ہوگا۔ لہذا بیعنامہ تحریر کر دیا تاکہ سند رہے۔ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۲۷ء مطابق ۴ ماہ ہاڑ سمت ۱۹۸۴ بکرمی۔ حسب بیان سائل کے تحریر کر کے سنایا گیا۔

بقلم تاج الدین عرضی نویس ۱۲

العبد۔ بایع مذکور۔ نشان انگوٹھا

العبد۔ محمد علی متولی خانقاہ شاہ عبدالرحمٰن شاہ

مشتری۔ نشانِ انگوٹھا

مُہر

(تاج الدین عرضی نویس)

گواہ شد۔ اللہ داد ولد محمد یار قوم جٹ
وڑائچ ساکن بھیڑی کلاں۔

گواہ شد۔ بوڑا ولد خدا بخش قوم جٹ
وڑائچ ساکن بھیڑی کلاں "

رجسٹری دوم

منکہ حاکم علی ولد علی محمد قوم جٹ ہرا ساکن بھیڑی کلاں شاہ عبدالرحمٰن تحصیل وضلع گوجرانوالہ جو کہ قائمی ہوش وحواس خمسہ وثباتِ عقل کے اقرار کرتا ہوں۔ کہ اراضی تعدادی ۱۴ کنال نمبر خسرہ ۳۷۰ - ۴/۵۱ - اور دو کنال نمبر ۴۲۸ - جملہ ۱۶ کنال۔ کھاتہ ۱ کھیوٹ ۱ کھتونی ۳ واقعہ رقبہ موضع بھیڑی کلاں شاہ عبدالرحمٰن تحصیل وضلع گوجرانوالہ بالعوض مبلغ ۵۰ روپیہ نصف جن کا ۲۵ ہوتے ہیں بدست میاں امام الدین ولد کرم الدین و چنن شاہ ولد خدا بخش۔ و محمد علی ولد خدا بخش۔ متولی دربار حضرت شاہ عبدالرحمٰن صاحب بیع وفروخت کردی ہے۔ اور قبضہ دے دیا ہے۔ بیا اراضی دربار صاحب

کے نام لگائی گئی ہے۔ روپیہ حسب ذیل وصول پالیا ہے۔ مبلغ یکصد ۱۰۰ روپیہ پہلے بطور بیعانہ وصول پالیا۔ اور مبلغ ۱۸۰۰ روپیہ روبرو صاحب رجسٹرار وصول پالیا۔ داخل خارج کرادوں گا۔ کوئی حجت نہ کروں گا۔ لہٰذا چند حروف بیعنامہ لکھ دیئے تاکہ سند رہے۔ ۲۲ اگست ۱۹۲۹ء۔

بقلم حاجی احمد خاں راجپوت

العبد۔ حاکم علی ولد علی محمد جٹ ہرا ساکن بھڑی کلاں شاہ عبد الرحمٰن۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت پاک صاحب

از مؤلف

شاہ رحماں اہلِ فضلِ عمیم — فیضِ او منتشر چو بادِ نسیم
خازنِ گنجِ حضرت نوشاہ — پیشوائے جہاں ز لطفِ عظیم
یکدم از یادِ حق نبود جدا — در رہِ شرع و فقر بود مقیم
زیں سرائے فنا بجرد گذر — سکہ زن شد بملکِ دارِ نعیم

چوں شرافت بجست تاریخش
گفت دل، اشرف و رحیم کریم
۱۵ ۱۱

منہ

میری یہ تاریخ سنگِ مرمر کے کتبہ پر روضہ عالیہ رحمانیہ کے سرہانے باہر کی طرف عمارت میں نصب کی گئی ہے۔ شمال کی طرف سے پڑھی جاتی ہے۔

حضرتِ پُرنور محبوبِ جنابِ کبریا — شاہ رحماں پاک[1] حب والی ملک بقا
غنچہ گلزار حضرت نوشہ حاجی گنج بخش — جانشینِ غوثِ اعظم مسند نشین ولیاء

[1] حضرت شیخ عبد الرحمٰن پاک صاحب کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے پہلے حصہ تحائف الاطہار نامی میں بھی لکھا جائے گا۔ ۱۲ شرافت

گوہرِ دُرجِ حقیقت اختر بُرجِ کمال — شاہبازِ اوجِ عرفاں آفتابِ اجتبا
کرد پرواز از قفس چوں طائرِ باغِ جناں — سالِ تاریخ وصالش گفت دل "شیرِ خدا"[۱۵]
روضہ اش تعمیر کردہ شیخ برخوردار ہرل — در ہزار و یکصد و سی ہفت ہجری صاحبا
باز از سرشد مرمت خانقاہِ شاہِ دیں — زاہتمامِ خاص اولادِ جنابِ باصفا
یکہزار و سی صد و پنجاہ و سہ ۔ ماہِ رجب
گشت مرقوم از شرافت سالِ تاریخِ بنا

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف : اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ ۱۵۰ ہ

۲۔ آیت شریف : ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما ۔ ۱۵ ہ

۳۔ قائد اعظم ۔ ۱۵ ہ — ۵۔ رضوان پناہ ۱۵ ہ

۴۔ دریائے فیض ۱۵ ہ — ۶۔ رجستہ نوائے ۱۵ ہ

۷۔ ظہیر ۔ ۱۵ ہ

۸۔ گل باغِ نبی ۱۵ ہ

لہ جب میرا یہ قطعہ تاریخ سنگِ مرمر پر کندہ ہو چکا تو میری عدم موجودگی میں میاں لال شاہ ولد بھگے شاہ ولد امیر شاہ عطریوالہ نے اپنی بے علمی اور جہالت سے یہ سمجھ کر چونکہ شیخ برخوردار ہرل کا نام اس مصرعہ میں آگیا ہے۔ کہیں اس کی اولاد دربار میں قابض نہ ہو جاویں ۔ اس نے یہ سارا مصرعہ کھدوا دیا۔ اور اس کی بجائے یہ الفاظ لکھوائے " روضہ اش تعمیر کردن بیاد گارِ پاک رضان " جس کا نہ کوئی مطلب ہے نہ وزن۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی بیوقوف کاتب نے قرآن مجید کی کتابت کی۔ جب اس میں آیا خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا تو اُس نے کہا کہ خدا کو یہ غلطی لگ گئی ہے۔ خود گرنا تو عیسٰی علیہ السلام کا ہوتا تھا۔ لہذا اُس نے لکھ دیا خَرَّ عِیْسٰی ۔ اور جب قرآن میں آیا نَادٰىنَا نُوْحٌ تو اس نے کہا کہ نوح علیہ السلام نادان تو نہیں تھا۔ خدا نے ایسا کیوں کہا ہے لہذا اُس نے دانا نوحٌ لکھ دیا۔ تو میاں لال شاہ بھی اُسی کاتب کا ہم مذاق ٹھہرا۔ ھداہ اللّٰہ الی طریق الحق۔

حضرت شیخ الہ داد

آپ سائرِ میدانِ تفرید، واقفِ علومِ توحید، صاحب زہد و تقویٰ و حلم و سخاوت تھے حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے جلیل القدر خلیفوں سے تھے۔

نام و نسب آپ کا نام الہ دادؒ، والد کا نام شیخ صالح محمد المعروف میاں سہائی تھا۔ خاندان قریشی اسدی (ہند) سے تھے۔

آپ حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ کے بڑے بھائی تھے۔ لیکن چونکہ مرتبہ کے لحاظ سے اُن سے کم تھے، اس لیے آپ کے حالات اُن سے بعد لکھے گئے ہیں۔ نیز حضرت پاک صاحبؒ بانی خاندان تھے، اس لیے اُن کے حالات پہلے ہی درج ہونے چاہیئے تھے۔

بیعت و خلافت آپ کی ولادت بھڑی میں ہوئی، تعلیم و تربیت وہیں پائی، جن ایام میں حضرت پاک صاحبؒ کو بچپن میں جذبہ دامنگیر ہوا تو عوام الناس ان کو "رحماں دیوانہ" کہنے لگے۔ آپ انکو بغرض دعائے صحت حضرت نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں لائے۔ آنجناب نے ایک ہی نگاہ سے دونوں بھائیوں کو بدرجہ کمال پہنچا دیا۔ آپ وہیں بیعت ہو گئے۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پیر روشن ضمیر نے آپ کو بھڑی شریف رہنے کا حکم دیا۔[1]

تجارت کا شوق آپ کو گھوڑوں کی تجارت کا شوق تھا۔ اچھی اچھی نسلوں کے گھوڑے دور دراز علاقوں سے جا کر خرید تے تھے۔ اور بیشمار منافع حاصل کرتے۔

پیر کی اولاد سے حسن سلوک منقول ہے کہ جس وقت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداریؒ بیعت ہونے کے ارادہ سے حضرت پاک صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو وہ ادب کی وجہ سے ان کو بیعت نہ کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ یہ شیر کے بچے ہیں مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔ آپ نے ان کو فرمایا۔ اے عبدالرحمٰن اپنے پیر کا حق تب ہی ادا کر سکو گے۔ جب صاحبزادہ کو بیعت کر لو گے۔ اگرچہ یہ شیر کے

[1] ملاحظہ ہو تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ شرافت

پہنچے ہیں۔ لیکن تم پر مہربان ہیں ان کی خدمت کرنی دونوں جہان کی سعادت کا سرمایہ ہے ؎

ہر چہ داری صرف کن در راہ او　　　لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

آپ کی سفارش سے انہوں نے بیعت کر کے صاحبزادہ کو نورؒ علی نور بنا دیا۔

سخاوت آپ نہایت درجہ کے سخی، جواد، کریم النفس تھے۔ لنگر ہر وقت جاری رہتا۔ محتاج مسافر اکثر آپ کے درِ دولت پر حاضر رہتے۔ بھوکوں کو روٹی، ننگوں کو کپڑے عنایت فرمایا کرتے تھے۔[1]

ایثار منقول ہے کہ جب شاہی پیادے حضرت پاک صاحبؒ کو احتساب شرعی کے لیے لاہور کو لے چلے، تو آپ نے فرمایا۔ بھائی صاحب اگر کہو تو تمہارے ساتھ سونا چاندی وزن کر کے اِن کو دے دوں اور تم کو چھڑا لوں، انہوں نے فرمایا ہمارا خدا حافظ ہے۔

بیعنامہ کی دستاویز مجھے ایک پرانی دستاویز ملی ہے، جس پر زمینداران موضع بہلول کا قطعہ اراضی فروخت کرنا، اور مُلا سعد اللہ نامؒ کا خریدنا تحریر ہے اگرچہ اس بیعنامہ سے آپ کا ذاتی تعلق کوئی نہیں۔ مگر چونکہ قطعہ اراضی کے حدودِ اربعہ تحریر کرنے میں آپ کا نام بھی آگیا ہے، نیز آپ کے فرزند شیخ حسن علی کا نام بھی شناخت کرنے والے معتمدین میں موجود ہے۔ نیز آپ کے چھوٹے بھائی شیخ محمد برخوردار کی مہر اُس پر ثبت ہے۔ اس لیے تبرکاً وہ بیعنامہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

مُہر

(قاضی خادم الاسلام)

ایں ماکہ لیست در بیان آنکہ فاضل و عادل ابنان نصیر ابن فتح محمد، دستگیر ادنظیر و مومن ابنون عالم ولد نعمت اللہ ولد ابراہیم، و عنایت بن بخشا بن ابراہیم مسطور، حرفیہ دھوتہڑ متقدمان و مزارعان موضع چک بہلول عمل پرگنہ حافظ آباد بریں وجہ کہ ہمگی و تمامی قطعہ زمین عرضی و طولانی

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۲ اسلہ رسالہ احمد بیگ ۱۲ سلہ یہ دستاویز ۱۰۹۶ھ زمانہ عالمگیر کی لکھی ہوئی مجھے ۱۳۵۳ھ میں میاں اللہ دتہ بن میاں محمد الدین صاحب رحمانی بیٹر والہ کے گھر سے ملی وہاں سے میں نے نقل کی۔ اصل دستاویز اُن کے گھر میں بمقام بھڑی موجود ہے ۱۲ شرافت

زراعت کہ مشتمل بر موازی سی بیگھہ بجریب شصت گزی ست در موضع مذکور پیموذند، وبالعین مسطورین ارضی مذکورہ را کہ در ملک آنہا بودہ و در تحت و تصرف مالکانہ شرعی خویش داشتند تا زمان این بیع وشرے محدود بحدود اربعہ خالیاً عن حق الغیر وعمایہ نع عن جواز البیع بہ بیع شرعی بیعاً تاماً باتاً بالمقابلہ مبلغ بیست وچہار روپیہ کہ نصف آں مبلغ دوازدہ روپیہ موصوفہ میشود بدست ملا سعد اللہ ولد شیخ محمد ولد شیخ کبیر فروختہ اند، ومبلغ ھٰھُنا را در قبض وتصرف خود ہا آوردہ اند ومبیعہ مسطورہ را سپرد مشتری مذکور نموذند وتقابض زمین در مجلس عقد واقع شد، اخبار برین کہ قطعہ زمین مع الحدود در تحت وتصرف مالکانہ بالعین مذکورین بودہ است تا زمان این مبایعہ صحیحہ شرعیہ، مسمی حسن علی بن شیخ اللہ داد عرف مہند وحافظ فیض اللہ بن مہر علی تارڑ ساکن موضع بھڑی دھونتھڑ عملہ پرگنہ مذکور وضمان ورک در شریعت غرا معتبر ست اگر بوقوع آید این چند کلمہ بر سبیل سند شرعی نوشتہ دادند کہ عند الحاجت موجب اعتماد باشد۔

قطعہ ۔عرض پنج جریبان ۔طول ہشت جریبان

شرقی آں متصل زمین آئمہ شیخ اللہ داد افتادہ وشارع عام۔

غربی آں متصل زمین چاہ موضع بھڑی دھونتھڑ۔

جنوبی آں متصل زمین چاہ موضع بھڑی دھونتھڑ وسکابرہ۔

شمالی آں متصل بارانی (یہاں سے کاغذ کرم خوردہ تھا) موضع مذکور۔

تحریر فی التاریخ بیست ودوم شہر شعبان المعظم ۲۷ سنہ جلوس والا۔

گواہ شد۔ عالم چند قانونگو

گواہ شد۔ شیخ ہدایت اللہ وکیل جیت قانونگو

گواہ شد۔ چوہدری صالح ولد بلونت رائے قانونگو

گواہ شد۔ ملک ہرا از موضع ڈگلا

گواہ شد۔ مہر خیدو سبحان رائے قانونگو

گواہ شد۔ شہباز وامیر زد موتھڑ موضع بھڑی دھونتھڑ

شہد بما فیہ۔ مہر۔ انور حسین

شہد بما فیہ۔ فقیر برخوردار مہر

شہد بما فیہ۔ شیخ محمد ولد شیخ کبیر مشتری مذکورین فی المتن۔

شیخ محمد ۱۰۹۵
برخوردار

یادگار مکان | جس مکان میں آپ کی رہائش تھی، وہ جگہ سنہ ۱۹۸۰ھ میں دو حصوں پر مشتمل تھی شمالی نصف پر میاں شاہ دین بن میاں اللہ دتہ ساکن تھا۔ جنوبی نصف حصہ پھر دو حصوں پر منقسم تھا۔ ایک حصہ پر میاں چراغ شاہ بن کرم الدین ساور دوسرے حصہ پر میاں عطاء اللہ بن میاں الٰہ بخش آباد تھا۔

اولاد | آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں حسن علی رح۔ ۲۔ میاں شکر علی رح

— میاں حسن علی اپنے والد کے ہی مرید و خلیفہ تھے۔ ان کی اولاد بہت ہے لیکن نذر و نیاز خانقاہ سے ان کو کوئی حصہ نہیں ملا میاں حسن علی رح کے دو بیٹے تھے۔ میاں ہاشم ماہی۔ میاں ہاشم درگاہی۔

— میاں ہاشم ماہی کا ایک بیٹا میاں گل شید تھا۔

— میاں گلشید۔ اکثر اسم شریف یَاھَادِیُ کا ورد رکھتا تھا اس لیے اس کا لقب بابا ہادی مشہور ہوا۔ اس کی اولاد کو بھی لوگ "ہادیاں" کہتے ہیں۔ پہلے ڈھیرہ تنگیاں میں آباد تھا پھر جلبری شاہ رحمان میں چلا آیا۔ اس کی بیعت طریقت میاں امام شاہ بن میاں نور شاہ رحمانی سے تھی۔ اس کا ایک بیٹا میاں گل محمد نام تھا۔

— میاں گل محمد کا ایک بیٹا میاں حسن محمد تھا۔

— میاں حسن محمد کے دو بیٹے تھے۔ میاں کرم الدین۔ میاں محمد یار لاولد۔

— میاں کرم الدین کا ایک بیٹا تھا۔ میاں نور ماہی

— میاں نور ماہی کے دو بیٹے بوٹا اور غلام محمد آجکل سنہ ۱۳۷۹ھ میں بھیرٹی شریف میں موجود ہیں۔

— میاں شکر علی بن شیخ اللہ داد صاحب کا ذکر آگے قسم دوم کے دوسرے باب میں آئے گا۔ ان کو بوجہ داماد حضرت پاک صاحب ہونے کے خانقاہ سے حصہ ملا ہے۔ اور ان کی اولاد نذر و نیاز کے حصہ دار ہیں۔

تاریخ وفات | شیخ الہداد کی وفات سنہ ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔

---

[1] میاں اللہ داد کا کچھ ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے پہلے حصہ تحائف الاطہار نام

آپ کی قبر بیری شریف ضلع گوجرانوالہ میں اپنے برادرِ حقیقی حضرت پاک صاحبؒ کے گنبد عالی میں ایک چبوترہ پر ہیں۔ مشرقی قبر آپ کی ہے۔ اور مغربی حضرت پاک صاحبؒ کی۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ فیاض اکبر ۱۱۱۴ھ ۲۔ باغ اعلیٰ ۱۱۱۴ھ ۳۔ شیخ سعید زبان ۱۱۱۴ھ

حضرت شیخ محمد برخوردار

آپ شیخ صالح محمد المعروف میاں سہالی قریشی اسدی (مہند) کے دوسرے بیٹے تھے بیعت و خلافت اپنے چھوٹے بھائی شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ سے رکھتے تھے۔

آپ صاحب علم و فضل و یگانہ روزگار شیخ وقت تھے۔ شریعت و طریقت کے پابند زاہد و عابد تھے۔

نقش نگین شیخ اللہ دادؒ کے ذکر میں جو بیعنامہ فارسی درج کیا گیا ہے۔ اُس کے گواہان میں آپ کی مُہر ثبت ہے۔ جس پر یہ الفاظ ہیں۔

شیخ محمد ۱۰۹۵
برخوردار

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۹۵ھ میں آپ زندہ موجود تھے۔

اولاد آپ کی اولاد بہت ہے۔ جو نور پور چاہلاں۔ رسول پور چٹھہ۔ کھو جیانوالہ۔ چک بہلول کوٹ لالہ۔ کوٹ کیسو۔ ونو ٹیانوالی وغیرہ دیہات میں آباد ہے۔ وہ سب اپنے آپ کو حضرت پاک صاحبؒ کی اولاد بتاتے ہیں۔ حالانکہ وہ شیخ محمد برخوردارؒ کی اولاد ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو اپنا سلسلہ نسب آپ تک جانتا ہو۔ یا کسی کے پاس کوئی قلمی تحریری ثبوت ہو۔

آپ کی اولاد میں سے ایک بزرگ میاں نذر محمد گذرے ہیں۔ یہ تصدیق نہیں ہو سکا کہ وہ آپ کے بیٹے تھے یا پوتے۔ بہرکیف وہ آپ کی اولاد تھے۔ ان کی اولاد مختلف مواضعات میں پائی جاتی ہے۔ ان میں سے جن اشخاص کا شجرہ مجھے مل سکا ہے وہ

ذیل میں لکھا جاتا ہے گام ۱۲ شرافت

درج ذیل ہے۔

— میاں نذر محمد کا ایک بیٹا میاں دلاور تھا۔

— میاں دلاور، بھڑی شاہ رحمان سے منتقل ہو کر نور پور چاہلاں ضلع گوجرانوالہ میں چلا گیا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ میاں پیر بخش۔ میاں چاندی۔ میاں امیر بخش۔

— میاں پیر بخش کے دو بیٹے تھے۔ میاں شاہ محمد۔ میاں حسین بخش لاولد۔

— میاں شاہ محمد کے تین بیٹے تھے۔ میاں مولا بخش۔ میاں لال دین لاولد۔ میاں شمس الدین لاولد۔

— میاں مولا بخش کے دو بیٹے ہیں۔ میاں غلام محمد۔ میاں رحیم بخش۔

— میاں غلام محمد آج کل ۱۳۷۹ھ میں زندہ موجود ہے اور موضع ونوٹیانوالی چک ۳۹ ضلع شیخوپورہ میں سکونت رکھتا ہے۔ اس کا ایک بیٹا صاحبزادہ عنایت حسین ہے۔

— صاحبزادہ عنایت حسین تعلیم یافتہ ہے۔ میرا مرید ہے۔ اچھے اخلاق والا نیک طبع ہے۔ رسلائی کا کام بڑا اچھا کرتا ہے۔ اس کا ایک بیٹا منظور حسین نام ہے۔

— میاں رحیم بخش بن مولا بخش کوٹ لالہ متصل بھڑی شاہ رحمان میں سکونت رکھتا ہے۔ اس کا ایک لڑکا عبداللطیف نام ہے۔

— میاں چاندی بن دلاور کے چار بیٹے تھے۔ میاں نبی بخش۔ میاں الٰہی بخش۔ میاں محکم الدین۔ میاں فتح دین لاولد۔

— میاں نبی بخش کا ایک بیٹا میاں محمد الدین تھا۔

— میاں محمد الدین کا ایک بیٹا میاں نور الدین تھا۔

— میاں نور الدین کے دو بیٹے محمد رشید و محمد حفیظ موجود ہیں۔

— میاں الٰہی بخش بن چاندی کے تین بیٹے تھے۔ میاں لدھا۔ میاں لبھا۔ میاں وددھایا لاولد۔

— میاں لدھا درویش خیال تھا۔ نور پور چاہلاں میں سکونت رکھتا۔ حضرت سید کھن شاہ

برخورداری لاہوری کا مُرید تھا۔ دنیا سے لاولد فوت ہوا۔

—— میاں لبھا کے دو بیٹے ہوئے۔ میاں محمد الدین۔ میاں غلام محمد لاولد

—— میاں محمد الدین نور پور میں سکونت رکھتا ہے۔ اس کے چار بیٹے۔ محمد صدیق۔ محمد رفیق۔ حبیب اللہ۔ عبدالرحمن موجود ہیں۔

—— میاں محکم الدین بن چاندی کا ایک بیٹا خیر الدین نام تھا۔ جو لاولد فوت ہوا۔

—— میاں امیر بخش بن دلاور کی اولاد کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ اس لیے ذکر نہیں کیا۔

علاوہ بریں

شیخ محمد برخوردار کی اولاد میں سے ایک بزرگ میاں قطب الدین نام تھے۔ ان کی اولاد کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

—— میاں قطب الدین کا ایک بیٹا میاں سلطان احمد تھا۔

—— میاں سلطان احمد کا ایک بیٹا میاں شاہ محمد تھا۔

—— میاں شاہ محمد کی سکونت رسول پور چیٹھہ متصل علی پور ضلع گوجرانوالہ میں تھی۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ میاں محمد بخش۔ میاں کرم الٰہی۔

—— میاں محمد بخش صاحب علم اور کاتب اور شاعر تھے۔ پنجابی میں شعر کہا کرتے۔ اپنے والد کا وفات نامہ نظم کیا۔ ایک کتاب قصہ محکم و معانی نظم کیا۔ اس میں انگریزوں کی حکومت آنے اور کچہریوں میں بے انصافیوں کے پھیل جانے کا ذکر کیا۔ یہ قصہ ۱۲۷۶ھ میں نظم کیا۔ یہ موضع خوجیانوالہ میں سکونت رکھتے تھے۔ ایک کتاب ان کی مکتوبہ سے ان کا دستخط نقل کیا جاتا ہے۔

"تمت تمام شد قصہ شیریں و خسرو و فرہاد تصنیف میاں محمد حسین ساکن موضع گاجرگولہ بدست خط فقیر محمد بخش ولد میاں صاحب میاں شاہ محمد ساکن موضع خوجیانوالہ۔ بروز یکشنبہ موافق سنہ ۱۲۶۸ھ ہجری مقدس معلےٰ برائے خود تحریر یافت تم تمام شد" یہ لاولد فوت ہوئے۔

—— میاں کرم الٰہی کے دو بیٹے تھے۔ میاں محبوب عالم۔ میاں شیر عالم۔

—— میاں محبوب عالم کو حضرت پاک صاحب کا نسب نامہ حفظ تھا۔ جو تو شیروں کو ملایا کرتا تھا۔

اس کا ایک لڑکا محمد حسین رسول پور میں موجود ہے۔

مدفن شیخ محمد برخوردار کی قبر بھیڑی شریف میں درگاہ رحمانیہ سے شمالی طرف بفاصلہ دو فرلانگ واقعہ ہے۔ قبر پختہ بنی ہوئی ہے۔ چار دیواری کے اندر اور بھی قبریں ہیں۔ درخت سایہ دار بہت ہیں۔ پاس کنواں جاری ہے۔ **وفات ۱۱۲۱ھ**

شیخ جان محمدؒ

المعروف میاں جانی صاحب۔ آپ شیخ صالح محمد المعروف میاں سہالی قریشی اسدی (مہند) کے تیسرے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت اپنے حقیقی چھوٹے بھائی شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ سے رکھتے تھے۔

تبلیغ اسلام آپ عالم و فاضل تھے۔ وعظ و نصیحت میں سرگرم رہتے۔ شریعت کی ترویج میں ہردم کوشش کرتے۔ تبلیغ اسلام کے واسطے کابل کی طرف چلے گئے پھر واپس نہ آئے۔

حضرت بی بی زُہرہ خاتون

آپ حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ کتاب تذکرہ نوشاہیہ میں آپ کا نام بی بی طُھری لکھا ہے۔ جو زُہرہ کا تبدیل شدہ لفظ ہے۔ آپ کے بطن سے آپ کی دُختری اولاد ہوئی۔ آپ بڑی پاکباز نیک نہاد۔ خدایاد۔ صاحبِ تقویٰ و طہارت تھیں آپ کی قبر معہ اہلیہ حضرت شیخ اللہ داد درگاہ عالیہ رحمانیہ سے باہر شمال کی طرف ایک فرلانگ کے فاصلہ پر پختہ چبوترہ پر بنی ہوئی ہے۔ دونوں قبریں زیارت گاہ موجود ہیں۔ ۱۳۵۲ھ میں اولاد نے پختہ بنوادی ہیں۔ **وفات ۱۱۳۵ھ**

فائدہ: ۱۳۰۹ھ میں مجھے میاں محمد علی بن میاں خدا بخش زمانی بھیڑیوالہ کے گھر سے چار قلمی دستاویزیں دستیاب ہوئیں۔ جو چند مستورات عالیات صالحات کے نام قطعات زمین کی جاگیر کے متعلق تھیں۔ جو عہد اورنگ زیب عالمگیر میں حکومت کی طرف سے ان کو ملی تھی سال میں سے

پہلی دستاویز میں مسمات ماہی۔ اور بختاور خاتون اور جمال خاتون کا نام آتا ہے۔
دوسری دستاویز میں مسمات ماہی۔ اور سیر فرخاتون اور جمال خاتون اور زہرہ کا نام آتا ہے۔
تیسری دستاویز میں صرف مسمات ماہی وغیرہ کا لفظ آتا ہے۔
چوتھی دستاویز میں مسمات مریاں۔ اور بختاور کا نام آتا ہے، اور اُن کو دُختر شیخ یعقوب لکھا ہے۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ غالباً ہر شش مستورات آپس میں حقیقی بہنیں ہیں، اور چوتھی دستاویز کی رُو سے ان کے والد کا نام شیخ یعقوب ہے۔
ان تحریروں کا پاک صاحبؒ کی اولاد کے گھر میں موجود ہونا، اور دوسری دستاویز میں زہرہ کا نام بتصریح پایا جانا اور زمانہ عالمگیر بادشاہ کی تحریریں ہونا ثابت کرتا ہے کہ یہ وہی زہرہ ہیں، جو حضرت پاک صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ تھیں، اور یہ کاغذات اُن کی اولاد میں پشت بر پشت منتقل ہوتے چلے آئے۔
چونکہ سب بہنوں سے مسمات ماہی بڑی تھیں، اس لیے سب دستاویزوں میں اوّل نمبر پر انہیں کا نام آتا ہے۔ اور باقی بہنوں کے نام آخر میں ضمناً درج ہوتے ہیں۔
یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت زہرہ کی دوسری بہنیں حضرت پاک صاحبؒ کے دوسرے بھائیوں وغیرہ کے ازدواج میں ہوں۔ اس لیے یہ جاگیر سب کے نام اکٹھی لکھی گئی ہو۔
یا کہ مسمات ماہیؒ تارکہ مجردہ ہوں۔ اس لیے مدد معاش ان کے نام تحریر ہو۔ اور باقی بہنیں شادی شدہ ہوں۔ اور اُن کا نام ضمناً درج کیا گیا ہو۔
بہرکیف حضرت پاک صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ حضرت زہرہ خاتونؒ بھی اس جاگیر میں شامل ہیں۔
لہٰذا وہ دستاویزیں بلفظہٖ یہاں درج کی جاتی ہیں۔

فرمانِ اوّل

مُہر

خادمِ شرع قاضی
۱۱ ۳۵
محمد اسلم
مہر شاہ

نقل
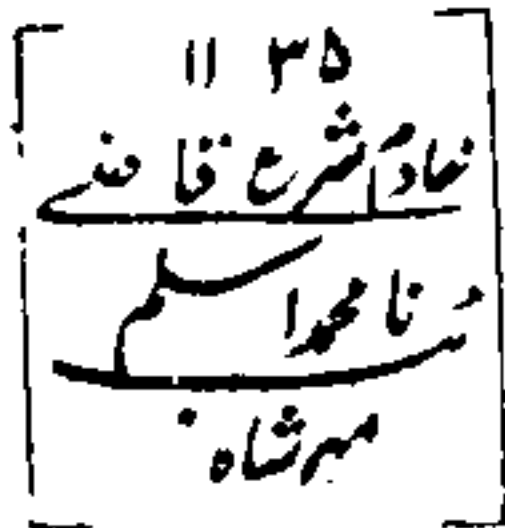
پروانہ تجویز صدارت پناہ و ریاست دستگاہ نظام الدین حسن قادری۔ صدر مرقوم بتاریخ ۲۱، شہر ربیع الثانی ۳۲ جلوس والا۔ گماشتہائے جاگیرداران وکروڑیان حال واستقبال پرگنہ حافظ آباد مضاف بصوبہ پنجاب بدانند کہ چوں حقیقت استحقاق مسماۃ ماہی وغیرہ با بوضوح پیوست کہ مستحقہ و مستورہ و مصلیہ اند واز ممر دیگر وجہ معیشت ندارند، واوقات بعسرت میگذرانند واستحقاق بمرتبہ کمال دارند۔ بنا براں بتصدق مبارک بندگانِ حضرت خدیو جہان۔ خداوندِ زمان، باعثِ امن وامان، ظلِ ظلیلِ ایزد متعال، نائبِ جلیل دادار بیہمال، مظہرِ اتم پروردگار، رحمتِ اعظمِ آفریدگار، متقنِ قوانینِ جہانداری، ممہدِ مہاد کرم گستری خلافت پناہ، ظل اللہ، حضرتِ بادشاہ عالمگیر خلد اللہ ملکہ، ابدا موازی بست بیگھہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ مذکور دروجہ مدد معاش مشار الیہن تجویز نمودہ مقرر و مفوض کردہ شد، مے باید کہ زمین مذکور را در جائے نیک پیمودہ وچک بستہ بتصرف آنہا باز گذاشتہ اصلاً ومطلقاً متعرض نشوند کہ مزارع کردہ حاصلات آں را فصل بفصل وسال بسال صرف مایحتاج خود با نمودہ بدعا گوئی دوام دولت ابد باب مواظبت مینمودہ باشند۔ واگر درمن دیگر چیزے دانستہ شد آں را اعتبار نکنند دریں باب قدغن دانند۔

(نقل پشت فرمانِ ہذا)

مقرر بیع ضمن در وجہ مدد معاش مسماۃ ماہی وغیرہا بتجویز حال در پرگنہ حافظ آباد معناف بصوبہ پنجاب قطعہ عـــہ۲ بیگہ زمین اُفتادہ لائق زراعت خارج جمع۔

مشارالیہا۔ عـــہ بیگہ۔ مسماۃ بختاور خاتون ۵ـــہ بیگہ۔ مسماۃ جمال خاتون ۵ـــہ بیگہ۔

فرمانِ دوم

مُہر
عالمگیر شاہی
دیانت خاں

مُہر
عالمگیر شاہی
حسن قادری
نظام الدین

"چوں حقوق استحقاق و تقوے مسماۃ ماہی وغیرہا بوضوح پیوست کہ مصلیہ و مستورہاں را ازیں رہگذر روبہ معیشت مقرر ندارند و اوقات بعسرت میگذرانند۔ لہذا بتصدق فرقِ مبارک بندگان حضرت خدیوِ زمین وزمان۔ خداوندِ تمکین ومکان، باعث امن وامان، خلافت پناہ ظل اللہ حضرت بادشاہ عالمگیر خلد اللہ ملکہٗ ابداً۔ موازی بیست ۳۰ بیگہ زمین بنجر خارج جمع لائقِ زراعت از پرگنہ حافظ آباد در وجہ مدد معاش آنہا مقرر و مجوز کردہ شد۔ مے باید کہ در محال نیک پیمودہ و چک بستہ بتصرف موصٰی الیہن واگذارند کہ فصل بفصل و سال بسال صرف مایحتاج خودہا نمودہ بعبادت معبود حقیقی مشغول شدہ بدعائے دوام دولت ابد قرین مواظبت مے نمودہ باشند۔ تحریر فی التاریخ ۷، رمضان المبارک سنہ ۲۴ جلوس والا۔

(نقلِ پشتِ فرمان ہذا)

مقرر شرح ضمن مدد معاش باسم مسماۃ ماہی وغیرہا۔

عـــہ۲ زمین افتادہ

مشارالیہا صـہ۔ مسماۃ سیرزہ خاتون صـہ۔ مسماۃ جمال خاتون صـہ۔ مسماۃ زہرہ صـہ

فرمان سوم

مُہر

خادم شرع
قاضی
نائب محمد اسلم
مہر شاہ

نقل
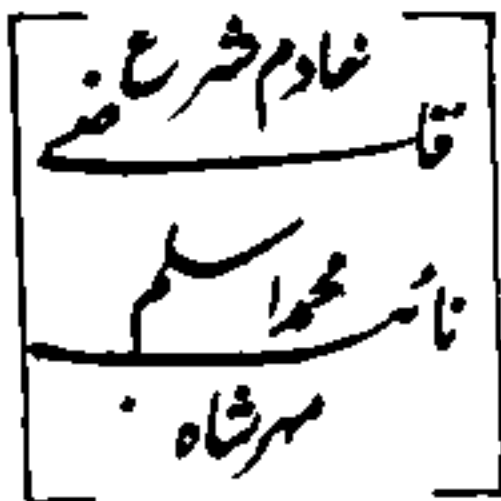
چکنامہ بمہر مرزا محمد نامی کروڑی و بمہر میاں محمد امین مفتی مرحومین مرقوم بتاریخ ۲۵ ، شہر رجب المرجب سنہ [illegible] چکنامہ اراضی مدد معاش پانزدہ ۱۵ بیگہ زمین بنجر افتادہ لائق زراعت خارج ۔ جمع مجملہ موازی بیست بیگہ بموجب تجویز صدارت پناہ و سیادت دستگاہ سید نظام الدین حسن قادری صدر صوبہ دار السلطنت لاہور مرقوم بتاریخ ۲۵ ، شہر رمضان المبارک سنہ [illegible] جلوس والا مقرر ست در وجہ مدد معاش مسماۃ ماہی وغیرہا از پرگنہ حافظ آباد مقرر ست ، در ینولا وکیل مسمیات مذکورہ استدعائے چک بندی نمودہ بیاران رفعت و حکومت پناہ محمد نامی کروڑی پرگنہ سکھہ باتفاق چودھریان و قانگویان و باسترضائے مقدمان و مالکان موضع اورنگ شاہ پور مِلّا عملہ پرگنہ مسطور بجریب شصت گزی پیمودہ و چک بستہ و اربعہ حدود مشخص ساختہ حوالہ وکیل نمودہ تا مزروع کنانیدہ حاصلات آں را فصل بفصل و سال بسال صرف ما یحتاج موکلات خود ہا نمودہ بدعائے بقائے دولت ابدی اشتغال نمایند۔

محدود بحدود الذیل۔

قطعہ ۲ بیگہ ۔ ۵ بیگہ زمین بنجر افتادہ لائق زراعت خارج جمع ۵ بیگہ چکنامہ طلب دارد۔

اراضی	طول	عرض
۱۵	ے	۵

(نقل پشت فرمانِ ہذا)

شرقی آں متصل زمین موضع مذکور — غربی آں متصل زمین آئمہ محمد یوسف مرحوم
جنوبی آں متصل زمین موضع مذکور — شمالی آں متصل زمین موضع مذکور۔

فرمانِ چہارم

مُہر

....
قاضی مولوی نائب

النقل مطابق بالاصل

نقل

پروانہ بمہر محمد اسلم صدر و دیانت خاں دیوان بتاریخ ۴ ربیع الاول سنہ جلوس والا قلمی شد آنکہ گماشتہائے جاگیرداران و کروڑیان حال و استقبال پرگنہ حافظ آباد بصوبہ پنجاب کہ چوں بموجب فرمان عالی شان حضرت فردوس آشیانی مرقومہ تاریخ ۲ جمادی الثانی سنہ موازی ہفت بیگہہ زمین از پرگنہ مذکور در وجہ مدد معاش مسمات مریاں ختریک دہان و مسماۃ بختاور و غیرہ ورثہ شیخ یعقوب وغیرہ کہ برصدور سابق مقرر ست دریں ولا بتصدیق ثقات بوضوح پیوستہ کہ مشار الیہن حی و قائم و اراضی مزبورہ را قابض و متصرف اند۔ و از ممر دیگر معیشت ندارند۔ بنابراں بتصدق فرق مبارک بندگان حضرت خدیو جہان۔ خداوند زمان، باعث امن و امان۔ ظل ظلیل ایزد متعال۔ نائب جمیل دادار بیہمال، مظہر اتم پروردگار۔ رحمت اعم آفریدگار، متقن قوانین جہانداری، ممہد مہاد کرم گستری۔ خلافت پناہ ظل باشد فردوس آشیانی اراضی مسطورہ از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف حسب الضمن مقرر و مسلم دادہ شد مے باید کہ زمین مذکور را بتصرف آنہا باز گذاشتہ اصلاً تعرض ننمودہ باشند و اگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشد آں را اعتبار نکنند دریں باب تاکید دانند۔ کہ تا حاصلات

آں را نفس بفضل وسال لبسال صرف ما یحتاج خود ہا نمودہ بدعائے دوام دولت اشتغال نمایند۔

(نقلِ پشت فرمانِ ہذا)

مقرر شرح ضمن مدد معاش باسم مسماۃ بختاور وغیرہ ورثہ شیخ یعقوب وغیرہ بتجویز صدارسابق ششہ بیگھہ

مشارالیہا ورثہ شیخ للعہ بیگھہ۔ مسماۃ مریاں سے بیگھہ

فائدہ :۔ یہ فرامین اور دستاویزیں اصل صاحبزادہ میاں محمد علی بن میاں خدا بخش بن میاں پیر بخش زمانی کے گھر میں بمقام بھڑی شاہ رحمان موجود ہیں۔ یہ لفظ بلفظ نقل اُن سے لی گئی ہے۔

دُختران حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ

آپ کی چار بیٹیاں تھیں۔

حضرت جواہر خاتونؒ

آپ مریم زماں، خدیجہ دوراں، رابعہ وقت تھیں۔ تجرید و تفرید میں یگانہ تھیں۔ حضرت پاک صاحبؒ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ طریقت میں انتساب بھی والد صاحبؒ سے ہی تھا آپ نے نکاح نہیں کیا۔ تمام عمر یادِ حق میں گذار دی۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ریاضات و مجاہدات میں یکتا تھیں۔ عورتوں میں آپ کا فیض ارشاد بہت تھا۔

قبولِ ہدیہ منقول ہے کہ میاں شادی لوہار ساکن کیلیانوالہ نے جو حضرت پاک صاحبؒ کے مقبول یاروں سے تھے۔ ایک بار آپ کو چاندی کے کنگن ہدیہ میں دیئے تھے۔ آپ نے قبول کئے۔ اور ہاتھوں میں پہنے[1] وفات ۱۱۴۰ھ م۔

مدفن حضرت جواہر خاتون کا مزار درگاہِ حضرت پاکصاحبؒ سے شرقی جانب چبوترہ پر ہے۔

[1] تذکرہ نوشاہیہ شرافت

حضرت حسین خاتونؒ

آپ عارفات کاملات اور مستورات صالحات سے تھیں۔ حضرت پاک صاحبؒ کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ بیعت طریقت والد بزرگوار سے تھی۔

نکاح آپ کا نکاح میاں ابراہیم بن جانی کیڑو سے ہوا تھا۔ جن کو عام طور پر عبدالرحیم کہا جاتا ہے۔

اوصاف آپ یادِ خدا میں ہر وقت مصروف رہتیں۔ نیک نہاد، پارسا صاحب زہد و تقوےٰ۔ اپنے شوہر کی نہایت فرمانبردار تھیں۔

والد کی منظوری منقول ہے کہ جس وقت حضرت پاک صاحبؒ کا وقت انتقال قریب ہوا، تو آپ نے عرض کیا۔ آپ کے بعد میرا کون ہمدرد اور غمخوار ہوگا انہوں نے فرمایا۔ بیٹی تم کو کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔ اور میاں برخوردار بہرل تمہارا بھائی ہے وہ تمہاری خدمت کیا کرے گا۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ حکیم عبدالمجید المعروف حکیم صاحبؒ ۲۔ میاں محمد زمانؒ ۳۔ میاں جیوا شاہؒ

وفات ۱۱۴۴ھ۔

مدفن حضرت حسین خاتون کی قبر درگاہ رحمانیہ سے شرقی جانب چبوترہ پر ہے۔

حضرت فتح خاتونؒ

آپ صابرہ شاکرہ مقبولانِ درگاہِ خدا سے تھیں۔ حضرت پاک صاحبؒ کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ والد بزرگوار کی بیعت سے مشرف تھیں۔

اوصاف آپ طریقہ سلوک و تصوف کی ماہر تھیں۔ دریائے وحدت کی شناور، صاحبِ اخلاق حسنہ تھیں۔ والد کی خدمت کو سعادت سمجھتی تھیں۔

نکاح آپ کا نکاح اپنے برادر عم زاد میاں لشکر علی بن شیخ اللہ داد بھرٹی والہ رو سے ہوا تھا۔

ایک شجرہ میاں محمد علی بن میاں خدا بخش صاحبؒ نذمانی بھیڑ لیاں والہ کے گھر میں موجود ہے، اُس میں آپ کے شوہر کا نام میاں عبدالکریم لکھا ہے۔ چونکہ متواتر ان کا نام شکر علی مشہور چلا آتا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ انہیں کا لقب عبدالکریم ہو۔

اولاد آپ کا ایک ہی فرزند میاں محمد بختاور نام تھا۔ وفات ۱۱۵۱ھ۔

مدفن حضرت فتح خاتون کی قبر بھیڑی شریف، درگاہ رحمانیہ سے مشرقی جانب چبوترہ پر ہے۔

دختر رابعہ حضرت پاک صاحبؒ

اگرچہ عام طور پر یہی مشہور ہے کہ حضرت پاک صاحبؒ کی تین بیٹیاں تھیں۔ مگر تاریخ مخزنِ پنجاب میں چار صاحبزادیاں لکھی ہیں۔ چوتھی کا نام کہیں سے معلوم نہیں ہوا۔ غالباً یہ بھی اپنی ہمشیرہ کے بعد میاں ابراہیم بن جانی کے نکاح میں آئیں۔ واللہ اعلم

قسمِ دوم

اس میں حضرت پاک صاحبؒ کے دامادوں، اور نواسوں، اور دختری اولاد کے حالات ہیں۔ چونکہ دو بیٹیوں کی اولاد باقی ہے۔ اس لیے اس قسم کو دو بابوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

بابِ اوّل۔ میں فرقِ رحیمیہ کے بزرگوں کے حالات ہیں۔ جو آپ کے داماد میاں ابراہیم المعروف عبدالرحیم رہ کی طرف منسوب ہے۔ جو حضرت حسین خاتونؒ دختر پاک صاحبؒ کے شوہر تھے۔ اس میں ۹ فصل ہیں۔ ان میں بالترتیب ۹ پشتوں کے حالات ہیں۔

بابِ دوم۔ میں فرقِ بختاوریہ کے صاحبزادگان کے حالات ہیں جو آپ کے نواسہ میاں محمد بختاور رہ کی طرف منسوب ہے۔ جو حضرت فتح خاتونؒ دختر حضرت پاک صاحبؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ جن کے والد کا نام میاں عبدالکریم المعروف شکر علی بن شیخ الہ داد رہ تھا۔ اس باب میں ۹ فصل ہیں اور ۹ پشتوں کا حال ہے۔

باب اوّل

فریق رحیمیہ کے حالات میں۔

فصل اوّل

حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ۔ قریشی اسدی (مہند) المتوفی اتوار۔ ۴ر محرم ۱۱۱۵ھ مدفون بھدڑی شریف۔

فصل دوم

میاں ابراہیم عرف عبدالرحیمؒ

آپ کا نام و نسب عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے۔ عبدالرحیم بن جانی بن ابراہیم بن بوڑا بن فتح محمد قوم بھٹی۔ اور آپ کا اصل وطن جلال پور بھٹیاں بیان کیا جاتا ہے۔ مگر ایک پورانی تحریر جو سنہ ۱۱۳۱ھ کی ہے۔ اُس پر آپ کا نام ابراہیم ولد جانی قوم کیڑو لکھا ہے۔ اور سکونت موضع اورنگ شاہ پور ڈلا لکھی ہے۔ جو بھڈڑی کا قدیمی نام تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ آباؤ اجداد سے بھڈڑی کے ہی رہنے والے تھے۔ اور ابراہیم کا تلفظ بدل کر عبدالرحیم مشہور ہو گیا۔

بیعتِ طریقت ایک پورانی تحریر میں جو میاں لدھا لور پوری کے گھر میں تھی۔ آپ کا نام "میاں عبدالرحیم چشتی" لکھا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ چشتی سلسلہ میں بیعت تھے۔ اور کتاب مناقبات نوشاہیہ۔ اور گلزار فقرا وغیرہ کتابوں میں حضرت پاک صاحبؒ کے خلفاء کی فہرستوں میں کہیں آپ کا نام درج نہیں۔ مگر رسالہ

سبیل سلسبیل[1] میں آپ کو حضرت پاک صاحب کا مُرید لکھا ہے۔ آپ کی اولاد بھی اسی بات کی مدعی ہے۔ لیکن کوئی پرانا قلمی تحریری ثبوت کسی کے پاس نہیں۔

ایک قطعہ زمین کا بیعنامہ ایک پرانی دستاویز سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۲۱۱ھ میں موازی پندرہ بیگھہ زمین بقیمت پندرہ روپیہ موضع اورنگ شاہ پور ڈلاں (بھیری شریف) کے زمینداران قوم ہراء سے خرید کی، آپ کے ساتھ زمین خریدنے میں نور محمد ولد بختاں کیرا اور بختاور ولد مہربان اندی بھی حصہ دار اور شریک تھے۔ اس دستاویز کی بلفظہٖ نقل یہاں درج کی جاتی ہے۔

ھوالغنی

اقروابما فیہ

مُہر	مُہر
محمد خادم شرع سعید قاضی	۵۲[2]

اقرار کردند واعتراف معتبر صحیح شرعی نمودند ہر یک مسمی داناو لقمان وسلیمان ابنون ......[3] و بختاور بن موہن بن سکھتی وقائم بن جیوند ابن موہن مسطور، ودلیر بن گلاب موہن مذکور۔ ومہروان و بخشا ابنان سعدی بن بھیرو۔ وسلیمان بن متوالہ بن بکھو۔ وفتا ومتا ابنان نہالہ بن سیکھو۔ وشادی بن روپا بن فتو۔ ودسوندھی ودرگاہی ابنان نعمت اللہ بن روپا مسطور۔ چنوں وکریا ابنان روپا مسطور گھلا بن لعل بیگ بن روپا مسطور۔ حیات وعنایت ابنان جیون بن دساجا۔ وماہی بن جاہر بن تانک۔ وبھگوانہ بن روپا بن ماتا۔ ومہروان وکلو ابنان پولا بن

[1] یہ رسالہ ۱۳۳۲ھ کی تصنیف ہے ۱۲ [2] یہ مُہر کرم خوردہ تھی پڑھی نہیں گئی ۱۲ [3] یہ عبارت کرم خوردہ تھی ۱۲ سید شرافت

باکمرعرفهم هراوُ مقدمان و مالکان موضع اورنگ شاه پور ڈلا عمله پرگنه حافظ آباد بریں دجه
کر همگی و تمامی قطعه زمین بنجر افتاده لائق زراعت خارج جمع مشتمل بر موازی پانزده ۱۵ بیگه کہ
کائن ست در موضع مذکور ازاں چه نمودند بالیعین مسطورین که اراضی مذکوره را در ملک آشنا بود
و در تحت تصرف مالکانه شرعی خویش داشتند تا زمان ایں بیع و شری محدود بحدود اربع
ذیل خالیاً عن حق الغیر د امایمنع عن جواز البیع۔ به بیع بیعاً باتاً ثباتاً بتقابل
مبلغ پانزده ۱۵ روپیه که النصف منه تاکید الاصل مبلغ هفت روپیه و هشت آنه
موصوف میشود بدست نور محمد ولد بختاں کیرٹو بختاور ولد مهریان اندی و ابراهیم ولد جانی کیرٹو
فروخته اند و مبلغ هذا را در قبض و تصرف خود با آوردند و مبیعه مسطوره را تسلیم مشتری مذکو
نمودند و تقابض بدلین در مجلس واقعه شد۔ و اخبار کردند بریں که قطعه معلوم الحدود در تحت
تصرف مالکانه بالیعین مذکورین بوده است تا زمان ایں مبایعه صحیحه شرعیه مسمی هزاری نوجه
میرک دهوتقر ساکنان موضع بھرڑی دهو تقر عمله پرگنه مذکور و عثمان ورک در شریعت غرا
معتبر ست اگر بوقوع آید ایں چند کلمه بر سبیل سند شرعی نوشته دارند که عند الحاجت
موجب اعتماد گردد۔

عرض ــــ طول ــــ اراضی ۱۵ بیگه

شرقی آں متصل زمین آئمه حافظ موسے — غربی آں متصل زمین آئمه حافظ یوسف
جنوبی آں متصل زمین چاه رو پا هراڈ — شمالی آں متصل زمین آئمه محمد سعید

تحریر فی التاریخ ۹ ر شهر شوال سنه ۳ جلوس والا[1]۔

گواه شد۔ احمد بیگ جالپ — گواه شد۔ محمد نوجه — گواه شد۔ هزاری دهانو
گواه شد۔ رکھا سوار — گواه شد۔ عبد الله دهامر — گواه شد۔ محمد
گواه شد۔ سینا چند بهر — گواه شد۔ فقیر الله دهوتقر — گواه شد۔ میرک دهوتقر
گواه شد۔ امداد دهوتقر — گواه شد۔ بڈھا دهوتقر — گواه شد گوپال داد مجبور دل نخت
گواه شد۔ مولا رج دبیگ مل تانگوسے گواه شد۔ کپور چند و چوهڑ مل تانگو سے ۔ " بلفظه

[1] اس سے مراد شاه عالم بهادر شاه بن اورنگ زیب کا سنه جلوس ہے ۱۲ ستید فقر افت

نکاح آپ کی شادی حضرت حسین خاتون دختر حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ سے ہوئی تھی۔ اُن کے بطن سے اولاد ہوئی۔ چونکہ آج تک میاں ابراہیم کی اولاد دو حصّوں کی وارث ہے۔ اس لیے خیال ہے کہ بی بی صاحبہ کی وفات کے بعد حضرت پاک صاحبؒ کی چوتھی بیٹی بھی ان کے نکاح میں آئی ہو گی۔ اسی لیے درگاہِ رحمانیہ میں یہ دو حصّوں کے حقدار ہیں۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ حکیم عبدالمجید المعروف حکیم صاحب ۲۔ میاں محمد زمان دولارحمہ ۳۔ میاں جیوا شاہ رحمہ

آپ کی اولاد کو خاندان رحیمی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ نے بیٹوں کو دعا دی۔ حکیم صاحب کو فرمایا۔ زمینداری تیری اور تیری اولاد کی ہے۔ میاں محمد زمان کو فرمایا فقیری تیری اور تیری اولاد کی ہے۔ میاں جیوا شاہ کو فرمایا تعویذ دھاگہ اور دم درود تیرا اور تیری اولاد کا ہے۔ چنانچہ آپ کے یہ تینوں ارشاد تا حال بدستور صحیح و ثابت ہیں۔

تاریخ وفات میاں ابراہیم کی وفات ۱۱۲۵ھ میں ہوئی۔ قبر بھیڑی شریف گورستانِ رحمانیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔

"شکرِ خدا"

فصل سوم

اِس میں تیسری پشت کے حالات ہیں:

حکیم صاحب رحیمیؒ

آپ کا نام عبدالمجید۔ المعروف حکیم صاحبؒ تھا۔ چونکہ آپ علم طب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ اس لیے اس لقب سے مشہور ہوئے۔ جو لوگ آپ کا نام عبدالحکیم بیان کرتے ہیں وہ غلط ہے۔

سلیمانی بھلوالی سے ہے۔ عبادت و ریاضت کا شوق رکھتے ہیں۔ کئی چلے بھی کئے ہیں۔ اِن کے چار بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مشتاق احمد متولد ۱۲ اریوہ سمت ۱۹۹۲ ب اور سرفراز احمد و حفیظ احمد تینوں موجود ہیں۔ ایک لڑکا ریاض احمد نام بچپن میں فوت ہو چکا ہے۔

—— میاں فتح شاہ بن حکیم صاحبؒ کے دو بیٹے تھے۔ میاں قطب الدین، میاں جواہر شاہ لاولد۔

—— میاں قطب الدین کے دو بیٹے تھے۔ میاں امام شاہ، میاں لال شاہ۔

—— میاں امام شاہ کے ایک فرزند میاں محمد الدین تھے جو لاولد فوت ہوئے۔

—— میاں لال شاہ کے ایک فرزند میاں محمد حسین تھے۔ جنہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی ہے۔

یارِ طریقت | آپ کے چھوٹے بھائی میاں جوا شاہ آپ کے مُرید تھے۔

وفات | حکیم صاحب کی وفات ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ رحمانیہ میں ہے۔

میاں محمد زمان دُولا رحیمیؒ

امامِ زَمن شاہ محمد زمان — کہ شد رام ایشاں زمین و زماں
بر حمانیاں ہمچو بدرِ منیر — بتختِ ولایت شہِ بے نظیر

آپ سالکِ مسالکِ طریقت، ناہجِ مناہجِ حقیقت، خلاصہ خاندانِ قادریہ نوشاہیہ سلالہ ودودمانِ رحمانیہ صاحبِ وجد و سماع تھے۔ آپ میاں ابراہیم المعروف عبدالرحیم بن جانی کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت حسین خاتون بنت حضرت پاک صاحب تھا۔

نام ولقب | آپ کا نام محمد زمان۔ لقب دُولا۔ اور رحمان ثانی تھا۔ ۱۱۱۸ھ میں تولد ہوئے۔

تربیت و تعلیم | آپ سات سال کے تھے کہ والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازاں

اپنے بڑے بھائی حکیم عبدالمجید کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ تعلیم ظاہری والد مسجد میں پائی۔ فن کتابت خطِ نسخ بھی سیکھا۔

بیعت طریقت آپ کو بڑے ہونے پر راہِ حق کا شوق ہوا تو بڑے بھائی حکیم صاحب نے فرمایا کہ تمہارا فیض حضرت نوشہ صاحبؒ کے پوتے کے پاس امانت ہے۔ چنانچہ خود ہمراہ لے جا کر حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان خلف الصدق سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق نوشاہی ساہنپالویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کروایا۔

مشائخ صحبت آپ چند سال اپنے مرشدِ عالی قدر کی خدمت میں رہے۔ اور خرقہ خلافت وارشاد حاصل کیا۔ اپنے تمام اقران سے عالی مرتبہ ہوئے۔ اپنے نانا صاحب کے خلیفوں میں سے شیخ جیون شاہ چابلانوالہؒ اور قاضی عبدالرحمن لاہوری رہ کی صحبت سے بھی فیض پایا۔ بعض اوراد اپنے والد نے بچپن میں آپ کو بتائے تھے۔ وہ بھی آپ کا معمول تھے۔

شجرہ بیعت کی تحقیق آپ کے فقرائے سلسلہ میں شجرہ بیعت کے متعلق کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر درویش آپ کی بیعت حضرت سید شاہ عصمت اللہ رہ سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور شجروں میں اُن کا نام پڑھتے ہیں۔ بعض درویش آپ کی بیعت اپنے والد میاں عبدالرحیمؒ سے مانتے ہیں۔ اور شجرہ میں ان کا نام پڑھتے ہیں۔ اکثر مجلسوں میں دیکھا گیا ہے کہ اس مسئلہ پر بحث ہوتی رہتی ہے۔ اس کے متعلق بعض دلائل جو میری نظر سے گذرے ہیں۔ وہ درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت سید حافظ محمد حیات ربانی بن سید حافظ جمال اللہ فقیرِ اعظم برخورداریؒ نے کتاب تذکرہ نوشاہیہ میں میاں محمد زمان کو حضرت سید شاہ عصمت اللہؒ کے خلیفوں میں لکھا ہے۔

۲۔ حضرت سید عمر بخش بن سید محمد بخش برخورداری رسول نگری رہ نے کتاب مناقبات نوشاہیہ میں میاں محمد زمان کو حضرت سید شاہ عصمت اللہ رہ کے بالیس صوبوں میں

لکھا ہے۔

۳۔ مولوی حکیم کرم الٰہی بن مولوی غلام نبی فاروقی بیگووالیہ نے کتاب گلزار فقراء میں میاں محمد زمان کو حضرت سید شاہ عصمت اللہ کے مریدوں کی فہرست میں درج کیا ہے۔

۴۔ مولوی نور احمد چشتی نے کتاب تحقیقات چشتی میں مقبرہ شاہ کمنہؒ لاہوریؒ کے حالات میں بابا ہیمان شاہ فقیر کا شجرہ لکھا ہے۔ اس میں میاں محمد زمان کو حضرت سید شاہ عصمت اللہ کا مرید لکھا ہے۔

۵۔ رائے کنہیا لال لاہوری نے تاریخ لاہور میں تکیہ شاہ کمنہؒ لاہوری کے حالات میں بابا الٰہی شاہ کا شجرہ لکھا ہے۔ اس میں میاں محمد زمان کو حضرت سید شاہ عصمت اللہ کا مرید لکھا ہے۔

۶۔ ۱۳۴۱ھ کے عرس بھڑی شریف کے روز تمام صاحبزادگان اولاد حضرت نوشہ صاحبؒ و اولاد حضرت پاک صاحبؒ اور تمام فقرائے سلسلہ نوشاہیہ کا اجتماع تھا۔ کہ یہ مسئلہ درپیش ہوا۔ آخر کافی تلاش اور تحقیق کے بعد ثابت ہوا کہ واقعی میاں محمد زمانؒ کی بیعت حضرت سید شاہ عصمت اللہ سے تھی۔ چنانچہ وہ فیصلہ شیخ حیات حسین المعروف سائیں حیا تیا نواله ابن شیخ چمن شاہ سلیمانی رسول نگری رہ نے فارسی عبارت میں تحریر کیا۔ اور سب حضرات نوشاہیہ برخمانیہ و سلیمانیہ اور فقرائے سلسلہ کے اس پر دستخط ہوئے۔ اور سب نے تسلیم کر لیا۔ وہ فیصلہ بلفظہ درج ذیل ہے۔

"دریں ولا کہ امروز ۱۰ ماہ جیٹھ سمت ۱۹۷۹ب و ۲۳ مئی ۱۹۲۳ء و ۷ ماہ شوال ۱۳۴۱ھ ہجری مقدس ست۔ بحاضری محمد شاہ گدی نشین رنمل و صاحبزادہ محمد عالم و صاحبزادہ فضل حسین و صاحبزادہ بوٹے شاہ ساہنپالیہ۔ و صاحبزادہ محمد حسین خلف الرشید مرحوم حضرت بنے شاہ و دیگر صاحبزادگان صاحبزادہ امام الدین و صاحبزادہ محمد اکبر در مجمع عام درویشان این غلط فہمی کہ درویشان را۔ در شجرہ مبارکہ حضرت محمد زمان نبیرہ حضرت پاک رحمان صاحب فیض یافتہ درگاہ حضرت عصمت اللہ صاحبؒ نبیرہ حضرت نوشاہ ہادی گنج بخش رہ افتادہ بود و یک گروہ درویشان را سہو بود کہ حضرت محمد زمانؒ را

با حضرت عبدالرحیم پدر خود بیعت بود۔ امروز بعد شنیدن شجرہ از درویشاں ثابت شد کہ واقعی حضرت محمد زمان فیض یافتہ از درگاہِ حضرت عصمت اللہ بودہ۔ و اولادِ حضرت عصمت اللہ پیر طریقت و ہادی حقیقت ست۔ لہذا ہمگاں درویشاں وا تابعداری بر ایں اولاد حضرت عصمت اللہ رہ لازم و ضروری ست۔ لہذا برائے آگاہی جملہ درویشاں صحت شجرہ شدہ اعلان گردیدہ و ہمگاں منظور کردہ و دستخط جملہ مجموعہ صاحبزادگان[1]"

۱۔ العبد فقیر حیا تیا نوالہ بقلم خود

۲۔ العبد بقلم خود محمد شاہ از زمل۔

۳۔ بقلم خود کرم الٰہی از ساہنپال

۴۔ بقلم خود بوٹا شاہ از ساہن پال

۵۔ بقلم خود محمد حسین از موضع زمل

۶۔ امام الدین از بھڑی شریف اولاد حضرت محمد زمان[2]

۷۔ سائیں علی از بھڑی شریف اولاد حضرت محمد زمان[3]

۸۔ بقلم خود اللہ دتہ از بھڑی شریف اولاد حضرت محمد زمان[4]

۹۔ بقلم خود میاں کرم الٰہی از بھڑی شریف اولاد حضرت حکیم صاحب

۱۰۔ بقلم خود جلال دین سکنہ کوٹ کیسو۔

۱۱۔ سید بہار شاہ ولد سید سردار شاہ بقلم خود گدی نشین داتا فاضل شاہ۔

۱۲۔ چنن دین از لاہور[5]"

پیشگوئی منقول ہے کہ آپ کے متعلق حضرت پاک صاحبؒ نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی یہ الفاظ فرمائے تھے۔

"محمد زمان جد ہے مصطفےٰ دن دن نور سوایا"

چنانچہ آپ اُن سے تین سال بعد پیدا ہوئے۔ اور آپ کے زمانہ ارشاد میں روز بروز خاندانِ رحمانیہ کا عروج ہوتا گیا۔

چلہ نشینی ابتدائے زمانہ میں آپ نے اپنے نانا حضرت پاک صاحبؒ کے

[1] یہ اصل فیصلہ صاحبزادہ الطاف حسین بن سید فضل حسین ڈھلوالہ کے گھر میں بمقام نوشہ پور موجود ہے ۱۲ [2] حاجی امام الدین بن میاں کرم الدین سے مراد ہے ۱۲ [3] میاں اکبر علی بن میاں نبی بخش ۱۲ [4] میاں اللہ دتہ بن میاں محمد دین ۱۲ [5] سید شرافت

روضہ مبارک میں متواتر تین چلے کیے۔ آپ کو حکم ہوا۔ تمہاری اولاد سے قیامت تک کوئی نہ کوئی درویش ہوتا چلا جائے گا۔

نیز آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو دعا دی تھی کہ فقیری تیری اور تیری اولاد کی ہے۔

حلیہ و لباس آپ کی دائیں آنکھ میں بقدر رنگال سفید تینک تھی۔ آپ سر پر جوگیہ رنگ پٹکہ رکھتے۔ روزانہ درگاہِ رحمانیہ میں اپنے ہاتھوں سے جھاڑو دیا کرتے تھے۔

کرامات

مستی وجذب آپ جس پر نگاہِ توجہ ڈالتے۔ وہ مست و بیخود ہوجاتا۔ تمام برادرانِ رحمانیہ نے آپ کی ولایت کو تسلیم کیا۔ اور اکثر اُن میں سے آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے۔

خزینۂ غیب آپ کے زمانہ میں ۱۱۹۷ھ مطابق سمت ۱۸۴۰ بکرمی میں پنجاب میں بڑا قحط پڑا۔ مخلوقِ خدا بھوک سے تنگ آ گئی۔ ان دنوں آپ کا معمول تھا کہ روزانہ سحرگی کے وقت درگاہِ رحمانیہ میں جاتے۔ مغرب کی طرف مصلّے پر بیٹھتے۔ ذکر فکر، مراقبہ میں مشغول رہتے۔ دس بجے دن تک جو سائل آتے ان کو مصلّے کے نیچے سے پیسے نکال کر دیا کرتے۔ آپ کی یہ کرامت جب عام مشہور ہوگئی۔ تو موضع چک بہلول کے ایک زمیندار قوم دھوتھڑ نے بطورِ امتحان آکر مصلّے کے نیچے سے دیکھا تو کوئی چیز نہ پائی۔ اُسی وقت ایک سوال آ گیا۔ آپ نے اُسی مصلّے کے نیچے سے پیسے نکال دیئے یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہوگیا۔

دعائے برکت نور محمد ارائیں ساکن بدو کے سیکھواں نے ایک مرتبہ خدمت میں عرض کیا۔ کہ میری زمین بالکل تھوڑی ہے۔ اگر رقبہ زیادہ ہوتا تو اس کی پیداوار درگاہ شریف کی نذر کیا کرتا۔ آپ نے پوچھا کتنی زمین ہے؟ اس نے کہا بارہ کنال۔

آپ نے فرمایا۔ کوئی غم نہ کرو۔ بارہ۱۲ مانی غلہ فصل بفصل اس میں سے ہوا کرے گا۔ چنانچہ اُس کی زندگی تک اسی طرح ہوتا رہا۔

دعائے اولاد نور محمد مذکور کے گھر اولاد نہیں تھی۔ ایک روز اُس نے حضور میں عرض گذاری آپ نے دعا دی کہ تیرے گھر چار لڑکے پیدا ہوں گے۔ ایک جوانی میں بے اولاد مرے گا۔ اور تین صاحب اولاد ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب تک تینوں کی اولاد بدو کے سیکھواں میں آباد ہے۔

چنیاں کی ویرانی اور آبادی منقول ہے کہ سیلمو طوائف سے آپ سماع سن لیا کرتے تھے۔ ایک بار بمعہ درویشاں آپ چڑی نام گھوڑی پر سوار ہوکر موضع چنیاں متصل ایمن آباد میں پہنچے۔ وہاں شیخ صالح محمد خلیفہ حضرت پاک صاحب نے اس بات پر کراہت ظاہر کی۔ اور سیلمو کے بارہ میں آپ کو ملامت کی۔ آپ کو طیش آگیا۔ اور اُن پر ایسی نگاہ کی کہ اُن کا فیض سلب کرلیا۔ اور فرمایا تمہارا گاؤں یہ چنیاں ویران ہوجائے گا۔ چنانچہ اُن کے تمام مرید اُن کو چھوڑ گئے۔ کوئی پرسانِ حال نہ رہا۔ صرف ایک مرید علاول نام بھنڈر ساکن وڈالہ سندھواں باقی رہ گیا۔ وہ اپنے پیر کی حمایت کے واسطے بھڑی شریف آگیا۔ اور روزانہ آپ کی خدمت میں چکی کرنا اختیار کیا۔ بارہ۱۲ سال متواتر اسی طرح کرتا رہا۔ آخر ایک روز آپ کو کافی ذوق حاصل ہوا۔ اور موج میں آکر فرمایا۔ علاول! مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کیا یا قبلہ۔ میرے پیر کی چنیاں آباد کرو۔ آپ نے فرمایا تم اپنی اولاد کے واسطے سات پشت تک ولایت منظور کرالو۔ لیکن یہ سوال نہ کرو۔ اس نے کہا یا حضرت ہم غلام ہی رہیں تو بہتر ہے۔ اور ہم کو غلامی پسند ہے۔ آپ میرے پیر کی چنیاں ضرور آباد کریں۔ الغرض آپ خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ آج کے بعد چنیاں نیم بھڑی ہوں گی۔ چنانچہ شیخ صالح محمد دوبارہ فیض سے معمور ہوئے۔ اور چنیاں مرکز فیض ہوگئیں۔

قوم چٹھہ کے متعلق زوال حکومت کی دعا منقول ہے کہ قوم چٹھہ جو منچر کے صاحب حکومت و ریاست تھے۔ اور تمام

علاقہ میں ان کی سلطنت تھی۔ ایک بار انہوں نے بھڑی شریف پر حملہ کر کے مارا۔ اور لوگوں کے سب مال مویشی بھگا کر لے گئے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں التجا کی۔ آپ نے فرمایا "دھوئیں کے بادل چڑھے اور اتر گئے"۔ چنانچہ چند ہی روز گذرے کہ سکھوں نے جنگ کر کے چٹھوں سے حکومت لے لی۔ اور چوہدری غلام محمد چٹھہ رئیس منچر مارا گیا۔

فائدہ۔ کتاب روضۃ الزکیہ میں ہے کہ چوہدری غلام محمد چٹھہ کی شہادت سنہ ۱۲۰۳ھ میں ہوئی۔

عملیات

آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نادِ علی بخط نسخ اس طرح پر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ اِلَى اللّٰهِ حَاجَتِيْ وَعَلَيْهِ مُؤَدِّيْ لِيْ كُلُّ هَمٍّ وَّغَمٍّ سَيَنْجَلِيْ بِعَظَمَتِكَ يَا اللّٰهُ بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ بِوِلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ. ؎

لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار　　شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

ہر بلائے رد باشد ایں بخواں ہفتاد باد

قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ. وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ.

مہاجال ایک پنجابی منتر آپ کی طرف منسوب ہے۔ جس کو مہاجال کہتے ہیں۔ وہ جن و آسیب اور دیگر بہت امراض پر کام آتا ہے میرے پاس موجود ہے۔ چونکہ وہ سفلی عملیات سے ہے اس لیے میں نے درج نہیں کیا۔

اولاد آپ کی اولاد کو بنام زمانی موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں کرم شاہ ؒ۔ ۲۔ میاں نور شاہ رح۔ ۳۔ میاں محبوب شاہ رح لاولد۔

؎ آپ کے ہاتھ کا قلمی نادِ علی صاحبزادہ غلام حسین بن میاں اللہ دتہ زمانی کے گھر میں بمقام بھڑی شریف موجود ہے ۱۲ سید شرافت

——— میاں کرم شاہ رہ کے ایک فرزند میاں قادر بخش رہ تھے۔

——— میاں قادر بخش رہ کو وظیفہ پڑھنے کا شوق تھا ان کے پڑھنے کے واسطے قرآن مجید کی کچھ سورتیں اور درود مستغاث میاں عبداللہ نام کاتب نے لکھے۔ اس کا دستخط یہ ہے۔

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ راقمہ فقیر حقیر پُر تقصیر اضعف اللہ میاں عبداللہ برائے پاس خاطر قادر بخش نوشتہ شد" ان کا ایک مرید لالے شاہ موچی ساکن رتہ دھوترا تھا۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ میاں عمر شاہ۔ میاں پیر بخش۔ میاں امیر شاہ۔ میاں وزیر شاہ۔

——— میاں عمر شاہ متوفی ۱۳۱۱ھ کے چار بیٹے تھے۔ میاں شاہ محمد۔ میاں روشن دین دولد۔ میاں محمد الدین۔ میاں الٰہی بخش۔

——— میاں شاہ محمد کے ایک ہی فرزند میاں رکن الدین تھے۔

——— میاں رکن الدین کے ایک ہی فرزند میاں شیر محمد تھے۔

——— میاں شیر محمد کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ عمر الدین۔ صاحبزادہ محمد شفیع۔ دونوں اس وقت موجود ہیں۔

——— صاحبزادہ عمر الدین کے دو بیٹے محمد نسیم و محمد بشیر آجکل زندہ موجود ہیں۔

——— صاحبزادہ محمد شفیع کا ایک بیٹا محمد انور نام ہے۔

——— میاں محمد الدین بن عمر شاہ کے ایک ہی فرزند میاں غلام محمد تھے۔

——— میاں غلام محمد کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ محمد رمضان ہیں۔

——— صاحبزادہ محمد رمضان کے چار بیٹے ہیں۔ محمد یوسف و محمد ظہور و عبدالغفور و محمد بشیر چاروں آجکل ۱۳۷۰ھ میں موجود ہیں۔ اپنے آبائی طریقہ کے خلاف مذہب وہابیہ دیوبندیہ اختیار کر لیا ہے۔

——— میاں الٰہی بخش بن عمر شاہ کے حالات ساتویں فصل میں آئیں گے۔

——— میاں پیر بخش بن قادر بخش سلسلہ پیری مریدی رکھتے تھے۔ ان کا ایک مرید سائیں

پیر بخش نام تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ میاں قاسم شاہ لاولد۔ میاں نبی بخش۔ ان دونوں کے حالات ساتویں فصل میں آئیں گے۔ میاں خدا بخش۔

— میاں خدا بخش کے ایک ہی فرزند میاں محمد علی ضعیف العمر آجکل موجود ہیں۔ صاحب فہم و فراست ہیں۔ ان کی گفتگو نہایت شیریں اور فصیح ہوتی ہے۔ اپنے خاندان کی بہتری کے لیے اکثر کوشاں رہتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے کئی پورانی دستاویزیں مجھ کو ملی ہیں۔ جو میں نے حضرات رحمانیہ کے حالات میں جا بجا درج کی ہیں۔ ابتدائے احوال میں یہ ملک خدا بخش ٹوانہ کے ملازم رہے ہیں۔ افسوس کہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ ایک بیٹی نور بیگم نام ہے۔ جو مفلوج ہے۔ اور تارکہ مجردہ عابدہ ہے۔

— میاں امیر شاہ بن میاں قادر بخش کے چار بیٹے تھے۔ میاں علی محمد۔ میاں خان ماہی لاولد۔ میاں جان محمد۔ میاں حسن محمد۔

— میاں علی محمد کے ایک ہی فرزند میاں امام علی ہیں۔

— میاں امام علی اہل علم ہیں۔ گفتگو سے درویشی کا مذاق خاصہ ہے۔ توحید وجودی کا مشرب رکھتے ہیں۔ دیوان قادری کا مطالعہ عموماً رکھتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ اس وقت ۱۳۱۹ھ میں زندہ موجود ہیں۔ لاہور میں سلائی کا کام کرتے ہیں۔ ان کے پانچ بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ کریم بخش سلمہ اللہ۔ عارف حسین اور رحیم بخش دونوں بچپن میں فوت ہو چکے ہیں۔ اور حبیب اللہ و حفیظ احمد ابھی خورد سال ہیں۔

— صاحبزادہ کریم بخش لاہور میں سلائی کا کام کرتا ہے۔ اس کا ایک لڑکا سیف اللہ نام ہے۔

— میاں جان محمد بن امیر شاہ کے دو بیٹے تھے۔ میاں حیات محمد۔ میاں غلام محمد لاولد۔

— میاں حیات محمد کے پانچ بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ محمد حسین۔ صاحبزادہ محمد ابراہیم لاولد۔ صاحبزادہ محمد نذیر لاولد۔ صاحبزادہ علی محمد۔ صاحبزادہ محمد اسمٰعیل۔

— صاحبزادہ محمد حسین لاہور میں سلائی کا کام کرتا ہے۔ اس کے دو بیٹے محمد یوسف و

محمد حنیف نام ہیں۔ تینوں باپ بیٹے موجود ہیں۔

— صاحبزادہ علی محمد کا ذکر نوویں فصل میں آئے گا۔

— صاحبزادہ محمد اسمٰعیل بن حیات محمد۔ اچھے اخلاق والا ہے۔ مؤلف کا مُرید ہے۔ اس کا ایک لڑکا عزیز محمد یعقوب نام ہے۔ دونوں باپ بیٹا موجود ہیں۔

— میاں محسن محمد بن امیر شاہ کے ایک ہی فرزند میاں علی محمد تھے۔ جو لاولد فوت ہو گئے ہیں۔

— میاں وزیر شاہ بن میاں قادر بخش کے تین بیٹے تھے۔ میاں علم الدین لاولد۔ میاں نظام الدین۔ میاں کرم الدین۔

— میاں نظام الدین کے تین بیٹے تھے۔ میاں سردار علی۔ میاں تاج الدین۔ میاں محمد حسین تینوں لاولد فوت ہو گئے۔

— میاں کرم الدین بن وزیر شاہ کے دو بیٹے تھے۔ حاجی امام الدین۔ میاں بدر الدین۔ حاجی امام دین کا ذکر آٹھویں فصل میں آئے گا۔

— میاں بدر الدین کے ایک فرزند میاں مولا بخش موجود ہیں۔

— میاں مولا بخش کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد نواز۔ صاحبزادہ محمد اسمٰعیل۔ دونوں موجود ہیں۔

— صاحبزادہ محمد نواز کا ایک بچہ محمد اسلم نام موجود ہے۔

— میاں نور شاہ بن میاں محمد زمان کا ذکر چوتھے فصل میں آئے گا۔

یارانِ طریقت

آپ سے بہت لوگ فیض یاب ہوئے۔ خواص یاروں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ میاں غلام رسول بن حکیم عبد المجید	برادر زادہ	بھیڑی شریف	ضلع گوجرانوالہ
۲۔ میاں فیض بخش بن حکیم صاحب	"	"	"
۳۔ میاں فتح شاہ بن حکیم	"	"	"
۴۔ میاں کرم شاہ بن میاں محمد زمان	فرزند اکبر	"	"
۵۔ میاں نور شاہ	فرزند دوم	"	"

۶۔ میاں محبوب شاہ	فرزند سوم	بھڑی شریف	ضلع گوجرانوالہ
۷۔ میاں مراد بخش بن میاں جیوا شاہ	برادر زادہ	"	"
۸۔ میاں اکابر شاہ بن غلام رسول حکیمی		"	"
۹۔ میاں خدا یار بن فیض بخش حکیمی		"	"
۱۰۔ میاں قادر بخش بن کرم شاہ نبیرہ		"	"
۱۱۔ میاں کرم بخش بن نور شاہ	"	"	"
۱۲۔ میاں امام شاہ بن نور شاہ	"	"	"
۱۳۔ میاں فتح محمد بن مراد بخش رحیمی		"	"
۱۴۔ میاں مردان قوال		"	"
۱۵۔ خواجہ اختیار شاہ		چنیاں	"
۱۶۔ بابا گامے شاہ		ڈھلانوالی	"
۱۷۔ بابا عالم شاہ لوہار		موسیٰ ڈھلاں	"
۱۸۔ میاں نور محمد ارائیں		بدوکے گکھواں	"
۱۹۔ شاہ نظام بیروالی		گھرتل	سیالکوٹ
۲۰۔ حضوری خسرا۔ مجاور درگاہ			
۲۱۔ سلیمو طوائف۔			

تبرکات | آپ کی پاپوش، اور شیشہ حلبی۔ آج کل ۱۳۷۹ھ میں صاحبزادہ محمد رمضان بن میاں غلام محمد زمانی کے گھر میں بمقام بھڑی شریف موجود ہے۔ میں نے بھی زیارت کی ہے۔

تاریخ وفات | میاں محمد زمان[1] کی وفات بعمر ستانوے[97] سال قمری بروز پنجشنبہ ۴، جمادی الآخر ۱۲۱۵ھ مطابق ۲۳، اکتوبر ۱۸۰۰ء موافق ۷، کتک سمت ۱۸۵۷ ب

[1] حضرت میاں محمد زمان ڈولارہ کا کچھ ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ التوشاہیہ کے تیسرے حصہ معارف الابرار نام میں لکھا جائے گا ۱۲ سید شرافت

میں ہوئی۔
آپ کی قبر بھیڑی شریف میں اپنے نانا حضرت پاک صاحبؒ کے روضہ اقدس سے مشرقی جانب ہوئی۔ آپ کے درویش حضوری خسرا نے اس پر پالکی بنوائی جو آج بھی موجود ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ از آیت شریف والراسخون فی العلم۔

۲۔ معہ مہ گوہر کان مروت معدنِ حلم و حیا"

میاں جیوا شاہ رحیمیؒ

آپ میاں ابراہیم المعروف عبدالرحیم بن جانی کے تیسرے فرزند تھے۔ والدہ صاحبہ کا نام حضرت حسین خاتون بنت حضرت پاک صاحبؒ تھا۔ آپ کی بیعت طریقت اپنے بڑے بھائی حکیم عبدالمجید المعروف حکیم صاحبؒ سے تھی۔

آپ کو والد نے دعا دی تھی کہ تعویذ دعا گر اور دم درود تیرا اور تیری اولاد کا ہے۔ چنانچہ جب تک آپ کی اولاد باقی رہی یہ بشارت اُن کے حق میں پوری رہی۔

پٹہ نامہ آپ بمعہ اپنے خالہ زاد بھائی میاں بختاورؒ کے کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے مسمیان بڈھا اور سید خاں اور فقیر اللہ اور دینبدار سکنائے بھیڑی سے ایک قطعہ اراضی کاشتکاری کے واسطے لیا اور اُس کا فصلانہ دو روپیہ دینا مقرر ہوا۔ اس پٹہ نامہ کی یہ تحریر ہے۔

"مایانکہ بوڈھا و سید خان و فقیر اللہ و دینبدار وغیرہ مقدمان و مالکان موضع بھیڑی دھو مقرر و عملہ پرگنہ حافظ آباد ایم زمین بمیاں بختاور و جیوا فروختہ نمودہ ایم کہ فصلانہ اش مبلغ دو روپیہ مقرر نمودہ ایم اگر کشتکار میشود، و اگر افتادہ ماند چیزے نہ و اگر ازیں تقرار دام و درم اضافہ طلب نمائیم عندالشرع. شریف دروغی و کاذب باشیم ایں چند کلمہ بطریق سند شرعی نوشتہ دادیم کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریر

فی التاریخ پنجم شہر ربیع الاوّل سنہ ۲ جلوس والا۔
گواہ شد۔ تیمیم ہراؤ
گواہ شد۔ دسوندھی مقدم ۔"

اولاد | آپ کے دو بیٹے تھے۔ میاں مراد بخش اور میاں شاہ محمد لاولد۔ میاں جیوا شاہ کی قبر نور ... ہیں ملی ہے۔ وفات سنہ ۱۲۰۰ھ

فصل چہارم

چوتھی پشت کے حالات میں!

میاں نور شاہ زمانی رح

آپ میاں محمد زمان بن میاں ابراہیم المعروف عبدالرحیم رح کے دوسرے بیٹے اور ... تھے۔

سیر و سیاحت | نسبت جذب آپ پر غالب تھی۔ سیاحت ... پھرتے پھرا ... منج میں جو ... ایک گاؤں ہے پہلے ... والد کا انتقال بعد میں ہوا۔ آپ کے بیٹے میاں امام شاہ رح ... جا کر آپ کو اطلاع دی تو آپ واپس آئے۔

زہد | آپ دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کش رہتے۔ تمام کاروبار دنیاوی اولاد پر چھوڑ دیئے۔ خود یاد الٰہی میں رہتے۔ لوگوں کو مرید بناتے۔

اولاد | آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں کرم بخش رح ۔ ۲۔ میاں امام شاہ رح

--- میاں کرم بخش رح کے دو بیٹے تھے۔ میاں مبارک شاہ۔ میاں امیر شاہ لاولد۔

۱؎ یہ اصل پٹہ نامہ قلمی میاں محمد علی بن میاں خدا بخش زمانی کے گھر میں بمقام بھیرہ شریف موجود ہے ۱۲

۲؎ میاں جیوا شاہ کا مزید ذکر شریف تواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے بارہویں حصہ طوالع الانظار نامی میں بھی لکھا جائے گا ۱۲ سید شرافت

میاں مبارک شاہ کے ایک ہی فرزند میاں چراغ شاہ نامی تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

مدفن | میاں نور شاہ کی قبر گورستانِ رحمانیہ میں ہے۔ **وفات** ۱۲۳۰ھ۔

میاں مراد بخش رحیمیؒ

آپ میاں جیوا شاہ بن میاں ابراہیم المعروف عبدالرحیم کے فرزند اور اپنے چچا میاں محمد زمان کے مُرید تھے۔ حضرت سید صبغۃ اللہ بن سید ابن یمین برخورداری ساہنپالوی سے بھی آپ کو ارادت تھی۔ اُن سے بھی فیض حاصل کیا۔

مکتوب سید صبغۃ اللہ | ایک مرتبہ سید صبغۃ اللہ نوشاہی برخورداریؒ نے آپ کے اور میاں کرم بخش بن نور شاہ کے نام ایک مکتوب بھیجا کہ ہم نے جے سنگھ کھنیہ سے ایک تحریر بنام میگھ سنگھ لکھوا کر تم کو بھیجدی ہے۔ لہذا میگھ سنگھ سے بیس[۲۰] من غلہ وصول کرلیں۔ آپ کا مکتوب یہ ہے۔

"خادم الفقرا میاں مراد بخش[لہ] و میاں کرم بخش۔ از یں جانب میاں صبغۃ اللہ بعد دعوات خیریت مشنو۔ باد احوال ایں جائے بخیر۔ و خیریتِ ایشاں مطلوب۔ دریں ولا مایاں را قصدِ لاہور مصمم افتادہ است۔ و کاغذ جے سنگھ گھنیہ بطرف میگھ سنگھ باجازت ، او نویسانیدہ فرستادہ شد۔ باید کہ بیست[۲۰] من غلہ کہ در کاغذ مسطور است از سنگھ مومیٰ الیہ وصول کنانیدہ نزدِ خود نگاہ دارند۔ مخفی نماند کہ میگھ سنگھ رو بروئے جے سنگھ گفتہ بود کہ غلہ بطرف من نویسانید، کاغذ رسال دارند کہ من ادا خواہم داد۔ واز جانب خود ہم خدمت ازیں نمودہ[علی]۔"

اولاد | آپ کے ایک ہی فرزند میاں فتح محمد تھے۔

[لہ] میاں مراد بخش کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے بارہویں[۱۲] حصہ طوالع الانظار: نام بھی لکھا جائے گا۔ ۱۲ سید یکتہ ۔ میاں محمد ۱۲ ۔ غلام بخش صاحب نے مانی بعبرا لوالہ کے گھر موجود ہے ۔ سید شرافت

میاں فتح محمد کے دو بیٹے تھے ۔ میاں بوٹے شاہ ۔ میاں خدایار ۔ وفات ۱۲۱۰ھ

فصل پنجم

پانچویں پشت کے حالات میں!

میاں امام شاہ زمانی رح

آپ کا نام امام بخش المعروف امام شاہ تھا ۔ آپ میاں نور شاہ بن میاں محمد زمان رح بھڑی والہ کے دوسرے فرزند تھے ۔

تاریخ ولادت آپ کی ولادت سنہ ۱۲۰۴ھ میں ہوئی ۔

تربیت وبیعت بچپن سے آپ کے چہرہ پر آثار رشد وہدایت درخشاں تھے ۔ اپنے دادا میاں محمد زمان بن میاں عبدالرحیم کے آغوش میں پرورش پائی ۔ وفات کے وقت انہوں نے بیعت کیا ۔ اور آپ کو اپنے سینہ پر لٹا کر فیض روحانی سے مالامال کر دیا ۔

کثرت فیض جس وقت آپ کے دادا کا انتقال ہوا ۔ آپ کی عمر گیارہ سال تھی ۔ آپ کے والد میاں نور شاہ رح ان دنوں دریائے راوی پر تشریف لے گئے ہوئے تھے ۔ آپ کو ہمجدی بھائیوں سے کچھ تکلیفیں پہنچیں ۔ اس لیے آپ دردمند دل لے کر گھر سے روانہ ہوئے ۔ چلتے چلتے تھک کر ایک جگہ لیٹ گئے آرام کیا ۔ آنکھیں لگ گئیں ۔ خواب میں دادا کی زیارت ہوئی ۔ فرمایا بیٹا غمگین نہ ہو ۔ تمام علاقہ ما نجھہ ۔ مالوہ ۔ دو آبہ تمہارا مطیع ہو گا ۔ جب بیدار ہوئے تو لوگوں کی آمد و رفت آپ کی طرف شروع ہو گئی ۔ جو شخص آتا بامراد واپس جاتا ۔ اسی طرح سیر و سیاحت کرتے ہوئے آپ والد بزرگوار کے پاس موضع منج میں پہنچ گئے ۔ اور ان کو واپس لائے ۔ اس روز سے آپ کا کام ترقی پکڑ گیا ۔

چلہ نشینی ایک بار آپ بمعہ درویشاں جگرا ضلع امرتسر میں چلے گئے ۔ وہاں ایک منکر نقراد نے طعن کیا کہ یہ مشٹنڈے فقیر ہیں ۔ لوگوں کے گھروں سے کھاتے ہیں اور

ہُو ہُو کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔ ان کو خدا کی کچھ خبر نہیں۔ اگر طعام ملنے میں ذرا دیر ہو جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ آپ کو اُس کی باتیں سن کر طیش آیا۔ اسی وقت زمین میں ایک بھورا (تہہ خانہ) کھدوا کر اس میں داخل ہو گئے۔ وہ اس قدر تنگ تھا جس میں نہ بیٹھا جا سکے نہ لیٹا جا سکے۔ چنانچہ چالیس روز گوشہ نشین رہ کر تازہ بتازہ نکلے۔ صرف چند دانہ جَو اور ایک کوزہ پانی استعمال کیا۔ پھر وہ منکر آکر قدمبوس ہوا۔ اُس چلہ میں آپ کی کمر کبڑی ہو گئی۔ سیدھا ہو کر نہیں چل سکتے تھے۔

دیوان فریدی سے مقابلہ منقول ہے کہ حضرات رحمانیہ کے جدی پیر حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر اجودھنی رح تھے۔ ان کی اولاد ہر سال بٹھری شریف آکر اس خاندان کے لوگوں سے نذرانہ وصول کیا کرتے تھے۔ ایک بار دیوان صاحب عرس کے دن بتاریخ ۹ ربیع بمعہ خلفاء وارد ہوئے۔ خلیفہ کو آپ کے پاس اطلاع کے لیے بھیجا۔ آپ نے سارے ڈیرے کا بھنڈارہ بھیج دیا۔ اور چونکہ اُس دن اولادِ حضرت نوشہ گنج بخش رح اور اولاد حضرت سخی بادشاہ رح اور دیگر فقرائے سلسلہ کا ہجوم تھا۔ اس لیے آپ ان کی خدمت میں مصروف رہے۔ اور دیوان صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ جس دن عرس ختم ہوا۔ آپ چنگیر میں کپڑے دستار وغیرہ اور نذرانہ رکھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیوان صاحب آپکی پہلی غیر حاضری کی وجہ سے ناراض ہوئے۔ اور کہا ہم تین دن سے یہاں آئے ہیں۔ تم سلام کو کیوں نہیں آئے۔ اور اس قدر جلالیت میں ہو گئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب نگاہِ غیرت ڈالیں گے۔ آپ نے ہر چند عذر و معذرت کی۔ لیکن ان کا غصہ فرو نہ ہوا۔ آخر آپ کو بھی ان کی زبردستی دیکھ کر غصہ آگیا۔ اور اس حد تک طیش آیا کہ آپ کا جسم تھرانے لگا۔ اور فرمایا۔ دیوان صاحب بتاؤ فرض کو ترک کر کے سنت پر عمل کرنا جائز ہے؟ دیکھو ہمارے پیر و مرشد خاندان حضرت نوشہ صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر رہنا ہمارا فرض ہے۔ اور آپ چونکہ ہمارے گذشتہ آباؤ اجداد کے پیروں کی اولاد ہیں۔ اس لیے آپ کی خدمت ہماری آبائی سنت ہے۔ اس لیے فرض کو ترک کر کے سنت پر عمل پیرا ہونا نہ شریعت میں جائز ہے نہ طریقت میں۔ دیوان صاحب کو اپنی غلطی کی آگاہی ہوئی۔ ادھر آپ کی طرف دیکھا تو سمجھ

گئے۔ کہ اب کام اخیر ہو چلا ہے۔ اُسی وقت پلنگ سے اُٹھے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور فرمایا۔ عالی جاہ۔ آپ حق پر ہیں۔ اور میں غلطی پر تھا۔ آپ درگذر فرما دیں۔ اور اب کے بعد آپ کو اور آپ کے تمام کنبہ کو ہم نے نذرانہ معاف کیا۔ بلکہ آیندہ ہماری اولاد جب اس علاقہ میں دَورہ پر آیا کریں گے۔ تو درگاہِ حضرت پاک صاحبؒ پر خود نذرانہ ادا کیا کریں گے۔ چنانچہ آج تک ایسا ہی ہوتا چلا آتا ہے۔

زمین لینے سے انکار آپ کے زمانہ میں بعہدِ حکومت سکھاں تمام علاقہ کی پیمائش ہوئی افسران پیمائش نے کئی چاہات درگاہِ عالیہ رحمانیہ کے نام درج کر دیئے۔ اور آپ کو متولی قرار دیا۔ آپ ان دنوں سفر میں تھے۔ واپس آکر پتہ چلا تو سخت متفکر ہوئے۔ تو راقی نکائن کی معرفت راجہ رنجیت سنگھ کے ہاں سفارش کر کے اپنے نام سے زمین کٹوائی۔ اور زمینداروں کے نام لگوائی۔ صرف ایک چاہ خانقاہ والہ بر حسال رہنے دیا۔

فائدہ ۔ بزرگانِ اہل اللہ کو دنیاوی مال و متاع سے بالعموم نفرت ہوتی ہے۔ چنانچہ

۱۔ سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ نے شیخ حسن محمد چشتی رح کو بارہ گاؤں جاگیر میں دیئے۔ لیکن انہوں نے قبول نہ کئے۔[1]

۲۔ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے میاں قطب شاہ قادری ساکن میانی پنڈی ضلع گجرات کو پانسو گھماؤں اراضی جاگیر میں دی۔ لیکن انہوں نے منظور نہ کی۔[2]

سیر و سیاحت آپ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ عصر کے وقت کلا گھوڑا پر سوار ہو کر اپنے نواح کے بارہ گاؤں کی سیر کیا کرتے۔ اور شام کو واپس درگاہ شریف پر آجایا کرتے۔ ان دیہات کے لوگ آج تک ہر سال عرس کے موقعہ پر فی گھر ایک بھرونہ (پیشارہ) گندم نذرانہ دیتے ہیں۔ بارہ گاؤں یہ ہیں۔ بھبڑی کلاں۔ بھبڑی خورد۔ چاہ آکھہ۔ ٹھٹھہ قطبا ٹھٹھہ مہوں۔ چندھڑ۔ قلعہ مجا سنگھ۔ کوٹ لالہ۔ پھوکر۔ ندرتہ دھو تھتڑاں۔ رہبر چوکے۔ بھلول۔

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۲۷۔ [2] مقاماتِ قطبیہ ۱۲ اسید شرافت

علوِ مرتبت آپ کے زمانہ میں چار بزرگ ہم نام تھے یعنی امام شاہ ساکن تپتی قوریانوالہ۔ میاں امام شاہ ڈوگر سہروردی خانقاہ ڈوگراں۔ تیسرے امام شاہ فقیر ... وزیر آبادی۔ میاں امام شاہ چھڑ نوالہ صاحب ذکر ہذا۔

ان چاروں میں سے آپ بلند مقام تھے۔ آپ سراج السالکین، فخر الکاملین، واقف اسرار توحید، سائر میدان تجرید، با کمال اولیاء اللہ سے تھے۔

کرامات

گنج رسول آپ لنگر کے وقت ایک چنگیر روٹیاں، اور ایک ہانڈی دال کی اپنے پاس رکھ لیتے اور سارا دن اسی سے تقسیم کرتے رہتے۔ جتنے درویش و مسافر حاضر ہوتے سب کو وہ کھانا پورا ہو جاتا۔

فائدہ۔ فقرا کی اصطلاح میں اس کرامت کو گنج رسول کہتے ہیں۔

اولاد کی دعا ایک بار آپ علاقہ مانجھہ میں تشریف لے گئے۔ ایک گاؤں میں شام کے وقت بارش شروع ہو گئی۔ آپ کی کوئی واقفیت وہاں نہ تھی۔ آپ نے آواز دی کہ ہماری گھوڑیوں کے واسطے جو شخص چارہ لاوے، خدا تعالیٰ اس کی مراد پوری کرے گا۔ چنانچہ ایک سکھ نے پانچ بھریاں چارہ لا حاضر کیا۔ آپ نے دعا کی۔ حق تعالیٰ نے اس کو پانچ لڑکے عطا کئے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں پیر بخش المعروف پیر شاہ رح ۲۔ میاں جمعیت شاہ مجذوب۔

یارانِ طریقت آپ کے ارادت مندوں کا حلقہ وسیع تھا

۱۔ میاں قطب الدین بن میاں فتح شاہ حکیمی رح — بھڑی شریف ضلع گوجرانوالہ
۲۔ میاں جواہر شاہ بن میاں فتح شاہ حکیمی رح — " "
۳۔ میاں الٰہی بخش بن میاں اکبر شاہ حکیمی رح — " "

۴۔ میاں امیر بخش المعروف امیر شاہ بن میاں باکا بر شاہ حکیمیؒ	جھڑی شریف	ضلع گوجرانوالہ
۵۔ میاں پیر بخش بن میاں خدا یار حکیمیؒ	″	″
۶۔ میاں عمر بخش المعروف عمر شاہ بن میاں قادر بخش زمانیؒ	″	″
۷۔ میاں پیر بخش المعروف پیر شاہ بن میاں قادر بخش زمانیؒ	″	″
۸۔ میاں امیر بخش المعروف امیر شاہ بن میاں قادر بخش زمانیؒ	″	″
۹۔ میاں وزیر بخش المعروف وزیر شاہ بن میاں قادر بخش زمانیؒ	″	″
۱۰۔ میاں پیر بخش المعروف پیر شاہؒ۔ فرزند اکبر	″	″
۱۱۔ میاں جمعیت شاہ مجذوبؒ۔ فرزند اصغر	″	″
۱۲۔ میاں شاہ محمد بن میاں عمر بخش المعروف عمر شاہ زمانیؒ	″	″
۱۳۔ میاں محمد الدین بن میاں عمر بخش المعروف عمر شاہ زمانیؒ	″	″
۱۴۔ میاں الٰہی بخش بن میاں عمر بخش المعروف عمر شاہ زمانیؒ	″	″
۱۵۔ میاں خدا بخش بن میاں پیر بخش المعروف پیر شاہ زمانیؒ	″	″
۱۶۔ میاں علی محمد بن امیر بخش المعروف امیر شاہ زمانیؒ	″	″
۱۷۔ میاں جان محمد بن میاں امیر بخش المعروف امیر شاہ زمانیؒ	″	″
۱۸۔ میاں حسن محمد بن میاں امیر بخش المعروف امیر شاہ زمانیؒ	″	″
۱۹۔ میاں علم الدین بن میاں وزیر شاہ زمانیؒ	″	″
۲۰۔ میاں محمد الدین بن میاں پیر بخش المعروف پیر شاہ نبیرہ آنجناب	″	″
۲۱۔ میاں گل شہید المعروف بابا ہادیؒ بن میاں ہاشم ہاجی اولاد شیخ اللہ داد	″	″
۲۲۔ میاں شاہ محمد بن میاں سلطان احمد۔ اولادِ شیخ برخوردار	رسولپور چیچہ	″
۲۳۔ میاں احمد شاہ بن میاں شرف شاہ۔ اولادِ شاہ غریب	گا جرگولہ	″
۲۴۔ بابا مستان شاہ ارائیں	کلیروالہ	″
۲۵۔ بابا عمر شاہ عرف عمر بخش	رتہ دھو غفراں	″
۲۶۔ سائیں نظام الدین فقیر	مدرچک	″

۲۷۔ بابا اُرلدِ شاہ	نوشہرہ خوجیاں	ضلع گجرات
۲۸۔ بابا یکرنگی شاہ	منج	لاہور
۲۹۔ بابا امام شاہ ارائیں	بھونڈپورہ	"
۳۰۔ بابا ہانڈی شاہ	اٹاری شام سنگھ	امرتسر
۳۱۔ بابا چراغ شاہ	لوپوکے	"

۳۲۔ بابا دتے شاہ۔ مجاور در گاہِ رحمانیہ ۳۳۔ سائیں عباس علی

۳۴۔ سائیں غلام مستقیم ۳۵۔ سائیں محمد الدین فقیر

۳۶۔ سائیں بوٹے شاہ درویش ۳۷۔ نوتہ کنجر لاہوری

تبرکات آپ کے تبرکات میں۔ سے لنگی اور سیلی وغیرہ آپ کے بیٹے میاں پیر بخش المعروف، پیر شاہ نے اپنے درویش بابا لیکل شاہ ساکن ڈبہ کو عطا کیں، اُس کے پاس مدت تک رہیں۔ پھر وہ بوسیدہ ہوگئیں تو اس نے پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیں۔ چنانچہ وہ تبرکات کی قبر زیارت گاہ ہے۔ اس پر بابا مذکور کا فقیر بتے شاہ مجاور رہا ہے۔

آپ کا قرآن مجید اور چوسر کی نردیں آجکل ۱۳۷۶ھ میں آپ کی اولاد میں سے صاحبزادہ غلام حسین بن میاں اللہ دتہ رہ کے گھر میں موجود ہیں۔ میں نے بھی زیارت کی ہے۔

تاریخ وفات میاںؒ امام شاہ کی وفات بعمر اکسٹھ سال بروز سہ شنبہ۔ بائیسویں ۲۲ ماہ جمادی الآخرہ ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۸۴۹ء میں ہوئی۔

مزار بھیڑی شریف۔ گورستان رحمانیہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ زاہد مرغوب ۱۲۶۵ھ

۲۔ خدا ترس ۱۲۶۵ھ

---

[۱] میاں امام شاہ کا کچھ مختصر ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے پانچویں حصہ عوارف الانوار نام میں تحریر کیا جائے گا۔ سید شرافت

فصل ششم

چھٹی پشت کے حالات

میاں امام شاہ حکیمیؒ

آپ کا نام امام بخش المعروف امام شاہ تھا۔ آپ میاں اکبر شاہ بن میاں غلام رسول حکیمیؒ کے بڑے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت، شیخ چھٹے شاہ بن شیخ فتح الدین سلیمانیؒ رسول نگریؒ سے رکھتے تھے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند میاں شمس الدین تھے۔

میاں شمس الدین کے دو بیٹے تھے۔ میاں محمد الدین، میاں کرم الٰہی۔

— میاں محمد الدین اتوار یکم رمضان ۱۳۴۲ھ کو لاولد فوت ہو گئے۔ ان کا ایک مرید سائیں مٹھے شاہ جوکی ساکن جھبتر درکاں تھا۔ جو ایک سال درگاہ رحمانیہ پر جاروب رہا۔

— میاں کرم الٰہی المعروف کرم شاہ اخلاق حسنہ رکھتے تھے۔ درویش مشرب تھے۔ سلسلہ پیری مریدی بہت تھا۔ چٹا گورا رنگ اور چہرہ پر چیچک کے داغ تھے۔ جس وقت میں نے کتاب ہذا کی تالیف شروع کی تھی اس وقت آپ موجود تھے۔ خاندان رحمانیہ کے اکثر بزرگوں کے حالات انہوں نے ہی درج کروائے تھے۔ ان کی بیعت حاجی شیخ شمس الدین بن شیخ قطب الدین سلیمانی چاوہ والہ کے ساتھ تھی۔ ان کے مریدوں سے سید سردار شاہ ساکن چک ۴۴ تحصیل پھالیہ، اور سائیں خاکی خادم تھے۔ ان کی وفات ۲ رجمادی الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ رکتک سمت ۱۹۸۸ب میں ہوئی۔ ان کے چھ بیٹے ہوئے میاں غلام حسین لاولد، میاں فضل حسین مرحوم، میاں نور محمد لاولد، میاں برکت علی لاولد، میاں عنایت علی سلمہ اللہ، میاں محمد حسین لاولد۔

— میاں فضل حسین کی ولادت ۱۳۰۲ھ میں ہوئی نیک اخلاق، مہذب شائستہ تھے۔ اپنے ہم عمر تمام صاحبزادگان رحمانیہ سے مرتبہ میں فائق تھے۔ بعمر ۴۱ سال جمعرات

وقت سحر ۱۵ محرم ۱۳۶۵ھ کو انتقال کیا۔ ان کے چار بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ برکت علی بچپن میں ہو گیا۔ صاحبزادہ فیروز حسین، صاحبزادہ محمد صدیق، صاحبزادہ عارف حسین۔ یہ تینوں آجکل ۱۳۷۹ھ میں موجود ہیں۔ اور تعلیم یافتہ اور لائق ہیں سلمہم اللہ تعالےٰ۔

—— صاحبزادہ فیروز حسین کا ایک لڑکا الطاف حسین ہے۔

—— میاں عنایت علی بن میاں کرم الٰہی کی ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ آجکل بقید حیات ہیں۔ ان کا بچہ بنام عاشق حسین فوت ہو چکا ہے۔

یاران طریقت، آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ شیخ خیرالدین بن شیخ چراغ دین سلیمانی، کوٹ پیجو ضلع گجرات،

۲۔ میاں شمس الدین۔ فرزند آنجناب بھڑی شریف گوجرانوالہ

۳۔ میاں محمد الدین بن شمس الدین۔ نبیرہ

۴۔ سید محمد شاہ ۵۔ بابا پیر شاہ

میاں امام شاہ کی قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔ وفات ۱۲۶۲ھ

میاں امیر شاہ حکیمیؒ

آپ کا نام امیر بخش المعروف امیر شاہ تھا۔ آپ میاں اکابر شاہ بن میاں غلام رسول حکیمیؒ بھڑیوالہ کے دوسرے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت میاں امام شاہ بن میاں نور شاہ زمانیؒ سے تھی۔

معمولات | آپ کلمہ طیبہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جب اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگاتے تو کئی لوگوں کو وجد ہو جاتا۔ آپ کی نگاہ سے بعض لوگوں کو حالت مستی طاری ہو جاتی۔ عرس شریف پر لوونیں جیٹھ کو بھنڈارہ تقسیم کرنے کی خدمت پر ممتاز ہوتے۔

مقدمہ حصص درگاہ | آپ کے زمانہ میں میاں چیوا شاہ بن میاں ابراہیم المعروف علیہ الرحمہ کی اولاد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اُن میں سے جواہر بی بی دختر میاں

بوٹے شاہ بن فتح محمد کا نکاح میاں پیر بخش بن قادر بخش زمانی سے تھا۔ اور ستار بی بی
بیوہ میاں خدا یار بن فتح محمد نے اپنی لڑکی بھاگن بی بی کا نکاح میاں علم الدین بن وزیر شاہ
زمانی رح سے کر دیا تھا۔ اس لیے وہ چاہتی تھیں کہ دربار حضرت پاک صاحب رح کا حصہ اُن
کی اولاد کو ملے۔ تو اُن دونوں کے خلاف مندرجہ ذیل صاحبزادگان نے درخواست دے کر
ان کو دربار کے حصہ سے خارج کرا دیا۔ چونکہ میاں امیر شاہ حکیمی کا نام درخواست کنندگان
میں سے اوّل ہے۔ اس لیے پوری عبارت آپ کے ذکر میں درج کی جاتی ہے۔

"جناب عالی"

مدعو کہ ہم اولاد عبدالرحیم مورث اعلیٰ قوم فقیر دربار شاہ رحمان واقع موضع بھیڑی شاہ رحمان
تحصیل گوجرانوالہ کے سرپرست ہیں۔ اور بموجب رواج قدیم الایام سے دربار کا بموجب
حصص جدی چڑھاوا لیتے ہیں۔ اور جس قدر اراضی متعلقہ دربار موصوف ہے اُس پر قابض چلے
آتے ہیں۔ اب اولادِ جیوے شاہ پسر عبدالرحیم مورث اعلیٰ لا ولد ہو گئے۔ اس کی حصہ آمدنی پر
ہم اولاد حکیم و محمد زمان پسران عبدالرحیم وارث و حقدار ہیں۔ کیونکہ سوائے ہمارے اس مکان
کا خدمت کنندہ و پوجاری[1] کوئی نہیں ہے۔ اور ہم ہی خدمت متعلقہ انجام دیتے ہیں۔ لیکن
بعض شخص یعنی مسمات جواہر بی بی و مسمات ستار بی بی جو اس خاندان کی لڑکیاں ہیں۔ ان کے
وارث ماضی ناجائز طور پر برخلاف رواج جیوے شاہ کی بیٹی کی اولاد کے حصص پر مزاحم
ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کا کچھ حق اور واسطہ نہیں ہے۔ لہٰذا بذریعہ درخواست ہذا امیدوار ہیں کہ
معرفت سرکار مسمات مندرجہ عنوان کو یعنی مسمات جواہر بی بی و ستار بی بی کو ہدایت ہو جاوے
کہ وہ اِس آمدنی چڑھاوا کے ساتھ مزاحم نہ ہوں۔ ورنہ بڑا فتور اور فساد برپا ہو جاوے گا۔
اور نیز شجرہ نسب خاندان عبدالرحیم لف درخواست ہذا ہے۔ فقط مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۸۸۵ء[2]
عرضے فدویان امیر بخش ولد اکبر شاہ۔ و محمد الدین ولد پیر شاہ و نظام دین ولد وزیر شاہ
قوم فقیر۔ و امام شاہ ولد خدا یار قوم فقرا ساکن موضع بھیڑی شاہ رحمان سا ملان"

[1] پوجاری کا معنی یہاں پرستش کنندہ نہیں بلکہ اس سے مراد خادم و مجاور ہے ۱۲ [2] یہ اصل تحریر میاں محمد علی بن میاں خدا بخش زمانی بھڑیوالہ کے گھر میں موجود ہے ۱۲ سید شرافت

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں بوٹے شاہ۔ ۲۔ میاں اللہ دتہ لاولد۔
—میاں بوٹے شاہ کی بیعت شیخ شمس الدین سلیمانی چادہ والہ سے تھی۔ بعمر چالیس
سال ۱۲۲۶ھ میں انتقال کیا۔ ان کے دو بیٹے ہوئے میاں بہادر شاہ بچپن میں
فوت ہوا، میاں لال شاہ۔
—میاں لال شاہ ۱۳۷۹ھ میں موجود ہے۔ اس کا ایک لڑکا محمد اعظم نام ہے۔
میاں امیر شاہ کی قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔ وفات ۱۳۰۴ھ

میاں پیر شاہ زمانیؒ

آپ کا نام پیر بخش المعروف پیر شاہ تھا۔ آپ میاں امام شاہ بن میاں نور شاہ زمانی بھڑیوالہ
کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب کمالات ظاہری و باطنی سیف اللسان تھے۔

جاگیر معافی آپ بڑے لائق و با اقبال تھے۔ گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے آپ کو پندرہ
گھماؤں زمین معافی ملی ہوئی تھی جو آپ کے بعد آپ کے بیٹوں کے نام
منتقل ہوئی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل سرکاری تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔
"نقل معافی روبکار ضلع گوجرانوالہ مشمولہ نقل واگذاری معافی پیر بخش متوفی واقعہ
بھڑی شاہ رحمان صاحب گوجرانوالہ۔ بنام محمد الدین و علم الدین پسران پیر بخش مذکور۔
ڈاکٹ ۲۹۸ مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۸۷۲ء صاحب کمشنر بہادر معہ نقل چٹھی صاحب
فنانشل کمشنر بہادر ۲۸ مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۱۸۷۲ء بجواب ڈاکٹ ۲۷۲ مورخہ ۱۵ر اکتوبر
۱۸۷۲ء بدیں مضمون صدور ہوا کہ رجسٹر معافی ۱۵ گھماؤں اراضی واقعہ موضع بھڑی اونچی
واسطے وارثان پیر بخش معافیدار متوفی کے بعد منظوری جناب صاحب فنانشل کمشنر بہادر
کے واپس کیا جاتا ہے۔ لہذا حکم ہوا کہ صدر قانونگو رجسٹر معافی میں مطابق اس کے عملدرآمد
کرے اور تحصیلدار کو لکھا جاوے کہ پٹواری دیہہ و نمبرداران دیہہ و وارثان معافیدار کو اطلاع
دیوے۔ اور مطابق اس کے عملدرآمد کا غذات میں کرا دیوے۔ اور جمع اس کی ششماہی سال میں
قسط بندی سے خارج کی جاوے۔ جیسا کہ پہلی منظوری واسطے اس معافی کے ہے۔

اوسی طرح سے اب منظوری ہے۔ تحریر ۲۰، نومبر ۱۸۶۲ء۔

قومیت اور موروثیت کا ثبوت

آپ کے زمانہ میں پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہوا۔ ۱۸۵۶ء میں حکومت کی طرف سے پہلا بندوبست قائم ہوا۔ تو اس پر آپ کے خاندان کی قوم راجپوت گوت بھٹی فقیر درج ہوئی۔ اور ثابت کیا کہ وہ اس سے پہلے چھیاسی سال کے چاہ خانقاہ والہ اور چاہ بیرانوالہ کے مزارعانِ موروثی ہیں۔ اس کی نقل یہ ہے۔

"نقل انتخاب از نقل بندوبست سابق موضع بھڑی کلاں تحصیل وضلع گوجرانوالہ بابت سال ۱۸۵۶ء۔"

اُس وقت خاندان حضرت پاک صاحبؒ میں سے یہ افراد موجود تھے۔ جن کے نام کاغذات گورنمنٹ میں درج ہیں۔

"امام بخش والی بخش وامیر بخش پسرانِ اکبر شاہ۔ و بوٹے شاہ ولد فتح محمد، وامیر شاہ ولد کرم شاہ۔ و پیر بخش ولد امام بخش (صاحب ذکر ہذا) و محمد بخش و پیر بخش و الٰہی بخش پسرانِ جان محمد، و عمر شاہ و پیر بخش وامیر شاہ و وزیر شاہ پسرانِ قادر بخش قوم جٹ، راجپوت گوت بھٹی فقیر ساکن دیہہ مزارعانِ موروثی ۸۶ سال۔ چاہ خانقاہ والہ و بیرانوالہ۔"

۱۸۵۶ء میں بھڑی کے مالکان یہ جٹ موجود تھے۔ سردارا ولد بہادر، ولیداد ولد غلام، قطبا واد محمد یار قوم جٹ گوت ہرا۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں محمد الدینؒ ۲۔ میاں علم الدینؒ

یارانِ طریقت، آپ کے خاص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں کرم الدین بن میاں وزیر شاہ زمانیؒ	بھڑی شریف ضلع گوجرانوالہ
۲۔ میاں نبی بخش بن میاں محمد الدین نبیرہ	" "
۳۔ بابا لیکل شاہ صاحب سلسلہ تھا۔	ٹھیہ

۴۔ گاماں بھنڈ — وڈالہ سندھواں ضلع گوجرانوالہ

۵۔ حکماں ربابی — ایمن آباد

یہ فقیر آدمی تھا۔ جب فوت ہوا تو اس کی انگلیاں تسبیح کی تار پر چلتی تھیں۔ اس کے چار بیٹے جواہر، دتار، عطار، ساون نام تھے۔ اس کی اولاد کو اس درجہ وجد ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں میں رسہ ڈال کر روضہ حضرت پاک صاحب رح کے گرد زمین پر کھینچتے ہیں۔ تب ان کو افاقہ ہوتا ہے۔

تاریخ وفات ایک پرانی جمع بندی پر اس طرح تحریر ہے۔

"واضح ہو کہ مسمی پیر بخش معافیدار ۱۹ مارچ ۱۸۷۰ء سے فوت ہو گیا ہے۔ اور عرضی فوتیدگی معافیدار ارسال حضور ہو چکی ہے" بلفظہٖ

تقویم ہجری و عیسوی کی رو سے اس روز ہفتہ تھا۔ اور ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ تھا۔ آپ کی قبر بھڑی شریف گورستان رحمانیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے "ذی شعور"

میاں جمعیت شاہ مجذوب زمانی رح

آپ میاں امام شاہ بن میاں نور شاہ زمانی رح کے چھوٹے بیٹے اور مرید تھے۔ بچپن سے ہی سادہ اطوار اور مجذوب طبع تھے۔

کرامات

مویشیوں کا بیہوش ہو جانا آپ ابھی بچہ تھے کہ والد نے آپ کو مویشی چرانے کے واسطے بھیجا۔ آپ دوپہر کو ان کو پانی کی طرف ہانکتے۔ وہ چراگاہ کو دوڑتے۔ آپ نے غصہ میں آکر کہا مر جاؤ۔ سب مویشی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ کے والد کو پتہ چلا تو انہوں نے جھڑ کا کہ اگر مویشی مر گئے تو تم کو ہم مار دیں گے۔ آپ نے کہا اچھا نہیں مریں گے۔ چنانچہ وہ ہوش میں آ گئے۔

والدہ کی نظر بند ہونا آپ کے سر پر بال تھے۔ ژولیدہ مو رہتے تھے۔ اور ان میں اکثر جوئیں پڑ جاتیں۔ اگر کوئی جوں گر پڑتی۔ تو اٹھا کر سر پر رکھ دیتے۔ ایک دن آپ کی والدہ نے دو جوئیں سر سے نکالیں۔ آپ نے کہا مائی جی۔ اگر آپ کی نظر بند ہوتی تو آپ جوئیں نہ نکال سکتیں۔ چنانچہ مائی صاحبہ کی نظر بند ہو گئی۔

لاہور چلا جانا جب آپ سے ایسے واقعات ظہور میں آنے لگے تو والد صاحب نے آپ کو فرمایا کہ اب تمہاری گذر یہاں نہیں ہو سکتی۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ آپ بھیری شریف سے روانہ ہوئے۔ چند روز کوٹ لالہ میں۔ اور کچھ عرصہ موضع چاہل میں رہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ لاہور پہنچ گئے۔ اور نوننہ کنجر کے گھر ڈیرہ کیا۔

مدفن میاں جمعیت شاہ کا انتقال لاہور میں ہی ہوا۔ وہاں گورستان میانی میں دفن ہوئے۔ اللہ دین لنگر کے مکان کے قریب آپ کا مزار ہے۔ **وفات ۱۲۸۹ھ**

میاں بوٹے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں فتح محمد بن میاں مراد بخش کے بڑے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت شیخ پہلے شاہ بن شیخ فتح الدین سلیمانی رسول نگری رحمۃ اللہ علیہ سے رکھتے تھے۔

اولاد آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ صرف دو بیٹیاں تھیں۔

۱۔ مسمات جواہر بی بی منکوحہ میاں پیر بخش بن میاں قادر بخش زمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنے نواسہ میاں نبی بخش بن پیر بخش کو اپنا متبنیٰ بنایا۔ اور اپنی جائیداد پر قابض لیا۔

۲۔ مسمات بھری، منکوحہ امیر۔

یاران طریقت آپ کے خواص مریدیہ تھے۔

۱۔ میاں قاسم شاہ بن میاں پیر بخش زمانی۔ نواسہ بھیڑی شریف ضلع گوجرانوالہ

۲۔ میاں نبی بخش بن میاں پیر بخش " " "

۳۔ سید پیر شاہ — کانو وال چھنب

۴۔ بابا صدیق شاہ مجاور درگاہِ رحمانیہ

میاں بوٹے شاہ کی قبر گورستانِ رحمانیہ میں ہے۔ وفات ۱۲۷۰ھ۔

میاں خدایار رحیمی رح

آپ میاں فتح محمد بن میاں مراد بخش رحیمی رح کے چھوٹے بیٹے تھے۔ بیعت طریقت شیخ پھلے شاہ بن شیخ فتح الدین سلیمانی رسول نگری سے تھی۔

اولاد آپ کی زوجہ کا نام مسمات ستار بی بی تھا۔ اس کے بطن سے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی صرف ایک بیٹی مسمات بھاگن بی بی تھی۔ جو میاں علم الدین بن وزیر شاہ زمانی رح کی منکوحہ تھی۔

میاں خدایار کی قبر گورستانِ رحمانیہ میں ہے۔ وفات ۱۲۹۹ھ۔

فصل ہفتم

ساتویں پشت کے حالات میں

میاں الٰہی بخش زمانی رح

فرزند میاں عمر شاہ بن میاں قادر بخش بن میاں کرم شاہ بن میاں محمد زمان دُولا رح۔ آپ کی بیعت طریقت میاں امام شاہ بن نور شاہ زمانی رح سے تھی۔

نمازیوں کو وجد آپ بالکل اَن پڑھ تھے۔ ایک بار لاہور تشریف فرما تھے۔ صبح کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے۔ نمازیوں نے آپ کو مجبور کر کے امامت کے مصلّا پر کھڑا کر دیا۔ آپ نے جب تکبیر تحریمہ کہی تو سب مقتدیوں کو وجد ہو گیا۔ آپ نے قرأت بہت عمدہ پڑھی۔ سلام پھیرنے تک سب محویت میں رہے بعد ازاں اس مسجد کے مولوی صاحب بھی آپ کے مرید ہو گئے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اس

وقت ہم قاری نہ تھے۔ بلکہ خود حضرت پاک صاحب امام بنے تھے۔

وفات کے بعد قرآن طلب کرنا

۱۳۵۲ھ کا واقعہ ہے کہ میں چلہ نشینی کے وا...
درگاہِ حضرت پاک صاحبؒ پر حاضر تھا...
سامنے میاں اکبر علی بن نبی بخش زمانی رح نے آپ کے پوتے میاں امام الدین بن احمد الد...
کو بُلا کر پیغام دیا۔ کہ آپ کے دادا میاں الٰہی بخش رح مجھ کو خواب میں ملے ہیں۔ اور فرمایا ہے
کہ ہم ہر طرح سے راضی خوش ہیں۔ ہماری اولاد کو کہہ دینا کہ ایک قرآن مجید مکمل مجھ کو بھیج دیں
کیونکہ جو قرآن مجید میرے پاس ہے۔ وہ اُدھورا ہے۔ مجھے پڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے
اور آپ اُس قرآن کریم کے ورق اُلٹا اُلٹا کر دیکھ رہے تھے۔
میاں امام الدین نے کہا اچھا ہم قرآن مجید فی سبیل اللہ کسی پڑھنے والے کو
دے دیں گے۔

اولاد | آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں اللہ دوھایا لاولد۔ ۲۔ میاں احمد الدین

—— میاں احمد الدین کے چھ بیٹے ہوئے۔ میاں حاجی امام الدین۔ میاں نبی بخش۔
میاں محمد بخش۔ میاں غلام محمد۔ میاں صدر الدین لاولد۔ میاں ابراہیم لاولد۔

—— میاں حاجی امام الدین متشرع پابند دین۔ حمیدہ اطوار ہیں۔ حج کی سعادت سے
مشرف ہو چکے ہیں۔ مسن و معمر ہیں۔ آجکل ۱۳۶۹ھ میں زندہ موجود ہیں۔ ان کا ایک
لڑکا عبدالرحمٰن نام تھا۔ جو بچپن میں فوت ہو گیا۔

—— میاں نبی بخش لاہور میں سلائی کا کام کرتے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا اللہ دتہ نام موجود
ہے۔

—— میاں محمد بخش کے تین بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ منظور حسین اور غلام نبی موجود ہیں۔ اور
خوشی محمد بچپن میں فوت ہو چکا ہے۔

—— میاں غلام محمد کے تین بیٹے ہیں۔ برکت علی و بشیر احمد و محمد صدیق۔ تینوں موجود ہیں۔
میاں الٰہی بخش کی وفات ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔

میاں قاسم شاہ زمانیؒ

خلف اکبر میاں پیر بخش بن میاں قادر بخش بن میاں کرم شاہ بن میاں محمد زمان دولاؒ ۔
آپ کی بیعت و خلافت اپنے نانا میاں یوسف شاہ بن میاں فتح محمد رحیمیؒ سے تھی۔

معمولات آپ پابند شریعت ۔ اہل عبادت تھے ۔ رات کا اکثر حصہ یادِ الٰہی میں گذارتے فجر کی نماز پڑھ کر سو رہتے ۔ سردیوں میں تالاب کے سرد پانی سے وضو کرتے ۔ طبیعت میں جلالیت بہت تھی ۔ کسی کو تاب مقاومت نہ ہوتی ۔ تمام عمر مجرد رہے ۔ شادی نہیں کی ۔

مسائل فقر منقول ہے کہ حضرت سخی بادشاہؒ کی اولاد میں سے ایک صاحبزادہ حضری آئے ۔ اور چند مسائل پیش کئے ۔ آپ نے شریعت و طریقت کی تشریح کر کے سمجھا دیئے ۔ اور حقیقت کے متعلق ان کو میاں محمد زمانؒ کی پالکی میں لے گئے ۔ اور خفیہ سمجھایا ۔ وہ صاحبزادہ بڑے خوش ہوئے ۔ اور آپ کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر آپ کی بزرگی کا اعتراف کیا ۔

تاریخ وفات کی اطلاع دینا آپ کے بھتیجا میاں اکبر علی بن نبی بخش سے روایت ہے کہ آپ نے پندرہ سال وفات سے پہلے آگاہ کیا تھا کہ جس سال پندرہ پوہ کو جمعرات کا دن ہوا ۔ اُس روز ہمارا دنیا سے انتقال ہو گا ۔ چنانچہ ہر سال پوہ کے مہینے کی تاریخیں اور دن شمار کرتے رہتے آخر پندرہ سال کے بعد وہ تاریخ اور دن آ گیا ۔ پندرہ روز وفات سے پہلے اپنے مریدوں اور دوستوں کو خطوط بھیجد یئے کہ ہماری دنیا سے تیاری ہے ۔ جن کو ملنے کی خواہش ہو وہ آجاوے راوی مذکور کہتے تھے ۔ کہ میں اُن دنوں لاہور میں تھا ۔ مجھے وہاں خط گیا ۔ میں گیارہ پوہ کو آ گیا ۔ آپ کو بالکل تندرست پایا ۔ بارھویں کو قدرے بیمار ہوئے ۔ پندرہ تاریخ جمعرات کو سجدہ کی حالت میں انتقال کیا ۔

نصیحت میاں اکبر علی موصوف کہتے تھے کہ آپ نے مجھے نصیحت کی ۔ کہ لباسی فقیر

نہ بننا۔ تسبیح اور ٹوپی ضروری نہیں۔ صرف صاحب کے نام کی ضرورت ہے۔ ہر شخص خود ہی پہچان لے گا۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں نظام الدین بن میاں وزیر شاہ زمانی رح	بھیڑی شریف ضلع گوجرانوالہ
۲۔ میاں اکبر علی بن میاں نبی بخش۔ بھتیجا	؍ ؍
۳۔ میاں محمد علی بن میاں خدا بخش	؍ ؍
۴۔ میاں سردار علی بن میاں نظام الدین زمانی رح	؍ ؍

تاریخ وفات میاں قاسم شاہ کی وفات بروز پنجشنبہ۔ پانچویں رمضان ۱۳۱۸ھ مطابق پندرھویں پوہ سمت ۱۹۵۷ ب میں ہوئی۔ قبر گورستانِ رحمانیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "منبع فیض وکرم"

میاں نبی بخش زمانی رح

آپ میاں پیر بخش المعروف پیر شاہ بن میاں قادر بخش زمانی جبڑ لوالہ رح کے دوسرے بیٹے تھے۔ بیعتِ طریقت اپنے نانا میاں بوٹے شاہ بن میاں فتح محمد رح سے تھی۔ آپ کی والدہ کا نام جواہر بی بی تھا۔

نانا صاحب کی تولیت آپ کے نانا کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے آپ کو اپنا متبنّیٰ بنایا۔ آپ نے اپنی رضامندی سے اپنے بھائی میاں خدا بخش کو اپنے ساتھ جائیداد میں شریک کیا۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں نیاز علی لاولد ۲۔ میاں اکبر علی

— میاں اکبر علی متوفی ۲ ار رمضان ۱۳۵۹ھ طریقہ درویشانہ رکھتے تھے۔ مؤلف کتاب ہٰذا نے بعض حالات سلسلہ رحمانیہ کے ان کی زبان سے بھی درجِ کتاب کئے۔

میرے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے۔ ان کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ غلام رسول ہیں ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔

صاحبزادہ غلام رسول اہل علم نیک اخلاق ہیں مؤلف کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں۔ ۱۳۷۹ھ میں موجود ہیں۔

ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ عبدالرحیم نام موجود ہے۔ جو سکول میں تعلیم پاتا ہے۔ نیک نہاد شریف الطبع ہے۔

مدفن میاں نبی بخش کی قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔ وفات ۱۳۲۲ھ

میاں محمد الدین زمانی رح

آپ میاں پیر بخش المعروف پیر شاہ بن میاں امام شاہ زمانی رح کے فرزند اکبر تھے۔ بیعت طریقت اپنے دادا میاں امام شاہ بن میاں نور شاہ زمانی رح سے تھی۔ بعد میں اپنے والد سے بھی فیض پایا۔ اور خلافت سے مشرف ہوئے۔

فیصلہ متعلقہ حصص درگاہ آپ کے زمانہ میں اولاد میاں محمد بختاور میں سے میاں پیر بخش بن جان محمد بختاوری وغیرہ نے دعویٰ دائر کر دیا۔ کہ ہم کو دربار حضرت پاک صاحب رح کے چڑھاوا میں سے نصف حصہ ملنا چاہیئے۔ جس میں آپ بمعہ دوسرے برادران ہم جدی اولاد میاں عبدالرحیم کے مدعا علیہم تھے آپ نے پورانی مثلیں پیش کیں۔ تو اُن کا دعویٰ خارج ہو گیا۔ مقدمہ آپ کے حق میں ہوا حضرات بختاوریہ کو تیسرا حصہ ملا۔ فیصلہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

"دعوائے استقرار حق

آمدنی چڑھاوا خانقاہ شاہ رحمٰن مرحوم بحصہ نصفا نصف برائے دوام

بموجب حقوق معافی متعلقہ خانقاہ دیہہ

مدعیان کا دعویٰ ہے کہ آمدنی چڑھاوا خانقاہ بھڑی شاہ رحمان مرحوم ہمارے نصف حصہ ہے اور نصف حصہ مدعا علیہم کا ہے۔ مدعا علیہم کا جواب یہ ہے کہ

یہ مقدمہ عدالت دیوانی سے پہلے فیصلہ ہو چکا ہے۔ بروئے منصفی منصفان کے ایک حصہ مدعیان کا۔ اور دو حصہ ہم مدعا علیہم کے ہیں۔ مدعیان اب برخلاف فیصلہ سابق کے نصف کا دعوےٰ نہیں کر سکتے۔ اول امر تنقیح طلب یہ تھا۔ کیا یہ مقدمہ باہم فریقین ایسے تنازعہ کی بابت فیصلہ ہوا ہے۔ مثال دعوےٰ مدعیان بنام مدعا علیہم پیش ہو وے۔ دیکھنے مثال مفصلہ سابق سے ظاہر ہوا کہ مدعیان و مدعا علیہم میں مقدمہ دائرہ ہو کر یک حصہ مدعیان اور دو حصہ مدعا علیہم آمدنی چڑھاوا میں بروئے فیصلہ منصفان قرار پایا۔ اور ڈگری بحق مدعیان یک حصہ کی ہوئی۔ اور مدعیان نے اپیل کیا۔ وہ بھی ڈسمس ہوا۔ اب مدعیان نصف کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس مقدمہ سماعت میں دفعہ ۱۳ ضابطہ دیوانی عارض ہے۔ ایسا دعوےٰ قابل سماعت کے نہیں ہے۔ لہذا عدالت حکم دیتی ہے کہ مدعیان کا دعویٰ ڈسمس کیا جاوے۔ جو ان کا یک حصہ ہمراہ مدعا علیہم کے مقرر ہے۔ وہی ان کا حق تصور ہوگا۔ نصف حصہ کا دعویٰ سماعت نہیں ہوتا۔ فریقین حاضر ہیں۔ حکم سنایا گیا۔ ۲۷ مئی ۱۸۸۷ء

نقل حکم عدالت دیوانی با جلاس خان بہادر پیر برکت علی شاہ صاحب جج بہادر گوجرانوالہ رجوعہ ۱۲ مئی ۱۸۸۷ء فیصلہ ۲۷ مئی ۱۸۸۷ء۔ نمبر مقدمہ ۱۵

مدعیان

پیر بخش ولد جان محمد و قطب دین و الٰہی بخش و رکن الدین پسران محمد بخش۔ و کرم الدین و اللہ دتہ پسران امیر بخش متوفی قوم فقیر سکنائے بھڑی شاہ رحمان

مدعا علیہم

محمد الدین و علم الدین پسران پیر بخش۔ و امام شاہ ولد قطب دین۔ و شمس الدین ولد امام شاہ معروف امام بخش۔ و الٰہی بخش و امیر بخش پسران اکابر شاہ۔ و پیر بخش و امام بخش پسران خدا یار۔ و مسمات جواہر بی بی زوجہ پیر بخش و مسمات عطری زوجہ امیر۔ و مسمات ستار بی بی زوجہ بوٹا۔ و امیر ولد سیدان۔ و شاہ محمد و روشن و محمد دین پسران عمر شاہ۔ و نبی بخش و قاسم و خدا بخش پسران پیر بخش۔ و حسن محمد و خان ماہی و علی محمد پسران

امیر شاہ فقیر، و کرم الدین و نظام الدین و علم الدین پسرانِ وزیر شاہ [illegible]
قوم فقیر سکنائے مذکور"

اولاد | آپ کے پانچ بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں الٰہی بخش۔ ۲۔ میاں فتح بخش لاولد ۳۔ میاں میراں بخش۔ ۴۔ میاں اللہ بخش لاولد۔ ۵۔ میاں اللہ دتہ۔

میاں الٰہی بخش کے تین بیٹے ہوئے۔ میاں عمرالدین۔ میاں نور عالم۔ میاں سردار شاہ۔

میاں عمرالدین ۱۹۲۳ء میں ملک برہما میں چلے گئے۔ اس کے بعد ان کا کوئی پتہ نہیں۔ ان کے ایک فرزند صاحبزادہ عبدالعزیز ہیں۔

صاحبزادہ عبدالعزیز ۱۳۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم یافتہ نیک اعلیٰ اخلاق مہذب اطوار ہیں۔ اب بعمر اکتیس ۳۱ سالہ موجود ہیں۔ ان کا ایک لڑکا محمود الحسن نام ہے جو ۱۳۷۳ھ میں متولد ہوا۔ سلمہا اللہ تعالےٰ

میاں نور عالم بن الٰہی بخش۔ فی الحال بنام نور شاہ مشہور ہیں۔ منکسر المزاج نیک طبیعت ہیں۔ اولاد نرینہ نہیں رکھتے۔ آجکل موجود ہیں۔

میاں سردار شاہ بن الٰہی بخش ۱۹۳۹ء میں مصر چلے گئے۔ اُسی علاقہ میں شادی کر لی ہے۔ اور صاحبِ اولاد بھی ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

میاں میراں بخش بن میاں محمد الدین کی بیعتِ طریقت حاجی شیخ شمس الدین سلیمانی چاوہ والہ سے تھی۔ دنیا سے لاولد انتقال کیا۔

میاں اللہ دتہ بن محمد الدین کا ذکر آٹھویں فصل میں آئے گا۔

یارانِ طریقت | آپ کے بیٹوں میں سے تین کس آپ کے مرید تھے۔

۱۔ میاں الٰہی بخش رح۔ ۲۔ میاں اللہ بخش رح ۳۔ میاں اللہ دتہ رح۔

مدفن | میاں محمد الدین کی قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔ **وفات** ۱۳۲۱ھ

میاں علم الدین زمانیؒ

آپ میاں پیر بخش المعروف پیر شاہ بن میاں امام شاہ زمانی بھڑیوالہؒ کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ کی بیعت طریقت بابا زُلدو شاہ فقیر ساکن نوشہرہ ترجیاں سے تھی۔ وہ مرید آپ کے دادا میاں امام شاہ بن میاں نور شاہ کا تھا۔

مکتوب آپ کو زبان فارسی کا بھی کچھ محاورہ تھا۔ آپ کا ایک مکتوب یہاں درج کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے سفر میں سے اپنے والد کے نام ارسال کیا تھا۔

"ابو یصاحب مہربان دام ظلہٗ۔ بعد ازادائے آداب بندگی معروض آنکہ از خدمت رخصت شدہ در شہر جھنڈیالہ بخیریت رسیدہ ام۔ و بخدمت جناب مولانا صاحبنا میاں صاحب محبت اللہ جیو ملازمت میدارم ہر وقت نہایت شفقت و مہربانی بحال بندہ میدارند حمد اتعالیٰ۔ لٰٰہٗ آں صاحب جیورا ہمیشہ خوش دارد۔ فقط زیادہ آداب۔ عریضہ نیاز علم الدین از مقام جھنڈیالہ شیر خاں۔ ۲۷ بھادوں۔

اس مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو میاں محبت اللہ اویسی جنڈیالوی سے بھی کچھ فیض حاصل تھا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند میاں محبوب عالم تھے۔ جو بڑے حلیم الطبع متواضع تھے غرور و تکبر سے اجتناب رکھتے۔ ادب و ہدایت کا شیوہ تھا۔ کاشتکاری کا پیشہ کرتے۔ فقیر سید شرافت عفاہ اللہ کا بہت احترام کیا کرتے۔ ان کی بیعت طریقت حاجی شیخ شمس الدین سلیمانی چاوہ والہؒ سے تھی۔ بروز اتوار۔ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ میں انتقال کیا۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ میاں غلام محمد۔ میاں محمد حسین لاولد۔

میاں غلام محمد خلیق و حلیم ہیں۔ آجکل ۱۳۷۹ھ میں موجود ہیں۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ بشیر احمد نام ہے۔ سلمہا اللہ

مدفن میاں علم الدین کی قبر بھڑی شریف گورستان رحمانیہ میں ہے۔ وفات ۱۳۲۶ھ

فصل ہشتم

آٹھویں پشت کے حالات میں

حاجی الحرمین الشریفین میاں امام الدین زمانی رح

خلفِ اکبر میاں کرم الدین بن میاں وزیر شاہ بن میاں قادر بخش بن میاں کرم شاہ بن میاں محمد زمان آپ کی بیعتِ طریقت حاجی شیخ شمس الدین بن شیخ قطب الدین سلیمانی چادہ والہ سے تھی۔

اخلاق کریمانہ آپ نہایت متواضع و مؤدب اور شریف الطبع تھے۔ عرس شریف کے روز نوویں جیٹھ کو آپ بھنڈارہ کی تقسیم پر مقرر ہوتے۔ نہایت احتیاط اور با قاعدگی سے اس کو انجام دیتے۔ اولادِ حضرت نوشہ صاحب اور اولادِ حضرت سخی بادشاہ رح کا بہت احترام کرتے۔ اپنے بزرگوں کا پورا پورا نمونہ تھے۔

شریعت کی پابندی اپنے معاصرین صاحبزادگانِ رحمانیہ میں سے شریعت کی پابندی کو خاص ملحوظ رکھتے۔ عمر کے آخری سالوں میں زیارت حرمین الشریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً سے بھی مشرف ہوئے۔ نماز روزہ پر مواظبت رکھتے۔ آپ کی گفتگو نہایت شیریں ہوتی تھی۔ سلائی کا کام کر کے روزی حلال حاصل کرتے تھے۔ اپنی برادری کے بہت افراد کو یہ کام سکھلایا۔

مؤلف سے محبت میں (مؤلف کتاب ہذا) گاہ بگاہ بھڑی شریف جایا کرتا۔ تو آپ میرے ساتھ کافی محبت کرتے۔ اور ہر طرح کی خدمات سے پیش آتے۔ باوجودیکہ میں آپ کے بچوں کا ہم عمر تھا۔ لیکن آپ آداب و تعظیمات کا ضرور لحاظ رکھتے۔ میں نے کتاب شریف التواریخ کی جلد ہذا میں خاندان رحمانیہ کے حالات کا اکثر و بیشتر حصّہ آپ کی زبان سے سُن کر درج کیا ہے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ عمر حیات ہیں۔ سنہ ۱۳۷۹ھ میں موجود ہیں۔ ان کا

ایک لڑکا صاحبزادہ غلام محی الدین نام ہے۔ سلمہا اللہ تعالیٰ۔ **وفات سنہ ۱۳۶۰ھ**

میاں امام الدین کی قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔

میاں اللہ دتہ زمانی رح

آپ میاں محمد الدین بن میاں پیر بخش المعروف پیر شاہ زمانی رح کے پانچویں فرزند اور مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب ذوق و شوق تھے۔

مشرب توحید آپ بڑے متین و مہذب طریقہ کے پابند تھے۔ درویشی اخلاق رکھتے۔ فقراء نے خاندان سے نیک سلوک کرتے۔ آپ کے سر پر دستار سبز رنگ ہوتی۔ داڑھی کو مہندی لگایا کرتے۔ آپ کے چہرہ سے آثار بزرگی عیاں تھے۔ فقیر سید شرافت عفی عنہ جب کبھی درگاہ رحمانیہ پر حاضر ہوا کرتا۔ تو آپ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آیا کرتے۔ عزت و احترام کرتے۔ اپنے آباؤ اجداد کے حالات کتاب ہذا میں درج کروائے۔ اپنے کاغذات خاندانی و دستاویزات کا ملاحظہ کروایا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند میاں غلام حسین ہیں۔ یہ اپنے والد کے جانشین ہیں۔ متواضع حلیم الطبع فقیر صورت نیک سیرت ہیں۔ آجکل ۱۳۷۹ھ میں بعمر چھپن ۵۶ سال موجود ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہیں۔ صاحبزادہ غلام مصطفےٰ۔ صاحبزادہ محمد یوسف۔

صاحبزادہ غلام مصطفےٰ رحمانی۔ کی ولادت اتوار ۱۲ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۴ اپریل ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ میٹرک سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ ادیب عالم بھی ہیں۔ شریعت کے پابند نوجوان صالح علم دوست ہیں۔ اپنے خاندان کی بہبودی اور ارتقاد کے واسطے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ چند سال ہوئے بھیری شریف میں وہابیہ دیوبندیہ کا گروہ پیدا ہوگیا ہے۔ جو اپنے وعظوں اور جلسوں میں بزرگان رحمانیہ کی تنقیص کرتے رہتے ہیں۔ ان کی طاقت باطلہ کو مٹانے کے واسطے صاحبزادہ نے درگاہ رحمانیہ میں ۸ مارچ ۱۹۵۹ء کو ایک انجمن قائم کی ہے۔ جس کا نام ہے "انجمن انتظامیہ دربار بھیری حضرت شاہ عبدالرحمان قدس سرہٗ پاک دھاں"

اب درگاہ عالیہ پر باقاعدہ جمعہ ہوتا ہے، روزانہ صبح کے وقت درس بھی ہوتا ہے۔ لاؤڈ سپیکر بقیمت دو ہزار ۲۰۰۰ روپیہ درگاہ شریف کے لیے منگوایا گیا ہے۔ جو ہر وقت مسجد میں درگاہ شریف پر نصب ہے۔ اب وہابیہ کمزور پڑ گئے ہیں۔ جاء الحق وزھق الباطل کا عجب ظہور ہو رہا ہے۔ مسجد درگاہ شریف کی امامت و خطابت کے لیے ایک سند یافتہ مولوی صاحب مقرر ہوئے ہیں۔ جن کو خزانہ درگاہ سے تنخواہ دی جاتی ہے۔ عرس شریف کا انتظام بھی انجمن کے ذمہ ہے۔ تمام صاحبزادگان رحمانیہ ممبروں میں شامل ہیں۔ اس وقت بائیس ممبر ہیں۔

عہدہ داران انجمن یہ ہیں۔

صدر۔ صاحبزادہ غلام مصطفےٰ رحمانی

نائب صدر۔ صاحبزادہ فیروز حسین

سیکرٹری۔ صاحبزادہ غلام رسول

نائب سیکرٹری۔ صاحبزادہ محمد شریف

خزانچی۔ صاحبزادہ نور شاہ — باقی سب حضرات ممبر ہیں۔

میں نے انجمن کے انعقاد پر صاحبزادہ غلام مصطفےٰ کو مبارکباد کا خط بھیجا۔ اس کے جواب میں انہوں نے یہ مکتوب میرے نام ارسال کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از آستانہ عالیہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن عرف پاک رحمان

۲۷، نومبر ۱۹۵۹ء

بخدمت جناب شرف مشتاقان نوشاہیہ و فخر عاشقان آستانہ عالیہ نوشاہیہ

صاحبزادہ سید ابوالریاض شریف احمد شرافت صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ومغفرتہ۔ میں خیریت سے ہوں، آپ کی خیریت مطلوب۔ احوال آنکہ آپ کا ارسال کردہ خیریت نامہ موصول ہوا۔ پڑھ کر دل کو اتنی خوشی ہوئی کہ گویا چمنستان دل میں بہار نے ڈیرہ جمایا۔ اور خزاں رخصت ہوئی۔

آپ کی یادآوری کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ اور آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ آیندہ بھی اپنی خیر و عافیت سے آگاہ فرما کر مشکور فرماتے رہا کریں گے۔ جو احسان آپ نے ہمارے خاندان کے ساتھ کیا ہے۔ اس کی مثال دینے سے میں قاصر ہوں۔ آپ نے زر و مال کو اس معاملہ میں صرف کر کے وہ وہ معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ جن کا اکثر کو خواب و خیال میں بھی علم نہ تھا۔ میں تو بالکل ایک ناچیز انسان ہوں۔ میں اپنے خاندان کی کیا خدمت سرانجام دے سکتا ہوں۔ جو کچھ میرا اپنا ہے۔ یہ صرف اور صرف آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ والسلام۔ محمد یوسف اور والد صاحب اور مولوی صاحب کی طرف سے السلام علیکم۔ غلام مصطفےٰ رحمانی بقلم خود

صاحبزادہ محمد یوسف بن میاں غلام حسین۔ متولد بروز سوموار ۲ر صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ر اپریل ۱۹۳۷ء۔ انڈر میٹرک تک تعلیم ہے۔ علم طب میں حاذق الاطبا کی سند پائی ہے۔ اپنے بھائی کے مساعی جمیلہ میں ان کے ممد و معاون رہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ دونوں بھائیوں کو دیرگاہ فائز المرام رکھے۔ آمین

یارانِ طریقت | آپ کے مرید تو بہت۔ تھے تین شخصوں کے نام مجھے معلوم ہو سکے ہیں۔

۱۔ سائیں نظام الدین المعروف بابا گھوٹی گلگو۔ ساکن قبرستان باہر متصل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ۔

۲۔ سائیں حاکم علی کھرا۔ ساکن تلونڈی راہوالی۔

۳۔ سائیں رحمت ولد پورن جوگی ساکن میرالی والہ

تاریخ وفات | میاں اللہ دتہ کی وفات بروز سوموار۔ وقت ظہر۔ چوبیسویں محرم ۱۲۶۴ھ مطابق ۲۷ر پوہ سمت ۱۹۰۴ بکرمی موافق ۱۰ر جنوری ۱۸۴۸ء میں ہوئی۔

آپ کی قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ ہے "مبرّے مواخذہ"

فصل نہم

نوویں پشت کے حالات میں

صاحبزادہ علی محمد زمانی رح

خلف الرشید میاں حیات محمد بن میاں جان محمد بن میاں امیر شاہ بن میاں قادر بخش بن میاں کرم شاہ بن میاں محمد زمان بن میاں ابراہیم المعروف عبدالرحیم بھڑیوالا رح

یہ صاحبزادہ صاحب مولف کتاب ہذا فقیر سید شریف احمد شرافت علوی، عباسی، قادری نوشاہی برخورداری ساہنپالوی کی بیعت سے تھے۔

عادات و اطوار صاحب علم و حلم، اچھے اخلاق والے نیک طبیعت تھے۔ اپنے کاروبار اور برادرانہ معاملات میں لائق تھے۔ میرے ساتھ بہت محبت و ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔ شریعت کے پابند تھے۔ ایک مرتبہ وہابیوں نے بھڑی شریف میں شورش کی۔ تو صاحبزادگان رحمانیہ نے درگاہ عالیہ میں ایک جلسہ کرایا۔ جس پر علمائے حنفیہ کو مدعو کیا۔ صاحبزادہ صاحب خود ہمارے پاس آکر مجھ کو بھی ہمراہ لے گئے۔

اولاد صاحبزادہ صاحب کی شادی مسمات عنایت بیگم دختر ڈاکٹر سردار علی بن میاں غلام نبی فقیر نوشاہی اولادِ میاں ہرنی شاہ شرقپوری رح کے ساتھ ہوئی تھی۔ یہ رشتہ مؤلف نے ہی کرایا تھا۔

صاحبزادہ صاحب کے دو لڑکے ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ شرافت علی۔ متولد بدھوار ۲ شوال ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

۲۔ صاحبزادہ لیاقت علی۔ یہ دونوں صاحبزادگان آجکل ۱۹۶۷ء میں سکول میں تعلیم پاتے ہیں۔

تاریخ وفات صاحبزادہ[1] غلام محمد مرحوم بعالم شباب بعارضہ سل دو سال بیمار رہ کر بروز پنجشنبہ بتاریخ ۲۴ر شعبان ۱۳۷۰ھ مطابق ۳۱ر مئی ۱۹۵۱ء موافق ۱۸ر جیٹھ سمت ۲۰۰۸ بکرمی کو وفات پا گئے۔

قبر بھڑی شریف گورستان رحمانیہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

"غلام رحمان"   "گلشن عشرت"

---

[1] صاحبزادہ غلام محمد کا کچھ ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے گیارہویں حصہ ودائع الزمان نام میں بھی لکھا جا چکا ہے۔ شرافت

باب دوم

فریق بختاوریہ کے حالات میں

فصل اوّل

حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب (متوفی ۴ محرم ۱۱۱۵ھ)

فصل دوم

دوسری پشت کے حالات میں

میاں شکر علی رح

نام ولقب آپ کا نام عبدالکریم، لقب شکر علی تھا۔ آپ فرید وقت مقبول حق مقتدائے خلائق صاحب وجد وسماع تھے۔ آپ شیخ الہ داد بن شیخ صالح محمد بن شیخ منصور قریشی اسدی (مسند) کے فرزند اصغر اور مرید وخلیفہ تھے۔

علو مرتبت آپ کے علوشان اور عظیم المرتبت ہونے کی یہی شہادت کافی ہے کہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک نے جو آپ کے حقیقی چچا تھے، آپ کو فرزندی اور دامادی میں قبول فرمایا۔ یعنی اپنی صاحبزادی حضرت فتح خاتون کا نکاح آپ سے کردیا۔ جن سے سلسلہ اولاد چلا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند میاں محمد بختاور تھے۔ جو فریق بختاوریہ کے مورث اور جد ہیں۔ وفات ۱۱۴۹ھ

میاں شکر علی کی قبر گورستان رحمانیہ میں ہوئی۔

رحمۃ اللہ علیہ

فصل سوم

تیسری پشت کے حالات میں

میاں محمد بختاور رح

آپ میاں شکر علی بن شیخ اللہ داد بھڑیوالہ رح کے اکلوتے فرزند تھے۔ والدہ کا نام حضرت فتح خاتون تھا۔ جو حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب رح کی بیٹی تھیں۔

بیعت وخلافت حضرت سید عمر بخش نوشاہی برخورداری رسول نگری رح نے کتاب مناقبات نوشاہیہ میں، اور مولوی حکیم کرم الٰہی فاروقی رح نوشاہی بیگووالیہ نے کتاب گلزار فقراء میں۔ آپ کو حضرت پاک صاحب کے خلیفوں کی فہرست میں درج کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے نانا صاحب کے بلاواسطہ مرید اور خلیفہ تھے۔ اور مقاماتِ جذب وسلوک طے کر کے خلافت پائی تھی۔

کشف باطنی منقول ہے کہ جب آپ کے خالزاد بھائی میاں محمد زمان رحیمی رح نے درگاہِ رحمانیہ میں چلہ کاٹا۔ اور فیض یاب ہوئے۔ تو آپ نے ازراہِ کشف آگاہ ہو کر فرمایا کہ نعمتِ باطنی یہ مجھ سے زیادہ حاصل کر گئے ہیں۔ آپ سر پر نوشاہی ٹوپی رکھا کرتے تھے۔

کاشتکاری آپ کسب حلال زراعت پیشہ کیا کرتے تھے۔ دو پرانی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے خالہ زاد بھائی میاں جیوا شاہ کے اشتراک سے کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ ۱۱۵۰ھ میں کچھ قطعات اراضی ٹھیکہ پر آپ نے لیے۔ اُن تحریروں کی نقل یہ ہے۔

(۱)

ما یانکہ بوڈھا وسید خان وفقیر اللہ و دیندار وغیرہ مقدمان و مالکان موضع بھڑی عملہ پرگنہ حافظ آباد ــــــ ہرگاہ زمین میاں بختاور و جیوا فروختہ ایم کہ فصلانہ ا[illegible]

مبلغ دو روپیہ کشتکار مقرر نمودیم۔ واگرازیں زیادہ دام ودرم اضافہ طلب نمائیم عندالشرع شریف دروغی وکاذب باشیم۔ ایں چند کلمہ کہ بطریق سند باشد نوشتہ دادیم کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریر فی التاریخ ۵، شہر ربیع الاول سنہ ۲ جلوس والا[1]۔ گواہ شد جلیتم وقائم۔ گواہ شد دسوندھی[2]

(۲)

"پٹہ قطعہ افتادہ کہ ہر زمین متصل تالاب باقرار زبان داتا ودسوندی وہلیتم وغیرہ زمینداران ومالکان موضع اورنگ شاہ پور ڈلا، از ابتدائے فصل خریف در بیع سنہ ۲۰ سال تمام بمقابلہ مبلغ سہ عدد روپیہ مشخص نمودہ حوالہ میاں محمد بختاور وجیوا نبیرہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن کردہ شد کہ بخاطر جمعی کشتکار ساختہ مبلغ مذکور را سال بسال دادہ باشند انشاء اللہ ازیں قول وقرار ہرگز تفاوت نخواہد شد تحریر بتاریخ ۹، شہر ربیع الثانی سنہ ۲ جلوس والا۔

گواہ شد محمد سعید طالب علم۔ گواہ شد فقیر محمد ماہی[2]"

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند میاں خدا بخش تھے۔

نوٹ:۔ ایک شجرہ آجکل ۱۳۷۹ھ میں میاں محمد علی بن میاں خدا بخش زمانی بھڑ یوالہ کے گھر میں دیکھا گیا ہے۔ جس پر میاں بختاور کے کسی بیٹے کا نام درج نہیں بلکہ لکھا ہے کہ آپ کی صرف ایک بیٹی مسمات صاحب خاتون تھی اور پیچھے اس کی اولاد ہے، اصل عبارت اس شجرہ کی یہ ہے۔

"اب اولادِ صاحب خاتون موجود ہے۔ حصہ آمدنی دربار سوم حصہ لیتے ہیں۔ چونکہ زمین محمد زمان نے پیدا کی تھی۔ اراضی کا کچھ حصہ برائے گذارہ علیحدہ دے دیا۔ جو الگ درج کاغذات ہے۔"

اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں محمد بختاور کی کوئی صلبی اولاد باقی نہیں۔

---

[1] محمد شاہ بادشاہ کا سنہ جلوس مراد ہے ۱۲ [2] یہ دونوں تحریریں میاں محمد علی زمانی کے گھر میں موجود ہیں ۱۲

صرف بیٹی کی اولاد موجود ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ میاں بختاور کی صلبی اولاد کے چند گھر بھیڑی شریف میں آباد ہیں۔ اور متوارثاً چلے آتے ہیں۔ اور آج تک رحیمی فریق کے کسی بزرگ نے اُن کے اولادِ بختاوری ہونے کا کبھی انکار نہیں کیا۔ اور شجرہ مذکور کے متعلق یہ امور قابلِ غور ہیں۔

۱۔ اس بات کا کوئی تحریری ثبوت موجود نہیں کہ زمین محمد زمان نے پیدا کی تھی۔ بلکہ بخلاف اس کے یہ ثابت ہے کہ چاہ خانقاہ والا حضرت پاک صاحبؒ کے زمانہ سے ہی چلا آتا ہے۔

۲۔ اگر زمین واقعی محمد زمان نے ہی پیدا کی ہوتی تو ان کے وارثوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ تیسرا حصہ بلاوجہ اولادِ صاحب خاتون کو دیتے۔

۳۔ نیز شجرہ میں یہ بھی نہیں لکھا کہ صاحب خاتون کس کے نکاح میں تھی۔ اور اس کے بیٹوں کے کیا نام تھے۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ شجرہ مذکور کی وہ عبارت قابلِ اعتبار نہیں۔

یارانِ طریقت | آپ کے بعض مریدوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ میاں خدا بخش۔ فرزند — بھیڑی شریف

۲۔ میاں غلام رسول بن میاں خدا بخش۔ نبیرہ — 〃

۳۔ سید فضل شاہ — چک رام داس

۴۔ میاں عبد النبی خادم

مدفن | آپ گورستانِ رحمانیہ میں دفن ہوئے۔

وفات ۱۱۷۵ھ

فصل چہارم

چوتھی پشت کے حالات میں

میاں خدا بخش بختاوریؒ

آپ میاں بختاور بن میاں عبدالکریم المعروف شکر علی رحمانی بھٹری والہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت بھی اپنے والد سے رکھتے تھے۔

ایک شجرہ میں آپ کا نام خدا بخش بن فتح الدین بن بختاور لکھا ہوا پایا گیا ہے۔ واللہ اعلم

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند میاں غلام رسول تھے۔

وفات ۱۲۰۹ھ میاں خدا بخش کا مزار گورستانِ رحمانیہ میں ہوا۔

فصل پنجم

پانچویں پشت کے حالات میں

میاں غلام رسول بختاوریؒ

آپ میاں خدا بخش بن میاں محمد بختاور بھٹریوالہ رح کے فرزند یگانہ تھے۔ خلافت و اجازت اپنے دادا میاں محمد بختاور بن میاں شکر علی رح سے رکھتے تھے۔

مراتب سلوک آپ صاحب جذبہ و سلوک و فقر و ریاضت و عبادت تھے۔ آپ کا سلسلہ فقر علاقہ دوآبہ اور مانجھہ میں اکثر پایا جاتا ہے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں جان محمد۔ ۲۔ میاں خان محمد لاولد

نوٹ: آپ نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا۔ پہلے شوہر سے اُس کا ایک بیٹا بنام خدا یار ساتھ آیا۔ اور آپ کے گھر میں پرورش پائی۔ جب وہ جوان ہوا تو آپ نے اس کی شادی کردی۔ اس کے ہاں ایک لڑکا شرف الدین نام پیدا ہوا۔ آگے اُس کا بیٹا گوہر شاہ نام

متولد ہوا۔ اس نے میاں غلام رسول کی حقیقی اولاد کے ساتھ ملکیت زمین کی شرکت کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ عدالت کی طرف سے وہ شخص حصہ زمین اور وراثت جدی سے محروم کیا گیا۔ اور پھر چند عرصے کے بعد لاولد فوت ہو گیا۔

یارانِ طریقت آپ کے چند خواص مرید یہ ہیں۔

۱۔ میاں جان محمد۔ فرزند اکبر	عبٹری شریف	ضلع گوجرانوالہ
۲۔ میاں خان محمد۔ فرزند اصغر	"	"
۳۔ میاں کرم شاہ بن لال شاہ اولاد شاہ غریب	گاجر گولہ	"
۴۔ میاں امام شاہ بن لال شاہ "	"	"
۵۔ بابا عظیم شاہ	کوٹلی بال گوبند	"
۶۔ میاں روشن دین		

وفات ۱۲۴۳ھ — میاں غلام رسول کی قبر گورستانِ رحمانیہ میں ہے۔

فصل ششم

چھٹی پشت کے حالات میں

میاں جان محمد بختاوریؒ

آپ امام العاشقین، سلطان الکاملین، برگزیدہ وقت تھے۔ میاں غلام رسول بن خدا بخش بختاوری رح کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب ذوق و شوق تھے۔

فضلائے سادات کو مرید کرنا ایک مرتبہ آپ موضع چک کپا ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو بزرگ سید نور شاہ اور میر محمد شاہ نام علمائے وقت سے ممتاز تھے۔ آپ کی مجلس میں وجد و رقص سے متعلق احتساب کرنے کے لیے آئے۔ آپ نے ایسی نگاہ کی کہ ان کو وجد ہو گیا۔ اور

تڑپنے لگے۔ آپ نے اُن کو درخت پر نشان کر دیا۔ دیر تک معکوس حال کرتے رہے۔ آخر افاقہ ہونے پر مُرید ہو گئے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ یہاں تمہارے مکان پر ہر سال جیوڑے کا وجد ہوا کرے گا۔ چنانچہ تا زمانہ حال پندرھویں ہاڑ کو وہاں سال بسال میلہ ہوتا ہے۔ اور سماع و وجد و رقص عام ہوتا ہے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں محمد بخش۔ ۲۔ میاں پیر بخش۔ ۳۔ میاں امیر بخش۔

— میاں محمد بخش کا ذکر ساتویں فصل میں آئے گا۔

— میاں پیر بخش کے تین بیٹے تھے۔ میاں عمر بخش۔ میاں امام بخش۔ میاں خدا بخش۔

— میاں عمر بخش کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں محمد الدین۔ ۲۔ میاں خیر الدین۔ ۳۔ میاں احمد الدین۔

— میاں محمد الدین۔ بابا گلاب شاہ فقیر نوشاہی ساکن کوٹلی بال گوبند کے مرید تھے۔ ان کا ایک مرید مہندا بافندہ ساکن بھبڑی خورد تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ میاں حاکم دین۔ میاں امام الدین۔ میاں حیات محمد۔ تینوں لاولد فوت ہوئے۔

— میاں خیر الدین المعروف بابا خیر شاہ کا ذکر نوویں فصل میں آئے گا۔

— میاں احمد الدین بن عمر بخش کے دو بیٹے تھے۔ میاں حاکم الدین۔ میاں محمد عالم لاولد۔

— میاں حاکم دین سادہ اطوار تھے کہا کرتے تھے کہ حضرت پاکصاحب کا شجرہ نسب مجھے یاد ہے لیکن کسی کو تبلایا نہیں۔ ۱۳۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے ہاں دو لڑکے محمد شریف اور محمد حنیف توام پیدا ہوئے تھے۔ لیکن شیر خوارگی میں ہی فوت ہو گئے۔

— میاں امام بخش المعروف امام شاہ بن پیر بخش کا ذکر آٹھویں فصل میں آئے گا۔

— میاں خدا بخش بن پیر بخش کی بیعت طریقت بابا گلاب شاہ فقیر کوٹلی والا سے تھی۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ میاں چنن شاہ۔ میاں کرم دین۔ میاں ناظر علی۔ منجملہ کر

دونوں صاحب اس وقت ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔

— میاں چمن شاہ سادہ مزاج تھے۔ کاشتکاری کیا کرتے۔ عرس کے موقعہ پر بھنڈارہ کی تقسیم پر مقرر ہوا کرتے۔ بیعت طریقت سید غلام حسن بن سید قطب الدین برخورداری ساہنپالوی رح سے تھی۔ مؤلف کتاب ہذا فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کا بڑا ادب اور احترام کیا کرتے۔ ۱۳۷۷ھ میں انتقال کیا۔ ان کا ایک بیٹا میاں امام الدین نام موجود ہے۔

— میاں امام الدین کے دو بیٹے صاحبزادہ عارف حسین اور نذیر حسین موجود ہیں۔

— میاں امیر بخش بن میاں جان محمد کے مریدوں میں سے میاں کامل شاہ بن غلام علی ساکن گاجر گولہ قابل ذکر تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ میاں کرم الدین۔ میاں اللہ دتہ۔

— میاں کرم الدین کا ذکر آٹھویں فصل میں آئے گا۔

— میاں اللہ دتہ کا ایک ہی بیٹا میاں شاہ دین نام ہے۔ جو طریقہ اسلام مذہب اہل سنت والجماعت کو ترک کر کے مرزائی قادیانی مذہب اختیار کر چکا ہے۔ اور ربوہ میں چلا گیا ہے۔ اس کے دو لڑکے نصیر الدین و جمال الدین نام ہیں۔ وہ بھی مرزائی ہیں۔

یارانِ طریقت آپ کے خاص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں پیر بخش فرزند دوم
۲۔ میاں امیر بخش فرزند سوم
۳۔ سید نور شاہ ولی ساکن چک کپّا
۴۔ میر محمد شاہ ولی رح ساکن چک کپّا
۵۔ بابا عظیم شاہ ساکن سادو گورایہ
۶۔ سائیں کوڈک علی ساکن شاہدرہ

وفات ۱۲۷۹ھ

فصل ہفتم

ساتویں پشت کے حالات میں

میاں محمد بخش بختاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں جان محمد بن میاں غلام رسول بختاوری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت میاں کرم شاہ بن میاں لال شاہ ساکن گاجر گولہ سے رکھتے تھے۔ وہ مرید آپ کے دادا میاں غلام رسول بن خدا بخش بختاوری کے تھے۔

آپ صاحب جذبہ و عشق و ذوق و شوق تھے۔ جوش کے وقت جو کچھ منہ سے فرماتے وہی ہو جاتا تھا۔

کشفی نگاہ! آپ کے بیٹے کاشتکاری کرتے تھے۔ ایک روز شام کے وقت ان کی ایک گائے گم ہو گئی۔ ساری رات تلاش کی۔ اور دن کو بھی دوپہر تک ڈھونڈتے رہے۔ مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ آپ بحالت ضعیفی گھر میں بیٹھے تھے۔ بیٹوں نے آکر خبر کی۔ آپ نے مراقبہ کیا۔ اور فرمایا کہ اس وقت وہ فلاں ٹیلہ پر چر رہی ہے۔ چنانچہ وہ گئے تو وہیں سے مل گئی۔

دولت مندی کی دعا! ایک دن آپ گھر سے چل کر درگاہ شریف حضرت پاک صاحب پر جا رہے تھے۔ بوجہ ضعف و نقاہت کے راستہ میں بیٹھ کر دم لینے لگے۔ میاں کرم الدین بن وزیر شاہ زمانی نے جو نوجوان تھے۔ آپ کو کاندھوں پر اٹھا کر دربار شریف پہنچا دیا۔ آپ نے ان کو دعا فرمائی کہ خدا تعالیٰ تم کو دنیا میں بڑے رنگ لائے گا۔ چنانچہ اُن کی غربت جاتی رہی۔ اور اس کے بعد دولت مند ہو گئے۔ اور تا زمانہ حال اُن کی اولاد بھی مالدار ہے۔

بے ادب کو سزا! منقول ہے کہ آپ نے اپنے ایک صاحبزادہ کی شادی کی۔ ایک زمیندار بنگس نام آپ سے تھانہ پٹ کا لاگ طلب کرتا۔ آپ نے فرمایا یہ

کمیوں کا لاگ ہے۔ اُس نے آپ کو بہت تنگ کیا۔ آپ نے بوتش سے کہا کہ اگر تو آکھ روز تک زندہ رہا تو آ کر لے جانا۔ چنانچہ وہ آٹھویں دن کو مر گیا۔

اولاد آپ کے پانچ بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں صدرالدین لاولد ۲۔ میاں رحیم بخش ۳۔ میاں قطب الدین ۴۔ میاں رکن الدین ۵۔ میاں الٰہی بخش۔

— میاں رحیم بخش کا ایک بیٹا میاں لدھا تھا جو لاولد فوت ہوا

— میاں قطب الدین اور میاں رکن الدین دونوں کے ذکر آٹھویں فصل میں آئیں گے۔

— میاں الٰہی بخش کے دو بیٹے تھے۔ میاں غلام محمد میاں دریام محمد۔

— میاں غلام محمد کا ذکر نویں فصل میں آئے گا۔

— میاں دریام محمد کی بیعت طریقت حاجی شیخ شمس الدین سلیمانی سجادہ نشین سے تھی۔ ان کے ایک ہی فرزند میاں فضل الدین تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

یارانِ طریقت آپ کے پانچوں لڑکے آپ کے ہی مرید تھے۔

۶۔ میاں رنگ شاہ بن سلطان شاہ۔ اولاد شاہ غریب گا جر گولہ

۷۔ میاں مہر شاہ بن سلطان شاہ۔ اولادِ شاہ غریب "

میاں محمد بخش مدفون گورستانِ جمانیہ۔

وفات ۱۳۱۱ھ

فصل ہشتم

آٹھویں پشت کے حالات میں

میاں قطب الدین بخاوری

آپ میاں محمد بخش بن میاں محمد بخاوری کے تیسرے بیٹے اور مرید تھے۔

غیبی عطیہ ایک روز آپ درگاہِ عالیہ جمانیہ میں بیٹھے تھے۔ محمد لوہار کو کہا تمباکو پاؤ۔ اس نے دھواں پر جا کر آپ کا حقہ کھولا تو تمباکو میں ایک زردہ بیر تھا۔ اس نے

چھپاکر دیوار کے سوراخ میں دے دیا۔ اور تمباکو پاکر لے آیا۔ آپ دیر تک پیتے رہے۔ جب وہ چلم ختم ہو گئی تو پھر کہا۔ نیا تمباکو پاؤ۔ جب اُس نے دوبارہ صافہ کھولا تو پھر روپیہ موجود پایا۔ وہ بھی اس نے چھپا لیا۔ چلم بجھنے پر سہ بارہ کہا تمباکو پاؤ۔ پھر بھی روپیہ موجود تھا۔ آپ نے کہا۔ بھائی اگر ہزار دفعہ بھی نکالو گے تو یہ عطیہ غیبی موجود ہی رہے گا۔ پھر وہ تائب و شرمندہ ہوا۔

کتاب خوانی: آپ کو علم فقہ سے دلچسپی تھی۔ کتاب انواع العلوم مصنفہ مولوی عبداللہ لاہوری کا مطالعہ رکھتے تھے۔ کتاب روشن دل پنجابی منظوم قلمی کے ایک نسخہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی کاتب نے آپ کے واسطے لکھی تھی۔ اُس کا دستخط یہ ہے۔

"تمام شد ایں کتاب روشن دل برائے میاں قطب الدین فقیر ولد میاں محمد بخش ساکن جھری شاہ ملتان

نوشتہ بماند سیاہ بر سفید — نویسندہ را نیست فردا امید"

اولاد: آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں نبی بخش ۲۔ میاں محمد رمضان

— میاں نبی بخش کے ایک ہی فرزند میاں اللہ دتہ تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

— میاں محمد رمضان کے اکلوتے بیٹے میاں محمد حسین تھے۔ جنہوں نے بے اولاد انتقال کیا۔ **وفات ۱۳۴۰ھ۔**

میاں رکن الدین بختاوریؒ

آپ میاں محمد بخش بن جان محمد بختاوریؒ کے چوتھے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ علم و حلم و دین و برکت والے تھے۔

تصوف کا شوق: آپ کتب تصوف کا مطالعہ رکھتے۔ خصوصاً کتاب آب حیاتی مصنفہ حضرت سید عمر بخش نوشاہی برخورداری رسول نگری رح کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔

مولوی بدرالدین بن مولوی کرم الٰہی خوشنویس ساکن گاجرگولہ نے آپ کے سیلیے خط نسخ سے آب حیاتی لکھی تھی۔ جس کا دستخط یہ ہے۔

"الحمد للہ ۔ تمت تمام شد آب حیاتی بتاریخ ۲۴ ، ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ مطابق ۸ ، ماہ اکتوبر ۱۹۰۱ء موافق ۲۴ ، ماہِ اسوج سمت ۱۹۵۸ بروز منگلوار وقت پیشی انجام انتظام یافت۔ حسب فرمائش میاں عمدۃ السالکان طریق نوشاہی مقبول الٰہی صاحب زادہ جستہ آئین میاں رکن الدین ذاد اللہ اشفاقھم۔ از خاندان پاک رحمان ساکن بھڑی شریف بقلم شکستہ رقم بندہ کندہ بدرالدین ولد میاں کرم الٰہی مرحوم ساکن گاجرگولہ حرسھا اللہ تعالیٰ عن الآفات الزمان بحرمۃ نبی اخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول نگریہ"

آپ لاولد فوت ہوئے۔

یاران طریقت | آپ کے مریدوں سے یہ دو کس قابل ذکر تھے۔

۱۔ میاں محمد حیات بن مہر شاہ ساکن گاجرگولہ

۲۔ میاں محمد علی سجادہ نشین بن مہر شاہ ساکن گاجرگولہ

وفات ۱۲۴۵ھ

میاں امام بخش بختاوری

المعروف امام شاہ ، خلف ثانی میاں پیر بخش بن میاں جان محمد بن میاں غلام رسول بختاوری صاحب فقر و درویشی تھے۔

شجرہ بیعت | آپ کی بیعت طریقت ، بابا گلاب شاہ کن کوملی بال گو بند سے تھی۔ وہ مرید بابا رمضان شاہ ساکن جوڑا سیاناں کے۔ وہ مرید بابا عظیم شاہ کوٹلی والہ کے۔ وہ مرید میاں غلام رسول بن خدا بخش بختاوری کے۔

قصیدہ شریف کا فیضان | آپ نے ابتدائے احوال میں قصیدہ غوثیہ اکتالیس روز تک پانی میں کھڑے ہو کر پڑھا۔ اس سے آپ کو بہت فیض ہوا۔

کرامات

ایک مرید کو فیض عطا کرنا آپ کے بیٹے میاں مہر شاہ سے منقول ہے کہ آپ کے مرید سوایا مراسی ساکن چیتہ سندھواں نے عرض کیا کہ مجھے فیض عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا ہمارے مرید خوشا ترکھان کو چالیس روز مٹھیں بھرو۔ تم کو فیض مل جائے گا۔ چنانچہ اُس نے یہی معمول بنا لیا۔ چالیسویں روز خوشا کسی کام کو چلا گیا۔ سوایا عشار کے بعد اپنے معمول پر وہاں گیا۔ تو اُس کو نہ پایا۔ اُس کی چولستے کو مٹھیں بھر کر چلا آیا۔ آپ نے ازراہ کشف اُس کا حسن اعتقاد دیکھ کر فیض عطا کر دیا۔

بیماروں کا شفا پانا میاں مہر شاہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ موضع چند ھڑ میں خارش کی وبا پھیل گئی۔ روزانہ وہاں کے مریض دم کرانے کے لیے آتے۔ ایک دن آپ نے مخلوق کے انبوہ سے تنگ آکر فرمایا۔ جو شخص ہمارے کماد کے کھیت سے دو گنے چوسے گا وہ شفا پا جائے گا۔ چنانچہ اس کماد کو لوگوں نے دنوں میں ختم کر دیا۔ اور صحت پا گئے۔

مخالف کو سزا ملنا میاں مہر شاہ سے منقول ہے کہ نہال سنگھ چند ھڑ روزانہ آپ کے فصل میں مویشی چھوڑ دیتا۔ کئی دن تک آپ درگذر کرتے رہے۔ آخر ایک روز تنگ آکر فرمایا۔ آج کے بعد تیرا مال نہ آوے گا۔ چنانچہ چند ہی روز میں اُس کا سارا مال مر گیا۔

پاک صاحب سے عشق آپ عشق و ذوق میں ایسے سرمست تھے۔ ایک دن ہل چلا رہے تھے۔ ایک میل کے فاصلہ سے حضرت پاک صاحبؒ کے روضہ مبارک کا گنبد نظر آیا۔ اسی وقت آپ کو وجد ہو گیا اور تڑپتے اور دوڑتے ہوئے روضہ شریف کے پاس آگئے۔

اگر کوئی شخص دم کرانے آتا تو حضرت نوشہ صاحبؒ اور حضرت پاک صاحبؒ کا نام لے کر پھونک مار دیتے خدا تعالیٰ شفا دے دیتا۔

اولاد: آپ کے تین بیٹے ہوئے ۔ ۱۔ میاں مہر شاہ ۔ ۲۔ میاں رمضان شاہ ۔ ۳۔ میاں سردار علی ۔

— میاں مہر شاہ ۔ فقیر صورت درویش سیرت ، خوش کلام نیک طبیعت تھے ۔ مسائل فقر و توحید میں خاص دلچسپی رکھتے تھے ۔ زراعت پیشہ کرتے ۔ شیخ فضل حسین سلیمانی بھلوالی کے مرید تھے ۔ فقیر سید شرافت عفا اللہ عنہ کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے ۔ صاحبزادگان بہتا ورہہ کے اکثر حالات انہوں نے مجھے درج کتاب ہذا کروائے ۔ ۱۳۷۸ھ میں انتقال کیا ۔ ان کے پانچ بیٹے ہوئے ۔ صاحبزادہ غلام محمد صاحبزادہ محمد ابراہیم مرحوم ، صاحبزادہ محمد شریف ، صاحبزادہ محمد حنیف ، صاحبزادہ محمد رفیق مرحوم ۔

— صاحبزادہ غلام محمد اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر کار بند ہے ۔ اور میرے ساتھ محبت اور عقیدت رکھتا ہے ۔ آجکل ۱۳۷۹ھ میں موجود ہے ۔

— صاحبزادہ محمد شریف کا ایک بیٹا عصمت اللہ نام ہے ۔ دونوں باپ بیٹا موجود ہیں ۔

— صاحبزادہ محمد حنیف ۔ میٹرک تک تعلیم رکھتا ہے ۔ صاحب شریعت نیک اخلاق حمیدہ اطوار ہے ۔ لیکن اپنے بعض ہم نشینوں کی صحبت سے متاثر ہو کر مذہب دیوبندیہ اختیار کر لیا ہے ۔ میرے ساتھ بھی مانوس اور مالوف ہے ۔

— میاں رمضان شاہ بن امام بخش ۔ بظاہر پراگندہ اور بباطن صاحب جمعیت ۔ مجرد درویش ہیں ۔ سلمہ اللہ

— میاں سردار علی بن امام بخش کا ایک بیٹا اللہ دتہ نام ہے ۔ دونوں باپ بیٹا موجود ہیں ۔

یارانِ طریقت: آپ کے خواص مریدین یہ تھے ۔

۱۔ میاں احمد دین بن عمر بخش ۔ برادر زادہ	بھیڑی شریف ضلع گوجرانوالہ
۲۔ میاں حاکم دین بن احمد الدین	" "
۳۔ میاں احمد علی بن کامل شاہ ۔ اولاد شاہ غریب	گاجر گولہ "

۴۔ میاں محمد حسین بن احمد علی۔ اولادِ شاہ عزیز رح۔ کا جرگولہ ضلع گوجرانوالہ

۵۔ میاں محمد علی بن احمد شاہ " " "

۶۔ سائیں لال ارائیں کوٹلی پال گوبند "

۷۔ سائیں شمّاں ماچھی اکالدوتہ "

۸۔ میاں نوشا ترکھان چیتہ سندھواں "

۹۔ سائیں سوایا مراسی " "

۱۰۔ سائیں ارو ڑا موچی رام داس کوٹ "

۱۱۔ میاں حسین درزی بوتالہ "

۱۲۔ سائیں بڈھے شاہ چوہڑا ساگو بجاگو "

تاریخ وفات میاں امام بخش کی وفات، بروز بدھوار، انیسویں [۱۹] صفر ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۲ پوہ سمت ۱۹۷۱ب میں ہوئی۔ قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے۔ "جمعیتِ خاطر"

میاں کرم الدین بختاوری رح

خلفِ اکبر میاں امیر بخش بن جان محمد بن میاں غلام رسول بختاوری بھبڑ یوالہ۔ آپ کو بیعت طریقت، شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا سلیمانی جلوالی رح سے تھی۔ انہیں سے خلافت پائی۔

معمولات آپ مسکین حلیم درویش مرد عزیز الوجود تھے۔ آپ نے اوائل میں دو چلے کیے وہاں سے بہت کچھ فوائد حاصل ہوئے۔ اکثر خاموش رہتے۔ روزانہ سرگی کے وقت اٹھ کر نوافل تہجد ادا کرتے۔ کلمہ طیبہ اور درود شریف ہزارہ معہ اسم اعظم نوشہیہ، اور درود تاج کا وظیفہ کیا کرتے۔ ذکر پاس انفاس میں ہر وقت مشغول رہتے۔ نماز پنجگانہ پر مواظبت رکھتے۔ شجرہ شریف خاندان نوشاہی مصنفہ مولوی محمد اشرف فاروقی رح روزانہ ایک مرتبہ پڑھا کرتے جس کا شروع یہ ہے سے

رب دا ایہ اسم ذاتی ۔۔۔ وِردر کھاں دِنے راتی ۔۔۔ اکدم غافل نہ تھیواں ۔۔۔ رہاں نت چتاردا

تاثیرِ نگاہ | آپ جس وقت کسی کو بیعت کرتے۔ اُسی وقت نظر توجہ سے اُس کے دل میں عشق کا بیج بو دیتے۔ ذوق وشوق و وجد آپ کی نظر کا ادنٰی کرشمہ تھا۔ آپ کے مریدوں کو جیوڑے کا دبار ہوتا تھا۔ درخت پر نشان کر دیتے تھے۔

مؤلف نے بچپن میں آپ کو بمقام چک کیپا ۱۵ رہا طیہ کے عرس پر دو تین مرتبہ دیکھا ہے۔

خواب میں بیماری کا دور کرنا | آپ کے مرید سائیں احمد الدین گکھڑوی سے منقول ہے کہ ایک بار مجھ کو اور میری اہلیہ کو طاعون کے پھوڑے نکلے۔ رات کو خواب میں آپ میری بیوی کو ملے۔ اور دم کیا۔ صبح کو ہم دونوں تندرست ہو گئے۔

عملیات | آپ اکثر یہ دم کیا کرتے۔ خواہ کس مرض والا ہو شفا پا جاتا۔

"یا حضرت خضر خواج۔ یا پنج پیر۔ میں درماندی دستگیر۔ گھوڑیوں اتر کے قدم زمین پر تاں دھرو جاں میں ما جزدا مقصود حاصل کرو۔ خواجہ اویس قرنی بارگاہِ رسول مدد کرو۔"

ارشادات ونصائح | آپ کے بعض نصائح یہ ہیں۔

فرمایا۔ جب درویش پر کوئی عورت عاشق ہو جاوے۔ تو تین بار سورۂ فاتحہ پانی پر دم کر کے عورت کو پلائیں اور درویش بھی پیئے۔ خدا تعالےٰ زنا سے محفوظ رکھے گا۔

آپ فرمایا کرتے۔ کہ یہ فرمان ہم کو بوسیلہ حضرت پاک صاحبؒ حضرت نوشہ صاحبؒ سے پہنچا۔ ہے۔

فرمایا۔ اپنا کسب کرو۔ کمائی کر کے رزق کھاؤ۔ مانگنا ذلت ہے۔

فرمایا۔ ریاکاری کے واسطے چلّے نہ کیا کرو۔

فرمایا۔ انسان چلّہ میں کمزور ہو جاتا ہے۔ اور بسبب فاقہ کے یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ عقلمند کے لیے یہی دنیا چلّہ ہے۔ اُوپر آسمان اور نیچے زمین ہے۔

اولاد | آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں گلاب شاہ۔ ۲۔ میاں چراغ شاہ۔ ۳۔ میاں

اللہ بخش۔

—— میاں گلاب شاہ کے تین بیٹے تھے۔ میاں امام الدین لاولد۔ میاں محمد الدین۔ میاں برکت علی لاولد۔

—— میاں محمد الدین کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد حسین۔ صاحبزادہ محمد ابراہیم۔ صاحبزادہ محمد اسمٰعیل۔ تینوں آجکل ۱۳۷۹ھ میں موجود ہیں۔

—— صاحبزادہ محمد حسین۔ سائیں خوشی محمد درویش مجاور درگاہ رحمانیہ کے مرید ہیں۔ اوراد و اذکار پر مواظبت رکھتے ہیں۔ مریدوں کا کچھ سلسلہ بھی رکھتے ہیں۔ مجھ سے بھی محبت و ارادت رکھتے ہیں۔ سلمہ اللہ

—— میاں چراغ شاہ بن کرم الدین کے دو بیٹے ہوئے۔ میاں محمد حسین۔ میاں محمد عالم۔

—— میاں محمد عالم کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ خوشی محمد المعروف عمر الدین ہیں۔

—— صاحبزادہ خوشی محمد المعروف عمر الدین۔ مولف کتاب ہذا فقیر سید شرافت کے مُرید ہیں۔ بہت مؤدب و معتقد۔ نیک خیال احسن الاعمال ہیں۔ ہر سال عرس بھڑی شریف کے موقعہ پر ہمارے ڈیرہ کو اپنے گھر سے دو وقت کا بھنڈارہ دیا کرتے ہیں۔ ان کے دو لڑکے۔ محمد یوسف اور نصر اللہ نام موجود ہیں۔ سلمہم اللہ تعالےٰ۔

—— میاں اللہ بخش بن کرم الدین کے ایک ہی فرزند میاں عطاء اللہ موجود ہیں۔

—— میاں عطاء اللہ کا ایک لڑکا صاحبزادہ ظفر اللہ موجود ہے۔

یارانِ طریقت آپ کے خاص احباب یہ تھے۔

۱۔ میاں گلاب شاہ۔ فرزند اکبر	بھڑی شریف	ضلع گوجرانوالہ
۲۔ میاں چراغ شاہ فرزند دوم	"	"
۳۔ میاں اللہ بخش فرزند سوم	"	"
۴۔ میاں محمد حسین بن چراغ شاہ۔ نبیرہ	"	"
۵۔ میاں رمضان شاہ بن امام بخش بھتاوری	"	"

۶۔ سائیں احمد الدین بن اللہ دین بافندہ — گکھڑ چیمہ ضلع گوجرانوالہ

۷۔ سائیں اسمٰعیل موچی مجاور درگاہ رحمانیہ — ٹاہلی گورایاں

تبرکات آپ کی تسبیح۔ ٹوپی۔ کنٹھہ۔ آپ کے مرید سائیں احمد الدین گکھڑوی کے پاس موجود ہیں۔

تاریخ وفات میاں کرم الدین کی وفات ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔

مادہ تاریخ ہے

"دائم ظفرمند باد"

۱۳۳۶ھ

فصل ۹ نہم

نوویں پشت کے حالات میں

میاں غلام محمد بختاوری

خلف اکبر میاں الٰہی بخش بن میاں محمد بخش بن میاں جان محمد بختاوری رح۔ ارادت اور بیعت آپ کی حاجی شیخ شمس الدین بن شیخ قطب الدین سلیمانی رح چادہ والہ سے تھی۔

جد امجد کی دعا آپ کو بچپن میں آپ کے دادا میاں محمد بخش بختاوری نے دعا دی تھی کہ جوں جوں تم جوان ہو گے تمہارا عشق بھی جوان ہوگا۔ چنانچہ عشق اور ذوق میں کمال ہوئے۔ جب آپ کو وجد ہوتا تو پہر تک مدہوش رہتے۔ آپ کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر درخت پر لٹکا دیا جاتا۔ اگر پھر بھی افاقہ نہ ہوتا تو حضرت پاک صاحب کے روضہ شریف کے سامنے زمین پر گھسیٹا جاتا۔ بہت دیر کے بعد افاقہ ہوا کرتا۔

وجدو ذوق میاں مہر شاہ بن امام بخش بختاوری سے منقول ہے کہ ایک رات آپ نے چاہ خانقاہ والہ جُوتا ہوا تھا۔ اور خود بیلچہ لے کر کیارہ میں پانی لانے گئے اُس وقت بھڑی خورد سے قوالوں کے گانے کی آواز آئی۔ آپ کو وجد ہو گیا۔ جوش کی حالت میں دوڑتے ہوئے دربار شریف کی طرف آئے۔ آتے ہی کنوئیں میں گر پڑے۔ دیر کے بعد خبر ہوئی۔ تو آپ کو نکالا گیا۔ اس کے بعد بھی آٹھ پہر تک اسی ذوق و شوق میں سرمست رہے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے ہوئے۔ ۱۔ میاں محمد الدین۔ ۲۔ میاں عمر الدین۔ ۳۔ میاں اللہ دین لاولد۔

—— میاں محمد الدین کا ایک لڑکا محمد بشیر نامی ہے۔ دونوں باپ بیٹا موجود ہیں۔

—— میاں عمر الدین کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ اللہ دتہ۔ صاحبزادہ عبدالعزیز۔ تینوں باپ بیٹے اس وقت موجود ہیں۔

مدفن میاں غلام محمد کی قبر گورستان رحمانیہ میں ہے۔ وفات ۱۳۵۰ھ۔

میاں خیر الدین بختاوریؒ

المعروف بابا خیر شاہ بن میاں عمر بخش بن میاں پیر بخش بن میاں جان محمد بن میاں غلام رسول بختاوری بھڑیوالہ۔

آپ کی بیعت طریقت سید غلام حسن بن سید قطب الدین نوشاہی برخورداری ساھنپالوی سے تھی۔

عادات و اخلاق آپ حلیم الطبع۔ مؤدب۔ درویش صفت تھے۔ مؤلف کتاب ہذا فقیر سید شرافت عفی عنہ ۱۳۴۷ھ میں بمعہ اپنے اہل خانہ سنورات کے درگاہ حضرت پاک صاحبؒ پر زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے ساتھ ہو کر ہم کو سب مقابر و مقامات کی زیارت کروائی۔ بالخصوص یہ زیارتیں۔

۱۔ حضرت پاک صاحب اور شیخ اللہ داد کے مزارات روضہ اقدس میں۔
۲۔ شیخ برخوردار (برادر پاک صاحبؒ) کا مزار
۳۔ والدہ حضرت پاک صاحبؒ کا مزار۔
۴۔ اہلیہ حضرت پاک صاحبؒ اور اہلیہ حضرت اللہ داد کے مزارات۔
۵۔ دختران حضرت پاک صاحب کے مزارات
۶۔ مائی پرانی مطربہ کا مزار۔
۷۔ میاں محمد زمان نواسہ پاک صاحب کا مزار۔
۸۔ مردان قوال کا مزار۔
۹۔ باقی تمام اولاد پاک صاحبؒ کے مزارات کا تعارف۔
۱۰۔ حضرت پاک صاحبؒ کے جامہ شوئی والے تختہ اور کلّا سے جو درخت ٹاہلی اور بیری بنے تھے۔ ان کی زیارت۔
۱۱۔ مسجد درگاہ۔ دیوان خانے۔ چاہ خانقاہ والہ۔ وغیرہ ان سب مقامات کی زیارت آپ نے ہم کو کروائی۔

آپ کی زندگی میں کئی مرتبہ مجھ کو دربار شریف پر جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ میرے ساتھ بڑی محبت اور عقیدت سے پیش آتے۔ اور بڑی عزت و احترام کیا کرتے تھے۔ تکبر اور غرور، خود پسندی آپ میں نہ تھی۔

اولاد: آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ صاحبزادہ فضل الدین۔ ۲۔ صاحبزادہ نور الدین

یہ دونوں صاحبزادے بچپن میں فوت ہو گئے۔ اس لیے آپ کی نسل نہیں چلی۔

یاران طریقت: آپ نے ساری عمر کسی کو مرید نہیں بنایا۔ نہ ہی آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی۔ مگر حضرت نوشہ صاحبؒ کی اولاد میں سے دو افراد نے آپ سے بیعت کی۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ سید محمد شریف بن سید پیر محمد عالم برخورداری ڈھلوالہ ساہنپال شریف

۲۔ صاحبزادہ سید الطاف حسین بن سید پیر فضل حسین برخوردار ی ڈھلوالہ۔ ساہنپال شریف

تاریخ وفات | میاں خیر الدین کی وفات ۱۳۵۷ھ میں ہوئی۔ قبر موضع بھڑی شریف ضلع گوجرانوالہ میں گورستان رحمانیہ میں واقع ہے۔

مادۂ تاریخ ہے۔ "فخر عقبہ"

۱۳۵۷ھ

طبقہ ششم

نوشاہیہ سچیاریہ
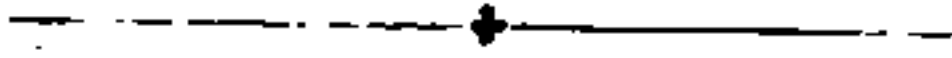
اس میں حضرت نوشہ گنج بخش رح کے خلیفہ صادق حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح اور اُن کی اولاد امجاد کے حالات ہیں۔

یہ طبقہ سنہ ۱۳۶۹ھ میں مکمل کیا گیا۔

سید شرافت نوشاہی
عفی عنہ

اس میں نو۹ باب ہیں۔

باب اوّل

اس میں صرف حضرت سچیارؒ کے حالات ہیں۔

حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہرویؒ

در مناقبِ حضرتِ پیر محمد پاک ذات

روضۂ والائے شاں در حضرتِ نوشہرہ داں

آنانکہ جا مے در حرمِ کبریا کنند ۔۔۔ مِس وجود را بنظر کیمیا کنند

گو تند ذاتِ حق نتواں گفت شاں ولیک ۔۔۔ در کسوتِ بشر شدہ کار خدا کنند

وقتیکہ طورِ عشق شود جلوہ گاہِ شاں ۔۔۔ طوبیٰ بشوق از اَرِنی مرحبا کنند

مرجع جہان و معبدِ آفاق درگہش ۔۔۔ تا چشم ہم زنی ہمہ حاجت روا کنند

بحرِ فیوض و منبعِ احسان و کانِ عشق ۔۔۔ بیگانہ را بہ نیم نگاہ آشنا کنند

در بر دوام خلعتِ معشوقیش درست ۔۔۔ حق دارد آنکہ چہ ہست و جدا کنند

زرود کسے ز معتقدانش بدرد نے ۔۔۔ چوں در حضورِ حق ز عنایت صلا کنند

کافر بہ بت پرستی و زاہد بصوم و حج ۔۔۔ شاں راہ حق بگوشۂ ابرو ادا کنند

وقتیکہ چشم مست کشایند از خمار ۔۔۔ مگسِ شکستہ پر بتوجہ ہما کنند

بینند یک بیک ہمہ پیدا حق عیاں ۔۔۔ آنانکہ خاکِ پاکِ درش توتیا کنند

روشن چو ماہِ چاردہ سینہ نے شار شوند ۔۔۔ رنداں کہ پیشِ درگہِ شاں جبہ سا کنند

یک جرعہ گر ز جامِ مئیش زاہداں چشند ۔۔۔ تسبیح با کسینہ زنار ہا کنند

زاہد برو بگوشۂ یا معتکف نشیں ۔۔۔ کو رسے کرا د گننہ ہمہ جے یا کنند

اہلِ سعادت اند کسانے کہ خویش را ۔۔۔ ملنند چو شب نماب جناب نوشا کنند

اشرف ز لطفِ خویش نگاہے بمن کنند ۔۔۔ آنانکہ چشم مست بصد حیلہ وا کنند

اوصاف جمیلہ | آپ سراج الواصلین۔ شمس المقربین۔ سلطان الاولیاء۔ برہان الاصفیاء۔ امام الصادقین۔ رئیس الکاملین۔ سرحلقہ فقرائے نوشاہیہ۔ خلاصہ صوفیائے قادریہ۔ صاحب سوز وگداز ووجد وسماع وذوق وشوق تھے۔ صدق وراستی اور ورع وتقویٰ میں شان بلند رکھتے تھے

آپ حضرت شیخ الاسلام سید حافظ شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلیفوں سے تھے۔

نام ولقب | آپ کا نام نامی پیر محمد۔ لقب سچیار۔ کنبل پوش تھا۔ آپ قوم گکھڑ بیرال خاندان سے تھے۔

نسب نامہ | حاجی الحرمین میاں نواب علی بن میاں میراں بخش سجادہ نشین نوشہرہ نے رسالہ اعتقاد نوشاہی اور کتاب اذکار الابرار میں جو شجرہ نسب تحریر کروایا ہے۔ اس میں آپ کے والد کا نام ملک وارث خاں لکھوایا ہے۔ کتاب گلزار نوشاہی کے مؤلف نے بھی یہی نام لکھا ہے۔

مگر مورخین سلف نے آپ کے والد کا نام علی لکھا ہے۔ چنانچہ

۱۔ مولوی حکیم محمد اشرف فاروقی مصنف کنز الرحمت (متوفی ۱۲۲۵ھ) اپنے ایک مناقب کے مطلع میں لکھتے ہیں۔

"حضرت پیر محمد قرۃ العین علی"

۲۔ میاں غلام رسول خلیفہ غلام مرتضیٰ نظام آبادی (متوفی ۱۲۴۴ھ) اپنے ایک سلسلہ مشائخ میں آپ کا نام اس طرح لکھتے ہیں۔

"الٰہی بحرمت راز دنیا آں حضرت قطب العالم شیخ پیر محمد بن علی"

تو یقینی طور پر ثابت ہوا کہ آپ کے والد کا نام علی تھا۔ ممکن ہے کہ وارث خاں آپ کے دادا کا نام ہو۔ اور شجرہ کے کاتب سے علی کا نام کتابت میں متروک ہو گیا ہو اور اس نے دادا کا نام بجائے والد کے لکھ دیا سو بہرکیف نسب نامہ یہ ہے۔

حضرت پیر محمد سچیار ابنِ علی خاں بن وارث خاں بن دوہاب خاں بن ماتو خاں

بن بہار خاں بن جودھ لعل بن ملک بیر خاں (متوفی ۹۰۲ھ مورث بیر آل) بن گل محمد خاں (متوفی ۸۵۹ھ مدفون اوریام) بن قدو خاں (متوفی ۸۰۴ھ) بن لکھن خاں (متوفی ۷۴۴ھ) بن لوہر خاں (متوفی ۶۹۷ھ) بن منگ خاں (متوفی ۶۴۲ھ) بن سپہر خاں (متوفی ۵۶۱ھ) بن راجر خاں (متوفی ۵۵۵ھ) بن عاصی خاں (متوفی ۴۹۷ھ) بن معظم خاں (متوفی ۴۹۱ھ) بن مہیال خاں (متوفی ۴۸۱ھ) بن بیج خاں (متوفی ۴۵۷ھ) بن گکھڑ شاہ (متوفی ۴۱۹ھ) مدفون کابل مورث اعلیٰ قوم گکھڑ۔

یہ نسب نامہ سات پشت تک القادر نوشاہی اور گلزار نوشاہی سے لیا گیا ہے اور ملک بیر خاں سے اُوپر کتاب کیگوہر نامہ گکھڑاں سے لکھا گیا ہے۔ جو خاندان گکھڑ کی مفصل تاریخ ہے۔

گکھڑوں کے متعلق تحقیق

قوم گکھڑ کے متعلق اختلاف ہے کہ ان کا نسب کہاں ملتا ہے۔ رائزادہ دُنی چند برہمن عرف بال قانونگو نے تاریخ کیگوہر نامہ گکھڑاں میں۔ جو عہد محمد شاہی کی تصنیف ہے۔ اور یکشنبہ نوروز ماہ ذیقعد ۱۱۳۷ھ کو ختم ہوئی ہے۔ لکھا ہے کہ تاریخ فتح خانی میں ہے کہ قوم گکھڑ سلاطین کیانی کی اولاد سے ہے۔ اور شجرہ نسب اس طرح پر لکھا ہے۔

گکھڑ شاہ بن سلطان کابل بن رستم بن مہراب بن سمند بن عامر بن بختیار بن نوبدر بن گوہر گنج بن خیر الدین بن داد بن امیر بن فرخ بن قاب بن دولت بن قالب بن نظر بن بہرہ مند بن مدارک بن شہار بن جنت بن تبت بن سلطان کید بن کیگوہر بن کیخسرو بن فریدون بن جمشید بن طہمورث بن ہوشنگ بن سیامک بن کیومرث بن افلک بن کالیک بن ایدون بن اناد بن بہار بن کیداد بن یافث بن حضرت نوح علیہ السلام۔

لیکن اس کے خلاف تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ گکھڑوں کا بزرگ راجہ کید راج ہند تھا۔ اور قنوج میں سے نکلا تھا۔ جس وقت ہندوستان کے تمام راجے متفق ہو کر سلطان محمود غزنوی کی جنگ کے لیے اُٹھے تھے۔ اُس وقت گکھڑوں نے تیس ہزار فوج کی جمعیت سے باتفاق راجگان ہند سلطان محمود کی سپاہ پر حملہ کیا تھا۔ اور لڑائی میں اس طرح

بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے کہ سلطان بھاگنے کو تیار ہو گیا تھا۔

نیز تاریخ فرشتہ میں ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری نے گکھڑوں کو مسلمان کیا۔ اور خود بھی گکھڑوں کے ہاتھ سے ہی شہید ہو گیا۔

تاریخ ضلع جہلم ص ۲۵۴ میں لکھا ہے۔

"ملاحظہ کتب تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم گکھڑ خواہ ابتدا میں ہندو تھے۔ اور اصلی متوطن پنجاب کے ہیں یا کیانی تھے۔ مگر زیادہ تصدیق ان کے اصل ہندو ہونے کی ہوتی ہے۔ اور قابل اعتبار بھی یہ امر ہے۔ کیونکہ کیدراج کے وقت ان کا موجود ہونا اور پھر سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہمراہی رعایت راجہ ہائے ہند کے لڑنا میدانِ پشاور میں۔ اور رسوم ان کی بابت نکاح عورات و دختر کشی کے سب اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ پرانی قوم اس ملک کی ہے اور ابتدا میں ہندو تھے۔ بلکہ اب تک شادی ان کی میں رسوم ہندوانِ پنجاب کی بہت جاری ہیں۔ اور برہمن اب تک ان کے گھر میں واسطہ ادائے رسوم شادی وغیرہ کے باوصف اسلام بہت مدت سے مقرر رہا ہے۔ اب چند سال سے نہیں اور اب بھی جو راجہ گدی نشین ہوتا ہے۔ قشقہ یعنی ٹیکہ کیسر و صندل کا مثل راجہ ہائے ہندوؤں کے پیشانی پر لگاتا ہے۔"

بہرکیف اقوال مورخین و محققین سے ثابت ہوتا ہے کہ گکھڑ ہندی الاصل راجپوت ہیں اسی واسطے اب تک علاقہ پوٹھوہار میں یہ خود کو راجے ہی کہلاتے ہیں۔

ابتدائی حالات آپ کا آبائی وطن علاقہ پوٹھوہار میں موضع نڑالی تھا۔ جو تحصیل گوجرخاں میں ایک مشہور گاؤں ہے۔ آپ کی پیدائش اسی موضع میں ہوئی۔

صاحب ثواقب المناقب نے لکھا ہے کہ آپ کے والد اپنے وطن سے اٹھ کر وزیرآباد میں آ کر آباد ہوئے۔ اور آپ ابھی بچہ ہی تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

اور صاحب کنز الرحمت نے لکھا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار وطن میں ہی کسی جنگ کے دوران میں شہید ہو گئے تھے۔ اور آپ کی تربیت اپنی والدہ کے آغوشِ عاطفت

میں ہوئی۔ چند سے تعلیم بھی پائی۔ کچھ ہوش سنبھالنے پر وطن کو خیر باد کہہ کر ضلع گجرات میں تشریف لے آئے۔

مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے موضع کالیکی بر لب دریائے چناب سکونت اختیار کی۔ بعد میں آپ کی والدہ تلاش کرتی ہوئی یہیں چلی آئیں۔ چنانچہ اُن کی قبر کالیکی میں ہے۔

تاریخ ولادت آپ کی تاریخ پیدائش بتصریح کسی مورخ نے نہیں لکھی۔ حضرت سید شاہ محمد غوث گیلانی لاہوری نے رسالہ اسرار الطریقت میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ شیخ پیر محمد نام نوشہروی نوّے سال سے زیادہ عمر کے تھے۔ اس سے ذرا زیادہ وضاحت کرتے ہوئے حضرت سید عمر بخش نوشاہی رسول نگری رح نے مناقبات نوشاہیہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر ایک سو تسانت سال تھی۔ تو چونکہ آپ کی وفات ۱۱۱۶ھ ہوئی اس میں سے ایک سو تسانت عدد منہا کرنے سے سال ولادت ۱۰۱۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔

تقویم ہجری و عیسوی کی رُو سے اس کے مطابق ۱۶۰۲ء ہوتا ہے۔ وہ جلال الدین اکبر بادشاہ کی سلطنت کا زمانہ تھا

مادہ تاریخ ہجری۔ ب۔ پیری رُخ۔ اثباتِ حق

واقعہ بیعت آغاز طفولیت سے ہی آپ کو راہ حق کا شوق پیدا تھا۔ عام لوگوں سے حضرت نوشہ گنج بخش رح کے فیض عام کا شہرہ سنا تو آپ کمال شوق سے ساہن پال شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں دو شخص گھاس کھود رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا اے لڑکے کہاں جا رہے ہو۔ آپ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا جلدی پہنچو اور دیدار عالی سے مشرف ہو۔ حضرت نوشہ صاحب کا دربار عشق سے پُر ہے۔ اور وہ خدا کے رنگ سے رنگنے والے ہیں"

پُراز عشق دربار نوشاہ ہست — کہ صبّاغ مِن صِبْغَۃ اللہِ ہست

آپ یہ خوش خبری سن کر نہایت خوش ہوئے۔ جب چند قدم آگے گئے تو ایک اور آدمی گھاس کھود رہا تھا۔ اس نے بھی وہی بات پوچھی۔ آپ نے اپنا خیال بتایا۔ تو وہ کہنے

لگا کہ وہ تو جادوگر ہیں۔ اور لوگوں کو دیوانہ بناتے ہیں۔ تم کس لیے وہاں جارہے ہو۔ آپ اس کی بات سن کر واپس چل دیئے۔ آگے پھر وہی دو شخص نورانی طلعت تھے۔ انہوں نے واپس ہونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے شخص مذکور کی بات سنائی وہ کہنے لگے کہ وہ شخص ابلیس تھا۔ اور تم کو راہِ حق سے بہکانا چاہتا تھا۔ اور ہم ملائکہ مقرب ہیں اور تجھے رہنمائی کرنے آئے ہیں۔ تم ضرور حضرت نوشہ صاحبؒ کے پاس جاؤ کہ اس جگہ عشق و درد کا دریا رواں ہے۔ آپ پھر مڑ کر ساہنپال شریف پہنچے۔ آگے حضرت نوشہ صاحب اندرون مکان شریف میں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اور کئی یار باہر دیوان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اُن سے حضرت نوشہ صاحبؒ کا پتہ پوچھا تو اُن میں سے شیخ صدر الدین رکھانوالہ جو مقام فنافی الشیخ تک پہنچ چکے ہوئے تھے۔ کہنے لگے کہ "جو شخص آتا ہے تو نوشہ کا نام پوچھتا ہے۔ میں خود نوشہ ہوں اور مخلوق کی راہبری کر رہا ہوں"۔ آپ ان کے دلیرانہ کلام سے متحیر ہوئے۔ دوسرے یاروں نے فرمایا۔ لڑکے یہیں آرام کرو۔ حضور یہیں تشریف لے آئیں گے۔ ایک فقیر نے اندر جا کر آنجناب کو اطلاع کی کہ ایک لڑکا اجنبی آپ کی زیارت کے واسطے باہر بیٹھا ہے۔ آنجناب نے فرمایا کہ اس کو یہیں اندر لے آؤ۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق اندر حاضر ہوئے۔ اور قدمبوسی کی۔ اور زیارت فیض بشارت سے مشرف ہوئے اور تین دام بطور نذرانہ آنجناب کے سامنے رکھ کر کمال ادب سے دُور ہو کر بیٹھ گئے۔ آنجناب نے ایک دام پکڑ کر اپنے بڑے صاحبزادہ سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق رح کو عطا فرمایا اور دوسرا دام پکڑ کر اپنے چھوٹے صاحبزادہ سید محمد ہاشم دریا دل رح کو عنایت کیا۔ اور تیسرا دام آپ کو تبرکاً واپس دے دیا۔ پھر آپ نے پوچھا اے لڑکے تیرا وطن کہاں ہے؟ آپ نے عرض کیا یا قبلہ میرا گاؤں غزالی ہے۔ آنجناب نے فرمایا کہ موضع غزالی پر رحمت کا مینہ برسا؟ آپ نے عرض کیا یا حضرت برسا۔ آنجناب نے تین بار یہی استفسار کیا۔ آپ نے بھی یہی جواب عرض کیا۔ آنجناب کمال خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے لڑکے مجھے تیرا بڑا انتظار تھا۔ اور تجھ سے کئی کام ہیں۔ شکر ہے کہ آج تم پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ کو اپنے سامنے بٹھا کر اپنی بیعت سے سرفراز فرمایا۔

فائدہ۔ ابلیس لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ لیکن ملائکہ اور رجال الغیب لوگوں کی راہنمائی کے واسطے زمین میں چکر لگاتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کے پاس جانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ شیخ احمد عبدالحق ردولوی بیعت ہونے کی غرض سے پانی پت گئے۔ خواجہ کبیرالاولیاء کا دنیاوی سازو سامان دیکھ کر بداعتقاد ہو کر واپس چلے گئے۔ راستہ میں تین مرد غیبی ملے۔ اُن سے راستہ پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ تیرا راستہ کبیرالاولیاء کا دروازہ ہے چنانچہ پھر اُن کے پاس جا کر بیعت ہوئے۔[1]

خلافت واجازت

حضرت نوشہ صاحب پر اُس وقت نور ذات کا تجلا ہوتا۔ اُسی نگاہ جذب سے آپ کو مقام علیا پر پہنچا دیا۔ علوم معرفت کے دروازے کھول دیئے۔ اور نعمت باطنی سے بہرہ ور فرمایا۔ اور خلافت طریقت سے مشرف فرما کر ارشاد کیا۔ کہ اب تم ایک لمحہ بھی یہاں نہ ٹھہرو۔ کہ اس جگہ کئی شیر درندے ہیں ایسا نہ ہو کہ تجھ سے فیض چھین لیں۔ اب تم کو رخصت ہے۔[2]

نوشہرہ میں وارد ہونا

بوقت رخصت حضرت نوشہ صاحب نے آپ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اور حکم دیا کہ اب تم نوشہرہ مغلاں میں اپنی سکونت بناؤ۔ وہاں کی ولایت تمہارے متعلق ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ اس جگہ تمام مغل آباد ہیں۔ جو بڑے بڑے رئیس اور متمول ہیں۔ وہ مجھے وہاں کیسے رہنے دیں گے۔ آنجناب نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ کے لیے تیرے تابع فرمان ہوں گے۔ اور وہاں تیرا ہی حکم رہے گا۔ آپ الوداع ہو کر نوشہرہ پہنچے وہاں اُس وقت ایک بزرگ سید بالکھی شاہ بھاکری قادری رہا کرتے تھے۔ وہ تمام علاقہ روحانی طور پر اُن کے زیر اثر تھا۔ آپ پہلے انہیں کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے آپ کا نہایت اخلاص سے استقبال کیا۔ اور ازراہ کشف آپ کی حقیقت حال سے مطلع ہو کر فرمایا۔ میاں پیر محمد! میں اب دنیا میں چندروزہ مہمان ہوں۔ اب اس دیار کی ولایت تمہارے سپرد ہوئی ہے۔ اب اس کی ذمہ داری کو خوب سرانجام دو اور ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ آپ کنارہ دریا پر عبادت وریاضت میں

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ صفحہ ۱ [2] کنز الرحمت ص ۱۰۴ ۔ شجرۃ القمت

مشغول ہوتے، دن کو روزہ رکھتے۔ اور رات کو یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ سوائے ذکر و شغل و مراقبہ و تفکر کے کوئی کام نہ تھا۔

نگاہ کی تاثیر جب آپ نوشہرہ مغلاں میں سکونت گزین ہوئے۔ تو آپ کے فیضان کا گردو نواح میں عام شہرہ ہو گیا۔ لوگ خدمت میں آکر فیضیاب ہوتے۔ اور ہر طرح کی دینی، دنیاوی مرادیں پاتے۔

صاحب کنز الرحمت نے لکھا ہے کہ جب آتشِ عشقِ حقیقی آپ کے سینۂ فیض گنجینہ میں مشتعل ہوئی۔ تو آپ نے پندرہ ہزار آدمیوں پر نگاہ توجہ فرمائی۔ تو سب کے سب روحانیوں کی طرح پرواز کر کے آسمان کی طرف چلے گئے۔ ان میں سے ایک متنفس بھی زمین پر نہ رہا۔ سب مرتبہ جلال پر فائز ہو کر اہلِ دنیا کی نظروں سے روپوش ہو گئے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد پھر آپ نے پندرہ ہزار آدمیوں پر نگاہِ جذب ڈالی تو وہ تاب نہ لاتے ہوئے۔ اثرِ جلال سے جل کر خاکستر ہو گئے[1]

صاحب تحائف قدسیہ نے لکھا ہے کہ آپ کی پہلی نظر سے کئی لوگ جل گئے۔ اور آپ کی دوسری نظر سے مجذوب ہو گئے[2]

فائدہ۔ اولیاء اللہ عاشقانِ الٰہی کی نگاہ سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ:

۱۔ خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمہ نے ایک شخص پر نظر کی وہ ہوا پر پرواز کر کے نظروں سے غائب ہو گیا[3]

۲۔ شیخ جلال الدین تھانیسری نے ایک مرید پر عاشقانہ نظر ڈالی۔ تجلی ذات اس پر منکشف ہوا۔ مگر بوجہ کم استعداد بھڑک کے مر گیا[4]

۳۔ سید جلال نے ایک درویش متعلق افغان پر جلالیت کی نظر دیکھا۔ وہ جل کر رہ گیا[5]

---

[1] کنز الرحمت ص ۲۸ شواقب مناقب ۱۸۰۔ [2] تحائف قدسیہ ص ۱۳۸ تذکرہ اولیائے ہند ج ۲ ص ۹۲
[3] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۱۰۔ [4] ایضاً جلد ۲ ص ۱۴۱۔ [5] سید شرافت۔

۴۔ ایک مردِ حق پر ایک روز حالتِ جلال وارد ہوئی۔ اُس روز جو سامنے آتا جل جاتا دوسرے روز حالتِ جمال ہوتی، جو سامنے آتا قطبِ وقت ہو جاتا۔[1]

فیض کا بند ہونا

منقول ہے کہ آپ کے جذب و جلال کا شہرہ اکثر زبان زدِ خلائق ہو گیا۔ ایک مرتبہ آپ زیارت و سلام کے واسطے حضرت نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ شیخ صدر الدین رکھانوالہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یا حضرت! یہ آپ کا پیارا درویش ہے۔ اس نے ہزاروں آدمیوں کو نگاہِ جلالیت سے جلا کر خاکستر بنا دیا ہے۔ آنجناب نے آپ کو نصیحت فرمائی۔ بیٹا ہر شخص پر اُس کی استعداد کے موافق نظر کرنی چاہیئے۔ اور شمشیرِ نگاہ کو سنبھال کر رکھنا چاہیئے۔ اب وہ وقت ہے کہ جلالیت کی تلوار کو تحمل کے نیام میں ڈال دو۔

اے سپاہی خواب نا کردہ اے آں چشمِ سیاہ — کن نیامِ مخملیں از بہرِ شمشیرِ نگاہ!
دار در ابرِ نیام آں برقِ تیغِ آبدار — اے طپاں چوں ماہیٔ بے آب در عشقِ تو ماہ
اسکہ آہوئے حرم قربانِ حیدر و مے تست — گر بخونِ سگ کنی شمشیر تر باشد گناہ
آنکہ باشد تنبدِ گردوں بلا گردانِ او — نیک و بد را بہ کردار و چوں ما اندر پناہ
دشمنِ خاسد مزاج از نشترِ سودائے رشک — خود بخود مانند خونِ مردہ گردد روسیاہ

اُس روز سے آپ نے نگاہِ جذب کو روک لیا۔[2]

اُس کے بعد آپ کا یہ طریقہ تھا۔ کہ اگر کوئی شخص ارادت کے لیے حاضر ہوتا تو آپ اُس کو بیعت نہ کرتے بلکہ اپنے پیر روشن ضمیر حضرت نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں بھیج دیتے رسالہ احمد بیگ میں ہے۔

"ہر کہ ارادت مے آورد خود دست نمی گرفتند بخدمت حضرت شاہ میفرستادند"

فیض کا کھلنا

حضرت فقیر سید غلام محی الدین بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تشریف الفقراء میں لکھا ہے کہ آپ اخفا پسند تھے۔ ہمیشہ گمنامی میں رہنا اچھا سمجھتے یہاں تک کہ آپ کا تعارف حضرت پاک صاحبؒ کے نام سے ہوتا تھا کہ وہ پیر محمد جو

[1] تذکرۂ اولیائے جنڈ جلد دوم ص ۱۰۵ [2] ثواقب المناقب ص ۱۰۹، شرافت

حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب بھبڑیوالہ رح کے پیر بھائی ہیں۔ آپ کا ایک خادم تھا۔ جو ہمیشہ خدمت میں حاضر رہتا۔ وہ عرض کیا کرتا۔ یا میاں صاحب آپ کو تو کوئی شخص جانتا نہیں۔ ہم جو آپ کے نام لیوا ہیں ہم کو کون پہچانے گا۔ آپ نے ایک روز اُس کو کہا کہ باہر جاؤ۔ ایک اجنبی درویش ملے گا۔ اُس کو ہمراہ لے آنا۔ چنانچہ وہ خادم باہر گیا تو آگے شیخ مہدی امعروف میاں ماچھی سہروردی سندھی کی ملاقات ہوئی۔ جو سیاحت کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔ وہ ہمراہ لے آیا۔ جب آپ کے ڈیرہ پر پہنچے تو کشفی طور پر حقیقت حال سے آگاہ ہوئے۔ اور فرمایا آج کے بعد آپ کا شہرہ تمام دنیا میں ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی طرف سے بھی فیض عنایت کیا۔ چنانچہ اُسی روز گرد و نواح سے مخلوق نوشہرہ میں آنی شروع ہوئی۔ تا آنکہ ایک دن میں پانسو آدمی آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔

پھر اُن کو ہمراہ لے کر آپ حضرت نوشاہ عالیجاہ رح کی خدمت میں پہنچے تو آنجناب نے فرمایا۔ میاں پیر محمد! جیسا میرا ادب و تعظیم کیا کرتے ہو۔ اسی طرح میاں ماچھی رح کا ادب و احترام کیا کرنا۔

کثرت فیضان علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی رح نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پیر بھائی قاضی رضی الدین کنجاہی رح نے آپ کو کہا کہ اب تو بہت سالوں سے فیضانِ فقر کا نصاب آپ کے پاس جمع ہو چکا ہے۔ اب بحکم واٰتوا الزکوٰۃ وہ وقت ہے کہ آپ حسب استعداد طالبان ان کو اپنے فیض سے بہرہ ور کیا کریں۔ اُس روز سے آپ نے ہنگامہ مشیخت گرم کیا۔ اور بکثرت لوگ فیضیاب ہوئے۔[1]

فیض ولایت آپ ایک روز اپنے خادم میاں کالا کو ہمراہ لے کر باہر سیر کو تشریف لے گئے۔ اتفاقاً ایک کنوئیں پر پہنچے۔ دیکھا کہ کسان اپنے کھیت کو تھوڑا تھوڑا پانی دے رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تھوڑا پانی دینے کی کیا وجہ ہے؟ کسان نے عرض

[1] ثواقب المناقب ص ۱۸ تذکرہ شرافت نوشاہی ۲۸

کیا۔ کہ اگر زیادہ پانی دیا جاوے۔ تو کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔ فصل کی جڑیں ماری جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اس سے پہلے طالبوں کو زیادہ فیض پہنچاتے تھے۔ جس کی وہ برداشت نہ کر سکے۔ اس کے بعد آپ ہر شخص کو اُس کے حوصلہ کے مطابق تربیت فرماتے۔ چنانچہ پندرہ ہزار ۱۵۰۰۰ شخصوں کو مقام ولایت سے سرفراز فرمایا ؎

ہمہ یک بیک قطب عالم شدند　　بدہاں چو شبلی وادہم شدند

گھوڑوں کی تجارت حضرت شہمیر قلندر لاہوری رح سے منقول ہے کہ ایک روز آپ حضرت نوشہ صاحب کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ دوسرے بھی کئی یار موجود تھے۔ کوئی شخص ایک بچھیری یکسالہ آنجناب کی نذر لایا۔ انھوں نے وہ آپ کو عطا فرما دی۔ اور فرمایا۔ میاں پیر محمد! اس کو لے لو۔ اس سے خداوند تعالیٰ تجھ کو نفع کثیر دے گا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے گھوڑوں کی تجارت شروع کر دی۔ اُسی ایک بچھیری سے بہت سارے گھوڑے آپ کے پاس موجود ہو گئے [1]

معمولات

آپ شریعت مطہرہ کے پابند۔ نماز تہجد پر مواظبت کرنے والے۔ صائم الدہر۔ قائم اللیل تھے۔ ذکر ارہ کا شغل عام رکھتے۔ درود شریف ہزارہ۔ اور قصیدہ غوثیہ کا ورد بھی رکھتے منزل قرآن مجید اور مطالعہ کتب حدیث و تصوف رکھتے۔ کبھی باغ کی سیر کو۔ کبھی دریا کی سیر کو تشریف لے جاتے۔

اخلاق و عادات

آپ کے اخلاق کریمانہ تھے۔ درویشوں، فقیروں کی صحبت کو پسند فرماتے۔ اگر کسی شہر میں وارد ہوتے تو وہاں کے مشائخ کی ملاقات کرتے۔ علمائے ربانی کا ادب و احترام کرتے۔ دنیا کے مال سے بے رغبت تھے۔ مشتبہ طعام سے پرہیز کرتے۔

---

[1] [illegible] ۱۲۹۷ اسکہ شرائف قدسیہ ۲ سید شرافت

عورتوں کے اختلاط، اور اُن کے مجلس میں آنے سے احتراز کرتے۔ بلکہ غیر محرم کی آواز سننے سے بھی کانوں کو بچاتے۔ اپنے گھر میں پردہ کا اہتمام رکھتے۔ اجنبی آدمی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ مریدوں کے احوال سے خبردار رہتے مریدوں کو سلام و پیام بھیجا کرتے۔

پیر خانہ کی حاضری منقول ہے کہ آپ ہر ہفتہ کے بعد ہر جمعرات کو اپنے پیر روشن ضمیر حضرت نوشہ صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔ اور دو راتوں سے زیادہ وہاں نہ ٹھہرتے۔

ادب و تعظیم آپ کا طریقہ تھا کہ جب کبھی ساہنپال شریف جاتے۔ تو اُس کے حدود میں جوتی نہ پہنتے۔ برہنہ پاؤں رہتے۔ اب تک آپ کی اولاد کا بھی یہی طریقہ ہے۔

پیر صاحب کا مہربان ہونا منقول ہے کہ کسی مرید نے کھیر پکا کر آپ کے سامنے حاضر کی۔ آپ کو خیال ہوا کہ اگر یہ کھیر میرے مرشد ارشد کھائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے وہ ہنڈیا سر پر اٹھالی۔ اور روانہ ہوئے۔ راستہ میں بارش شروع ہوگئی۔ قطرات بارش سے ہنڈیا کی سیاہی کی دھاریں چہرہ پر بہتی رہیں۔ جب آپ ساہنپال شریف خدمت عالیہ میں پہنچے۔ اور کھیر پیش کی۔ حضرت نوشہ صاحب آپ کا خلوص و عشق دیکھ کر آپ پر نہایت مہربان ہوئے۔ اور آپ کا چہرہ اپنی چادر مبارک سے صاف کیا۔ اور فرمایا تو نے ہماری محبت کے جذبہ میں چہرہ کے سیاہ ہونے کی پروا نہیں کی۔ ہم نے تیرا چہرہ صاف روشن اور منور کر دیا ہے۔ چنانچہ اُسی وقت آپ کا چہرہ مثل چاند کے روشن ہوگیا۔

سخاوت و ایثار منقول ہے کہ آپ کو تجارت میں سے جو منافع حاصل ہوتا۔ اس کے تین حصے کرتے۔ ایک حصہ درگاہ عالیہ حضرت نوشہ صاحب میں بھیجا کرتے دوسرا حصہ اپنے گھر کے خرچ کے لیے رکھتے۔ تیسرا حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں فقیروں مسکینوں کو دیا کرتے۔[1]

---

[1] تحائف قدسیہ ص ۱۴۵

فائدہ۔ اپنے مال کو راہِ خدا میں صرف کرنے۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد سے سبکدوش ہونے کیواسطے حصّے مقرر کرنا معمول مشائخ رہا ہے۔ چنانچہ

۱۔ شیخ حمزہ دھربسو کو جو فتوح آتی اُسی روز تقسیم کر دیتے۔ اور اہل خانہ کو دو سرون کی مثل دیتے۔[۱]

۲۔ شیخ محمد بن فضل اللہ فتوح کے تین حصّے کرتے۔ ایک ثلث عیال کو۔ ایک ثلث فقرا کو۔ ایک ثلث مدینہ طیبہ کو بھیجتے۔[۲]

صبر و تحمل | آپ کے مزاج میں صبر و تحمل کے اوصاف موجود تھے۔ آپ کی ہمسائیگی میں جو مغل رہتے تھے۔ وہ آپ کو تکالیف پہنچایا کرتے۔ مگر آپ برداشت کرتے۔ اور کبھی اُن سے انتقام نہیں لیا۔[۳]

یاروں کو لقب دینا | آپ کا طریقہ تھا کہ اپنے بعض خواص یاروں کو القاب سے مشرف فرمایا کرتے۔ چنانچہ سید حافظ قائم الدین سبزواری کو "برق انداز" اور شیخ بخت جمال جھنگیوالہ کو "تیرانداز" اور میر شاہ سلطان لکھنوالی کو "بگا شیر" اور شمیر قلندر لاہوری رح کو "مرشد پیر" اور حافظ محمد صدیق قصوری رح کو "عاشق حضوری" اور سید نعیتے شاہ خوارزمی سوہدروی رح کو "سلطان" کے خطابات و القاب عنایت فرمائے۔

ریاکاری سے بندکرنا | منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شمیر قلندر لاہوری۔ اور میاں عابد سنگھردی کسی گاؤں میں گئے۔ وہاں کے لوگوں نے اُن کو کھانا نہ پوچھا۔ وہ رات کو خود ذکر جہر میں لگ گئے۔ جس سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ لوگ ہمارا ذکر سن کر ہمارے معتقد ہو جائیں۔ اور ہمارے لیے کھانا لاویں۔ آپ نے ازراہ کشف اُن کے ضمیر سے آگاہ ہو کر غائبانہ اُن کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور اس ریاکاری اور طمع کے ذکر سے بند کیا۔[۴]

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۹۶ [۲] ایضاً ص ۸۹ [۳] تحائف قدسیہ ص ۱۲۹ [۴] ایضاً

حوصلہ و بُردباری ایک روز آپ میاں کالا کو ہمراہ لے کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں بارش شروع ہو گئی۔ آپ فقیروں کے ایک تکیہ میں داخل ہوئے۔ وہ رندوں کا ڈیرہ تھا۔ انھوں نے آپ کو نکال دیا کہ کہیں مسجد تلاش کرو۔ آپ وہاں سے چل دیئے۔ لیکن کوئی غصّہ نہیں کیا۔ صاحب کنزالرحمت نے لکھا ہے ؎

زہے حوصلہ کا ملانِ زماں   نہ ہرگز نمودند خاطر گراں

فقر و فاقہ آپ اگرچہ تجارت پیشہ تھے۔ لیکن اکثر اپنا سب مال راہِ خدا میں صرف کر دیا کرتے۔ اور خود فقیرانہ زندگی بسر فرماتے۔ اہل خانہ پر سات سات دن فاقہ کے گذر جاتے۔

اخفائے احوال آپ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے۔ کسی قسم کا تکبر و عجب آپ میں نہ تھا۔ گھوڑوں کی لید اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر باہر پھینکتے۔ باوجودیکہ آپ کے خادم اور ارادت مند بے شمار تھے۔ لیکن کسی کو نہ فرماتے۔
منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی زیارت کے واسطے آیا۔ اس وقت آپ پھاوڑی سے گھوڑوں کی لید ہٹا رہے تھے۔ اُس نے پوچھا کہ سچیار صاحب کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اُس کو کیا پوچھتے ہو وہ تو لوگوں کے برخلاف کام کرتا ہے۔ وہ شخص آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ اُس نے کہا اے بڈھے! اگر تیرے بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھ کو سزا دیتا۔ آخر جب اُس کو پتہ چلا کہ آپ بذاتِ خود ہی تھے۔ تو وہ آپ کا قدمبوس ہوا۔ اور اپنی باتوں کی معافی لی۔[1]

مشتبہ طعام سے نفرت آپ شبہ والے کھانے سے پرہیز کیا کرتے۔ چوری پیشہ لوگوں کا نذرانہ۔ اور اہل حکومت کا نذرانہ بالکل قبول نہ کرتے۔ شاید کہ یہ مال حلال نہ ہو۔

---

[1] تحائف قدسیہ ص ۱۴۵ شرافت

قسمت پر شاکر ہونا منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ مرض اسہال سے بیمار ہو گئے۔ ہر چند علاج کئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ایک روز آپ کے درویش شیخ محمد سوہاردی نے عرض کیا۔ یا قبلہ! آپ پرہیز تو کسی چیز سے کرتے نہیں۔ فائدہ کیسے ہو؟ آپ نے فرمایا مجھے یہ بتاؤ کہ میں پرہیز کس چیز سے کروں۔ جو میری قسمت میں ہے۔ یا جو میری قسمت میں نہیں۔

مطلب یہ کہ جو چیز قسمت میں ہے اس سے پرہیز ممکن نہیں۔ اور جو چیز قسمت میں نہیں۔ اس سے پرہیز کا مطلب کوئی نہیں۔ وہ خود ہی نہیں ملے گی۔[1]

پیر بھائیوں سے محبت آپ کو اپنے پیر بھائیوں سے بہت محبت تھی۔ خصوصاً حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ بھیڑ پوالہ رح سے آپ کو مواخات اور موانست تھی۔ صاحب مرآۃ الغفوریہ نے لکھا ہے کہ کسی شخص نے آپ کو آکر خبر دی کہ حضرت پاک صاحبؒ انتقال فرما گئے۔ آپ سن کر نہایت محزون و متاسف ہوئے۔ اور زبان سے فرمایا رَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ (ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے راضی ہیں) اور دوگانہ نفل ادا کیا۔ اور دریا کی طرف تشریف لے گئے اور برلب دریا پہنچ کر ہاتھ اٹھائے۔ اور یہ دلپاش کلمات منہ سے فرمائے۔

مرن نہ بھائی۔ بھیج جاہن نہ باہاں — کول وسندیاں دیاں مینوں لکھ پناہاں

اور ایک درد بھرا نعرہ مارا کہ سننے والے چلا اُٹھے۔ کسی یار نے دوگانہ نفل پڑھنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا اُس عزیز نے ایک نازک کام میں ہاتھ ڈالا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ جس طریق میں ہاتھ ڈالا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو خوبی سے انجام کو پہنچا دیا۔

فائدہ۔ اولیاء اللہ کے سامنے مسافت کا بُعد کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا۔ وہ دُور سے بھی ایسا ہی دیکھتے ہیں۔ جیسا قریب سے۔ منقول ہے کہ شیخ نجم الدین صغرا نے دہلی میں فوت ہوئے۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی نے ان کا جنازہ بدایون میں پڑھا۔[2]

---

[1] تحائف قدسیہ ص [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ا ص ۵۵

وجدوسماع آپ سماع سنتے تھے۔ اور وجد بھی ہوتا تھا۔ آپ محفل قوالی میں حاضرین پر نگاہ کرتے تو وہ مذبوح جانور کی طرح پھڑکتے تھے۔ میاں اللہ داد قوال آپ کو صوفیانہ کلام سُنا کر محظوظ کیا کرتا۔ آپ کو کنجریوں کا راگ سننے سے نفرت تھی۔ آپ اکثر اوقات ذوق وشوق سے ھا ھو کے نعرے لگاتے تھے۔[1]

حلیہ اقدس آپ شاہ قد تھے۔ داڑھی بھاری۔ سر پر زلفیں تھیں ضعیف العمری کی وجہ سے دونوں ابرو آنکھوں پر لٹکے ہوئے تھے۔ اگر کسی کو دیکھنا ہوتا تو ابرو اٹھا کر دیکھتے۔[2]

لباس آپ کا لباس سادہ ہوتا تھا۔ سر پر دستار بغیر ٹوپی کے پہنتے۔ اوپر چادر یا سیاہ کفنی رکھتے۔ لباس میں کوئی نمائش و آرائش نہ ہوتی۔ ہاتھ میں عصا رکھتے۔

ایک روز آپ نے اپنی دستار چُننے کے واسطے حضرت شمیر قلندر لاہوری کو دی۔ چونکہ دستار مَیلی تھی۔ اس لیے انہوں نے عرض کیا۔ کہ آپ اس کے نیچے ٹوپی رکھا کریں۔ تاکہ بالوں کی چکناہٹ سے دستار خراب نہ ہوا کرے۔ آپ نے فرمایا میں اس مکر و فریب کو نہیں جانتا۔ یہ سب نفس کے لیے زیبائش ہے۔[3]

ایک مرتبہ کسی آدمی نے سُرخ کھال سے جوتی تیار کر کے بوساطت شمیر آپ کو نذر کی۔ آپ نے قبول کر لی۔ اور اس کو پاؤں میں پہنا۔[4]

آپ کا کھانا بھی سادہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ شاہ نتھا سلطان نے سوہدرہ سے کھیر پکا کر خدمت میں حاضر کی۔ آپ نے بمعہ یاران تناول فرمائی۔[5]

فضائل وکمالات

آپ کی ذات سراپا کمالات تھی۔ سب محاسن آپ کے وجود شریف میں جمع تھے۔

---

[1] تحائف قدسیہ ص ۱۳۸ [2] رسالہ احمد بیگ ۱۲ [3] تحائف قدسیہ ص ۱۵۶ [4] تحائف قدسیہ ص ۱۰
[5] تحائف قدسیہ ص ۱۸۷ [6] الفیض ص ۱۸۵۔ سید شرافت

سچیار کا لقب ملنا آپ کا نام تو پیر محمد تھا۔ درگاہِ شیخ سے لقب سچیار ملا۔ اس کا واقعہ اس طرح پر مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نوشاہِ عالی جاہ سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ درویشوں کی جماعتِ کثیر حضور کے ہمراہ تھی۔ اس وقت آپ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ دریائے چناب کے کنارہ پر مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ نو شہرہ منگلاں میں آپ کا کوئی واقف کار نہ تھا۔ آنجناب نے آپ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے آنے تک سارے ڈیرہ کی روٹی کا سامان۔ اور ایک گھوڑا۔ اور ایک جوڑا کپڑے۔ اور سینے کے کڑے۔ اور سو روپیہ نقد نذرانہ کے واسطے تیار رکھنا۔ جب آپ کو پیغام ملا تو سخت متفکر ہوئے۔ کہ آج میرا امتحان ہے۔ چنانچہ آپ مصلّا سے اُٹھے اور شہر میں داخل ہوئے۔ اور آواز دی کہ کوئی شخص میرا سر گروی رکھ لے۔ اور میری حاجت پوری کرے۔ منگلوں کی ایک رئیسہ بی بی آپ کے اعتقادمندوں سے تھی۔ اس نے فوراً سامان مہیا کر کے آپ کو دے دیا۔ آپ اپنے ڈیرہ پر لے گئے۔ جس وقت حضرت نوشہ صاحبؒ تشریف لائے تو آپ نے سب ماحضر حضور میں پیش کر دیا۔ آنجناب نے سارا واقعہ سے مطلع ہو کر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ اے پیر محمد! تو ہمارا سچیار ہے۔ اور امتحان میں کامیاب ہوا ہے۔ اُس روز سے آپ کا لقب سچیار مشہور ہو گیا۔

نوشہ سچیار آپ کو اپنے پیر روشن ضمیر نوشہ صاحبؒ سے محبت اور عشق اس حد تک تھا کہ اپنی ہستی کو مٹا کر اُن کی ذات میں فنا کر کے فنا فی الشیخ کا مرتبہ حاصل کیا تھا۔ اور پیر و مرید میں یہاں تک یگانگت ہو گئی تھی کہ ان کا نام بھی ایک ہو گیا تھا۔ عوام الناس آپ کو "نوشہ سچیار" کہتے ہیں۔ اور آپ کے دربار کو "نوشہ سچیار کا دربار" کہتے ہیں۔

حافظ الحدیث ہونا مولوی حافظ نور الدین قادری نوشاہی گنجوی رح نے کتاب خزینۃ الفقراء میں لکھا ہے کہ حضرت سچیار رح علامۃ الدہر تھے۔ آپ کو آٹھ ہزار حدیث نبوی یاد تھی۔ اور آپ حافظ الحدیث تھے۔

اولادِ سچیاریہ کو دعا

منقول ہے کہ ایک روز آپ سیر فرماتے ہوئے ایک کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ وہاں کسان ایک اجنبی لڑکے کو مار پیٹ رہا تھا۔ آپ نے مارنے کا سبب پوچھا تو کسان نے کہا کہ اس نے میرے کھیت سے گاجریں چرائی ہیں۔ آپ نے اُس لڑکے کو چھڑا لیا۔ اور پوچھا اے لڑکے تو کون ہے؟ اور کہاں سے ہے؟ لڑکے نے کہا میرا وطن بھلوال ہے۔ اور میں شاہ سلیمان نوری رح کی اولاد سے ہوں۔ اور میں نے شدت بھوک کی وجہ سے یہ کام کیا ہے۔ آپ کو اپنے دادا پیر کا نام سُن کر دل میں بڑا احترام آیا۔ اُس لڑکے کو غسل دلوا کر نئے کپڑے پہنائے۔ اور بڑی عزت و تعظیم سے رخصت کیا۔ اور خود موضع ساہنپال شریف میں حضرت نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا قبلہ! ہمارے دادا مرشد کی اولاد کا افلاس اور غربت سے یہ حال ہے۔ تو میری اولاد کا کیا حال ہو گا۔ اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا تو میرا دل سخت کانپ رہا ہے ؎

بگو نہ شود حالِ اولادِ من
فتادم در اندیشہ زیں سخن

باولادِ من گر شود ایں چنیں
بلرزد ازیں ہم گاؤ زمیں

آنجناب نے فرمایا کہ تم کوئی غم نہ کرو۔ تمہاری اولاد کے ساتھ ایسا سلوک نہ ہو گا۔ جو تمہاری اولاد ہے۔ وہ ہماری اولاد ہے۔ اور جو تمہارے یار ہیں۔ وہ ہمارے یار ہیں۔ دنیا میں اُن کی گذران آسائش سے ہو گی ؎

ز بینند رنج و تعب در جہاں
بدنیا نباشند محتاج ناں[1]

یارانِ سچیاریہ کو دعا

منقول ہے کہ ایک بار حضرت نوشہ صاحبؒ پر خاص حالت وارد تھی۔ آپ بھی اس وقت موجود تھے۔ آنجناب نے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

"پیر محمد! تیرے یار سو میرے یار، تیرے یاراں دے یار سو میرے یار، اگے اونہاں دے یار سو میرے یار"[2]

---

[1] کنز الرحمت ص ۱۰۹ [2] مرآۃ الغفوریہ میں یہ قول حضرت سچیار کا ہے اپنے مریدوں سے متعلق ہے [3] الطاف القادریہ ۱۲ سید شرافت

صاحب کنز الرحمت نے لکھا ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ نے آپ کو فرمایا "تمہارے مرید جہاں جائیں گے۔ ہم اُن کے ساتھ ہوں گے۔ قیامت کے دن وہ ہمارے جھنڈا کے نیچے ہوں گے۔ اور دیدار الٰہی۔ سے مشرف ہوں گے" آپ یہ خوشخبری سن کر بڑے خوشدل ہوئے۔[1]

دین و دنیا کا حصول منقول ہے کہ جب حضرت نوشہ صاحبؒ کا وقت وصال قریب ہوا تو اکثر یارانِ حضور حاضر تھے۔ آنجناب نے سب کو فرمایا کہ جس جس چیز کی کسی کو حاجت ہو اس وقت، وہ طلب کرے۔ سب نے اپنے مقاصد بیان کئے۔ آپ کو بھی فرمایا۔ پیر محمد! تم بھی طلب کرو۔ آپ نے عرض کیا یا قبلہ! مجھے دین اور دنیا دونوں مطلوب ہیں۔ آنجناب نے دعائے خیر فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ تمہارے سلسلہ میں دونوں چیزیں ہوں گی۔ چنانچہ زمانہ حاضرہ تک اس دعا ئے نوشاہیہ کا اثر اولاد اور فقرائے سچیاریہ میں موجود ہے۔ علامہ صداقت کنجاہیؒ نے اس شعر میں اس کا اشارہ فرمایا ہے۔

مریدش گرچہ دنیادار باشد ۔۔۔ حریفِ مالکِ دینار باشد

مقامات

آپ کو مقامات و مراتب فقر میں کمالات حاصل تھے۔

مقام صدیقیت آپ کو مقام صدیقیت حاصل تھا۔ بوجہ صدیق ہونے کے آپ کو سچیار کہا گیا ہے۔ پنجابی زبان میں سچیار، صدیق کو ہی کہتے ہیں صدق و راستی تصوف میں بڑا بلند مقام ہے۔

۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل میں ہے "از انجا کہ براستی و صدق و ورع و تقوےٰ موصوف بود، حضرت شاہ او را بہ پیر محمد سچیار یعنی راستگو مخاطب کرد۔"

۲۔ گنج تاریخ میں ہے "وا ز غایت صدق و راستی بخطاب سچیار یعنی راستگو

[1] کنز رحمت ص ۱۰ سید شرافت نوشاہیؒ

مخاطب بود۔"

۳۔ حدیقۃ الاولیاء۔ اور تحفۃ الابرار میں ہے۔ "چونکہ آپ صدق وراستی میں لاثانی تھے اس لیے سچیار کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔"

۴۔ فیض مصطفائی المعروف گلزار نوشاہی میں ہے "آپ ہردم سچی بات اپنے شیخ کامل انسان کے رُوبرو بیان فرمادیتے۔ اس واسطے حضرت حاجی کعبہ نے آپ کو سچیار پاک کے لقب سے نوازا۔

۵۔ عرس اور میلے میں ہے "پیر سچیار کا اصل نام شیخ پیر محمد تھا۔ سچائی راستی اور صدق وصفا کے باعث سچیار (سچے) کے نام سے مشہور ہوئے۔"

بہرکیف آپ کو مقام صدق پورا پورا حاصل تھا۔ اور صدیق وقت تھے۔

کرامات

آپ سے بے شمار خوارق وکرامات ظاہر ہوتے رہتے۔ کشف وتصرف میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔

کشف واقعہ منقول ہے کہ ایک بار کھانا تیار تھا۔ اور تمام یارانِ طریقت موجود تھے۔ لیکن آپ لنگر تقسیم نہ کرتے۔ سب دوستوں کو خیال ہوا کہ شاید وجہ تاخیر کیا ہے؟ آپ نے اُن کے ضمیر سے آگاہ ہوکر فرمایا۔ اس وقت شاہ نتھا سلطان آرہے ہیں۔ اُن کے آنے پر کھانا تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ اسی وقت شاہ نتھا سوہدروی حاضر ہوئے۔ پھر آپ نے کھانا سب کو تقسیم کیا۔[1]

فائدہ ۔ یہ واقعہ عین اس واقعہ سے مشابہ ہے۔ جو احادیث میں آیا ہے کہ ایک روز حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الان یدخل سید المسلمین (اس وقت مسلمانوں کا سردار آرہا ہے) فاذا طلع علی (پس اسی وقت علی المرتضےٰ رضی آگئے)۔[2]

---

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ [2] کتاب التفسیر لابن مردویہ بروایت انس بن مالک رضی

کشف مقامات منقول ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ فضیل کابلی رح زیارت حضرت نوشہ گنج بخش رح سے مشرف ہوئے۔ اور آنجناب نے ایک ہی نگاہ سے ان کو مقام ولایت پر پہنچا دیا۔ اس وقت آپ بھی مجلس میں حاضر تھے۔ آپ نے خواجہ کو بشارت دی کہ میرے پیر روشن ضمیر نے تم کو حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رح کے ہمرتبہ بنا دیا ہے۔ اور جو خزانہ اسرار تم پر کھولا ہے۔ اس کو ضائع نہ کرنا۔[1]

فراخی رزق کی خبر دینا ابتدائے احوال میں آپ پر عسرت و افلاس کا دورہ تھا۔ سات روز تک اہل خانہ کو فاقے آتے۔ ایک دن شدت فاقہ سے آپ کی اہلیہ محترمہ زمین پر سرنگون پڑی تھیں۔ آپ کو اُن کی حالت پر رحم آیا۔ فرمایا اسے بی بی! چولھے میں آگ سلگاؤ۔ اور دیگدان چڑھاؤ۔ اب تنگی کا دور گذرا۔ اور فراخی کا زمانہ آیا۔ چنانچہ اس روز سے بکثرت فتوح آنی شروع ہو گئی۔ اور پھر کبھی تکلیف کا منہ نہ دیکھا۔[2]

درخت کا سرسبز ہونا منقول ہے کہ ابتدائے زمانہ میں آپ دریائے چناب کے کنارہ پر جاکر عبادت کیا کرتے۔ صاف میدان میں بوریا بچھا کر مشغول رہتے۔ گرمی و سردی کے بچاؤ کے واسطے کوئی صورت نہ تھی۔ ایک روز ایک ضعیفہ جو قوم ماچھی سے تھی۔ لکڑیاں چننے کے واسطے گئی۔ آپ کو دوپہر کے وقت دھوپ میں بیٹھے دیکھ کر اُس کو رحم آیا۔ اور عرض کیا۔ فقیر صاحب اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے سایہ کے واسطے ایک جھونپڑی تیار کردوں۔ آپ نے فرمایا مائی تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ اس نے عرض کیا یہ کدھنی ہے اس سے تنور میں آگ کو پھولا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ مجھے دے دو۔ اس نے دے دی۔ آپ نے اس کو زمین میں گاڑ دیا۔ امر الٰہی سے وہ اسی وقت سرسبز ہو گئی۔ جو بعد ازاں عظیم الشان شرینہ کا درخت بنا۔ اُس کے پتوں سے بخار سوم و چہارم و اسہال و ڈبہ کے بیمار شفا پاتے تھے۔ وہ یادگار درخت ۱۳۰۹ھ میں دریا برد ہو گیا۔

ایک مفلوج کو تندرست کرنا منقول ہے کہ ایک عورت کا بچہ مرض فالج سے سخت بیمار ہو گیا۔ بہت علاج کیے۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر بہر

[1] [2] ... [illegible] ... ص ۱۲۱ ... تحائف قدسیہ ص ۱۲۸ ... سید شرافت

طرف سے مایوس ہوکر وہ آپ کی خدمت میں لائی۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ بالکل تندرست ہوگیا۔ بعد ازاں اُس عورت کے اعتقاد میں فرق آگیا۔ وہ کہتی کہ میرے بچے کو سخی سرور سلطان کی برکت سے شفا ہوئی ہے۔ چنانچہ جب نگاہہ کا میلہ آیا تو وہ اپنے بیٹے کو وہاں لے گئی۔ بیٹے نے ہر چند کہا کہ مجھے نوشہرہ لے چلو مگر عورت نے نہ مانا۔ جب روضہ سخی سرورؒ کے اندر داخل ہوئے تو اسی وقت پھر لڑکا بیمار ہوگیا۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تکلیف میں مبتلا ہوا۔ والدہ کو کہا کہ اگر میری خیر چاہتی ہے تو مجھے حضرت سچیارؒ کے پاس لے چل۔ چنانچہ وہ عورت تائب ہوئی۔ اور لڑکے کو بیل پر سوار کرکے آپ کی خدمت میں لائی۔ آپ نے توجہ فرمائی تو لڑکے کو شفائے کلی نصیب ہوئی[1]

ایک مفرور عورت کو واپس لانا منقول ہے کہ نوشہرہ میں ایک جاٹ تھا جو خود تو ضعیف تھا۔ مگر اس کی بیوی نوجوان اور خوبصورت تھی، وہ کسی شخص کے ساتھ اغوا ہوکر چلی گئی۔ جاٹ نے بہتیری تلاش کی مگر کہیں سے سراغ نہ ملا۔ آخر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی محبوبہ کے ہجر و فراق سے روتا ہوا اُس کی واپسی کے واسطے ملتجی ہوا۔ آپ کو اس کی حالت زار پر رحم آیا۔ اور فرمایا۔ آج رات کو گھر آجائے گی اور پھر کبھی نہ جائے گی۔ چنانچہ آپ کے تصرف سے وہ شام کو واپس آگئی۔ اور پھر تمام عمر اپنے بوڑھے شوہر کی خدمت میں رہی[2]

سلطان الاذکار جاری کرانا منقول ہے کہ ایک روز ایک درویش جو شغل حبس دم میں مشغول رہتا تھا۔ آپ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوا۔ آپ نے ازراہ کشف اس کا طریق معلوم کرکے فرمایا اے درویش اگر تو چاہے تو تجھ کو حبس نفس کی قید سے چھڑا کر سلطان الاذکار سے آشنا کردیں۔ اور تیرے بال بال سے ذکر الٰہی جاری ہو جائے ؎

اگر خواہی ز حبس آزاد باشی ۔۔۔ غلام عشق ما دمد زاد باشی
ز ہر موئے بدن حاصل کنی ذکر ۔۔۔ چو بوئے غنچہ جنید دل کنی ذکر

---

[1] کنز الرحمت ص ۱۰۶ [2] ثواقب المناقب ص ۱۸۴، شرافت

بجرم دریک نفس بالائے بامت کہ ہندوئے فلک گردد غلامت

اس نے عرض کیا کہ اگر مجھے یہ مرتبہ حاصل ہو جائے تو مجھے اس سے بہتر کیا چاہیے؟
آپ نے اس پر ایسی توجہ فرمائی کہ اس کا تمام بدن ذاکر ہو گیا۔ اور مرتبہ بلند پر فائز ہوا۔

دید محو صفا پیالہ خویش یافت ذوقِ مئے دو سالہ خویش
گشت مانند چینیِ مُو دار مو بمویش زبانِ نالہ خویش[۱]

مٹی کو کیمیا بنانا منقول ہے کہ مخلوق خدا جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ لیکن آپ کے دولت کدہ میں فقر و فاقہ کا اکثر دورہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک کیمیاگر جوگی ملک دکن سے خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے مصارف کی فراوانی اور فقر و فاقہ کا ہجوم دیکھ کر اس نے اکسیر کی ایک ڈبیہ نذرانہ میں پیش کی۔ اور عرض کیا کہ اس کے استعمال سے چند من تانبہ خالص سونا بن جائے گا۔ آپ نے فرمایا اس کو فلاں طاقچہ میں رکھ دو۔ وہ رکھ کر چلا گیا۔ عرصہ دراز کے بعد وہ پھر آیا۔ تو وہی حال دیکھا۔ اس نے عرض کیا جناب عالی میں آپ کو اکسیر کی ڈبیہ دے گیا تھا۔ اگر آپ اس کو استعمال کرتے تو اس قدر سونا بن جاتا جو تین پشت تک آپ کی اولاد کے کام آتا۔ آپ نے جب یہ کلام سنا تو بیت الخلاء میں گئے۔ اور اپنا رومال وہاں چھوڑ آئے۔ کیمیاگر کو فرمایا کہ جاؤ ہمارا رومال اٹھا لاؤ۔ جب وہ جوگی بیت الخلا میں گیا تو دیکھا کہ وہاں کی تمام مٹی سونا بنی ہوئی ہے۔ یہ حال دیکھ کر وہ سخت متعجب ہوا۔ اور اپنی اکسیر کو بھول گیا۔ حضور نے فرمایا مردِ خدا کو ایسی کیمیا سیکھنی چاہیے۔ جو کبھی ختم نہ ہو۔ ہم کو سونے چاندی سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم اگر چاہیں تو در و دیوار کو بھی سونا بنا دیں۔ مگر پھر فقر کی چاشنی نہیں رہتی۔ وہ جوگی طاقچہ سے اپنی ڈبیہ لے کر چلتا بنا۔[۲]

فائدہ۔ اولیاء اللہ کو ظاہری کیمیاگری سے نفرت ہوتی ہے۔ اور اگر چاہیں تو اپنی نظر سے مٹی کو سونا کر سکتے ہیں۔ ایسے کئی واقعات بزرگوں سے منقول ہیں۔

۱۔ شیخ محمد متوکل کنتوری (خلیفہ چراغ دہلی) کے پاس ایک جوگی آیا۔ اور سونا کر دکھایا۔

---

[۱] [illegible] ۱۸ [۲] کنز الرحمت ص ۱۰۵ و شرافت

انہوں نے کوئی توجہ نہ کی[۱]

۲۔ خواجہ کبیر الاولیاء پانی پتی کے صاحبزادہ کو کسی کیمیا گر نے کیمیا سکھانا چاہا۔ انہوں نے نگاہ کی۔ تو تمام حجرہ کو سونا کر دیا[۲]

۳۔ خواجہ کبیر الاولیاء نے ایک جوگی کا پارس لیکر غار میں پھینک دیا۔ جب وہ بسجد ہوا تو اس کو غار کے تمام پتھر پارس نظر آئے[۳]

۴۔ ایک سنیاسی نے اکسیر سے تانبہ کو سونا بنا دیا۔ اور شیخ نظام الدین نے تھوک سے سونا بنا دکھایا[۴]

۵۔ سید عماد الملک غازی لاہوری کو کسی نے پارس دیا۔ انہوں نے مصلّے کے نیچے رکھ دیا جب وہ مدت کے بعد آیا اور پوچھا تو انہوں نے فرمایا مصلّے کے نیچے دیکھو۔ چنانچہ دیکھا تو اس طرح کے کئی پارس نظر آئے[۵]

۶۔ سلطان جلال الدین قریشی چشتی اگر مس پر پھونکتے تو وہ سونا بن جاتا[۶]

دہلی کا تماشہ لاہور میں دکھانا

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ بعالم تجرید لاہور تشریف لے گئے۔ زیارات مزارات بزرگاں سے مشرف ہوئے پھر وہاں میاں میر قادری رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت شہزادہ دارا شکوہ اور دوسرے کئی لوگ بھی مجلس میں شامل تھے۔ آپ سلام نیاز کر کے مجلس میں بیٹھ گئے۔ کسی نے آپ کو نہ پہچانا۔ کچھ دیر کے بعد آپ متبسم ہوئے۔ حاضرین کو آپ کا ہنسنا خلافِ ادب محسوس ہوا۔ دارا شکوہ نے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ تو میاں میر رح نے فرمایا کہ آج قلعہ دہلی میں نوروز کی تقریب میں بادشاہ کے سامنے طوائف مجرا کر رہی ہے تمام سامان عیش و عشرت موجود ہیں۔ یہ درویش وہ تماشہ دیکھ کر ہنسا ہے۔ دارا شکوہ نے عرض کیا کہ یا حضرت! ہماری آنکھوں سے بھی پردہ ہٹائیے۔ تاکہ ہم بھی تماشہ دیکھ سکیں۔ میاں میر رح نے فرمایا کہ مجھے تو اتنی طاقت حاصل نہیں۔ البتہ اگر یہ درویش چاہے تو دکھا

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۱ ص ۹۴ [۲] تذکرہ جلد ۲ ص ۱۸ [۳] ایضاً ص ۲۱ [۴] ایضاً ص ۴۷ [۵] تذکرہ جلد ۳ ص ۱۶۳ [۶] تذکرہ جلد ۱ ص ۷۵، سید شرافت

سکتا ہے۔ چنانچہ دارا شکوہ نے آپ سے التماس کی۔ آپ نے ایسا تصرف کیا کہ قلعہ دہلی وہیں حاضر کر دیا۔ اور تمام لوگوں نے بچشم ظاہر وہ تماشہ دیکھا۔ ختم ہونے پر پھر آنکھوں سے مخفی ہوگیا۔ اور آپ واپس تشریف لائے [1]

فائدہ ۔ آپ کا یہ تصرف بالکل حضرت آصف بن برخیارہ کے تصرف کے مطابق ہے۔ جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق علم الکتاب کے ذریعہ سے آنکھ جھپکنے میں بلقیس کا تخت شہر سبا سے وہاں لا حاضر کیا تھا۔ علم الکتاب سے اکثر مفسروں نے اسم اعظم مراد لیا ہے۔ تو ظاہر ہوا کہ حضرت سیچیار رہ کو بھی اسم اعظم حاصل تھا۔

خدمتگار کتے منقول ہے کہ آپ کو اکثر مرض اسہال رہتی تھی۔ دو کتے آتے اور آپ کا فضلہ صاف کر جایا کرتے۔ آپ فرماتے خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو یہ دو خدمتگار دیئے ہیں۔ جو بے لوث خدمت کرتے ہیں [2]

حضرت پاک صاحب کی مدد کرنا منقول ہے کہ جس وقت حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب بھڑیوالہ رہ کو علمائے وقت نے احتساب کے واسطے لاہور بلایا۔ اس وقت آپ کو بھی غائبانہ طور پر آگاہی ہوئی۔ آپ تین میل کا فاصلہ گاؤں سے باہر نکل کر اپنے اوپر کمبل اوڑھ کر زمین پر لیٹ گئے۔ دیر کے بعد اُٹھے۔ اور فرمایا کہ میں نے حضرت نوشہ صاحبؒ سے اپنے بھائی کی جان بخشی کرا دی ہے اور حق تعالےٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ اور حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کی مدد کے لیے عرض کر دیا ہے [3]

حضرت نوشہ صاحبؒ کی اولاد پر احسان منقول ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ اپنے خلیفہ عاشق شیخ صدر الدین دکھانوالہ رہ پر نہایت مہربان تھے ۔ یہاں تک کہ سب یاران نوشاہ عالیجاہ رہ کو شبہ پیدا ہوگیا۔ کہ کہیں ان کو اپنا گدی نشین نہ بنا جائیں۔ آخر سب نے متفقہ طور پر حضرت سیچیار رہ کے ذریعہ حضور پُر نور کے آگے التماس کی کہ عالی جناب اپنے فرزندوں یا

[1] ... ص ۱۹۷ [2] ایضاً ص ۱۶۵ [3] ایضاً ص ۲۱۹ ۔ سید شرافت

پوتوں میں سے کسی کو اپنا نائب و خلیفہ بنائیں۔ چنانچہ آنجناب نے آپ کی التماس کو قبول کرتے ہوئے اپنے بڑے بیٹے حضرت سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق رہ کو اپنا خلیفہ و سجادہ نشین بنایا۔

یہ واقعہ کتب خاندان رسالہ احمد بیگ۔ تذکرہ نوشاہیہ۔ انوار القادریہ۔ کنز الرحمت کلید گنج الاسرار میں مفصل مذکور ہے۔

فائدہ۔ حضرت پیجیار رہ کا سادات برخوردار یہ پر یہ خاص احسان ہے کہ ان کو حضرت نوشہ رہ صاحب کی سجادگی کا وارث بنایا۔

شاہ عصمت اللہ پر مہربانی

منقول ہے کہ ابتدائے احوال میں حضرت سید شاہ عصمت اللہ برخوردای رہ پر عسرت کا دورہ تھا ایک مرتبہ آپ درگاہ عالیہ نوشاہیہ پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے فقر و فاقہ کی حقیقت بیان کی۔ آپ نے فرمایا صاحبزادہ صاحب میں آپ کے گھر میں حاضر ہو کر دعا کروں گا۔ چنانچہ آپ ان کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔ اور اُن کے حق میں دعائے خیر کی۔ اُس روز سے اُن پر فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ اور لنگر جاری ہو گیا[1]

اپنے حقیقی نائب کی خبر دینا

منقول ہے کہ ایک بار یاران حضور نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ آپ کی نسبت باطنی کا صحیح وارث، اور آپ کا حقیقی نائب کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا ان چار یاروں میں سے ایک ہوگا۔ اُس وقت یہ چار یار موجود تھے۔ ۱۔ سلطان ڈوگر رہ۔ ۲۔ شاہ شریف رہ۔ ۳۔ شاہ فرید رہ۔ ۴۔ حافظ رحمت اللہ شاہ رہ۔

اور فرمایا جوان میں سے پیچھے رہ جائے گا۔ اور اُس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ذوہلالی کی طرح نقش ہوگا۔ وہ ہمارا حقیقی جانشین ہوگا۔

حضرت مولانا محمد اشرف فاروقی رہ کنز الرحمت میں یہ واقعہ درج کر کے لکھتے ہیں کہ ان چاروں بزرگوں میں سے سب سے آخر رحمت اللہ شاہ ساکن بیگووالہ کا انتقال

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ سید شرافت

ان کی وفات ۱۱۸۴ھ میں واقع ہوئی۔ اور ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ہلالین کا نشان موجود تھا۔ اس سے سب لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت سچیار رح کے اصلی جانشین حافظ رحمت اللہ شاہ تھے۔[1]

تصرفات

درخت پر تصرف منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ بمعہ اپنے خادم میاں کالا کے کسی گاؤں کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بیری آگئی جس کا پھل پکا تھا۔ آپ کا دل کھانے کو چاہا۔ میاں کالا نے مالک سے اجازت لی۔ آپ نے فرمایا۔ اوپر چڑھ کر ہلاؤ۔ جب میاں کالا نے ہلایا تو تمام پھل کچا اور پکا نیچے گر پڑا یہ کرامت دیکھ کر وہ کسان قدموں میں آگرے۔ اور رات کو خدمات میں سرگرم رہے۔ آپ کی دعا سے چند روز میں دولت مند ہو گئے۔[2]

مولوی پر تصرف منقول ہے کہ لاہور کا ایک بہت بڑا عالم آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اور فقہ کی بحث درمیان لایا۔ آپ نے اُس پر ایسی توجہ فرمائی کہ اس کو سارا علم بھول گیا۔ اور عشق کی چاشنی سے ایسا مست ہوا۔ کہ وجد و رقص کرنے لگا۔ اور مریدوں کے سلسلہ میں داخل ہوا۔[3]

انوپ رائے پر تصرف لالہ انوپ رائے سے منقول ہے کہ میں ابھی بچہ تھا کہ آپ کی نظر عنایت مجھ پر ہو گئی۔ میں مستوار ہو گیا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں آپ سے بھاگنا چاہتا ہوں۔ مگر آپ نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ صبح میں آپ کی محفل میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے متبسم ہو کر حاضرین کو فرمایا کہ آج یہ لڑکا ہم سے بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر ہم نے اس کو جانے نہیں دیا۔ اس کے بعد میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب تمام عمر خدمت میں ہی رہوں گا۔ ایک دن میرے والد نے خدمت اقدس میں حاضر کیا کہ یہ تو ہم کو فخر ہے کہ ہمارا فرزند مقبول و منظور

---

[1] کنز الرحمت ص ۱۲۱ [2] ایضاً ص ۱۰۸ [3] ثواقب المناقب ص ۱۸۴۔ سید شرافت

ہو چکا ہے۔ لیکن تبدیلی دین کا خطرہ ضرور لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی غم نہ کرو۔ اہلِ فقر قیدِ مذاہب سے آزاد ہوتے ہیں۔

علامہ صداقت کنجاہی ثواقب المناقب میں لکھتے ہیں کہ آجکل انوپ رائے جمعیت ظاہر و باطن رکھتا ہے۔

"الحمد للہ کہ دریں ایام آں گلدستہ باغ تلون یعنی انوپ رائے غنچہ وار رنگ جمعیتِ ظاہر و باطن دارد و بہ رنگ مصحف گل بجۂ تعظیم او ہر ہندوئے و مسلمان غرض مے پندارد"

جوگیوں پر تصرف

منقول ہے کہ ایک مرتبہ جوگیوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے ازراہِ عنایت ان پر توجہ فرمائی۔ تو وہ سب روشن ضمیر ہو گئے۔ ان کے دلوں پر نورِ الٰہی چمکا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا عاشقوں کے لیے کوئی مذہبی قید نہیں۔ چنانچہ وہ ایک رات رہ کر واپس چلے گئے[1]

کثرتِ فیضان

آپ کے فیضان کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جو حاضر ہوا کامیاب ہو کر گیا۔

ایک مرید کو بلند مقام پر پہنچانا

منقول ہے کہ ایک لڑکا آپ کے مویشی چرایا کرتا تھا۔ آپ کو اس کے ساتھ بہت محبت تھی۔ یہاں تک کہ اس کی چاشت کی روٹی آپ خود لے جا کر اس کو کھلایا کرتے۔ ایک دن اُس پر ایسی توجہ فرمائی کہ وہ مجذوب ہو کر بلند مقام پر پہنچ گیا۔ اُس کی والدہ کو خبر ہوئی تو وہ خدمت میں آئی۔ اور عرض کیا کہ میرے لڑکے کو با ہوش کر دو۔ آپ نے پھر توجہ کی تو اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر آپ نے یاروں کو فرمایا کہ یہ لڑکا ہم سے اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اب ہمارے ادراک سے اُوپر چلا گیا ہے

---

[1] ثواقب المناقب، ۲۱۰ شرافت

زضبطِ من افتاد او را زمام! زادراکِ ما یافت بالا مقام[1]

خزانہ نٹ کو فیض دینا حاجی عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ نٹوں کا ایک طائفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قوالی کر کے درویشوں کو خوش کیا۔ ان میں ایک بنگالی نٹنی خزانہ نام تھا۔ وہ آپ کو پسند آ گیا۔ آپ نے اس پر توجہ کر کے باطنی فیض سے مالا مال کر دیا۔ اور وہ مجذوب ہو گیا۔ جب اس کے ہمراہی وطن گئے تو اس کی والدہ نے سنا کہ میرا بچہ مست ہو گیا ہے۔ وہ بڑی ساحرہ تھی۔ وہ جادو کرنے کے ارادہ سے نوشہرہ آئی۔ جب آپ کے رُوبرو ہوئی۔ تو آپ نے از راہِ کشف اُس کی بدباطنی سے آگاہ ہو کر اُس پر ایسی نگاہ کی کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔ آخر تائب ہوئی[2]

رستم کو فیض دینا منقول ہے کہ ایک نوجوان رستم نام پر آپ کی نگاہ پڑی، تو وہ دنیا سے قطع تعلق کر کے ویرانوں اور جنگلوں میں چلا گیا۔ اس کے بعد والد نے سنا تو وہ تکلیف پہنچانے کی غرض سے حضرت سیپارہ کی مجلس میں آیا۔ آپ نے اس کا خطرہ معلوم کر کے ایسی توجہ فرمائی۔ کہ اس کا تمام غصہ و کینہ جاتا رہا۔ اور صاف قلب ہو کر آپ کے عقیدت مندوں میں داخل ہوا[3]

ایک خوبصورت کو فیض دینا منقول ہے کہ ایک شخص صاحب حسن و جمال آپ کی مجلس میں آیا۔ آپ نے دیکھ کر اس کو فرمایا کہ تمہاری صورت بہت اچھی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں اندر سے بہت گندہ ہوں۔ آپ نے نگاہِ شفقت سے دیکھا تو اس کو تمام کدورتوں سے پاک صاف کر دیا[4]

ایک ضعیف کو فیض دینا منقول ہے کہ ایک ضعیف العمر آدمی آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میری عمر کا جام لبریز ہو گیا ہے۔ مجھے تمام عمر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے اس پر نگاہ فرمائی۔ اور اس کو عشق میں جوان کر دیا۔[5]

---

[1] کنز الرحمت ص ۲۰۸ [2] ثواقب المناقب ص ۱۸۰ [3] ایضاً ص ۱۸۲ [4] تحائف قدسیہ ۱۲
[5] ایضاً۔ شرافت

غائبانہ فیض پہنچانا منقول ہے کہ علاقہ کھیلی کرن سے ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر تو نے مجھ کو یاد کیا تھا میں نے تمہارے حصے کا فیض وہیں تم کو پہنچا دیا تھا۔[1]

فیض سلب کرنے کے واقعات

میاں میہوں کا فیض سلب کرنا متعدد مرتبہ آپ میاں میہوں شیخپوریؒ پر ناراض ہوئے اور اس کا فیض سلب کیا۔ مگر آپ پھر معاف کر دیا کرتے تھے۔

۱۔ ایک مرتبہ آپ بمع یاران شیخ پور میں تھے۔ میاں میہوںؒ سارا دن مجلس سماع میں مصروف رہے اور کسی درویش کو روٹی پانی نہ پوچھا آپ اس بات سے ناراض ہوئے اور اُن کا حال سلب کر لیا۔[2]

۲۔ ایک مرتبہ ایک صاحب جذبہ فقیر کابل کی طرف سے آیا۔ ابھی دریائے اٹک پر تھا کہ میاں میہوںؒ نے توجہ باطنی سے اس کو ہلاک کر دیا۔ آپ نے میاں میہوںؒ کو بلا کر ان کا فیض سلب کر لیا۔ کہ تم نے ایک بے گناہ درویش کو نگاہِ غیرت سے ہلاک کر دیا ہے اور تمہارے اس فعل سے مجھے دربار رسالت ﷺ سے شرمساری حاصل ہوئی ہے۔[3]

۳۔ ایک مرتبہ میاں میہوںؒ آپ کی اجازت کے بغیر حج کو چلے گئے۔ آپ نے ان کا فیض سلب کر لیا۔ آخر بڑی سفارش سے راضی ہوئے۔[4]

شیخ سعد اللہ کا حال سلب کرنا میاں دادن سے منقول ہے کہ موضع گوجری میں ایک درویش شیخ سعد اللہ نام رہتا تھا اور یہاں تک صاحبِ کرامت تھا کہ کنوئیں کے اوپر چادر بچھا کر اس پر وجد و رقص کیا کرتا اور کہتا کہ مجھے تلوار نہیں لگ سکتی۔ آپ اس جگہ تشریف لے گئے۔ وہ آپ کو سخت پیش آیا۔ آپ نے جوش میں آکر فرمایا۔ دیکھ میرے پیر حضرت نوشہ گنج بخش رح دربار رسالت ﷺ کے حضوری

۱؎ تحائف قدسیہ ۱۲ ۲؎ ایضاً ۱۲ ۳؎ کنز الرحمت ص ۱۴۱ ۴؎ ثواقب المناقب ۱۲ سید شرافت

ہیں۔ اور وہاں سے فیض لے کر تمام جہان میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور مجھے سب سے پہلے بڑوں کی طرح حصہ دیتے ہیں۔ میری مثل کون ہے۔ جو میرا مقابلہ کرے۔ یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے آئے۔ دوسرے روز میں وہاں گیا تو دیکھا کہ اس کی کمر ٹوٹی ہوئی ہے۔ اور خس و خاشاک پر پڑا ہے۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے؟ اُس نے کہا تیرے پیر نے مجھے ہلاک کر دیا ہے[1]

شاہ نتھا کا فیض سلب کرنا منقول ہے کہ شاہ نتھا سلطان سوہدروی بصورت شیر متمثل ہو کر تمام یارانِ سجیارہ پیر رح کو ڈراتے اور تنگ کیا کرتے۔ سب نے آپ کے سامنے شکایت کی۔ تو آپ نے شاہ نتھا کا فیض سلب کر لیا[2]

تمباکو نوش کا جل جانا آپ کو تمباکو سے سخت نفرت تھی۔ کوئی شخص حقہ یا تمباکو لے کر آپ کے سامنے سے نہ گزرتا تھا۔ منقول ہے کہ ایک دن آپ راستہ میں جا رہے تھے۔ ایک سوار کے ہاتھ میں حقہ تھا۔ شاہ مراد رح شرقپوری نے آپ کو بتا دیا کہ یا حضرت فلاں سوار حقہ پیتا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ جل جائے گا۔ چنانچہ اسی وقت اُس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور جل گیا[3]

سید محمد سعید کے چوری ہونا منقول ہے کہ آپ نے سید محمد سعید دولہا بن سید محمد ہاشم دریادل نوشاہی رح کو نصیحت کی تھی کہ آیندہ روزانہ مسافروں کی خدمت کرنا۔ مگر کسی کو گھر میں رات نہ رکھنا۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک تاجر کو گھر میں رات رہنے کی اجازت دے دی۔ امر الٰہی سے اُسی رات اُن کے گھر چوری ہو گئی۔ انہوں نے آپ کے پاس نوشہرہ میں اطلاع بھیجی۔ آپ سن کر سخت ناراض ہوئے۔ کہ ہمارے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی ہے۔ آخر آپ نے دو جاسوس بھیجے کہ چوروں کی تلاش کریں۔ آخر ایک جگہ وہ چور مال تقسیم کرتے ہوئے پکڑے گئے[4]

---

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ [2] کنز الرحمت ص ۱۱۸ [3] ایضاً ص ۱۲۵ [4] تحائف قدسیہ ۱۲ شرافت

ایک چور کو سزا دینا آپ کا ایک مرید چوری کرتا تھا۔ آپ منع کرتے۔ مگر وہ باز نہ آتا۔ آخر قید ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اب اس کی شکایت نہیں آئے گی۔ چنانچہ وہ آٹھویں روز جیل خانہ میں مر گیا۔ آپ نے سُنا تو مراقبہ کیا۔ اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ ایمان تو سلامت لے گیا۔[۱]

وجد و تواجد آپ کو خود بھی وجد ہوتا تھا۔ اور آپ کی توجہ سے لوگوں کو بھی وجد ہوتا تھا۔

بے ادب کو وجد ایک مرتبہ آپ کو وجد ہوا۔ ایک شخص گستاخانہ کلام کرنے لگا آپ نے توجہ فرمائی تو وہ تڑپنے لگا۔ اور دیر تک وجد کرتا رہا۔[۲]

مریدوں کو وجد ایک روز مکان کے چھت پر محفل سماع ہو رہی تھی۔ آپ کے یاروں کو وجد ہوا۔ کئی ان میں سے وجد کی حالت میں نیچے گر پڑے۔ اور لکڑیوں پر پڑے۔ مگر کسی کو کچھ ایذا نہ پہنچی۔ صحیح سلامت رہے۔[۳]

گانے اور چرخہ کی آواز پر وجد آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مریدوں کا وجد قوالوں اور خوش خوانوں کا محتاج نہیں۔ چنانچہ آپ کے ایک مرید کو گانے کی آواز پر وجد ہو گیا۔ اور آپ کے ایک مرید کو چرخہ کی آواز پر وجد ہو گیا۔[۴]

رونے کی آواز پر وجد ایک مرتبہ کسی ماتم پر عورتیں رو پیٹ رہی تھیں۔ آپ کا ایک مرید وہاں سے گذرا اُس کو اُن کی آواز پر وجد ہو گیا اور وجد کی حالت میں یہ شعر پڑھتا ؎

ہے اوہ بوہ سایاں وے ہے اوہ بوہ سایاں
گل گل دے سکتے بھونکن وحدت لیکاں لایاں[۵]

۱؎ تحائف قدسیہ ص ۲ ۲؎ ایضاً ص ۱۰۷ ۳؎ ایضاً ص ۱۱۱ ۴؎ ایضاً ص ۲۱۴ ۵؎ ایضاً ص ۱۲۳ مستند شرافت ۲

گھوڑوں کو وجد ایک مرتبہ شہر قصور کے چند معزز پٹھان گھوڑوں پر سوار آپ کے پاس سے گذرے۔ آپ نے ایک نعرہ مارا۔ تو وہ سب وجد کرتے ہوئے گھوڑوں سے نیچے گر پڑے۔ بلکہ اُن کے گھوڑے اور سواری کے بھی وجد و رقص کرنے لگے ؎

شتر خو کردہ وجد و سماع ست ولیکن رقص اسپاں اعتراض ست

وفات کے بعد کرامات

بی بی تیتی کو زندہ ملنا منقول ہے کہ ایک روز آپ کی مریدہ بی بی تیتی مزار شریف کی زیارت کو آئی اور طواف کیا۔ اور نہایت فراق سے روتی اور بار بار کہتی کہ بے ادب لوگوں نے میرے مرشد پر سینکڑوں من مٹی ڈال دی ہے۔ ایک روز سارا دن طواف کیا۔ اور یہی کہتی رہی۔ اُسی وقت آپ قبر سے ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا کیا تو مجھے عاجز سمجھتی ہے۔ میں تو عاشق علوی کی سیر میں ہوں۔ قبر میں قیدی نہیں۔ تم جا کر آرام کرو۔ اس کے بعد ہم کو تکلیف نہ دینا ؎

ایک گونگے کا تندرست ہونا منقول ہے کہ ایک زمیندار کے ہاں بچہ پیدا ہوا جو مادر زاد گونگا اور بہرا تھا۔ بڑے علاج کئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ اس کو عرس نوشہرہ پر لے آئے۔ اس وقت میاں میہوں شیخپوری اور شہمیر قلندر لاہوری اور سید حافظ قائم الدین برقنداز پاک پتنی اور شاہ مراد شیر قصوری اور خواجہ بخت جمال جنگی والے اور دیگر یاران قصور و لاہور و کوہستان حاضر تھے۔ سب کے آگے عرض کیا۔ سب نے متفقہ طور پر کہا کہ اس کو حضرت شیخ بابا صاحب کے مزار پر لے جاؤ۔ اور وہاں عرض کرو۔ وہ چراغاں کا روز تھا۔ مزار شریف کے سامنے قوالی ہو رہی تھی۔ اس لڑکے کو وجد ہو گیا۔ وہ اُٹھ کر رقص کرنے لگا۔ اور اس کا سمع اور نطق صحیح ہو گیا۔ گونگا پن اور بہرا پن جاتا رہا۔ تمام مخلوق حیران رہ گئی۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ مجھے حضرت

---

۱ مناقب ص ۵۲ تحائف ص ۲۲۸ سے تحفہ شرافت

سپیارؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ ضعیف العمر ہیں۔ اور مجھے فرمایا کہ تو کیوں سنتا اور بولتا نہیں۔ اُسی وقت میرے کان اور زبان کھل گئے۔

بعد ازاں وہ لڑکا خواجہ بخت جمالؒ کا مرید ہوا۔[1]

پنجابی مقولے

آپ کے چند پنجابی مقولے کتاب تحائف قدسیہ میں درج ہیں۔ یہاں لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ "سچے شہ لوڑیں لاویاں قدم شریعت رکھ"

۲۔ سہ "من مارو بسمل کرو۔ ڈِٹھا کرو اَن ڈِیٹھ
ہے پردہ نہ پھاڑیئے توڑے سر پر بلے انگیٹھ"

۳۔ "ٹوٹے جوڑے۔ کِٹے بھورے کامل مرشد سوئی"

۴۔ "شیر رَبّے تاں بگجے"

۵۔ "بُڈھا ہو لوں مُتاں کن وِنہا لو والہ"

۶۔ آپ نے شیخ محمد سوہدرویؒ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ "میرا ٹٹو ٹپنا تیرا ٹٹو جھو"

۷۔ آپ نے حافظ برقندازؒ کو مخاطب ہو کر فرمایا سہ

"تیندوں ذنا دائرہ میں تخت حجرو کھا
لیوں تائیں سہل ہے پر رکھن او کھا"[2]

کلمات طیبات

آپ کے چند کلمات ثواقب المناقب سے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ فرمایا۔ عشق کستوری ہے اور دل نافہ۔ کستوری کے سوا نافہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

---

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ [2] یہ ساتوں مقولہ مرأۃ الغفوریہ میں ہے ۱۲ سید شرافت

۲۔ فرمایا۔ داغ مُہر ہے۔ اور سینہ لفافہ۔ مُہر کے سوا لفافہ معتبر نہیں ہوتا۔

۳۔ فرمایا۔ جو آنکھ آنسو کے بغیر ہے وہ ایسا چشمہ ہے۔ جس میں پانی نہیں۔

۴۔ فرمایا۔ جو دل چاک کے بغیر ہو وہ ایسا ہے جیسا مسجد بے محراب۔

۵۔ فرمایا۔ جو سانس بغیر آہ کے نکلے وہ ایسا تیر ہے جو خطا جائے۔

۶۔ فرمایا۔ جو دل بغیر درد کے ہو وہ ایسا ہے۔ جیسا پسلی میں تیر لگا ہو۔

۷۔ فرمایا۔ وہ سینہ جس میں عشق کا داغ نہ ہو وہ ایسا باغ ہے جس میں پھول نہ ہوں۔

۸۔ فرمایا۔ جس آنکھ میں مستانہ رونا نہ ہو وہ ایسا جام ہے جس میں شراب نہ ہو۔

۹۔ فرمایا۔ جس زبان میں شور و فغان نہ ہو وہ ایسا نمکین لقمہ ہے جو ناگوار ہو۔

۱۰۔ فرمایا۔ جس جگر میں شوق نہ ہو وہ کچا اور بے لذت کباب ہے۔

۱۱۔ فرمایا۔ وہ دل جو ید اللہ کی انگشتری کا نگین ہے وہ عشق کے یمن سے معمور ہوتا ہے۔

۱۲۔ فرمایا۔ حسن کا سورج کہ ملاحت کی کان ہے، عاشقوں کے رونے کے شور سے نمکسار ہو جاتا ہے۔

۱۳۔ فرمایا۔ جو عاشق آرام طلب ہو وہ بجھی ہوئی شمع ہے۔

۱۴۔ فرمایا۔ جو مشتاق آسائش کا طلبگار ہو وہ ایسی دیگ ہے جو سرد ہو۔

۱۵۔ فرمایا۔ عشق کا باغ ایسا پُر بہار ہے۔ جس کے سامنے جنت کی کوئی قدر نہیں۔

ملفوظات

آپ کے بعض ارشادات عالیہ مختلف کتابوں سے انتخاب کر کے لکھے جاتے ہیں۔

فرمایا۔ فقیری مشکل ہے۔ اس کا دل میں پوشیدہ رکھنا ظاہر کرنے سے بہتر ہے[1]

---

[1] ۔۔۔ قدسیہ ص ۲۲۵۔ شرافت

فرمایا۔ فقیری گھی کا برتن ہے اس کو محفوظ رکھیں تو کام آتا ہے۔

فرمایا۔ فقیر نیک و بد سے آزاد ہوتا ہے۔

فرمایا۔ فقیر کو دعا اور بد دعا سے کوئی سروکار نہیں۔

فرمایا۔ فقیر کی حاجت خود بخود پوری ہوتی ہے۔ اس کے دشمن خود ہی منہ کی کھاتے ہیں۔

فرمایا۔ فقرا قید مذاہب سے آزاد ہوتے ہیں۔

فرمایا۔ فقیر کو کوئی چیز ناپسند نہیں کرنی چاہیئے۔

فرمایا۔ فقیر کو شتر مرغ کی طرح نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ شیر کی مانند ہونا چاہیئے۔

فرمایا۔ علم قالب اور فقر جان ہے۔

فرمایا۔ علماء علم الیقین کی جان ہیں۔ اور فقرا عین الیقین کی جان۔

فرمایا۔ عالم اور فقیر میں یہ فرق ہے کہ عالم خود چل کر بادشاہوں کے دروازہ پر جاتا ہے۔ اور فقیر کے دروازہ پر بادشاہ چل کر آتے ہیں۔

فرمایا۔ علمائے راسخین وارث انبیاء ہیں۔ اس لیے فقیر ان پر جان قربان کرتے ہیں۔

فرمایا۔ بعض اوقات درویش پر ایسا مقام کھلتا ہے کہ اُس سے مباحات و منہیات کی تمیز اُٹھ جاتی ہے۔

فرمایا۔ جس شخص نے درویش سے دوستی رکھی۔ اس نے حق سے دوستی رکھی۔ اور جس نے درویش سے دشمنی کی۔ اس نے حق سے دشمنی کی۔

فرمایا۔ جو خدا تعالےٰ کا دوست ہے وہ ہمارا بھی دوست ہے اور جو حق تعالےٰ کا دشمن ہے۔ وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔

فرمایا۔ حق تعالےٰ کارساز ہے۔ درویش کو وہ ہی فتوح بھیجتا ہے۔ اور جو شخص اس کی بھیجی ہوئی چیز کو واپس کرتا ہے۔ وہ محتاج اور اندوہناک ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ جو لوگ ہمارے امر کا اتباع کریں گے۔ وہ قیامت کے روز بخشش کے مستحق ہوں گے۔

فرمایا۔ اگر سر جدا ہو جائے تو بھی خدا کا راز ظاہر نہ کرو۔

فرمایا۔ جس مرید کی تعریف اس کا پیر کرے وہ بڑا سعادت مند ہے۔ اس کو اور کیا مطلوب ہے۔

فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت و توصیف خوش الحانی سے کرنی چاہیئے۔

فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی یاد کرو۔ ایک ہی دیکھو۔ ایک ہی جانو۔ ایک ہی کہو۔

فرمایا۔ خدا کو ایک جانو۔ دو کو دیکھنا اَحوَل (بھینگے) کا کام ہے

فرمایا۔ تکبر کرنے سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ خودی اور تکبر برا وصف ہے۔ خودی کرنے سے انسان نقصان اٹھاتا ہے

فرمایا۔ تکبر نہ کرو۔ تکبر درگاہِ الٰہی سے دُور پھینک دیتا ہے۔

فرمایا۔ تکبر بد بختی کا ذریعہ اور بدگوہری کا اصل ہے۔

فرمایا۔ کنجوس آدمی اگرچہ سمندروں اور جنگلوں میں جا کر زہد و عبادت کرے۔ وہ بحکمِ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں نہیں جا سکتا۔

فرمایا۔ یادِ الٰہی میں اپنا دل لگاؤ۔

فرمایا۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے۔

فرمایا۔ سیدوں کو حسب و نسب کا فخر راہ حق کی طرف آنے نہیں دیتا۔

—— آپ نے ایک دوست کو فرمایا میں نے تجھ کو ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے۔ جہاں ہر دم حق کی یاد ہوتی ہے۔ اگر تو چاہے کہ جان سلامت رہے تو خدائے لایزال کے اسرار کو مت ظاہر کر۔

فرمایا۔ ہمارے خاندان کی عطا شدہ نعمت باطنی صرف دو گناہوں سے زائل ہو سکتی ہے۔ لقمہ حرام کھانا اور زنا کاری کا ارتکاب ان دونوں کبیرہ گناہوں سے بچنا چاہیئے۔ ان کے سوا ذوق و شوق سرد نہیں ہوتا۔

فرمایا۔ جب تک انسان کے بال بال سے ذکر ہو کی آواز نہ نکلے۔ تب تک روح، جسم کی آبادی کے مصر کی تخت نشین نہیں ہو سکتی۔

——آپ نے اپنے مرید شیخ رحمت اللہ شاہ بیگو والیہ رہ کو نصیحت فرمائی کہ تمہارے بزرگ عامل ہو گذرے ہیں تم کو چاہیئے کہ تین عملوں سے پرہیز کرو۔ اول تسخیر جنات کے لیے کوئی عمل نہ کرنا۔ دوسرا عورتوں کے لیے یعنی حب کا کوئی عمل نہ کرنا۔ تیسرا چور کا نام نہ نکالنا۔ اگر ان نصائح پر عمل پیرا ہو گے تو دونوں جہان کی سعادت حاصل کرو گے۔

فرمایا۔ میرے دوستو۔ اللہ تعالیٰ سے آشنائی پیدا کرو تم میں ایسی خوشبو آئے گی۔ جیسے پھول میں سے آتی ہے۔

فرمایا۔ میرے درویشوں کو چاہیئے کہ چار باتوں پر عمل پیرا ہیں۔ اول تمباکو نہ پئیں۔ دوم سر پر لمبے بال نہ رکھیں۔ سوم قوالوں کو کپڑے نہ دیں۔ چہارم غیروں کی مجلس میں نہ جائیں۔

پھر اس کے وجوہات بیان فرمائے۔

اول ہر ایک غذا کا کوئی وقت مقرر ہوتا ہے یا اس سے صبر ہو سکتا ہے۔ تمباکو نوشی کا نہ کوئی وقت ہے۔ اور نہ اس سے صبر ممکن ہے۔

دوم۔ اگر درویش لمبے بال رکھیں گے تو ان کے حسن میں افزائش ہو گی۔ اور عورتیں ان پر فریفتہ ہوں گی۔ ممکن ہے کہ وہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں۔

سوم۔ ہمارے درویشوں کا وجد قوالوں کا اور راگیوں کا محتاج نہیں۔ ان کو کنوئیں کی آواز اور گائے کی آواز پر بھی وجد ہو سکتا ہے۔

چہارم۔ اگر غیروں کی مجلس میں بیٹھیں گے تو ممکن ہے کہ اُن کی صحبت سے متاثر ہو کر گمراہ نہ ہو جائیں۔

فرمایا۔ جہاں میرے مرید جمع ہوں گے۔ اور محبت کی شمع جلائیں گے۔ اور مجھ کو یاد کریں گے تو میں ان کی مجلس میں مخفی طور پر موجود ہوں گا۔ اور ان کو دیکھ کر خوش ہوں گا۔

——ایک شیخ وقت آپ کے حضور میں آیا۔ اس نے کہا کہ مرشد کامل وہ ہوتا ہے۔ جس کی نظر بارہ ۱۲ کوس تک وسیع ہو۔ آپ نے فرمایا۔ اگر بارہ ۱۲ کوس سے باہر مرید کو کوئی تکلیف پہنچے اور مرشد کو خبر نہ ہو تو ایسے مرشد کا کیا فائدہ؟ مرشد کامل وہ ہے۔ جس کی نظر مشرق سے مغرب تک وسیع ہو۔ جہاں کسی مرید پر مشکل بنی جھٹ معلوم کیا۔ اور اس کو حل کرنے کی کوشش کی

فرمایا۔ جو مہمان گھر آئیں ان کی خدمت کا حق پوری طرح ادا کرنا چاہیئے۔

—— آپ ایک دفعہ ایک مدرسہ کے پاس سے گذرے۔ آپ کے ساتھ سماع ہو رہا تھا۔ آپ نے قوالوں کو فرمایا کہ چپ ہو جاؤ کہ طلبار کی تعلیم میں حرج نہ ہو۔

فرمایا۔ اے قرآن پڑھنے والو۔ تم قرآن تو پڑھتے ہو۔ لیکن اس کے حقائق سے ناواقف ہو۔ ابھی تک ذکر ہُو نے تمہارے دل میں گھر نہیں کیا۔

—— ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمسائے اور قریبی لوگ درویشوں کے فیض سے عموماً محروم رہتے ہیں۔ اور دُور کے لوگ فائز المرام ہو جاتے ہیں۔ یہ کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔ جاؤ ایک گلاب کی ٹہنی پھولوں اور پتیوں سمیت توڑ لاؤ۔ وہ لے آیا۔ آپ نے فرمایا اس کو سونگھو۔ خوشبو کس چیز میں ہے۔ اس نے عرض کیا۔ خوشبو صرف پھول میں ہے۔ ٹہنی اور پتے اس سے خالی ہیں آپ نے فرمایا اب ان سب چیزوں کو اپنے ہاتھوں میں ملا کر خوب مَلو۔ اس نے اسی طرح کیا۔ پوچھا اب ان کو سونگھو۔ جب سونگھا تو کہا کہ اب سب میں سے پھولوں کی خوشبو آرہی ہے آپ نے فرمایا۔ اسی طرح ہمسایوں اور قرابتداروں کو سمجھو۔ اگر دُور رہیں گے تو خوشبو کے فیض سے محروم رہیں گے۔ اور اگر درویش کی خدمت میں آمدورفت اور میل جول رکھیں گے تو فیضیاب ہو جائیں گے۔

—— ایک شخص نے خدمت میں عرض کیا کہ میرے دشمن میری جان کے درپے ہیں اُن سے بچنے کی کوئی تدبیر مجھے سکھائیں۔ آپ نے فرمایا ایک کا ناد تنے لاؤ۔ اور اُس کو ہر گرہ سے توڑ کر پوریاں بنا دو۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا —— ان سب پوریوں کو اکٹھا کر کے توڑا اس نے بہت زور لگایا مگر توڑ نہ سکیں۔ آپ نے فرمایا اے دوست اگر تم بھی اسی طرح متحد رہو گے تو کسی دشمن کا وار تم پر نہ چلے گا۔

فرمایا۔ اگر دو دل۔ جمع ہو جاویں تو پہاڑ کو اکھاڑ سکتے ہیں۔ اور بڑی بڑی جماعتوں کو پراگندہ کر سکتے ہیں۔

—— آپ نے اپنے پیر بھائی خواجہ فضیل کابلی رح کو فرمایا میرے پیر حضرت نوشہ گنج بخش رح نے جو تم پر فیض عطا کیا ہے۔ اور باطنی اسرار کا خزانہ تم پر کھول دیا ہے۔ اس کو محفوظ رکھنا شریعت کے قدم کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ اور اس کے دروازہ پر سر بسجود رہتا۔

معترفین کمالات

آپ کی تعریف میں اکثر اولیاء اللہ اور مورخین رطب اللسان ہیں۔

۱۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت میاں میر قادری لاہوری رح کی ملاقات کی۔ انہوں نے فرمایا میاں پیر محمد سچیار رح تصرف والے ہیں۔ دُور کے واقعات کو بہ چشم زدن میں اپنے قریب لا سکتے ہیں۔[1]

۲۔ حضرت شیخ پیر اشاہ غازی قلندر دمڑیوالہ قادری ساکن کھڑی شریف جو سید علی امیر بالا پیر خلف الرشید سید محکم الدین محمد مقیم گیلانی حجروی کے اکابر خلیفوں سے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی زیارت و ملاقات کے واسطے نوشہرہ میں آئے۔ اور آپ کی توصیف کی۔[2]

۳۔ حضرت سید محمد غوث بن سید حسن گیلانی لاہوری رح آپ کی زیارت کو آئے اور آپ کی ملاقات کا واقعہ اپنے رسالہ تصوف المعروف اسرار الطریقت میں اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"میں نے فقیروں کے دیکھنے کے لیے ایک لمبا سفر اختیار کیا۔ اور گجرات میں پہنچا۔ اس کے اطراف میں نوشہرہ ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک بزرگ شیخ پیر محمد نام سو سال سے زیادہ عمر کے رہتے تھے۔ اور حضرت شیخ حاجی محمد نوشہ قادری رح کے صاحب نظر مریدوں سے تھے۔ اور اس قدر جذبہ رکھتے تھے کہ ایک ہی نظر اور توجہ سے اثر حرارت اور ذکر قلب اور گریہ اور حال غالب ہو جاتا تھا۔ میں ان کی زیارت کے لیے گیا۔ آپ ایک چھوٹے سے باغ میں پڑے تھے۔ خادم آپ کے پاؤں داب رہا تھا۔ میں نے بھی پاؤں دبانے شروع کئے۔ آپ نے فرمایا یہ کون عزیز ہے کہ مجھ کو اس کے ہاتھوں سے ذکر کی آواز مسموع ہوتی ہے۔ دو بار یہ کلمہ فرمایا پھر اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور مجھ سے حال پوچھا۔ اور میرے حال پر توجہ اور مہربانی فرمائی تین دن مجھ کو اپنے پاس رکھا۔ ہر روز توجہ فرماتے اور

[1] تحائف قدسیہ ص ۱۴۷ [2] بوستان قلندری ۱۲ سید شرافت

اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں نوالے دیتے تھے۔ اور ان کی توجہ سے مجھ میں اثر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن غالب نہ تھا۔ نیز مجھ کو اپنی ٹوپی اور چادر دے کر اجازت دی اور رخصت کر دیا۔ اور اس کے بعد ان کی خدمت سے میں رخصت ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے دوستوں کو جو گوشہ نشین ہیں دیکھتے جانا۔ دو تین دن تک ان کے یاروں کے دیکھنے کے لیے بھی ادھر اُدھر جانا پڑا۔ پھر میں گجرات میں آیا۔ جب میں نے معلوم کیا تو مجھ میں جذبہ کا اثر موجود نہ تھا۔ پھر دوسرے دن شیخ کی خدمت میں گیا۔ آپ نے مہربانی کی اور فرمایا کہ تم کو سلوک کے طریقہ اور مجاہدہ کی عادات بہت ہیں۔ ان کو ترک کر دو تب یہ جذبہ کی نسبت غالب ہوگی۔ مگر وہ مجھ سے ترک نہ ہو سکیں"

۴۔ حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رہ نے فرمایا ہے کہ شیخ پیر محمد سچیار نے جو پودا بویا ہے۔ اُس کو اکھاڑا نہیں۔ یعنی جس کی باطنی تربیت شروع کی ہے۔ اُس کو نامکمل نہیں چھوڑا۔ جس کو دیکھا اس کو کمال تک ہی پہنچایا۔ جس کا ہاتھ پکڑا اُس کو مقصود تک پہنچا کر چھوڑا۔[1]

۵۔ مرزا محمد اعظم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست ضلع گجرات۔ اپنی تاریخ گجرات ص ۲۲۹ میں لکھتے ہیں۔

"میانہ گکھڑ۔ اصل میں مغل کیانی کہلاتے ہیں۔ مورث ان کا اکبر خاں پسر کامل خاں تھا۔ کامل خاں نے بملازمت سلطان محمود غزنوی رح کے اقتدار پایا۔ اور کابل میں رہائش پذیر رہا۔ اس کا بیٹا گکھڑ ساتھ سلطان محمود غزنوی رح ملک پوٹھیار میں آیا۔ اور اس ملک کو جو سابق تخت حکومت فرمانروائے کشمیر تھا۔ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور دان گلی کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ چند پشت ان کی حکومت پوٹھیار میں رہی۔ وقت طوائف الملوکی مغلوب وضعیف ہو کر بسبب اتفاقات وحوادثات ان کی اولاد جا بجا چلی گئی۔ منجملہ ان کے پیر محمد نام وقت شاہجہان بادشاہ کے صحبت میں خوش کے فقیر کامل تھے۔ حاضر ہو کر بیعت اختیار کی۔ اور بطریق سیر اس ضلع میں آیا۔ اور کنارہ دریائے چناب جائے نشست پسند کر کے بیٹھ گیا۔ اور

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ ملہ صحیح لفظ پوٹھوار ہے ۱۲ سید شرافت

قوم کھوکھر کے گھر بیاہا گیا۔ اور اپنے سسرال سے بذریعہ ہبہ دختری کچھ رقبہ لے کر ملکیت بنائی۔ خانقاہ ان کی موضع نوشہرہ میں ہے۔ اور اس ملک میں پیری ان کی مشہور ہے۔ اور اولاد ان کی بنام میانہ شہرت رکھتی ہے۔ دیہات ملکیت ان کے یہ ہیں۔ نوشہرہ۔ کوٹ میاں مہوٹہ کلاں" بلفظہٖ

بیویاں

آپ کی دو اہلیہ تھیں۔

۱۔ حضرت بی بی رانی رح۔ بنت شیخ عبدالرحمن بھٹی ساکن ہتار۔ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۲۔ دوسری شادی موضع بھکھڑیالی ضلع سیالکوٹ میں قوم کھوکھر کے ہاں کی۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

اولاد

آپ کے ایک ہی صاحبزادہ میاں عبدالجلیل تھے۔

آپ کی دو بیٹیاں تھیں۔

اول۔ بی بی شہر بانو رح۔ منکوحہ سید شاہ حسین خوارزمی رح ساکن سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ۔

دوم۔ بی بی فیروز خاتون رح۔ منکوحہ سید عبدالرحمٰن خوارزمی المعروف شاہ تھما سلطان سوہدروی۔

یاران طریقت

آپ کے مریدین و معتقدین بے شمار تھے۔ صاحب کنز الرحمت نے لکھا ہے کہ آپ کے مرید چھتیس ہزار تھے ؎

ششش و سی ہزار اندر وے حصا   نیا یند در زیر ترقیم ما!

جو شخص آپ کے حلقہ صحبت میں داخل ہوتا تھا۔ اس پر حالت عجیب طاری

ہوتی تھی۔ تذکرہ نوشاہیہ میں ہے۔

"ہر کہ در صحبت ایشاں داخل میشد او را حال عجب رُو میداد"

یہاں آپ کے چند مشاہیر اصحاب کے نام لکھے جاتے ہیں۔

نام	مقام	ضلع
۱۔ میاں عبدالجلیل رح فرزند آنجناب	نوشہرہ شریف	ضلع گجرات
۲۔ میاں محمد اکرم بن میاں عبدالجلیل رح نبیرہ آنجناب	〃	〃
۳۔ میاں اللہ داد المعروف کالا قوال خادم	〃	〃
۴۔ شیخ سید محمد سعید دولا بن سید محمد ہاشم دریادل نوشاہی رح	ساہن پال شریف	〃
۵۔ مولوی کوہان[1]	نوشہرہ ککے زئیاں	〃
۶۔ میاں میہوں مہوڑہ مخاطب بہ فرزند رح	شیخ پور	〃
۷۔ شیخ میر شاہ سلطان بگا شیر مست الست رح	لکھنوال	〃
۸۔ سید شاہ بولاق رح	ہنج دھونبک	〃
۹۔ میاں رحیم شاہ رح	شہباز پور	〃
۱۰۔ شاہ سیدا رح	بھارو کے	〃
۱۱۔ شیخ فتح الدین بن شیخ محمد آفتاب سلیمانی رح	رسول نگر	گوجرانوالہ
۱۲۔ سید شاہ حسین خوارزمی رح[2] داماد آنجناب	سوہدرہ	〃
۱۳۔ سید عبدالرحمٰن خوارزمی المعروف شاہ نتھا سلطان رح داماد آنجناب	〃	〃
۱۴۔ شیخ محمد قاضی تمازی سوار رح	〃	〃
۱۵۔ شیخ حبیب اللہ رح	〃	〃
۱۶۔ شیخ ولی داد المعروف رحمان قلی شہید رح	〃	〃
۱۷۔ شیخ اللہ بخش قریشی عباسی رح	جلالپور بھٹیاں	〃

---

[1] ان کا نام صرف زمزمہ نوشاہی میں ہے۔ باقی کتابوں میں نہیں ۱۲ [2] ان کا نام فہرست یارانِ سچیاریہ میں نہیں پایا گیا۔ چونکہ یہ آپ کے داماد تھے۔ اس لیے ضرور ہے کہ مرید بھی ہوں گے۔ لہٰذا میں نے درج کر دیا ہے ۱۲ سید شرافت

نام	مقام	ضلع
۱۸۔ شاہ مراد رح	شرقپور	ضلع شیخوپورہ
۱۹۔ شیخ محمد پناہ رح	بھڈو کے متصل گکھوٹیاں	سیالکوٹ
۲۰۔ شیخ رحمت اللہ شاہ قریشی رح المعروف رحمت سائیں رح	بیگووالہ	〃
۲۱۔ شیخ گل محمد رح	سلہر	〃
۲۲۔ مرشیخ محمد فاضل کلاں رح	--	لاہور
۲۳۔ مرزا لالہ بیگ مجذوب رح	--	〃
۲۴۔ شیخ ککھیر المعروف شمیر قلندر عباسی رح	--	〃
۲۵۔ حافظ اسمٰعیل رح	بھیلہ	〃
۲۶۔ سید شاہ فرید رح	ڈھولن وال	〃
۲۷۔ سید شاہ جمال رح	پٹی	〃
۲۸۔ میاں عابد رح	سنگھرہ	〃
۲۹۔ میاں سلطان ڈوگر رح	لدھوڈنکا	〃
۳۰۔ حافظ محمد صدیق عاشق حضوری رح	قصور	〃
۳۱۔ حافظ سعد اللہ رح	〃	〃
۳۲۔ میاں پہلو رح	〃	〃
۳۳۔ شیخ اسماعیل رح	〃	〃
۳۴۔ شیخ ماہی رح	〃	〃
۳۵۔ شیخ محمد صالح افغان اچوزئی رح	〃	〃
۳۶۔ شیخ عبد اللہ رح	〃	〃
۳۷۔ شیخ غلام حسین رح	چھاپہ	امرتسر
۳۸۔ شیخ بخت جمال تیرانداز امیر منیر رح	جھنگی	گوجرانوالہ
۳۹۔ سید حافظ قائم الدین محمد برقنداز سبزواری رح	پاک پتن	منٹگمری
۴۰۔ سید شاہ شریف	تلونڈی چوہدریاں ریاست کپورتھلہ	جالندھر

٤١- شیخ بدیع الزمان ابدال داؤد پوترہ مخاطب بہ بخشی رح	پونزہ	ضلع ملتان
٤٢- حاجی عبدالرحمٰن رح	کوچہ خاندوراں	دہلی
٤٣- میاں صابر شاہ رح		"
٤٤- میاں خزانہ نٹے رح		بنگال
٤٥- میاں دیندار رح		علاقہ کوہستان
٤٦- میاں اختیار رح	جنڈیالہ کلساں	شیخوپورہ

٤٧- میاں رستم رح	٤٨- مرزا طاہر بیگ	٤٩- حاجی دسوندھی شاہ رح
٥٠- شیخ بدھن	٥١- شیخ فیض اللہ کلاں رح	٥٢- شیخ فیض اللہ ثانی رح
٥٣- میاں شاہ محمد کلاں رح	٥٤- میاں شاہ محمد ثانی رح	٥٥- شیخ نظر محمد رح
٥٦- شیخ عبدالخالق رح	٥٧- میاں عیسٰی رح	٥٨- شیخ محمد زاہد رح
٥٩- سید محمد شاہ رح	٦٠- سید عبدالغفار رح	٦١- شیخ محمد فاضل ثانی رح
٦٢- شیخ فاضل محمد گل	٦٣- میاں اللہ دتہ چھٹہ	٦٤- شیخ عبدالرحمٰن ثانی رح
٦٥- شیخ سعدالدین مسعود رح	٦٦- شیخ عبداللہ دھول رح	٦٧- شیخ فتح محمد رح
٦٨- شیخ مراد ثانی رح	٦٩- میاں سید شاہ رح	٧٠- سید الف شاہ رح
٧١- شیخ میر تقی رح	٧٢- شاہ تاج الدین خطا پوش رح	٧٣- سید حسن رح
٧٤- مرزا گل بیگ رح	٧٥- شیخ محمد گل رح	٧٦- میاں عالم رح
٧٧- شیخ نعمت اللہ نومسلم رح	٧٨- شیخ عبدالرحیم رح	٧٩- میاں احمد رح
٨٠- میاں محمد سعی رح	٨١- شیخ قائم الدین ثانی رح	٨٢- حاجی شاہ داؤد رح
٨٣- شیخ پیر محمد رح	٨٤- شیخ حیات رح	٨٥- شیخ دائم
٨٦- میاں دادن رح	٨٧- شیخ معموری رح	٨٨- میاں کستور رح
٨٩- مرزا اکرم بیگ	٩٠- محمود رح	٩١- شیخ درگاہی رح
٩٢- میاں عظیم اللہ رح	٩٣- میاں عبد... رح	٩٤- میاں غریب شاہ فقیر نصر
٩٥- شاہ بھون رح	٩٦- میاں ماہی	٩٧- میاں سماعیل رح

۹۸۔ میاں سید اثانی رح

مستورات میں سے

۹۹۔ بی بی شہر بانو دختر آنجناب ؒ ۱۰۰۔ بی بی فیروز خاتون دختر آنجناب ؒ

۱۰۱۔ بی بی تسبی خادمہ رح .... غیر مسلموں میں سے

۱۰۲۔ سردار کوسائی سنگھ ۱۰۳۔ لالہ انوپ رائے ۱۰۴۔ سنگھ جی سنگھا[1]

تبرّکات

آپ کی تسبیح کا ایک دانہ۔ اور ایک رومال جس پر ریشمی دھاگہ سے کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے یہ دونوں چیزیں آپ نے اپنے خلیفہ شاہ مراد شرقپوری رح کو عطا فرمائی تھیں۔ یہ آجکل سجادہ نشین درگاہ شاہ مراد کے گھر میں بمقام شرقپور ضلع شیخوپورہ موجود ہیں۔

کتاب اسرار الطریقت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ٹوپی اور چادر آپ نے حضرت سید محمد غوث گیلانی قادری لاہوری رح کو بھی عطا فرمائی تھی۔

مدحیات

آپ کی مدح و توصیف میں اکثر شعراء نے نظمیں لکھی ہیں۔ چند ایک ان میں سے نقل کی جاتی ہیں۔

(۱)

از کتاب ثواقب المناقب مصنفہ علامہ محمد ماہ صداقت کنجاہی رح

مبارک باد گو مد عندلیبم | کہ عید نو بہار آمد نصیبم
نمیدانم چہ در سر دارم امروز | کہ مشق شور محشر دارم امروز
من و مدح شہ صاحب کرامت | چراغ زیر دامان قیامت

[1] یہ سب یاران طریقت کے نام ثواقب المناقب۔ تحائف قدسیہ۔ مراۃ الغفوریہ۔ کنز الرحمت سے لکھے ۔ م۔ا۔ سید شرافت

چو فانوس خیال لشکر او — بلاگردان شده گرد سر او
فروغ جلوه صبح ایجاد دارد — صفا و صدق مادرزاد دارد
همایون افتتاح و اختتامش — گذشته در یمین طفلی بهر نامش
دلش خورشیدوار آئینه پرداز — اکسیر تجلی کیمیا ساز
ببزم رفعت آن شاه جم جاه — بود یک بندهٔ شامی نسب ماه
بذکر اژده دندان تیز کرده — سمند شوق را مهمیز کرده
بیادش هندوے ظلمت سرشته — زحل مانند همراه فرشته
هزاران خیل زاغ کفر مانوس — بهشتی گشته از فیضش چو طاوس
چو شمع آتش پرستان غلط کار — بدین درگاه می سوزند زنار
بود در مشرب اہل ارادت — چو مصحف جلوهٔ زیبش عبادت
تواند کرد از برق نظاره — فلک چون شیشه ساختن دو پاره
ز بیم قهر او در یک کواکب — شود تیر عدم چون ذره در شب
سراپاے مغرق یافت چون ماه — مگر سائل شده ماهی بدرگاه
فقیرش گرچه دنیادار باشد — حریف مالک دینار باشد
شود زلف سخن کوتاه اینجا — که لا احصی ست بسم الله اینجا
بدور روضهٔ پاکش درختان — چو گرد کعبه فوج نیک بختان
خصوصاً آں کنار خیمهٔ نور — بهم پیوندی نخل سر طور
ز ساق عرشش برتر پایهٔ او — چو سدره به ملائک سایهٔ او
سراپا شاخ او شاخ نبات ست — ثمر شیرین تر از آب حیات ست
برات هستی طوبیٰ فرشته — بآب خضر بر برگش نوشته

بود شمع مزارش شعلهٔ طور
فلک یک گنبد او چشم بد دور

(۲)

آنکہ رُوح القدس بد مشتاقِ او / صبحِ صادق پرتوِ اشراقِ او
آہِ سردش صیقلِ آئینہ ہا / مرہمِ کافورِ زخمِ سینہ ہا
درد باشد خانہ زادِ بامِ او / بر لبِ زخمِ جگر پیغامِ او
ابرِ رحمت بحرِ لطفِ بے کنار / کردہ ماہی تا بمہ فیضِ آشکار
عالمے گل چین شد از باغِ او / گشتہ طاؤس از بہارِ داغِ او
بلبلِ گلزارِ او بیش از شمار / ہر یکے گردیدہ از شادی ہزار
خضر باشد بندۂ درگاہِ او / آبِ حیوان نذرِ خاکِ راہِ او

(۳)

باد قرآں شود سر مشقِ اعجاز / باین بت خانہ گردد جلوہ پرداز
چہ نسبت کفر با اسلام دارد / نمودِ فرقِ صبح و شام دارد
شعارِ کفر برد اسلام در کون / ستردہ تیغِ موسیٰ ریشِ فرعون

(۴)

مے شود بزمِ چراغاں ہر کنار / محشرِ پروانہ ہائے جاں نثار
مجلسِ رضواں بلا گردانِ او / خلوتِ رُوح القدس قربانِ او

(۵)

چو یوسف عالمے سودائے اوست / شہیدِ جلوۂ یکتائے اوست
نگیں مانند محوِ نامِ او نیم / سیہ مستانِ دُردِ جامِ او نیم

(۶)

ازکتاب تحائف قدسیہ، مصنفہ شیخ پیر کمال لاہوریؒ

فقیر و اولیاء و کنبل سیاہ پوش / شدہ پیرِ محمد مست با ہوش
شریعت ہم طریقت کردہ یکجا / حقیقت معرفت را گشت ملجا
نرفتہ یک قدم از شرع بیروں / ہمیشہ بود اندر حکم بیچوں

نماندہ در جہاں از غیر تش غیر | زفیضِ نظر او چوں کعبہ شد دَیر
گلِ گلزارِ وحدت گشت سیراب | زباغِ عشق او شد جملہ در آب
چناں آں دستگیرِ وقت گردید | کہ واصل ہمہ شد عالم بیک دید
دوبارہ در جہاں نوشہ رسیدہ | بہ بخشش از جہاں سبقت گزیدہ
در دینِ فقر پیر و بس جواں بخت | کہ بعد از شاہ نوشہ گشت بر تخت
ہزاراں مُردہ دل گردیدہ زندہ | شہانِ ملک در خدمت چو بندہ
ہمہ عالم بفیضِ او شدہ سبز | ولیکن وے تحمل کرد زاں دیر
نماندہ قدر نعمت عام گردد | طیور و وحش مستِ جام گردد

(۷)

از کتاب کنز الرحمت مصنفہ مولانا محمد اشرف فاروقی منچری

زہے غوثِ دوران و قطبِ زماں | درو نورِ ذاتِ الٰہی نہاں
کمانِ کہ کردہ صلاحش بدست | بیک زورِ بازوئے پاکش شکست
زمعراجِ او عرش یک پایۂ | فلک زیرِ بام و درش سایۂ
قضا و قدر ہر دُو محکومِ شاں | ہمہ رازِ پوشیدہ معلومِ شاں
شدہ توسنِ آرزو رامِ شاں | اسمِ اعظمِ ایزدی نامِ شاں
بیک قرت نوشیدہ جامِ الست | ازاں جام بر بادہ مادام مست
جنیدِ زماں شبلیِ وقت بود | ز پیشینیاں گوئے سبقت بود

(۸)

از مولانا پیر غلام قادر شاہ اثر انصاری برقندازی جالندہری

کیا ہی اپنا بخت یاور اور طالع یار ہو | جو ہمیں حاصل حضورِ حضرتِ سچیار ہو
یاد میں شوخِ پنجابی کی رسیلی انکھ کے | کیوں نہ فرقہ پہ شکن یہ چشمِ دریا بار ہو
خاکپا ہوں اس کا جو عاشق ہے ہادیٔ پاک کا | کافرِ اسلام ہو یا مومنِ دیندار ہو
آ گیا بغدادِ اقدس کا نو شہرہ میں ظہور | دیکھ لے آنکھوں سے اگر جس کو کچھ انکار ہو

حضرتِ تکمیل وہ حاصل ہے تیری ذات کو
اک نظر دیکھو جسے تو وہ اولی الابصا ہو

کالا کنبل اوڑھ کر زلفوں کو لٹنے چھوڑ کر
خوابگاہِ ناز سے جلوہ نما اک بار ہو

رویتِ اقدس تیری گر خواب میں ہووے نصیب
چشمِ خفتہ میری رشکِ طالعِ بیدار ہو

گر ترا جوشِ تصرف جوش ستاری میں آ
حافظِ قائم کا جتنا رجس ہوا طہار ہو

صدقہ محی الدین کا نوشہرہ میں بلوا لو اسے
یوں اثر کی کب تلک بستی[1] میں مٹی خوار ہو

(۹)

حامیٔ دنیا و دیں اپنا شہ سچیار ہے
نائبِ خاصِ رسول اللہ کا جو مختار ہے

زینتِ سجادۂ حاجی محمد گنج بخش
شاہ سلیمانِ سخی کا خازنِ اسرار ہے

ہے وہ منظورِ جنابِ غوثِ اعظم محی دیں
سالکانِ نوشہی کا قافلہ سالار ہے

دے رہے ہیں مقتدی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ کی صدا
ہے یہاں آغاز میں جو کچھ مآلِ کار ہے

انیں ہیں سارے خواصِ قطبِ ارشاد و مدار
فیض ان کا نقطۂ عالم پہ چوں پرکار ہے

پاتے ہیں تکمیل حاضر ہو کے خاصانِ خدا
مجلسِ انس ان کی بزمِ خواجۂ احرار ہے

لی کفالت ہے مریدوں کی تحفظ کی آپ نے
غم اثر کیا ہم کو جب وہ مونس و غمخوار ہے

(۱۰)

جاں بلب ہوں ہجرِ دلدارِ جنابی زاد میں
رات دن جاتا ہے آہ و نالہ و فریاد میں

مجتمع ہیں سب خواص قطبِ ارشاد و مدار
حضرتِ سچیار ہادی صاحبِ ارشاد میں

جس نے دیکھا اک نظر مدہوش و متوالا ہوا
ہے غضب کا نشہ انکی چشمِ سحر ایجاد میں

اُس بتِ جناب سے کہنا خدارا اے صبا
مر رہا ہے اک ترا مشتاق تیری یاد میں

کلبۂ احزان بستی[2] میں ہوں یارب دم بخود
یا مجھے پہنچا دے نوشہرہ میں یا بغداد میں

روضۂ سچیار کی ہوگی زیارت کب نصیب
بس یہی ہے رات دن حسرت دلِ ناشاد میں

دورِ گردوں گر مخالف ہے تو کیا غم ہے اثر
حضرتِ سچیار کے ہوں دامنِ امداد میں

---

[1] بستی سے مراد بستی شیخ درویش ہے۔ جو شہر جالندھر کے پاس ایک قصبہ ہے۔ مولانا اثرؔ کا مولد و مسکن تھا ۱۲ [2] ایضاً ۱۲ سید شرافت

(۱۱)

ہادیِ راہ نما پیر محمد سچیار — قبلۂ اہلِ صفا پیر محمد سچیار

انکی صورت سے میاں عین لقائے رحماں — مظہرِ ذاتِ خدا پیر محمد سچیار

مقعدِ صدق سے جدم وہ سرافروز ہوئے — تب خطاب ان کا ہوا پیر محمد سچیار

اسکی کشتی کو نہیں لطمۂ طوفاں سے خطر — ناخدا جس کا بنا پیر محمد سچیار

ٹل گئے دل سے غم و رنج کے سب بارگراں — کہا اک بار جو یا پیر محمد سچیار

بول اٹھے اِنّی اَنَا سرِ حقیقت سے جسے — کریں آگہ جو ذرا پیر محمد سچیار

کیوں اثر ہو غم و غدغۂ یوم نشور — جس کے حامی ہوں بھلا پیر محمد سچیار

(۱۲)

نہ کیا شوخِ چنابی نے کبھی یاد ہمیں — چین لینے نہیں دیتا دلِ ناشاد ہمیں

قبلہ و کعبۂ دیں پیر محمد سچیار — پیر کیا حق نے دیا صاحبِ ارشاد ہمیں

ایسے سرمست ہوئے دیکھ کے وہ میگوں چشم — کہ دو عالم کی نہ مطلق رہی کچھ یاد ہمیں

سجدے کرتے ہیں ترے قبۂ عالیشاں کو — کچھ نہیں ڈر پڑے کافر کہیں زہاد ہمیں

حضرتا بارِ علائق سے گھٹا جاتا ہے دم — فکرِ دنیا کی اسیری سے کر آزاد ہمیں!

خاکساری میں ہے اس قطبِ زماں کے یہ عروج — شوق سے دیکھنے کو آتے ہیں آباد ہمیں

اے اثر دجلہ ہے چناب دکھائی دیتا — اور نوشہرہ نظر آتا ہے بغداد ہمیں

(۱۳)

از اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفےٰ نوشاہی دام برکاتہ

امیرِ تختِ عرفاں بود سچیار — امام و رہنما با جود سچیار

ولیِ با کمال و قبلۂ جاں — حبیبِ ایزدِ معبود سچیار

مریدِ پیر نوشہ صاحب ذوق — بعشقِ مقتدر بہبود سچیار

مقدس اسم وے پیر محمد — بصدق و راستی مے بود سچیار

بنوشہرہ مبارک روضۂ او — بگردش زائراں مسجود سچیار

بہر سو مشک فقرش ہست بے حد — بعرفاں گوئے حق بر بود سچیار
بہ نوشاہی نگاہے کن خدا را — بقلبم ذوق کن موجود سچیار

(۱۴)

شاہ سچیار ست پیرِ عارفاں — مرشدِ آفاق شیخِ واصلاں
در ہمہ اوقات منظورِ خدا — در ہمہ ساعات، از شہوت جدا
فیض او عام ست چوں طوبیٰ دراز — ہر کہ یارش گشت میشد سرفراز
ہست نوشہرہ مجیش خانقاہ — فیضہا جوئید زاں فقراؤ شاہ
در جنابِ شیخ خود منظور بود — روز و شب در خدمتِ مرشد فزود
در مریدانش زدنیا دیں نشاں — نیز اولادِ ولی کامل بداں!
گفت نوشاہی دعایش بیحساب — در حضورِ پیرِ نوشہ بے حجاب

(۱۵)

عاشقِ کردگار داں سچیار — شائقِ تاجدار داں سچیار
یافت عشقِ خدا ز نوشہ پیر — زبدۂ اولیا عیاں سچیار

واقعۂ وفات

منقول ہے کہ جب آپ کے ایامِ رحلت قریب آئے تو آپ نے سب احباب کو پیغام بھیجے کہ بہت جلدی آکر اپنے مقاصد حاصل کریں۔ کہ مجھ کو سفرِ آخرت درپیش ہے۔

جب وقت اخیر ہوا تو میاں کالا خادم نے عرض کیا کہ بعض یارانِ طریقت قریب اور بعض دُور ہیں۔ اور بعض غائب اور بعض حضور ہیں۔ آپ نے فرمایا میں مجذوب نہیں۔ جو کچھ کسی کا حصہ تھا۔ وہ پہلے روز ہی اس کو دے دیا تھا۔ میرے لیے نزدیک اور دُور یکساں ہے۔ حق تعالےٰ نے مجھ کو ایسی طاقت عطا فرمائی ہے۔ پھر میاں کالا کو فرمایا کہ تم جا کر عصر کی نماز پڑھو۔ اس کے بعد اپنے بیٹے میاں عبدالجلیل رح اور اپنی بیٹی بی بی

فیروز خاتونؒ کو رخصت کیا۔ اور ذکر و فکر میں مشغول ہوئے۔[۱]

آپ کی عمر بقول صاحب مناقبات نوشاہیہ ایک سو نَو سال تھی۔ آپ کی آنکھوں پر آخیر عمر میں پلکیں ڈھلک گئی تھیں۔ جو شخص زیارت کے لیے آتا اُس کا نام و مقام پوچھ کرتے کرتے۔ آپ نے آخری وقت میں وصیت کی کہ میرے پیر روشن ضمیر حضرت نوشہ صاحبؒ کا بھُورا (سیاہ کمبل) جو بطور تبرک میرے پاس موجود ہے۔ وہ بوقت دفن میرے سر کے نیچے رکھنا۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

فائدہ۔ اپنے مشائخ کے تبرکات کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرنا معمول صوفیہ ہے۔ چنانچہ:

۱۔ حضرت امیر معاویہؓ نے وصیت کی کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناخن اور بال جو میرے پاس موجود ہیں۔ میرے ہاتھوں اور منہ میں رکھ کر دفن کرنا۔[۲]

۲۔ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ نے وصیت کی کہ حضرت سلطان المشائخؒ کے تبرکات بوقت دفن میرے ساتھ رکھنا۔ خرقہ سینہ پر۔ کاسہ چوبیں سر کے نیچے۔ تسبیح زیر انگشت ایک طرف نعلین۔ ایک طرف عصا۔[۳]

تاریخ وفات حضرت شیخ پیر محمد سچیارؒ کی وفات بقول صاحب کنز الرحمت[۴] چھبیسویں[۲۵] ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۱۹ھ میں ہوئی۔ اور کتاب تحائف قدسیہ میں سنہ ۱۱۲۰ھ لکھا ہے۔

تقویم تاریخی کے مطابق اس روز پنجشنبہ ۱۴ر جون سنہ ۱۷۰۸ء تھا۔ اور ہندی تاریخ اس کے موافق ماہ جیٹھ سمت ۱۷۶۵ ب ہوتی ہے۔

مدفن آپ کا مزار اطہر نوشہو شریف (میانہ) مضافات جلال پور جٹاں۔ ضلع گجرات میں ہے۔

روضہ شریف کی تعمیر آپ کا روضہ شریف میاں عبد الجلیلؒ کے عہد سنہ ۱۱۲۲ھ میں تعمیر ہوا۔ شیخ محمد فاضل لاہوریؒ نے ایک سو روپیہ دیا۔ اور

---

[۱] تحائف قدسیہ [۲] تاریخ الخلفاء [۳] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۱ ص ۱۳۱۔ سید شرافت

حضرت قمیص قلندر لاہوری رح اور شیخ بخت جمال تیر انداز جھنگ والہ نے بھی معقول رقمیں چندہ میں دیں اور روضہ تیار ہوا۔[1]

دوسری بار ظاہر ہونا دریائے چناب کی طغیانی کی وجہ سے ۱۲۵۸ھ میں نوشہرہ دریا برد ہو گیا۔ آپ کا تابوت نکال کر دریا سے دُور دفن کیا گیا۔ ۱۲۶۰ھ میں چوہدری قادر بخش بھٹی وزیر اعظم مہاراجہ ریاست کپور تھلہ نے اس پر گنبد بنوادیا۔ معمار جالندھر کے تھے۔

نوشہرہ متصلاں کی ایک ... رئیسہ عورت نے پچیس بیگھہ زمین درگاہ سچیاریہ کے مصارف کے واسطے نذر کی۔ اس وقت میاں الٰہی بخش بن میاں پیر بخش کا عہد خلافت تھا۔

مؤلف کتاب ہذا فقیر سید شرافت عفا اللہ نے ایک معمر بزرگ سائیں غلام رسول برقندازی ساکن بڑکی شریف ضلع راولپنڈی کو دیکھا ہے۔ جو اُس زمانہ میں موجود تھے۔ اور زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔

تیسری بار ظہور ۱۳۰۱ھ میں پھر دریائے چناب کی وجہ سے تابوت شریف نکالا گیا میاں محمدالدین بن میاں نبی بخش نوشہروی بیان کرتے ہیں۔ کہ جس وقت حضرت سچیار صاحب کا صندوق نکالنے لگے تو کرم الٰہی اور خُشو وغیرہ کاماں قوال یہ شعر پڑھتے تھے۔ اور بڑی تاثیر در وجد حالتیں رونما ہوئیں ؎

حب وطن دی عارفاں کیتا آن ظہور ۔۔۔ وچہ سیالاں چمکیا مڑ سے والا نور

جیہڑی لکھیں پیر دی لکھی مڑ سے ول ۔۔۔ توں پریم نگر دا چوبارا اِتم ذات غزل

اُس وقت ... سے نعروں کی آوازیں آئیں۔ پھر صندوق نکالا گیا۔

فائدہ۔ قبر سے نعروں کی آواز آنا کوئی تعجب کا باعث نہیں۔ منقول ہے کہ میر سید علاؤالدین کنتوری کے دفن کے وقت مزار سے تین بار کلمہ حق کی آواز آئی۔[2]

زیارت شریف منقول ہے کہ جس وقت آپ کا صندوق شریف کھولا گیا۔ تو آپ کا جسم اطہر بالکل صحیح و سالم تھا۔ اور سر کے نیچے حضرت نوشہ صاحب کا

---

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۵۳۔ سید شرافت ۱۲

بھورا پڑا تھا۔
میاں محمد الدین بن میاں نبی بخش نوشہروی رح بیان کیا کرتے تھے۔ کہ جس وقت زیارت کھولی گئی تو اُس وقت قوالان مقدم الذکر یہ شعر پڑھتے تھے۔

جاں چڑھ ویکھاں عرش تے ظلل دا محول ۔ پچھوں پرت نہ ویکھدا بنیاں دا اسردار

اور وجد و ذوق کا بازار گرم تھا۔
کتاب مصباح نورانی در حالات خواجہ محکم الدین سیرانی رح۔ مترجمہ مولوی محمد باقر نقشبندی دھڑیالوی اور مولوی محمد اعظم قادری نوشاہی بیردوالی ص ۴۳ میں ہے۔
"سنہ ۱۳۱۰ ھ ماہ ساون بھادوں میں دریائے چناب کے سیلاب و طغیانی کے سبب سے جب کہ سید الاولیاء حضرت پیر محمد سچیار قدس سرہ کا صندوق ان کے مزار پرانوار سے بمقام نوشہرہ شریف تحصیل گجرات پنجاب جو برلب آب چناب واقع ہے نکالا گیا تھا۔ تو خادم الفقراء بھی سن کر وہاں پہنچا۔ اور صندوق کو کھلا کر بچشم خود زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھا کہ آپ کے کسی عضو میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ ہونٹ۔ دانت۔ بال سب بدستور ہیں۔ بیشک آپ کے وجود مقدس کی یہ عزت آپ کے اتباع سنت کی برکت تھی" بلفظہٖ
منقول ہے کہ آپ کی زیارت شریف کے وقت کئی کرامات بھی ظاہر ہوئے چنانچہ:
۱۔ مسمات شاہ بیگم دختر میاں حسن نوشہروی نابینا تھی۔ زیارت کرنے سے بینا ہوگئی۔
۲۔ سید جلال الدین چک سادہ والے کا قلب ذاکر ہوگیا۔
۳۔ ایک زانی مرد اور زانیہ عورت، محض زیارت کرنے سے گناہ سے تائب ہوکر آئندہ کے لیے نیک بن گئے۔
مؤلف کتاب نے بہت سارے اشخاص کو دیکھا ہے۔ جنہوں نے حضرت سچیار رح کے جسدِ اطہر کی زیارت کی تھی۔ مثلاً

۱۔ میاں محمد الدین بن میاں نبی بخش نوشہروی رحمہ اللہ

۲۔ حاجی الحرمین میاں نواب علی بن میاں میراں بخش سجادہ نشین نوشہروی۔

۳۔ مولوی محمد ابراہیم قادری فاضلی امام مسجد نوشہرہ شریف۔

۴۔ سائیں غلام رسول بن سائیں کالا برقندازی ساکن پڑی شریف ضلع راولپنڈی۔

۵۔ پیر محمد شاہ بن شیخ گوہر شاہ سلیمانی ساکن رن مل

یہ پانچوں صاحب سال تالیف کتاب ہذا سنہ ۱۳۷۶ھ میں زندہ موجود ہیں۔

یہ سب حضرات بیان کرتے تھے کہ چھ ماہ تک آپ کی زیارت کھلی رہی۔ پھر دفن کئے گئے اور ہزاروں لوگ دور دراز کے علاقوں سے آ کر زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ یہ واقعہ میاں میراں بخش بن میاں سلطان بالا نوشہروی رحمہ اللہ کے زمانہ سجادگی میں پیش آیا۔

عدالت گڑھ کے ٹیلہ پر دفن ہونا

کتاب انوار القادریہ الملقب بہ ریاض النوشاہیہ میں لکھا ہے کہ جب دوسری مرتبہ سمت ۱۹۴۹ب مطابق ۱۳۱۰ھ صندوق سچیار صاحب بمعہ صندوقہائے اولاد کے بباعث طغیانی دریا کے برآمد ہوا۔ تو اولاد نے چاہا کہ عدالت گڑھ کے ٹیلہ پر دفن کریں۔ اُس جگہ کے لوگ مزاحم ہوئے چنانچہ یہ مقدمہ بعدالت خان بہادر احمد شاہ ڈسٹرکٹ جج گجرات۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ساکن بستی نو علاقہ ریاست کپور تھلہ دائر ہوا۔ انہوں نے فریقین میں صلح کروا دی۔ مالکوں کو زمین کی قیمت دلوا دی۔ اور پھر تمام صندوق وہاں مدفون ہوئے۔

چار دیواری کی تعمیر

عرصہ بتالیس ۴۲ سال تک قبریں کچی رہیں۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں حاجی الحرمین میاں نواب علی بن میاں میراں بخش سجادہ نشین نوشہروی رحمہ اللہ کے زمانہ میں پیر زمان شاہ نے پختہ بنوا دیں ساتھ آس پاس چار دیواری بھی تعمیر کرائی۔ چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے چار مینار ہیں۔ تین فٹ بلند چبوترہ ہے۔ اُس پر چار قبریں ہیں۔ مغربی قبر حضرت سچیار صاحب کی ہے۔ آپ کے متصل مشرقی قبر آپ کے پوتے میاں محمد اکرم رحمہ اللہ کی ہے اس کے متصل مشرقی قبر آپ کے بیٹے میاں عبد الجلیل رحمہ اللہ کی ہے۔ اس کے متصل

مشرقی قبر سلطان ملک بن سلطان محمدؒ کی ہے۔

نقشہ مزارات یہ ہے
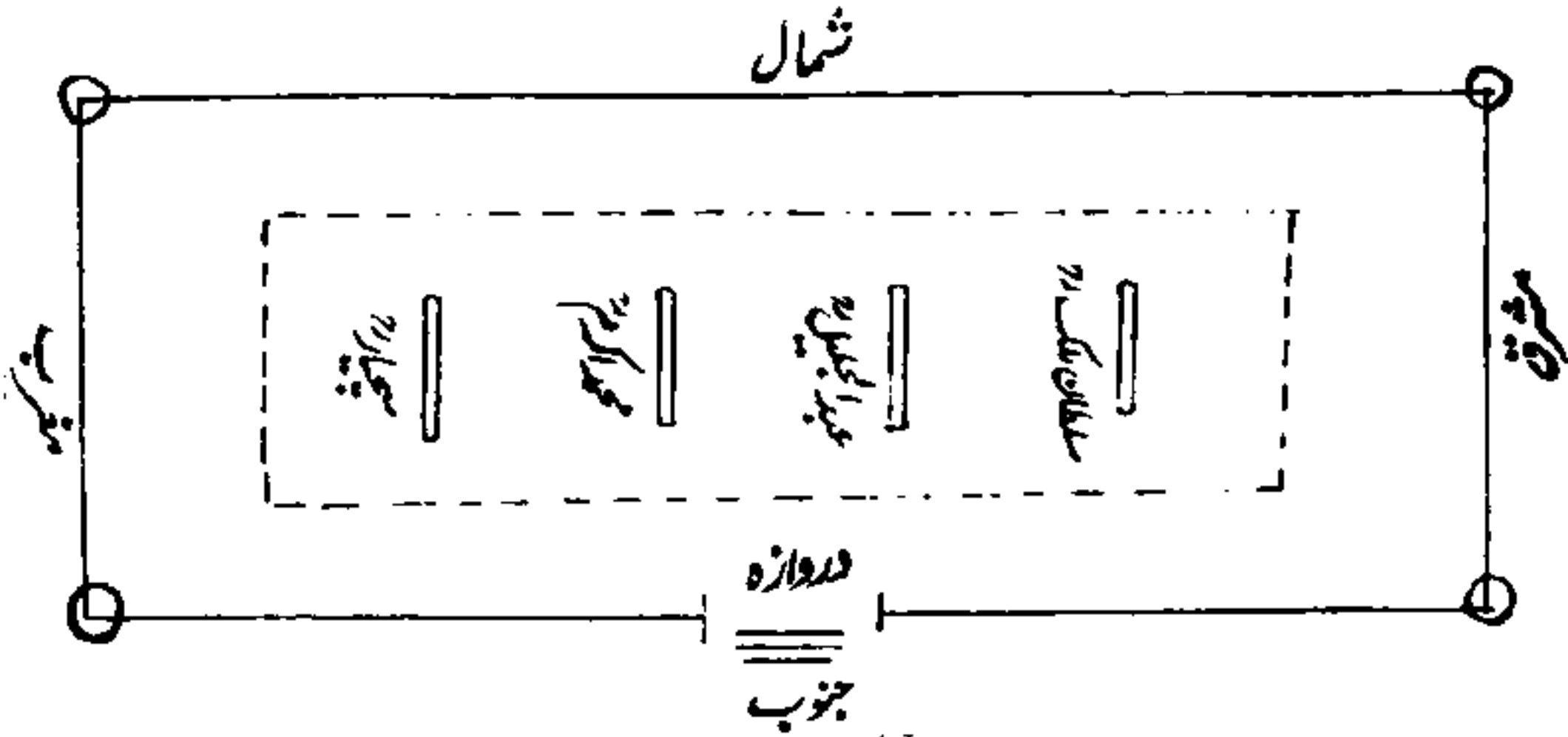
تعمیر مسجد عدالت گڑھ کے ٹیلہ پر درگاہ سچیار پیرؒ کے متصل جنوب مغرب کی طرف حاجی میاں نواب علیؒ کی خلافت میں ۱۳۵۲ھ میں پیر زمان شاہؒ نے مسجد بھی پختہ تعمیر کرائی۔

مکانات ملحقہ درگاہ شریف حلقہ درگاہ میں ٹیلہ پر چند[1] مکانات بھی ہیں۔ جن میں مجاوران خانقاہ رہتے ہیں۔ اور درگاہ شریف کا چڑھاوا لیتے ہیں۔ اس میں اولاد یا سجادہ نشین کا کوئی حق نہیں۔ یہ مجاوران آبا و اجداد سے اس جگہ کے متولی اور وارث چلے آتے ہیں۔ زمانہ حاضرہ یعنی ۱۳۷۶ھ میں مندرجہ ذیل مجاوران زندہ موجود ہیں۔

۱۔ میاں غلام حسین بن میاں محمد الدین ۲۔ میاں فضل حسین بن میاں محمد الدین ۳۔ میاں غلام رسول المعروف امانت علی بن میاں شاہ محمد۔

حلقہ درگاہ میں بائیں طرف بوہڑ کا درخت ہے۔ جنوب کی طرف کنواں ہے۔

---

[1] ۱۳۰۸ھ میں موضع نوشہرہ شریف دریا برد ہوگیا۔ اور سجادہ نشین حضرات نے اسی ٹیلہ پر درگاہ شریف کے متصل اپنے مکانات بنا لیے ہیں۔ اور باقی اولاد کے اکثر افراد نے جلالپور جٹاں سے مشرق کی طرف نوشہرہ آباد کیا ہے ۱۲ شرافت

ٹیلہ پر سب حضرات سچیاریہ کی قبریں ہیں۔

عرس شریف آپ کا عرس شریف دو جگہ پر ہوتا ہے۔

۱۔ آپ کے یوم وفات قمری تاریخ یعنی پچیسویں ربیع الاول کو ہر سال بمقام سندر پور شریف ضلع سیالکوٹ میں عرس ہوتا ہے۔ یہ عرس آپ کے خلیفہ حضرت میر شاہ سلطان بگا شیر لکھنوالی رح کے پسماندگان اور فقرا کیا کرتے ہیں۔ اکثر فقرا اس پر جمع ہوتے ہیں۔

۲۔ اور شمسی تاریخ یعنی چوتھی ہاڑ کو ہر سال بمقام شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ عرس ہوتا ہے۔ یہ عرس آپ کے خلیفہ حضرت شاہ مراد شرقپوری رح کے پسماندگان اور فقرا کیا کرتے ہیں غالباً یہ آپ کے پانسواں کا ختم ہے۔

میلہ نوشہرہ ان کے علاوہ خاص نوشہرہ شریف میں ہر سال پانچویں ربیع الاول کو عرس ہوتا ہے۔ جس کو "میلہ نوشہرہ" کہتے ہیں۔ دراصل یہ حضرت نوشہ گنج بخش رح کا عرس ہے۔ حضرت سچیار صاحب نے اپنی زندگی میں اس کو شروع کیا تھا۔ حضرت نوشہ صاحبؒ کی وفات آٹھویں ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ آپ کے زمانہ سے یہ طریقہ جاری ہوا کہ پانچویں اور چھٹی تاریخ کو نوشہرہ میں عرس کرتے۔ اور سب فقرائے سلسلہ شامل ہوتے۔ ساتویں تاریخ کو لکھنوالی میں حضرت میر شاہ سلطان بگا شیر رح کے ہاں عرس ہوتا اور آپ بھی بمعہ فقرا وہاں شامل ہوتے۔ آٹھویں تاریخ کو شیخ پور میں میاں میہوں رح کے ہاں عرس ہوتا۔ اور آپ بمعہ درویشاں وہاں شامل ہوتے۔ وہاں عرس شریف کا اختتام ہوتا۔ اور آپ واپس گھر آجاتے۔ اور باقی فقرا بھی رخصت ہو کر اپنے اپنے وطن کو چلے جاتے۔ ابتدا میں آپ پیدل چل کر فقرا۔ کے ہمراہ آیا کرتے تھے۔ لیکن اخیر عمر میں جب کہ آپ کی عمر نوّے سال سے متجاوز ہو گئی۔ تو مریدین آپ کو پالکی میں اٹھا کر لے جاتے۔ چند سال اسی طرح سلسلہ رہا۔ اُس روز سے اولاد میں پالکی نشینی کی رسم جاری ہو گئی۔

میلہ نوشہرہ کا تذکرہ تاریخی کتابوں میں بھی آیا ہے۔

(۱)

مولانا حکیم محمد اشرف فاروقی منچری رحؒ کتاب کنز الرحمت ص ۱۱۴ میں لکھتے ہیں ؎

چو گردد بنوشہرہ روز چراغ جہاں از چراغاں شود باغ باغ

(۲)

مرزا محمد اعظم بیگ تاریخ گجرات ص ۴۸۵ پر لکھتے ہیں،

"نوشہرہ مکان۔ خاندان نوشاہی۔ فقیروں سے بڑا نامی ملک پیر محمد سچیار رحؒ کی یہاں خانقاہ ہے۔ وہ اہل سلسلہ اس خاندان کے تھے۔ اور ان کے مرید دوآبہ جالندھر وامرتسر و کوہستان جموں وغیرہ میں بکثرت ہیں۔ اور وہ صاحب عرصہ ایک سو برس سے اس موضع میں ہوئے ہیں۔ اور ان کی خانقاہ گاؤں سے شمال بفاصلہ دو سو کرم بیروں واقعہ ہے۔ عمارت پختہ ہے اور ایک مسجد بھی پختہ اس کے متصل موجود ہے۔ اور ان کی اولاد بھی اس گاؤں میں رہتی ہے۔ ہر سال بتقریب عرس ان کے فقیر لوگ دوابہ جالندھر و ملک مانجھہ۔ ضلع سیالکوٹ و کوہستان جموں و ملک بار وغیرہ علاقہ جات ضلع گجرات۔ سے اس جگہ آتے ہیں۔ اور لوگ غیر فقرا بھی جو مرید اس خاندان کے ہیں۔ جوانب صد، سے حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں پر راگ ہوتا ہے۔ اور فقیر حال کھیلتے ہیں کہ اس خاندان کا طریق ہے۔ بعض فقیروں کو ان کے پاؤں میں رسن ڈال کر درخت سے لٹکا دیتے ہیں۔ کہ وہ برابر ایک ایک پہر تک اسی حالت میں کھیلا کرتے ہیں۔ ایک وقت کی روٹی تو خاص گدی نشین فقیروں کو دیتا ہے ایک سو روپیہ تک خرچ کر کے۔ ہر اولاد کو اہل مزار سے جو جو جس کا مرید ہوتا ہے۔ اس کے پاس روٹی کھاتے ہیں۔ اور نذر نیاز بھی حسب توفیق ایک دو روپیہ تک ان کو دیتے ہیں جن کے مرید ہیں۔ دو روز تک اس طرح پر یہ میلہ تو خاص موضع میں رہتا ہے اور سوائے فقیروں کے اور لوگ رخصت ہوتے ہیں۔ گدی نشین وغیرہ اولاد حضرت کی مع فقرا بروز سیوم موضع مکھنوال میں کہ متصل نوشہرہ کے بفاصلہ چار کوس ہے آتے ہیں۔ ایک دن وہاں رہتے ہیں۔ اور وہاں مریدان پیر محمد سچیار رحؒ کے فقیر موجود ہیں۔ اس روز روٹی جملہ واردین کو دیتے ہیں۔ روز

چہارم وہاں سے اُٹھ کر اور وقت چاشت جلال پور میں رہ کر شام کو موضع شیخ پور میں جاتے ہیں۔ وہاں لوگ مرید اس خاندان کے ہیں۔ رات کو روٹی وہ جملہ فقرا اور اولادِ حضرت کو دیتے ہیں۔ صبح کو میلہ تمام ہو کر فقرا و مسافر اپنے گھروں کو۔ اور گدی نشین و اولادِ حضرت اپنے گھروں کو رخصت ہوتے ہیں۔ یہ حرکات آمد و رفت لکھنوال وغیرہ اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کے بزرگ پیر محمد سچیار رح بحیاتِ خود انہیں منزلوں سے ہر سال مریدوں کے پاس آتے جاتے رہے ہیں۔ یہ اُن کی پیروی کرتے ہیں۔" بلفظہٖ

(۳)

چوہدری احمد حسن ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع جہلم ۱۹۲۸ء کتاب جغرافیہ ضلع گجرات ص ۶۱ میں لکھتے ہیں:

"میلہ نوشہرہ دریائے چناب کے کنارے حضرت نوشہ صاحب رح[له] کی خانقاہ پر یہ میلہ ماہ ربیع الاوّل میں لگتا ہے۔ حضرت کے مرید دور دور سے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ قوالی کی محفلیں گرم ہوتی ہیں۔ لوگ وجد میں آتے ہیں۔ سجادہ نشین پالکیوں میں بیٹھتے ہیں۔ اور لکھن وال جلال پور جٹاں۔ شیخ پور۔ شوک وغیرہ مقامات میں سے ہوتے ہوئے۔ لوگوں کو نیک عمل کی نصیحت کر کے واپس آجاتے ہیں۔ تم نے نوشاہی درویشوں کو دیکھا ہو گا۔ ان کی لمبی اُونچی چار گوشہ والی ٹوپیاں کیا نرالی اور بھلی معلوم ہوتی ہیں۔" بلفظہٖ

(۴)

امان اللہ خاں لوہان سرحدی۔ کتاب عرس اور میلے ص ۲۹۱ میں لکھتے ہیں[له]:

"سچیار پیر کا میلہ۔ جلال پور جٹاں ضلع گجرات سے قریباً چار یا پانچ میل کے فاصلے پر پیر محمد سچیار نام ایک بزرگ کا مزار بتایا جاتا ہے۔ جہاں یکم ربیع الاوّل سے ۷ ربیع الاوّل تک ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ اس عرس کو لوگ زیادہ تر میلے کا نام دیتے ہیں۔ اور عرس کے موقع پر میلے ہی کی طرح رونق دیکھنے میں آتی ہے۔

له جغرافیہ میں نوشہ صاحب کا نام لکھا ہے۔ حالانکہ وہ سچیار رح کی خانقاہ ہے ۱۲ له یہ کتاب ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی۔ یہ مضمون تالیف کتاب سے ڈیڑھ سال بعد داخلِ کتاب کیا گیا ۱۲ سید شرافت

مقام۔ جلالپور جٹاں ایک مشہور قصبہ ہے جو گجرات شہر سے قریباً ۸۔۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ گجرات سے جلالپور جٹاں تک پختہ سڑک جاتی ہے۔ جلالپور جٹاں سے چار پانچ میل دہ مقام برلب چناب واقع ہے۔ جہاں یہ میلہ لگتا ہے۔

میلے کی کیفیت۔ میلے کے موقعہ پر دکانیں سجائی جاتی ہیں۔ نعت خوانی اور قوالی ہوتی ہے۔ راگ رنگ کی محفلیں بھی منعقد ہوتی ہیں۔ شامل ہونے والوں میں زیادہ تعداد کسانوں کی ہوتی ہے۔ جو عموماً نواحی علاقوں یعنی گجرات اور جلالپور جٹاں کے دیہاتی ہوتے ہیں۔ شہری لوگ بہت کم شرکت کرتے ہیں۔

عرس۔ پیر سچیار کا عرس بھی اسی دن ہوتا ہے۔ عرس کے موقعہ پر مزار پر قوالی کی جاتی ہے" بلفظہٖ

مؤلف کتاب ہذا فقیر سید شرافت عافاہ اللہ بھی ہر سال میلہ میں شامل ہوا کرتا ہے میلہ بڑا بارونق ہوتا ہے۔ اس وقت ۱۳۷۶ھ میں میاں محمد اسلم خلف الرشید حاجی الحرمین میاں نواب علی نوشہروی گدی نشین ہیں۔ اور رسوم میلہ کو بڑے اہتمام سے ادا کرتے ہیں۔ چوتھی ربیع الاول کو فقرا آتے ہیں۔ پانچویں تاریخ کو ختم شریف ہوتا ہے۔ چھٹی تاریخ کو چراغاں اور طواف ہوتا ہے۔ ساتویں تاریخ کو لکھنوال۔ آٹھویں کو شیخ پور جاتے ہیں۔ وہاں سے سب اپنے اپنے گھروں کو چلے آتے ہیں۔

قطعہ تاریخ از کتاب کنز الرحمت

چو کردند زیں جائے نقلِ مکاں	ربیع الاوّل بود از سفرِ شاں
ز تاریخ ماہ بیست و پنجم شمار	کہ کردند زیں دارِ دنیا گذار
بنوشہرہ شد روضۂ پاکِ شاں	کنارِ چناب ست مرقد عیاں
بہر سال آیند فقرا بسے	قدمبوس گردند آنجا بسے
بہ پنجاب شد قبلۂ زائراں	شدہ مرجع اہلِ حاجات آں
ز فکرش کردم بتاریخ وسے	خرد گفت در گوشِ من۔ ذاتِ ۱۱۹ ھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قطعہ تاریخ از مؤلف

شاہِ سچیارؒ پیشوائے زماں — کاشفِ فیضِ حق بصدر رحمت
سالکاں را دلیلِ راہ ھُدے — صوفیاں را خـزینۂ صفوت
کرد رحلت ازیں سرائے فنا — در جناں یافت عزت و برکت
بست و پنجم بُد از ربیع نخست — چوں وصولش بحق شد از شفقت
چوں شرافت بجست تاریخش — ہاتفش گفت۔ داخل الجنت
۱۹ ۱۱ھ

منہ

حضرتِ پیرِ محمد ماہِ برجِ اتقا — خازنِ گنجینۂ رمزِ طریقِ اہتدا
واقفِ اسرارِ عرفاں جامعِ علم و عمل — شیرِ میدانِ طریقت سرنشینِ اولیا
رازدارِ خاص حضرت نوشہ حاجی گنج بخش — در صفا بیعدیل آں شاہِ ملکِ ماطغےٰ
رخت چوں بربست از دارِ فنا سوئے بقا — شد وصالِ ایزدی اورا میسر ہم لقا
سالِ ترحیلش شرافت گفت نغز خندہ مقام — نیز۔ بحرِ فضل۔ فاضل دہر ختم الاولیا
۱۱۲۰ ۱۱۲۰ ۱۱۲۰ ۱۱۲۰

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف — ومایذکر الا اولوا الالباب۔ — ۱۱۲۰ھ
۲۔ " — ویعلمہ الکتاب والحکمۃ۔ — ۱۱۲۰ھ
۳۔ " خلیفۃ ۱۱۲۰ھ — ۴۔ شیخ دہر ۱۱۱۹ھ
۵۔ رعنائے حق ۱۱۱۹ھ — ۶۔ خورشید ۱۱۲۰ھ
۷۔ مستِ خدایاد ۱۱۲۰ھ

اقتباس حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہری کا مختصر تذکرہ شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے پہلے حصہ تحائف الابرار میں بھی کیا جائے گا۔ ۱۲ شرافت

باب دوم

اس میں حضرت سچیار صاحب کی اولاد کے حالات ہیں۔ جو پہلی پشت ہیں۔

میاں عبدالجلیل رح

منظرِ نورِ الٰہی حضرت عبدالجلیل	یافت قربِ لی مع اللہ پیشِ حق بے قال و قیل
سینۂ بے کینہ اش کانونِ نارِ عشق بود	گمرہانِ دو جہاں را ذاتِ پاکِ او دلیل
آشنائے بحرِ عرفاں واقفِ لوح و قلم	بانئے کارِ دو عالم در سخاوت بے عدیل
یکدم از یادِ خدا ہر گز نبودے جدا	صرف کردے دولتِ حق از کثیر و از قلیل!

از حسابِ روزِ محشر نیست بیمم از ہیچ رُو
زانکہ لطفِ پاکِ ایشاں باشد اشرف را کفیل

آپ حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رح کے اکلوتے بیٹے اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔

حرارتِ عشق منقول ہے کہ جس وقت حضرت سچیار رح کا وقت وفات قریب ہوا تو آپ کو بلا کر اپنے سینہ پر لٹایا اور اپنی نعمت باطنی سے بہرہ ور کیا۔ اُس دن سے آپ کو عشقِ الٰہی کی حرارت اس قدر بڑھ گئی کہ گرمی شوق سے ہر وقت جسم جلتا رہتا اور اضطراب و بیقراری غالب رہتی۔ روزانہ دو آدمی پانی کی مشکیں بھر کر آپ پر ڈالتے رہتے۔ مگر وہ پانی زمین پر جاری نہ ہوتا۔ جسم میں ہی جذب ہو جاتا۔[1]

فائدہ۔ عشق کی سوزش کو فرو کرنے کے لیے شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے سر پر بھی پانی ڈالا جاتا تھا[2]

---

[1] ... کنز الرحمت ص ... [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۵۰ سید شرافت

سیرِ کشمیر | آپ گرمیِ عشق کی تاب نہ لاکر کشمیر کی سیر کو تشریف لے گئے۔ تاکہ وہاں کی برودت سے طبیعت میں کچھ افاقہ ہو۔ مگر چونکہ ظاہری سردی عشقِ حقیقی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپ اسی حالت میں واپس آگئے۔ اور ملکِ بقا کا سفر اختیار کیا۔[1]

شاہ حسین پر فتح پانا | سید شاہ حسین خوارزمی سجادہ نشین حضرت سچیار[2] کے داماد یعنی ان کی بیٹی بی بی شہر بانو کے شوہر تھے۔ انہوں نے دربار سچیاریہ کی نذر و نیاز اور چڑھاوا کے متعلق تنازعہ شروع کر دیا۔ کہ مجھ کو بی بی شہر بانو کا حصہ ملنا چاہیئے۔ اور بہت فتنہ و فساد برپا کر دیا۔ آپ بوجہ مغلوبیت عشقِ حقیقی کے گفت کلام کی فرصت نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک یہ جھگڑا بڑھا کہ مرید لوگ دربار پر آنا چھوڑ گئے کوئی شخص نوشہرہ میں نہ آتا۔ اتفاقاً یہ خبر شیخ رحمت اللہ شاہ بیگو والیہ کو پہنچی۔ وہ ان دنوں دہلی میں تھے۔ روانہ ہوئے۔ اور بسرعت تمام دس روز میں مسافت طے کر کے نوشہرہ پہنچے۔ اور ایک سو پندرہ ۱۱۵ روپیہ نذرانہ آپ کے آگے رکھا۔ آپ بہت مہربان ہوئے اور فرمایا۔ میاں رحمت اللہ تجھ پر آفرین ہے۔ کہ تو نے ہمارا حق پہچانا۔ ورنہ باقی سب یار تو منحرف ہو گئے ہیں۔ اور کفرانِ نعمت کیا ہے ؎

دگر یارہا جملہ برگشتہ اند ۔۔۔ بکفرانِ نعمات آغشتہ اند

پھر شاہ حسین نے عدالت لاہور میں حصہ وراثت کا مقدمہ کر دیا۔ اس میں بھی آپ کے ہمراہ شیخ رحمت اللہ شاہ وہاں جاتے رہے۔ آخر لاہور سے شاہ حسین کا مقدمہ خارج ہو گیا۔ اور آپ مکمل وارث بنے۔[3]

تعمیر روضہ سچیار پیر | آپ نے ۱۱۲۲ھ میں اپنے والد کے مزار پر گنبد تعمیر کرایا۔ دوسرے سب یاروں نے بھی حسب توفیق امداد کی۔[4]

کرامات

میاں میہوں کا فیض سلب کرنا | منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ عرس نوشہرہ کے بعد

[1] کنز الرحمت ۲۶ [2] ایضاً ص ۱۳ [3] تحائف قدسیہ ۲۷ [4] سید شرافت

اپنے طریقہ کے مطابق لکھنوال چلے گئے۔ حضرت میر شاہ سلطان بگا شیرؒ نے بہت کچھ خدمت کی۔ دوسرے روز شیخ پور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں خبر سنی کہ میاں میہوںؒ کہتا ہے کہ میں استقبال کو نہیں جاؤں گا۔ میاں عبدالجلیلؒ خود ہی میرے پاس آئیں گے آپ ناراض ہو کر واپس ہو چلے۔ اور فرمایا اب میاں میہوںؒ خود ہمارے پاس آئے گا اور اس کا تمام فیض سلب کر لیا۔ چنانچہ اُسی وقت میاں میہوںؒ گریہ زاری کرتا ہوا آیا اور آکر معافی لی[1]

مُردہ زندہ کرنا منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیٹھک تعمیر کرا رہے تھے۔ اتفاقاً وہ ترکھان جو لکڑی کی چرائی کر رہا تھا فوت ہو گیا۔ اس کا بال بچہ چھوٹا تھا۔ آپ کو ان کی صغر سنی اور یتیمی پر رحم آیا۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا الٰہ العالمین اس کو اپنی قدرت کاملہ سے دوبارہ زندگی عطا فرما۔ اور عمر دراز نصیب کر۔ اسی وقت آپ کی دعا قبول ہو گئی۔ اور وہ ترکھان زندہ ہو گیا۔ آپ نے اس کو مزدوری دے کر گھر واپس کیا[2]

معترفین کمالات

آپ کی تعریف میں آپ کے والد بزرگوار حضرت سچیار صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ میرے بیٹے عبدالجلیل کی مثل کوئی مرد کامل نہیں۔ کیونکہ حیا کی وجہ سے نامحرم عورت کی طرف ہرگز نہیں دیکھتا۔ اگرچہ حُور ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو آشنا نہیں رکھتا۔ اور جس طرح مہندی میں رنگ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس میں حق تعالیٰ کا نور مخفی ہے۔ اور یہ ہر وقت اللہ کریم عز اسمہٗ کے عشق میں پوشیدہ و گداز ہے۔ جس طرح پھول میں خوشبو پوشیدہ ہے۔

اور فرمایا میرا بیٹا عبدالجلیل سب کا دوست ہے، اور میرے بعد جہان میں بخشش کرے گا۔ اس سے بھی آگ گلزار ہو گی۔ اور دلوں کو منور کرے گا۔ جن اور انسان اس سے فیض پائیں گے[3]

---

[1] تحائف قدسیہ ۱۱ [2] خزینۃ الاصفیاء ۱۲ [3] تحائف قدسیہ ۱۲ اسید شرافت

اولاد آپ کا نکاح حضرت عائشہ بی بی بنت حاجی سلیمان قوم اعوان ساکن حاجی والہ ضلع گجرات سے ہوا تھا۔ اُن کے بطن سے آپ کے صاحبزادہ میاں محمد اکرم پیدا ہوئے۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ حاجی عبدالرحمٰن زمیندار ساکن ہتار۔

۲۔ میاں ظہور شاہ گکھڑ۔ ساکن پدراڑی ضلع میرپور۔

۳۔ شیخ عبدالرحمٰن مجذوبؒ۔

۴۔ میاں عزیز اللہ مغل مجاورِ درگاہ۔

مدحیات

آپ کی تعریف میں علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہیؒ نے ثواقب المناقب میں یہ نظم لکھی ہے ؎

سخن بر خویشتن مے بالد امروز ۔۔۔ قیامت کردہ طبعِ نکتہ آموز

ندارد راہ کلفت درد ماتم ۔۔۔ چو گل بے دُود میسوزد چراغم

من و مدح بہارِ گلشنِ فیض ۔۔۔ تجلی جلوہ شمعِ روشنِ فیض

سر و سر کردۂ شاہانِ نامی ۔۔۔ کہ شد عبدالجلیلش اسمِ سامی

ز اسرارِ پدر گردیدہ معمور ۔۔۔ برنگِ آفتاب از صبحِ پُر نور

نگاہش قفلِ دل تنگی کشادہ ۔۔۔ شدہ بختِ جواں را پیر زادہ

برنگِ آفتابِ پاک دامن! ۔۔۔ بعالم گرمیِ او گشتہ روشن

خمِ عجزش اگر محراب باشد ۔۔۔ دعائے بے اثر کمیاب باشد

فلک محوِ جلالش از برقِ نگاہش ۔۔۔ چو ماہی ماہ در دام نگاہش

سرشکِ خون رنگِ زردِ آں شاہ ۔۔۔ گلِ رعنائے باغِ درد آں شاہ

دلش آئینہ دارِ شعلۂ طور | چو شمع قائم اللیل آیۂ نور
قیامت میر سامانِ نگاہش | کرامت خانہ زادِ بارگاہش

تاریخ وفات میاں عبدالجلیل کی وفات[1] بروز جمعہ ۲۳ ربیع الاول ۱۱۲۴ھ میں ہوئی۔ قبر نوشہرہ شریف میں اپنے والد بزرگوار کے چبوترہ پر اُن سے مشرق طرف بفاصلہ ایک قبر درمیانی کے ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ عالم باشریعت ۲۔ ذات پاک

بی بی شہر بانو

آپ حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ ارادت بھی والد بزرگوار سے تھی۔

اولاد آپ کا نکاح سید شاہ حسین خوارزمی سوہدرویؒ سے تھا۔ کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔ صرف ایک لڑکی سلطان بانو نام تھی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

بی بی فیروز خاتون

آپ حضرت شیخ پیر محمد سچیار صاحب نوشہروی کی چھوٹی بیٹی تھیں۔ اور انہیں سے بیعت اور ارادت رکھتی تھیں۔ خدا یاد ولیہ کاملہ تھیں۔

فیض سے معمور ہونا منقول ہے کہ حضرت سچیار نے وفات کے وقت سب لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور آپ کو پاس بلا کر وصیت فرمائی۔ بیٹی نماز کو ترک نہ کرنا۔ اور شریعت کی پابندی کا خیال رکھنا۔ آپ اُن کے صدمہ فراق کے باعث رو پڑیں۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹی صبر کرو۔ آپ نے عرض کیا۔ بابا جی میرے حال پر کچھ بخشش فرمائیں۔ فرمایا

---

[1] حضرت میاں عبدالجلیل نوشہرویؒ کا کچھ ذکر شریف التواریخ کی قسم سوم جلد سوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے دوسرے حصہ لطائف الاخیار نام میں بھی لکھا جائے گا۔ شرافت

آ ے جگر گوشہ توفیق کا نشان ہوگی میرے ہاتھ میں ہاتھ دے۔ تاکہ تیرا دستگیر بنوں۔
پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر مٹھی کی طرح بند کیا۔ اور چند ساعت اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا۔[1]

اولاد

آپ کا نکاح سید عبدالرحمٰن خوارزمی المعروف شاہ ننھا سلطان عرف ننھے شاہ سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا تھا۔ اُن سے آپ کا ایک لڑکا سید جیون شاہ نام پیدا ہوا اس کی اولاد اب تک قصبہ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ میں موجود ہے۔

---

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ سید شرافت

باب سوم

اس میں تیسری پشت کے حالات ہیں۔

میاں محمد اکرمؒ

حضرت اکرم برو قربِ حق   بُرد زمیدانِ سعادت سبق
از لطفِ پیر بمعراجِ قرب   برزنۂ عشق فگندہ دہق
مصحفِ آیاتِ الٰہی مدام   خواندہ تمامی ورقا با ورق
مادرِ ایام نزادہ دگر   ثانیِ شاں ماند بہ برنجِ رتق
اشرف خاکِ درِ شاں سُرمہ کن   تا بہ تنِ تو بود از جاں رمق

آپ میاں عبدالجلیل بن حضرت سچیارؒ نوشہرویؒ کے اکلوتے بیٹے تھے بیعت و خلافت بلاواسطہ اپنے جد بزرگوار حضرت شیخ پیر محمد سچیارؒ سے رکھتے تھے۔
مولوی محمد اشرف فاروقیؒ نے مناقب نوشاہی میں اور مولوی حاجی سید غلام نبی حسینی جالندھریؒ نے مثنوی اسرار وارثی میں آپ کو اپنے دادا کا مرید لکھا ہے۔

اخلاق و عادات آپ صاحب خلق عظیم۔ حلیم الطبع۔ مستجاب الدعوات حسین و جمیل تھے۔ آپ کے چہرہ سے تجلیاتِ نور چمکتے تھے۔ یادِ الٰہی میں محو و مستغرق رہتے۔ صوفیائے معاصرین میں عالی مرتبہ تھے۔

سماع و وجد ایک مرتبہ آپ قصور تشریف لے گئے۔ نواب خان بہادر نے پورے طور پر آپ کا حقِ مہمانی ادا کیا۔ قسم قسم کے کھانے پکوائے۔ قوال اور نقال بھی بلوائے۔ ایک شخص مطلوب خاں نامی نے ازراہِ تمسخر کہا کہ یہ فقیر اب قوالی سن کر خوب وجد کریں گے۔ اور ناچیں کودیں گے۔ آج پھر یہ تماشا اچھا رہے گا۔ آپ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ ہمارے درویش سرود کے محتاج نہیں کہ صرف

قوالی سن کر ہی وجد کریں۔ بلکہ یہ لوگ دولاب چاہ کی آواز پر بھی وجد کر سکتے ہیں۔ ان کا وجد وحال کرایہ پر نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دو دن قوالی ہوتی رہی، مگر کسی کو بھی وجد نہ ہوا۔ بلکہ تھوڑی سی تاثیر بھی نہ ہوئی۔ آخر مطلوب خاں آکر اپنے کلام سے تائب ہوا۔ تو پھر آپ کی توجہ سے سب کو وجد ہونے لگا۔[1]

ایک منکر کو وجد ہونا

ایک مرتبہ آپ قصور میں اپنے مرید نواب سعادت خاں کے پاس تشریف لے گئے۔ محفل سماع منعقد ہوئی۔ درویشوں کو وجد ہونے لگا۔ ایک شخص محمد خاں نام نے ہنسی کی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا کہتا ہے۔ حاضرین نے کہا کہ وجد کرنے والوں کو ٹھٹھے کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو کچھ نہ کہنا پھر شمیر اقوال کو فرمایا ایک سُر لگاؤ۔ جب اُس نے آواز نکالی تو اسی وقت محمد خاں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور دیر تک مجلس میں وجد کرتا رہا۔ آخر آپ نے توجہ فرمائی تو ہوش میں آیا۔ اور آپ کے زمرۂ خدام میں داخل ہوا۔[2]

ایک صاحب وجد مرید کا آگ میں محفوظ رہنا

آپ کا ایک مرید نواب سعادت خاں قصوری کا نوکر تھا۔ ایک دفعہ سردیوں میں رات کو آگ سلگا کر نواب کے آگے رکھی ہوئی تھی۔ اور خود کھڑا تھا۔ اتفاقاً ایک شخص نور خاں نامی نے وہاں آکر دوتارہ بجانا شروع کیا۔ اس کو آواز سنتے ہی وجد ہو گیا۔ اور نعرہ مار کر جلتی آگ میں گر پڑا۔ اور جلتے کوئلے مٹھی میں آگئے۔ دیر تک وجد کرتا رہا۔ جب ہوش میں آیا تو سر اور داڑھی کے بال جھاڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ کسی قسم کی اس کو تکلیف نہ پہنچی۔[3]

تلوار سے وجد کا امتحان

آپ کا ایک خلیفہ مع اپنے پیر بھائیوں سعادت خاں قصوری وغیرہ کے دہلی گیا۔ وہاں سماع ہوا۔ درویشوں کو وجد ہونے لگا۔ دیکھنے والوں کا ہجوم تھا۔ دو غالی رافضی آئے۔ اور اہل وجد کی تکذیب و مسخری کرنے لگے۔ اُس خلیفہ نے کہا کہ اگر تم کو اہل حال کی وجد کی سچائی دیکھنی مطلوب

---

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲ [3] ایضاً ۱۲ سید شرافت

ہے تو تلوار سے کران کو مارو۔ اور آزمائش کر لو۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ سات روز تک قوالی اور وجد ہوتا رہا۔ اور وہ ہر روز آکر تلواریں مار مار کر امتحان کرتے رہے۔ لیکن کسی کے جسم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ خراش تک ظاہر نہ ہوئی۔ آخر وہ دونوں تائب ہو کر خلیفہ کے حلقہ ارادت میں آ گئے۔[1]

دریا کو ہٹانا منقول ہے کہ ایک شخص محمد عثمان نامی آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ دریا ہماری زمین کو گرا رہا ہے۔ ہمارے حال پر توجہ فرمائی جائے آپ از راہِ ذرہ نوازی بمعہ مریدوں کے دریا پر تشریف لے گئے۔ اور کنارہ پر بیٹھ کر وضو کیا۔ اور فرمایا اے دریا۔ زمین کو اپنے پیٹ میں لینے والے۔ یہاں سے جگہ چھوڑ دے۔ چنانچہ اسی وقت دریا وہاں سے پیچھے ہٹ گیا۔ اور دوسرے کنارہ کی طرف رُخ کیا۔[2]

خشک درخت کا سبز ہونا ایک مرتبہ دریائے چناب کی طغیانی سے اکثر زمین نوشہرہ کی دریا بُرد ہو گئی۔ ایک دن آپ سیر کرتے ہوئے دریا کی طرف جا نکلے۔ وہاں دیکھا کہ ایک بڑا درخت زمین پر خشک ہوا پڑا ہے۔ لوگوں سے پوچھا یہ کیسا درخت ہے؟ سب نے عرض کیا جناب یہ بوہڑ کا درخت تھا۔ چھ ماہ ہو گئے کہ دریا نے گرا دیا تھا۔ اب اس جگہ پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو پھر لگا دینا چاہیئے۔ حاضرین نے کہا کہ یہ تو بالکل خشک ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ کس طرح لگ سکتا ہے۔ حضور نے فرمایا خدا وند تعالیٰ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ تو کیا اس کو سرسبز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ پھر اس کو لگا دیا گیا۔ تو آپ کی دعا سے ایسا ہرا بھرا ہوا کہ پہلے سے بھی زیادہ سایہ دار ہو گیا۔[3]

قبر کے لیے جگہ ملنا منقول ہے کہ جب آپ کا وقتِ وفات قریب آیا تو حاضرین کو فرمایا کہ ہماری قبر والد بزرگوار اور جدِ امجد کے درمیان بنانا۔ اگر وہ جگہ نہ دیں تو قبر نہ بنانا۔ آپ کا فرمان سن کر سب درویش چپ ہو گئے۔ کیونکہ دونوں مزارات

---

[1] تحائف عجیبہ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲ [3] ایضاً ۱۲ سیر شرافت

میں کوئی تفاوت نہیں تھی۔ آخر شیخ رحمت اللہ شاہ بگووالیہ خانقاہ سیجیاریہ میں گئے۔ اور آپ کا پیغام سنایا۔ چنانچہ اسی وقت دونوں قبریں پیچھے ہٹ گئیں۔ اور بیچ میں فراخ جگہ قبر کے واسطے نکل آئی۔ آپ نے یہ بشارت سن کر دنیا سے انتقال فرمایا۔[1]

معترفین کمالات

منقول ہے کہ حضرت شہمیر قلندر لاہوری رح نے جب آپ کی وفات سنی تو بہت روئے۔ اور فرمایا آج دنیا سے سرتاج اولیاء کا انتقال ہوا۔

اولاد آپ کا نکاح حضرت مہتاب بی بی بنت ملک شیر محمد کھوکھر وزیر آبادی سے ہوا۔ یہ بھکڑیالی والے خاندان سے تھیں۔ جو شاہانِ مغلیہ کی طرف سے جاگیردار تھے۔ انہیں کے بطن سے اولاد ہوئی۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ میاں سلطان محمد رح ۲۔ میاں محبوب شاہ رح ۳۔ میاں سلطان شاہ رح

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں سلطان محمد رح۔ فرزند اکبر	نوشہرہ شریف	ضلع گجرات
۲۔ میاں محبوب شاہ رح۔ فرزند دوم	"	"
۳۔ میاں سلطان شاہ رح۔ فرزند سوم	"	"
۴۔ شہمیر اقوال	"	"
۵۔ میاں حسن محمد بن خواجہ بخت جمال وڑائچ	جھنگی بخت جمال	گورداسپور
۶۔ نواب سعادت خاں افغان	قصور	لاہور
۷۔ مرزا محمد خاں افغان	"	"
۸۔ نواب خان بہادر	"	"
۹۔ مطلوب خان	"	"
۱۰۔ جماعت علی شاہ۔ صاحب سلسلہ تھے۔	"	"

[1] کنز الرحمت ۱۲ اشرافت

مدح شریف آپ کی تعریف میں علامہ صداقت کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ نے ثواقب المناقب میں یہ دو شعر لکھے ہیں ؎

دلِ او مطلعِ صبحِ کرامت — نصیبِ طالعِ بدخواہ شامت
حسود از غیرتِ او زندہ در گور — سگِ درگاہِ او شیرانِ پُر زور

تاریخ وفات میاں محمد اکرم کی وفات بروز سہ شنبہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۱۶۸ھ میں ہوئی آپ کی قبر نوشہرہ شریف میں اپنے والد بزرگوار اور جد امجد کے درمیان واقع ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ از آیت شریف — هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ — ۱۱۶۸ھ
۲۔ بابا مرشدِ حقیقت — ۱۱۶۸ھ

شجرہ فقرائے میاں محمد اکرم

جماعت علی شاہ
ہدایت علی شاہ
کرم علی شاہ
امیر علی شاہ

مرجانے شاہ
رلدو شاہ
شیر شاہ مراسی
شہاب الدین چک ۲۱۶

سائیں محمد شریف
جلال آباد چک ۲۱۶ گ ب
ضلع لائل پور میں اپنے مرشد
کا گدی نشین ہے۔
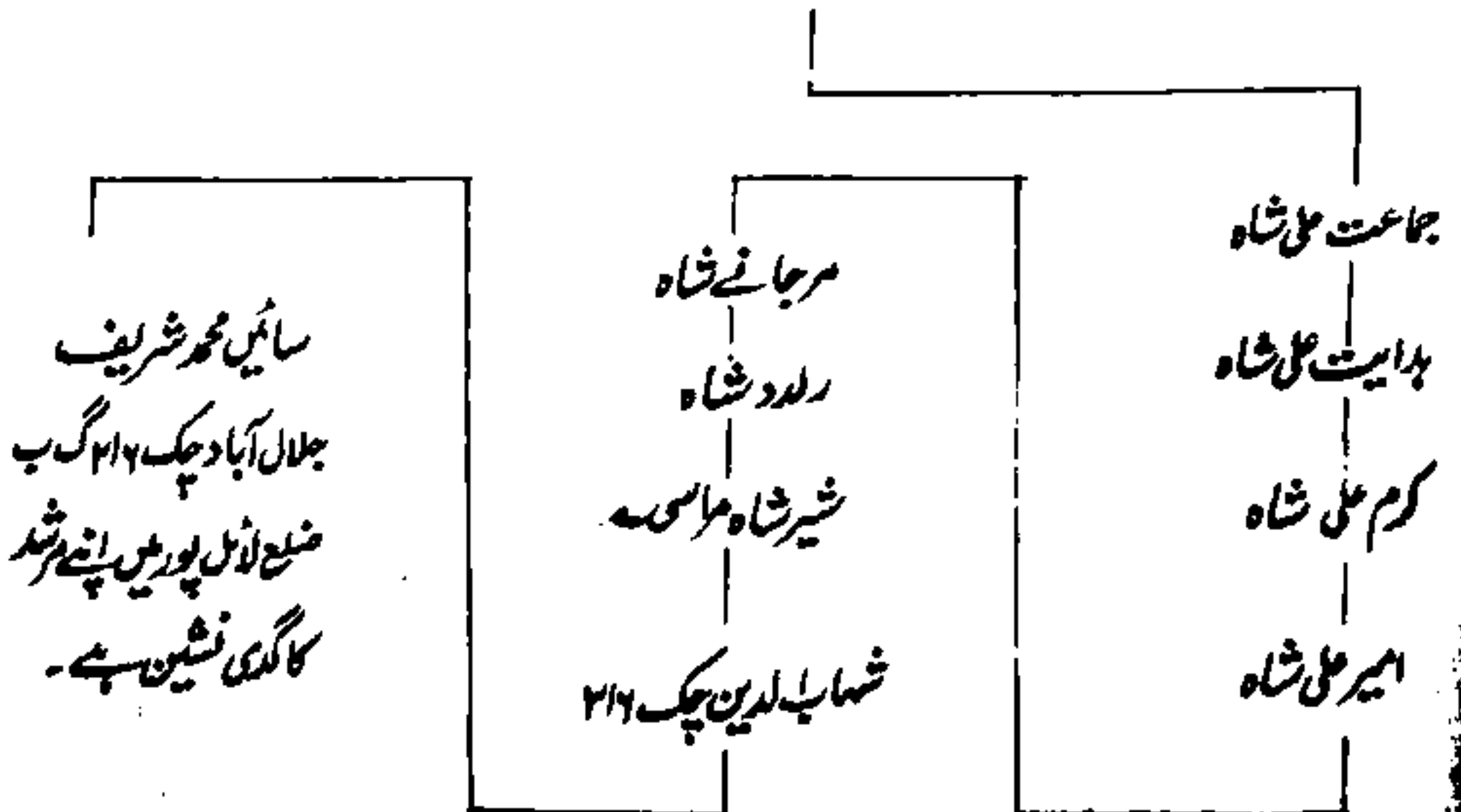
باب چہارم

اس میں چوتھی پشت کے حالات ہیں۔

میاں سلطان محمدؒ

حضرتِ سلطان محمد مظہرِ فیضِ اتم — حامیٔ اہلِ معاصی ساقیِ جامِ قِدَم
آشنائے بحرِ عرفاں مہبطِ نورِ الٰہ — مخزنِ سرِّ الٰہی معدنِ لطف و کرم
چہرۂ نورانیِ شاں ہمچو ماہِ چاردہ — دُور کرد از روئے عالم ظلمتِ شامِ الم
گر کسے باشد ذلیل از رنجِ دہرِ بیوفا — مے شود از لطفِ ایشاں در دو عالم محترم

نیست اشرف را ز آسیب حوادث روزگار
از نگاہِ لطفِ پاکش ہیم جور و ستم

آپ میاں محمد اکرم بن میاں عبد الجلیل نوشہروی رح کے بڑے بیٹے اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔ آپ کا شہرہ دُور دُور تک تھا۔ قندھار اور ہندوستان سے خلقت آکر مستفید ہوتی تھی ؎

خلائق ز قندھار و ہندوستاں — بیایند بہرِ زیاراتِ شاں[1]

حق کی طرف رجوع

آپ امیرانہ طبع اور خوبصورت تھے۔ جو شخص آپ کو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا۔ ایک دن بعالم شباب گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کو جا رہے تھے۔ سامنے سے سکھوں کی ایک فوج آتی ملی۔ اُن کا افسر سکھ آپ پر عاشق ہو گیا اور آپ کو پاس لے جا کر ایک بڑے عہدہ پر ممتاز کیا۔ آپ چند عرصہ اس کے پاس ملازم رہے۔ ایک رات خواب میں حضرت سچیار رحمۃ اللہ علیہ ملے اور فرمایا بیٹا دنیاوی تعلقات میں کب تک مبتلا رہو گے۔ اب خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ نے

---

[1] کنز الرحمت ۱۲ سید شرافت

ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اور تاحیات صائم الدہر اور قائم اللیل رہے۔

جاگیر ملنا منقول ہے کہ ایک روز وہی سکھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے مصارف کے واسطے تین گاؤں کالس۔ لالی۔ عبدو پور۔ واقع ضلع میر پور ریاست جموں و کشمیر متصل سکھ چین پور بطور جاگیر آپ کو دے گیا۔ یہ تینوں گاؤں آج تک آپ کی اولاد کے زیر مصرف ہیں۔

مقامات

مرتبہ فنافی الرسول منقول ہے کہ ایک شخص کو خواب میں ندائے غیبی سنائی دی کہ فلاں جگہ پر جاکر حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی زیارت کرو۔ جب وہ اُس جگہ پر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ آگے میاں سلطان محمد رح بیٹھے ہیں۔ اور خلقت زیارت کر رہی ہے۔ صبح اُٹھ کر اُس نے ایک بزرگ سے اس کی تعبیر پوچھی تو اس نے کہا کہ میاں سلطان محمد رح نور نبوی۔ سے ایک نور ہیں۔ جاکر ان کی زیارت کرو۔ چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا[1]

کرامات

جذب قلوب منقول ہے کہ جب آپ کے کمالات کا شہرہ ہوا۔ تو ایک بڑا عالم مولوی قاسم علی ازراہ تکبر کہنے لگا کہ اگر آپ مجھ کو کشش کریں تو مانوں کہ صاحب اثر ہیں۔ آپ نے اُس کے ضمیر سے آگاہ ہو کر ایسی توجہ فرمائی کہ وہ خود بخود عاجز ہو کر آپ کے قدموں پر آگرا۔ اور بیعت ہو کر کاملان وقت سے ہو گیا۔ بلکہ اس کی وساطت سے کئی حکماء اور علماء آپ کی ملازمت سے مشرف ہوئے[2]

نکاح کا حکم منقول ہے کہ آپ کے حسن و جمال کے سبب اِرد گرد کے بہت سارے خاندانی لوگ آپ کو رشتہ دینے کے لیے آتے۔ مگر آپ قبول نہ کرتے

[1] تحائف قدسیہ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲ سید شرافت

ایک رات حضرت سچیار صاحب خواب میں ملے۔ اور فرمایا بیٹا۔ آج صبح جو رشتہ آئے وہ منظور کر لینا۔ وہ تمہارے حق میں بہت اچھا ہو گا۔ چنانچہ صبح کو موضع بھکھڑیالی ضلع سیالکوٹ کے کھوکھروں میں سے ایک شریف گھر سے رشتہ آیا۔ آپ نے قبول کر لیا۔ انہوں نے موازی پانسو بیگھہ زمین بھی اپنی بیٹی کو جہیز میں دی۔ آج تک آپ کی اولاد اس پر قابض ہے۔

اولاد آپ کا نکاح حضرت راج بیگم المعروف بی بی کیروں بنت ملک نیک محمد المعروف نیک بخت کھوکھر سے ہوا ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

آپ کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ میاں سلطان بخش رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے بعالم شباب اپنے والد کی زندگی میں لاولد انتقال کیا۔ کنز الرحمت میں ہے ؎

جگر بند شاں بود سلطان بخش — بمیدانِ جنت جہانید رخش

۲۔ میاں پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ ۳۔ میاں سلطان ملک رحمۃ اللہ علیہ۔ ان دونوں کے ذکر پانچویں باب میں آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں سلطان بخش رحمۃ اللہ علیہ	فرزند اکبر	نوشہرہ شریف ضلع گجرات
۲۔ میاں پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ	فرزند ثانی	" "
۳۔ سید جانے شاہ میراں رحمۃ اللہ علیہ		کنہام علاقہ ہندوستان
۴۔ مولوی قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ		

تاریخ وفات میاں سلطان محمد کی وفات ۱۱۹۶ھ میں ہوئی۔ مزار نوشہرہ شریف گورستان سچیاریہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف البلغ المبین ۲۔ فیض پیر جیلان ۳۔ زیب مخلوقات ۴۔ منظوہ

میاں محبوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں محمد اکرم بن میاں عبدالجلیل نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ ہر دم یادِ خدا میں محو، اور نشۂ توحید میں سرشار رہتے۔ سوائے سخت ضرورت کے کلام نہ کرتے۔ ذکر ھُو میں دائمی اشتغال تھا۔

مسکین پروری منقول ہے کہ آپ زیادہ تر حالت سکر میں رہتے تھے۔ اپنی زراعت سے جو غلہ آتا۔ وہ فقیروں درویشوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ چھوٹے بچوں کو دانے بھنا کر دیا کرتے تاکہ وہ چبا کر خوش ہوں۔

کرامات

نماز کے لیے بیدار کرنا شیخ پیر کمال لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کتاب تحائف قدسیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک رات میں غفلت کی نیند سویا ہوا تھا۔ خواب میں بشارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا اُٹھ اور فجر کے سلام کو محفوظ رکھ۔ میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ فجر کی نماز کا وقت اخیر ہو چکا تھا۔ میں نے جلدی سے وضو کر کے نماز ادا کی۔ پھر فوراً سورج نکل آیا۔ اُس وقت آپ کی عمر چودہ سال تھی۔

اولاد کے حق میں دعا منقول ہے کہ آپ کے بھتیجوں نے آپ کی اولاد کو ملکیت زمین میں سے تھوڑا حصہ دیا۔ آپ کے فرزند میاں سلطان امیر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے آگے اس بات کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کچھ فکر نہ کرو۔ خدا تعالیٰ تم کو ایسا رزق دے گا کہ ان کی اولاد تیری اولاد سے قرض لے کر اپنی ضرورتوں کو پورا کیا کرے گی۔

فائدہ۔ مؤلف کے سامنے میاں محمد الدین بن میاں نبی بخش نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ آج تک دولت و ثروت میں آپ کی اولاد سب برادران سیپیاریہ میں بہتر رہی ہے۔

روحی کرامت میاں محمد الدین موصوف بیان کرتے تھے۔ کہ جب سنہ ۱۳۱۱ھ میں حضرت سیوایا صاحب کا صندوق بسبب طغیانی دریائے چناب کے مدفن سے برآمد ہوا۔ تو اولاد میں سے بھی کئی بزرگوں کے صندوق نکلے۔ اُن میں آپ کا بھی صندوق تھا۔ قبل از دفن چند عرصہ اولاد نے گھر لا کر ایک مکان میں رکھ دیا۔ ایک روز دوپہر کے وقت مسمات بھاگو اراعین اس مکان میں چکی پیسنے لگی۔ اور شدت گرمی کے سبب اپنا کرتہ اُتار دیا۔ اُسی وقت اس کو غیب سے جوتیاں پڑنے لگیں۔ وہ دوڑ کر باہر نکل آئی۔ اور کپڑے پہن لیے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند میاں سلطان امیرؒ تھے۔

—— میاں سلطان امیر کے تین بیٹے تھے۔ میاں اللہ بخشؒ۔ میاں محمد بخشؒ میاں نبی بخشؒ۔

—— میاں اللہ بخش کے پانچ بیٹے۔ میاں گوہر بخش۔ میاں الٰہی بخش۔ میاں ولی بخش میاں دولت بخش۔ میاں کریم بخش۔

—— میاں گوہر بخش۔ سادہ مزاج حمیدہ اطوار تھے۔ عموماً ان کا نام سائیں گوہر مشہور تھا مولوی محمد ابراہیم قادری امام مسجد نوشہرہ ان کی سادگی کی بہت باتیں سنایا کرتے تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ میاں لدھے شاہ۔ میاں مولا بخش۔

—— میاں لدھے شاہ۔ دولت مند باثروت تھے۔ چلنے میں ذرا لنگ تھے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ نذر محی الدین۔ صاحبزادہ فیض محی الدین لاولد۔

—— صاحبزادہ نذر محی الدین۔ نوجوان حسن اخلاق والے ہیں۔ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کے احباب خواص میں سے ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہیں۔ صاحبزادہ محمد اختر اور صاحبزادہ فیاض میراں۔ تینوں باپ بیٹے سنہ ۱۳۷۵ھ میں موجود ہیں۔

—— میاں مولا بخش بن گوہر بخش کے ایک فرزند صاحبزادہ غلام حسینؒ تھے۔

— صاحبزادہ غلام حسین پسندیدہ اطوار تھے۔ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ عنہ جب نوشہرہ شریف جایا کرتا تو ضرور میری ملاقات کو آتے۔ اور مجلس میں بیٹھا کرتے۔ خوش طبع۔ لطیفہ گو۔ بذلہ سنج تھے۔ شہر دہلی میں انتقال کیا۔ نعش نوشہرہ میں لاکر دفن کی گئی۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ فریاد حسین۔ صاحبزادہ فرزند حسین صاحبزادہ فردوس اختر۔ تینوں موجود ہیں۔

— میاں علی بخش بن اللہ بخش کے ایک فرزند میاں برکت علی تھے۔

— میاں برکت علی کے ایک فرزند میاں حسین بخش تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

— میاں ولی بخش بن اللہ بخش کے چار بیٹے تھے۔ میاں غلام محمد۔ میاں چراغدین میاں مولا بخش۔ میاں عطا محمد۔

— میاں غلام محمد کے دو بیٹے تھے۔ صاحبزادہ فضل حسین۔ صاحبزادہ محمد شفیع۔

— صاحبزادہ فضل حسین متمول آدمی تھے۔ نہر سرگودہا پر مربعے بھی تھے۔ سادات نوشاہیہ برخوردار یہ ساہنپالویہ جب کبھی عرس نوشہرہ شریف پر تشریف لے جاتے تو ڈیرہ انہیں کے دیوان خانہ میں ہوا کرتا۔ ۱۲ر جمادی الآخرۃ ۱۳۵۳ھ کو انتقال کیا۔ ان کا ایک بیٹا صاحبزادہ خضر حیات ہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

— صاحبزادہ محمد شفیع بن میاں غلام محمد ۱۴ر ربیع الاول ۱۳۴۹ھ کو بعالم شباب، فوت ہوئے۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ محمد صفدر نام تھا۔ جو بچپن میں منگلوار کی رات ۲۰ر رمضان ۱۳۶۲ھ کو انتقال کر کے اپنے والدین کا نام مٹا گیا۔

— میاں چراغدین بن ولی بخش۔ نوشہرہ شریف سے رہائش منتقل کر کے بمقام چک اختیار تشریف لے گئے۔ اولاد کی وہیں سکونت ہے۔ ان کے چار بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ غلام علی۔ صاحبزادہ وزیر علی۔ صاحبزادہ غلام حسین۔ صاحبزادہ محمد حسین۔ چاروں اس وقت ۱۳۶۷ھ میں موجود ہیں۔

— میاں مولا بخش بن ولی بخش معمر تھے۔ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ سے محبت اور عقیدت رکھتے۔ کتاب طلسم ہوش ربا سننے کے بہت شائق تھے۔ لاولد فوت ہوئے۔

— میاں عطا محمد بن ولی بخش کے پانچ صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادہ محمد شریف۔ صاحبزادہ عمر حیات۔ صاحبزادہ فضل میراں۔ صاحبزادہ محمد شفیع۔ صاحبزادہ محمد لطیف اس وقت سب موجود ہیں۔

اِن میں سے صاحبزادہ عمر حیات فقیر سید شرافت عافاہ اللہ سے بہت محبت و اُنس رکھتے ہیں۔ بڑے حسین وجمیل نوجوان ہیں۔ سلمہ اللہ

— میاں دولت بخش بن اللہ بخش کے ایک ہی فرزند میاں اللہ دتہ تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

— میاں کریم بخش بن اللہ بخش۔ نوشہرہ سے رہائش منتقل کر کے "میانہ کوٹ" میں چلے گئے۔ غالباً انہیں کے واسطے اس کا نام میانہ کوٹ پڑ گیا ہوگا۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ میاں اللہ دتہ۔ میاں حسین بخش۔ میاں پیراں بخش۔

— میاں اللہ دتہ کے چھ بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ غلام حسین۔ صاحبزادہ محمد فاضل۔ صاحبزادہ محمد حسین۔ صاحبزادہ محمد شفیع۔ صاحبزادہ فضل حسین۔ صاحبزادہ محمد شریف یہ سب موجود ہیں۔

— میاں حسین بخش بن کریم بخش کے پانچ بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ مولا بخش۔ صاحبزادہ محمد حسین۔ صاحبزادہ محمد شفیع۔ صاحبزادہ محمد عالم۔ صاحبزادہ غلام سرور۔ سب اس وقت موجود ہیں۔

— صاحبزادہ مولا بخش کے دو لڑکے جمشید میراں اور منور میراں موجود ہیں۔ سلمہا اللہ تعالیٰ۔

— صاحبزادہ محمد حسین بن حسین بخش کا ایک لڑکا بشیر حسین نام موجود ہے۔

— میاں پیراں بخش بن کریم بخش کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ نبی بخش المعروف محمد اشرف۔ صاحبزادہ محمد صادق۔ صاحبزادہ محمد افضل۔ تینوں موجود ہیں۔

— صاحبزادہ نبی بخش المعروف محمد اشرف کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ مظہر حسین۔ صاحبزادہ محمد اختر دونوں موجود ہیں۔ سلمہا اللہ۔

— صاحبزادہ محمد صادق بن پیراں بخش کا ایک لڑکا لال حسین نام موجود ہے۔ سلمہ ربہٗ
— میاں محمد بخش بن سلطان امیر بن محبوب شاہ۔ کے ایک ہی فرزند میاں رحیم بخشؒ تھے۔
— میاں رحیم بخش کی بیعتِ طریقت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رنملویؒ سے تھی۔ جن کا ذکر طبقہ چہارم کے نویں باب میں گذر چکا ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ میاں وزیر علی۔ میاں چراغدین۔
— میاں وزیر علی کے تین بیٹے تھے۔ میاں نواب علی۔ میاں شاہ محمد۔ میاں حسین بخش
— میاں نواب علی کے ایک فرزند صاحبزادہ منظور حسین موجود ہیں۔
— میاں شاہ محمد بن وزیر علی کے دو بیٹے صاحبزادہ محمد صدیق و صاحبزادہ مزمل حسین موجود ہیں۔
— میاں حسین بخش بن وزیر علی کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد امین۔ صاحبزادہ نذر محی الدین۔ صاحبزادہ جمشید میراں۔ تینوں اس وقت موجود ہیں۔
— میاں چراغدین بن رحیم بخش کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ فضل حسین المعروف میاں اروڑا موجود ہیں۔
— میاں نبی بخش بن سلطان امیر بن محبوب شاہ کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

مدفن میاں محبوب شاہ کی قبر نوشہرہ شریف گورستانِ سچیاریہ میں ہے۔

وفات سنہ ۱۲۱۰ھ

میاں سلطان شاہ

آپ میاں محمد اکرم بن میاں عبدالجلیل نوشہروی رح کے تیسرے فرزند اور مرید و خلیفہ تھے۔

اخلاقِ حسنہ آپ اپنے زمانہ میں ولایت کے نشان۔ صاحب درد و ذوق و شوق۔ اہل راز و نیاز تھے۔ بحرِ توحید میں مستغرق رہتے۔ مسکینوں غریبوں کی

خدمت کرتے۔ حلیم الطبع ۔ مشفق رحیم وکریم تھے ۔ توحید کی رنگت آپ کے چہرہ پر نمایاں تھی۔ خدا کے مقبول بندوں سے تھے ۔

حاجی والہ میں ورود آپ اپنے سسرال کے گاؤں حاجی والہ ضلع گجرات میں چلے گئے ۔ اور وہیں سکونت اختیار کی ۔

اولاد آپ کا نکاح مسمات بیگم بی بی دختر ملک محمد غازی اعوان ساکن حاجی والہ سے تھا ۔ اُن کے بطن سے اولاد ہوئی ۔

آپ کے پانچ بیٹے تھے ۔

۱۔ میاں سلطان سکندر ۲۔ میاں سلطان صاحب جی لاولد ۳۔ میاں سلطان حاجی ۴۔ میاں سلطان عالم ۵۔ میاں سلطان فضل ۔

میاں سلطان سکندر ۔ علم ظاہر و باطن میں یگانہ تھے ۔ ہر دم یادِ خدا میں رہتے ۔ ذکر و فکر میں اشتغال تھا ۔ فصیح اللسان شیریں زبان تھے ۔ مولوی محمد اشرف نے کنز الرحمت میں ان کے متعلق فرزندانِ سلطان شاہ کے ضمن میں لکھا ہے ۔

پسر پاک شاں اہل علم و جواں   کہ نامش تو سلطان سکندر بداں

بعلم و بحلم و فصاحت تمام   بود مشتغل یاد ایزد مدام

۱۲۲۰ھ میں جو سال تصنیف کنز الرحمت ہے زندہ موجود تھے ۔ ان کے ایک ہی فرزند نادر علی تھے ۔

میاں نادر علی کے دو بیٹے تھے ۔ میاں اللہ لوک ۔ میاں جنگو شاہ ۔

میاں اللہ لوک کے ایک ہی فرزند میاں مولا بخش تھے جو لاولد فوت ہوئے ۔

میاں جنگو شاہ بن نادر علی کے دو بیٹے تھے ۔ میاں اللہ دتہ ۔ میاں پیران دتہ ۔

میاں اللہ دتہ کے ایک فرزند میاں مردان علی ۔ اس وقت ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں ۔

میاں پیراندتہ بن جنگو شاہ کے ایک فرزند میاں محمد حسین موجود ہیں ۔

میاں سلطان حاجی بن سلطان شاہ کا ذکر پانچویں باب میں آئے گا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ

— میاں سلطان عالم بن سلطان شاہ کے تین بیٹے تھے۔ میاں اللہ داد۔ میاں کرم شاہ۔ میاں سلطان شاہ ثانی۔

— میاں اللہ داد کے چار بیٹے تھے۔ میاں محمد الدین۔ میاں رستم علی لاولد۔ میاں غلام حسن۔ میاں دوستن۔

— میاں محمد الدین کے ایک فرزند صاحبزادہ محمد شریف موجود ہیں۔

— میاں غلام حسن بن اللہ داد کے ایک فرزند صاحبزادہ مولا بخش موجود ہیں۔

— میاں دوستن بن اللہ داد کے چار بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ نواب علی۔ صاحبزادہ محمد فاضل صاحبزادہ محمد حسین۔ صاحبزادہ محمد اسلم۔ چاروں موجود ہیں۔

— صاحبزادہ نواب علی بھی اولاد والے ہیں۔

— صاحبزادہ محمد فاضل بن دوستن کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد اعظم۔ صاحبزادہ محمد افضل۔ صاحبزادہ محمد اختر۔ تینوں موجود ہیں۔

— میاں کرم شاہ بن سلطان عالم، حاجی والہ سے سکونت منتقل کر کے ٹھٹھہ موسلے میں رہائش پذیر ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ میاں چراغ علی۔ میاں سید محمد۔

— میاں چراغ علی کے دو بیٹے تھے۔ میاں نواب علی۔ میاں فتح علی۔

— میاں نواب علی کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ فضل حسین۔ صاحبزادہ مشتاق حسین دونوں موجود ہیں۔

— صاحبزادہ فضل حسین کے تین بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ عاشق حسین موجود ہے۔ اور جمشید میراں و ریاض احمد بچپن میں فوت ہو چکے ہیں۔

— صاحبزادہ مشتاق حسین بن نواب علی۔ پولیس میں کنسٹیبل ہیں۔ ان کا ایک لڑکا بنام خورشید میراں موجود ہے۔

— میاں فتح علی بن چراغ علی کے دو بیٹے ہوئے۔ میاں اللہ دتہ۔ میاں مولا بخش لاولد۔

— میاں اللہ دتہ کے پانچ بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ علی حسین۔ صاحبزادہ مردان علی۔

صاحبزادہ محمد حسین۔ صاحبزادہ تصدق حسین۔ صاحبزادہ لدھا۔ سب اس وقت موجود ہیں۔

—— میاں سید محمد بن کرم شاہ کے ایک ہی فرزند میاں امیر علی موجود ہیں۔

—— میاں امیر علی کے تین بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ نذر محی الدین۔ صاحبزادہ محمد فاضل سلمہا اللہ۔ صاحبزادہ فضل میراں بچپن میں فوت ہو چکا ہے۔

—— صاحبزادہ نذر محی الدین۔ تعلیم یافتہ۔ مہذب اخلاق۔ متین و مؤدب ہیں۔ اولادِ حضرت نوشہ صاحبؒ کا بہت ادب و احترام کرتے ہیں۔ فقیر سید شرافت عفی عنہ کے خواص دوستوں میں سے ہیں۔ اور بڑی محبت و عقیدت سے ملاقات کیا کرتے ہیں۔ بھٹہ مو۔ سیلے میں سکونت رکھتے ہیں۔ قابلیت ولیاقت کے اوصاف سے موصوف ہیں۔ ان کے ایک فرزند بنام صاحبزادہ چن پیر خورد سال ہیں۔ اس وقت ۱۳۷۶ھ میں دونوں باپ بیٹا موجود ہیں۔ سلمہا اللہ۔

—— میاں سلطان شاہ ثانی بن سلطان عالم کے دو بیٹے تھے۔ میاں محمد بخش۔ میاں سلطان بھاگن۔

—— میاں محمد بخش کے ایک ہی فرزند میاں پیراندتہ تھے۔

—— میاں پیراندتہ کے دو بیٹے تھے۔ میاں غلام حسین المعروف گامن۔ میاں شاہ محمد۔ دونوں لاولد فوت ہوئے۔

—— میاں سلطان بھاگن بن سلطان شاہ ثانی کے ایک ہی فرزند میاں غلام حسن تھے۔

—— میاں غلام حسن کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ محمد الٰہی اس وقت موجود ہیں۔

—— صاحبزادہ محمد الٰہی کا ایک لڑکا صاحبزادہ منوّر حسین اس وقت موجود ہے۔

—— میاں سلطان فضل بن میاں سلطان شاہ کے تین بیٹے تھے۔ میاں غلام خوش۔ میاں گوہر شاہ۔ میاں دیوان علی۔

—— میاں غلام خوش کے ایک ہی فرزند میاں لدھے شاہ تھے۔

—— میاں لدھے شاہ کے چھ بیٹے تھے۔ میاں اللہ دتہ۔ میاں محمد الدین لاولد۔

میاں مولا بخش ۔ میاں نواب علی ۔ میاں نور حسن ۔ میاں فتح علی ۔

—— میاں اللہ دتہ کے ایک فرزند صاحبزادہ محمد شفیع موجود ہیں ۔

—— میاں مولا بخش بن لدھے شاہ کے دو بیٹے ہیں ۔ صاحبزادہ فضل میراں ۔ صاحبزادہ علی اصغر دونوں اس وقت موجود ہیں ۔

—— میاں نواب علی بن لدھے شاہ کا ایک لڑکا صاحبزادہ محمد صادق نام موجود ہے ۔

—— میاں فتح علی بن لدھے شاہ کا ایک بیٹا صاحبزادہ محمد خاں موجود ہے ۔

—— میاں دیوان علی بن سلطان فضل کے دو بیٹے تھے ۔ میاں سید محمد ۔ میاں عطا محمد ۔

—— میاں سید محمد کے چار بیٹے ہیں ۔ صاحبزادہ نواب علی ۔ صاحبزادہ فیروز علی ۔ صاحبزادہ سردار علی ۔ صاحبزادہ پیراں بخش صاحب ۔ چاروں موجود ہیں ۔

—— صاحبزادہ نواب علی کا ایک لڑکا محمد اصغر نام موجود ہے ۔

—— صاحبزادہ سردار علی بن سید محمد کا ایک بیٹا نذر حسین موجود ہے ۔

—— میاں عطا محمد بن دیوان علی کے ایک فرزند میاں شاہ محمد اس وقت موجود ہیں ۔

وفات | میاں سلطان شاہ مریدوں پر سفر گئے ہوئے تھے ۔ ناقہ دوابہ ضلع جالندھر میں سنہ ۱۲۲۰ھ میں انتقال کیا ۔ وہاں سے نعش لاکر ۔ گورستانِ سچیاریہ نوشہرہ شریف میں دفن کی گئی ۔

باب پنجم

اِس میں اُن بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سچیار صاحب سے پانچویں پشت ہیں۔

میاں پیر بخش رح

آپ میاں سلطان محمد بن میاں محمد اکرم نوشہروی رح کے دوسرے بیٹے اور مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ آپ نوجوان، شاہزور، فنونِ سپاہ گری کے واقف، بہادری اور شجاعت میں بے مثل تھے۔

ملازمت سکھاں آپ نے اوائل میں سردار صاحب سنگھ اسلام گڑھی کے ہاں ملازمت اختیار کی تھی۔ سپاہ گری کے جوہر دکھا کر موردِ الطاف و انعامات رہے۔ اور خلعت پائی۔

جاذبہ الٰہی آخر محبت الٰہی نے کشش کی تو آپ ملازمت چھوڑ کر آباؤ اجداد کے راستہ پر گامزن ہوئے۔ اور درویشی میں مقام راسخ پایا۔

بیویاں اور اولاد آپ کی چار بیویاں تھیں۔ جن سے پانچ بیٹے بتفصیل ذیل پیدا ہوئے۔

۱۔ مسمات بخت بھری قوم چیمہ را جپوت ساکن کوٹ کمیلہ ریاست جموں۔ ان کے بطن سے تین بیٹے۔ میاں سلطان علی اور میاں سلطان شرف۔ اور میاں سلطان بھاگن لاولد پیدا ہوئے۔

۲۔ مسمات نور بھری قوم کھوکھر ساکن وزیر آباد۔ ان کے بطن سے ایک فرزند میاں الٰہی بخش پیدا ہوئے۔ جن کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

۳۔ مسمات ولایت بانو۔ قوم چیمہ راجپوت ساکن برجھنگ۔ ان کے بطن سے ایک بیٹا میاں سلطان صوبہ نام پیدا ہوا۔

۴۔ مسمات امانت بی بی قوم راجپوت۔ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

—— میاں سلطان علی کے چار بیٹے تھے۔ میاں مردان علی۔ میاں دیوان علی۔ میاں روشن علی۔ میاں منصور علی لاولد۔

—— میاں مردان علی اہل ذکر وفکر تھے۔ ایک مرتبہ ۱۳۴۶ھ میں مجھ کو (مؤلف کو) میاں شیر محمد نقشبندی مجددی شرقپوری رح کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ میاں مردان علی نوشہروی رح یہاں شرقپور میں آیا کرتے تھے۔ ہم نے اُن کو دیکھا ہے ذکر جہر کیا کرتے تھے۔ اور ان کا بال بال ذاکر تھا۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ میاں اللہ دتہ میاں فتح شیر۔ میاں غلام غوث لاولد۔ میاں شاہ محمد لاولد۔

—— میاں اللہ دتہ۔ درویش صورت، نیک سیرت تھے۔ شرقپور میں ان کے مریدوں کی تعداد بہت تھی۔ ایک مرتبہ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کی شرقپور میں ان سے ملاقات ہوئی۔ نہایت ادب واحترام سے پیش آئے۔ ۱۳۵۲ھ میں انتقال کیا۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ محمد اکبر۔ صاحبزادہ محمد اشرف۔ صاحبزادہ محمد انور۔ یہ بچپن میں فوت ہو گیا۔

—— صاحبزادہ محمد اکبر۔ ملٹری میں ملازم ہیں۔ ان کے دو لڑکے افتخار میراں اور دلدار اختر ہیں۔ تینوں باپ بیٹے ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔

—— صاحبزادہ محمد اشرف۔ عبادت کا شوق رکھتے ہیں۔ متعدد چلے بھی کئے ہیں۔ مؤلف سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ سلمہ اللہ۔

—— میاں فتح شیر بن مردان علی کا بھی سلسلہ پیری مریدی تھا۔ ان کے بازو پر یہ عبارت کندہ تھی "میاں فتح شیر از نوشہرہ شریف" فقیر سید شرافت عفی عنہ۔ جب کبھی نوشہرہ جایا کرتا تو بڑی محبت سے ملاقات کرتے۔ اور آداب سے پیش آیا کرتے۔ ماہ شوال ۱۳۶۲ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دو بیٹے الطاف حسین اور مشتاق حسین اس وقت موجود ہیں۔

—— میاں دیوان علی بن سلطان علی کے ایک فرزند میاں نتھے شاہ تھے۔ جو لاولد

فوت ہوئے۔

— میاں روشن علی بن سلطان علی کے ایک فرزند میاں سید محمد تھے۔

— میاں سید محمد کے ایک فرزند میاں شاہ محمد بچپن میں فوت ہو گئے۔

— میاں سلطان شرف بن پیر بخش بن سلطان محمد کے دو بیٹے تھے۔ میاں محمد بخش۔ میاں سردار علی۔

— میاں محمد بخش کے ایک فرزند میاں غلام حسن تھے۔

— میاں غلام حسن کے ایک فرزند صاحبزادہ محمد فاضل موجود ہیں۔

— صاحبزادہ محمد فاضل کے دو بیٹے صاحبزادہ محمد امین و صاحبزادہ قمر الزمان موجود ہیں۔

— میاں سردار علی بن سلطان شرف کے دو بیٹے تھے۔ میاں نواب علی۔ میاں چراغ علی۔

— میاں نواب علی کے تین بیٹے۔ صاحبزادہ محمد شفیع۔ صاحبزادہ محمد حسین۔ صاحبزادہ محمد طفیل اس وقت موجود ہیں۔

— میاں چراغ علی بن سردار علی کے ایک فرزند صاحبزادہ محمد حسین موجود ہیں۔

— صاحبزادہ محمد حسین کا ایک لڑکا سلیم اختر تھا جو بچپن میں فوت ہو گیا۔

— میاں سلطان صوبہ بن پیر بخش بن سلطان محمد کے ایک ہی فرزند میاں مہر بخش تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

تاریخ وفات میاں پیر بخش کی وفات سنہ ۱۲۳۶ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان پچیاریہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ از آیت شریف ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ

۲۔ چراغِ ایزدی

میاں سلطان ملک رح

بسلطانِ ملک از حضورِ الاہ رسیدہ ۔ بسے رتبہ بے اشتباہ

آپ میاں سلطان محمد بن میاں محمد اکرم نوشہروی رح کے تیسرے بیٹے تھے۔ اجازت و خلافت شیخ چو غطے شاہ فقیر نوشاہی رح سے رکھتے تھے۔ جن کا ذکر کتاب ہذا کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ۔ کے پچھلے حصہ میں آئے گا۔

تعلیم آپ جب سن تمیز کو پہنچے تو والد نے آپ کو موضع لنگے برلب دریائے چناب میاں وڈارح کے درس میں داخل کیا۔ آپ نے وہاں سے قرآن مجید قرأت کے ساتھ پڑھا۔ اور فارسی درسی کتابوں پر بھی عبور کیا۔

واقعہ بیعت منقول ہے کہ ابتدائے شباب میں آپ بڑے امیرانہ مزاج تھے۔ ریشمی لباس پہنتے اور ہاتھوں میں سنہری کڑے ہوتے۔ شہسواری اور نیزہ بازی کا شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ علاقہ سیالکوٹ میں بمعہ درویشوں کے گئے۔ مریدوں نے آپ کی گھوڑیاں چرنے کے لیے کھلی چھوڑ دیں۔ انہوں نے سکھوں کے کھیت کا اجاڑا کیا۔ تو سکھوں نے پکڑ لیں۔ ہر چند لوگوں نے واپس لینے کی کوشش کی۔ مگر سکھوں نے نہ دیں۔ پھر آپ خود بھی گئے۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر آپ سخت غمگین ہوئے۔ سنا کہ اس علاقہ میں شیخ چو غطے شاہ ساکن گنگ بلگن ایک نوشاہی درویش ہے۔ وہ بڑا صاحب رعب و تصرف ہے۔ ممکن ہے کہ سکھ اُس کو مان لیں۔ آپ نے خادم بھیج کر اُس کو بلایا۔ وہ لُولا درویش تھا۔ کسی مرید کے کاندھوں پر سوار ہو کر آگیا۔ آپ نے سکھوں کے گھوڑیاں پکڑ لینے کا واقعہ سنایا۔ اُدھر سکھوں نے سن لیا۔ کہ شیخ چو غطے شاہ آگیا ہے۔ اُس کے مستجاب الدعوات ہونے کا ان کو یقین تھا۔ وہ اُس کی بددُعا کے ڈر سے سب بیویوں بچوں سمیت اپنے گلوں میں کپڑے ڈالے آ خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور گھوڑیاں بھی دے دیں۔ اور نذرانہ بھی پیش کیا۔ اور معافی لے کر چلے گئے۔ شیخ چو غطے

نے جوش میں آکر فرمایا صاحبزادہ صاحب یہ کیا باعث ہے کہ آپ میرے شاہنشاہ حضرت سچیار رحمۃ پیر کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو سکھوں نے نہ مانا۔ اور میں آپ کے خاندان کا ادنٰی خادم ہوں۔ میرا نام سنتے ہی اُن کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور وہ دست بستہ آحاضر ہوئے۔
آپ نے عرض کیا۔ بابا جی آپ ہی بتائیں۔ فقیر نے فرمایا۔ آپ اپنے آباواجداد کا طریقہ چھوڑ کر امیری میں مشغول ہو گئے ہیں۔ اُس وقت آپ کو تاثیر ہوئی۔ اور شیخ چوغطے شاہ کی بیعت ہو کر راہ حق کے خواستگار ہوئے۔ انہوں نے آپ کو توبہ کرائی۔ اور ذکر و شغل قادریہ کی تلقین کی۔ آپ نے ریشمی کپڑے وغیرہ لباس فاخرہ اتار دیا۔ اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

شجرہ بیعت | آپ مرید شیخ چوغطے شاہ ساکن کنگ بلگن کے۔ وہ مرید شیخ دلیل شاہ کے۔ وہ مرید شیخ عبدالرحیم کے۔ وہ مرید شیخ کرم قلی کے۔ وہ مرید اپنے عم عالی قدر شیخ میر شاہ سلطان بگا شیر لکھنوالی رحمۃ کے۔ وہ مرید شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی رحمۃ کے۔

عبادت و ریاضت | آپ شریعت کے پابند تھے۔ پانچوں وقت نماز با جماعت ادا کرتے۔ نوافل اشراق، ضحٰی، اوّابین پر مواظبت رکھتے۔ تہجد کے وقت اتنا ہجوم ہوتا جتنا کہ فریضہ نمازوں کے واسطے ہوتا ہے۔

مجاہدہ نفس | آپ ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ اپنے پیر شیخ چوغطے شاہ کے فرمان کے مطابق دن کا کھانا اور رات کا سونا ترک کر دیا تھا۔
منقول ہے کہ افطار کے وقت روزانہ ایک مرغ کا گوشت اور دو سیر دودھ آپ کی غذا تھی۔

پرہیزگاری | آپ مسکرات سے سخت پرہیز رکھتے۔ اگر کبھی مریدوں پر جاتے۔ تو جس گھر میں تمباکو ہوتا اُس میں ہرگز ڈیرہ نہ کرتے۔ اور جس قطعہ زمین میں تمباکو کا کھیت ہوا ہوتا۔ اُس قطعہ کی پیداوار تین سال تک نہ کھاتے۔ اور نہ اپنی سواری کے گھوڑے کو اس میں سے چارہ ڈلوانے دیتے۔ بلکہ اُس قطعہ میں سے گذرنے کی بھی

پرہیز رکھتے۔

احتساب شرعی منقول ہے کہ ایک مرتبہ کوئی فقیر ملک دکن سے آیا۔ اور درگاہ سچیار رحہ کے پاس باغیچہ میں بیٹھ کر بھنگ پی کر مست و مدہوش ہو گیا۔ آپ اُس کے سر پر پہنچے اور فرمایا۔ فقیر ہم نے دو اونٹوں کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔ پھر بھی ہوش میں ہیں۔ اور تم نے صرف ایک اونٹ یعنی درویش کا بوجھ اٹھایا ہے تو بھی متحمل نہیں ہو سکے۔ درویش کو ہوشیار اور خبردار رہنا چاہیئے۔

کتب خوانی آپ علماء سے محبت رکھتے۔ کتابوں کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ آپ کے لیے ایک غلام رسول نام کاتب۔ نے کتاب ثواقب المناقب مصنفہ علامہ محمد ماہ صداقت لکھی تھی۔ اُس پر سے دستخط نقل کیا جاتا ہے۔

" دستخط فقیر غلام رسول از اولاد حضرت شیخ سری قدس سرہ العزیز از قدیم الایام متوطن قصبہ گجرات حضرت شاہ دولا حالا سکونت بموجب آبخورد در موضع جموں بروز شنبہ بتاریخ سیوم ماہ ربیع الاول قصائد مناقب ثاقب خاندان حضرت پیر محمد سچیار و حضرت نوشہ حاجی گنج بخش بموجب ارشاد والا حضرت سلطان ملک جیو با تمام رسیدہ بحرمت النون والصاد۔ عاقبت بخیر۔ تم تم شد۔"

بیویاں اور اولاد آپ کی تین اہلیہ تھیں۔ جن سے چھ بیٹے بتفصیل ذیل ہوئے۔

۱۔ حضرت صالحہ بانو۔ دختر میاں سلطان شاہ بن میاں محمد اکرم نوشہروی رحہ۔ ان کے بطن سے دو بیٹے۔ میاں سلطان محمود اور سلطان مست پیدا ہوئے۔

۲۔ حضرت نوازش بی بی المعروف ساکس بی بی۔ دختر میاں عبدالغفور بن میاں غلام مصطفےٰ بن خواجہ بخت جمال وڑائچ جھنگی والہ۔ ان کے بطن سے دو بیٹے میاں سلطان فضل اور میاں سلطان شیر پیدا ہوئے۔

۳۔ مسمات امام بی بی قوم مراسن (مطربہ) اس کے بطن سے دو بیٹے میاں حسن محمد اور میاں حشمت علی پیدا ہوئے۔

——— میاں سلطان محمود عالم وفاضل اہل سلوک وتصوف۔ صاحب ریاضت ومجاہدہ تھے۔ شریعت کے پابند۔ ریاست جموں اور علاقہ ڈگر میں ان کا فیض عام تھا۔ لاولد فوت ہوئے۔

——— میاں سلطان مست بن سلطان ملک کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ

——— میاں سلطان فضل بن سلطان ملک درویش کامل، شریعت کے متبع، نوافل تہجد پر مواظبت کرنے والے تھے۔ کلمہ طیبہ اور درود شریف ہزارہ کا ورد رکھتے۔ ان کے چار بیٹے تھے، میاں غلام حیدر۔ میاں رستم علی لاولد۔ میاں اخلاص محمد حافظ حاجی شاہ بخش۔ چاروں کے ذکر ساتویں باب میں آئیں گے۔

——— میاں سلطان شیر بن سلطان ملک۔ امیرانہ مزاج متشرع تھے۔ علم طب میں کافی مہارت تھی۔ کئی لوگ ان سے شفا پاتے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ میاں نواب علی، میاں فوجدار علی۔ میاں حاکم علی لاولد، میاں احمد علی لاولد۔

——— میاں نواب علی پابند شریعت تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ میاں غلام حسن لاولد میاں غلام قادر۔

——— میاں غلام قادر اس وقت ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ نبی بخش، صاحبزادہ فضل حسین۔ صاحبزادہ غلام سرور تینوں موجود ہیں۔

——— میاں فوجدار علی بن سلطان شیر۔ علم وحلم والے درویشی میں کامل تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ میاں سکندر علی لاولد۔ میاں رستم علی۔ ان کا ذکر آٹھویں باب میں آئے گا۔

——— میاں حسن محمد بن سلطان ملک کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

——— میاں حشمت علی بن سلطان ملک۔ کاروبار دنیاوی میں بہت قابل تھے۔ تجارت کیا کرتے۔ طبیعت امیرانہ واقع ہوئی تھی۔ شاہانہ مزاج۔ مدبر۔ خوش کلام تھے۔ ان کے سات بیٹے ہوئے، میاں امیر علی۔ میاں عطا محمد لاولد۔ میاں وزیر علی۔ میاں فتح علی لاولد۔ حاجی شاہ محمد کی۔ میاں فیروز علی۔ میاں محمد الٰہی۔

——— میاں امیر علی۔ اپنے سب بھائیوں سے لائق اور فقیر خیال تھے۔ علاقہ خانقاہ ڈوگراں

میں ان کے ارادت مندوں کی تعداد بہت تھی۔ ان کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد لطیف صاحبزادہ محمد ظریف۔

——صاحبزادہ محمد لطیف۔ ابتدا میں کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں رہے۔ اب نوشہرہ میں رہتے ہیں۔ مؤلف کا بہت احترام کیا کرتے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ محمد صابر موجود ہے۔

——صاحبزادہ محمد ظریف بن امیر علی۔ نوجوان خوش اخلاق ہیں۔ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ محمد نواز نام ہے۔ دونوں باپ بیٹا موجود ہیں۔

——میاں وزیر علی بن حشمت علی کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد شریف۔ صاحبزادہ محمد اقبال۔ صاحبزادہ محمد صادق۔ تینوں لیاقت و قابلیت والے ہیں۔ موجود ہیں۔

——حاجی شاہ محمد مکی بن حشمت علی۔ ابتدا میں تعلیم پا کر پٹواری ہو گئے۔ پھر ترقی پا کر ریاست بہاول پور میں جلال آباد نہر کے داروغہ مقرر ہوئے۔ دفعۃً جاذبہ الٰہی نے کشش کی تو ملازمت ترک کر کے مکہ شریف چلے گئے۔ اور حج سے مشرف ہو کر مدت العمر وہیں رہے۔ اور وہیں انتقال کیا۔ ان کا ایک لڑکا ریاض احمد نام تھا۔ جو بچپن میں فوت ہو گیا۔

——میاں فیروز علی بن حشمت علی۔ فن شہسواری کے ماہر۔ لائق آدمی ہیں ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔

——میاں محمد الٰہی بن حشمت علی۔ پیشہ زراعت کرتے ہیں۔ اس وقت موجود ہیں۔

یارانِ طریقت | آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ میاں سلطان محمود فرزند نوشہرہ شریف ضلع گجرات

۲۔ میاں سلطان فضل " " "

۳۔ میاں حکیم سلطان نذیر " " "

۴۔ میاں حافظ حسن محمد	نوشہرہ شریف ضلع گجرات
۵۔ میاں حشمت علی فرزند	" "
۶۔ میاں نبی بخش بن سلطان امیر سچیاری	" "
۷۔ میاں سلطان علی بن عبدالغفور خسر پورہ	جنگی شریف گورداسپور
۸۔ میاں غلام دین بافندہ	ابدال شریف "
۹۔ سید فرزند علی شاہ بھاکھری	سید حسین جہلم
۱۰۔ میاں فضل شاہ	گجہ ٹوھگری سیالکوٹ
۱۱۔ مولوی محمد شاہ بن محمد عاقل قریشی	نانو وال گجرات
۱۲۔ مولوی محمد ماہ بن محمد اکبر قریشی	" "

تاریخ وفات میاں سلطان ملک کی وفات ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان سچیاریہ میں چبوترہ سچیاریہ پر مشرقی جانب ہے۔

قطعہ تاریخ

از مولوی محمد ابراہیم قادری فاضلی نوشہروی رح

خدا پرست و ملک خود ملک و اسلطان ۔ جناب صاحب عرفان و کامل الایمان

چو رخت بست ز دنیا و رفت سوئے جناں ۔ خدا پرست ۱۲۶۷ ز تاریخ رحلتش بر خواں

مادۂ تاریخ ۔ نورِ بغداد

میاں سلطان حاجی رح

آپ میاں سلطان شاہ بن میاں خدا کرم نوشہروی رح کے تیسرے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ اہل عبادت و ریاضت تھے۔

ا۔ میاں سلطان ملک نوشہروی رح کا کچھ ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے ساتویں حصہ علماء انوار میں لکھا جائے گا۔ انشاء اللہ

ڈڑوہ میں وُرُود آپ کی تربیت بمقام حاجی والہ ضلع گجرات ہوئی۔ جب جوان ہوئے۔ تو بمقام ڈڑوہ آکر ایک حجرہ بنایا۔ اور اس میں معروف عبادت رہنے لگے۔ اور اپنی سکونت سے بھی اُسی جگہ کو نوازا۔

صاحب سنگھ کا مُرید ہونا منقول ہے کہ ایک مرتبہ سردار صاحب سنگھ حاکم قلعہ اسلام گڑھ بمعہ میاں پیر بخش بن میاں سلطان محمد نوشہروی کے شکار سے واپس آتا ہوا آپ کے سلام کو حاضر ہوا۔ آپ کے انوار ولایت کو دیکھ کر مرید ہو گیا۔ اور تین سو ۳۰۰ بیگھہ زمین معافی دے گیا۔

جاگیرات آپ کو متعدد جگھوں پر جاگیریں ملی ہوئی تھیں۔ وہ زمینیں معاف تھیں۔ مثلاً:

۱۔ ڈڑوہ ضلع گجرات میں تین سو ۳۰۰ بیگھہ زمین۔
۲۔ ہنج متصل بھدر ضلع گجرات میں بیس ۲۰ بیگھہ زمین۔
۳۔ پنڈی اعواناں ضلع گجرات میں بیس ۲۰ بیگھہ زمین۔
۴۔ پلاہ گراں متصل پنڈی اعواناں ضلع گجرات میں ساٹھ ۶۰ بیگھہ زمین۔
۵۔ ترگنڈی علاقہ پونچھ میں دس بیگھہ زمین۔
۶۔ کلسیاں تحصیل بھمبر ضلع میرپور میں سو بیگھہ زمین۔
۷۔ جنجوٹ علاقہ نباہ تحصیل کوٹلی ضلع میرپور میں بھی کچھ زمین۔

یہ سب زمین آج تک آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔

اولاد آپ کا نکاح مسمات سیدہ بیگم دختر میاں ظہور شاہ گکھڑ ساکن پدراڑی تحصیل بھمبر ضلع میرپور ریاست جموں سے تھا۔ ان کے بطن سے آپ کے ایک صاحبزادہ میاں اکبر علی پیدا ہوئے۔

یارانِ طریقت آپ کا فیضان بہت تھا۔ خواص اصحاب یہ تھے۔

۱۔ میاں خدا بخش بن میاں عبدالغنی ساکن پنڈی اعواناں ضلع گجرات۔

۲۔ میاں فضل موچی ساکن پنڈی اعواناں۔
۳۔ سائیں قادو جٹ ساکن کلسیاں تحصیل بھمبر ضلع میرپور۔
۴۔ سائیں کرم الدین عرف کرمدی فقیر قوم راجپوت ساکن پراوہ علاقہ پونچھ۔
۵۔ سائیں یقین علی عرف ٹھنور فقیر قوم راجپوت۔ ساکن ترکنڈی علاقہ پونچھ۔
۶۔ سردار صاحب سنگھ حاکم قلعہ اسلام گڑھ متصل جلالپور جٹاں ضلع گجرات۔

میاں سلطان حاجی کی وفات سکھوں کی عملداری میں ہوئی۔ قبر موضع دڑوہ (اکبرآباد) ضلع گجرات میں ہے۔

مدفن

وفات ۱۲۶۳ھ۔

باب ششم

اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں جو حضرت سچیار صاحبؒ سے چھٹی پشت ہیں۔

میاں الٰہی بخشؒ

آپ میاں پیر بخش بن میاں سلطان محمد نوشہروی رہ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔ آپ فنون سپہ گری و شہسواری و جوانمردی میں اپنے بزرگوں سے سبقت لے گئے تھے۔ شاہانہ جلسوں میں خلعتیں حاصل کرتے۔

سکھوں کی ملازمت آپ کے زمانہ میں سکھوں کی حکومت تھی۔ آپ اُن کے لشکر میں بعہدۂ کمیدان ملازم تھے۔ سکھ سردار آپ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کتاب عمدۃ التواریخ مصنفہ لالہ سوہن لعل سوری کنجاہی۔ اور کتاب عبرت نامہ مصنفہ مفتی علی الدین لاہوری میں جو سکھوں کے عہد کی معتبر تاریخیں ہیں۔ فتوحات سکھاں میں جا بجا آپ کا نام بنام "میاں الٰہی بخش کمیدان" تحریر ہے۔ آپ نے جنگوں میں کافی حصہ لیا ہے۔

سکھوں کی قدردانی اُس زمانہ میں غارتگری کا بازار گرم تھا۔ طوائف الملوکی تھی۔ سکھ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرتے تھے۔ چنانچہ اس مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے جو کسی افسر بالا نے اپنے ماتحت ملازموں کو لکھا۔

سرنامہ بحروف گورمکھی

"ارادت نشاں لالہ کشن کور و بہیہ بھاگ مسردار الوقت باشند۔

چوں میاں الٰہی بخش نوشہرہ والہ از خودست لازم کہ بہیچ وجہ خلش رسان مشارالیہ نخواہند شد۔ ہر وجہ غورش مدنظر بایدداشت کہ عود طلب ست حسب الحکم بعمل آرند تحریر بتاریخ

۱۶ ربیع الاول (جیسا کہ سمت ۱۸۸۴ بکرمی میں بمقام جہلو جکھڑ مرقوم شدہ[1] بلفظہ دہم شوال ۱۲۴۲ھ)

اخلاق و عادات آپ صاحب اخلاق حسنہ تھے۔ تمام عمر نیک نامی میں گذاری شرافت و سعادت موروثی رکھتے تھے۔

اولاد آپ کی شادی وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں قوم کھوکھر کے گھر ہوئی ان کے بطن سے ایک فرزند میاں سلطان بالا پیدا ہوئے۔

تاریخ وفات میاں الٰہی بخش کی وفات[1] ۱۲۶۴ھ میں ہوئی قبر گورستان سچیار رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "شجاعت دستگاہ"

میاں سلطان مست رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں سلطان ملک بن میاں سلطان محمد نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے تھے۔

بیعت و خلافت حضرت شیخ بڈھا بن شیخ فیض بخش سلیمانی سبلوانی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ جن کا ذکر چوتھے طبقہ کے ساتویں باب میں گذر چکا ہے۔

مشایخ صحبت آپ کے ہمشیرہ زادہ سید اکبر شاہ خوارزمی سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے تھے کہ ماموں میاں سلطان مست رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد بزرگوں سے فیض حاصل ہوا تھا، ازاں جملہ

۱۔ میاں سلطان علی بن میاں عبد الغفور جھنگی والہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ سید بھلے شاہ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ ساکن ریاست جموں۔

۳۔ سائیں مستان شاہ ہندوستانی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ سید حافظ تق احمد پاکذات نوشاہ ثانی برخورداری ساہنپالوی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] یہ اصل قلمی مکتوب صاحبزادہ غلام سرور کیانی ایم اے۔ کے کتب خانہ میں بمقام دڑوہ موجود ہے ۱۲ سے میاں الٰہی بخش نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے چھٹے حصہ صافات الاسماء نام میں لکھا جائے گا ۱۲ شرافت

آپ ان سب بزرگوں کے فیض صحبت سے مشرف ہوئے اور کمال کو پہنچے۔

شجرہ بیعت آپ مرید شیخ بڈھا سلیمانی رح کے۔ وہ مرید خواجہ شاہ محمد چاوہ والہ کے وہ مرید سید محمد حسن برخورداری رح کے۔ وہ مرید سید نیک عالم برخورداری رح کے۔ وہ مرید سید محمد عظیم برخورداری رح کے۔ وہ مرید اپنے والد سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رح کے۔ وہ مرید شیخ عبدالرحمن پاک صاحب بھڑیوالہ رح کے۔ وہ مرید حضرت نوشہ گنج بخش کے رحمہم اللہ۔ گویا آپ سچیاری اور رحمانی فیوض کے جامع تھے۔

عادات وصفات آپ زہد و عبادت اور کرم گستری میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی صحبت متاثر ہوتی تھی۔ جام عشق سے مخمور رہتے۔

اذکار و اشغال آپ نماز پنجگانہ کے پابند۔ نوافل اشراق و ضحیٰ و تہجد پر مواظبت رکھنے والے کلمہ طیبہ، درود شریف ہزارہ۔ درود شریف کبریت احمر۔ اسم اعظم غوثیہ۔ قصیدہ غوثیہ محبوبیہ کا وِرد رکھتے۔ صائم الدہر قائم اللیل تھے۔

مطالعہ کتب آپ مثنوی مولانا روم رح کا اکثر مطالعہ رکھتے۔ آپ کے مرید مولوی محمد امین خوشنویس نے ۱۲۶۷ھ میں آپ کے لیے مثنوی قلمی لکھی۔ جس پر دستخط نظم میں کیئے۔ ان میں سے چند اشعار آپ کی توصیف میں لکھے جو یہ ہیں ؎

ہر کہ او سرمست شد از جام ہو	ہر دو عالم مست شد از جام او
بہر شاہِ مست سرمستِ ازل	راز دارِ رازہائے لم یزل
وصف او را خواستم تا سر کنم	نام با معنیش را از بر کنم!
فرصتے نایافتہ ختم الکلام	میکنم اے رازدان خوش کلام
از برائے شاہ مستِ سرّ خاص	فیضیاب از فیضہائے سرّ خاص
باد سرسبز از عنایت ہائے ہو	جانِ او نشان شود از نورِ ہو

اولاد آپ کا نکاح حضرت نور بیگم بنت میاں محمد بخش بن سلطان امیر نوشہوی رح سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

آپ کے چھ بیٹے تھے۔

۱۔ میاں دسوندھی شاہ بچپن میں فوت ہوئے۔ ۲۔ میاں پریم شاہ اکبر طفلی میں انتقال کیا۔

۳۔ میاں غلام حسن رح ۴۔ میاں غلام حسین المعروف وسن رح

۵۔ میاں غلام مصطفیٰ رح ۶۔ میاں پریم شاہ اصغر رح

یاران طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں وسن فرزند — نوشہرہ شریف ضلع گجرات

۲۔ میاں غلام حیدر بن سلطان فضل برادر زادہ — " "

۳۔ میاں رستم علی بن سلطان فضل " — " "

۴۔ میاں گوہر بخش بن میاں اللہ بخش سیچیاری رح — " "

۵۔ میاں علی بخش بن میاں اللہ بخش رح — " "

۶۔ میاں حشمت علی بن میاں اکبر علی رح — ڈڈوہ شریف "

۷۔ میاں قطب الدین امام مسجد متوفی ۱۳۱۷ھ — دولت نگر "

۸۔ سید گل حسین بن سید اللہ دتہ بھاکری متوفی اتوار ۸ رجب ۱۳۱۴ھ — سید حسین جہلم

۹۔ سائیں ولی شاہ رح — بل علاقہ پونچھ

۱۰۔ بابا سید میر رح — "

۱۱۔ سائیں کملا رح — "

۱۲۔ سائیں الٰہی بخش فقیر رح — شاہ پور سیالکوٹ

۱۳۔ سائیں مردانہ رح — چھاہل گوجرانوالہ

۱۴۔ بابا احمد یار ہنجرا رح — لوڑہکی "

۱۵۔ سائیں نمانے شاہ رح

۱۶۔ میاں کرم شاہ درویش :- اس کے سلسلہ کا ایک درویش میاں خدا بخش مانگٹ ساکن کھوکھر کے بجھے ملا تھا۔ وہ مرید سلطان محمد المعروف اسکندر شاہ ساکن کھٹہ رانگلا کا۔
۔ وہ مرید میاں کرم شاہ درویش کا۔

تاریخ وفات سلطان مست کی وفات بروز جمعہ ۲۸ محرم ۱۲۸۲ھ مطابق دسویں ہاڑ سمت ۱۹۲۲ ب میں ہوئی۔ قبر گورستان سچیاریہ میں مشرقی چار دیواری کے اندر ہے۔

مادۂ تاریخ "افتخار"

میاں حافظ حسن محمدؒ

آپ میاں سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہرویؒ کے پانچویں فرزند اور مرید و خلیفہ تھے۔ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ علم و فضل بھی اچھا تھا۔ شریعت و طریقت کے پابند تھے۔ عملیات میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ خصوصاً عمل حُب آپ کے پاس مجرب تھا۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ میاں چراغ علی۔
۲۔ میاں فضل علی المعروف پیر فضل۔
۳۔ میاں بانغ علی۔

—— میاں چراغ علی امیرانہ مزاج درویش خیال تھے۔ ان کا ایک درویش سائیں حسنے شاہ نام تھا۔ دنیا سے لاولد فوت ہوئے۔

—— میاں فضل علی المعروف پیر فضل بن حافظ حسن محمد۔ باشریعت۔ صوفی مشرب تھے۔ درود شریف ہزارہ کا ورد رکھتے۔ ۱۳۵۳ھ میں انتقال کیا۔ مادۂ تاریخ "مرغوب الجمال" ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ صاحبزادہ محمد حسین اور محمد اکبر دونوں بچپن میں ان کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے۔

—— میاں بانغ علی بن حافظ حسن محمد۔ تجارت پیشہ تھے۔ ہندوستان میں کپڑا لے جایا۔

کرتے رہیں شہر ندھورا میں انتقال کیا۔ ان کے چار بیٹے ہوئے، صاحبزادہ محمد اسلم لاولد۔ صاحبزادہ محمد افضل۔ صاحبزادہ محمد اصغر۔ صاحبزادہ محمد مظفر۔ یہ تینوں موجود ہیں۔
— صاحبزادہ محمد افضل کا ایک لڑکا صاحبزادہ چن پیر موجود ہے۔

یاران طریقت | آپ کے خاص احباب یہ تھے۔

۱۔ میاں چراغ علی	فرزند اکبر	نوشہرہ شریف	ضلع گجرات
۲۔ میاں پیر فضل	فرزند دوم	"	"
۳۔ میاں باغ علی	فرزند سوم	"	"
۴۔ میاں امیر علی بن حشمت علی	برادر زادہ	"	"
۵۔ حاجی شاہ محمد بن حشمت علی	"	"	"

مدفن | میاں حسن محمد کی قبر گورستان سچیاریہ میں ہے۔ **وفات** ۱۳۱۰ھ

میاں نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں سلطان امیر بن محبوب شاہ بن محمد اکرم نوشہروی رح کے تیسرے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت میاں سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہروی رح سے حاصل تھی۔

نوشاہی دیدار | آپ ظاہری علم میں بھی اچھی دسترس رکھتے تھے۔ فقر میں آپ کی منزلت خاص تھی۔ تصوف اور شرع کے پابند تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو حضرت نوشہ گنج بخش رح کی زیارت ظاہری آنکھوں سے ہوئی۔

ایک مخالف کو سزا | آپ کے بیٹے میاں محمد الدین مرحوم سے منقول ہے کہ ایک بار آپ ڈھوسر پالی میں گئے۔ سوہندا خاں ارائیں کی زوجہ نے عرض کیا کہ اگر ہم کو دودھ مل جائے تو آپ کو کھیر کھلائیں۔ آپ نے دعا کی۔ حق تعالیٰ نے ان کو دو بھینسیں عطا فرمائیں۔ دوسرے سال آپ بمعہ قوالاں وہاں گئے تو اس

کھیر پکائی۔ پھر اس کو خیال آیا کہ یہ تو سب مراسی لوگ ہی کھا جائیں گے۔ میرے بچوں کے لیے تو نہیں بچے گی۔ اُس نے کھیر چھپا کر رکھ دی۔ اور آپ کے واسطے مسور کی دال پکائی۔ آپ نے ایسا تصرف کیا کہ اُس کے دونوں ہاتھ ٹیڑھے ہو گئے۔

ایک شخص کو بددعا دینا | میاں محمد الدین موصوف سے منقول ہے کہ ایک بار آپ موضع رسول پور وڑائچاں میں گئے۔ مجلس میں قوالی ہو رہی تھی۔ اخلاص بن دادن وڑائچ نے تمسخر کیا کہ نوشاہی فقیر غیر شرع کام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ہم غیر شرع ہیں۔ تو تیری اولاد بالکل غیر شرع ہو جائے گی۔ چنانچہ اس کی اولاد بھنگ، چرس کا استعمال کرنے لگی۔

برزخی حالت | میاں محمد الدین سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک اہل کشف بزرگ تشریف لائے۔ انہوں نے ازراہ کشف دیکھ کر فرمایا کہ میاں نبی بخش روزانہ قبر میں کھڑے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے ہیں۔

اولاد | آپ کے چار بیٹے تھے۔

۱۔ میاں غلام محی الدین لاولد
۲۔ میاں محمد الدین آپکا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔
۳۔ میاں امام الدین لاولد
۴۔ میاں شاہ محمد لاولد

وفات ۱۳۰۸ھ۔

میاں اکبر علی ڈڑوہ والہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں سلطان حاجی بن میاں سلطان شاہ سچیاری رحمۃ اللہ علیہ ساکن ڈڑوہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کی بیعت طریقت سید نظام الدین بن سید سبحان علی ہاشمی رنملوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ جن کا ذکر تیسرے طبقہ کے ساتویں باب میں گذر چکا ہے۔

شجرہ بیعت | آپ مرید سید نظام الدین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ وہ مرید سید قدم الدین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ وہ مرید اپنے والد سید عزیز اللہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ وہ مرید اپنے والد سید براہیم شاہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ وہ مرید اپنے ہم جدی چچا سید عصمت اللہ حمزہ پہلوان

برخورداری رحمۃ اللہ علیہ کے۔ وہ مرید شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب بھڑیوالہ کے۔ وہ مرید قطب الاولیا حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے۔

فیضان کثیر آپ سادہ مزاج مجذوب اطوار تھے۔ صائم الدہر رہتے۔ علاقہ کوہستان میں آپ کا فیض عام تھا۔ جموں سے لے کر پونچھ تک مخلوق خدا آپ سے فیض یاب ہوئی۔ صاحب خوارق وکرامات تھے۔ جو کچھ منہ سے نکالتے فوراً ہو جاتا۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ وسیع تھا۔

جاگیرات

آپ اپنے والد کی وراثت میں ان کی جاگیرات پر قابض ہوئے۔ اس کے علاوہ سکھوں کے عہد میں اور بھی کچھ قطعات اراضی معافیاں ملی ہوئی تھیں۔ جیسا کہ اس کی پرانی دستاویزوں سے ثابت ہوتا ہے۔ یہاں وہ نقل کی جاتی ہیں۔

(۱)

(مہر بحروف گورمکھی)

"چوں موازی ۔۔۔ قطعہ کاشت خانہ علی اکبر ولد سلطان حاجی از موضع دڑوہ از ابتدائے فصل ربیع سمت ۱۸۸۵ ب از روئے دھرم ارتھ عطائے شدہ مومی الیہ معاملہ مذکورہ در تصرف خود آکردہ بدعائے دولت خالصہ جی اشتغال خواہد داشت دریابیچ فرق نخواہد بود۔ تحریر بتاریخ ۲۸ ر بیساکھ سمت ۱۸۸۵ ب" بلفظہٖ۔

(۲)

(مہر کلاں فارسی) (دستخط شاستری)

"عاملانِ حال واستقبال کارداران صیغہ مال بدانند چونکہ موضع دڑوہ از قرار داد قدیم نصفی بصیغہ دھرم ارتھ ونصفی در سرکار دروجہ حقائق آگاہ معارف دستگاہ فقیر اکبر علی نوشہرہ والہ از راہ حضور والا معاف و واگذار و نصفی حاصلات آنجا در تصرف خود سال بسال میگرفتہ باشند و نصف معاملہ در سرکار در حق سیشیخ والا فقیر مذکور شب وروز بدرگاہ پروردگار دست

بدعا مشغول۔ باید کہ بعدہٗ کس مزاحم نصفی محصول موضع مسطور متعرض ندارند۔ بنابراں تلہ و سند و موہر ولسانی درج رہی رانوشتہ کہ بفضل ستگور جیو قصور نخواہد شد۔ تحریر بتاریخ ۱۶ ار کاتک سمت ۱۸۹۴ ب پروانگی حضور زبانی دیوان رام رکھامل در سیالکوٹ"

بلفظہ۔

(۳)

یہ معاملہ کے متعلق آپ کی طرف سے ایک عرضی ہے۔ جو رادھا کشن لاہوری سے لکھوائی۔

"لالہ صاحب مخلص مہربان مجمع اوصاف بیکران لالہ محبوب رائے جی۔ سلمہٗ بعد از لوازم شوق مندی غراواں مشہود ضمیر منیر باد۔ چوں اکبر علی درویش نوشہرہ والہ در سرکار والا عرض نمودہ کہ مایاں از عہد قدیم مبلغ نوّد [۹۰] روپیہ تمام نصفہٗ طلعتہٗ [۴۵] معًا مشخصہ معاملہ موضع دارد بہ در سرکار والا معرفت کارداران میدادیم۔ درسال گذشتہ ہم مبلغ نوّد [۹۰] روپیہ ادائے کردہ بودیم حالا لالہ محبوب رائے یعنی آں مہربان زیادہ طلبی میکنند لہذا آقلمی یافتہ کہ آں مشفق مطابق آئین سال گذشتہ معاملہ آنجا میگرفتہ باشند۔ اصلاً زیادہ طلبی نسازند کہ درویشان لشکر دعائے اند ہر گز زیادہ طلبی نکنند۔ مطابق آئین مستمرہ عامل باشند۔ اطلاعًا حوالہ قلم شدہ فقط۔ خدام محترماں را خور سندی و مسرور دارند۔ الراقم رادھا کشن از لاہور۔ مورخہ ۱۷ اساڑھ سمت ۱۹۰۲ ب (مہر بحروف اُردو ۱۸۹۱ ب)" بلفظہٖ۔

(۴)

یہ معاملہ فصل ربیع سمت ۱۹۱۲ ب کی رسید ہے۔ "سریگم داس (بحروف گورمکھی)

"منکہ باوا رام ساکن موضع بھروکے ایم جو کہ معاملہ فصل ربیع از میاں اکبر علی گرفتہ ایم فارغخطی سمت ۱۹۱۲ ب نوشتہ دادہ ایم بتاریخ دوئم ماہ بھادروں سمت ۱۹۱۲ ب" بلفظہٖ۔

(۵)

یہ معاملہ فصل خریف سمت ۱۹۱۲ ب کی رسید ہے۔

"منکہ نتھو ولد متاب ساکن عالم گڑھ ایم۔ چوں دریں وقت مبلغ دہ روپیہ ضرب

ثبت شاہی دروازہ ماہ پوہ از میاں اکبر علی گرفتیم۔ اگر بعد ازیں دعوے کنیم عند الشرع شریف دروغی خواہیم شد ۱۲ ر پوہ سمت ۱۹۱۲ ب" بلفظہٖ

(۶)

یہ ایک تمسک ہے جو محمد شاہ لاہوری نے مبلغات کے متعلق آپ کو لکھ کر دیا۔
"منکہ محمد شاہ ولد پیر عبد اللہ شاہ ساکن لاہور چوں دریں ولا مبلغ چہل و یک نیم روپیہ ضرب ڈبر شاہی پیشگی میاں اکبر علی دادنی دارم اقرار آنکہ درماہ ہاڑ مبلغ ہائے ادائے تمام ساگر ادائے نخواہم ساخت تا مبلغ ہائے بمعہ سود پیشی نہلا ارو ڑا ادائے نخواہم ساخت۔ ایں چند حروف بطریق تمسک نوشتہ دادم۔ تحریر بتاریخ بیست ۲۷ و ہفتم ماہ ماگھ سمت ۱۹۱۲ ب۔
گواہ شد چوہدری شیر محمد چوپالیہ۔ گواہ شد میاں اللہ بخش نوشہرہ والہ" بلفظہٖ۔

(۷)

یہ ایک معافی کا فیصلہ آپ کے حق میں ہوا ہے۔
(مہر کلاں بخط اُردو)

"ـــ سلہ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ بنام اکبر علی ولد سلطان حاجی قوم گکھڑ ساکن
ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ موضع ڈڑوہ مدعا علیہ پرگنہ گجرات
ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ڈڑوہ ڈیل کڑیانوالہ بصیغہ دھرم ارتھ کہ
ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ مدعی نے بدعوائے مندرجہ عنوان
ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ لکھوایا تھا کہ چہارم معاملہ موضع مذکور کا
ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ رام چند گوروہ مظہر کو از عرصہ ۱۵ سال
ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ مظہر تا حال اوس پر قابض ہے۔

سلہ یہ سطور جن میں نقطے لگائے گئے ہیں، اصل قلمی دستاویز سے اس قدر کاغذ کا حصہ پھٹ کر گم ہو چکا ہے۔ غالباً رام داس ساکن بھڑو کے ضلع سیالکوٹ چیلہ گورو رام چند نے معافی کا چہارم حصہ لینے کا دعویٰ کیا تھا۔ جو آئندہ تحریر سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ان سطور میں اسی کا نام بطور مدعی درج ہوگا ۱۲ سید شرافت

۔۔۔۔۔ تحقیقات معافی دار ۔۔۔ مدعا علیہ نمبردار نام مظہر کا درج نہیں کرایا۔ اور بنام اپنے واگذار کرالی۔ اور ایک نوشت مدعا علیہ و دوسری سند مہری مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر میرے پاس ہے اس واسطے دعویدار ہوں کہ چہارم مذکورہ بنام مظہر واگذار ہو جاوے فقط۔ چنانچہ مدعی نے قطعات سندات مذکورہ داخل کریں۔ جو شامل مثل ہیں۔ فقط

جواب مدعا علیہ یہ ہے کہ بعہد سردار صاحب سنگھ کل موضع مذکور بنام بزرگان مظہر شام سنگھ معروف سوہتی ساکن اسلام گڑھ واگذار تھا کہ مدت تلک نصفا نصف کھاتے رہے۔ بعد مرنے شام سنگھ مذکور کے نصف حصہ اس کا ضبط سرکار ہو گیا۔ اور حصہ نصف ہمارا بدستور واگذار رہا۔ بعد موبہ سنگھ کاردار مسمات مائی دھنی نے معرفت بی بی راجکور رانی کے سرکار مہاراجہ میں نالش کر کے منجملہ چہارم خام یعنی نصف حصہ لے لیا۔ اور زبردستی مظہر سے مدعی بسبب زور سکھاں چار ماتی غلہ بابت چہارم مذکورہ لیتا رہا۔ اور در حقیقت حصہ اس کا پہلے ہی ضبط سرکار ہو چکا تھا۔ اور جو مظہر نے غلہ مدعی کو دیا۔ تو جبراً دیا۔ اپنی خوشی سے نہیں دیا۔ سرکار اس کی تحقیق فرمالیویں فقط

اور جو تحقیقات اس کی معرفت پٹواری وگرد نواح عمل میں آئی تو پایہ ثبوت کو پہنچا کہ کبھی مدعی کا دخل چہارم گاؤں مذکور پر نہیں ہوا۔ اور سب نے متفق اللفظ یہ بات لکھوائی کہ مدعا علیہ اگر بطور خود اپنے گھر سے دیتا ہو تو ہم کو خبر نہیں۔ مگر ہم نے مدعی کو بچشم خود کبھی قابض نہیں دیکھا۔ اور جو کیفیت انعام چہارم مذکورہ محمد اصغر اہلمد معافی صدر بندوبست سے طلب کری گئی۔ تو اس نے رپورٹ میں معروض رکھا کہ اس گاؤں میں ۱۱ گھماؤں ۲ کنال زمین حسب الحکم صاحب معلی القاب چیف کمشنر بہادر بتاریخ ۲۵ ر اگست سنہ رواں بنام اکبر علی مدعا علیہ تاحیات واگذار ہے۔ اور خانہ شرکائی میں کسی کا نام درج نہیں ہے۔ فقط

از انجا کہ ظاہر ہے کہ یہ انعام چہارم موضع مذکورہ کا پیشگاہ جناب چیف کمشنر بہادر سے تاحیات مدعا علیہ اکبر علی بعد تحقیقات واگذار ہو چکا۔ اور جب کہ تحقیقات اس انعام

کی محکمہ بندوبست میں ہوئی تو یہ مدعی دعویدار ہوا۔ اور باوجود موجود ہونے سندات کے اصلاً اُس نے خبر گیری نہ کری۔ تو جس حالت میں کہ پیشں گاہ صاحب بہادر ممدوح سے حکم واگذاری صرف بنام مدعا علیہ ہو چکا ہے۔ اور کوئی شریک اس کے نام کا نہیں لکھا گیا۔ تو اب ہم برخلاف اس حکم کے حصّہ مدعی کو نہیں دلا سکتے۔ اور جو مدعا علیہ کو اقبال دینے چار مانی غلّہ سے مدعی کو ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ جو نصف حصّہ جاگیر اس گاؤں میں شام سنگھ کا تھا وہ پہلے ہی ضبط ہو چکا تھا۔ لیکن نصف۔ حصہ میرے سے سکھاں نے بزبردستی چہارم خام مدعی کی مقرر کر دی تھی۔ کہ لاچار جبراً کچھ غلّہ دیتا رہا۔ لیکن کوئی گواہ گردنواح یا پٹواری وغیرہ تصدیق اس کی نہیں کرتا۔ اور نیز بیان اس مدعا علیہ کا درباب دینے چار مانی غلّہ کے ہمارے نزدیک بے سروپا ہے۔ کس لیے کہ یہ آدمی خارج از عقل ہے کبھی کچھ ظاہر کیا۔ اور کبھی کچھ۔ لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ اس نے سند اپنی مُہر سے مدعی کو لکھ دی ہے۔ اور کچھ کچھ غلّہ دیتا رہا ہے۔ الغرض مدعا علیہ اپنے گھر سے مدعی کو غلّہ مذکورہ بابت حصّہ اس کے دیتا رہا ہے۔ لیکن جو کہ یہ انعام پیشں گاہ حاکم اعلےٰ سے بنام مدعا علیہ بلا اندراج نام شرکائے واگذار ہو گیا۔ تو ہم اس میں کچھ دست اندازی نہیں کر سکتے۔ اور نہ مدعی کو کچھ دلا سکتے ہیں۔ مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ بدستور سابق اگر دیتا ہو بطور خود دیا کرے۔ لہٰذا بنظر وجوہات بالا

حکم ہوا کہ

دعوائے مدعی خارج کیا جاوے۔ اور مثل مقدمہ کی واسطے ملاحظہ اور منظوری بحضور جناب صاحب مہتمم بندوبست بہادر مرسل ہو۔ فقط۔" مقابلہ کیا گیا۔ سید عابد حسین امیدوار پٹواری غلام علی نقل نویس۔" بلفظہٖ۔

(۸)

"در کچہری نظامت ضلع گجرات اجلاس لفٹیننٹ ہسکر ہنگری صاحب بہادر

(مُہر سرکاری)

۱۸۵۵ء

رام داس چیلہ رام چیرا اوداسی بہادمہ سکنہ مبروکے پرگنہ سیالکوٹ۔ بنام اکبر علی شاہ فقیر ساکن، ڈیرہ و پرگنہ گجرات۔ معافیدار مدعا علیہ

دعوے نصف یعنی اراضی معافی ۴۲ للعہ گھماؤں

۴ کنال

متقوضہ اکبر علی شاہ مدعا علیہ واقعہ موضع ڈڑوہ پرگنہ گجرات

بہ پیشی مثل مندرجہ عنوان رُو بکار مرتبہ محکمہ مرزا عباس بیگ صاحب سپرنڈنٹ ۳۰ اکتوبر سنہ رواں کو حکم طلبی اصل مثل معافی اکبر شاہ معافیدار کا محکمہ صاحب سپرنڈنٹ ممدوح سے اور نیز طلبی مدعی و مدعا علیہ اس محکمہ سے صادر ہوا تھا کہ بر طبق اس کے جو رھرائی روبکار اور حکمنامہ کے تواریخ مختلف مثل مطلوبہ تھی۔ اس سررشتہ میں پہنچی اور نیز فریقین حاضر آئے۔ کر اظہاران کے بتاریخ ۱۲ فروری سنہ رواں ہمارے سامنے تحریر ہوئے۔ اور طلبی گواہان مدعی بتاریخ یکم دسمبر سنہ حال عمل میں آئی۔ کہ بتاریخ ۲ دسمبر سنہ صدر کے محکمہ گواہان قرارداد مدعی سے دو کس تو حاضر آئے اور ایک کی سکونت علاقہ جموں میں معلوم ہوئی۔ اور دوسرا مفقود الخبر پایا گیا۔ کہ اُس کا کہیں نشان بھی دیہہ مسکن میں نہیں ہے۔ چنانچہ اظہار کساں حاضرین کے آج ہمارے روبرو قلمبند ہوئے۔ اور بعد تصدیق کے شامل مثل ہوکر آج یہ مثل ہمارے سامنے پیش ہوئی۔ معلوم ہوا کہ دعویٰ مدعی یہ ہے کہ سابق زمانہ میں یہ موضع ڈڑوہ درو لبست ایک موبنام مسمات مائی دھنی کروہ چیلی ہمارے گورو رام چیرا کی بھی جاگیر تھا۔ عرصہ للعہ ۳۹ برس کا ہوا ہے سکہ سردار دلیا سنگھ نے اس گاؤں سے نصف ضبط کر کے شامل خالصہ کر دیا۔ اور نصف جاگیر رہا کہ وہ بقبضہ مائی دھنی کے تھا۔ منجملہ اس نصف کے مسمات مذکورہ نے بدیں وجہ کہ یہ مدعا علیہ نمبردار گاؤں کا تھا۔ اور اس نے اس گاؤں کو آباد کیا تھا۔ نصف اکبر علی شاہ مدعا علیہ کو معاف کر دیا۔ اور نصف مسمات مائی دھنی و بعدہٗ مسمی رام چیرا گورو منظر کا۔ اور بعد فوت اس کے منظر کھاتا رہا۔ اب اکبر علی نے مرا حصہ بھی اپنے نام لکھا لیا ہے۔ اس واسطے میں مستغیث ہوں۔ اور للعہ قطعہ سند مدعی نے داخل کئے۔ کہ وہ شامل مثل ہیں۔ فقط

اور مدعا علیہ کو انکار محض دعوے مدعی سے ہے۔ اور وہ یہ اس جواب میں لکھا۔ مدعی کی کوئی زمین معافی کی ہمارے پاس نہیں ہے۔ سابق میں یہ کل موضع ڈڑوہ نصف

بنام میرے بزرگاں کے ۔ اور نصف بنام شام سنگھ معروف گگی ساکن اسلام گڑھ کے معاف تھا ۔ جب وہ مرگیا ۔ تو یہ نصف گاؤں اس کی معافی کا ضبط سرکار ہو گیا ۔ اور میری معافی بدستور بحال رہی ۔ اب بھی قابض ہوں ۔ اور مدعی جو بوجہ چیلہ ہونے رام چیرا کے اب دعوےٰ کرتا ہے ۔ سو رام چیرا سے اور مائی دھنی سے کچھ اس کو واسطہ نہیں ہے ۔ مسمات مذکورہ زوجہ بال سنگھ کھتری تھی ۔ اور خود بھی قوم سے کھترانی تھی ۔ اور یہ رام چیرا قوم سادھ او داسی فقیر تھا ۔ اُس سے کسی طرح کا واسطہ نہیں ہے ۔ اور شام سنگھ سواروں میں نوکر تھا ۔ اس کو بوجہ نوکری کے یہ اراضی نصف گاؤں کی ملی تھی ۔ کہ بعد فوت ہونے اس کے ضبطی میں آگئی ۔ یوں ہم اپنے طور پر دست برداشتہ ضرور کبھی کچھ غلہ یا کبھی کچھ پیسہ نقد اُس کو سادھ فقیر جان کر دے دیا کرتے تھے ۔ سو عرصہ آٹھ دس برس سے ایک حبہ بھی اُس کو نہیں دیا ہے ۔ مدعی جو لینا پانچ مانی غلہ اور ایک روپیہ نقد سال تمام میں بطور ٹھیکا اپنی زمین کے جو میرے سبب لکھاتا ہے ۔ یہ محض غلط اور فریب مدعی کا ہے ۔ ہم نے کبھی کچھ خراج مدعی کو اس اراضی معافی سے نہیں دیا ۔ فقط

ہم جو روبرو مثل سے اس پر غور کرتے ہیں تو کوئی اثبات دعوےٰ مدعی عذر دار کے نہیں معلوم ہوتے ۔ اور چند جہت سے دعویٰ مدعی محض جھوٹ اور افترا معلوم ہوتا ہے ۔

اوّل یہ کہ خود گواہان مدعی کہ قوم سے مختلف ہیں ایک ہندو کھتری اور ایک مسلمان ہے کسی طرح دعویٰ مدعی کے تصدیق نہیں کرتے ۔ بلکہ صاف لکھاتے ہیں ۔ کہ ہم نے کبھی کسی طرح قبضہ مدعی کا اسی ۸۰ برس سے اراضی معافی مدعا علیہ میں نہیں دیکھا ۔ اور نہ کسی وجہ کر کے ہی مدعا علیہ کے ساتھ اس کی شراکت رہی ۔ اور نہ کبھی مدعی نے اسامیان دیہہ سے دانہ لیا ۔ بلکہ حسب قول فقیر مدعا علیہ لکھاتے ہیں کہ نصف گاؤں شوہر مسمات مائی دھنی کو بوجہ نوکری کے معاف تھا ۔ وہ اس کے مرنے کے بعد عرصہ ۳۰ برس کا ہوتا ہے کہ ضبط سرکار ہو گیا ۔ یہاں تک کہ مسمات مذکورہ کی اولاد دختری سے موجود ہیں ۔ انہوں نے بھی اس کا کبھی دعوےٰ کسی طرح کا نہیں کیا ۔ اور اس مدعی کو یا اس کے گورو رام چیرا کو کچھ کسی طرح سے واسطہ

اور رشتہ قرابت بھی ساتھ مسمات مذکورہ نہیں ہے۔ اور اس نے کبھی ہمارے سامنے غلہ یا روپیہ کچھ مسمی اکبر علی مدعا علیہ سے نہیں لیا۔ جھوٹا دعوے کرتا ہے۔ فقط

دوئم اسناد مدخلہ مدعی پر اگر غور کیا جاوے تو ظاہر ہے کہ کوئی سند بنام مدعی کے نہیں ہے۔ جو اسناد ہیں۔ وہ بنام مسمات مائی دھنی کے ہیں۔ ایک سند مورخہ سمت ۱۹.. ب ساتھ نام مسمات مائی دھنی کے نام رام چیرا کا سطر دوئم کے اخیر میں بالائے لکھا ہوا ہے۔ سو وہ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں کسی نے لکھ دیا ہے۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ صحیح ہی ہے۔ تو درصورتیکہ کچھ واسطہ یا رشتہ قرابت کسی طرح سے جب کہ اس کو ساتھ مسمات مذکورہ کے تحقیقات سے یعنی خود بیانِ گواہانِ مدعی سے نہیں معلوم ہوتا ہے۔ تو تحریر نام کی کس کام آتی ہے۔ سوائے اس کے درصورتیکہ ۵۰ برس سے ضبطی اراضی معافی مسمات مائی دھنی بال سنگھ شوہر اُس کے کی بیان گواہان قرار داد مدعی سے ظاہر ہے۔ تو یہ اسناد درصورت بے دخلی اس قدر عرصہ دراز کے کیا کام آتی ہیں۔

سوم منجملہ اسناد مذکورہ کے ایک رقعہ مُہری اکبر علی مدعا علیہ کا ہے اُس نے بطورِ خود لکھ دیا ہے ظاہر ہے کہ معافی دار کو اپنی معافی سے کسی وجہ کر کے اختیار بخشش کا دوسرے کو نہیں ہے۔ سو اس رقعہ سے بھی مدعا علیہ کو انکار ہے۔ اور وہ لکھاتا ہے کہ مدعی نے ہم سے فریب کر کے یہ رقعہ لکھا لیا ہے۔ اور وہ رقعہ بھی سمت ۱۹۱۱ ب یعنی ایک سال کا ہی لکھا ہوا ہے۔ اندر عملداری سرکاری وہ کسی طرح سے قابل جواز نہیں۔

چہارم اسناد مدخلہ معافیدار میں فقط ذکر چہارم موضع ددڑوہ یا سالم موضع ددڑوہ کا بنام مسمات مائی دھنی کے ہے کچھ یہ نہیں لکھا ہے کہ مدعا علیہ کے حصّہ سے نصف مدعی کو یا اس کے گورو کو معاف ہوئی۔ تو وہ چہارم مسمات مذکورہ کی تو پہلے ہی ضبط ہو گئی ہے۔ اب یہ اسناد جو مدعی نے کہیں سے لا کر کے پیش کئے ہیں۔ یہ کسی طرح سے قابل جواز نہیں اور مدعی کو جو زیادہ تر اور قوی سند اپنے دعوے کے وہ رقعہ مُہری مدعا علیہ ہے۔ تو جب کہ اصل دستاویز مُہری رنجیت سنگھ بوجوہاتِ صدر بے وجود ہو گئی۔ تو یہ ایک رقعہ کس کام کا ہے۔ سوائے اس کے اور بھی دو شق اس میں عائد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ

مدعی قوم سے ہنود اور مدعا علیہ قوم سے مسلمان، ہنود کے ساتھ مسلمان کی کیونکر شراکت ہو سکتی ہے۔ دوئم یہ کہ کیا عجب ہے کہ مدعی نے کسی وجہ سے سازش ساتھ مدعا علیہ کے کرکے یہ رقعہ لکھایا ہو۔ اور مدعا علیہ نے بطمع نفسانی اپنے یہ رقعہ اس کو لکھ دیا۔ سواب تو مدعا علیہ بھی تحریر رقعہ کے جبریہ براہ فریب مدعی کے بیان کرتا ہے۔ اور یہ تحریر بھی صرف ایک سال کی ہے۔ تو یہ دلیل مدعی کی اُوپر کھانے نصف اراضی معافی مدعا علیہ کے کسی وجہ کرکے کافی نہیں ہو سکتی۔

پنجم منجملہ گواہان قرارداد مدعی سے ایک گواہ بھی معدوم الخبر ہے۔ یعنی اس نام کا کوئی آدمی بھی اس موضع مذکورہ میں نہیں ہے کہ اظہار سپاہی مذکوری اور رقعہ مُہری چکیدار اور نمبردار دیہہ مذکورہ اس کے سے ظاہر ہے۔ یہ بھی ایک دلیل اُوپر ضعیف ہونے دعوے مدعی کے ہے۔

ششم جو کہ مدعی اپنے اظہار میں لکھاتا ہے۔ جب مسمات مائی دھنی ہمارے گورو رام چیرا کی چیلی ہوئی۔ تو اس نے یہ زمین اور سب گھر بار اپنا اور جائیداد اپنی بنام دھرمسال کے باختیار خود بطور وقف کے چڑھادی کہ اس کے مطابق گورو ہمارا قابض رہا۔ اور ہم بھی کھاتے رہے ہے۔ تو اس مقام سے ظاہر ہے کہ اس دعویدار کو بجز گورو چیلہ ہونے کے کچھ واسطہ قرابت نہیں۔ مسمات مذکورہ یا اس کے شوہر سے تھا۔ اور مسمات نے جو اپنی جائیداد حسب قول مدعی دار باختیار خود وقف کردی۔ تو ظاہر ہے کہ یہ اراضی معافی کسی طرح سے باختیار معافیدار منتقل نہیں ہو سکتی۔ تو یہ قبضہ جبریہ معافیدار کا رہا۔ کہ بوجہ چیلہ ہونے مسمات کے اُس نے اپنا قبضہ کر لیا۔ تو یہ قبضہ حسب ایماء جناب صاحب کمشنر بہادر مثل مقدمہ معافی وغیرہ کے کسی طرح سے قابلِ لحاظ نہیں ہو سکتا۔

ہفتم۔ نقشہ بندوبست سرسری میں بھی کوئی اراضی بنام معافیدار مذکور دار کے موضع نہیں ہوئی تو اب یہ جدید دعوے لائق التفات نہیں ہے۔

ہشتم۔ بیان پٹواری اور گرد جوار سے کہ جو شمولِ مثل ہے۔ نیز قبضہ مذکور دار آ...

نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ لوگ کبھی کسی طرح سے لگاؤ عذردار کا ساتھ معافی مدعا علیہ کے نہیں بیان کرتے۔ ہم بوجہ تصدیق قبضہ اکبر علی مدعا علیہ کے یہ کل اراضی ۸۵ بیگھہ بحکم جناب صاحب چیف کمشنر بہادر بموجب روبکارہ ۱۱ اگست ۱۸۵۵ء بلاشراکت غیرے تاحیات اکبر علی کے معاف بھی ہو چکی ہے تو اب بہ منظوری تحریر مرزا عباس بیگ سپرنڈنٹ کچھ ضرورت دست اندازی کی بحکم محکمہ بالادست میں بلا کسی وجہ موجبہ کے۔ اور تقرر کرنا شریک جدید کا کہ جس کا قبضہ اور لگاؤ اس اراضی پر ثابت نہ ہوتا ہو۔ نامناسب متصور ہو کر۔

حکم ہوا کہ

دعویٰ عذردار بوجوہات مصرحہ صدر خارج۔ ڈگری بحق مدعا علیہ کے ہو۔ اور یہ کل اراضی بلاشرکت غیرے بموجب حکم جناب چیف کمشنر بہادر کے تاحیات۔ مدعا علیہ کے بحال واگذار رہے۔ بعد فوت اس کے ضبط ہو۔ مقدمہ زیر تجویز سے خارج ہو کر داخل دفتر ہو۔ اور یہ مثل معہ اصل مثل معافی اکبر علی شاہ معافیدار کے واسطے عملدر آمد کے خدمت میں مرزا عباس بیگ سپرنڈنٹ پرگنہ گجرات کے مرسل ہو۔ فقط" مقابلہ کیا گیا۔[1]

اظہار علی روزنامچہ نویس، و تجمل حسین اظہار نویس" بلفظہ

اولاد آپ کا نکاح مسمات باد شاہزادی دختر میاں سلطان امیر بن میاں محبوب شاہ نوشہروی رح سے ہوا تھا۔ اس کے بطن سے اولاد ہوئی۔

آپ کے چار بیٹے تھے۔

۱۔ میاں خوشی محمد رح	۲۔ میاں سلطان شیر رح
۳۔ میاں حشمت علی رح	۴۔ میاں دیوان علی رح

ان چاروں کے حالات آگے ساتویں باب میں آئیں گے۔

تاریخ وفات میاں اکبر علی کا سنہ وفات صحیح طور پر دستیاب نہیں ہوا۔ ۱۸۶۲ء سنہ کی جمعبندی میں آپ کا نام موجود ہے۔ اور اس کے بعد ۱۸۶۷ء

[1] یہ آٹھوں نقل اصل دستاویز میں صاحبزادہ غلام سرور کیانی ایم اے کے کتب خانہ میں بمقام ڈڈوہ ڈاکبر آباد ضلع گجرات موجود ہیں یہ ان کا احسان ہے کہ یہاں درج کرنے کے لیے مجھ کو عطا فرمائیں ۱۲ شرافت

کی جمعبندی پر آپ کے بڑے بیٹے میاں خوشی محمد کا نام درج ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی وفات کا زمانہ ان بارہ۱۲ سالوں کے اندر ہے۔ جو غالباً ۱۸۷۰ء متعین ہوتا ہے۔ اس کے مطابق ہجری سال ۱۲۸۷ھ تھا۔

آپ کی قبر موضع دڑوہ ضلع گجرات میں ہے۔ چند سال سے آپ کی اولاد نے آپ سے نام کی مناسبت سے اس گاؤں کا نام اکبر آباد رکھ دیا ہے۔

مادۂ تاریخ "بعصمت رفتہ"

باب ہفتم
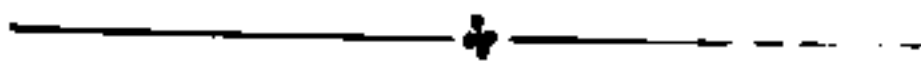
اس میں سجادہ کی ساتویں پشت کے حالات ہیں۔

میاں سلطان بالا رح

آپ میاں الٰہی بخش بن میاں پیر بخش نوشہروی رح کے فرزند یگانہ اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔

اخلاق و عادات آپ صاحب حسن خلق۔ دنیاوی امور میں لائق۔ فن شہسواری کے ماہر تھے۔ آپ کو دس روپیہ روزینہ ملتا تھا۔ کشف قبور کا مقام بھی آپ کو حاصل تھا۔

حصول اولاد منقول ہے کہ آپ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایک روز حضرت شاہ دولہ گجراتی رح کے مزار پر مراقبہ کیا۔ اور اُن کی روحانیت سے اولاد کے واسطے درخواست کی۔ انہوں نے ایک لڑکا سر سے پکڑ کر آپ کو عنایت کیا۔ اُسی وقت حضرت نوشہ گنج بخش رح کی رُوح مبارک سامنے آگئی کہ یہ ہمارا مرید ہے۔ اس کو لڑکا ہماری وساطت سے عنایت ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کے ہاں میاں میراں بخش پیدا ہوئے ان کے جسم میں دونوں بزرگوں کی نشانیاں موجود تھیں۔ شاہ دولہ رح کا نشان یہ کہ ان کا سَر چھوٹا تھا۔ اور حضرت نوشہ صاحب کا نشان یہ کہ ان کا قدو قامت بلند تھا۔

اقرار نامہ سید حسین شاہ بن پیر سید دین شاہ خوارزمی ساکن کوٹ میر نے مبلغ تیس۳۰ روپیہ آپ کا قرضہ دینا تھا۔ انہوں نے اقرار نامہ لکھ دیا جو بطور یادگار درج کیا جاتا ہے۔

"منکہ حسین شاہ ساکن کوٹ ام۔ دریں وقت مبلغ سی روپیہ نانک شاہی نصفی ۱۵ بابت حسن شاہ و محمد شاہ موضع جھورال پیش میاں صاحب میاں سلطان بالا دادنی دارم۔ بتکرار

بستم ماہِ جلیٹھ ادا خواہم کرد۔ ایں چند کلمہ بطریق تمسک نوشتہ دادہ ام کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریر بتاریخ بلیٹھ پنجم ماہِ پھاگن سمت ۱۸۸۸ ب العبد حسین شاہ۔ گواہ شد غلام علی۔ گواہ شد دل محمد۔ گواہ شد مرزا شیر۔"

اولاد آپ کا نکاح بی بی امرار بنتِ میاں سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہرویؒ سے تھا۔ ان کے بطن سے اولاد ہوئی۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ میاں میراں بخش ۲۔ میاں پیراں بخش

— میاں میراں بخش کا ذکر آٹھویں باب میں آئے گا۔

— میاں پیراں بخش کے دو بیٹے تھے۔ میاں نبی بخش۔ میاں مولا بخش

— میاں نبی بخش کا ذکر نویں باب میں آئے گا۔

— میاں مولا بخش بن پیراں بخش کا ایک ہی بیٹا صاحبزادہ فیروز علی نام تھا جو بچپن میں فوت ہو گیا۔

تاریخ وفات میاں سلطان بالا[1] کی وفات سنہ ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار گورستانِ بچیاریہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "در رخصت"

میاں غلام حسنؒ

آپ میاں سلطان مست بن سلطان ملک کے تیسرے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت سید سلطان بالا بن سید سلطان محمود ہاشمی رنملویؒ سے رکھتے تھے۔ جن کا ذکر تیسرے طبقہ کے آٹھویں باب میں گذر چکا ہے۔

شجرہ بیعت آپ مرید سید سلطان بالا نوشاہی ہاشمی کے۔ وہ مرید شیخ غلام حسن

[1] میاں سلطان بالا نوشہرویؒ کا کچھ ذکر شریف التقاریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے ساتویں حصہ مناقب الآثار میں لکھا جائے گا۔ شرافت

سلیمانی بھلوالی کے۔ وہ مرید اپنے بھائی شیخ احمد الدین سلیمانی کے۔ وہ مرید اپنے چچا شیخ نظام الدین سلیمانی گھنگوالی کے۔ وہ مرید اپنے برادر عم زاد شیخ بڈھا بن شیخ فیض بخش سلیمانی بھلوالی رح کے۔

اس کے آگے شجرہ ذکر حضرت سلطان مست میں گذر چکا ہے۔

چلہ نشینی | آپ کا مزاج امیرانہ تھا۔ صاحب شریعت تھے۔ اپنے والد کے منظور نظر۔ گویا کہ وہ آپ پر عاشق تھے۔ اوائل میں آپ نے درگاہ سچیاریہ پر ایک چلہ کیا۔ اور فیضیاب ہوئے۔ موسیٰ نام زمیندار خدمت میں رہا۔

اولاد | آپ کے پانچ بیٹے ہوئے۔

۱۔ میاں غلام نبی
۲۔ میاں غلام مرتضےٰ
۳۔ میاں حبیب اللہ
۴۔ میاں غلام قادر
۵۔ میاں محمد الدین

—— میاں غلام نبی۔ اہل علم تھے۔ درگاہ حضرت سخی شاہ سلیمان نوری رح پر انتقال کیا۔ وہیں بھلوال شریف میں دفن ہوئے۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

—— میاں غلام مرتضےٰ۔ نیک اخلاق درویشانہ صورت تھے۔ داڑھی کو مہندی لگاتے تھے۔ گلے میں کنٹھا رکھتے۔ فقیر سید شرافت عافاہ ربہٗ جب کبھی نوشہرہ جاتا۔ تو بڑی محبت اور ادب سے پیش آتے۔ میاں شاہ محمد بن مردان علی نوشہروی رح کہا کرتے تھے کہ میاں غلام مرتضےٰ کی صورت دیکھنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ بزرگ آدمی ہیں۔ ان کی بیعت طریقت شیخ غلام حسین موتیانوالہ بن شیخ غلام حسن سلیمانی بھلوالی رح سے تھی۔ ۱۳۵۸ھ میں لاولد انتقال کیا۔

—— میاں حبیب اللہ بن غلام حسن۔ جلالپور جٹاں میں چلے گئے۔ ان کے ایک فرزند میاں غلام محی الدین ہیں۔

—— میاں غلام محی الدین پابند صوم و صلوٰۃ اس وقت ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔ ان کا

ایک لڑکا صاحبزادہ مختار احمد نام موجود ہے۔

—— میاں غلام قادر بن غلام حسن کے ایک فرزند صاحبزادہ محمد سعید ہیں۔

—— صاحبزادہ محمد سعید نے متعدد چلے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فن کیمیا میں بھی دسترس رکھتے ہیں بسلسلہ پیری مریدی بہت ہے۔ ساٹھ سال کے قریب عمر ہے۔ اس وقت موجود ہیں۔ نزگہ ضلع سیالکوٹ میں سکونت رکھتے ہیں۔ ان کی بیعت طریقت سید خوشی محمد بن سید محمد علی ہاشمی رنملوی سے۔ اور بقول دیگر شیخ فضل حسین بھلوالی سے ہے۔

—— میاں محمد الدین بن غلام حسن کاروبار دنیاوی میں لائق ہیں۔ طریقت میں شیخ موتیا فواللہ سلیمانی بھلوالی کے مرید ہیں۔ تقریباً اسّی سال عمر ہے۔ اس وقت موجود ہیں۔ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کے احباب اور عقیدت مندوں سے ہیں۔ ان کے چار بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ خورشید میراں۔ صاحبزادہ جمشید میراں بچہ فوت ہو گیا۔ صاحبزادہ منور میراں بچپن میں گذر گیا۔ صاحبزادہ قیام میراں یہ موجود ہے۔

—— صاحبزادہ خورشید میراں سلمہ اللہ ۱۳۴۵ھ پیدا ہوا تاریخی نام غلام سچیار ہے۔ خوبصورت خوش الحان ہے۔ مؤلف کے محبانِ خوش اعتقاد سے ہے۔

تاریخ وفات | میاں غلام حسن کی وفات بروز دوشنبہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ مطابق ۷ مگھر سمت ۱۹۴۹ ب کو ہوئی۔ مزار گورستان سچیار میں ہے۔

مادۂ تاریخ "بجنت تراamید"

میاں دوستن رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام غلام حسین المعروف میاں دوستن تھا۔ آپ میاں سلطان حسنؒ بن میاں سلطان ملک نوشہرویؒ کے چھوٹے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔

چلہ نشینی | ابتدائے احوال میں آپ نے کئی چلے کاٹے۔ ایک چلہ میرپور ریاست جموں میں کاٹا۔ شریعت کے پابند تھے۔

قید ہوتا | آپ نے ایک کھتری ساہوکار کا قرضہ دینا تھا۔ اس نے آپ کو تنگ کیا۔ آپ

نے اُس کے بہی کھاتہ کا سارا سامان رجسٹر وغیرہ جلا دیا۔ اُس نے آپ پر مقدمہ کر دیا۔ چنانچہ سات سال قید ہو گئے۔

جسم کا سالم رہنا منقول ہے کہ آپ کی وفات سے گیارہ برس بعد نوشہرہ دریا برد ہوا۔ اور بزرگانِ سیچیاریہ کے مزارات منتقل کئے گئے۔ آپ کی زیارت ہوئی جسم بالکل صحیح و سالم تھا۔

اولاد آپ کا بیٹا میاں شہسوار نام تھا۔ جو بچپن میں آپ کے سامنے فوت ہو گیا۔

یارِ طریقت آپ کا ایک مُرید سائیں مُسَلَّم اعوان ساکن کتے، تحصیل کھاریاں ضلع گجرات تھا۔

تاریخ وفات میاں وسّن کی وفات بروز جمعہ یوم عاشورہ دسویں محرم ۱۲۹۹ھ میں ہوئی قبر گورستانِ سیچیاریہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "بلند اختر بود"

میاں غلام مصطفےٰ رح

آپ میاں سلطان مستے بن سلطان مُلک نوشہرویؒ کے پانچویں بیٹے تھے۔ ۱۲۷۱ھ میں پیدا ہوئے گیارہ سال کے تھے۔ کہ والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ اس لیے اپنے بڑے بھائی میاں غلام حسن کی گود میں پرورش پائی

بیعت و خلافت آپ جب نوجوان ہوئے تو راہِ حق کا شوق ہوا۔ تو موضع رن مل میں حاضر ہو کر سید کرم الٰہی بن سید حیدر شاہ نوشاہیؒ ہاشمیؒ کے مُرید ہوئے۔ اور کچھ ذکر و شغل کے طریقے حاصل کئے۔

شجرہ بیعت آپ مرید سید کرم الٰہی ہاشمی رنملوی رح کے۔ وہ مرید شیخ غلام حسن رح سلیمانی بھلوالی رح کے

اس سے اوپر شجرہ آپ کے بڑے بھائی میاں غلام حسن نوشہروی رح کے ذکر

میں لکھا گیا ہے۔

پرہیزگاری آپ علم دوست تھے، شریعت کے پابند، نماز پنجگانہ، نوافل تہجد پر مواظبت رکھنے والے۔ درود شریف کبریت احمر کا وظیفہ پڑھا کرتے۔

آپ جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو ڈاکٹری علاج نہ کراتے، شاید کہ ان دوائیوں میں کسی نشہ آور چیز کی ملاوٹ ہو۔

اولاد آپ کے دو بیٹے ہوئے۔ ۱۔ میاں محمد حسین بچپن میں فوت ہو گئے۔

۲۔ میاں محمد فاضل۔ متولد سنہ ۱۳۰۱ھ اس وقت بعمر چھیاسٹھ ۶۶ سال موجود ہیں۔ صاحب رعب و اقبال ہیں۔ حضرت نوشاہ عالیجاہ رح کی اولاد کے مؤدب و احترام و خدمات بجا لاتے ہیں۔ اپنے والد کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ حضرت نوشہ گنج بخش رح کا ختم شریف پانچویں ربیع الاوّل کو ہر سال بڑے اہتمام سے کیا کرتے ہیں۔ ان کے چار بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ عبدالواحد۔ بچپن میں فوت ہو گئے۔ صاحبزادہ محمد امین۔ صاحبزادہ نذر محی الدین صاحبزادہ مظہر حسین۔

صاحبزادہ محمد امین الملقب بہ آباجی۔ متولد یوم عید الاضحی ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ ایف اے تک تعلیم رکھتے ہیں۔ علم دینیات سے بھی واقف ہیں۔ اشتغال و اوراد نوشاہیہ اور عملیات کے ماہر ہیں۔ فن کیمیا میں علمی حد تک بہت مہارت رکھتے ہیں۔ اس فن میں ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کے ساتھ محبت و مخالصت کا عہد راسخ کیا ہے۔ اب بعمر ۳۷ سال موجود ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کے چار لڑکے ہوئے۔

۱۔ صاحبزادہ محمد اختر مدعمرہ۔ متولد ۱۳۵۰ھ
۲۔ صاحبزادہ حسن اختر سلمہ اللہ۔ متولد منگلوار۔ ۷ شوال ۱۳۵۵ھ
۳۔ صاحبزادہ مختار احمد اکبر مرحوم متولد بدھوار ۴ رمضان ۱۳۵۸ھ
متوفی ویروار ۷ شوال ۱۳۵۹ھ
۴۔ صاحبزادہ مختار احمد اصغر سلمہ اللہ متولد ہفتہ کی رات ۲ شوال ۱۳۶۰ھ

یہ تینوں صاحبزادے تعلیم یافتہ نوجوان موجود ہیں۔

——— صاحبزادہ نذر محی الدین بن میاں محمد فاضل۔ متولد سوموار۔ ۱۵ ر شعبان ۱۳۳۲ھ تعلیم یافتہ مہذب اخلاق، پڑے قابل، مہمان نواز، خوبصورت تھے۔ فقیر سید شرافت عفی عنہ کے ساتھ خاص محبت رکھتے۔ ان کی بیعت طریقت شیخ فضل حسین بھلوالی سے تھی۔ ان کی شادی ۲۷ ر محرم ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔ وفات بعمر ۳۷ سال سوموار ۱۹ ر ربیع الاوّل ۱۳۶۹ھ میں ہوئی۔ مادۂ تاریخ "نذر محی الدین نوری" ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ صاحبزادہ دلدار احمد۔ متولد بدھوار۔ ۲۳ ر رجب ۱۳۵۹ھ

۲۔ صاحبزادہ نثار احمد۔ متولد ۱۳۶۲ھ

یہ دونوں بچپن میں ہی وفات پا گئے۔

——— صاحبزادہ منظر حسین بن میاں محمد فاضل۔ متولد ۱۳۴۸ھ یہ نوجوان، مؤدب و حلیم ہے۔ خراب مجلس سے متاثر ہو کر بھنگ، چرس، مدمک، افیون وغیرہ منشیات کا عادی ہو چکا ہے۔ اس وقت بعمر اٹھائیس ۲۸ سال موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو بزرگوں کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں محمد فاضل فرزند	نوشہرہ شریف	ضلع گجرات
۲۔ سائیں کالو موچی	بنگیال	"
۳۔ سائیں ستوار یا اعوان	"	"
۴۔ سائیں امام الدین اعوان	"	"
۵۔ میاں طالب الدین	بنیہ	"
۶۔ میاں شاہ محمد	"	"
۷۔ مُلّا مہرالدین موچی	دولت نگر	"

۸۔ مولوی محمد یوسف کھوکھر امام مسجد	لوڑہکی	ضلع گوجرانوالہ
۹۔ میاں فضل بن امام الدین با قندہ	دولت نگر	گجرات
۱۰۔ سائیں بوسٹے شاہ	میاں علی	شیخوپورہ
۱۱۔ سید سلطان شاہ بن سید گل حسین بھاکھری	سید حسین	جہلم
۱۲۔ سید فضل میر بھاکھری	"	"
۱۳۔ سائیں امام بخش گلگو	بگھار	راولپنڈی

۱۴۔ میاں غلام حیدر المعروف خلیفہ خادم حاضر باش

۱۵۔ سائیں گلو ماچھی خادم۔ ۱۶۔ سائیں دادو خادم

تاریخ وفات میاں غلام مصطفیٰ کی وفات بعمر اٹھاسٹھ ۶۸ سال بروز چہار شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔

آپ کی قبر نوشہرہ شریف۔ گورستانِ سچیاریہ میں۔ مشرقی چار دیواری کے اندر ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

"شاہِ غالب" "خدا کی قدرت"

میاں پریم شاہ

آپ میاں سلطان مست بن سلطان ملک نوشہروی کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔

بیعت و خلافت سائیں الٰہی بخش درویش شاہپوری سے رکھتے تھے۔ وہ مرید میاں سلطان مست کے تھے۔

علم و فضل آپ نے تعلیم مولوی محمد ابراہیم قادری فاضل امام مسجد نوشہرہ سے پائی۔ صرف نحو بھی پڑھی۔ آپ کی وعظیں موثر ہوتی تھیں۔ آپ کی تقریر سے موثر ہو کر حکیم نور الدین بھیروی خلیفہ اول مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینا

چاہا، لیکن آپ نے اُس کی بدمذہبی کے باعث قبول نہ کیا۔

سیر و سیاحت آپ اکثر سیر و سیاحت کیا کرتے۔ بھُورے کا کرتہ پہنتے۔ اسم اعظم غوثیہ کا اکثر وِرد رکھتے۔ جہاں جاتے لوگوں کا ہجوم آپ کے پاس جمع ہو جاتا۔

اولاد آپ کی نرینہ اولاد نہیں ہوئی۔ صرف دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی کا نام غلام فاطمہ تھا۔ جو میاں محمد فاضل بن غلام مصطفےٰ کی منکوحہ تھیں۔ انہوں نے ۱۴ رمضان ۱۳۴۶ھ کو انتقال کیا۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ مولوی حافظ محمد بن میاں بدر الدین	پنڈی لوہاراں	ضلع گجرات
۲۔ میاں امام الدین بن قطب الدین بافندہ متولد ۱۲۷۶ھ	دولت نگر	"
۳۔ سائیں کھیون اعوان	دھمہ ملکہ	"
۴۔ سائیں قادر بخش	علی پور	"
۵۔ سائیں علم الدین زنگریز	لالہ موسےٰ	"
۶۔ مولوی امام الدین امام مسجد	بانیاں	
۷۔ مولوی خدا بخش		
۸۔ سید شرف شاہ	کمال پور	[illegible]
۹۔ سید چنن شاہ		
۱۰۔ سائیں نادر علی	کلریاں	"
۱۱۔ مُلا محمد دلی	کوکن جنڈ	"
۱۲۔ میاں باز	منجی کٹہ	
۱۳۔ سائیں بوڑے شاہ		میرپور

ملہ میاں بریم شاہ کی اہلیہ محترمہ شوال ۱۳۶۲ھ میں فوت ہوئیں ۱۲ اسد ۱۸ نافت

تاریخ وفات کہتے ہیں کہ آپ مسموم شہید ہوئے۔ میاں پریم شاہ کی وفات بعمر بتیس ۳۲ سال منگلوار ۷ ار رجب سنہ ۱۳۰۶ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان سچیاریہ میں ہوئی۔

مصرعہ تاریخ "بے شبہ ایں جنتی جنتی"

میاں غلام حیدر

فرزند اکبر میاں سلطان فضل بن سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہروی رح خرقہ خلافت و ارشاد اپنے حقیقی چچا میاں سلطان مست سے حاصل کیا۔

تعلیم آپ نے ظاہری علم وزیر آباد اور کشمیر سے حاصل کیا۔ فن کتابت بھی سیکھا۔ اپنے دادا کے نہایت منظور نظر تھے۔ خوش آوازی اس قدر تھی کہ سنگدل کو بھی اثر ہو جاتا۔ قرآن مجید با قرأت پڑھتے۔ نماز کی جماعت بھی کرایا کرتے۔

اشغال و عبادات آپ نے نفس کشی کے لیے بہت ریاضتیں اور مجاہدے کیے۔ چند چلے بھی کیے۔ ایک چلہ مکیانہ متصل گجرات میں کاٹا۔ ایک چلہ جید پور۔ ایک بالو ضلع جالندھر میں۔ آپ صائم الدہر قائم اللیل تھے۔ تہجد کا کبھی ناغہ نہ کرتے۔ مرتبہ فنا فی الرسول آپ کو حاصل تھا۔

کرامات

حج میں شامل ہونا منقول ہے کہ ایک بار آپ لدھیانہ میں تشریف فرما تھے۔ حج کا دن آگیا۔ آپ نے فرمایا مجھے ایک حجرہ کے اندر بند کردو۔ ذرا دیر کے بعد موئے شاہ درویش نے اندر جا کر دیکھا تو حجرہ بالکل خالی پایا۔ حاضرین نہایت متعجب ہوئے۔ تھوڑی دیر کو آپ اُسی حجرہ سے نکل آئے اس جگہ کے کئی آدمی مکہ مکرمہ کو حج کرنے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے آکر بیان کیا کہ ہم نے اُس دن آپ کو وہاں دیکھا تھا۔

دریا کو ہٹانا ایک بار آپ ضلع جالندھر میں تشریف فرما تھے۔ موضع برج کیلا کو دریائے ستلج نے گرانا شروع کیا۔ وہاں کے رہنے والے قوم ڈوگر آپ کے پاس التجا لائے۔ آپ چند آدمیوں کے ہمراہ وہاں گئے۔ اور دریا پر غسل کیا۔ اور ایک لڑکے چراغ شاہ نام کو فرمایا کہ ہماری پشت ملو۔ جب وہ قریب آیا تو آپ نے دھکیل کر دریا میں پھینک دیا۔ تمام لوگ متحیر ہوئے۔ چند قدم کے فاصلے پر وہ لڑکا دریا نے باہر ڈال دیا۔ پس اُسی وقت دریا نے پیچھے رُخ کیا۔ اور دُور ہٹ گیا۔ آج تک وہاں بیلہ پڑا ہے۔ ان لوگوں نے پانچ گھماؤں زمین آپ کو نذرانہ میں دی۔

غیبی میوے سائیں چراغ شاہ سے منقول ہے کہ ایک دن میں آپ کے ساتھ تھا راستہ میں آپ نے فرمایا کیا کھانا چاہتے ہو۔ میں نے کہا سیب آپ نے ایک پھر دانہ کو چھڑی ماری تو اُس پر سے تازہ سیب گر پڑے۔ اور میں نے کھا لیے۔

تصرف ایک بار آپ بلد صیانہ میں تھے۔ وہاں موچیوں کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا یہ تو لڑکا ہے۔ چنانچہ اُسی وقت وہ لڑکا ہوگیا اور جوان ہو کر آپ پوتے میاں شاہ محمد کی بیعت ہوا۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں رحم بخش - ۲ - میاں مردان علی

میاں رحم بخش کی بیعت طریقت سید بنے شاہ بن سید شیر شاہ نوشاہی ہاشمی رتملوی سے تھی۔ ان کا ایک درویش سائیں علم الدین گوجر ساکن عالم گڑھ تھا۔ دنیا سے لاولد فوت ہوئے۔

میاں مردان علی بن غلام حیدر کی بیعت بھی سید بنے شاہ مذکور سے تھی۔ صاحب یمن و برکت تھے۔ شریعت کی پابندی کو مدِ نظر رکھتے۔ جوانی کے وقت قرآن مجید پڑھا۔ تلاوت کو تمام کاموں پر مقدم رکھتے۔ رمضان شریف میں لوگوں کو ابکہ آ روزے رکھا یا کرتے۔ زراعت پیشہ کیا کرتے۔ ان کے دو بیٹے تھے

میاں شاہ محمد۔ میاں مولا بخش۔

—— میاں شاہ محمد کا ذکر نویں باب آئے گا۔

—— میاں مولا بخش کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ فضل حسین۔ صاحبزادہ محمد حسین۔ دونوں موجود ہیں۔

—— صاحبزادہ فضل حسین کا ایک لڑکا محمد اشرف نام موجود ہے۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں شاہ محمد بن مردان علی۔ نبیرہ	نوشہرہ شریف	ضلع گجرات
۲۔ مولوی حافظ نور الدین شاعر	گنجہ	"
۳۔ سائیں پیران بخش مراسی	مکیانہ	"
۴۔ سائیں ستے شاہ ارائیں	سیٹوں	جالندھر
۵۔ سائیں چراغ شاہ زرگر " "	علاقہ	"
۶۔ سائیں اللہ دتہ باشندہ مجاور درگاہ شریف	تلونڈی چوہدریاں	ریاست کپورتھلہ

تاریخ وفات میاں غلام حیدر کی وفات منگلوار۔ پندرھویں شعبان ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ سچیاریہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

۲۔ "شغل"

میاں رستم علیؒ

فرزند ثانی میاں سلطان فضل بن سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہروی رح۔ خرقہ خلافت و اجازت اپنے چچا میاں سلطان مست رح سے حاصل کیا۔

اخلاق آپ بڑے بہادر شاہ زور تھے۔ دنیا کو ترک کر کے فقیر ہو گئے۔ خوش آوا

بحد کمال تھے۔ ستار کے ساتھ گایا کرتے۔ سامعین کو بہت تاثیر ہوا کرتی۔ ریاست مالیر کوٹلہ کا نواب آپ کا مرید تھا۔

مدفن میاں رستم علی ریاست مالیر کوٹلہ میں فوت ہوئے۔ کوئی اولاد باقی نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی قبر فرشتوں نے بنائی تھی۔ **وفات** ۱۲۷۳ھ۔

فائدہ۔ مردانِ غیب یا ملائکہ کا بزرگوں کے ساتھ ایسی خدمات کرنا کتبِ تاریخ و تصوف سے ثابت ہے۔ چنانچہ

۱۔ خواجہ مودود چشتی کا جنازہ مردانِ غیب نے پڑھا اور غائب ہو گئے[۱]

۲۔ شاہ جمال قادری کو ملائکہ نے دفن کیا۔ کسی کو خبر نہ ہوئی[۲]

میاں اخلاص محمدؒ

فرزند سوم میاں سلطان فضل بن سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہ ورعؒ۔ بیعت و خلافت اپنے چھوٹے بھائی میاں شاہ بخش بن سلطان فضل سے رکھتے تھے۔

اعمال صالحہ آپ امیرانہ مزاج درویش تھے۔ شریعت کے پابند۔ عابد۔ متورع متقی زاہد تھے۔ آپ کا قلب ذاکر تھا۔ علم توحید میں آپ کا کلام عالی تھا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند میاں لدھے شاہ تھے۔

— میاں لدھے شاہ اہل توحید و فقر تھے۔ ان کا ایک درویش سائیں بدرالدین کشمیری گجراتی صاحب ذکر و فکر تھا۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ میاں شہسوار۔ میاں محمد حسین۔ میاں فضل حسین۔

— میاں شہسوار مہمان نواز خلیق و شفیق تھے۔ جوانی میں انتقال کر گئے۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ غلام سرور۔ صاحبزادہ محمد شفیع۔ صاحبزادہ نذر محی الدین۔ تینوں موجود ہیں۔

— میاں محمد حسین بن لدھے شاہ۔ نیک طبع ہیں۔ ان کے دو بیٹے۔ صاحبزادہ محمد امین

[۱] تذکرہ اولیائے ہند جلد ا ص ۱۰۔ [۲] تذکرہ جلد ۳ ص ۱۶۶۔ شرافت

اور صاحبزادہ محمد شفیع موجود ہیں۔

صاحبزادہ محمد امین تعلیم یافتہ۔ عمدہ اطوار، حسین و جمیل ہیں۔ گجرات بینک میں کلرک ہیں۔ فقیر سید شرافت عاقاہ اللہ کے ساتھ محبت اور عقیدت و ارادت رکھتے ہیں۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص مریدوں میں سے یہ مشہور تھے۔

۱۔ حافظ غلام حسین۔ ساکن جالندھر

۲۔ سائیں پیر بخش باشندہ۔ ساکن کوٹلہ سوہیاں ضلع گجرات۔ یہ جہن کاف کا عامل تھا۔

تاریخ وفات میاں اخلاص محمد کی وفات ۱۳۱۶ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ پچیاریہ میں ہے۔

مصرعہ تاریخ "ترخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز"

حافظ حاجی شاہ بخش رح

فرزند چہارم میاں سلطان فضل بن سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہروی رح بیعت و اپنے والد کے ماموں میاں سلطان علی بن عبدالغفور بن غلام مصطفےٰ ورلا پنج جھنگیوالہ رح سے حاصل تھی۔ وہ مرید میاں سلطان ملک موصوف کے۔

حج و زیارات آپ صاحب علم و عمل۔ کلام اللہ شریف کے حافظ۔ فقیر کامل۔ امیرانہ مزاج تھے۔ آپ نے حج حرمین الشریفین کیا۔ بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظم رح کی درگاہ عالی پر گوشہ نشین رہے۔ اور نجف اشرف میں درگاہ مرتضوی پر بھی چلہ کیا۔ چالیس۴۰ سال تک طعام نہ کھایا۔ پھر جناب خوشبہ سے امر ہوا تو کھانے لگے۔ بڑے بڑے راجے اور نواب آپ کے مرید تھے۔ ریاست جوناگڑھ۔ اور ریاست احمد آباد اور سلطنت حیدر آباد کے نواب آپ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔

آپ کی اولاد باقی نہیں رہی۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ میاں اخلاص محمد برادر کلاں — نوشہرہ شریف ضلع گجرات
۲۔ میاں لدھے شاہ بن اخلاص محمد۔ برادر زادہ — ″ ″
۳۔ سائیں عمر شاہ ارائیں۔ — کڑیانہ ضلع جالندھر
۴۔ سائیں ماہنی شاہ کشمیری — موٹھاتوالہ ریاست کپورتھلہ

تاریخ وفات حاجی شاہ بخش کی وفات ۱۳۰۷ھ میں ہوئی۔ قبر موضع کڑیانہ شریف متصل آدم پور ضلع جالندھر میں ہے۔ سفر میں فوت ہوئے۔ لہذا وہیں مدفون ہوئے۔

مادہ تاریخ "شاہ کفایت دستگاہ"

میاں محمد الدینؒ

آپ میاں نبی بخش بن سلطان امیر نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے تھے۔ بیعت طریقت اور خلافت سید امیر عالم بن سید ایزد بخش ہاشمی رنملوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ جن کا ذکر تیسرے طبقہ کے آٹھویں باب میں گذر چکا ہے۔

شجرہ بیعت آپ مرید سید امیر عالم ہاشمی کے۔ وہ مرید شیخ چنن شاہ بن صدق شاہ سلیمانی رسول نگری کے۔ وہ مرید شیخ مچھلے شاہ بن فتح الدین سلیمانی رض رسول نگری کے۔ وہ مرید شیخ حمزہ شاہ سلیمانی جوکالوی کے۔ وہ مرید اپنے والد شیخ محمد آفتاب سلیمانی کے۔ وہ مرید اپنے والد شیخ تاج محمود قلندر سلیمانی بھلوالی کے۔ وہ مرید حضرت نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ العزیز کے۔

اشغال و اوراد آپ نے ابتدائے احوال میں اسم شریف اَللّٰهُ الصَّمَدُ کی دعوت کی۔ جلالی و جمالی کی پرہیزات کے ساتھ پچاس لاکھ ختم کیا۔ روزانہ بیس ہزار کی منزل مقرر تھی۔ اس کے بعد روزانہ اس کا وظائف کرتے۔ اور اس کے برکات سے متمتع ہوتے

شریعت کے پابند اور وظائف خاندانِ نوشاہی پر مواظبت رکھنے والے تھے۔

علیہ و لباس آپ کا قد دراز، جسم پتلا۔ فقیرانہ لباس زیب بدن رکھتے۔ سر پر اونچی ٹوپی اور کندھوں پر جوگیہ رنگ دوپٹہ ہوتا تھا۔

بہشت کا دیدار آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار خواب میں میں نے بہشت دیکھا ایک طاؤس پائل پا رہا تھا۔ اور خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے جسم سے بھی خوشبو آتی تھی۔

ذکر کے وقت اعضا علیحدہ ہونا آپ کا مرید علی محمد ماچھی بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ہمارے پاس موضع مہڑیالہ میں آئے۔ رات کو کوٹھے پر ڈیرہ تھا۔ سرگی کے وقت میں اُوپر گیا تو دیکھا کہ مصلا پر آپ کے سب اعضا علیحدہ علیحدہ پڑے ہیں۔ میں ڈر گیا۔ آپ فوراً متجسد ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ بمع اپنی اہلیہ اور دو درویشوں کے درگاہ حضرت نوشہ صاحبؒ پر حاضر ہوئے۔ میں آپ کی ملاقات کے واسطے وہاں گیا۔ دیوان خانہ درگاہ شریف میں فروکش تھے۔ میں نے آپ سے واقعہ مذکور دریافت کیا۔ تو آپ کی اہلیہ نے بھی اس کی تصدیق کی۔ اور کہا کہ میں ایک رات آپ کو مٹھیاں بھرنے لگی۔ آپ کا ہاتھ پکڑا تو آپ کا پنجہ علیحدہ میرے ہاتھ میں آگیا۔

وظیفہ کی اجازت مؤلف کتاب ہذا فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کہتا ہے کہ آپ نے مجھ کو بسم اللہ شریف کا وظیفہ بتایا تھا کہ بملاحظہ مقاماتِ عشرہ ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ پڑھا کرو۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں فضل احمد۔ ۲۔ میاں پیر احمد

——— میاں فضل احمد۔ اہل علم و فضل و فقر تھے۔ علاقہ دوابہ اور مانجھہ میں ان کے مُرید بہت تھے۔ بدھوار ساہ اسوج سمت ۱۹۸۸ ب مطابق سنہ ۱۳۵۰ھ میں اپنے والد کی زندگی میں انتقال کیا۔ ان کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ عبدالرشید احمد اس وقت ۱۳۶۶ھ

یں موجود ہیں۔ ان کے دو لڑکے موجود ہیں۔ گلزار احمد متولد ۱۳۶۶ھ عبدالغفار متولد ۱۳۶۸ھ۔

— میاں پیر احمد بن محمد الدین۔ فضیلت علم سے ممتاز ہیں۔ عربی کی تعلیم رکھتے ہیں۔ حدیث اور فقہ کی کتابیں سبقاً پڑھی ہیں۔ درویشانہ اخلاق رکھتے ہیں۔ دنیا کے کاموں میں کم دخل دیتے ہیں۔ معمر و مسن ہیں۔ ۱۳۷۰ھ میں موجود ہیں کہا کرتے ہیں کہ ہمارا فریق یعنی اولادِ میاں محبوب شاہ بن میاں محمد اکرم سچیاری نوشہروی ابتدا سے صاحبزادگان نوشاہیہ برخورداریہ ساہنپالویہ کے مرید تھے۔ اور انہیں کے حصہ میں تھے۔ اور انہیں کو نذرانے ادا کیا کرتے تھے۔ بعد میں ان کا صاحبزادگان ہاشمیہ رنملویہ سے پیار ہو گیا۔ تو ان کے ساتھ ارادت کا تعلق پیدا کر لیا۔ ان کے پانچ لڑکے ہیں۔ صاحبزادہ عبدالعزیز۔ صاحبزادہ عبدالحمید۔ صاحبزادہ عبدالتحاد۔ صاحبزادہ محمد اعظم۔ صاحبزادہ محمد نقیب۔ پانچوں اس وقت موجود ہیں۔ زمانہ حاضرہ کی سب اولاد سچیار پیر میں سے دولت مند اور اہل ثروت ہیں۔

— صاحبزادہ عبدالعزیز کے ایک فرزند عبدالحفیظ متولد ۱۳۷۰ھ ہیں۔

— صاحبزادہ عبدالحمید کے دو بیٹے ہیں۔ عبدالرشید متولد ۱۳۷۲ھ اور عبدالقدیر متولد ۱۳۷۴ھ۔

تاریخ وفات میاں محمد الدین کی وفات ۱۳۵۷ھ میں ہوئی، قبر گورستانِ سچیاریہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "مشیخت ابد"

میاں خوشی محمد دڑوہ والہ

آپ میاں اکبر علی بن سلطان حاجی دڑوہ والہ کے فرزند اکبر تھے۔ بیعتِ طریقت نوشاہی ہاشمی خاندان میں کسی صاحبزادہ سے تھی۔

خلعت سرداری والد نے آپ کو تمام بھائیوں پر خلعت سرداری عطا کی۔ آپ

امیر طبع اور ریاست ولیاقت کے اوصاف سے موصوف تھے۔ گھوڑیاں۔ اونٹ، اور بھینسیں رکھنے کا آپ کو بہت شوق تھا۔

آپ کی شادی میاں سلطان بالا بن الٰہی بخش نوشہروی کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ لیکن کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تاریخ وفات میاں خوشی محمد کی وفات ۱۲۹۴ھ میں ہوئی۔ قبر موضع دڑوہ (اکبر آباد) ضلع گجرات میں ہے۔

قطعہ تاریخ

از مولوی حافظ محمد رمضان قادری امام مسجد دڑوہ

عیاں شد در جہاں درد والمہا — جہاں شد تیرہ از آلام غمہا

بعالم غم الم گردید بے حد — زفوتِ مہر لقا خوشی محمد

یکے مردِ کریم و نیک خُو بود — نیامد ہمسرش اندر کرم جود

تفاخر فقرِ نوشاہی ازو یافت — فقط جانِ خود اندر راہِ حق باخت

قبائے نیک بختی در برش بود — ردائے پاکبازی برسرش بود

نمودہ ہاتفِ غیبی روایت — وفاتش۔ واہ واہ ابر سخاوت ۱۲۹۴ھ

شود سالِ وفاتِ او ہویدا — اگر جوئی تو از چہ شیخ و فقہاء

ہنوز اظہر شود تاریخ چوں شمع — یکے حرف از سرِ ہر مصرع کن جمع

ہر مصرع کے پہلے حروف جمع کرنے سے بھی آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

جُنبِ زینت فقر نوشاہی ۱۲۹۴ھ

میاں سلطان شیر دڑوہ والہؒ

آپ میاں اکبر علی بن سلطان حاجی دڑوہ والہؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ بیعت و خلافت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رنملویؒ سے رکھتے تھے۔

شجرہ بیعت آپ مرید شیخ گوہر شاہ سلیمانی کے وہ مرید شیخ نظام الدین سلیمانی رح گھنگوالی کے۔

اس سے اُوپر شجرہ میاں غلام حسن بن سلطان مست نوشہروی رح کے ذکر میں لکھا گیا ہے۔

فیضانِ کثیر آپ بڑے صوفی اہلِ شریعت و طریقت۔ صاحب فیضان ظاہری و باطنی تھے۔ نماز با جماعت ادا کیا کرتے۔ دنیاوی جاہ و جلال بھی بہت تھا۔

اولاد آپ کے پانچ بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں چراغ علی۔ ۲۔ میاں حسین بخش۔ ۳۔ میاں عطا محمد۔ ۴۔ حافظ غلام محمد۔ ۵۔ میاں شاہ محمد۔

—— میاں چراغ علی کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ محمد حسین اس وقت ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔

—— صاحبزادہ محمد حسین کے دو بیٹے ہوئے۔ محمد اعظم بچپن میں فوت ہو گیا۔ اور فضل میراں موجود ہے۔

—— صاحبزادہ فضل میراں کا ایک لڑکا پرویز احمد موجود ہے۔

—— میاں حسین بخش بن سلطان شیر کے پانچ بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ غلام حسین۔ صاحبزادہ محمد امین۔ صاحبزادہ محمد اشرف۔ صاحبزادہ مشتاق حسین۔ صاحبزادہ نور شاہ لاولد۔

—— صاحبزادہ غلام حسین کے ایک فرزند صاحبزادہ محمد لطیف موجود ہیں۔

—— صاحبزادہ محمد امین بن حسین بخش کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ نثار احمد۔ صاحبزادہ نصیر احمد۔ صاحبزادہ رشید احمد۔ تینوں اس وقت موجود ہیں۔

میاں عطا محمد بن سلطان شیر۔ درویش خیال تھے۔ ریاست جموں و کشمیر و پونچھ میں ان کے مریدوں کا سلسلہ کافی تھا۔ اُسی علاقہ میں دورہ پر گئے تھے کہ سوموار ۱۱ر شوال ۱۳۶۲ھ کو دہیں انتقال کیا۔ اور موضع نیا کر۔ ضلع ریاسی۔ علاقہ راجدی میں دفن ہوئے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ سلطان علی لاولد۔ صاحبزادہ فیض محمد۔

— صاحبزادہ فیض محمد کے تین۳ بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ فاروق اعظم۔ صاحبزادہ محمد اعظم یہ دونوں اس وقت موجود ہیں۔ صاحبزادہ محمد عاصم بچپن میں فوت ہو چکا ہے۔

— حافظ غلام محمد بن سلطان شیر۔ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ علم قراءت سے یاد کیا تھا۔ خوش آوازی سے پڑھا کرتے۔ ان کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد افضل۔ صاحبزادہ محمد اصغر۔ دونوں اس وقت موجود ہیں۔

— صاحبزادہ محمد افضل کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد اکرم۔ صاحبزادہ محمد اکرام۔ صاحبزادہ محمد اسلم۔ تینوں موجود ہیں۔

— میاں شاہ محمد بن سلطان شیر۔ اس وقت ۱۳۷۰ھ میں موجود ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ فضل حسین موجود ہیں۔ اور صاحبزادہ محمد حسین و صاحبزادہ محمد نواز بچپن میں فوت ہو چکے ہیں۔

— صاحبزادہ محمد نواز ۲۷ رمضان ۱۳۶۰ھ کو فوت ہوا۔ مولوی ابراہیم نوشہروی نے یہ تاریخ لکھی ؎

محمد نواز ابنِ شاہ محمد	شبِ لیلۃ القدر رمضان سے
شدہ فوت تاریخ فوتش بگو!	کہ۔ بارانِ رحمت براو ہر دم اے

۱۳۶۰

یارانِ طریقت

آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

۱۔ میاں امام علی بن حشمت علی۔ برادر زادہ — دڑوہ شریف ضلع گجرات

۲۔ سائیں فتح محمد ساکن پنڈی اعواناں۔ مدفون سید ابراہیم متصل لالہ موسیٰ — ؍؍

۳۔ مولوی غلام رسول ساکن پنڈی اعواناں استاذ علوم شرقیہ اسلامیہ ہائی سکول لالہ موسیٰ — ؍؍

۴۔ سائیں امیرالدین تیلی

تاریخ وفات

میاں سلطان شیر کی وفات بروز یکشنبہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ میں ہوئی، قبر موضع دڑوہ (اکبر آباد) ضلع گجرات میں ہے۔

مادہ تاریخ رحمۃ اللہ و برکاتہ

میاں حشمت علی ڈڑوہ والہ

آپ میاں اکبر علی بن سلطان حاجی ڈڑوہ والہ کے تیسرے بیٹے تھے۔ بیعت طریقت سلطان مست بن سلطان ملک نوشہروی سے تھی۔

اخلاق و عادات آپ بڑے بارعب و با اقبال تھے۔ سخاوت اور جود و کرم میں بلند پایہ تھے۔ چھوٹی کی زراعت کرتے۔ دولتمند و اہل جمعیت تھے۔ آیندہ روندہ کو روٹی دیا کرتے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں امام علی۔ ۲۔ میاں فتح علی۔ ۳۔ میاں غلام حسن۔ میاں امام علی کا ذکر آٹھویں باب میں آئے گا۔

—— میاں فتح علی کے ایک ہی فرزند میاں نواب علی موجود ہیں۔

—— میاں نواب علی کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ غلام انور۔ صاحبزادہ غلام غوث۔ دونوں اس وقت موجود ہیں۔

—— صاحبزادہ غلام انور کے ایک فرزند صاحبزادہ سلیم انور موجود ہیں۔

—— میاں غلام حسن بن حشمت علی۔ نیک اخلاق ستودہ خصال۔ حمیدہ اطوار تھے۔ ڈو مربعہ زمین ضلع سرگودھا میں بمقام چک ۶ شاخ شمالی ملی تھی۔ وہیں زراعت کرواتے۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ غلام سرور کیانی۔ صاحبزادہ اللہ دتہ المعروف خالد لطیف۔ صاحبزادہ طارق منظور۔ تینوں اس وقت ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ اور برسر روزگار ہیں۔

—— صاحبزادہ غلام سرور کیانی۔ ایم اے تک تعلیم ہے۔ بڑے ذہین و فطین عالی دماغ ہیں۔ روشن خیال اور علم دوست ہیں۔ چند سال سے لاہور میں ایک کمپنی کھولی ہے۔ فقیر سید شرافت عفا اللہ کے احباب خواص میں سے ہیں۔ ان کے اور میرے درمیان مراسلت جاری رہتی ہے۔ جس کو میں نے بنام "المقالات النورانی بین الشرافتہ والسرور الکیانی" ملقب بہ لمعات محبت جمع کیا ہے۔ انہوں نے ۱۳۷۱ھ میں مجھے اپنا کتب خانہ ملاحظہ کروایا۔

بزرگوں کے وقت کی پورانی دستاویزیں ان کے پاس موجود ہیں۔ جو ہیں تے ان کے اجداد امجاد کے حالات میں درج کی ہیں۔ ان کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ جمیل احمد ہیں جو اب سکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔

تاریخ وفات میاں حشمت علی کی وفات ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ قبر دڑوہ داکبرآباد) ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ "صاحب الظفر"

میاں دیوان علی دڑوہ والہؒ

آپ میاں اکبر علی بن سلطان حاجی دڑوہ والہ کے چوتھے بیٹے تھے۔

معمولات آپ پرہیزگار، اہل تقویٰ تھے۔ نماز پنجگانہ پر مواظبت رکھتے۔ سردیوں کے موسم میں ساری رات مسجد میں گذار دیتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے۔ ان کا جسم دبلا پتلا تھا۔

شادی خانہ آبادی آپ کی شادی ۷، ۲ر کتک سمت ۱۹۱۹ ب مطابق ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۲۷۰ھ کو ہوئی۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ میاں اللہ دتہ لاولد۔ ۲۔ میاں فیروز علی۔

— میاں فیروز علی کے چار بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمد شفیع، صاحبزادہ محمد عالم، صاحبزادہ محمد طفیل صاحبزادہ نذر محی الدین موجود ہیں۔

— صاحبزادہ محمد عالم کے چار بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمود اختر، صاحبزادہ سلیم احمد، صاحبزادہ منیر احمد، صاحبزادہ سعید احمد۔ چاروں موجود ہیں۔

تاریخ وفات میاں دیوان علی کی وفات ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔ قبر دڑوہ (اکبرآباد) ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ "فخر گیتی"

باب ہشتم

اس میں سچیاریہ کی آٹھویں پشت کے حالات ہیں۔

میاں میراں بخش رح

آپ میاں سلطان بالا بن الٰہی بخش نوشہروی رح کے فرزند اکبر تھے۔ بیعت طریقت اور خلافت شیخ گوہر شاہ بن شیخ ماہی شاہ سلیمانی رنملوی رح سے تھی۔ جن کا ذکر چوتھے طبقہ کے نویں باب میں گذر چکا ہے۔ آپ والد بزرگوار کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔

شجرہ بیعت میاں سلطان قمیر دڑوہ والہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

وجد و تاثیر منقول ہے کہ ایک بار تمام اولاد حضرت سچیار درگاہ حضرت نوشہ گنج بخش رح پر حاضر ہوئے۔ محفل سرود منعقد ہوئی۔ دیر تک قوالی ہوتی رہی۔ مگر کسی کو تاثیر نہ ہوئی۔ سب کو خیال ہوا کہ شہنشاہ کے دربار کے سامنے قوال ہو رہی ہے۔ پھر وجد کیوں نہیں ہوتا۔ اس وقت آپ جوش سے اُٹھ کر دربار شریف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا قوالو یہ پڑھو۔

"شہر بھنبور و سندیو کڑیو نک نتھ نہ رکھیو کائی"

اور ہاتھ سے اشارہ بھی کیا۔ اُس وقت اتنی تاثیر ہوئی کہ کل اہل مجلس کو وجد ہو گیا۔

توام لڑکے پیدا ہونے کی دعا میاں محمد الدین بن نبی بخش نوشہروی رح بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میاں نواب علی سجادہ نشین جھنگی بخت جمال آپ کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کیا کہ میرے لڑکے کی شادی ہوئے بیس سال گذر چکے ہیں۔ لیکن کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ مجھکو ہمراہ لیکر درگاہ سچیاریہ پر حاضر ہوئے۔ اور تین بار طواف کر کے دُعا مانگی۔ اور اُن کو بشارت دی کہ دو لڑکے توام ہوں گے۔ اور دونوں خوبصورت ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سرکاری تحریرات

رسید مبلغات آپ نے دو عدد رجسٹریاں چھ سو روپیہ کی کرائیں۔ جن میں سے مبلغ چار سو روپیہ کی رسید یہ ہے۔ بطور یادداشت تحریر کی جاتی ہے

مدمنکہ جیون سنگھ ولد جگت سنگھ قوم اروڑہ ساکن نوشہرہ کا ہوں۔ جو کہ مبلغ چھ سو روپیہ ضرب چہرہ شاہی دو عدد رجسٹری ازاں مسمی میراں بخش ولد سلطان بالا ساکن نوشہرہ میرے پاس ہے۔ منجملہ رجسٹری شدہ مندرجہ بالا سے مبلغ چار سو روپیہ کہ نصف جس کے مبلغ دو سو روپیہ ہوتے ہیں۔ از مسمی مذکور وصول پالیا ہے۔ باقی دو سو رہا ہے۔ لہذا یہ چند حروف بطور رسید بابت چار سو روپیہ کے لکھ دیئے ہیں۔ کہ سند ہووے۔ تحریر بتاریخ ۲۶ ماہ جنوری ۱۸۶۷ء۔

دل سنگھ عرائض نویس صدر گجرات

العبد جیون سنگھ ولد جگت سنگھ اروڑہ ساکن نوشہرہ

گواہ شد۔ میاں خوشی محمد ولد اکبر علی ساکن موضع دڑدہ

گواہ شد۔ علی بخش ولد اللہ بخش گکھڑ ساکن نوشہرہ " بلفظہ

بیعنامہ یہ ایک قطعہ زمین کا بیعنامہ ہے۔ جو آپ نے مسمی اللہ دتہ دھارڑ ساکن نانووال سے خریدی۔

(اسٹامپ پر مہر سرکاری)

مدمنکہ اللہ دتہ ولد علی محمد قوم جٹ گوت دہارڑ ساکن موضع نانووال تحصیل وضلع گجرات کا ہوں۔ جو کہ اراضی للعہ ۲۴ کنال ۱۴ مرلہ نمبر جمعبندی ۳۳-۲۷-۲۴-۲۶-۳۷- نمبر کھاتہ ۷۲-۸۶-۸۷-۸۸- جمع جس کی سال تمام ۵ للعہ (چار روپے پونے پونے تین آنے) بموجب فرد پٹواری نمبر خسرہ ۱۲۷ ۱۲۵ ۱۲۵ ۱۲۹ ۳۲۳ واقع موضع نانووال میں ملکیت بنام خوشیا و حاکو و نتھو پسران بوٹا۔ و کمہا و حیات بخش پسران فتح دین۔ و شرف دین و الٰہ دتہ پسران محمد علی۔ و بوٹا ولد علی محمد۔ و دوھلیا ولد اللہ بخش قوم جٹ گوت دہارڑ بحصہ مندرجہ فرد پٹوار(ی)

حالا من مظہر نے ۶ حصہ کی اراضی اپنی بمقابلہ مبلغ چہل روپیہ آدھے جس کے بیس روپیہ ضرب چہرہ شاہی ہوتے ہیں۔ پیش میاں میراں بخش ولد میاں سلطان بالا قوم میانہ ساکن موضع نوشہرہ کے بیع قطعی کر دیتا ہوں۔ اور زر بیعنامہ کے یک مشت روبرو گواہان حاشیہ کے وصول پائے۔ قبضہ و دخل اراضی بیع شدہ کا مشتری کو دیا گیا حالا میرا دعوے و دخل اراضی مذکور پر نہیں رہا۔ مشتری کو اختیار ہے کہ اراضی مذکور کو اپنے پاس رکھے یا کسی کو دے دیوے۔ میرا کچھ واسطہ نہیں ہے۔ لہذا یہ چند حروف بطور بیعنامہ کے لکھ دیتا ہوں کہ سند رہے۔ تحریر بتاریخ ۲۲ ماہ مئی ۱۸۸۷ء مطابق ۱۰ ار جیٹھ سمت ۱۹۴۴ ب بقلم اللہ دتہ اسٹام فروش

العبد۔ اللہ دتہ بقلم خود۔ حلیہ عمر ۵۲ برس قد درمیانہ رنگ سانولہ۔ یک داغ دنبل برران راست

گواہ شد۔ گوردت سنگھ ولد گنیش سنگھ قوم اروڑہ ساکن نوشہرہ۔

گواہ شد۔ کالو ولد گھسیٹا کھتری، ساکن علی شیر " بلفظہ[۱]

اولاد آپ کے چار بیٹے ہوئے ۱۔ میاں فرح بخش جوانی میں لاولد فوت ہوئے۔ ۲۔ میاں غلام حسین بچپن میں فوت ہوئے۔ ۳۔ حاجی الحرمین میاں نواب علی۔ ۴۔ میاں شاہ بخش۔

حاجی الحرمین الشریفین میاں نواب علی کا ذکر نویں باب میں آئے گا۔

میاں شاہ بخش، اس وقت بعمر تقریباً اسی سال ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔ یہ دنیاوی امور میں بہت قابلیت رکھتے ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ محمد افضل، صاحبزادہ محمد اصغر، صاحبزادہ فضل میراں۔

صاحبزادہ محمد افضل نوجوانی میں۔ پنجشنبہ ۳ ر رجب ۱۳۶۴ھ کو فوت ہو گئے۔ ان کا ایک لڑکا صاحبزادہ جمشید میاں موجود ہے۔

صاحبزادہ محمد اصغر بن شاہ بخش کے دو بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ اعجاز میراں۔ صاحبزادہ محمد نواز۔ تینوں باپ بیٹے موجود ہیں۔

---

[۱] یہ دونوں تحریریں رسید اور بیعنامہ صاحبزادہ غلام سرور گیلانی کے کتب خانہ میں بمقام ڈھوڈہ ڈاکخانہ آباد ضلع گجرات موجود ہیں ۱۲ سید شرافت

یارِ طریقت آپ کے ایک مرید سید زمان شاہ تھے۔ جو کافی عرصہ درگاہ شریف کی خدمت میں رہے۔ ان کے مرید بہت تھے۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں انہوں نے اپنے خرچ سے درگاہ سچیار پیرہ کی چاردیواری اور مسجد شریف پختہ تعمیر کروائی۔ اور ۲۵ شوال سنہ ۱۳۵۳ھ کو بعمر اسّی سال انتقال کیا۔ گورستان سچیاریہ میں دفن ہوئے۔

تاریخ وفات میاں میراں بخش کی وفات بدھوار، سولھویں رجب ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔ مزار نوشہرہ شریف گورستان سچیاریہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "میراں بخش ہمایوں جاہ"

میاں رستم علی

فرزندِ دوم میاں فوجدار علی بن حکیم سلطان شیر بن سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہروی۔ آپ صاحبِ علم و حلم تھے۔ توحید و تصوف میں خاص شغف رکھتے۔ آپ کا مشرب توحید وجودی تھا۔ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ جب کبھی نوشہرہ شریف جاتا۔ تو آپ ضرور آ کر مجلس میں بیٹھا کرتے۔ اور وحدت الوجود کی گفتگو کیا کرتے۔ علاقہ دوابہ و ماننجھہ میں آپ کے مریدوں کا سلسلہ وسیع تھا۔

اشعار خوانی ایک روز آپ نے میری مجلس میں یہ اشعار نعتِ نبوی میں پڑھے۔

سب بولتے ہیں آپ کو سجدہ روا نہیں — پر کیا کروں میں یا نبی دل مانتا نہیں

سچ ہے اگر یہ احمد بے میم کی حدیث — گر تم خدا نہیں ہو تو پھر بس خدا نہیں

اُس آفتابِ روزِ قیامت کی دھوپ سے — دامانِ مصطفےٰ کے سوا آسرا نہیں

اولاد آپ کے تین بیٹے ہوئے۔ ۱۔ میاں انور علی۔ ۲۔ میاں امیر علی۔ ۳۔ میاں غلام سرور۔ — میاں انور علی اپنے والد کی طرح بزرگ صورت ہیں۔ ان کا سلسلہ مریداں کافی ہے۔ ادب و اعتقاد والے ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ صاحبزادہ محمد اکبر۔ صاحبزادہ محمد اصغر لاولد۔ صاحبزادہ شفقت علی لاولد۔

صاحبزادہ محمد اکبر نوجوان صالح۔ اپنے بزرگوں کے طریقہ پر کاربند ہیں۔
میاں امیر علی بن رستم علی بھی صاحب عبادت تھے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے، صاحبزادہ نوازش علی و صاحبزادہ ناظر علی۔
میاں غلام سرور بن رستم علی۔ خوش الحان ہیں۔ میں جب کبھی نوشہرہ جایا کرتا ہوں تو مجھ کو نعتیں اور عشقیہ اشعار پڑھ کر سنایا کرتے ہیں۔ ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔

تاریخ وفات میاں رستم علی کی وفات ۱۳۶۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان سچیاریہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "ارتحال گشت"

میاں امام علی ڈڑوہ والہ رح

آپ فرزند اکبر میاں حشمت علی بن اکبر علی ڈڑوہ والہ رح کے تھے۔ بیعت و خلافت اپنے حقیقی چچا میاں سلطان شیر ڈڑوہ والہ رح سے رکھتے تھے۔

اخلاص آپ درویش صورت نیک سیرت۔ شاہ قد جسیم تھے۔ سر پر ٹوپی رکھتے ادب و اخلاص میں بلند پایہ تھے۔ متعدد مرتبہ مجھ کو ملے، عزت و احترام و آداب میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے۔ درگاہ نوشاہیہ میں کئی مرتبہ حاضر ہوا کرتے۔

خاندانی تاریخ آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ اپنے خاندان کی تاریخی روایات کا آپ کو کافی علم تھا۔ اپنی یاد داشت کی بنا پر اپنے بزرگوں کے واقعات بیان کیا کرتے۔ میں نے ۱۳۷۱ھ میں خود آپ کے پاس موضع ڈڑوہ میں جا کر آپ سے حضرات سچیاریہ کے حالات تحریر کیے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ محمد فاضل موجود ہیں۔

صاحبزادہ محمد فاضل کے تین بیٹے ہیں، صاحبزادہ مظفر علی، صاحبزادہ خضر حیات

صاحبزادہ محمد اکرم۔ تینوں اس وقت موجود ہیں۔

تاریخ وفات میاں امام علی کی وفات ۱۳۷۳ھ میں ہوئی۔ قبر دڑکدہ (اکبر آباد) ضلع گجرات میں ہے۔

مادۂ تاریخ "ریاضِ نوشاہ"

باب نہم

اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں۔ جو حضرت سچیار صاحبؒ سے نویں پشت ہیں۔

حاجی الحرمین میاں نواب علیؒ

آپ میاں میراں بخش بن سلطان بالا نوشہرویؒ کے فرزند ارجمند اور سجادہ نشین تھے۔ بیعت طریقت آپ کی سید کرم الٰہی بن سید حیدر شاہ ہاشمی رنملویؒ سے تھی۔ اس سے اُوپر شجرہ میاں غلام مصطفےٰ نوشہروی کے ذکر میں لکھا جا چکا ہے۔

اذکار و اعمال آپ صاحب علم و عمل تھے۔ شریعت کے پابند۔ تلاوت قرآن مجید بلا ناغہ کیا کرتے۔ نماز باجماعت پڑھنے کی کوشش کرتے۔ علم دوست تھے۔ علماء فضلاء کے ساتھ محبت رکھتے۔ عُرس شریف کے موقعہ پر ضرور وعظ کروایا کرتے۔

حج و زیارات آپ نے حرمین الشریفین میں جاکر فریضہ حج ادا کیا۔ اور زیارات مقامات مقدسہ بغداد شریف۔ کربلائے معلّٰی۔ نجف اشرف سے بھی مشرف ہوئے۔

استقامت ایک مرتبہ عرس شریف کے موقعہ پر رات کو طواف کے بعد درگاہ سچیاریہ کے پاس آتش بازی کا اکھاڑہ لگا۔ قدرت الٰہی سے ایک ہوائی جہاز کا چکر چھوٹ کر خلائق کے ہجوم میں داخل ہوگیا۔ خلقت ہر طرف بھاگنے لگی۔ میں نے دیکھا کہ آپ بالکل استقامت سے بیٹھے رہے۔ حالانکہ آپ کے اِرد گرد کئی دفعہ چکر پھرا۔ لیکن آپ نے اپنی جگہ سے بالکل جنبش نہ کی۔ باقی پیرزادگان اور مریدان سب جان بچا کر رفو چکر ہوئے۔

اپنے خاندان پر احسان آپ خود بیان کیا کرتے تھے۔ کہ ہمارے خاندان نوشہریہ کی توقیت کا غذات مال گورنمنٹ برطانیہ میں "فقیر نوشاہی"

یا "میانہ" درج تھی۔ میں نے عدالت میں چارہ جوئی کر کے اور نہایت کوشش سے اپنی قوم گکھڑ تصدیق کرائی۔ اُس روز سے قوم گکھڑ را جپوت لکھا جاتا ہے۔ اور زراعت پیشہ اقوام میں شمار ہوتا ہے۔

اشاعت کتب آپ کو کتابوں کی۔ اور خاندان کی اشاعت کا بہت شوق تھا۔

۱۔ رسالہ زمزمہ نوشاہی۔ قاضی غلام جیلانی قادری ساکن ڈڑوہ سے تالیف کرا کے شائع کیا۔

۲۔ رسالہ القادر نوشاہی۔ اپنی سرپرستی میں مولوی حامد شاہ گمٹالوی کی ادارت میں گمٹالہ ضلع گورداسپور سے ماہوار شائع کرایا۔ جو چودہ نمبر تک جاری رہ کر بند ہو گیا۔

۳۔ گلزار نوشاہی۔ مولوی محمد حیات شرقپوری سے تالیف کرا کے شائع کرائی۔

تصانیف

آپ کو تصنیف کا شوق تو تھا لیکن اس قدر علمیت نہ رکھتے تھے۔ کہ کتاب جمع کر سکیں۔ اس لیے آپ نے دو کتابیں مجھ سے (دستی شرافت سے) مرتب کروائیں۔

۱۔ اذکار الابرار۔ اس میں حضرت سچیار صاحب کے۔ اور ان کی اولاد و خلفاء کے حالات درج کئے۔ لیکن اشاعت سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔

اب ۱۳۷۶ھ میں فقراء بدوملہی نے باجازت صاحبزادہ محمد اسلم چھپوا دی ہے لیکن افسوس کہ انہوں نے میرا نام اُس میں سے نکال دیا ہے۔ اسی خدشہ سے میں نے بصنعت براعت الاستہلال دیباچہ میں اپنے سے لے کر حضرت نوشہ گنج بخش تک اپنا سارا نسب نامہ لکھ دیا تھا۔ وہ سب نام اُسی طرح موجود ہیں شائع کرنے والے نہ اس صنعت کو سمجھا اور نہ وہ نام نکال سکے۔ جب تک یہ کتاب موجود رہے گی۔ پتہ چلتا رہے گا کہ اس کا مرتب و مؤلف کون تھا۔

۲۔ زینۃ الاوراق۔ آپ نے زیارات مقامات مقدسہ عراق کا سفرنامہ بطور روزنامچہ لکھا

یہ آپ کی وفات سے کئی سال بعد مجھے ضلع لائل پور کے ایک دوست سے دستیاب ہوا، جو میں نے مرتب کر کے بطور رسالہ جمع کر کے اس کا نام زینۃ الاوراق درسفرنامہ عراق رکھ دیا ہے۔

مکتوبات

میں نے جب اپنی کتاب شریف التواریخ کی تالیف کو شروع کیا۔ تو آپ کو بھی مطلع کیا۔ اور آپ سے آپ کے بزرگوں کے حالات طلب کئے۔ آپ نے مندرجہ ذیل دو مکتوب جواباً تحریر کئے۔ اور کتاب کے متعلق خوشی کا اظہار کیا۔ وہ دونوں مکتوب نقل کئے جاتے ہیں۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم مندآرائے شرافت۔

مکتوب اوّل زیب فرمائے سعادت، برگزیدہ مسندِ صداقت، مصدرِ افعالِ حسنات معدنِ جود و مکرمات، رونق بخشِ بوستانِ خاندانِ عالیہ، باغبانِ گلستانِ قادریہ نوشاہیہ ملجائے و ماوائے محترمی فخر و شانِ ارادت منداں مدظلکم العالی۔ وجزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

بعد اہدائے ہدیہ سنیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نامہ گرامی شرفِ صدور لایا۔ آپ کی اس سعی جمیل و کارِ خیر پر کمر بندی کا شکریہ تہِ دل سے ادا کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب و محبوب و حضراتِ کرام مغفور و مرحوم کی طفیل اس کوشش اور کارِ خیر میں برکتِ موفور عطا فرمائے۔ اس نیازمند سے جس قدر حتی الامکان ہو سکے گا۔ فراہمی کتب و کرامات و تواریخ انتقال حضرات قلمبند کر کے ارسالِ خدمت کرنے میں دریغ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس امر خیر میں سعی سعادتِ دارین سمجھی جاوے گی۔ واللہ الموفق والمعین فی کل حین آمین ثم آمین۔

مصرعہ　　این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

الحمد للہ کہ جناب نے ازراہ ذرہ پروری اس فراموش کردہ کو یاد سے شاد فرما کر مفتخر بنایا اور آج تک چند اوراد سے

دو دو شوند ار بد ما نمے رسند　　باد شوند ار بجز اینمے رسند

کی بیہودہ گوئی کی وجہ سے جو آپ نے نظر تلطف سے منور نہیں فرمایا۔ ورنہ ہم جملہ نیاز مندان کا صدق دل سے وہی نیاز اور وہی غلامی اپنا شعار ہے ؎

قرار سے کردہ ام با خود نہ پیچم سر ازیں درگاہ　　سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا نیاز اینجا

الٰہی قبول باد۔

میلہ شریف بالکل عنقریب ہے۔ کاروبار میں مشغول ہوں۔ اُمید ہے کہ کچھ دن آپ فراغت کے دیویں گے۔ اور اُمید کہ آیندہ بھی اس نیاز مند کو یاد فرماتے رہا کریں گے۔

والسلام۔

بخدمت جملہ حضرات صاحبان سجدہ سلام قبول ہو۔ برخوردار محمد اسلم و شاہ بخش سے از حد سجدہ سلام نیاز قبول ہو۔

نیاز مند نواب علی تو شہر دی یکم اگست ۱۹۲۸ء

مکتوب دوم

زیب مسند خلافت۔ اشرف الشرفا ر اسم با مسمّٰی سلمکم اللہ و بسط اللہ ظلکم ابدا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

جناب نے دربارۂ دریافت حالات بزرگان خاندان والا شان عالی دربار فیض آثار حضرت پیر محمد سچیار غفر اللہ الغفار۔ نیاز مند کو افتخار بخشا۔ زہے سعادت۔ الحمد للہ یا لخصوص برادرم شاہ بخش سے بھی دستی مکرمہ زیر مطالعہ گذرا۔ بجواب حکم واجب التعمیل قلمی ہے کہ جو جو حالات اس نیاز مند کو نہایت کوشش اور سرگرمی سے پختہ مستندات سے دریافت ہوئے ہیں۔ ان کا ایک مسودہ جو قریب التکمیل محبان خاندان مو منع شرقپور کے پاس ہے۔ اور غالبا جناب نے بھی مشارٌ الیہم کے پاس ملاحظہ فرمایا ہوگا موجود ہے۔ اب اگر حضور کے مسودہ میں گنجائش ہو تو تابعدار خود لاہور جا کر شرقپور والوں سے نقل کرا کے ارسال کر دے گا یا خود بدولت منگالیں۔ نوا ختیار باقی۔ والسلام

مصرعہ　　ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

جواب با صواب سے تسکین بخشیں۔ حاضرین مجلس صاحبزادگان سے السلام

۴۸۵

بخدمت حاضرین دربار شریف تسلیم بعد تعظیم۔ آپ کا تابعدار فقیر نواب علی سجادہ نشین دربار سچیار از نوشہرہ شریف ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء۔

مکتوب سوم ۱۳۴۹ھ کا واقعہ ہے کہ حضرات نوشہریہ بمعہ اہل و عیال اور ڈیرہ فقرا دربار شریف حضرت نوشہ گنج بخش رح پر حاضر ہوئے۔ وہاں میاں نواب علی رح نے صاحبزادگان برخوردار یہ کو کہا کہ آپ بھی نوشہرہ کے عرس پر تشریف لایا کریں۔ چنانچہ ۱۳۵۰ھ کے عرس پر سب حضرات نے شمولیت کا ارادہ کیا۔ اور بمعہ ڈیرہ کے روانہ ہو کر کوٹ نکا میں پہنچے۔ وہاں سے یہ رقعہ نوشہرہ میں آپ کی طرف بھیجا۔

۴۸۶

منجانب اولادِ حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سکنائے ساہنپال شریف

بخدمت شریف

جناب میاں نواب علی سجادہ نشین۔ و میاں محمد فاضل دام اقبالہما۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ واضح رائے عالی ہو کہ پر سال آپ نے دربار شریف حضرت نوشہ صاحب رح میں ہم کو مدعو کیا تھا کہ عرس نوشہرہ پر آیا کرو۔ لہذا حسب وعدہ ہم بمعہ ڈیرہ فقرا و ساز و سامان کے آئے ہیں۔ آج ہمارا مقام کوٹ نکا میں ہے۔ رویت ہلال کے متعلق کچھ اختلاف پیدا ہوا ہے۔ چونکہ ہم نووارد ہیں۔ اس لیے ہم کو بذریعہ تحریر مطلع کیا جاوے کہ ہم کو کس دن عرس پر آنا چاہیئے آج یا کل۔ تقریباً پچیس ۲۵ صاحبزادگان بمعہ پچیس گھوڑیاں ہیں۔ مکان رہائش فراخ تجویز کیا جاوے۔ جس میں سامان بحفاظت رکھا جا سکے۔ سائبان دریاں وغیرہ اسباب کافی ہے۔ برسات کا موسم ہے اس امر کو بھی مدنظر رکھا جاوے۔ جواب جلدی۔ زیادہ دعا۔ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۱ء جب یہ رقعہ بدست ایک درویش کے نوشہرہ میں پہنچا۔ تو آپ نے یہ جواب لکھ بھیجا۔ وھو ہذا

مسجود اولی الالباب۔ مصدر افعال حسنات مولائی ملجائی ماوائی مدظلہم العالی۔

وعلیکم السلام۔ مزاج معلّٰی۔ حکم گرامی سامی شرف صدور لایا۔ سر بفلک زہے سعادت و خوشے قسمت۔ جواباً التماس دائرہ دولت درویشان ہے کہ آج چاند کی چوتھی تاریخ صاحبزادہ

محمد شفیع دلاد صاحبزادہ محمد فاضل جوان عمر انتقال کر گیا ہے۔ جس کا صدمہ جُدائی اس وقت جوانی میں ہر ایک زن و بچہ خورد و کلاں تک موثر ہے۔ کہ عرس شریف میلہ وغیرہ یاد سے فراموش ہے۔ موجود درویشاں کو بھی کل تک رخصت کر دیا جاوے گا۔ کیونکہ اس وقت نازک میں برداشت اس قدر انبوہ عظیم کرنی ناممکن ہے۔ اور باوجود فراہمی فقرا و حالت تفکر و غم و الم اس قدر آپ کا انتظام مشکل ہے۔ دربار شریف میں بھی جو وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ صرف درویشانہ قاعدہ واحد کا کیا گیا تھا۔ نہ کہ ایسے انبوہ میں ایک نوع آزمائش۔ لہٰذا مؤدبانہ عرض قابل منظوری ہے کہ اگر ایک یا دو صاحبزادگان تشریف لا کر افتخار بخشیں تو صرف شمولیت ختم عرس شریف ہو سکتی ہے بے ادبی معاف۔ اس قدر برداشت ایسی حالت نازک میں ناممکن و نامناسب ہے۔ رنج نہ فرما دیں۔ سادگی سے اصلیت پر مبنی جواب دیا جاتا ہے۔ زیادہ آداب۔ حاضرین کی خدمت۔ با برکت میں السلام علیکم۔ خاکسار نواب علی و محمد فاضل از نوشہرہ شریف سوموار ۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ"

جب آپ کا یہ خط آیا۔ تو سب صاحبزادگان نوشاہیہ برخوردار یہ آپ کے ایسا جواب دینے سے کبیدہ خاطر ہو گئے۔ اور عرس پر پہنچ کر درگاہ سچیار صاحب کے مشرقی جانب عدالت گڑھ میں ڈیرہ کیا۔ اور اپنے خورد و نوش کا سامان خود کر لیا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند صاحبزادہ محمد اسلم ہیں جو ۱۳۴۹ھ میں ولی عہد خلافت ہوئے اور آج کل آپ کے بعد گدی نشین ہیں۔ اپنے آبا و اجداد کے فرائض عرس پر انجام دیتے ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہوئے۔

اول صاحبزادہ محمد اختر۔ یہ بچپن میں فوت ہو گیا۔

دوم صاحبزادہ غلام ربانی عرف چن پیر۔ متولد ۱۳۵۸ھ۔ اب بعمر اٹھارہ (۱۸) سال موجود ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

تاریخ وفات میاں نواب علی[1] کی وفات منگوار دسویں رمضان ۱۳۵۸ھ کو ہوئی۔ مزار گورستان سچیاریہ میں اپنے والد صاحب کے پاس ہے۔

---

[1] حضرت میاں نواب علی شاہ نوشہروی رح کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے نویں حصہ فوائد الاذکار نامی میں لکھا جائے گا۔ شرافت

قطعہ تاریخ

از مولوی محمد ابراہیم قادری فاضل نوشہروی رح

حاجی الحرمین نواب علی غفراں پناہ — رفت در جنت معلّٰی بود از رمضان دہ

در عبادت در سخاوت در تلاوت یادِ حق — روز و شب مشغول بودہ ذاکرِ شام و پگاہ

حامئے شرع مبین و صاحبِ علم الیقین — زائرِ بغداد بود و حاجیِ حرمین واہ

بر صراطِ مستقیم آں نائبِ سچیار بود — در شریعت و طریقت رہنما ہادی راہ

بیگماں سالِ وفاتِ حضرتِ عالیمقام — یکہزار و سہ صد و پنجاہ و ہشت آمد براہ ۱۳۵۸

یا الٰہی ابرِ رحمت بر مزارِ شاں ببار — یا محمد اُسّلش دار و کن از لطفش نگاہ

مادۂ تاریخ "افتخار الدولہ"

میاں نبی بخش رح

فرزند اکبر میاں پیراں بخش بن سلطان بالا بن الٰہی بخش نوشہروی رح آپ ۱۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے مولوی حافظ محمد رمضان قادری فاضل رح ساکن ڈڈوہ نے آپ کا قطعہ تاریخ بنایا۔ آپ کے والد نے ان کو گھوڑا انعام میں دیا۔

قطعہ تاریخ

مبارک بر مبارک بر مبارک — ترا افضالِ خدا لک بار بادا

چراغ افروختہ اندر فقرِ نوشہ — بمدوش حضرتِ سچیار بادا

گلے خندید اندر باغ سچیار — ہمیشہ خندۂ بے خار بادا

کہ میاں بخش پیراں بخش را زو — مبارک تہنیت صد بار بادا

گلِ اقبالِ او دائم شگفتہ — بچشمِ دشمنانش خار بادا

بعالم بادیا اعزاز و اقبال — تُرا دولت ہمیشہ یار بادا

بعز و حشمت و اقبال و دولت — زعمرِ خویش برخوردار بادا
بگو تاریخ تولیدش — ابداً الٰہی بخت وے بیدار بادا
دعا گو لائقِ انعام بے شک — پئے انعام اسپ خوش رفتار بادا

اولاد آپ کے دو بیٹے ہیں۔ ا۔ صاحبزادہ اللہ دتہ۔ ۲۔ صاحبزادہ فریاد حسین۔ دونوں اس وقت ۱۳۷۶ھ میں موجود ہیں۔ وفات ۱۲۵۹ھ۔

میاں شاہ محمدؒ

فرزند اکبر میاں مردان علی بن غلام حیدر بن سلطان فضل نوشہری رہ۔ بیعت و خلافت اپنے دادا سے بلا واسطہ پائی۔

صفات و کمالات آپ صاحبِ علم۔ نیک خلق۔ متشرع درویش تھے۔ اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر کاربند۔ آپ کا چہرہ روشن منور تھا۔ دیکھنے سے آثار رشد وہدایت مترشح ہوتے تھے۔

خاندانی روایات خاندان سچیاریہ کی روایات کا کافی ذخیرہ آپ کے حافظہ میں جمع تھا۔ اولاد سلطان ملک کے حالات میں نے آپ کی زبان سے ہی اس کتاب میں درج کئے۔ آپ میرے ساتھ نہایت خلوص و محبت رکھتے تھے۔

مریدوں کا دورہ آپ کے ارادت مندوں کا سلسلہ اکثر ریاست کپور تھلہ میں تھا۔ اُس علاقہ کا آپ دورہ کیا کرتے تھے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے ہوئے۔ ا۔ صاحبزادہ فیض محمد۔ ۲۔ صاحبزادہ محمد شفیع۔ ۳۔ صاحبزادہ محمد فاضل۔

— صاحبزادہ فیض محمد۔ فقیر سید شرافت سے بہت محبت رکھتے تھے۔ علاقہ گوجر میں ان کے مرید تھے۔ ۱۳۷۵ھ میں انتقال کیا۔ ان کے دو لڑکے صاحبزادہ محمد بشیر و محمد اصغر موجود ہیں۔

— صاحبزادہ محمد شفیع بن شاہ محمد۔ اہل علم و ادب، متواضع تھے۔ نوشاہی خاندان کے

فقرا اور خاندانی روایات کے ساتھ بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ میں (شرافت) نوشہرو میں گیا۔ یہ نماز ظہر ادا کر رہے تھے۔ جب انہوں نے کسی کی زبان سے سنا کہ پیر شرافت ساہنپالوی آئے ہیں۔ تو اسی وقت نماز کا سلام پھیر کر استقبال کو دوڑے اور جا سلام کیا۔ جب مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے نماز توڑ دی ہے تو میں نے ڈانٹا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میرا عشق و محبت جو حضرت نوشہ صاحبؒ کی ذات کے ساتھ ہے۔ مجھے اس امر پر مجبور کرتا تھا کہ میں آپ کے سلام کو حاضر ہوں۔ یہ کئی مرتبہ زیارت درگاہِ نوشاہِ عالیجاہ سے مشرف ہوئے۔ پابرہنہ بحیثیت سالانہ حاضر ہوا کرتے۔ انہوں نے ۱۳۶۲ھ میں کنوارے ہی وفات پائی۔

صاحبزادہ محمد فاضل بن شاہ محمد۔ باشریعت صوفی مشرب ہیں۔ ذکر و فکر میں اشتغال رکھتے ہیں۔ مریدوں کا سلسلہ کافی ہے۔ صاحب ادب و ہدایت ہیں۔ سگ گزیدہ کا عمل مجھ سے اجازت ملی ہے۔ اس وقت ۱۳۷۹ھ میں موجود ہیں۔ سلمہ اللہ

تاریخ وفات میاں شاہ محمد کی وفات بعارضہ سرسام و نمونیہ تیسری ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ سچیاریہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "مرغوب الطبع"

نذرِ سچیار

فکر محمد لطیف زار قادری نوشاہی

کتنا بلند رتبہ ہے سچیار پیر کا — سایہ ہے ان پہ خالقِ قادر قدیر کا

نوشہرے کی زمین فلک مرتبت ہوئی — یہ کرم ہے رسولِ بشیر و نذیر کا

سچیار پاک نوشہی کو نور جو ملا — صدقہ ہے سب نگاہِ جنابِ امیر کا

نوشاہی خاندان کو رستہ ہوا عطا — "بغداد والے حضرتِ پیرانِ پیر کا"

سچیار پیر ہیں مری آنکھوں کے سامنے — کامل نمونہ نوشہ روشن ضمیر کا

ہر چار سمت پھیلا ہوا نور دیکھ لو — اس نوشہی چراغ اس بدرِ منیر کا

سلطانِ دیں پناہ شہ سچیار کے حضور — سر خم ہے بہرِ ادب فقیر و امیر کا

اس در سے فیض پاتے ہیں سب طالبانِ فیض — تانتا بندھا ہوا ہے صغیر و کبیر کا

میں کیوں کسی سلطان سے جا کر طلب کروں — دامن ملا ہے مجھ کو شاہِ بے نظیر کا

میں حضرتِ سچیار کا ادنیٰ غلام ہوں — کتنا بلند فخر ہے یہ مجھ حقیر کا

نذرِ حسین[1] بخش ہیں اعظم[2] کا نور ہے

اے زار میں فقیر ہوں سید فقیر[3] کا

---

[1] حاجی حسین بخش ہریار شریف [2] مولانا محمد اعظم میر دعال شریف [3] پیر فقیر اللہ شاہ بادشاہ بڈہلی شریف

طبقہ ہفتم

نوشاہیہ صالحیہ

اس میں قطب الاولیاء حضرت نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ العزیز کے خلیفہ صالح حضرت سید صالح محمد صاحب ساکن چک سادہ ضلع گجرات اور اُن کی اولاد امجاد کے حالات ہیں۔
یہ طبقہ ۱۳۵۲ھ میں مکمل کیا گیا۔

سید شرافت نوشاہی
عفاہ اللہ

باب اوّل

حضرت سید صالح محمد چک سادہ والہ رحؔ

سہ

درمناقبِ سیدِ صالح محمد پاک ذات
آنکہ نسبت پاکِ او از حیدرِ کرار دان

زہے سیدِ صالح سعادت پناہ — رفیقِ علی در حضورِ الٰہ
زسبطینِ والا گہر ذاتِ او — رخش روشن از نورِ عرفاں چو ماہ
زلطف و کرم طالبان را شدہ — بدشواریِ دو جہان جا پناہ
شد از صدقِ دل مرقدِ پاکِ شان — پئے زائرانِ جہان قبلہ گاہ
کند اشرف از رحمتِ پیرِ خود — بہر لحظہ فخرِ جنابِ نوشاہ

اوصافِ جمیلہ آپ عارف ربانی۔ تارک لاثانی۔ منبع اسرارِ یزدان۔ مخزنِ انوارِ رحمان۔ صاحبِ کراماتِ عالیہ و مقاماتِ رفیعہ۔ صاحب ذوق و شوق و عشق و محبت تھے۔ سیدالعارفین حضرت سید حافظ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ العزیز کے بزرگ خلیفوں اور نامور یاروں سے تھے۔

نام و لقب آپ کا نام نامی صالح محمد۔ لقب مقرب حق تھا۔

نسب نامہ آپکے خاندان کی قلمی تحریرات آپ کا نسب نامہ اس طرح پر تحریر ہے۔
سید صالح محمد بن سید عبدالوہاب ثانی بن سید شاہ روح اللہ عرف شہر اللہ بن سید جمال بن سید محمود عرف محمد کلان بن سید عمر بن سید حامد گنج بخش کلان بن سید عبدالرزاق بن سید عبدالقادر ثانی بن مخدوم سید محمد غوث الحسنی

اوچی رحمہم اللہ۔

تحقیقِ نسب یہ سلسلہ نسب علم الانساب اور علم تاریخ کی رُو سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔

۱۔ مولانا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں۔ اور شیخ عبدالباقی قجی قادری نے مقامات داؤدی میں۔ اور مولانا سید سعداللہ موسوی رضوی نے بحرالسرائر میں۔ اور مولانا شیخ محمد ادریس اوچی نے نتائج الاخبار میں۔ اور مولوی قاضی برخوردار ملتانی نے کتاب غوث اعظم میں۔ اور مولوی غلام احمد اختر اوچی نے تاریخ اوچ میں۔ اور مولوی محمد حفیظ الرحمٰن بہاولپوری نے تاریخ اوچ میں۔ سید حامد گنج بخش کلاں کے دو بیٹے لکھے ہیں۔ سید نظام الدین عبداللطیف ثالث اور سید جمال الدین موسیٰ پاک شہید۔ ان کا کوئی بیٹا سید عمر نام نہیں لکھا۔ تو چونکہ یہ شجرہ نسب سید عمر کی وساطت سے سید حامد گنج بخش رح کو ملایا گیا ہے۔ لہٰذا یہ غلط ہے۔ اور سید حامد گنج بخش گیلانی کی اولاد سے ہونا غیر صحیح۔

۲۔ تاریخ کے لحاظ سے بھی یہ شجرہ مشکوک ہے۔ کیونکہ سید حامد گنج بخش رح کی وفات بقول اخبار الاخیار اور خزینۃ الاصفیاء ۹۷۸ھ میں ہوئی۔ اور سید عبدالوہاب ثانی چھٹی پشت بعد میں ہوئے ہیں۔ ان کی وفات سنہ ۱۰۲۱ھ میں ہوئی۔ یعنی اُن سے تینتالیس (۴۳) سال بعد فوت ہوئے حالانکہ ۴۳ سال میں چھ پشتیں کسی طرح گذر نہیں سکتیں۔ سید حامد گنج بخش گیلانی سے اوپر چھ پشتیں سید شاہ میر حلبی رح تک دو سو گیارہ (۲۱۱) سال میں گذریں۔ اور سید حامد گنج بخش رح سے نیچے سادات ملتان کی چھ پشتیں ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال میں گذریں۔ اور یہ کب صحیح ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کی چھ پشتیں ۴۳ سال کے اندر پوری عمریں گذار کر صاحب اولاد ہو کر فوت ہو جاویں۔

بہرکیف آپ کا گیلانی ہونا اس سلسلہ نسب مذکور کے استناد سے پایۂ صحت کو نہیں پہنچتا۔ مگر چونکہ مثنوی نیرنگ عشق۔ اور ثواقب المناقب اور تذکرہ نوشاہیہ۔ اور کنز الرحمت میں بلا ذکر نسبت گیلانی کے آپ کا نام "سید صالح محمد" لکھا پایا جاتا ہے۔ لہٰذا ہم

لہ سوانحعمری سید جلال ص ۴۔ سید شرافت

بھی اُن کے اتباع میں آپ کو اور آپ کی اولاد کو سیّد ہی لکھیں گے۔

خاندانی حالات آپ کے والد سیّد عبدالوہاب ثانی، شاہ قمیص قادری سیندھوریؒ کے مُرید تھے۔ اپنے آبائی وطن سے نکل کر سیر و سیاحت کرتے ہوئے موضع بن باجواہ ضلع سیالکوٹ پہنچ کر ایک نالہ کے کنارہ پر قیام پذیر ہوئے۔ اس جگہ انہوں نے شکاریوں کو دعا دی تو بے شمار مچھلیاں اُن کے شکار میں آئیں۔ وہ سب مُرید ہو گئے۔ وہ جگہ اب تک بنام "پیر پاندی" مشہور ہے۔ جب وہاں لوگوں کا ہجوم ہونے لگا۔ تو موضع بنباں نوالہ میں چلے آئے۔ وہاں آج تک چلہ کی جگہ اور مسجد و کنواں موجود ہے۔ وہاں ایک ہندو جاٹ کو دعا دی وہ دولت مند ہو گیا۔ پھر وہاں سے اُٹھ کر گجرات سے مشرق تین میل کے فاصلہ پر موضع چک سادہ میں مقام کیا۔ بانی دیہ چوہدری سادہ بن اتو بن بھکاری بن مانک بن سدی بن شادی بن بھر دین گنی بن جیتو وڑائچ ان کا مرید ہوا۔ وہیں ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی۔ دو بیٹے سیّد صالح محمد اور سیّد عاشق محمد یادگار رہے۔

عہد طفولیت منقول ہے کہ سیّد صالح محمد کے چہرہ انور پر بچپن سے ہی آثار رشد و ہدایت درخشاں تھے۔ اور خوارق کا ظہور بھی بچپن سے ہی ہوتا تھا۔ آپ کی بددعا خصوصاً جلدی لگتی تھی۔ اس لیے باشندگان چک سادہ نے آپ کے والد کے سامنے عرض کیا کہ ہم کسی اور گاؤں میں سکونت منتقل کر لیتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا تم گاؤں نہ چھوڑو۔ اب میری اولاد کی بددعا تم پر اثر انداز نہیں ہو گی۔

تحصیل علم آپ نے علم ظاہری اپنے والد بزرگوار اور دیگر علمائے کرام سے حاصل کیا اور فضل و کمال علمی میں ممتاز ہوئے۔

واقعہ بیعت آپ کو راہ حق کا شوق ہوا۔ تو آپ ساہنپال شریف میں حضرت نوشہ گنج بخش رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ مجھے اپنے غلاموں میں داخل کیا جاوے۔ حضور نے فرمایا تم میں سیادت کا افتخار باقی ہے اور ہم ان قومی بکھیڑوں سے گذر چکے ہیں۔ اور اب صفائی کے کاروبار میں مشغول ہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ میرے دل کے صحن میں بے شمار خس و خاشاک پڑا ہے۔ اس کی صفائی

کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آنجناب کو آپ کا یہ انکسار پسند آیا۔ اور آپ کو اپنی بیعت سے نوازا۔ اور ایک ہی نگاہ سے منزل مقصود کو پہنچا دیا۔[۱]

اخلاق و عادات

آدابِ مرشد آپ ادب و تعظیم میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ جب کبھی حضرت نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں جاتے تو پردہ میں بیٹھتے۔ یا بسبب حیا کے چہرہ انور پر نقاب رکھتے۔ اور کبھی آنجناب کے چہرہ پر نظر نہیں کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں قیامت کے روز اپنے پیر کو قدموں سے پہچان لوں گا کہ یہ میرے پیر دستگیر کے قدم پاک ہیں۔ کیونکہ میں نے ساری عمر ادب کی وجہ سے آنجنابؒ کے چہرہ مبارک کی طرف نظر کرنے کی جرأت نہیں کی۔[۲]

ادب کی غایت منقول ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ آپ کی علمیت و فضیلت کے لحاظ سے آپ کو کوئی خدمت کا کام سپرد نہ فرمایا کرتے۔ آپ کے دل میں حسرت رہتی۔ کہ حضور انور کسی طرح کی خدمت مجھ سے بھی لیں۔ آخر ڈیرہ شریف سے ایک گھوڑا۔ اور ایک کتّا آپ کو سپرد کیا گیا۔ آپ چک سادہ میں لے گئے۔ اور ان کی خدمت کرنی شروع کی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دن گھوڑے کے آگے گھاس ڈالا۔ کتے نے اٹھ کر اس پر پیشاب کرنا چاہا۔ آپ نے فوراً اس پر اپنی چادر ڈال دی۔ نہ ہی کتے کا پیشاب روکا۔ اور نہ گھوڑے کا گھاس ہی خراب ہونے دیا۔ آنجناب نے بنظر باطن یہ سب واقعہ دیکھ کر گھوڑا اور کتا واپس منگا لیا۔ اور آپ کا اعتقاد اور ادب دیکھ کر نظر توجہ سے آپ کو نور علیٰ نور کر دیا۔[۳]

فائدہ ۔ شیخ کامل طبیب روحانی ہوتا ہے۔ مریدوں میں جو مرض دیکھتا ہے۔ اس کا علاج کرتا ہے۔ حضرت نوشہ صاحبؒ نے دیکھا کہ سید صالح محمد میں سیادت اور علمیت کا فخر ہے۔ اس کو توڑنے کے لیے گھوڑا اور کتّا کی خدمت سپرد فرمائی۔ بزرگان دین ایسا

---

[۱] کنز الرحمت ۱۲ [۲] تذکرۂ نوشاہیہ ۱۲ [۳] آب حیاتی ۱۲ سید شرافت

ہی کرتے تھے۔

۱۔ حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رح جس مرید میں امارت و حکومت کی بو پاتے اس کو گندی نالیاں صاف کرنے کا حکم فرماتے[1]

۲۔ شیخ ابو سعید نے اپنے پیر شیخ نظام الدین بلخی کے کتوں کی خدمت کی، اور ان کے پیچھے کیچڑ میں گرے[2]

خدماتِ مرشد آپ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت کو سرمایہ سعادت دو جہان سمجھتے۔ اپنا مال جان۔ اولاد و سامان سب کچھ اپنے پیر کا سمجھا ہوا تھا۔ ایک بار تین عدد کاٹھیاں بہت عمدہ آنجناب کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیں[3]

جان نثارانہ خدمت منقول ہے کہ ایک بار چیک ساده کا کوئی آدمی ساہنپال شریف سے ہو کر آیا۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ ہمارے حضرت صاحب کا حال بتاؤ۔ اُس نے عرض کیا کہ میں رات کو وہیں آنجناب کے ڈیرہ پر تھا۔ آپ نے پوچھا وہاں رات کو کیا کھایا۔ اس نے کہا کچی گاجریں، کیونکہ وہاں لنگر میں بالن ختم ہو چکا تھا، اس لیے رات کو کھانا نہ پکایا گیا۔ اور مسافروں میں گاجریں تقسیم کر دیں۔ آپ نے جب یہ خبر سنی تو فوراً اپنے رہائشی مکان کا آدھا چھت اُدھیڑ دیا۔ اور اس کی لکڑیاں اپنی گردن پر اُٹھا کر دربار شریف پہنچا دیں۔ حضرت نوشہ صاحب رح نے پوچھا یہ کیا؟ آپ نے عرض کیا۔ معلوم ہوا تھا کہ لنگر میں بالن کی ضرورت ہے۔ اس لیے آدھا مکان کا چھت بالن کے لیے حاضر ہے۔ اور ہم سارا اہل و عیال آدھے میں ہی گذارہ کر لیں گے۔ آنجناب یہ خدمت و ایثار دیکھ کر از حد مہربان ہوئے[4]

اخفائے احوال آپ کی طبیعت نہایت اخفا پسند تھی۔ عام مجلس میں کم بیٹھتے۔ علیحدہ رہنا پسند فرماتے۔ کبھی مسجد کے کسی کونہ میں چھپ کر بیٹھے رہتے[5]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ۱۲ [2] تذکرۃ الاولیائے ہند جلد ۲ [3] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [4] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲
[5] ایضاً ۱۲ سید شرافت

فائدہ۔ خلوت میں یادِ الٰہی کرنا بزرگوں کا شیوہ ہے۔ چنانچہ شیخ علاؤالدین قرشی (خلیفہ سید گیسو دراز) گوشۂ تنہائی میں یادِ معبود کیا کرتے[1]

جذب واستغراق آپ کی طبیعت پر جذب واستغراق غالب تھا۔ اگر کوئی شخص خدمت میں حاضر ہوتا تو اس سے اس کا نام اور اس کے باپ دادا کا نام دریافت کرتے تب آپ کو پہچان ہوتی[2]

توجہ کا اثر منقول ہے کہ آپ جس جگہ تشریف لے جاتے۔ آپ کی نظر کے اثر۔ اور توجہ کی تاثیر سے لوگوں کو بے اختیار ذکرِ الٰہی جاری ہو جاتا[3]

کرامات

شہتیر کا بڑھ جانا منقول ہے کہ جب آپ کے فیضانِ کثیر کا شہرہ دُور دُور تک ہو گیا تو ہزارہا مخلوق زیارت کے لیے آنے لگی۔ خصوصاً جمعہ کے دن اتنا ہجوم ہوتا کہ مسجد میں جگہ نہ مل سکتی۔ اس لیے آپ نے ایک بڑی مسجد کی بنیاد ڈال جس کی عمارت کا اہتمام اپنے مرید مولانا غنیمت کنجاہی کو سپرد کیا۔ جب مسجد کی دیواروں پر شہتیر چڑھنے لگے۔ تو ان میں سے ایک شہتیر چھوٹا نکلا۔ سب لوگ حیران ہوئے کہ اب کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا آج کام بند کردو۔ کل دیکھا جاوے گا۔ چنانچہ رات کو آپ مسجد میں گئے۔ اور شہتیر کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ تجھے مسجد پر ڈالنا ہے کیا ہی اچھا ہو کر تو پورا ہو جاوے۔ اسی وقت وہ لمبا ہو گیا۔ صبح دیواروں پر پورا آ گیا۔

فائدہ۔ ابھی تک وہ شہتیر موجود ہے۔ اور برآمدہ مسجد کی مشرقی دیوار میں اس کو نصب کیا گیا ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں۔ میں بھی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ لکڑی کا بڑھا دینا صاحبِ کرامت بزرگوں کے آگے کوئی مشکل نہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی لاہوری رہ کی نگاہ سے ایک لکڑی کئی بالشت بڑھ گئی تھی[4]

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۴۷ [2] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [3] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [4] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۲ ص ۵۶ ا۔ سید شرافت

ایک مرید کو شیر سے بچانا منقول ہے کہ ایک دن آپ اپنی مسجد میں وضو کر رہے تھے کہ اچانک کوزہ اُٹھا کر پھینک دیا۔ وہ اسی وقت نظروں سے غائب ہو گیا۔ حاضرین متعجب ہوئے۔ لیکن ادب کی وجہ سے پوچھ نہ سکے تھوڑے دنوں کے بعد آپ کا ایک مُرید آیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں ہندوستان میں گیا ہوا تھا۔ ایک روز جنگل میں اکیلا جا رہا تھا۔ راستہ میں شیر نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس وقت آپ کو یاد کیا۔ اور امداد کے لیے پکارا۔ اُسی وقت دیکھا کہ ایک کوزہ شیر کے سر پر آ لگا۔ وہ فوراً مر گیا۔ کوزہ کی ٹھیکریاں میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیں۔ چنانچہ اُس نے اس وقت وہ ٹھیکریاں نکال کر اہلِ مجلس کو دکھائیں۔ تب سب یاروں کو کوزہ پھینکنے کے راز سے آگاہی ہوئی۔[1]

فائدہ۔ مشکل کے وقت مریدوں کی امداد کو پہنچنا متواتر طور پر بزرگوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ شیخ غلام محمد سہارنپوری نے سفر قندھار میں ڈاکوؤں کے گھیرے میں اپنے پیر سید آدم بنوری کو یاد کیا تو وہ فوراً امداد کو پہنچے۔[2]

سادات خوارزمی کے متعلق پیشگوئی منقول ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ کی شادی معین الدین پور کے خوارزمی سادات میں کی۔ پھر ہمشیرہ کو بمعہ بہنوئی یہیں چک سادہ میں لے آئے۔ اپنے والدین کی وراثت سے حسب قانون شریعت ان کو پورا حصّہ دیا۔ آپ کے فرزندوں نے عرض کیا۔ یا قبلہ۔ آپ نے ان کو ہمارے ساتھ حصّہ دار کر دیا ہے۔ یہ بوجہ شرکت کے ہم کو تنگ کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی فکر نہ کرو۔ یہ زیادہ نہیں بڑھیں گے۔ چنانچہ آج تک وہ اکیلا گھر ہی چلا آتا ہے۔

غزل گوئی کتاب لطائف گل شاہی میں ایک غزل صالح کی پائی جاتی ہے۔ چونکہ نوشاہی خاندان میں متقدمین میں سے اس نام کا اور کوئی بزرگ نہیں ہوا۔ لہذا یہ غالباً آپ کی زبان سے ہو گی۔

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ [2] تذکرہ اولیائے ہند جلد ۳ ص ۱۴۷ سید شرافت

تا کے بداغ ہجراں از شوقِ آں غزالہ ۔ پیراہنِ صبوری در خوں کشم چو لالہ
خوش شوقتِ صبحگاہی کا ید نسیم لطفے ۔ بوئے بمن رساند زاں بوئے نو غزالہ
نہ نشست آتشِ دل بیروں ز آبِ دیدہ ۔ تسکیں نیافت شوقم در ہجرِ آں ز نالہ
بے غم چگونہ باشم کز خاطرِ اسیراں ۔ آساں بروں نیاید غمہائے دیر سالہ
صالح خوشم بہجراں گر نیست وصلِ جاناں ۔ گر قسمتِ الٰہی ایں شد مرا حوالہ

معترفین کمالات

آپ کی تعریف میں کئی بزرگوں نے کلام فرمایا ہے ۔

۱۔ حضرت نوشہ گنج بخش رحہ فرمایا کرتے کہ طلب حق کے واسطے ہمارے پاس صرف دو شخص آئے ہیں ۔ ایک سید صالح محمد ۔ دوسرا محمد صادق چھٹہ ۔ ورنہ دوسرے اشخاص کسی دوسری غرض سے آئے ۔ اور ہم نے خود بخود اُن کو فیض دے دیا۔[1]

۲۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحہ نے حضرت نوشہ صاحبؒ کے حضور میں التماس کی ۔ کہ مجھ پر وہ نظر توجہ فرمادیں جو آپ نے سید محمد صالح پر مبذول فرمائی ہے ۔ آنجناب نے فرمایا ۔ مولوی صاحب جو نظر ہم نے اس سید پر کی ہے ۔ اگر پہاڑ پر کرتا تو وہ سُرمہ ہو جاتا ۔ یہ اسی کا حوصلہ تھا کہ برداشت کر گیا ہے ۔ تمہاری اس قدر استعداد نہیں ۔ تم کو تمہارے حوصلہ کے مطابق فیض دیا جائے گا۔[2]

۳۔ منقول ہے کہ ایک بار حضرت نوشہ صاحبؒ سیالکوٹ میں تشریف لے گئے ۔ وہاں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحہ نے عرض کیا ۔ یا حضرت میں آپ کے سب یاروں کی صحبت سے مستفید ہوا ہوں ۔ لیکن آج تک سید صالح محمد کی زیارت نہیں ہوئی ۔ سنا ہے کہ وہ بھی آپ کے خواص یاروں سے ہیں ۔ آنجناب نے فرمایا وہ ہمارے ساتھ سیالکوٹ میں آئے ہوئے ہیں ۔ چونکہ اخفا پسند ہیں ۔ اس لیے وہ مجلس میں نہیں بیٹھتے ۔ مولوی صاحب نے تلاش کیا ۔ تو آپ کو ایک کونہ میں چھپ کر بیٹھے ہوئے

---

[1] [2] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

پایا۔ ملازمت کی۔ اور استفادہ کیا۔ اور کہا ہم نے جیسا سُنا تھا۔ ویسا ہی آپ کو دیکھا ہے۔ اور بے شک آپ نے ادب سے وہ مرتبہ حاصل کیا ہے۔ جو اور کسی نے نہیں کیا[1]

۴۔ علامہ شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی رحمہ نے ثواقب المناقب میں لکھا ہے۔

" ازانجا کہ شرافتِ ذات بکسبِ کمالات دوبالا میگردد آں مصرعۂ برجستہ قصیدۂ سیادت کہ صاحبِ لولاک مطلعِ اوست، وآں مضمونِ شستۂ غزلِ اہلِ بیت کہ مہدی خاتم ولایت مقطعِ اوست، ہرگاہ بنظرِ عنایتِ حاجی کعبہ صدق وصفا مانند ابراہیم سعد علوی قرآن السعدین سیادت وسعادت دریافت عالمے در ملازمتِ آں نائبِ سید کونین بمصداق یا ایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا۔ ایمان تازہ کردہ سبقِ عرفان گرفت ؎

سبکروحے کہ داغِ عشق شمعِ محفلش گردد چو فانوسِ خیالی عالمے گردِ دلش گردد"

اولاد: آپ کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ سید فیض اللہ ۲۔ سید ضیاء اللہ لاولد فوت ہوئے۔ ۳۔ سید شیر محمد۔

یارانِ طریقت: آپ سے کافی مخلوق فیض یاب ہوئی۔ آپ کے اکابر احباب یہ تھے۔

۱۔ سید فیض اللہ فرزند آنجناب چک سادہ ضلع گجرات
۲۔ سید ضیاء اللہ " " "
۳۔ سید شیر محمد " " "
۴۔ سید عبد الرسول خوارزمی ہمشیرہ زادہ " "
۵۔ سید محمد سعید " " "
۶۔ سید کرم اللہ " " "
۷۔ شیخ ابدال شاہ " "
۸۔ مولانا فخر الدین المعروف شیخ پکھو کالیکے "

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ سید شرافت

۹۔ شاہ جمال	نواں لوک ضلع گجرات	
۱۰۔ شیخ دساون	بگھولہ	″
۱۱۔ قاضی محمد اکرم المعروف مولانا غنیمت شاعر	کنجاہ	″
۱۲۔ خواجہ محمد یونس لوہار المعروف یوسف سائیں	سوئیانوالہ	گوجرانوالہ
۱۳۔ مولانا نورالدین بادرہ	کوٹلی باوریاں	″
۱۴۔ شیخ محرم شاہ	چکیاں راواں	سیالکوٹ
۱۵۔ شیخ محمد فتوحی	ٹماہلیانوالہ	جہلم
۱۶۔ شیخ احمد صدیقی المعروف ملا جیون حنفی رح	انبیٹھہ ملک	ہندوستان

مدحیات

آپ کی تعریف میں مولانا غنیمت کنجاہی رح نے مثنوی نیرنگِ عشق میں لکھا ہے۔

داستان در منقبت امام الاولیاء حضرت شاہ صالح محمد قدس سرہٗ

الا اے سر بہ پیش افگندۂ خویش ... اسیرِ نفسِ خویش و بندۂ خویش

ہوس را مرشدِ خود کردۂ حیف ... بلائے در بغل پروردۂ حیف

مریدِ نفسِ دوں گردیدن از چیست ... ندانم سگ پرستی مذہبِ کیست

چرا گردیدۂ از سعی بے جا ... غلامِ زر خرید از حرصِ دنیا

تو اے بے پیر تا پیرت نباشد ... ہوائے معصیت دل میخراشد

بسے گم میروی خود را ادب کن ... رہے گم کردۂ خضرے طلب کن

اگر خواہی ہوائے جلوۂ دوست ... برنگِ خوں برآ از زیر ایں پوست

شو از فیضِ محبت پائے کامل ... سوارِ توسنِ بے تابیِ دل!

درسے بنگر کہ چوں فیضِ الٰہی ... درو یابی مہیا ہر چہ خواہی

حریم کعبۂ جاں آرزو کن! ... بسوئے قبلۂ حاجات رُو کن

رہ آورد از دلِ آگاہِ خود ساز   غنیمت را رفیقِ راہِ خود ساز

بیا بنگر درِ شاہے کہ آنجا   تجلیہاست مشتاقِ تماشا

نظر گر سُرمہ سا گردد ز توفیق   بدیں در حلقہ بینی چشمِ تحقیق

درِ کشور کشائے فیضِ سرمد   امامِ عاشقاں صالح محمد

تجلی شعلہ شمعِ خانۂ عشق   دلِ پروانہ اش کاشانۂ عشق

بہیں نوباوۂ گلزارِ وحدت   گزیں گلدستۂ باغِ سیادت

سرو سر حلقۂ صاحبدلان ست   جنیدِ وقت و شبلیِ زمان ست

خیال از جلوۂ او رُوح در بر   دہن از نامِ او لبریزِ کوثر

کمانِ خود گرشش حلاج داده   بود در دست پر زورشش کباده

سرم در پیشِ او گردید نے داشت   جبیں چوں ماہِ نو بالید نے داشت

وفا جستم بعہدشش دل گرو شد   حیا گفتم نگاہش رو برو شد

بیا بگذار پیشِ شاہِ ما دست   کہ از بوئے کبابِ دل شوی مست

کند از یک نگاہِ مہر پرور   کفِ خاکِ ترا خورشیدِ انور

مئے شوقت اگر در جام ریزد   انا المقصود از گردِ تو خیزد

دگر خود را کنی گم بر درِ شاہ   بہ بینی خویش را در بزمِ دلخواہ

ہماں بزمے کہ نام او ست عرفاں   ہماں بزمے کہ جامِ او ست ایماں

چو لعلِ او درِ معنی کشاید   شنیدن مایۂ دریا رباید

بیا تا بر درِ سید نشینیم   نزولِ رحمتِ حق را بہ بینیم

بہشتِ کامرانی جلوہ فرماست   طوافِ کعبۂ ہستی مہیاست

بیا ساقی بیا اے من مریدت
بدہ جامے کہ خواہم شد شہیدت

ابیات

از شیخ محمد فتوحی صاحب جہلمیؒ

شاہ حاجی دا لاڈلا بندا صالح یار یجھ وکیلاں
نظر کرے دل دانشمنداں دُور کرے تحصیلاں
واصل حق کرے چا جیہڑے دل دیاں بال قندیلاں
کہے فتوحی نام الٰہی داخل کریں خلیلاں
شاہ عبدالوہاب سرتے والد مرشد سہے مُدّہ حاجی!
لہندا چڑھدا کُل تَرائیو کیا مفتی کیا قاضی
جو مُدّھ زہد کیتا نال نفسے کیا کہاں میں بازی
کہے فتوحی صورت تیری جو دیکھے سو راضی
عاشق تیرا نوشہ حاجی توں محبوب ضمیری
سبھناں یاراں وچوں کیتو اوّل آخر میری
ہشت دھات دا پنڈا تیرا لگدی نائیں تیری
کہے فتوحی نوشہ صالح قائم تیری پیری

تاریخ وفات سید صالح محمدؒ کی وفات کتاب مثنوی مولانا غنیمت میں ۱۱۱۸ھ لکھی ہے۔ جو مناقبات نوشاہیہ میں ۱۰۷۴ھ تحریر ہے۔ وہ صحیح نہیں۔

مدفن آپ کا مزار اظہر موضع چک ساده میں گاؤں سے مغربی جانب ہے۔ یہ گاؤں شہر گجرات سے تین میل مشرق کی طرف سیالکوٹ والی کچی سڑک کے جنوبی کنارہ پر ہے دریائے چناب گاؤں سے جنوب کی طرف سے گذرتا ہے۔

لہ حضرت سید صالح محمد کا مزید ذکر شریف التواریخ کی تیسری جلد کے پہلے حصّہ میں لکھا جائے گا ۱۲ ؎ اس مثنوی کا نام گلزار محبت ہے جو خطی نسخہ ہے ۱۲

تعمیر روضہ

آپ کے مزار شریف کے گرد پختہ چار دیواری تھی۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں میاں غلام جیلانی ابن شیخ محمد امین لاہوری۔ اور میاں غلام ہمدانی بن شیخ محمد صدیق لاہوری نے مبلغ چھ ہزار روپیہ کی لاگت سے قبر پر عالی شان گنبد تعمیر کرایا ہے۔ روضہ اقدس میں چھ قبریں ہیں۔ سب سنگ مرمر کی۔ فرش منقش سنگ مرمر اور سنگ سیاہ سے ہے۔ روضہ عالی کے دو دروازے ہیں۔ ایک جنوب کی طرف۔ دوسرا مشرقی طرف۔ جنوبی دروازہ کی چوکھٹ بھی سنگ مرمر کی ہے۔

یہ چوکھٹ کسی بادشاہ نے حضرت داتا گنج بخش لاہوری رح کے روضہ شریف کے دروازہ پر لگوائی تھی۔ جو عرصہ چھ سو سال تک وہاں نصب رہی۔ جب وہ روضہ نیا تعمیر ہوا۔ تو مجاوران درگاہ داتا صاحب نے یہ چوکھٹ شیخ فضل نور افغان قادری نوشاہی کو بطور تبرک عطا فرمائی۔ جو کہ وہاں مسجد داتا صاحب میں پچاس سال تک موذن رہے تھے۔ چونکہ وہ سلسلہ عالیہ حضرت سید صالح محمد رح کے مرید تھے۔ اس لیے انہوں نے اس روضہ شریف کے دروازہ میں لگوا دی۔

قطعہ تاریخ

از مثنوی گلزار محبت غنیمت کنجاہی رح

چو شد اہل حق خلیلے عشق ملت — بخواب راحتے در مہد تربیت
ہدایت کعبۂ او باد معمور — باولاد گرامی چشم بد دور
خرد تاریخ سالش از رہ صدق — بگفتا ہے فتاد آں کعبۂ عشق

۱۸ ھ ۱۱

دیگر

سید صالح محمد متقی و پارسا — آنکہ بود او مر غنیمت را امام و پیشوا
سال ہجری یکہزار و یکصد و ہم ہشت او دہ — رفت از دنیائے فانی جانب دار البقا

نقشہ روضہ شریف
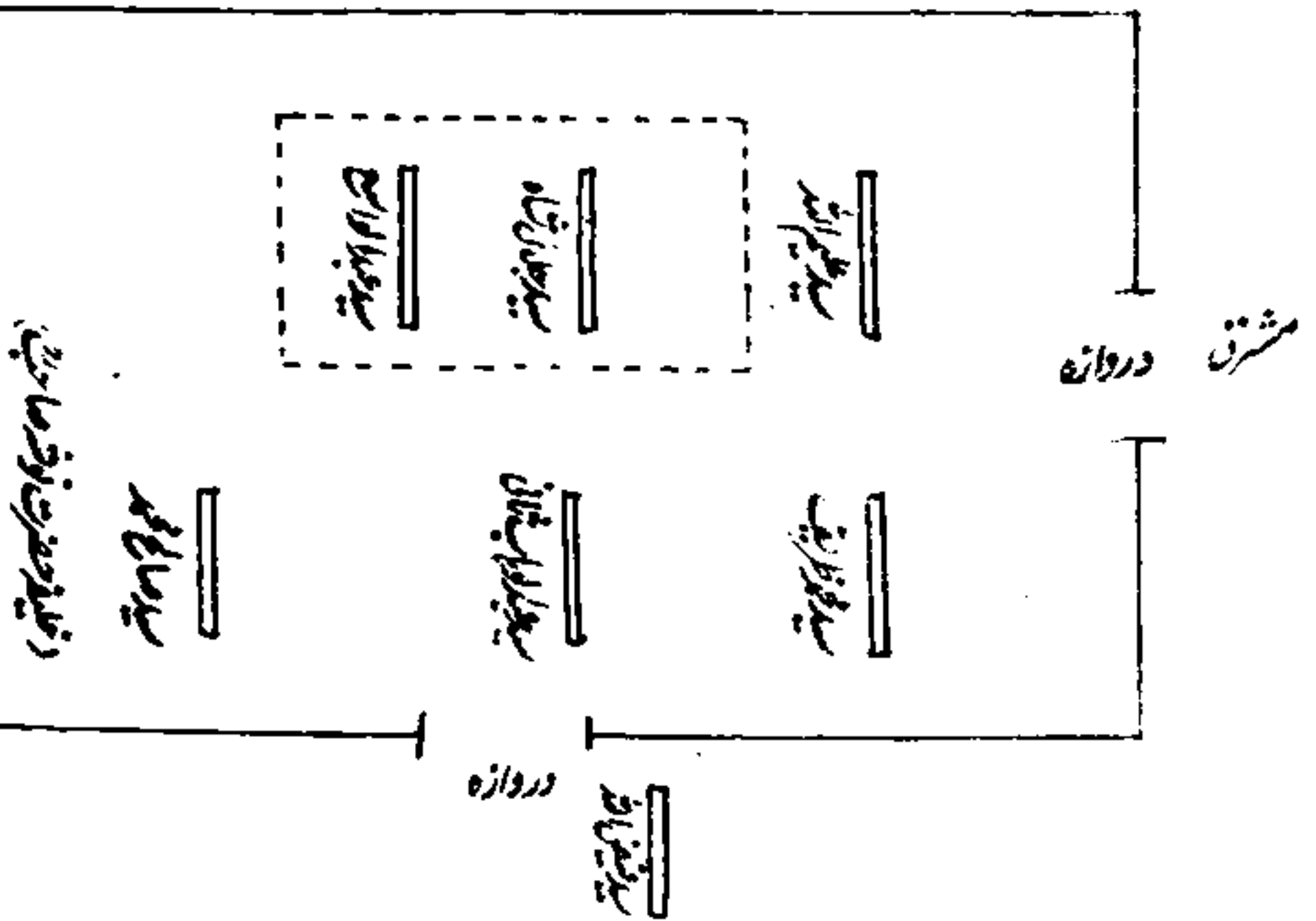
مادہ ہائے تاریخ

۱۔ دخول الجنت　　　　۲۔ سخاوت مزاج

سید عاشق محمد بن باجوہ والہ رح

آپ سید عبدالوہاب ثانی بن سید شاہ روح اللہ عرف شہر اللہ رح کے فرزند اصغر تھے اپنے بڑے بھائی سید صالح محمد رح کی وساطت سے حضرت نوشہ گنج بخش رح کی خدمت میں پہنچ کر بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کا نام تذکرہ نوشاہیہ میں خلفائے نوشاہ عالیجاہ کی فہرست میں آتا ہے۔

اخلاق آپ زاہد عابد، عارف کامل تھے۔ علم ظاہر و باطن میں یگانہ وقت تھے۔ بہت مخلوق آپ کے ذریعہ سے واصل الی اللہ ہوئی۔

بن باجوہ میں ورود آپ چک سادہ سے رہائش منتقل کر کے بن باجوہ ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے۔ وہاں اُس علاقہ میں آپ کے ارادت مندوں کی کافی تعداد تھی۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ سید دائم شاہ ۔ ۲۔ سید قائم شاہ لاولد۔

— سید دائم شاہ کے ایک ہی فرزند سید داؤد شاہ تھے۔

— سید داؤد شاہ کے ایک ہی فرزند سید عاقل محمد تھے۔

— سید عاقل محمد کے ایک ہی فرزند سید غلام رسول تھے۔

— سید غلام رسول کے تین بیٹے تھے۔ سید محمد شاہ، سید امیر محمد لاولد۔ پیر سید محمد۔

— سید محمد شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید شیر شاہ، سید عمر شاہ، سید ملک شاہ لاولد۔

— سید شیر شاہ کے ایک ہی فرزند سید فضل شاہ تھے۔

— سید فضل شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید بوٹے شاہ، سید شرف شاہ، سید عالم شاہ۔

— سید بوٹے شاہ کے چار بیٹے ہیں۔ سید سردار شاہ، سید محمد شاہ۔ سید امام شاہ سید عبداللہ شاہ۔ چاروں اس وقت موجود ہیں۔۔

— سید سردار شاہ اس وقت ۱۳۵۲ھ میں بمقام بن باجوہ اپنے آباؤ اجداد کے سجادہ نشین ہیں۔

— سید شرف شاہ بن فضل شاہ کے دو بیٹے تھے۔ سید صالح محمد، سید عاشق محمد دونوں لاولد فوت ہو چکے ہیں۔

— سید عالم شاہ بن فضل شاہ۔ موضع باٹھ میں سکونت رکھتے تھے۔ ان کے ایک ہی فرزند سید عنایت شاہ موجود ہیں۔

— سید عمر شاہ بن محمد شاہ بن غلام رسول کے پانچ بیٹے تھے۔ سید لطف شاہ

سید چنن شاہ۔ سید حسین شاہ۔ سید شرف شاہ لاولد۔ سید حسن شاہ لاولد۔

—— سید لطف شاہ کے ایک ہی فرزند سید غلام رسول تھے۔

—— سید غلام رسول کے ایک ہی فرزند سید عنایت شاہ موجود ہیں۔

—— سید چنن شاہ بن عمر شاہ کے چار بیٹے ہیں۔ سید محمد شاہ۔ سید محبوب شاہ سید نواب شاہ۔ سید رسول شاہ لاولد۔

—— سید محمد شاہ کے ایک فرزند سید محمد عالم موجود ہیں۔

—— سید محبوب شاہ بن چنن شاہ کے ایک فرزند سید معصوم شاہ موجود ہیں۔

—— سید حسین شاہ بن عمر شاہ کے چار بیٹے تھے۔ سید شرف شاہ۔ سید صالح محمد سید مہر شاہ۔ سید محمد شاہ۔ چاروں لاولد فوت ہوئے۔

—— پیر سید محمد بن غلام رسول بن عاشق محمد کے ایک ہی فرزند سید کرم شاہ تھے۔

—— سید کرم شاہ کے ایک فرزند سید بہاول شاہ تھے۔

—— سید بہاول شاہ کے ایک ہی فرزند سید رمضان شاہ تھے جو لاولد فوت ہوئے۔

مدفن سید عاشق محمد کا مزار شریف موضع بن باجوہ ضلع سیالکوٹ میں بخانہ سراج الدین درزی پختہ بنا ہوا ہے۔

وفات ۱۱۱۹ھ۔

باب دوم

اس میں ان بزرگوں کے ذکر ہیں جو سید صالح محمدؒ سے دوسری پشت ہیں یعنی اُن کے بیٹے ہیں۔

سید فیض اللہ

آپ شاہباز اوجِ سیادت، اخترِ برجِ سعادت، سادات صالحیہ سے صاحب کرامت و شرافت تھے۔ حضرت سید صالح محمد قادری نوشاہی رحؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔

تحصیل علوم و فضائل! آپ نے ظاہری تعلیم مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحؒ سے پائی۔ حضرت سید محمد ہاشم دریا دل رحؒ بھی آپ کے ہم سبق تھے۔

ایک بار حضرت نوشہ گنج بخش رحؒ بمعہ یارانِ خواص سیالکوٹ تشریف لے گئے آنجناب پلنگ پر بیٹھے تھے۔ مولوی صاحب اور سید صالح محمدؒ نیچے صف پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں سید دریا دل رحؒ اور آپ آ گئے۔ اور سلام و آداب کیا۔ مولوی صاحب اور شاہ صاحبؒ نے سید دریا دلؒ کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ چونکہ جگہ تنگ تھی۔ اس لیے آپ کھڑے رہے۔ حضرت نوشہ صاحبؒ نے دیکھ کر فرمایا۔ میاں فیض اللہ تم ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔ آپ نے عرض کیا۔ یا قبلہ میری کیا مجال ہے کہ میں حضور کے برابر بیٹھ سکوں۔ نیز سید دریا دل۔ اور مولوی صاحب۔ اور والد صاحب نیچے بیٹھے ہیں۔ آنجنابؒ نے فرمایا کہ ہم نے تجھ کو اپنے برابر بٹھا دیا ہے اب بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ آپ بحکم الامر فوق الادب آنجناب کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر حضرت نوشہ صاحبؒ نے فرمایا میاں فیض اللہ ہم نے تجھ کو علم بخش دیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ بڑے فاضل جید اور درویش کامل ہوئے[1]

---

[1] تذکرہ نوشاہیہ ۱۲ بہ تغیر یسیر

صاحب تذکرہ نوشاہیہ نے لکھا ہے ۔

"ہم فقیر و ہم فاضل بہر دو اوصاف موصوف اند"[1]

شغل تدریس آپ نے تمام عمر درس و تدریس میں گذاری۔ طلبائے علم دُور دُور سے آکر تعلیم پاتے اور طالبان حق باطنی فیض سے مستفیض ہوتے۔

اولاد کے ولی اللہ ہونے کی بشارت منقول ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ بمعہ یاران سیالکوٹ سے واپس آرہے تھے۔ تو دریائے چناب کے جنوبی کنارہ پر کوٹلی کھوکھراں میں رات رہے۔ صبح کو دیکھا کہ کھوکھروں کی ایک لڑکی صحن میں کھیل رہی ہے۔ آنجناب نے سید صالح محمدؒ کو فرمایا کہ ان کھوکھروں سے اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے فیض اللہ کے لیے طلب کرو۔ کیونکہ اس کے بطن سے سات اولیاء اللہ پیدا ہوں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ تمہارے ہی پوتے ہوں۔ چنانچہ شاہ صاحب نے کھوکھروں سے رشتہ طلب کیا۔ تو انہوں نے خوشی سے دے دیا۔

اولاد آپ کا نکاح کھوکھروں کی بیٹی سے ہوا۔ اُس کے بطن سے چھ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

۱۔ سید محمد ظریف ۔ ۲۔ سید عبد الہادی ۔ ۳۔ سید عبد العزیز ۔ ۴۔ سید عبد القادر ۔ ۵۔ سید احمد ۔ ۶۔ سید عبد الواسع ۔

اور بیٹی کا نام سیدہ سائرہ بی بی تھا۔ یہ ساتوں باکمال اولیاء اللہ ہوئے۔

سید محمد ظریف کا ذکر تیسرے باب میں آئے گا۔

سید عبد الہادی کا ذکر بھی تیسرے باب میں آئے گا۔

سید عبد العزیز متقی و پرہیزگار اہل یمن و برکت تھے۔ ان کے ایک ہی فرزند سید بدھن شاہ تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

---

[1] اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ سید فیض اللہ سال تصنیف تذکرہ نوشاہیہ یعنی سنہ ۱۱۴۲ھ میں زندہ موجود تھے۔ اور اگر اس عبارت کو رسالہ احمد بیگ کی عبارت سمجھا جائے تو بھی اس کے سال تصنیف سنہ ۱۱[illegible]ھ میں آپ کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن آپ کے خاندانی افراد میں مشہور ہے کہ آپ سنہ ۱۰۹۹ھ میں فوت ہو گئے ۱۲ شرافت

— سید عبدالقادر۔ ریاضت و مجاہدہ میں قوی تھے۔ ۱۱۶۹ھ میں انتقال کیا۔ ان کے ایک ہی فرزند سید محمد ماہ تھے۔ جن کا ذکر چوتھے باب میں آئے گا۔

— سید احمد۔ شغل پاس انفاس میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۱۶۹ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سید علی اصغر۔ سید فضل شاہ۔

— سید علی اصغر۔ بزرگ وقت۔ محتشم اولیائے باکمال سے تھے۔ علم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ ۱۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ مادہ تاریخ "غلام علیؓ" ہے۔ ان کے ایک فرزند سید کرم شاہ تھے۔

— سید کرم شاہ۔ علم ظاہری کے علاوہ حقائق تصوف میں شل دریا تھے۔ درس و تدریس اور مطالعہ کتب کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ خصوصاً دیوانِ حافظ کا مطالعہ رکھتے۔ اور اس کے معارف کی غواصی کرتے۔ ۱۲۲۱ھ میں انتقال کیا۔ ان کے ایک ہی فرزند سید بوٹے شاہ تھے۔

— سید بوٹے شاہ کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

— سید فضل شاہ بن سید احمد کے ایک ہی فرزند سید غلام شاہ تھے۔

— سید غلام شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید امیر شاہ لاولد۔ سید سکندر شاہ۔ سید منور شاہ۔

— سید سکندر شاہ کے ایک ہی فرزند سید حسین شاہ تھے۔

— سید حسین شاہ کے ایک ہی فرزند سید بڈھے شاہ تھے۔

— سید بڈھے شاہ کا ذکر آٹھویں باب میں آئے گا۔

— سید منور شاہ بن غلام شاہ کے چار بیٹے تھے۔ سید مبارک شاہ۔ سید گلاب شاہ لاولد۔ سید شرف شاہ۔ سید جلال شاہ۔

— سید مبارک شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید حاکم شاہ لاولد۔ سید محمد شاہ۔ سید معصوم شاہ لاولد۔

— سید محمد شاہ۔ چک سادہ سے سفر چلے گئے۔ پنڈ دادن خاں ضلع جہلم میں وفات

پالی۔ وہیں مدفون ہیں۔ ان کے ایک ہی فرزند سید بانع علی تھے۔

— سید بانع علی مجذوب تارک الدنیا تھے۔ سیر و سیاحت میں رہتے۔ جو منہ سے نکالتے وہ پورا ہو جاتا۔ صاحب تجرید تھے۔ سفر کی حالت میں ۱۳۴۹ھ میں انتقال کیا۔ وارثوں نے نعش لا کر چک سادہ میں اپنے بزرگوں کے گورستان میں دفن کی۔ معتقدین نے اس پر گنبد بنوا دیا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

— سید شرف شاہ بن منور شاہ کے ایک ہی فرزند سید رسول شاہ موجود ہیں۔

— سید جلال شاہ بن منور شاہ کے تین بیٹے ہوئے۔ سید رحمان شاہ لاولد، سید عالم شاہ، سید سردار شاہ۔ یہ دونوں اس وقت ۱۳۵۲ھ میں موجود ہیں۔

— سید سردار شاہ کے دو بیٹے سید محمد فاضل و سید محمد افضل موجود ہیں۔

— سید عبدالواسع بن سید فیض اللہ کا ذکر تیسرے باب میں آئے گا۔

تاریخ وفات سید فیض اللہ کی وفات ۱۱۲۰ھ میں ہوئی۔ قبر چک سادہ میں اپنے والد کے روضہ شریف کے جنوبی دروازہ کے باہر مشرقی طرف ہے۔

سید شیر محمد

آپ سید صالح محمد قادری نوشاہی کے فرزند اصغر اور مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب تفرد درویشی و مقامات ارجمند تھے۔

اخفائے احوال آپ اپنے حالات چھپانے میں بہت کوشش کرتے۔ اپنے والد بزرگوار کے طریقہ پر پورے پورے کاربند تھے۔ جیسا کہ رسالہ احمد بیگ میں

ہے۔ " اکثر وضع ولینعمی خود دارند"

اکثر لوگ آپ کے ساتھ اعتقاد اور ارادت رکھتے تھے۔

آپ ۱۲۰۷ھ میں موجود تھے۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید محمد امین تھے۔

— سید محمد امین۔ اہل علم و فضل اور یگانہ روزگار تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گذاری فقیہ و محدث تھے۔ کہتے ہیں کہ کسی فقہ کی کتاب پر ان کا عربی حاشیہ ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سید اللہ نور۔ سید گل محمد لاولد۔

— سید اللہ نور کے دو بیٹے تھے۔ سید محمد شاہ۔ سید عمر شاہ لاولد۔

— سید محمد شاہ کے چار بیٹے تھے۔ سید حسن شاہ۔ سید حسین شاہ۔ سید اکبر شاہ۔ سید بہار شاہ۔

— سید حسن شاہ کے ایک ہی فرزند سید قلندر شاہ تھے۔

— سید قلندر شاہ کے آٹھ بیٹے تھے۔ حکیم سید ولایت شاہ۔ سید پیر شاہ۔ سید سردار شاہ۔ سید رسول شاہ المعروف بلھے شاہ۔ سید گوہر شاہ۔ سید محبوب شاہ۔ سید محمد شاہ لاولد۔ سید گامے شاہ۔

— حکیم سید ولایت شاہ۔ اہل علم و دانش تھے۔ علم طب میں کافی مہارت رکھتے تھے شریعت کے پابند تھے۔ میری ایک دفعہ ان کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ حضرت نوشہ صاحبؒ کے منکرین میں سے تھے۔ ان کے پانچ بیٹے ہیں۔ سید حبیب اللہ سید صفی اللہ۔ سید محمد صدیق۔ سید محمد امین۔ سید مہدی شاہ لاولد۔ پہلے چاروں صاحبزادے ۱۳۵۲ھ میں موجود ہیں۔

— سید پیر شاہ بن قلندر شاہ کے چار بیٹے ہیں۔ سید بڈھے شاہ۔ سید قاسم شاہ سید فیروز شاہ المعروف کالے شاہ۔ سید حسین شاہ۔ چاروں اس وقت موجود ہیں۔

— سید سردار شاہ بن قلندر شاہ کے دو بیٹے ہیں۔ سید صادق شاہ۔ سید جعفر شاہ۔ دونوں موجود ہیں۔

سیّد رسول شاہ المعروف بُلھے شاہ بن قلندر شاہ کے ایک فرزند سیّد صالح محمد موجود ہیں۔

سیّد گوہر شاہ بن قلندر شاہ کے ایک فرزند سیّد شرف شاہ موجود ہیں۔

سیّد گامے شاہ بن قلندر شاہ کے ایک فرزند سیّد ملک شاہ موجود ہیں۔

مدفن سیّد شیر محمد کی قبر پک سادہ۔ گورستانِ صالحیہ میں ہے۔ **وفات سنہ ۱۱۲۱ھ**

رحمۃ اللہ علیہ

باب سوم

اس میں سادات صالحیہ کی تیسری پشت کے حالات ہیں

سید محمد ظریف

آپ سید فیض اللہ بن سید صالح محمد چک سادہ والہ کے بڑے بیٹے اور مرید وخلیفہ وسجادہ نشین تھے۔

فضائل آپ صاحب علم وفضل مقتدائے روزگار، اہل شریعت وطریقت تھے ہزاروں مخلوق آپ کے فیض سے سیراب ہوئی۔ خوارق وکرامات آپ سے ظاہر ہوتی تھیں، مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت نوشہ صاحب کی پیشگوئی کے مطابق ولی کامل ہوئے۔

بھائی پر جان فدا کرنا منقول ہے کہ آپ کے چھوٹے بھائی سید عبدالواسع ایک مرتبہ اس قدر بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید منقطع ہوگئی۔ والدہ ماجدہ رونے لگیں۔ آپ نے ان کا اضطراب دیکھ کر کہا۔ مائی صاحبہ۔ آپ کو عبدالواسع کی محبت کافی ہے، اور اس کی جدائی آپ کو سخت ہے۔ اس لیے اس پر میں اپنی جان فدا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ چارپائی پر لیٹ گئے۔ اور جان بحق تسلیم کی۔ اور سید عبدالواسع اسی وقت اٹھ بیٹھے۔ اور عرصہ دراز تک زندہ رہے

وفات کے بعد زندہ ملنا آپ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اہلیہ کو فرمایا کہ تم ہمارا سوگ نہ کرنا۔ ہم تم کو زندہ ملتے رہیں گے۔ چنانچہ وہ ہمیشہ لباس اچھا رکھتیں۔ اور جمعرات کو آپ بجسدہٖ زندہ آکر ان کی ملاقات کیا کرتے۔ آخر ان سے راز فاش ہوگیا۔ تو پھر گاہ بگاہ آتے۔

نور کا مشاہدہ حاجی پیر معصوم شاہ سجادہ نشین دورِ حاضرہ بیان کرتے ہیں کہ کئی مرتبہ اب بھی اس کمرہ میں جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا نور کے شعلے نمودار ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ ہم ۲۶ رمضان کو سحری کے بعد مصلّا پر بیٹھے۔ تھے کہ ایک نور کا شعلہ سبز رنگ دروازہ سے داخل ہوا۔ پھر بلند ہوتا ہوا اُس کمرہ میں چلا گیا۔ صبح صادق تک رہا۔ پھر غائب ہوگیا۔

قبر کا فیض پیر صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ اب تک آپ کی یہ کرامت ظاہر ہے۔ کہ اگر کوئی گائے بھینس دودھ نہ دے۔ ضد کرے۔ تو لوگ آپ کی قبر پر دودھ چاول کی نذر مانتے ہیں تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہے۔

آپ دنیا سے لاولد فوت ہوئے۔

تاریخ وفات سید محمد ظریف کی وفات ۱۱۲۳ھ میں ہوئی۔ قبر روضہ شریف سید صالح محمد کے اندر ہے۔

قطعہ تاریخ

حضرتِ فخر الزماں محمد ظریف	سرورِ دیں پیرِ ما شاہِ جہاں
چوں بجنت رفت شاہ معصوم گفت	وصلِ ایشاں۔ پیرِ افضل۔ شد عیاں

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف رضوان اللہ ۲۔ بحر فیض پاک

سید عبدالہادی رح

آپ سید فیض اللہ بن سید صالح محمد قادری نوشاہی رح کے دوسرے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب علم و فقر و زہد و ورع تھے۔ فن کتابت بھی سیکھا ہوا تھا۔ آپ کے ہاتھ کی بعض تحریرات خاندان کے گھروں میں موجود ہیں۔

دستی تحریر آپ کے ہاتھ کی ایک غزل فارسی میں لکھی ہوئی ہے۔ جو عارف کی ہے وہ یہ ہے۔

غزل

"دلا ہشدار کار سے کن کہ وقتِ مرگ در پیش ست
کہ غفلت رہزنِ راہ است گر بیگانہ و خویش ست

زچنگالش رہائی نیست ہر کس را کہ جاندار ست
زناخن ہائے تیز سے او ہمہ کس را دلے ریش ست

چو وقتِ مرگ پیش آید نباشد کس مرا ہمدم
بجز حسناتِ تو ایدل چہ جائے ہمدم و خویش ست

چو در قبرت فرود آرند خویشاں بازپس بروند
بمنکر با نکیرت ہم سوائے پیش در پیش ست

سلیم القلب مے باید کہ ثابت تر بود آنجا
کجا ثابت شود آنکس کہ اینجا مردِ بدکیش ست

نے بلیم کسے دلخوش زہولِ آں قیامت ہا
زاہوالش ہمہ خائف اگرچہ شاہ و درویش ست

بیا عارف بگریہ خوز اعمالِ کہ تو داری
کہ آں منزل پُراز ہَول ست چہ جائے خندہ و عیش ست

کاتبہٗ فقیر عبدالہادی"

شاعری کتاب لطائف گلِ شاہی میں دو غزلیں ہادی کی ملتی ہیں، ممکن ہے وہ آپ کی ہوں، اس لیے لکھی جاتی ہیں۔

غزل

کند لبریز ساغر را شراب آہستہ آہستہ
کہ میگردد گراں در چشم خواب آہستہ آہستہ

اگر دشمن بصد کر مے بود آخر نترس ازوے
کہ آنگہ میخورد خونِ کباب آہستہ آہستہ

دل از سوزِ محبت رفتہ رفتہ خون میگردد ... زگل آتش بروں آرد گلاب آہستہ آہستہ
بجا اہلِ کرم را میرسد چشم تنک ظرفاں ... بدریا محو میگردد حباب آہستہ آہستہ
خزاں دنبال مے آید بہارِ نونہالاں را ... بہ پیری میرسد روزے شباب آہستہ آہستہ
بہ انفاسِ سبک روحاں دل از غفلت بروں آید ... صبا از غنچہ میگردد نقاب آہستہ آہستہ
غبارِ مطلبم از دل زجوشِ سر بہ گردنِ ما ... کہ داغ از جامہ برخیزد بہ آب آہستہ آہستہ
نمیدانم کہ دل روئے بپلہ... کہ شد ہادی ... کہ شد ایں آہن آخر آفتاب آہستہ آہستہ

دیگر

حسن خال از زلفِ دلدارے مپرس ... قیمتِ تریاق از مارے مپرس
چشم او از دردِ دل آگاہ نیست ... حالِ بیمارے ز بیمارے مپرس
در دلِ صافم غبارے غیر نیست ... اندریں آئینہ زنگارے مپرس
اندریں دنیا بجز غفلت مبیں ... یا دریں شب صبحِ بیدارے مپرس
یا بداو برچشم او بیہوش باش ... یا ببزمِ بادہ مستارے مپرس
عشقِ پنجاب از دکن ہادی مجو ... پرتوِ صبح از شبِ تارے مپرس

آپ دنیا سے لاولد فوت ہوئے۔

تاریخ وفات سید عبدالہادی کی وفات ۱۲۷۱ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ صالحیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "خسروِ دوران"

سید عبدالواسع

آپ کا نام عبدالواسع۔ مشہور سید واسا۔ آپ سید فیض اللہ بن سید صالح محمد قادری نوشاہی کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔

ل؎ یہاں سے کاغذ پھٹا ہوا تھا۔ حروف گم تھے ۱۲ سید شرافت

بیعت طریقت آپ کی بیعت طریقت حضرت سید محمد سعید دُولا بن سید محمد ہاشم دریادل بن حضرت نوشہ گنج بخش رح سے تھی، جن کا ذکر تیسرے طبقہ کے تیسرے باب میں گذر چکا ہے۔

لیکن آپ کی اولاد کا دعوٰے ہے کہ آپ اپنے بڑے بھائی سید محمد ظریف بن سید فیض اللہ کے مرید تھے۔ مگر آپ کے سلسلہ کے گو شاہی درویش آج تک وہی شجرہ سید محمد سعید والا پڑھتے ہیں۔

سجادگی آپ اپنے سب بڑے بھائیوں سے زیادہ پرہیز گار اور متقی و عابد تھے۔ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ آپ اپنے بھائی کلان کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ بلکہ آپ نے یہاں تک شہرت حاصل کی کہ اپنے جد بزرگوار سید صالح محمد رح سے بھی زیادہ ناموری پائی۔

اخلاق و عادات آپ عبادت و ریاضت میں ہر وقت سرگرم رہتے۔ تمام برادران ہیجری سے کمالات ظاہری و باطنی میں یکتا تھے۔ جس حاجت والا آپ کے دروازہ پر حاضر ہوا۔ بامراد ہو کر واپس ہوا۔ شجاعت و سخاوت میں کمال تھے۔ مسکینوں اور مسافروں کے واسطے لنگر جاری تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مانی غلہ (دس من پختہ) روزانہ خرچ ہوتا تھا۔ جو کچھ فتوح ہوتی سب خرچ کر دیتے۔ دوسرے روز کے لیے کچھ نہ رکھتے۔ طالبان راہِ حق دُور دراز مقامات سے چل کر آپ کے پاس آتے۔ اور فائز المرام ہو کر جاتے۔

کرامات

غیبی امداد کرنا منقول ہے کہ موضع ترملا گرگیراں ریاست بہاول پور کا ایک بنجارہ جواہرات کا بقچہ لے کر تجارت کو جا رہا تھا۔ ایک جگہ اُس نے مسجد میں نماز پڑھی تو وہ بقچہ وہیں بھول کر چلا گیا۔ راستہ میں اُسے یاد آیا تو نہایت غمگین ہوا۔ اور آپ کو یاد کیا۔ جب واپس ہوا تو دیکھا کہ ایک سبز پوش درویش بقچہ لے کر آ رہا ہے۔ اور اس کو دے دیا۔

تاثیر نگاہ آپ ایک بار ملی گراں والہ سے گذر رہے تھے۔ وہاں کے ہندو جاٹوں نے سمجھا

کہ شاید کسی افسر کی سواری جا رہی ہے۔ اس لیے ذو بھائی دودھ لے کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے نگاہِ لطف سے دیکھا تو ان کے دل اسلام کی طرف راغب ہو گئے۔ اور وہ مسلمان ہو کر آپ کے حلقۂ غلاماں میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام عادل تھا۔

اپنے پیرخانہ کی محبت آپ کو حضرت نوشہ صاحبؒ کی اولاد سے کافی محبت اور عقیدت تھی۔ چنانچہ اسی محبت کی بنا پر سید شاموں شاہ بن سید عبدالرسول ہاشمیؒ کو ساہنپال شریف سے اپنے پاس چک سادہ میں لے آئے۔ اور ان کو یہیں رہائش کے لیے جگہ دی۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید علیم اللہ تھے۔ اور آپ کے ایک مرید میاں سیف اللہ بن دسوندھی ڈھلو ساکن بگھولہ تھے۔

تاریخ وفات سید عبدالواسع کی وفات بقول مناقبات نوشاہیہ سنہ ۱۱۵۶ھ میں ہوئی۔ بقول دیگر آپ سنہ ۱۱۶۲ھ میں فوت ہوئے۔

مدفن آپ کی قبر موضع چک سادہ میں روضہ حضرت سید صالح محمد کے اندر ہے۔ سنگِ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔

قطعۂ تاریخ

دریائے کشف و کانِ کرامات و ملکِ جُود — کز فیضِ او گرفتہ جہانِ عدم وجود

با درد و غم چو سالِ وصالش بخواستم — آمد ندا ز غیب ۔ قطبِ العظیم ۔ بود

۱۱۶۲

مادۂ تاریخ

"مرشد حقیقت"

باب چہارم

اس میں سادات صالحیہ کی چوتھی پشت کے حالات ہیں۔

سید محمد ماہؒ

آپ سید عبدالقادر بن سید فیض اللہ کے فرزند اور مرید و خلیفہ تھے۔ علم ظاہری و باطنی میں مقتدائے خلائق تھے۔ فن کتابت بھی سیکھا تھا۔ کئی تحریرات آپ کے خاندان سادات میں موجود ہیں۔ عملیات کے بھی شائق تھے۔ آپ کے کئی تعویذات بھی بیاضوں میں موجود ہیں۔

تحریر کتب آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک فالنامہ پیغمبراں موجود ہے۔ شنگرف موجود نہ ہونے کے باعث پیغمبروں کے نام سبز رنگ سے لکھے ہیں۔ اور جس درست کے واسطے لکھا ہے۔ اس کے آگے ان الفاظ میں عذر خواہی کرتے ہیں۔

"عرضداشت۔ بندۂ کمترین بندگان و کہترین غلاماں فقیر الحقیر محمد ماہ بعد از گزارشات سجدات عبودیت بجا آوردہ معروض میدارد کہ رنگ شنگرف موجود نبود ولیکن نامہائے پیغمبراں نوشتہ ارسال داشتہ است کہ خود تعلی نمایند در فہمیدگی خواہند آمد"

واقعہ وفات منقول ہے کہ آپ قندھار میں مریدوں پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں آپ کا انتقال ہوگیا۔ وہیں دفن کئے گئے۔ بعد میں آپ کے چچا سید احمد اور سید عبدالواسع گئے۔ اور آپ کی نعش کو وہاں سے نکال کر چک سادہ میں لاکر دفن کیا۔

تاریخ وفات سید محمد ماہ کی وفات بعہد شباب اپنے والد کی زندگی میں ۱۱۰۶ھ میں ہوئی۔ کوئی اولاد باقی نہیں چھوڑی۔ قبر گورستان صالحیہ میں ہے۔

سید علیم اللہؒ

آپ خازنِ گنجینۂ وحدت، مخزنِ رموزِ معرفت صاحب علم واتقا تھے۔ آپ سید عبدالواسع بن سید فیض اللہ کے فرزند اور مرید وخلیفہ وسجادہ نشین تھے۔

انکسار آپ کی طبیعت میں تواضع اور انکسار از حد تھا۔ جب اپنا نام لکھتے، تو بجائے سید علیم اللہ کے اپنے آپ کو فقیر علیم اللہ لکھا کرتے۔

ہجوم خلائق آپ عالم باعمل اور فقیر اکمل تھے۔ عبادت وریاضت وسخاوت میں شہرۂ آفاق تھے۔ والد ماجد کی طرح لنگر جاری تھا۔ ہر وقت آپ کے درِ دولت پر حاجتمندوں کا ہجوم رہتا۔

کتب خوانی آپ کو صاحبِ علم لوگوں سے محبت تھی۔ عالم لوگ ہی زیادہ تر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ مسائل فقہ کی کتابیں تحریر کراتے اور مطالعہ کرتے۔ ان میں سے اکثر آپ کی اولاد کے پاس محفوظ ہیں۔ سب کے خاتمہ پر آپ کی مہر لگی ہوئی ہے۔ جس پر یہ الفاظ کندہ ہیں۔

"فقیر علیم اللہ بن سید عبدالواسع"

ایک کتاب سے دستخط نقل [illegible] جو آپ کے لیے لکھی گئی تھی۔

"تمام شد کتاب معرفۃ المذاہب برائے حضرت سید علیم اللہ جیو قلمی نمودہ شد۔ بتاریخ ۹ شہر صفر سنہ ۲۸ محمد شاہی روز شنبہ از دست فقیر عبدالرحمٰن نگاشتہ شد ۱۱۵۸ھ مقدس معلیٰ"

شجرہ پنجابی آپ کے وقت کا ایک شجرہ شریف، خاندان قادری نوشاہی ایک بیاض پر تحریر ہے۔

حضرت شاہ علیم اللہ — محو اندر ذاتِ اللہ

کلمہ طیب پاک جس دا — ورد لیل نہار دا

شاہ شاہاں سید واسع! — رب دا اوہ یار خاصہ
بحر ہے موج سیادت — گوہر شاہوار دا
شاہ ظریف اللہ کا محرم — دور کرسی سب تیرے غم
اوس کو پرواہ نہیں کچھ — چاکر جو اس دربار دا
سید فیض اللہ سالک — ظاہر اور باطن کے مالک
معرفت کی بزم میں — روشن چراغ ابرار دا
بندگی صالح محمد — ہویا اس پر فیض سرمد
اوس الست یاد ہے — قَالُوْا بَلٰی اقرار دا
حضرت نوشاہ حاجی — غیر سوں بے احتیاجی
معرفت کا بحر ڈھونگا — باجھوں بیڑا تار دا

اِلیٰ آخرہٖ

مقالہ آپ کا ایک علمی مقالہ یہاں لکھا جاتا ہے۔ آپ۔ فقیر، درویش۔ قلندر کے الفاظ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

فقیر۔ ف فاقہ کشیدن۔ ق قیام کردن در طاعت۔ ی یقین بخدا تعالیٰ آوردن ر رحمت خدا تعالیٰ را امیدوار بودن۔

درویش۔ د دنیا را سہ طلاق دادن۔ ر رنج دنیا کشیدن۔ و وجہ قوت از حلال کردن۔ ی یاری از خدائے تعالیٰ طلبیدن۔ ش شفقت با خلق۔

قلندر۔ ق قیام کردن۔ ل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ شب و روز گفتن۔ ن نیت نماز کردن۔ د دل را دائم بحضور خدائے تعالیٰ دانستن۔ ر روزہ داشتن۔

اولاد آپ کے ۴ بیٹے تھے۔ ۱۔ سید حاجی شاہ۔ ۲۔ سید محمد شاہ المعروف میاں شاہ ۳۔ سید عظیم شاہ ۴۔ سید معصوم شاہ

سید حاجی شاہ کا ذکر پانچویں باب میں آئے گا۔

سید محمد شاہ المعروف میاں شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید سلطان شاہ۔

سید امیر شاہ۔ سید امام شاہ لاولد۔

— سید سلطان شاہ۔ چک ساده سے سکونت منتقل کر کے موضع کھوکھر مضافات گجرات میں چلے گئے۔ ان کے تین ۳ بیٹے تھے۔ سید جیون شاہ۔ سید اکبر شاہ۔ سید گیلانی شاہ۔

— سید جیون شاہ کے دو بیٹے تھے۔ سید گلاب شاہ۔ سید فضل شاہ لاولد۔

— سید گلاب شاہ موضع لکھو متصل کھوکھر میں چلے گئے۔ ان کے تین بیٹے تھے سید محمد شاہ۔ سید احمد شاہ۔ سید شرف شاہ لاولد۔

— سید محمد شاہ کے تین بیٹے ہوئے۔ سید سردار شاہ۔ سید ولایت شاہ۔ یہ دونوں اس وقت ۱۳۵۲ھ میں موجود ہیں۔ سید نواب شاہ لاولد۔

— سید سردار شاہ کے دو بیٹے۔ سید اصغر علی شاہ و سید گل شاہ اس وقت موجود ہیں۔

— سید احمد شاہ بن گلاب شاہ کے ایک ہی فرزند سید حیدر شاہ بھکڑیالی میں سکونت رکھتے ہیں۔

— سید اکبر شاہ بن سید سلطان شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید حسن شاہ۔ سید چنن شاہ۔ سید فضل شاہ۔

— سید حسن شاہ کے ایک فرزند سید حسین شاہ بن باجوہ ضلع سیالکوٹ میں سکونت رکھتے ہیں۔

— سید چنن شاہ بن اکبر شاہ کے دو بیٹے ہیں۔ سید پیر شاہ۔ سید مصطفےٰ شاہ دونوں موجود ہیں۔

— سید فضل شاہ بن اکبر شاہ کے تین بیٹے ہیں۔ سید سردار شاہ۔ سید نواب شاہ۔ سید عالم شاہ۔ تینوں موجود ہیں۔

— سید سردار شاہ کے دو بیٹے سید رمضان شاہ و سید حیات شاہ موجود ہیں۔

— سید نواب شاہ بن فضل شاہ کے ایک فرزند پیر سید شاہ موجود ہیں۔

— سید عالم شاہ بن فضل شاہ کے ایک فرزند سید ولایت شاہ موجود ہیں۔
— سید گیلانی شاہ بن سید سلطان شاہ پشاور شہر میں چلے گئے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ سید جہاں شاہ۔ سید ملک شاہ۔ سید دولت شاہ لاولد۔
— سید جہاں شاہ کے دو بیٹے ہوئے۔ سید سردار شاہ۔ سید حید شاہ۔
سید سردار شاہ کے دو بیٹے ہیں۔ سید صالح محمد۔ سید عاشق محمد۔ دونوں موجود ہیں۔
— سید صالح محمد کے تین بیٹے ہیں۔ سید علی اصغر۔ سید نادر حسین۔ سید جاعت علی شاہ۔ تینوں اس وقت موجود ہیں۔
— سید حیدر شاہ بن جہاں شاہ بن گیلانی شاہ علم طب سے خوب واقف ہیں۔ علاقہ گوجر میں ان کی طبابت کا فیض عام ہے۔ مؤلف نے ان کو کئی مرتبہ موضع داؤ، سنگرانہ میں آتے جاتے دیکھا ہے۔ اس وقت موجود ہیں۔ ان کے ایک فرزند سید علی شاہ موجود ہیں۔ عملیات کے شائق ہیں۔
— سید ملک شاہ بن گیلانی شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید رسول شاہ۔ سید مقبول شاہ۔ سید شریف شاہ۔
— سید رسول شاہ کے ایک فرزند سید محمد لطیف موجود ہیں۔
— سید مقبول شاہ کے پانچ بیٹے ہیں۔ سید محمد غوث۔ سید محمد غیاث۔ سید عبدالرزاق۔ سید محمد ظریف۔ سید امداد حسین۔ پانچوں اس وقت موجود ہیں۔
— سید شریف شاہ بن ملک شاہ کے تین بیٹے ہیں۔ سید مشتاق حسین۔ سید لال حسین۔ سید ریاض حسین۔ تینوں موجود ہیں۔
— سید امیر شاہ بن محمد شاہ المعروف میاں شاہ بن علیم اللہ کے دو بیٹے تھے۔ سید قاسم شاہ۔ سید عالم شاہ۔
— سید قاسم شاہ کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

— سید عالم شاہ بن امیر شاہ کے ایک ہی فرزند سید گامے شاہ تھے۔
— سید گامے شاہ کے ایک ہی فرزند سید محمد شاہ تھے۔
— سید محمد شاہ کے دو بیٹے ہیں۔ سید فیروز شاہ۔ سید احمد شاہ دونوں موجود ہیں۔
— سید عظیم شاہ بن سید علیم اللہ بن سید عبدالواسع کے تین بیٹے تھے۔ سید محمود شاہ۔ سید کمال شاہ۔ سید چراغ شاہ لاولد۔
— سید محمود شاہ کے ایک ہی فرزند سید ملک شاہ تھے۔
— سید ملک شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید لطف شاہ۔ سید شیر شاہ۔ یہ دونوں بھائی لاولد فوت ہوئے۔ اور کالے والی میں مدفون ہوئے۔ سید شرف شاہ۔
سید شرف شاہ پیادہ پیل کر حج کو تشریف لے گئے۔ اور مکہ مکرمہ میں انتقال کیا۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ سید حاکم شاہ۔ سید قلندر شاہ۔ سید حاجی شاہ۔ تینوں موجود ہیں۔
— سید کمال شاہ بن عظیم شاہ کے ایک ہی فرزند سید عبداللہ شاہ تھے۔
— سید عبداللہ شاہ کے چار بیٹے تھے۔ سید عظیم شاہ۔ سید نبی شاہ۔ سید صالح محمد لاولد۔ سید امام شاہ لاولد۔
— سید عظیم شاہ کی اولاد موضع حاجی چک میں آباد ہے۔
— سید نبی شاہ بن عبداللہ شاہ کے دو بیٹے تھے۔ سید محمد شاہ۔ سید احمد شاہ دونوں لاولد فوت ہوئے۔

یارانِ طریقت — آپ کا فیضان عام تھا۔ آپ کے تمام برادرانِ ہجدی سادات چک آپ کے مرید تھے۔ بیٹے بھی مرید تھے۔ ایک مولوی عبدالرحمٰن بن محمد حنیف پشاوری بھی خواص یاروں سے تھے۔

تاریخ وفات — سید علیم اللہ کی وفات ۱۱۹۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر روضہ حضرت سید صالح محمدؒ کے اندر ہے۔

قطعہ تاریخ

از حاجی پیر معصوم شاہ سجادہ نشین چک سادہ

حضرت سیّد علیم اللہ شاہ — راہنماؤ پیشوائے کاملین!
سالِ تاریخش چنیں معصوم گفت — ذاتِ اکمل، وصلِ شاہِ صادقین

۱۱۹۲

مادہ تاریخ — "سلطان الاعظم"

باب پنجم

اس میں ساداتِ صالحیہ کے پانچویں پشت کے حالات ہیں

سید حاجی شاہؒ

آپ سید علیم اللہ بن سید عبدالواسع چک سادہ والہ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔

اخلاق زہد و تقویٰ میں آپ کا درجہ کمال تھا۔ بزرگوں کے معتقد، مسافروں، مسکینوں کے ہمدرد اور خدمتگار رہتے۔ صحبت اغنیاء سے نفرت رکھتے۔ درویشی کے اوصاف سے موصوف تھے۔ تمام عمر یادِ خدا میں گذاری۔

مخلوق خدا پر رحم منقول ہے کہ چک سادہ میں گاؤں سے دوسری جانب کسی کتیا نے بچے دیئے۔ آپ نے گھر میں آکر اہل خانہ کو فرمایا کہ ہمارے ہاں کچھ نئے مہمان آئے ہیں حلوا بناؤ۔ انہوں نے بڑا عمدہ حلوا تیار کیا۔ آپ برتن میں ڈال کر لے گئے۔ اور اُس کتیا کے آگے رکھ دیا۔ لوگوں نے کہا شاہ صاحب آپ نے یہ کیا کیا۔ فرمایا جب عورتوں کو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ بھی کچھ حلوا وغیرہ بنا کر کھاتی ہیں اس نے بھی بچے جنے ہیں۔ اس کو بھی ضرورت تھی۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ سید کرم شاہ۔ ۲۔ سید حیدر شاہ

— سید کرم شاہ کا ذکر چھٹے باب میں آئے گا۔

— سید حیدر شاہ۔ چک سادہ سے چل کر بنبا نوالہ ضلع سیالکوٹ میں سکونت گزین ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سید گیلانی شاہ۔ سید غلام مصطفےٰ۔

— سید گیلانی شاہ کے ایک ہی فرزند سید فضل شاہ تھے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔

— سیّد غلام مصطفےٰ بن حیدر شاہ کے دو بیٹے تھے۔ سیّد محمد شاہ۔ حاجی سیّد صالح محمد۔

— سیّد محمد شاہ کے تین بیٹے ہیں۔ سیّد حسین شاہ۔ سیّد سردار شاہ۔ سیّد رسول شاہ تینوں موجود ہیں۔

— سیّد حسین شاہ کے ایک فرزند سیّد معصوم شاہ موجود ہیں۔

— سیّد سردار شاہ بن محمد شاہ کے ایک فرزند سیّد غنی شاہ بچپن میں فوت ہو چکے ہیں۔

— حاجی سیّد صالح محمد بن سیّد غلام مصطفےٰ حرمین الشریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے حج سے مشرف ہو کر مدت العمر بغداد شریف میں رہے۔ اور حضرت غوث اعظم رح کی زیارت درگاہِ عالیہ سے مشرف ہوتے رہے۔ ان کے ایک فرزند سیّد حاجی شاہ تھے۔

— سیّد حاجی شاہ مقام بن باجوہ ضلع سیالکوٹ میں سکونت رکھتے تھے۔ ان کے ایک فرزند سیّد پیر شاہ ۱۳۵۲ھ میں موجود ہیں۔

تاریخ وفات سیّد حاجی شاہ کی وفات ۱۲۲۰ھ میں۔ قبر گورستانِ صالحیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "منظر عطا"

سیّد معصوم شاہ رح

آپ سیّد علیم اللہ بن سیّد عبدالواسع چک سادہ والا رح کے فرزند اصغر اور مرید خلیفہ تھے اپنے وقت میں امام طریقت و مقتدائے حقیقت تھے۔

زہد و عبادت آپ زہد و عبادت و کشف و کرامت میں مشہور تھے۔ اپنے اقران و معاصرین سادات میں سے بلند مقام والے تھے۔ آپ سے اکثر لوگ فائز المرام ہوگئے۔

ایک جذامی کو تندرست کرنا منقول ہے کہ موضع بن باجوہ میں آپ کا ایک مرید رمضان شاہ نام تھا آپ کسی سبب اُس سے ناراض ہو گئے۔ نظر جلالیت

سے دیکھا تو اس کو جذام ہوگیا۔ گاؤں سے الگ ہوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ وہاں تشریف لے گئے اُس نے منت زاری کر کے آپ کو راضی کیا۔ آپ نے اُس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو وہ اسی وقت تندرست ہوگیا۔

آپ کی کوئی اولاد صلبی باقی نہیں رہی۔

یارانِ طریقت آپ سے اکثر لوگ فیضیاب ہوئے۔

۱۔ بابا گلّو شاہ	کوٹلے کے	ضلع سیالکوٹ
۲۔ بابا ماہن شاہ	ترُ شکہ	〃
۳۔ بابا حاجی شاہ	شادی مَتّہ	〃
۴۔ بابا رمضان شاہ	بُن باجواہ	〃

تاریخِ وفات سید معصوم شاہ کی وفات سنہ ۱۲۳۰ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ صالحیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "نیک نظر"

باب ششم

ساداتِ صالحیہ کی چھٹی پشت کے حالات میں

سید لوٹے شاہ رح

فرزند سید کرم شاہ بن سید علی اصغر بن سید احمد بن سید فیض اللہ۔ آپ کی بیعت طریقت بابا گلو شاہ درویش ساکن کورے کے سے تھی۔ جن کا ذکر کتاب ہذا کی جلد سوم موسوم بہ تذکرۃ النوشاہیہ کے چھٹے حصہ میں آئے گا۔

واقعہ بیعت منقول ہے کہ ایک بار بابا گلو شاہ چک سادہ میں آئے۔ تو آپ نے ان کی خدمت میں مرید ہونے کی التماس کی۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ سادات سے ہیں۔ اور میں غریب قوم بافندہ سے ہوں۔ میری کیا مجال ہے؟ آپ نے ان کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک مجھے مرید نہ بناؤ گے۔ نہیں نکالوں گا۔ آخر انہوں نے بیعت کیا۔ اور فیض سے مالا مال کر دیا۔

اولاد آپ کی اہلیہ کا نام سیدہ عائشہ بی بی تھا۔ جو ۱۲۷۲ھ میں فوت ہوئیں۔ ان کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ۱۔ سید جہاں شاہ۔ ۲۔ سید گوہر شاہ لاولد۔

وفات ۱۲۷۰ھ سید لوٹے شاہ کی قبر گورستان سادات صالحیہ میں ہے۔

سید کرم شاہ

آپ سید حاجی شاہ بن سید علیم اللہ چک سادہ والہ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔ آپ مدت العمر یاد خدا و ہدایت و ارشاد خلق اللہ میں مصروف رہے۔ عبادت کے سوا کوئی کام نہ تھا۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ سید برہان شاہ۔ ۲۔ سید جعفر شاہ۔

— سید برہان شاہ کا ذکر ساتویں باب میں آئے گا۔

— سید جعفر شاہ۔ نیک بخت اہل عبادت پارسا تھے۔ ۱۲۶۲ھ میں انتقال کیا۔ ان کے ایک ہی فرزند سید حسین شاہ تھے۔

— سید حسین شاہ کے تین بیٹے تھے۔ پیر سید شاہ۔ سید رسول شاہ۔ سید چنن شاہ۔

— پیر سید شاہ کے سات بیٹے تھے۔ سید بڈھے شاہ۔ سید حاکم شاہ۔ سید معصوم شاہ۔ سید محمد شاہ۔ سید امام شاہ۔ سید سردار شاہ۔ یہ چھیوں لاولد فوت ہوئے۔ سید حسن شاہ۔

— سید سردار شاہ ڈوگرانوالہ میں فوت ہوئے۔ وہیں ان کا مزار ہے۔ ہر سال نویں ساون کو میلہ ہوتا ہے۔

— سید حسن شاہ شادیوال میں سکونت رکھتے ہیں۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سید جمال حسین سید مقبول شاہ۔ دونوں بچپن میں فوت ہو گئے۔

— سید رسول شاہ بن حسین شاہ کوٹلی کھوکھراں ضلع سیالکوٹ میں سکونت رکھتے تھے۔ اور موضع ساہووالہ ضلع سیالکوٹ میں فوت ہوئے۔ وہیں مزار ہے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ سید عنایت شاہ موجود ہیں۔ اور سید محمد شاہ لاولد فوت ہو چکے ہیں۔

— سید چنن شاہ بن حسین شاہ کے چار بیٹے ہوئے۔ سید جلال شاہ۔ سید فاضل شاہ۔ سید عالم شاہ۔ یہ تینوں اس وقت ۱۳۵۷ھ میں موجود ہیں۔ سید کرم شاہ لاولد فوت ہو چکے ہیں۔

— سید فاضل شاہ کے ایک فرزند سید محمد شاہ موجود ہیں۔

— سید عالم شاہ بن چنن شاہ کے ایک فرزند سید اصغر شاہ موجود ہیں۔

تاریخ وفات سید کرم شاہ کی وفات بدھوار۔ اٹھارہویں رمضان ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان صالحیہ میں ہے۔ مادۂ تاریخ "وزیر اعظم"

باب ہفتم

اس میں سادات صالحیہ کی ساتویں پشت کے حالات ہیں

سید جھناں شاہ

آپ سید بوٹے شاہ بن سید کرم شاہ چک سادہ والرحمۃ کے بڑے بیٹے اور مرید خلیفہ تھے۔ بزرگی اور درویشی میں کمال تھے۔ سعادت و نجابت و فضیلت موروثی رکھتے تھے۔

اولاد آپ کے پانچ بیٹے تھے۔ ۱۔ سید محمد شاہ۔ ۲۔ سید دیدار شاہ ۳۔ سید شرف شاہ ۴۔ سید معصوم شاہ ۵۔ سید بغداد شاہ لاولد۔

—— سید محمد شاہ۔ اپنے آبائی گاؤں چک سادہ سے رہائش منتقل کر کے ڈھوڈو وال ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے۔ صاحب رعب و اقبال اور جاہ و جلال تھے ان کے تین بیٹے ہوئے۔ سید صالح محمد۔ سید جلال شاہ۔ سید پیر شاہ۔

—— سید صالح محمد کے ایک فرزند سید عنایت شاہ۔ اس وقت ۱۳۵۲ھ میں موجود ہیں۔ اور صاحب اولاد ہیں۔

—— سید جلال شاہ بن محمد شاہ۔ سر پر ٹوپی درویشانہ رکھتے ہیں ضعیف العمر موجود ہیں۔

—— سید پیر شاہ بن محمد شاہ۔ بڑے خوش اخلاق ہیں۔ فقیر سید شرافت عافاہ ربہ کو دو مرتبہ ملاقات ہوئی۔ نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ ان کے دو صاحبزادے سید اعلیٰ اصغر و سید علی اکبر۔ نوجوان تعلیم یافتہ ہیں۔ تینوں باپ بیٹے اس وقت موجود ہیں۔

—— سید دیدار شاہ بن جھناں شاہ کے تین بیٹے تھے۔ پیر سید شاہ۔ سید حیات شاہ لاولد۔ سید انور شاہ۔

—— پیر سید شاہ کے دو بیٹے تھے۔ سید بغداد شاہ۔ سید محمد ظریف۔ دونوں

بچپن میں فوت ہو گئے۔

— سید انور شاہ بن دیدار شاہ کے ایک فرزند سید ریاض حسین موجود ہیں۔

— سید معصوم شاہ بن جھناں شاہ کے دو بیٹے ہیں۔ سید عاشق محمد، سید سردار شاہ دونوں اس وقت موجود ہیں۔

تاریخ وفات سید جھناں شاہ کی وفات ۱۳۰۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر چک سادہ گورستان صالحیہ میں ہے۔

قطعہ تاریخ

غریق لجۂ عرفاں جھناں شاہ	چو گشت او درا لمہد قرب حق جا
سنین وصل او جستم زہا تف	جوابم گفت۔ خواب راحت افزا

۱۳۰۷

مادۂ تاریخ "خورشید صوفیا"

سید برہان شاہ

آپ سید کرم شاہ بن سید حاجی شاہ کے بڑے بیٹے اور مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔

اخلاق حسنہ آپ پرہیزگار، متقی، رحمدل، قبیلہ پرور، صاحب جود و سخا تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے نفرت تھی۔ جس مجلس میں غیبت یا دنیاوی باتوں کا شغل ہوتا آپ وہاں سے اُٹھ جاتے۔

تعمیر مسجد مسجد جامع چک سادہ کی تعمیر اول حضرت سید صالح محمد قدس سرہٗ کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔ اس کا برآمدہ آپ کے زمانہ میں تیار ہوا۔

آپ سے کافی مخلوق فیضیاب ہوئی۔

اولاد آپ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ سید شرف شاہ۔ ۲۔ سید جلال شاہ۔ ۳۔ سید

سید شاہ لاولد۔ ۴۔ سید فضل شاہ۔

تاریخ وفات سید برہان شاہ کی وفات بقول صحیح ۲۷ر جمادی الآخرہ ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ صالحیہ میں ہے۔

مادۂ تاریخ "کاشانہ فیض"

سید قاسم شاہؒ

فرزند سید امیر شاہ بن سید محمد شاہ المعروف میاں شاہ سید علیم اللہ بن سید عبدالواسعؒ

فنِ کتابت آپ صاحبِ علم تھے۔ فن کتابت بھی جانتے تھے۔ آپ کی دستی تحریریں آج بھی موجود ہیں۔

دستخط کتاب نیرنگ عشق سے آپ کا دستخط نقل کیا جاتا ہے۔

"تمام شد نسخہ نیرنگِ عشق تصنیف غنیمت کنجاہی تخلص۔ بنابر یخ چہار دہم ماہ شوال بدستخط فقیر حقیر سید قاسم شاہ ولد سید امیر شاہ ساکن موضع چک سادہ پرگنہ گجرات"

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید گلاب شاہ تھے۔

— سید گلاب شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید سردار شاہ۔ سید شیر شاہ لاولد سید احمد شاہ لاولد۔

— سید سردار شاہ کے دو بیٹے ہیں۔ سید محمد شاہ۔ سید حیات شاہ۔ دونوں اس وقت ۱۳۵۳ھ میں موجود ہیں۔

— سید محمد شاہ کے ایک ہی فرزند سید قاسم شاہ موجود ہیں۔

— سید قاسم شاہ کے دو بیٹے سید منذر حسن۔ اور سید مظہر حسن موجود ہیں۔

— سید حیات شاہ بن سردار شاہ کے دو بیٹے سید نواب شاہ اور سید عنایت شاہ موجود ہیں۔

وفات ۱۲۶۹ھ۔

باب ہشتم

اس میں سادات صالحیہ کی آٹھویں پشت کے حالات ہیں۔

سید شرف شاہ سمائل اوان والہ رح

آپ سید جہاں شاہ بن سید بوٹے شاہ چک سادہ والہ رح کے تیسرے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔

اخلاق و کمالات آپ شریعت کے پابند۔ پرہیزگار۔ اہل دل خدا یاد تھے سخاوت و شجاعت میں لاثانی تھے۔ مسافروں کے واسطے ضیافت کا سامان فراخ رکھتے۔ درود شریف ہزارہ کا وظیفہ عام تھا۔ سورہ مزمل شریف کے عامل تھے۔ شب بیدار رہتے۔ ذکر حق میں اس حد تک محویت تھی۔ کہ اگر کوئی شخص کلام کرتا۔ تو فرماتے پھر بات کرو۔ مجھے یاد نہیں رہی۔ ارباب باطن سے تھے۔ خضر صورت مسیحا سیرت تھے۔ سمائل اوان ضلع سیالکوٹ میں سکونت رکھتے تھے۔ صاحب کرامات تھے۔

گہرے پانی سے پایاب گذرنا ایک بار آپ دادو والی سے سمائل اوان کو جا رہے تھے۔ راستہ میں نالہ ایک بڑے زور سے جاری تھا۔ وہاں کے ماچھی سناہی پر لوگوں کو پار لنگھاتے تھے۔ آپ راستہ سے مغرب کی طرف ہو کر پایاب گذر گئے۔ علی محمد نے بچشم خود دیکھا تو سب لوگ سلامی ہوئے۔

ایک شخص کو مجذوب بنانا ایک بار ضلع جہلم کا ایک لڑکا نورنامی آپ کی بیعت ہوا۔ آپ نے ایسی نگاہ فرمائی کہ اس پر حالت جذب طاری ہو گئی۔ اور وہ مجذوب ہو گیا۔ ایک مہینہ دادو والی میں رہا۔ پھر موضع نندپور کے گورستان میں ڈیرہ کیا۔

ملفوظ آپ فرمایا کرتے ۔ فقیر دنیا میں اس طرح رہتا ہے ۔ جیسے مرغابی پانی میں ۔ جب اُڑتی ہے تو خشک پَر اُڑجاتی ہے ۔ آپ یہ شعر پڑھا کرتے ؎

غنیمت جان رَل مِل بیٹھنے کو جدائی کی گھڑی سَر پر کھڑی ہے

اولاد آپ کے پانچ بیٹے ہیں ۔ ۱ ۔ سید فقیر شاہ ۔ ۲ ۔ سید احمد شاہ ۔ ۳ ۔ سید رحمت شاہ ۴ ۔ سید محمد ظریف ۔ ۵ ۔ سید شمس الدین ۔ پانچوں اس وقت موجود ہیں ۔

مولوی سید شمس الدین ۔ اہل علم و اہل شریعت صوفی منش ہیں ۔ فقیر سید شرافت عافاہ اللہ کو ۱۳۵۲ھ کو بمقام چک سادہ ملے ۔ نہایت اخلاص سے پیش آئے ۔ یہ حضرات چک سادہ کا نسب نامہ انہیں سے مرتب کیا ۔ ان کے تین بیٹے ہیں ۔ صاحبزادہ ابوالطیب محمد ظریف ۔ سید محمد نذیر ۔ سید محمد صدیق ۔ تینوں اس وقت موجود ہیں ۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ ہیں ۔

۱ ۔ سید رحمت شاہ فرزند	سمائل اوان	ضلع سیالکوٹ
۲ ۔ مولوی سید شمس الدین فرزند	"	"
۳ ۔ سائیں نور مجذوب لاہوری		
۴ ۔ سائیں بوٹا موچی صاحب کشف تھا ۔	دادووالی	"
۵ ۔ قاضی محمد حسین شاعر	"	"
۶ ۔ میاں علی محمد باٹھ	باٹھ	"

مدحیات

آپ کی تعریف میں قاضی محمد حسین شاہ نے ایک پنجابی سی حرفی لکھی ہے ۔ اور ایک عرس شریف کے موقعہ پر نظم لکھی وہ یہ ہے ؎

الف اوّل حمد خداوند والی بعد درود محمد عالی!

آل اولاد اصحاب کمالی — سب نے رتبہ پایا نی
رَل مِل سیوں سنگ بناؤ — اک دوجی نوں ساتھ رلاؤ
کلمہ طیب پاک رلاؤ — جو حضرت من بھایا نی
رَل مِل سیاں اکٹھ بنایا — پیر صاحب دا منگل گایا
حضرت سانوں سد بلایا — نیک دہاڑا آیا نی!
پکڑ نشان سیو رَل چلو — بوہا دلبر دا چل ملو
جھیڑاں طعنے سب کجھ جھلوا — سب نوں آکھ سنایا نی
سمائل اوان شریف سوہارا — جتھے ساڈا دلبر پیارا
کیتا اُوتھے پیر اتارا — سب جگ سیس نوایا نی
اوتھے ساڈا کعبہ خانہ — کھلے سارے راز نہانہ
ستری اخفی قلب نشانہ — پاؤ جو دِل چاہیا نی
ہور جہانی مطلب بھارسے — حاصل ہوندے اوتھوں سارے
پیر پیارا سب نوں تارسے — ویکھ لیا ازمایا نی!
عرس دہاڑے عجب بہار — سمائل اوان کھڑی گلزار
آون جماعتاں بنھ قطار — میلہ خوب سجایا نی!
اسگے کئی نشان سوہاون — بنھ قطار جماعتاں آون
پیر دے اسموں درد سناون — وچہ وجود سمایا نی!
محمد حسین اک عاصی بندہ — دادو والی دے وچہ رہندا
تابعدار وچہ قدماں بہندا — جس ایہ شعر بنایا نی

چلو سیو رل ویکھن چلئے عرس مبارک آیا نی!
پنڈراں جیٹھوں آون کارن حضرت نے فرمایا نی

تاریخ وفات: سید شرف شاہ کی وفات بارھویں شوال ۱۳۴۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر موضع سمائل اوان۔ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

سالانہ عرس پندرہ جیٹھ کو ہوتا ہے۔

قطعہ تاریخ

از قاضی محمد حسین ساکن دادو والی

حضرت شرف شاہ پیرِ کامل آنکہ نامی نامیش ۔۔۔ مشتہر بودست در اطرافِ عالم آنچناں
مثلِ خورشید جہاں بُد لامع اندر روزگار ۔۔۔ ہائے وادر داد ریغا گشت از دنیا نہاں
باطنی و ظاہری شد علم بروے منکشف ۔۔۔ فیضیاب از علم او بر چرخ والا قدسیاں
زاہد و عابد امام و عادل و پرہیزگار ۔۔۔ روز و شب اندر مراقب ذکر گویاں ہر زماں
ہم کریم و ہم سخی و ہم ولیِ بے مثال ۔۔۔ نیز در خُلق و خلق بُد بے عدیل اندر جہاں
یازدہ شوال ماہِ رحلت از دنیا بہ بست ۔۔۔ عازم ملکِ بقا شد سوئے دارِ جاوداں!
سالِ تاریخِ وفاتش محمد حسین خستہ جگر ۔۔۔ یکہزار و سیصد[۱۳] و چل چار[۴۴] را گوید عیاں

دیگر

حضرت شرف شاہ پیر صاحب کامل کامل میتا ۔۔۔ ولی مکمل زاہد عابد درجہ رب عقیں لیتا
واصل ہوئے نال خدا دے یاراں ماہ شوالوں ۔۔۔ تیراں[۱۳] سو چوتالی[۴۴] ہجری سنہ حضرت دے سالوں
باراں[۱۲] ماہ وساکھوں[ب] سی سنہ انی سو[۸۲] تریا[۱۹] سی ۔۔۔ چوی[۲۴] مئی انی سو چھبی[۱۹۲۶ء] آیت وقت صبح سی
کلمہ طیب نال زبانے ظاہر و پنہاں رے ۔۔۔ دل دے چوں[ل] ظاہر ہو دن ہو دے خاص آوازے
دنیا تھیں ایہہ رخصت ہوئے رب دے لعل پیارے ۔۔۔ محمد حسین جیہے کئی عاصی دہندے رہے نکارے

دیگر

از مولانا عطا نظامی ساکن جلیھٹی کے

سید عالی نسب عالی جناب ۔۔۔ کامل و اکمل سراج اولیاء

[ل] اصل شعر میں اسی طرح ہے۔ لیکن اگر ماہ بساکھ ٹھیک ہے تو ۲۴ اپریل چاہیئے، اور اگر مئی صحیح ہے، تو

کاشفِ اسرارِ وحدت نورِ حق | پیشوا و قبلہ اہلِ صفا
نورِ دیدہ اور جگر بندِ بتول | بضعۃ القلب علی المرتضیٰ!
خاندانِ غوث کی شمع منیر | شرف شاہ منظور نظرِ مصطفیٰ
ماحیٔ بدعات آں مردِ شریف | اور علمدارِ طریقت بے ریا
غرق شد آں نور حق در بحرِ نور | شرف رفتہ جانبِ دارالبقا
فکر میں تاریخ کی میں تھا اداس | غیب سے ہاتف کی یہ آئی ندا

آنکہ از لمعات حق روشن درخش
داخلِ[۲۴] ہو شرف از اہل[۱۲] در فش[۱۵]

مادہ تاریخ "عابدِ خدا پرست"

سیّد بڈھے شاہ

ابن سید حسین شاہ بن سید سکندر شاہ بن سید غلام شاہ بن سید فضل شاہ بن سید احمد بن سید فیض اللہ

آپ کی بیعت طریقت حضرت سید عمر بخش بن محمد بخش نوشاہی برخورداری رسولنگری سے تھی۔ جن کا ذکر طبقہ دوم کے ساتویں باب میں گزر چکا ہے۔

پیر کی محبت آپ کو اپنے پیر سے کافی محبت اور عقیدت تھی۔ عشق میں سرشار تھے۔ ادب و تعظیم میں عالی مرتبہ تھے۔

اولاد آپ کے ایک فرزند سید دسوندھی شاہ تھے۔

سید دسوندھی شاہ کے چار بیٹے ہیں۔ سید پیر شاہ۔ سید خادم شاہ۔ سید عنایت شاہ۔ سید سردار شاہ۔ چاروں موجود ہیں۔

ماہ جیٹھ کی گیارہ تاریخ چاہیئے ۱۲ سلہ لفظ اہل درفش بے معنی سا ہے۔ نیز اس مصرعہ سے ۱۳۴۶ھ ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ ۱۳۴۳ھ صحیح ہے ۱۲ سید شرافت

تاریخ وفات — سید بڑھے شاہ کی وفات سولہویں ربیع الاول ۱۳۴۴ھ میں ہوئی۔ قبر گورستان صالحیہ میں سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے۔

قطعہ تاریخ

سید بڑھے شاہ اس پروردہ صدق و صفا — سرو باغ مصطفےٰ نور نگاہ مرتضےٰ!

سنہ ہجری سیزدہ صد چار و چل بود آنکہ رفت — شانزدہ ماہ ربیع اول سوئے دار بقا

مادہ تاریخ "فضیلت جاوید"

سید شرف شاہ

آپ سید برہان شاہ بن سید کرم شاہ چک سادہ والہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔ بڑے خدا یاد، صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے۔

معمولات — آپ نصف شب کے وقت اُٹھ کر غسل کر کے مسجد میں جاتے۔ اور نوافل تہجد ادا کر کے سورہ مزمل شریف بلند آواز سے پڑھا کرتے۔

کرامات

آپ سیف زبان تھے۔ جو کچھ فرماتے ظہور میں آجاتا۔

توام لڑکے پیدا ہونے کی دعا — منقول ہے کہ جو مسافر مسجد میں آتا۔ اس کی خدمت کیا کرتے۔ ایک دن چند مسافر آگئے۔ آپ کے گھر سے طعام خرچ ہو چکا تھا۔ روٹیاں لینے کے واسطے میراں ما چھن کے تنور پر گئے۔ آگے وہ رو رہی تھی۔ اُس نے عرض کیا۔ میرا ایک بچہ تھا۔ وہ آج مر گیا ہے۔ میں نے تنور نہیں تپایا۔ آپ نے فرمایا آج جتنے جوڑے روٹیاں ہم کو دے گی۔ اتنے ہی جوڑے خدا تعالیٰ تجھ کو لڑکے عطا فرمائے گا۔ وہ تین جوڑے روٹیاں لے آئی۔ آپ نے دعا فرمائی اس کے گھر چھ لڑکے پیدا ہوئے۔ ہر مرتبہ توام ہی پیدا ہوئے۔

دریا سے پایاب گذرنا منقول ہے کہ ایک بار آپ گھوڑی پر سوار دریائے چناب پر پہنچے۔ جب پتن پر گئے۔ تو معلوم ہوا کہ ملاح کشتی پار لے گئے۔ شام کا وقت تھا۔ آپ نے ہر چند بلایا۔ لیکن انہوں نے اندھیرے کا عذر کر کے بیڑی واپس نہ کی۔ آپ نے خدا کو یاد کر کے گھوڑی دریا میں ڈال دی۔ اور تمام دریا پایاب گذر گئے۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام ملاح معتقد ہو گئے۔ اور معافی مانگی۔

ایک شخص کو بددعا منقول ہے کہ ایک جذامی آپ کے پاس بغرض دعائے شفا آیا۔ آپ نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

"اب کوہڑیاں والے کام نہ کرنا"

چنانچہ وہ چلا گیا۔ چند عرصہ کے بعد مشہور ہوا کہ فلاں جگہ میں ایک فقیر ٹلیے شاہ نام بڑا باکمال ولی اللہ ہے۔ اور لوگ اس کو پالکی میں اٹھا کر لیے پھرتے ہیں۔ آپ اس کی زیارت کو گئے۔ دیکھا تو وہی شخص ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تو وہی کوہڑیاں والے کام ہی کرتا ہے چنانچہ پھر وہ اسی طرح بیمار ہو گیا۔

اولاد آپ کے دو بیٹے تھے۔ ۱۔ سید فتح شاہ۔ ۲۔ سید امام شاہ۔

— سید فتح شاہ کے ایک ہی فرزند سید بوٹے شاہ اس وقت ۱۳۵۲ھ میں موجود ہیں۔

— سید بوٹے شاہ کے ایک فرزند سید خادم شاہ موجود ہیں۔

— سید امام شاہ بن شرف شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید حسن شاہ۔ سید حسین شاہ۔ سید محمد شاہ۔ تینوں لاولد فوت ہو چکے ہیں۔

یارانِ طریقت آپ کے خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ سید فتح شاہ۔ فرزند آنجناب

۲۔ سید امام شاہ۔

۳۔ میاں کالو گوجر متوفی سمت ۱۹۵۵ ب ۱۳۱۶ھ ساکن چک سادہ درویش آدمی تھا۔ اس کے مریدوں سے سید جھنان شاہ اور سائیں لدھا مصلی سکنائے کا لیکے اچھے فقیر تھے۔

۴۔ میاں راج علی قوم چیمہ ساکن بلوٹ ریاست جموں۔

تاریخ وفات سید شرف شاہ کی وفات ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ قبر گورستانِ صالحیہ میں ہے۔

مصرعہ تاریخ "فخر منصب مدام افزوں باد"

سیّد جلال شاہؒ

مظہر نور خدائے ذوالجلال قطبِ عالم حضرت سید جلال

آپ موردِ فیوضِ سبحانی، کاشفِ اسرارِ رحمانی، بزرگ وقت قطب زمان تھے۔ سید برہان شاہ بن سید کرم شاہ چک سادہ والہ رو کے فرزند ثانی تھے۔

بیعتِ طریقت آپ کی بیعتِ طریقت شیخ محمد بخش معمار گجراتیؒ سے تھی۔ ان کی خدمت میں کافی عرصہ گذارا۔ وہ پیشہ معماری کرتے تھے۔ اس لیے آپ نے بھی اُن کی محبت سے فن معماری سیکھ لیا۔

شجرہ بیعت آپ کے پیر طریقت شیخ محمد بخش معمار گجراتی متوفی ۱۲۷۵ھ کو دو نسبتیں حاصل تھیں۔ ایک قادری نوشاہی خاندان سے، دوسری نقشبندی مجددی خاندان سے۔

۱۔ یہ مرید شیخ کلیم اللہ گجراتی کے۔ وہ مرید سید حافظ الٰہی بخش مظہر حق نوشاہی برخوردار کے۔ وہ مرید اپنے والد سید حافظ نور اللہ کے۔ وہ مرید اپنے والد سید حافظ محمد حیات ربانی کے۔ وہ مرید اپنے والد سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم کے۔ وہ مرید اپنے والد سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق کے۔ وہ مرید اپنے والد حضرت سید حافظ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادریؒ کے۔

۲۔ یہ مرید میاں محمد پناہ شیخپوری کے۔ وہ مرید میاں غلام رسول بن میراں محمد نورشید سیالکوٹی کے۔ وہ مرید امیر محمد زکریا دہلوی کے۔ وہ مرید میاں محمد سندھی کے۔ وہ مرید شاہ محمد نوشہ قریشی عباسی لاہوری کے۔ وہ مرید میاں شاہ محمد خاں لودھی کے۔ وہ مرید شیخ آدم بنوری کے۔ وہ مرید حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے۔

پیشہ معماری آپ نے اپنے پیر روشن ضمیر کے ساتھ بہت عرصہ تک صحبت رکھی۔ فقیر کو مسجدیں بنانے اور روضے بنانے کا شوق تھا آپ نے ان کے ساتھ ہو کر کئی بزرگوں کے مزارات تعمیر کئے۔

حضرت نوشہ گنج بخش کا تعمیر اروضہ جو بصورت پالکی ہے۔ وہ آپ کے ہاتھ کی عمارت ہے۔ اور حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے دربار کے سامنے جو ڈیوڑھی ہے۔ وہ آج تک آپ کے ہاتھ کی یادگار ہے۔

معمار کہلانا آپ کی زبان سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ فقیر صاحب کسی دربار کی عمارت کر رہے تھے۔ اور میں گارا، اینٹیں دے رہا تھا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا۔ کہ میں سید ہو کر راج کی نوکری دے رہا ہوں۔ چنانچہ میرے ضمیر سے آگاہ ہو کر فقیر صاحب کو باباشاہ صاحب جاؤ کنوئیں سے پانی لے آؤ۔ میں نے کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ جب باہر کھینچنا چاہا۔ تو نہ نکل سکا۔ ہر چند زور لگایا۔ مگر ڈول نہ نکلا۔ فقیر صاحب خود بخود فرمایا آپ تو سید ہو کر ایک ڈول نہیں کھینچ سکتے۔ تو پھر سیادت کا کیا فائدہ! اسی وقت میں نے اپنے خیال سے توبہ کی اور فقیر صاحب سے معافی لی۔ اور ان کو راضی کر لیا۔

اس واقعہ کے بعد شاہ صاحب کا طریقہ تھا کہ بجائے سید جلال کے اپنے آپ کو فقیر جلال کہا کرتے۔ اگر کوئی آپ سے پوچھتا کہ آپ کی قوم کیا ہے؟ تو فرماتے میں راج (معمار) ہوں۔

دربار داتا صاحب سے فیض پانا آپ نے چند سال تک دربار حضرت داتا گنج بخش لاہوری پر نوکری دی۔ اور فیوضات کثیر حاصل

کیئے۔ اور کسی کو معلوم نہ کرایا کہ ہم سید ہیں۔ آخر آپ کے کمالات کا شہرہ ہوا تو داتا صاحب کے سب مجاور اور گدی نشین آپ کے مرید ہو گئے۔

درگاہِ داتا صاحب سے عقیدت ایک دن آپ درگاہِ داتا صاحب کے چشمہ سے چلو میں پانی لے کر پی رہے تھے اور آنکھوں پر لگا رہے تھے۔ مولوی غلام قادر بھیروی امام مسجد بیگم شاہی لاہور مؤلف کتب اسلام۔ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ شاہ صاحب یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس پانی سے دل اور آنکھیں روشن کر رہا ہوں۔ مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

سیچیار صاحب کا فیض آپ فرماتے کہ جب ۱۳۱۰ھ میں نوشہرہ شریف دریا برد ہوا اور حضرت سیچیار صاحب۔ اور ان کی اولاد کے تابوت مزارات سے نکال کر ایک مکان میں رکھے گئے۔ ہم بھی زیارت کرنے کے واسطے وہاں گئے۔ جب میں زیارت کا وقت ہوا۔ تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر درویش زندہ ہوتا تو اس کے دیکھنے کا کوئی فائدہ ہوتا۔ اب فقیہ کی ہڈیوں کا کیا دیکھنا ہے۔ اس خیال سے زیارت نہ کی، اور واپس چلے آئے۔ رات کو خواب میں حضرت سیچیار صاحب کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے فرمایا۔ شاہ صاحب فقیر کی ہڈیوں کا کیا دیکھنا ہوتا ہے۔ اور ہمارے قلب پر ایک پھونک مار کر فرمایا۔ کہ فقیر کا یہ دیکھنا ہوتا ہے۔ جب ہم بیدار ہوئے تو ہمارا قلب ذاکر تھا۔

پاک صاحب سے عقیدت ایک بار آپ کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ راستہ میں حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحب بھڑ والہ کا دربار آگیا۔ وہاں زیارت کی۔ آپ کے ساتھ شیخ محمد امین لاہوری تھے۔ انہوں نے کہا یا حضرت یہ بزرگ ذات کے دھوبی تھے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں اس بات سے توبہ کر فقیر کی ذات ذاتِ حق ہے۔

ایک مخالفِ شریعت کو تنبیہ منقول ہے کہ ایک بار آپ کہیں جا رہے تھے۔ ایک گاؤں کے پاس سے گذرے۔ رمضان شریف کا

مہینہ تھا۔ چند آدمی سڑک پر بیٹھ کر دن کو حقہ پی رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ علانیہ حقہ پی رہے ہو کچھ شرم کرنی چاہیئے۔ ان میں سے ایک شخص نے گستاخانہ جواب دیا کہ حبیب خدا سے کوئی چوری نہیں تو بندوں سے کیا چوری ہے؟ آپ نے فرمایا بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ بندوں سے بھی شرم کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً تمہاری منکوحہ تم پر حلال ہے۔ کیا عام مجلس میں کھلم کھلا اس سے جماع کر سکتے ہو۔ وہ سخت شرمسار ہوا۔

ایک مولوی سے گفتگو منقول ہے کہ ایک بار آپ ریل میں سوار ہو کر لاہور جا رہے تھے/ مولوی صاحب بھی گاڑی میں بیٹھے تھے۔ اُن سے پوچھا کہاں جا رہے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ لاہور میں اشتہار چھپوانے جا رہا ہوں کہ اس ملک میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ پھر اس نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں بھی لاہور اشتہار چھپوانے جا رہا ہوں کہ اس ملک میں نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اُس نے پوچھا یہ کیا؟ آپ نے فرمایا۔ ایک فرض سے تم روک رہے ہو۔ دوسرے سے ہم روک دیتے ہیں سو وہ لاجواب ہو گیا۔

آپ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ لوگوں کے جمعہ پڑھنے سے تمہارا کیا نقصان ہے تو کیوں روپے خرچ کر کے لوگوں کو ثواب سے روک کر اپنے لیے عذاب خریدتا ہے۔ چنانچہ وہ اس ارادہ سے باز آیا۔

مرزا قادیانی کے بیٹے سے گفتگو منقول ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا بیٹا مرزا سلطان احمد ایک کنجری پر عاشق تھا۔ وہ آپ کے پاس آیا۔ اور التجا کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو کسی نیک کام کے واسطے دعا کراتا تو کیا اچھا ہوتا مگر خیر اب یہ بھی تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ انہیں دنوں میں کنجری نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد وہ آپ کا معتقد ہو گیا۔

بعد ازاں مرزا سلطان احمد آپ کے پاس بیعت ہونے کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میاں تیرا باپ تو نبوت کا مدعی ہے۔ اور ہم فقیر لوگ ہیں۔ تو پیغمبر کا بیٹا ہو کر درویشوں کے پیچھے کیوں پھرتا ہے۔ اُس نے کہا عالیجاہ۔ میرے باپ

دماغ میں خلل واقع ہوگیا ہے۔ اور بسبب مالیخولیا کے نبوت کا دعوے کر دیا۔ حالانکہ نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ آپ نے اس کو بیعت کر لیا۔ نیز آپ کی دعا سے سرکاری ملازمت میں بہت عہدے ملے۔

مرزا سلطان احمد کہتا تھا کہ جب کہیں میری تبدیلی ہونی ہوتی۔ تو آپ رات کو خواب میں مل کر پہلے ہی مجھے اطلاع دے دیا کرتے۔ صبح کو تبدیلی واقع ہو جاتی۔

تحریر کتب آپ کے ہاتھ کا ایک بیاض قلمی موجود ہے۔ جو آج کل آپ کے برادر زادہ حاجی پیر معصوم شاہ کے پاس ہے۔ اس میں چودہ خاندانوں کا ذکر لکھ کر اس طرح دستخط کیا ہے۔

"تمت بعون اللہ۔ تمام شد چہاردہ خانوادہ بدست خط فقیر سید جلال الدین گیلانی ولد سید برہان شاہ ساکن موضع چک سادہ پرگنہ گجرات از اولاد حضرت سید عبد الواسع تحریر یافت داخل سلسلہ قادری نوشاہی ست۔"

سجع مہر آپ نے ۱۲۶۶ھ میں مہر بنوائی۔ جس پہ یہ الفاظ کندہ ہیں۔ "سید جلال گیلانی" یہ مہر بیاضِ جلالیہ پر ثبت ہے۔

کرامات

دعائے دولتمندی شیخ محمد امین و شیخ محمد صدیق لاہوری دونوں بھائی آپ کے مرید ہوئے۔ اور اپنی غربت و افلاس کی شکایت کی۔ آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں مالدار ہو گئے۔

ایک مرید کو مقدمہ سے خلاص کرنا آپ کا مرید کرم بخش کہتا تھا کہ مجھ پر قتل کا مقدمہ بن گیا۔ ان ایام میں آپ لاہور تھے۔ میں نے ماجرا عرض کیا۔ آپ مجھ کو سرگی کے وقت درگاہِ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر لے گئے۔ روضۂ اقدس کے دروازہ سے دائیں طرف خود کھڑے ہو گئے۔ اور بائیں طرف مجھ کو کھڑا کیا۔ مجھ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ دیکھتا ہوں کہ وہاں کچہری لگ گئی ہے اور میرا مقدمہ

پیش ہوگیا۔ اور مجھے بری کا حکم ہوگیا۔ جب آٹھ دن کے بعد عدالت میں تاریخ پر پیش ہوا تو جج نے مجھے بری کر دیا۔

ایک مرید کو تادیب کرنا آپ کا ایک مرید میاں عالم تھا۔ وہ ایک عورت پر فریفتہ ہو گیا۔ آپ نے ہر چند اُسے منع کیا۔ کہ یہ فقیروں کا کام نہیں مگر وہ باز نہ آیا۔ اسی اثنا میں ایک رات سویا۔ فجر کو اٹھا تو اندھا ہو چکا تھا۔ کئی ڈاکٹر دل کے پاس گیا۔ مگر سب نے جواب دے دیا۔ آپ کے آگے بہت منت سماجت کی۔ مگر آپ نے فرمایا تو اندھا ہی اچھا ہے۔ آنکھیں ہوں تو فساد کرتی ہیں۔ تو اسی حالت میں رہے گا۔ اور لوگ تیری خدمت کیا کریں گے۔ اور تیری دعا سے بے اولادوں کو اولاد ہوا کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اولاد آپ کے ایک ہی فرزند سید غلام محی الدین تھے۔

یارانِ طریقت آپ سے کافی مخلوق فیضیاب ہوئی۔ خواص احباب یہ تھے۔

۱۔ سید غلام محی الدین فرزند آنجناب ساکن چک سادہ ضلع گجرات
۲۔ شیخ فضل نور بن مرزا لعل بیگ افغان ساکن بغدادہ متصل ہوتی مردان۔ مدفون چک سادہ
۳۔ میاں غلام حسن مجاور و سجادہ نشین درگاہِ حضرت داتا گنج بخش لاہور۔
۴۔ منشی مہتاب دین از اولادِ شاہ عنایت قادری شطاری لاہور۔
۵۔ حاجی مولوی احمد بخش ساکن لاہور۔
۶۔ شیخ محمد صدیق ساکن لاہور۔
۷۔ شیخ محمد امین ساکن لاہور۔
۸۔ میاں عالم زرگر ساکن کوٹ خوشحال متصل پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ۔
۹۔ میاں غلام محمد امام مسجد گڑھی لودی تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ۔
۱۰۔ میاں میراں بخش بن شیخ محمد بخش معمار ساکن گجرات۔
۱۱۔ حاجی اسمٰعیل ساکن گجرات

۱۲۔ میاں عمر بخش معمار ساکن جلالپور جٹیاں۔

۱۳۔ شیخ محمد سعید مدفون ساراں سکے بر مکان نور بادشاہ۔

۱۴۔ چوہدری کرم بخش ساکن جان پور متصل حجرہ شاہ مقیم ضلع منٹگمری۔

۱۵۔ سائیں امیر علی زنگیریز المعروف ہادی چرخہ مدفون جموں۔

۱۶۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد بن مرزا غلام احمد مغل برلاس ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔

۱۷۔ بابا برخوردار ساکن بنبا فوالہ ضلع سیالکوٹ۔

۱۸۔ میاں شرف بنجارہ ساکن بن باجوہ ضلع سیالکوٹ۔

۱۹۔ میاں مہرداد گورایہ ساکن کوٹ پہلوان۔

۲۰۔ میاں ابراہیم گورایہ۔

۲۱۔ مائی اللہ رکھی مجذوبہ ساکن لاہور۔

مدحیات

آپ کی تعریف میں بعض لوگوں نے نظمیں لکھی ہیں۔ از انجملہ

قصیدہ

از حاجی مولوی احمد بخش لاہوری رح

مطلعِ صبحِ صفا سرچشمۂ نورِ خدا

حضرتِ سیّد جلال الدین چراغِ اولیا

مخزنِ اسرارِ یزداں حضرتِ سید جلال — مطلعِ انوارِ رحماں حضرتِ سیّد جلال

سیّدِ والا قدر کانِ ولایت را گہر — نورِ جانِ محبوبِ سبحاں حضرتِ سیّد جلال

خواجۂ ہردوسرا آرامِ جانِ مصطفےٰ — نورِ چشمِ شاہِ مرداں حضرتِ سیّد جلال

مظہرِ ذاتِ خدا آئینۂ صدق و صفا — طوطیِ بستانِ عرفاں حضرتِ سیّد جلال

قبلۂ مقصودِ عالم کعبۂ حاجاتِ خلق — نوبہارِ باغِ ایماں حضرتِ سیّد جلال

واقفِ رمزِ طریقت عالمِ علم الیقین
کاشفِ اسرارِ قرآں حضرتِ سیّد جلال

مقتدائے حق پرستاں پیشوائے مقبلاں
قافلہ سالارِ پاکاں حضرتِ سیّد جلال

گوہرِ دُرجِ حقیقت ماہِ بُرجِ معرفت
سربسر توحیدِ یزداں حضرتِ سیّد جلال

زندۂ جاوید ہست از جُرعۂ جامِ فنا
چوں خضر از آبِ حیواں حضرتِ سیّد جلال

جلوہ گر ہست آنچناں در حلقۂ روشندلاں
چوں در انجم ماہِ تاباں حضرتِ سیّد جلال

مثلِ عابد شاکر و صابر چو شاہِ کربلا
خوبرو چوں ماہِ کنعاں حضرتِ سیّد جلال

صاحبِ جود و سخا مشکل کشا حاجت روا
چوں بعالم شاہِ جیلاں حضرتِ سیّد جلال

مرشد و ہادی و رہبر دستگیر و پیشوا
ہست ما را دین و ایماں حضرتِ سیّد جلال

دردمے سازد تر و تازہ دلِ پژمردہ را
چوں بکشتِ خشک باراں حضرتِ سیّد جلال

دادمے دردِ درونِ دردمندانِ جہاں
قوتِ ما ناتواناں حضرتِ سیّد جلال

نیست غم از شرِ دشمن ہست چوں مانندِ نوح
کشتیِ ما را نگہباں حضرتِ سیّد جلال

گرچہ ظاہر غائب ست از چشمِ ما واندگر
جملہ حالِ ما غریباں حضرتِ سیّد جلال

مثلِ بلبل میشوم گریاں چو آید در خیال
ہمچو گل لب ہائے خنداں حضرتِ سیّد جلال

ساخت از زمینِ قدومِ خویش چک سادہ را
غیرتِ بستانِ رضواں حضرتِ سیّد جلال

باد تا روزِ قیامت سایۂ فضلِ خدا
برسرِ جملہ مریداں حضرتِ سیّد جلال

ہست در لاہور خاکِ پائے پیرانِ جہاں
احمدِ مسکیں ثنا خواں حضرتِ سیّد جلال

دیگر

از میاں کرم بخشؒ

اے ہمارے رہنما و پیشوا و مقتدا
مخزنِ علمِ لدنی مہبطِ نورِ خدا

شب چراغِ بحرِ عرفاں فخرِ آلِ مصطفےٰ
واقفِ سرِّ الٰہی رہبرِ راہِ ھدا

لعل ہو خیر النسا کے گل زہرا ہو مرتضےٰ
سیّدِ عالی نسب ہو برگزیدہ اولیاء

آپ کے در کے ہیں سائل سب امیر و ہم گدا
میں بھی اک دیوانہ گر ہوں سنو میری یہ التجا

دے مجھے دیدار اپنا کبریا کے واسطے!
لو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے!

پیشوائے عارفاں ہو رہنمائے سالکین
مورد فیض الٰہی مخزن نور مبین

رہبر کل متقین و مشعل راہ یقین
قبلۂ حاجات ہو اور کعبۂ دنیا و دین

ہو گلستان علی ہجویر کے تم خوشہ چین
اور ہو ملک طریقت کے تمہیں مسند نشین

ہجر سے ہے حال ابتر ہوں میں بس اندوہگین
جل گیا فرقت سے دل اے نور ختم المرسلین

کر کرم مجھ پر محمد مصطفیٰ کے واسطے
لو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے!

مخزن لطف و سخا ہو معدن جود و کرم
مصدر الطاف ہو اور مطلع نور قدم

چشمۂ فیض و مروت ہو اے میرے عالی ہمم
منبع احسان و ہمت ثروت و فیض و کرم

بحر عرفاں کے شناور مالک ملک حشم
گوہر درج ولایت صاحب عز و شرم

بن تمہارے ہوں پریشاں اے میرے عالی ہمم
کرتا ہوں آگے تمہارے یہ عرض با چشم نم

بوبکر فاروق و عثماں مرتضیٰ کے واسطے
لو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

عالم برزخ میں زندہ گرچہ ہیں عالیجناب
پر ہو میری آنکھوں سے پوشیدہ اے عالیجناب

پھرتا ہوں مغموم و حیراں ہے میری حالت خراب
آ پڑا ہے بار غم اور درد و رنج و التہاب

جاتا ہے اب ہاتھ سے دل لو خبر میری شتاب
فرقت حضرت سے یہ تن ہے میرا مثل رباب

شعلۂ نار ہجر سے دل ہوا جل کر کباب
خاکسار و عاجز و بیکس ہوں اے عالیجناب

آ میری امداد کو خیر النسا کے واسطے
لو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

دیکھ تو اے پیر میرے غم سے گھٹتا ہے بدن
ہجر کی آتش سے جل کر خاک ہیں یہ جان و تن

در بدر پھرتا ہوں میں اندوہگین و دلشکن
خوار ہوں لاچار مسکیں اے میرے شاہ زمن

کس طرف جاؤں کہوں کس کو یہ منزل ہے کٹھن
آ پڑا اس ہجر سے سر پر میرے رنج و محن

آ میری فریاد سن اے نورِ ذاتِ ذوالمنن! | دو مجھے دیدار اب اے نورِ ذاتِ پنج تن

بہرِ حسن اور شہیدِ کربلا کے واسطے

لو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

کیا کروں اظہار جو ہے مجھے دردِ نہاں | بن تمہارے ہے مجھے دنیا مثلِ ریگِ تپاں

بیقراری رنج و غم آکر ہوا سر پہ عیاں | جز تمہارے قید خانہ ہیں مجھے دونوں جہاں

اشک ریزاں ہوں میں تجھ بن اور ہوں نالہ کناں | گر نہ ہو مجھ کو زیارت جاتی ہے اب تن سے جاں

ہجر کے غم سے سبھی زائل ہوا تاب و تواں | دو مجھے دیدار اے پشتِ پناہِ بیکساں

دیجئے میرا مدعا زین العبا کے واسطے

لو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

اے میرے ہادی و مرشد رہبرِ صاحب نظر | ہوں میں عاجز اور بیکس آ پڑا ہوں در اُپر

حال ہے مجنوں صفت لوٹا ہے بس لختِ جگر | بیٹھا ہوں در پر تیرے محتاج عاجز مفتقر!

ہے جلاتا جان و تن کو روز و شب نارِ ہجر | پھرتا ہوں حالت پریشاں بن تیرے دیوانہ سر

روز و شب رہتا ہوں غم سے آپ کے با چشمِ تر | آ میری امداد کو جلدی سے لو میری خبر

باقر و جعفر علی موسے رضا کے واسطے

لو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

گرچہ لذت ہجر میں ہے لیک، ہے امرِ محال | ہاں بجز امداد کے ہرگز نہیں میری مجال

کیا کروں تحریر جو ہے مجھ کو رنج و غم ملال | مثلِ مجنوں کوہ کن پھرتا ہوں میں شوریدہ حال

جل گیا نارِ ہجر سے غم سے تن مجھ کو کمال | میں ہوں سائل در تیرے کا سن میری یہ قیل و قال

جز تمہارے کون ہے غمخوار اے سید جلال | دو مجھے خمخانۂ الطاف سے جامِ وصال!

موسے کاظم اور نقی با صفا کے واسطے

لو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

جز تمہارے باغ کے سبھی ہیں خار و خس | ہے میرے دل میں تیرے دیدار کی ہر دم ہوس

بڑھ رہا ہے شوقِ مضطر سے یہ دل مثلِ جرس | ہو ترقی شوق کی یہ التجا ہے میری بس

ہے بغیر از آپ کے دنیا مجھے مثلِ قفس! — اس سبب سے رہتا ہوں میں چشم گریاں ہر نفس
تم یگانہ ہو نہیں ثانی تمہارا ہیچ کس — جز تیرے اے پیر میرے کون ہے فریاد رس

علی نقی عسکری مہدی رضا کے واسطے
نو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

بارِ ہجراں سے میرے سر پر ہوا شور و شر — آبلہ دل کا ہے پھوڑا اور ہے خستہ جگر
فرقتِ حضرت سے ٹوٹی ہے میری دیکھو کمر — اس سبب سے رہتا ہوں ندو ہگیں اور چشم تر
ہوں پریشاں اور قیامت کا ہے بس مجھ کو خدر — حال ہے ابتر میرا اور ہوں میں عاجز مضطر
ہے فقط مجھ کو وسیلہ ذات کا مد نظر — رحم کر مجھ پر تو جلدی اے شہِ عالی قدر

غوثِ اعظم پیر و مرشد رہنما کے واسطے
نو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

اے کرم چپ ہو نہ کر شور و فغاں کو بر ملا! — کہہ تو حضرت سے تمامی جو ہے تیرا مدعا!
وہم فاسد جو ہیں دل میں ہو دیں سب یکدم فنا — دور ہو مجھ سے خودی حاصل ہو پھر مجھ کو بقا
عرض ثانی ہے کہ جب در پیش ہو روزِ جزا — ہو تیرا دامن میرا ہو ہاتھ اے آلِ عبا
اے میرے سید جلال الدین شاہ حسن التجا — رکھ حضوری میں مجھے حاضر تو در صبح و مسا

یعنی نوشہ گنج بخشِ دوسرا کے واسطے
نو خبر سید جلال الدین خدا کے واسطے

تاریخ وفات سید جلال الدین کی وفات اتوار، وقت نماز مغرب، تیرہویں ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر پک سادہ میں روضہ اطہر حضرت سید صالح محمد نوشاہی کے اندر سنگِ مرمر سے بنی ہوئی ہے۔ مع بعد چبوترہ پر واقع ہے۔

قطعۂ تاریخ

افتخارِ زاہداں سید جلال الدین شاہ — پیشوائے مومناں آں سرورِ عالم پناہ
سیزدہ ذیقعد وقتِ شام کرد از ما سفر — بیست و ششش اپریل رفتہ در جناں با عز و جاہ

روز آں یکشنبہ بود دشانزدہ ماہِ بساکھ سنہ ہجری یکہزار و سیصد و ہم سیزدہ

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آفتابِ طریقتِ علی ۲۔ رحمتِ خداوند

سید فضل شاہ

آپ سید برہان شاہ بن سید کرم شاہ چک سادہ والہ کے چھوٹے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے خاندان کی جدی نیابت اپنے بھائی سید جلال الدین کے بعد آپ کو ملی۔

اخلاق و عادات آپ خوش خلق، فیض رسان، لوگوں کو نفع پہنچانے والے تھے۔ سچائی و راست گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ ہر سال ماہ ہاڑ میں غلہ خرید لیتے۔ اور جب موسم سرما میں غریب لوگ غلہ کے لیے تنگ ہو جاتے۔ تو آپ ان کو اُدھار دانے دے دیتے۔ اکثر لوگ بیاہ شادیوں کے موقعہ پر آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ تو آپ ان کی امداد کرتے۔ اور قرضہ دے دیتے۔ پھر آہستہ آہستہ جوں جوں مقروضوں سے بن آتا لیتے رہتے۔ کسی کو تنگ نہ کرتے۔ اگر سمجھتے کہ مقروض زیادہ نادار ہے تو بعض اوقات قرضہ بخش دیتے۔ ہر حاجت مند کی تکلیف کو رفع کرنے کی کوشش کرتے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے ہوئے۔

۱۔ سید بڈھے شاہ۔ یہ لاولد فوت ہوئے۔

۲۔ حاجی الحرمین پیر معصوم شاہ۔ یہ صاحب علم اور شریعت کے پابند ہیں۔ مذہب اہل سنت جماعت کے حامی۔ لاہور میں کتب خانہ نوری کھولا ہے۔ حنفی مذہب کی کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت اپنے بزرگوں کے سجادہ نشین ہیں۔ لاہور میں ان کے ارادت مندوں کا حلقہ وسیع ہے۔ چک سادہ میں سالانہ عرس ۲۴ جیٹھ کو کیا کرتے ہیں۔ شیخ فضل نور افغان کے مرید ہیں۔ وہ ان کے عم بزرگ سید جلال الدین کے مرید تھے۔ مؤلف کو اپنے خاندان کے حالات کا تحریری مسودہ دیا۔ جس سے میں نے یہ ساتواں طبقہ مکمل کیا۔ ان کے زمانہ خلافت میں حضرت سید صالح محمدؒ کا روضہ اطہر تعمیر ہوا ہے۔ علم دوست ہیں۔ افسوس کہ

یہ اپنے آپ کو قادری نوشاہی کہلانے کی بجائے قادری نوری کہلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا سلسلہ طریقت حضرت نوشہ صاحبؒ کو ملتا ہے۔ اور ان کے آباواجداد اپنے کو نوشاہی کہلانا موجب افتخار جانتے تھے۔

ان کے دو بیٹے ہیں۔ سید محمد حسن۔ سید محمد حسین۔ دونوں اس وقت ۱۳۵۲ھ میں موجود ہیں۔

تاریخ وفات سید فضل شاہ کی وفات ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔ مزار اپنے بزرگوں کے پاس گورستان صالحیہ میں بمقام چک سادہ ہے۔

مادۂ تاریخ "مفتخر"
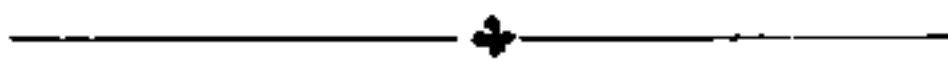
باب نہم

سادات صالحیہ کی نویں پشت کے حالات میں

سیّد غلام محی الدین رح

آپ سید جلال الدین بن سید برہان شاہ چک سادہ والا رح کے اکلوتے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب علم و عبادت تھے۔ زیادہ تر موضع بنیانوالہ ضلع سیالکوٹ میں سکونت رکھتے۔ وہاں آپ کے معتقدین کافی تھے۔

قصیدہ رُوحی آپ قصیدہ رُوحی کا وِرد رکھتے۔ کسی کاتب نے آپ کو قصیدہ لکھ کر دیا۔ اس پر دستخط اس طرح شعروں میں کیا ہے ؎

قصیدہ کیتا لکھ تمام — عاجز ایس فقیر غلام!
ناں کائی مسجد ناں کائی سیا — وچ وچالے ہے دریا
ناں کو سجن ناں کوئی بیلی — غوطے تیندی جان اکیلی
اللہ فضل کریسی چا — اوہو بخشے سب گناہ
نال وسیلے اُس سرکار — آپے چا لنگھیسی پار!
واسطے محی الدین غلام — کیتا تحفہ لکھ تمام
والد اس دا شاہ جلال — اللہ کیتا فضل کمال
ساکن بنے بانوالے جان — ہر دم رکھے رب امان
پڑھ پڑھ کریو ایہ دعا — تنگی چا دنجا خدا
عاجز ایہ فقیر وچارا — اوسے دا ہے کل سہارا

تاریخ وفات سید غلام محی الدین کا دنیا سے انتقال بعالم شباب ہوا۔ کوئی اولاد باقی نہیں چھوڑی۔ آپ کی وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی۔ قبر [illegible]

چک سادہ ضلع گجرات گورستانِ صالحیہ میں ہے۔

مادہ ہائے تاریخ

۱۔ آیت شریف الصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ

۲۔ مغفرت

رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

نقل دستخط مؤلف

تمت

تمام شد کتاب مستطاب شریف التواریخ جلد دوم موسوم بہ طبقات النوشاہیہ بدستخط مؤلف کتاب ہذا خادم آل محمد فقیر سید ابو الظفر شریف احمد شرافت علوی عباسی قادری نوشاہی برخورداری عفا اللہ عنہ متوطن ساہنپال شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات ملک پاکستان۔ در عہد صدارت خان محمد ایوب خاں دام اقبالہ بروز سہ شنبہ بعد از نماز عصر بتاریخ بست پنجم ۲۵ ماہ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق چہارم ماہ اگست ۱۹۶۴ء موافق بیستم ماہ ساون سمت ۲۰۲۱ب

فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ

ھ

یَلُوْحُ الْخَطُّ فِی الْقِرْطَاسِ دَهْرًا وَکَاتِبُهٗ رَمِیْمٌ فِی التُّرَابِ

فہرست کتب ماخذ کتاب ہذا بترتیب حروفِ تہجی

الف

۱۔ آبِ حیات قلمی۔ مصنفہ سید عمر بخش برخورداری رسول نگری مملوکہ میاں رکن الدین بن محمد بخش بھیڑ لیوالہ۔

۲۔ آداب لباس قلمی۔ مکتوبہ سید محمد عظیم بن عصمت اللہ برخورداری رح

۳۔ اخبار الاخیار۔ مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح

۴۔ اختیار شرح المختار مصنفہ شیخ مجدالدین موصلی حنفی رح

۵۔ اذکار الابرار در حالات شیخ پیر محمد سچیار۔ میاں نواب علی بن میاں میراں بخش نوشہروی رح

۶۔ اربعین حدیث قلمی۔ مکتوبہ سید شمس الدین بن اللہ دتہ برخورداری ڈھلوالہ رح

۷۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری۔ مصنفہ علامہ قسطلانی رح

۸۔ ارشاد الطالبین۔ مصنفہ اخوند درویزہ ننگنہاری چشتی پشاوری رح

۹۔ اسرار الطریقت در رسالہ تصوف) قلمی۔ مصنفہ سید محمد غوث بن حسن لاہوری رح مکتوبہ سید محکم الدین بن محمد عظیم برخورداری رح

۱۰۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح

۱۱۔ افسانہ عشق۔ مصنفہ شہزادہ شاہد رضا شرافتی لوڑ کوی۔

۱۲۔ اقتباس الانوار مولانا محمد اکرم صابری قدوسی براسوی۔

۱۳۔ امرزات موسوم بہ خلافت نوشاہی۔ مصنفہ سائیں حیاتیا فوالہ سلیمانی رسول نگری۔

۱۴۔ انشائے نور اللہ قلمی۔ مصنفہ سید حافظ نور الدین حافظ محمد حیات ربانی برخوردار مکتوبہ سید حافظ غلام محمد بن احمد بخش برخورداری ڈھلوالہ رح

۱۵۔ انوار القادریہ سا ملقب بہ ریاض النوشاہیہ قلمی ۔ مصنفہ مولانا حکیم غلام قادر اثر برقندازی جالندھری رح ۔

۱۶۔ انوار نوشاہی ۔ قلمی مصنفہ حضرت مولانا سید غلام مصطفٰے بن محمد شاہ برخورداری رح

۱۷۔ انیس الواعظین مصنفہ علامہ شیخ ابوبکر احمد بن محمد علی القرشی الملقب بہ بدر سندھی رح ۔

۱۸۔ اورادِ چشتیہ

۱۹۔ اوراد فتحیہ قلمی ۔ مصنفہ امیر کبیر سید علی ہمدانی رح
مکتوبہ سید حافظ تقی احمد پاکذات نوشاہ ثانی برخورداری رح

ب

۲۰۔ بحر الاسرار ۔ قلمی مولانا سید سعد اللہ موسوی رضوی قادری رح

۲۱۔ بخشیش گدا ۔ قلمی سید عمر بخش بن محمد بخش برخورداری رسول نگری رح

۲۲۔ برکاتِ نقشبندیہ

۲۳۔ بنجیہ (رسالہ) قلمی مولانا شیخ بہلول جالندھری رح

۲۴۔ بوستان قلندری ترجمہ تذکرہ مقیمی ۔ مترجمہ ملک محمد قادری جہلمی

۲۵۔ بیاض قادری ۔ قلمی مولانا سید غلام قادر بن عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح

پ

۲۶۔ پریچنگ آف اسلام ۔ پروفیسر ٹامس آرنلڈ ۔

ت

۲۷۔ تاریخ الخلفاء امام حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی شافعی رح

۲۸۔ تاریخ اوچ مولانا حفیظ الرحمٰن حفیظ بہاولپوری رح

۲۹۔ تاریخ اوچ۔ قلمی　مولوی غلام احمد اختر اوچی۔
۳۰۔ تاریخ ضلع جہلم　مرزا اعظم بیگ
۳۱۔ تاریخ ضلع گجرات　مرزا اعظم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست ضلع جہلم۔
۳۲۔ تاریخ فرشتہ　مولانا محمد قاسم فرشتہ
۳۳۔ تاریخ لاہور　رائے کنہیا لال لاہوری ایم۔ ای سی۔ ای
۳۴۔ تحائف اصفیا الموسوم بہ صوفی نوشاہی۔ سید محمد حسن بن بنے شاہ ہاشمی رنملوی
۳۵۔ تحائف قدسیہ قلمی　مولانا شیخ پیر کمال بن عثمان لاہوری رح
۳۶۔ تحفۃ الابرار　مرزا آفتاب بیگ عرف نواب بیگ چشتی نظامی رح
۳۷۔ تحفہ نصائح قلمی　شیخ یوسف گدا چشتی نظامی رح

مکتوبہ سید غلام قادر بن عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح

۳۸۔ تحقیقات چشتی　مولوی نور احمد چشتی لاہوری رح
۳۹۔ تذکرۃ اولیائے ہند　مرزا احمد اختر بن دارا بخت کیرانوی رح
۴۰۔ تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان۔ ایڈیشن جدید۔ مرزا احمد اختر
۴۱۔ تذکرہ مقیمی۔ قلمی　میاں محمد بخش بن شمس الدین قادری مقیم شاہی کھڑیوالہ رح
۴۲۔ تذکرہ محمد شاہی قلمی　سید شریف احمد شرافت نوشاہی عفا اللہ عنہ
۴۳۔ تذکرہ نوشاہیہ قلمی　مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی بن حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم

برخورداری رح۔

۴۴۔ ترویح القلوب۔ قلمی　مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی رح
۴۵۔ تشریف الفقرا موسوم بہ حقیقت سراہیہ قلمی　فقیر سید غلام محی الدین بخاری لاہوری رح
۴۶۔ تفسیر ابو اللیث　فقیہ ابو اللیث سمرقندی رح
۴۷۔ تفسیر حسینی موسوم بہ مواہب العلیہ۔ ملا حسین واعظ کاشفی ہروی رح
۴۸۔ تفسیر غرائب القرآن۔ علامہ شیخ نظام الدین نیشاپوری رح
۴۹۔ تقویم تاریخی　عبدالقدوس ہاشمی

۵۰۔ تقویم ہجری و عیسوی — پروفیسر ابو النصر محمد خالدی ایم اے۔

۵۱۔ تکمیل الایمان قلمی — شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح

مکتوبہ سید حافظ جمال اللہ بن سید محمد برخوردار بحر العشق رح

۵۱۔ تکمیل الایمان قلمی — مکتوبہ سید حافظ فضل احمد پاک ذات نوشاہ ثانی رح

۵۳۔ تلقین نوشاہی قلمی — سید عمر بخش رسول نگری

۵۴۔ تواریخ گورو خالصہ — بھائی گیان سنگھ گیانی

۵۵۔ توحید نامہ قلمی — مکتوبہ سید عصمت محمد بن علی محمد برخوردار رح

ث

۵۶۔ ثمرات الافکار قلمی — مولانا سید حافظ فضل احمد پاک ذات نوشاہ ثانی رح

۵۷۔ ثواقب المناقب قلمی — علامہ شیخ محمد باد صداقت کنجاہی رح

مملوکہ سید شاہ محمد بن شاہ عصمت اللہ حمزہ پیلوان برخورداری رح

۵۸۔ ثواقب المناقب — مملوکہ میاں سلطان ملک بن میاں سلطان محمد نوشہروی رح

ج

۵۹۔ جغرافیہ ضلع گجرات — چوہدری احمد حسن ایم اے۔ بی ٹی۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع جہلم۔

۶۰۔ جوامع الاسرار قلمی — مولانا سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق ابن نوشہ گنج بخش رح

۶۱۔ جوامع القوانین موسوم بہ انشائے خلیفہ۔ قلمی

مکتوبہ سید وہاب الدین ہاشمی بنڈ عزیزہ دالہ رح

۶۲۔ جواہر الاولیاء قلمی — سید باقر بن عثمان بخاری اوچی رح

چ

۶۳۔ چہار بہار قلمی — ملفوظات حضرت نوشہ گنج بخش رح

مرتبہ و جمع کردہ شیخ محمد ہاشم بن حاجی محمد شریف تھرپالوی رح

۶۴۔ چہاردہ خانوادہ۔ قلمی　　مکتوبہ سید جلال الدین بن برہان شاہ چک سادہ والہ رح

ح

۶۵۔ حاشیہ دُرِّ مختار　　علامہ طحطاوی رح

۶۶۔ حاشیہ موطا امام محمد　　مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی رح

۶۷۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار　　مولانا قاضی امام بخش چشتی نظامی جام پوری رح

۶۸۔ حدیقۃ الاولیاء　　مفتی غلام سرور بن غلام محمد قریشی لاہوری رح

۶۹۔ حدیقہ ندیہ　　علامہ سید عبدالغنی نابلسی رح

۷۰۔ حقائق الآثار۔ قلمی　　مولانا سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم بن محمد برخوردار بحرالعشق رح

۷۱۔ حقائق نوریہ۔ قلمی　　سید حافظ نوراللہ فرشتہ صفات بن حافظ محمد حیات ربانی برخورداری رح

۷۲۔ حلیہ شریف نبوی و چہار یار کبار۔ قلمی
مکتوبہ سید حافظ محمد شاہ نیک اختر بن سید محمد امین برخورداری رح

۷۳۔ حیاتِ ربانی۔ قلمی　　سید شریف احمد شرافت نوشاہی عفی عنہ

خ

۷۴۔ خزینۃ الاصفیا　　مفتی غلام سرور لاہوری رح

۷۵۔ خزینۃ الفقرا۔ قلمی　　حافظ نورالدین نوشاہی گنجوی رح

۷۶۔ خطبات　　گارساں دتاسی

د

۷۷۔ دُرِّ مجالس۔ قلمی
مملوکہ سید فضل الٰہی بن غلام قادر برخورداری ساہنپالوی رح

۷۸۔ درود شریف۔ قلمی　مکتوبہ سید اقبال علی بن غلام محی الدین برخورداری ساہنپالوی رح

۷۹ ۔ دعائے سریانی ۔ قلمی　　مکتوبہ سید اقبال علی رح

۸۰ ۔ دلائل الخیرات ۔ قلمی　　شیخ ابو سلیمان جزولی رح

مکتوبہ سید حافظ الٰہی بخش مظہر حق بن سید نور اللہ برخورداری ساہنپالوی رح

۸۱ ۔ دیوان ۔ قلمی　　سید عمر بخش برخورداری رسول نگری رح

۸۲ ۔ دیوان آزاد ۔ قلمی　　فقیر سید عزیز الدین رضا آزاد بخاری لاہوری رح

۸۳ ۔ دیوان باہو　　سلطان باہو بن بازید قادری شورکوٹی رح

۸۴ ۔ دیوان ضامن　　ضامن علی ضامن

۸۵ ۔ دیوان ظفر　　سلطان سراج الدین بہادر شاہ ظفر رح

۸۶ ۔ دیوان محی　　منسوب بشیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رح

۸۷ ۔ دیوان منور ۔ قلمی　　فقیر سید نور الدین منور بخاری لاہوری رح

۸۸ ۔ دیوانِ نظیر　　مولانا نظیر اکبر آبادی رح

۸۹ ۔ دیوان نیاز　　شاہ نیاز احمد بریلوی رح

ر

۹۰ ۔ رد الخلاف　　سید عمر بخش رسول نگری رح

۹۱ ۔ رسالہ احمد بیگ قلمی موسوم بہ مقامات حاجی بادشاہ ۔ مرزا احمد بیگ لاہوری رح

مکتوبہ سید ابو الرضا بشیر احمد بشارت بن غلام مصطفےٰ نوشاہی ساہنپالوی رح

۹۲ ۔ رسالہ شطرنج　　مولوی احمد مکرم عباسی چڑیا کوٹی رح

۹۳ ۔ روشن دل ۔ قلمی　　مملوکہ میاں قطب الدین بن محمد بخش بھڑ لوالہ رح

۹۴ ۔ روضۃ الزکیۃ فی حقائق العلمیہ ۔ قلمی　　مولانا سید حافظ الٰہی بخش مظہر حق بن سید نور اللہ

برخورداری رح ۔

۹۵ ۔ روضۃ القیومیہ　　خواجہ ابو الفیض کمال الدین محمد احسان مجددی رح

ز

۹۶۔ زاد الآخرۃ فی مسائل الجنازۃ — مولوی عبدالعزیز خطیب جامع مزنگ لاہور۔

۹۷۔ زبدۃ المقامات — خواجہ محمد ہاشم کشمی مجددی رح

۹۸۔ زکی نامہ قلمی — مکتوبہ سید دوست محمد بن گل محمد برخورداری رح

۹۹۔ زلیخائے جامی قلمی — مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی رح

مکتوبہ سید احمد بخش بن اللہ دتہ برخورداری ڈھلوالہ رح

۱۰۰۔ زمزمہ نوشاہی — قاضی غلام جیلانی

س

۱۰۱۔ سبیل سلسبیل — مولوی مقبول محمد جلالوی رح

۱۰۲۔ ستر مکتوم موسوم بہ ملفوظات محمد شاہی۔ قلمی

مرتبہ و جمع کردہ سید غلام مصطفےٰ نوشاہی مدظلہ

۱۰۳۔ سسی پنوں (قصہ) مولوی الٰہی بخش کنڈلوی رح

۱۰۴۔ سفینۃ الاولیا۔ قلمی — شہزادہ دارا شکوہ بن شاہجہان بادشاہ گورگانی رح

مکتوبہ سید حافظ نوراللہ فرشتہ صفات برخورداری رح

۱۰۵۔ سکندر نامہ بری۔ قلمی — مولانا نظام الدین نظامی گنجوی رح

مکتوبہ سید غلام قادر بن عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح

۱۰۶۔ سلسلۃ الاولیا۔ قلمی — مولانا محمد صالح کنجاہی رح

۱۰۷۔ سوانحعمری سید چراغ علی شاہ لاہوری۔ میاں دولہ بخش بن خدا بخش خیاط لاہوری رح

۱۰۸۔ سوانحعمری شاہ عبدالرحمٰن۔ صاحبزادہ غلام مصطفےٰ رحمانی بن غلام حسین بھڑیوالہ رح

۱۰۹۔ سوہنی مہینوال (قصہ)، سید فضل شاہ لاہوری

۱۱۰۔ سیر المدار معروف بہ ظہیر الابرار۔ مولانا ظہیر احمد ظہیری سہسوانی رح

ش

۱۱۱۔ شجرہ شریف نوشاہیہ مرتبہ مرزا علام محمد خلیفہ پشاوری رح

۱۱۲۔ شجرہ شریف نوشاہیہ۔ مکتوبہ سید بوٹے شاہ بن الٰہی بخش مظہر حق برخورداری ساہنپالوی رح
۱۱۳۔ شجرہ شریف نوشاہیہ مکتوبہ سید کرم حیات بن غلام حسین برخورداری چنبیلی رح
۱۱۴۔ شجرہ شریف نوشاہیہ مکتوبہ غلام رسول خلیفہ میاں غلام مرتضٰے بن صابر شاہ نظام آبادی رح
۱۱۵۔ شجرہ شریف نوشاہیہ منظوم سید پیر محمد بن فضل عالم ہاشمی رنملوی رح
۱۱۶۔ شرح عقائد نسفی قلمی مملوکہ سید شیر محمد بن شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رح
۱۱۷۔ شرح فتوح الغیب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح
۱۱۸۔ شرح نصاب الصبیان قلمی مکتوبہ سید شیر محمد بن شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رح
۱۱۹۔ شریفیہ۔ حاشیہ علی المتوسط قلمی مکتوبہ سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق ابن نوشہ گنج بخش رح
۱۲۰۔ شمس التوحید مولوی حافظ غلام محمد امام مسجد وزیر خاں لاہور
۱۲۱۔ شمس المعارف الکبرٰے شیخ احمد بن علی بونی رح
۱۲۲۔ شیریں فرہاد (قصہ) قلمی مکتوبہ سید قاسم علی بن غلام محی الدین پانڈوکی والہ رح
۱۲۳۔ شیریں فرہاد (قصہ) قلمی مکتوبہ میاں محمد بخش بن شاہ محمد خو جیانوالہ والا رح

ص

۱۲۴۔ صحیفہ نور قلمی سید شریف احمد شرافت عافاہ اللہ
۱۲۵۔ صرف میر قلمی مکتوبہ سید سلطان محمد بن محمد سعید دولا ہاشمی ساہنپالوی رح

ع

۱۲۶۔ عرس اور میلے امان اللہ خاں ارمان سرحدی
۱۲۷۔ عوارف المعارف شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی

غ

۱۲۸۔ غایۃ الاوطار مولوی خرم علی رح
۱۲۹۔ غوث اعظم مولانا قاضی برخوردار ملتانی رح

ف

۱۳۰۔ فالنامہ پیغمبراں قلمی مکتوبہ سید محمد ماہ بن عبدالقادر چک سادہ والہ رح

۱۱۳۱۔ فالنامہ شاہ مرتضٰے علی قلمی مکتوبہ سید اللہ دتہ بن فتح الدین برخورداری ڈھلوالہ رح

۱۱۳۲۔ فتاویٰ سراجیہ علامہ شیخ سراج الدین حنفی رح

۱۱۳۳۔ فتاویٰ نوشاہیہ قلمی مولانا سید حافظ نور اللہ مفتی رسول نگر بن محمد حیات ربانی رح

۱۱۳۴۔ فتوے متعلقہ کلاہ درویشی قلمی سید مکھن شاہ لاہوری بن الٰہی بخش مظہر حق برخورداری رح

۱۱۳۵۔ فقرنامہ قلمی مکتوبہ سید محمد عظیم بن شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رح

۱۱۳۶۔ فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ۔ مولانا محمد عبد الحی لکھنوی رح

۱۱۳۷۔ فیروز اللغات فارسی مولوی فیروز الدین لاہوری

۱۱۳۸۔ فیض مصطفائی الموسوم بہ گلزار نوشاہی مولوی محمد حیات بن غلام رسول شرقپوری

ق

۱۱۳۹۔ قرآن مجید کلام قدیم حضرت باری تعالیٰ عز اسمہ

۱۱۴۰۔ قشیریہ (رسالہ) امام ابو القاسم قشیری رح

۱۱۴۱۔ قصائد قلمی حکیم جے سنگھ گوجرانوالیہ

۱۱۴۲۔ قصائد قلمی صوفی محمد افضل طور بی اے منشی فاضل ادیب فاضل گوندلانوالیہ

۱۱۴۳۔ قصہ کپڑا قلمی مکتوبہ سید محبوب علی بن نور عالم برخورداری اگرویہ والہ رح

۱۱۴۴۔ قصہ وجود آدمی قلمی مکتوبہ سید شمس الدین بن اللہ دتہ برخورداری ساہنپالوی رح

۱۱۴۵۔ قصیدہ قلمی مولوی احمد بخش لاہوری رح

۱۱۴۶۔ قصیدہ قلمی مولوی کریم بخش لاہوری رح

۱۱۴۷۔ قصیدہ غوثیہ قلمی مکتوبہ سید اقبال علی بن غلام محی الدین برخورداری ساہنپالوی رح

۱۱۴۸۔ قصیدہ غوثیہ قلمی مکتوبہ سید گل محمد بن شاہ عصمت اللہ برخورداری رح

۱۱۴۹۔ قفس العشق حکیم نظام الدین ٹھوٹھہ کلعال والہ رح تصنیف جمعہ ۱۳ صفر مطبوعہ اندر پریس سیالکوٹ

۱۱۵۰۔ قول الجمیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

ک

۱۱۵۱۔ کتاب الفوائد قلمی مولانا سید حافظ محمد شاہ بن سید محمد امین مختار السالکین برخورداری رح

۱۵۴۔ کریما پندنامہ قلمی — مملوکہ سید گل محمد بن شاہ عصمت اللہ برخورداری رح

۱۵۴۔ کشف المحجوب — مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری رح

۱۵۴۔ کلید بخشش قلمی — سید شریف احمد شرافت نوشاہی عفا اللہ عنہ

۱۵۰۔ کلید گنج الاسرار قلمی — مولانا خلیفہ محمد ابراہیم بن خانجہاں انصاری برقندازی جالندھری رح

۱۵۱۔ کنز الرحمت پنجابی — مولوی محمد حبیب اللہ حنفی قادری رح

۱۵۷۔ کنز الرحمت فارسی — مولانا حکیم محمد اشرف بن عز الدین فاروقی منچری رح

۱۵۸۔ کیکو بر نامہ گکھڑاں۔ — رائے زادہ دُنی چند عرف بال تفاؤ نکوئے۔

۱۵۹۔ کیمیائے سعادت — حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی طوسی رح

گ

۱۶۰۔ گل بہار قلمی — مملوکہ سید اکبر علی شاہ بن حیدر شاہ ہاشمی سنگھوئی والہ رح

۱۶۱۔ گلدستہ صوفیاں (قصہ مرزا صاحباں) حکیم حسن الدین مہرانہ سندھواں والہ رح

۱۶۲۔ گلزار فقرا قلمی — مولوی حکیم کرم الٰہی بن غلام نبی فاروقی بیگووالیہ رح

۱۶۳۔ گلزار نوشاہی — مرزا معظم بیگ بقرمائش سائیں جیون شاہ گوجرانوالیہ

۱۶۴۔ گلستان قلمی — شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رح

مکتوبہ سید غلام محی الدین بن عبداللہ برخورداری پانڈو کی والہ رح

۱۶۵۔ گلشن راز — مولانا محمود شبستری رح

۱۶۶۔ گنجینہ سروری الموسوم بہ گنج تاریخ — مفتی غلام سرور لاہوری رح

ل

۱۶۷۔ لطائف اشرفی

۱۶۸۔ لطائف گل شاہی قلمی — سید گل محمد بن شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رح

م

۱۶۹۔ مآثر الکمال قلمی — سید شریف احمد شرافت عافاہ ربہ۔

۱۷۰۔ ماہتاب پنجاب — چوہدری سلطان علی چک دادن والہ

۱۷۱۔ مثنوی مولانا روم قلمی مکتوبہ مولوی محمد امین کاتب
۱۷۲۔ مثنوی مولانا غنیمت مولانا شیخ محمد اکرم غنیمت کنجاہی
۱۷۳۔ مجمع اللطائف قلمی سید حافظ محمد حیات ربانی بن سید جمال اللہ برخورداری
۱۷۴۔ مجموعۃ الفتاوی مولانا محمد عبدالحی لکھنوی
۱۷۵۔ مجموعہ وظائف نادری نوشاہی سائیں فتح خان قلندر راولپنڈی والہ
۱۷۶۔ محکمہ دمعانی قلمی (قصہ) میاں محمد بخش بن شاہ محمد خوجیانوالیہ
۱۷۷۔ مخزن پنجاب مفتی غلام سرور لاہوری
۱۷۸۔ مخطوطات کتب خانہ آبائیہ سید شرافت عفی عنہ
۱۷۹۔ مخطوطات کتب خانہ سید دوست محمد بن گل محمد برخورداری
۱۸۰۔ مخطوطات کتب خانہ سید عارف حق بن لکھن شاہ برخورداری
۱۸۱۔ مخطوطات کتب خانہ سید غلام علی بن قدم الدین برخورداری ساہنپالوی
۱۸۲۔ مخطوطات کتب خانہ سید غلام قادر بن عبداللہ برخورداری
۱۸۳۔ مخطوطات کتب خانہ سید محمد عالم بن پیر محمد برخورداری ڈھولوالہ
۱۸۴۔ مخطوطات کتب خانہ شاہ اقبال علی بن غلام محی الدین برخورداری
۱۸۵۔ مخطوطات کتب خانہ میاں اشد دتر بن محمد الدین بھڑی والہ
۱۸۶۔ مخطوطات کتب خانہ میاں صاحبزادہ غلام سرور بن غلام حسن گیلانی ایم اے زڑوہ والہ
۱۸۷۔ مخطوطات کتب خانہ میاں محمد علی بن خدا بخش بھڑیوالہ
۱۸۸۔ مدح حضرت نوشہ صاحب قلمی مکتوبہ سید قاسم علی بن غلام محی الدین پانڈوکی والہ
۱۸۹۔ مدح سید غلام علی شاہ قلمی میاں امام الدین کوڑے کرم شاہ والہ
۱۹۰۔ مرآۃ الامین قلمی سید شریف احمد شرافت عافاہ اللہ
۱۹۱۔ مرآۃ الاسرار
۱۹۲۔ مرآۃ الغفوریہ قلمی میاں امام بخش برقندازی لاہوری
۱۹۳۔ مرزا صاحباں (قصہ) میاں محمد دین دلاوری

۱۹۰۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ　　ملا علی بن سلطان محمد قاری رح

۱۹۱۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین　　مرزا عبدالستار بیگ سہسرامی رح

۱۹۲۔ مسودہ قلمی　　پیر معصوم شاہ بن فضل شاہ چک سادہ والہ

۱۹۳۔ مسودہ قلمی　　حافظ منظور حسین بن سردار شاہ سلیمانی ساہنپالوی رح

۱۹۴۔ مسودہ قلمی　　سید شبیر علی بن سلطان علی ہاشمی رملوی رح

۱۹۹۔ مسودہ قلمی　　سید فضل حسین بن غلام حسن برخورداری ڈھلوالہ

۲۰۰۔ مسودہ قلمی　　سید محمد عالم بن نظام الدین برخورداری ٹرجن والہ۔

۲۰۱۔ مسودہ قلمی　　سید محمد علی بن سلطان احمد برخورداری دھیر کے والہ

۲۰۲۔ مشیخہ بغدادیہ　　علامہ سلفی رح

۲۰۳۔ مصباح التعرف

۲۰۴۔ مصباح نورانی　　در حالات خواجہ محکم الدین سیرانی۔

مترجمہ مولوی محمد باقر نقشبندی مجددی دھڑیالوی و

مولوی محمد اعظم قادری نوشاہی برقندازی میرو والی رح

۲۰۵۔ مصطلحات الصوفیہ قلمی مولانا سید حافظ نور اللہ بن سید محمد حیات۔ ربانی برخورداری رح

۲۰۶۔ معارج الولایت　　مولانا عبداللہ عبدی خویشگی قصوری رح

۲۰۷۔ معدن المعانی

۲۰۸۔ معرفۃ المذاہب قلمی　　مملوکہ سید علیم اللہ بن عبدالواسع چک سادہ والہ رح

۲۰۹۔ مقالات برخورداریہ قلمی　　سید شریف احمد شرافت عفاہ اللہ

۲۱۰۔ مقامات داؤدی قلمی　　شیخ عبدالباقی تجی قادری رح

۲۱۱۔ مقامات قطبیہ　　قلمی　　میاں محمد شبیر بن حبیب شاہ قریشی۔ میانی بنڈی والہ

۲۱۲۔ مقصد فرزند عالم　قلمی　مکتوبہ سید ابوسعید مرتاض بن سید جان اللہ فقیہ اعظم برخورداری رح

۲۱۳۔ مکتوب　　احمد بخش بن اللہ دتہ سید برخورداری ڈھلوالہ رح

۲۱۴۔ مکتوب　　امام شاہ بن صدیق شاہ سید برخورداری لاہوری رح

۲۱۵۔ مکتوب — بشیر احمد بشارت بن غلام مصطفےٰ نوشاہی سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۱۶۔ مکتوب — بنے شاہ بن شیر شاہ سید ہاشمی رملوی رح

۲۱۷۔ مکتوب — حاکم شاہ بن عطا محمد سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۱۸۔ مکتوب — سکندر شاہ بن شاموں شاہ سید ہاشمی چک سادہ والہ رح

۲۱۹۔ مکتوب — صبغۃ اللہ بن ابن یمین سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۲۰۔ مکتوب — علم الدین بن پیر شاہ زمانی بھڑیوالہ رح

۲۲۱۔ مکتوب — غلام احمد کاتب متخلص ساد ھو بن فاضل شاہ سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۲۲۔ مکتوب — غلام حسین بن نور احمد سید برخورداری چنبھلی رح

۲۲۳۔ مکتوب — غلام محمد بن شرف الدین شیخ سلیمانی چادہ والہ رح

۲۲۴۔ مکتوب — غلام مصطفےٰ رحمانی بن غلام حسین میاں بھڑیوالہ رح

۲۲۵۔ مکتوب — فضل حسین بن غلام حسن سید برخورداری ڈھلوالہ رح

۲۲۶۔ مکتوب — فیض بخش بن محمد عظیم سید برخورداری رح

۲۲۷۔ مکتوب — قطب الدین بن اللہ دتہ سید برخورداری ڈھلوالہ رح

۲۲۸۔ مکتوب — قل احمد پاک ذات نوشاہ ثانی بن الٰہی بخش سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۲۹۔ مکتوب — کرم الٰہی بن فاضل شاہ سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۳۰۔ مکتوب — گل محمد بن شاہ عصمت اللہ سید برخورداری رح

۲۳۱۔ مکتوب — محمد امین بن قل احمد پاک ذات نوشاہ ثانی سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۳۲۔ مکتوب — محمد حیات بن جمال اللہ فقیہ اعظم سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۳۳۔ مکتوب — نور احمد بن خدا بخش سید برخورداری دھیر کے والہ رح

۲۳۴۔ مکتوب — نور اللہ بن محمد حیات ربانی سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۳۵۔ مکتوبات — الٰہی بخش بن نور اللہ فرشتہ صفات سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۳۶۔ مکتوبات — امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح

۲۳۷۔ مکتوبات — جمال اللہ بن محمد برخوردار بحر العشق سید نوشاہی رح

۲۳۸۔ مکتوبات — حیاتیا نوالہ بن جنن شاہ شیخ سلیمانی رسول نگری رح

۲۳۹۔ مکتوبات — شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری

۲۴۰۔ مکتوبات — شریف احمد شرافت بن غلام مصطفےٰ سید برخورداری ساہنپالوی

۲۴۱۔ مکتوبات — شمس الدین بن اللہ دتہ سید برخورداری ڈھلوالہ رح

۲۴۲۔ مکتوبات — غلام قادر بن عبداللہ سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۴۳۔ مکتوبات — غلام علی شاہ بن قدم الدین شاہ سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۴۴۔ مکتوبات — قدم الدین بن خدا بخش سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۴۵۔ مکتوبات — محمد برخوردار بحر العشق بن حضرت نوشہ گنج بخش سید علوی رح

۲۴۶۔ مکتوبات — محمد شاہ نیک اختر بن محمد امین سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۴۷۔ مکتوبات — محمد ہاشم دریادل بن حضرت نوشاہ عالیجاہ سید علوی رح

۲۴۸۔ مکتوبات — نواب علی حاجی بن میراں بخش میاں نوشہروی رح

۲۴۹۔ مکتوبات — نور اللہ فرشتہ صفات بن محمد حیات ربانی سید برخورداری رح

۲۵۰۔ مکتوبات — نوشاہی غلام مصطفےٰ بن محمد شاہ سید برخورداری ساہنپالوی رح

۲۵۱۔ ملاں وملنگ (قصہ) قلمی — سید پیر محمد بن فضل عالم ہاشمی رنملوی رح

۲۵۲۔ مناقبات نوشاہیہ قلمی — سید عمر بخش بن محمد بخش برخورداری رسول نگری رح

۲۵۳۔ مناقبات ہندی قلمی — مولانا حکیم محمد اشرف بن عز الدین فاروقی منچری رح

مملوکہ حاکم شاہ بن سکندر شاہ ہاشمی چک سادہ والہ رح

۲۵۴۔ مناقب نوشاہی قلمی — مکتوبہ سید غلام محی الدین بن عبداللہ برخورداری پانڈوکی والہ رح

۲۵۵۔ منتخب التواریخ — ملا عبدالقادر بدایونی رح

۲۵۶۔ میلہ جھبڑی قلمی — مولوی حکیم عبدالحق بن کرم الٰہی چشتی نظامی ہرلانوالی والہ رح

۲۵۷۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ۔

ن

۲۵۸۔ نتائج الاخبار قلمی — مولانا محمد ادریس اوچی رح

۲۵۹۔ نجات المسلمین قلمی مکتوبہ سید غلام قادر بن عبداللہ برخورداری ساہنپالوی رح

۲۶۰۔ نجات المسلمین قلمی مکتوبہ سید محمد عظیم بن شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان برخورداری رح

۲۶۱۔ نزہتہ الجلیس علامہ سید فاضل بن علی بن نورالدین مکی حسینی موسوی رح

۲۶۲۔ نغمہ عشق قلمی شہزادہ شاہ بدر رضا شرافتی لوڑھکوی

۲۶۳۔ نفائس الفنون

۲۶۴۔ نفحات الانس من حضرات القدس قلمی مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی رح

۲۶۵۔ نوادر شیخ شہاب الدین قلیوبی رح

۲۶۶۔ نوشاہ زمان قلمی سید شریف احمد شرافت عافاہ ربہٗ۔

۲۶۷۔ نیرنگ عشق (مثنوی) مولانا محمد اکرم غنیمت گنجاہی رح

۲۶۸۔ نیل الاوطار قاضی محمد بن علی یمنی شوکانی رح

و

۲۶۹۔ وحدت نامہ قلمی سید عمر بخش برخورداری رسول نگری رح

۲۷۰۔ وفیات الاعیان قاضی ابن خلکان رح

ہ

۲۷۱۔ ہدایت السالکین الموسوم بہ معمولات نوشاہی قلمی سید شریف احمد شرافت نوشاہی عافاہ اللہ

۲۷۲۔ ہفتاد اولیاء شاہ شریف احمد مراد سہروردی دہلوی رح

۲۷۳۔ ہیر رانجھا (قصہ) سید فضل شاہ لاہوری رح

رسائل و اخبارات

۲۷۴۔ روزنامہ احسان لاہور۔ عید نمبر ۲۹ رمضان ۱۳۶۹ھ

۲۷۵۔ رسالہ ساقی دہلی (ماہنامہ) مئی ۱۹۴۲ء۔ مولانا مختار انور صدیقی بی اے۔

۲۷۶۔ سراج الاخبار جہلم۔ ۲۵ نومبر ۱۹۰۱ء

۲۷۷۔ رسالہ القادر نوشاہی گھکالہ ضلع گورداسپور (ماہنامہ) ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

۲۷۸۔ رسالہ مولوی دہلی (ماہنامہ) شعبان ۱۳۶۳ھ۔

ضمیمۂ اوّل

احوال و آثار

سید شرافت نوشاہی

۱۸۲۹

سلسلہ مطبوعات دارالمؤرخین (۲)

سیّد شرافت نوشاہی

یعنی

احوال و آثار مولانا سیّد شرافت نوشاہی مدظلہ

تالیف

محمد اقبال مجدّدی

دارالمؤرخین ـــــــ لاہور

از

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

مخدومی حضرت سید شریف احمد شرافت علوی قادری نوشاہی مدظلہ العالی سجادہ نشین ساہنپال شریف (گجرات) پنجاب کے جلیل القدر بزرگ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ العزیز بانیٔ سلسلہ نوشاہیہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں اور مسندِ سجادگی پر جلوہ افروز ہیں —— ان عظمتوں کے ساتھ ساتھ حضرت شرافت زید مجدہٗ ظاہری علوم وفنون میں بھی ایسے باکمال ہیں کہ ان کے علوم کی گہرائی، گیرائی اور ان کے بے مثل علمی وتحقیقی کارناموں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور آج سے صدیوں پہلے کے علماء وفضلاء اور مصنفین کی علمی کاوشوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور اس قابلِ قدر خصوصیت کے باعث پنجاب کے سجادہ نشینان میں ان کا مقام بالکل ممتاز اور خاص شان کا حامل نظر آتا ہے۔

حضرت شرافت صاحب قبلہ کی تصنیفات وتالیفات اور مرتبات ومترجمات کے بیاضات کی تعداد دو سو بائیس تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ ضخیم وحجیم تالیف شریف التواریخ ہے، جو قریباً آٹھ ہزار صفحات سے زائد کو محیط ہے۔ ان کی جملہ تالیفات کے صفحات قریباً ساٹھ ہزار ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک صفحہ بلکہ ان کی ہر ایک سطر انھوں نے اپنے خونِ جگر سے لکھی ہے —— میں نے بارہا یہ منظر دیکھا ہے کہ شریف التواریخ کو ایک نظر دیکھنے ہی سے بڑے بڑے اہلِ فضل وکمال وم بخود رہ جاتے ہیں اور ان کی حیرت واستعجاب کی انتہا نہیں رہتی اور

کثیر التصانیف مصنفین ان کی اس بے مثال کوشش و کاوش پر رشک کرنے لگتے ہیں ـــــ اگر جناب شرافت صاحب خانِ خاناں کے دور میں ہوتے یا وہ اس زمانے میں ہوتا تو یقیناً ان کے مسودات و مبیضات کو زر و جواہر میں تولتا اور یہ مسودات و مبیضات، مصنف کے وزن سے بڑھے ہوئے ہیں۔

مگر افسوس کہ حضرت مولانا شرافت صاحب قبلہ ایک متبحر عالم، صاحب طرز ادیب، باکمال شاعر اور بلند پایہ مصنف ہونے کے باوصف وہ شہرت و مقبولیت حاصل نہیں کر سکے۔ جس کے وہ فی الحقیقت مستحق ہیں۔ اس سانحہ کے وجوہ و اسباب ظاہر ہیں کہ وہ پرانی وضع کے بزرگ ہیں اور مرکزِ علم لاہور سے بہت دور ایک گاؤں میں مقیم ہیں اور اپنی سادگی کے باعث شہرت اور مقبولیت حاصل کرنے کے فن سے بالکل ناآشنا ہیں اور نہ وہ مصنفوں اور ادیبوں کی کسی پارٹی کے رکن ہیں اور انھوں نے کبھی کسی انجمنِ ستائش باہمی سے بھی تعلق نہیں رکھا۔ ان "کمزوریوں" کے علاوہ ان کی اپنی برادری کی بے حسی یا علم دشمنی کو بھی خاصا دخل رہا ہے۔ رہے مرید تو وہ صرف تعویذوں کے طالب ہوتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب کے مولف جناب محمد اقبال مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ ذہین، طباع اور محقق نوجوان ہیں، انھوں نے خورد سالی ہی میں نہایت تحقیقی مضامین و مقالات لکھ کر اپنے اعلیٰ ذوقِ تحقیق و جستجو کے نمایاں ثبوت فراہم کر دیئے تھے۔ ان کے متعدد گراں قدر مضامین و مقالات معارف اعظم گڈھ، برہان دہلی، المعارف لاہور، بصائر کراچی اور صحیفہ لاہور ایسے بلند پایہ علمی و ادبی مجلات میں شائع ہو چکے ہیں اور ان مضامین کو علمائے محققین نے بہ نظرِ استحسان دیکھا ہے جناب مجددی صاحب کو بچپن ہی میں کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا بے حد شوق تھا اور یہی شوق انھیں محترمی مولوی محمد شمس الدین مرحوم و مغفور تاجرِ کتبِ نادرہ کے پاس کشاں کشاں لے گیا اور اس ادارہ شمسیہ میں پہنچ کر ان کا یہ شوق جنون میں تبدیل ہو گیا، اور بہت جلد مولوی صاحب موصوف کی ہمت افزائی اور اپنے جنون کی رہبری سے اعلیٰ درجے کے محققانہ مضمون لکھنے لگے اب لڑکپن کا دور ختم ہونے کے ساتھ ہی مولف و مرتب کی حیثیت سے متعارف ہو رہے ہیں اکتوبر ۱۹۷۱ء میں ان کا پہلا مرتبہ و محشی رسالہ "علمائے ساہووالہ (سیالکوٹ)، کا تذکرہ" منظر پر آ چکا ہے ـــــ قصور کے بلند پایہ مگر گم نام مصنف و مولف عبداللہ خویشگی القصوری (م ۱۰۴۴ھ ــ ۱۱۰۵ء) پر نہایت تحقیقی اور تنقیدی کتاب لکھ [illegible]

مجھے یقین ہے کہ ان کی یہ پیش کش انھیں علمی حلقوں میں مقبولیت کا ایک خاص مقام و منصب عطا کرے گی انشاء اللہ العزیز۔

میں مجددی صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب کہ وہ دسویں جماعت کے طالب علم تھے اور شروع ہی سے میں نے انہیں تاریخ کے گم شدہ اوراق اور مورخین کے گم کردہ جواہر کو تلاش کرتے پایا۔ چنانچہ ان کے اس "قابلِ قدر ذوق کی بدولت بہت سے گم نام بزرگوں کے حالات یا اُن کی زندگی کے بعض نئے پہلو اہل علم کے سامنے آچکے ہیں۔ علمائے ساہو والا (سیالکوٹ) کا تذکرہ" بھی ایک نئی دریافت کی حیثیت رکھتا ہے —— عبداللہ خویشگی قصوری کو بھی انھوں نے پھر سے زندہ کر دیا ہے اور اس کے ساتھ اور بھی کتنی شخصیتیں سامنے آگئی ہیں، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ایک دور ایک عہد زندہ ہو گیا ہے۔

پردہ گم نامی میں مستور اربابِ علم و کمال اور صاحبِ صلاح و فلاح حضرات کو منظرِ عام پر لانے والا جو بے پناہ جذبہ جناب مجددی صاحب کے دل میں موجزن رہتا ہے، نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ ناقدری کے اس بدترین دور میں زندہ و موجود ایک زبردست عالم، محقق، مورخ، تذکرہ نویس، پنجابی، اردو، فارسی اور عربی کے ادیب و شاعر، تاریخ گو، خطاط، مولف، مصنف، مترجم، ماہرِ علم انساب، صوفی صافی جناب علامہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ کو پردہ گمنامی سے نکال کر منظرِ عام پر لائیں۔ حضرت شرافت کے علمی مقام اور کام سے اربابِ علم و دانش کو متعارف کرانا اس لئے بھی ضروری تھا کہ ان کی اکثر تالیفات سے استفادہ و استفاضہ کے بغیر پنجاب کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ادبیات و تصوف کی تاریخ کی تکمیل انتہائی مشکل ہے۔

—— چنانچہ جناب مجددی صاحب نے بڑی محنت اور خلوص سے حضرت سید شرافت نوشاہی کے احوال و آثار پر یہ کتاب لکھی ہے تاکہ اربابِ علم ان کی زندگی ہی میں ان سے استفادہ و استفاضہ کا شرف حاصل کریں اور یہاں کے وہ بڑے بڑے ادارے جو قومی اور علاقائی زبانوں اور ثقافت کی خدمت گزاری کے مدعی ہیں، وہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوں۔

پیشِ نظر کتاب کے مطالعہ کے دوران یہ بات محسوس ہوئی کہ بعض حضرات یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ مجددی صاحب کی یہ تالیف "جدید معیارِ تنقید" پر پوری نہیں اترتی، اور حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے تنقیدی نقطۂ نظر سے یہ کام کیا ہی نہیں، اور نہ انھیں یہ فریضہ انجام دینا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ راقم السطور کی طرح وہ بھی شرافت صاحب کے حلقۂ احباب میں

شامل ہو چکے ہیں اور جہاں "حُب" آجائے وہاں "تنقید" کا معاملہ ڈھیلا اور کمزور پڑ جاتا ہے اور جانب داری غالب آجاتی ہے، جس طرح کہ معاندو مخالف کی تنقید غیر تعمیری ہوتی ہے۔ لہذا مجددی صاحب نے پاکستان کے دانشوروں، محققوں، مورخوں اور ناقدوں کو وقت کے ایک جید عالم اور اس کی نہایت وقیع اور وسیع علمی خدمات سے متعارف کرا دیا ہے۔ اب ان حضرات کا یہ کام ہے کہ سا ہن پال شریف پہنچ کر ان ذخائر علمیہ کو دیکھیں اور ان پر تحقیقی و تنقیدی کام کریں۔ پنجاب یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد کو خصوصاً اس طرف توجہ مبذول کرنی چاہیے۔

آخر میں

یہ دعا ہے کہ عزیز القدر جناب محمد اقبال مجددی سلمہٗ کی یہ سعی عند اللہ مشکور اور عند الناس مقبول ہو اور ایسے مفید کام کرنے کی انہیں زیادہ سے زیادہ توفیق ملتی رہے، اور وہ گمنام علماء کو گمنامی کے گوشوں سے منظرِ عام پر لاتے لاتے خود آسمانِ شہرت کا درخشندہ و تابندہ ستارہ بن جائیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

۵۵۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

۱۷۔ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ   نظر ثانی ۱۴۰۲ھ

مقدمہ

از مولف

لاہور کے مشہور علم پرور بزرگ مولانا محمد شمس الدین مرحوم تاجر کتب نادرہ متوفی ۱۱۔ جنوری ۱۹۶۸ء کی دکان (زیر مسلم مسجد چوک انارکلی لاہور) پر پہلی مرتبہ ۱۹۴۴ء میں مولفِ احقر کا مولانا سید شرافت نوشاہی مدظلہ سے اس طرح تعارف ہُوا کہ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی مدظلہ کو کتاب "مقاماتِ داؤدی" اور اس کے مصنف کے بارے میں معلومات درکار تھیں ڈاکٹر صاحب، مولوی شمس الدین مرحوم کی دکان پر تشریف لائے اور مذکورہ کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں دریافت کیا۔ مولوی صاحب مرحوم نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ تقریباً ایک ماہ بعد ایک سِن رسیدہ مگر توانا و تندرست بزرگ، مولوی صاحب مرحوم کی دکان پر تشریف لائے۔ مولوی صاحب مرحوم نے ڈاکٹر صاحب کی مطلوبہ کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں ان سے استفسارات کئے، انھوں نے مولوی صاحب مرحوم کے سوالات کے جواب میں فرمایا کہ "مقاماتِ داؤدی" شیخ داؤد کرمانی شیرگڈھی متوفی ۹۸۲ھ کے حالات پر ہے اور اس کے مصنف عبدالباقی بن جان محمد جُجی قادری ہیں۔ سال تصنیف لفظ "ملفوظ" (۱۰۵۶ھ) سے برآمد ہوتا ہے اور اس کا ایک خطی نسخہ میرے ذاتی کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔"

مولف احقر حیرت و استعجاب کی تصویر بنا اس سیدھے سادے دیہاتی بزرگ کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا اور ان کی باتوں کا ایک ایک حرف لوحِ ذہن پر نقش ہوتا چلا گیا۔ گھنٹہ بھر کے قیام کے بعد یہ بزرگ رخصت ہو گئے۔

ان کی روانگی کے بعد مولف نے مولوی صاحب مرحوم سے ان کے متعلق دریافت کیا مولوی صاحب مرحوم نے بتایا کہ یہ سید شرافت نوشاہی ہیں جو زبردست عالم، محقق اور مصنف بزرگ ہیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا صرف اور صرف علم ہے۔ علم کی طلب ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے اور اب تک انھوں نے تقریباً سو کتابیں لکھی ہیں۔ راقم تصانیف کی تعداد سُن کر حیران رہ گیا۔ مولوی صاحب مرحوم نے میرے چہرے پر بے یقینی کے آثار ملاحظہ کرتے ہوئے کتاب "اذکارِ نوشاہیہ" لاکر میرے سامنے رکھ دی اور کہا کہ یہ ان کی ایک تصنیف ہے، اس میں انھوں نے اپنی دیگر تصانیف کا تعارف بھی لکھا ہے۔

بس پھر کیا تھا مولف ان کا مشتاق ہو گیا۔ مولوی صاحب مرحوم کو ان کا صحیح پتہ معلوم نہیں تھا۔ میرے بار بار اصرار پر مولوی صاحب کہنے لگے اگر تمہیں ان کا صحیح پتہ مل بھی جائے تو تم ان کو گھر پر نہیں پاؤ گے، کیونکہ ان کا گھر صرف پاکستان کے کتب خانے ہیں، خدا معلوم وہ اس وقت کس کتب خانہ میں بیٹھے تحقیق میں مصروف ہوں۔

مولوی شمس الدین ۱۱۔ جنوری ۱۹۶۸ء کو اچانک ہمیں داغِ مفارقت دے گئے مرحوم کی وفات کے بعد اُن ہی کی دکان پر مولانا شرافت سے میری پہلی مفصل ملاقات ۱۵۔ مارچ ۱۹۶۸ء کو ہوئی اس ملاقات میں جب میں نے ان سے اپنے ذاتی کتب خانہ کا ذکر کیا تو کتابوں کے اس عاشقِ صادق نے فوراً میرے ساتھ چل کر کتابیں دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ مولف بھی ان کے فیضِ صحبت اور ان کے سخنانِ عالیہ سے مستفید ہونے کا متمنی تھا۔ چنانچہ اس موقعہ کو غنیمت جانا اور تمام دیگر کام چھوڑ مولانا کو ساتھ لے کر سیدھا گھر پہنچا۔ مولانا صاحب دوپہر ۱۲ بجے سے غروبِ آفتاب تک مسلسل کتابیں دیکھتے رہے، ان کے تسلسل میں نام کو بھی توقف نہ تھا۔ مولوی شمس الدین مرحوم نے ان کے انہماک اور ذوق و شوق کی جو غائبانہ تصویر کھینچی تھی وہ اس دن مولف کے کتب خانہ میں مجسم صورت

اختیار کر گئی۔

اس کے بعد مولانا شرافت جب بھی لاہور تشریف لائے تو تشریف آوری سے قبل اس احقر کو ضرور اطلاع دی۔ مولوی شمس الدین مرحوم کی وفات کے بعد گو وہ پہلے جیسی علمی رونق اور محفلوں میں گرمی نہیں رہی مگر اس کی کچھ تلافی اس طرح ہوئی کہ چند اہل علم حضرات کی نشست و برخاست مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کے مطب پر ہونے لگی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ علمی محفلیں اب تک اپنی بہار دکھا رہی ہیں اور مولانا شرافت سے تین چار ماہ بعد اسی علمی مرکز پر ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

مولف احقر ۱۹؍ شعبان ۱۳۸۹ھ / ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو مولانا شرافت کے دولت خانہ پران کا ذاتی کتب خانہ واقع ساہن پال (گجرات) دیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔ سب سے پہلے مولانا کی اپنی تصانیف کی زیارت کی۔ مولانا کی تصانیف دیکھ کر احقر بحر حیرت کی عمیق گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ اڑھائی سو کے قریب ضخیم و حجیم کتابیں اور رسائل جو تمام کے تمام ان کے اپنے ہاتھ کے نہایت خوش خط لکھے ہوئے ہیں، ان میں بہت زیادہ باذوب نظر اور قابل توجہ شریف التواریخ ہے جس کی ضخامت اور حسنِ کتابت و ترتیب کو دیکھتے ہی یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرتِ شرافت سینکڑوں سال پہلے کے بزرگوں کے قافلہ سے بچھڑ گئے تھے اور اس ناقدری کے دور میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

شریف التواریخ تین جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد ۱۲۷۵ صفحات کو محیط ہے، دوسری ۲۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور تیسری جلد تقریباً پانچ ہزار صفحات سے زائد ہے۔

غرض کہ مولانا شرافت کی تصانیف دیکھ کر قرون اولیٰ کے ان کثیر التصانیف مصنفین کی یاد تازہ ہو گئی جن کے حالات اور تصانیف کا ذکر علماء کے تذکروں میں پڑھا کرتا تھا۔

مولانا کی تصانیف، تاریخ، تصوف، حدیث، فقہ، تراجم، رجال، طب، انشاء اور نظم پر مشتمل ہیں، لیکن بیشتر تصانیف کا موضوع سلسلۂ نوشاہیہ کی تاریخ اور

تعلیمات ہے۔

احقر متواتر تین روز ساہن پال میں بیٹھ کر مولانا شرافت کے خزائن علیہ سے متمتع ہوتا رہا اور یہ خیال آتا رہا کہ اس صلے سے بے پروا اور ستائش سے بے نیاز خادم علم و ادب پہ ایک تعارفی مقالہ لکھنا چاہیے تاکہ اس دور کے محققین کو معلوم ہو کہ ان کے ملک میں ایک ایسا جوہرِ قابل موجود ہے جو بالکل علمائے سلف کے انداز میں کام کیے جا رہا ہے اور جسے ہرگز ہرگز یہ توقع نہیں کہ اس کی خونِ جگر سے لکھی ہوئی کتابیں شائع ہو سکیں گی۔ مگر وہ محض اپنے ذوق کی تسکین کے لیے اپنی سجادگی اور وسیع حلقہ مریدین و معتقدین سے بے نیاز ہو کر محوِ تالیف و تصنیف رہتا ہے۔

احقر کے دل میں یہ جذبہ کروٹیں لے رہا تھا کہ قدرت نے اس کی تکمیل کا سامان خود پیدا کر دیا کہ حضرت شرافت مدظلہ بوجوہ اپنی مصنفہ تمام کتب اپنے فرزند جناب سید الظفر صاحب کے گھر لاہور لے آئے۔ چنانچہ میں نے صاحبزادہ صاحب موصوف کے گھر بیٹھ کر ان تصانیف کو پھر ایک بار دیکھا اور ان کی تعارفی فہرست مرتب کی۔

محمد اقبال مجددی

دار المورخین لاہور

۸۔ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

۲۹۔ اکتوبر ۱۹۷۱ء

اشاعتِ ثانی

خداوندِ کریم کے فضل سے یہ کتابچہ دوسری مرتبہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ایڈیشن میں حضرت شرافت کی ان کتابوں کے نام بھی درج کیے گئے ہیں۔ جو ۱۳۹۰ھ سے ۱۴۰۲ تک تالیف ہوئی ہیں۔

مخلص

محمد اقبال مجددی

۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

سرگزشتِ شرافت بزبانِ شرافت

۲۴ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو مولانا شرافت نے مولف کی استدعا پر مولف کی زیرِ ترتیب کتاب "مآثر المعاصرین" میں اپنے حالات زندگی اپنے قلم سے تحریر فرمائے جنھیں ذیل میں بلفظہٖ نقل کیا جا رہا ہے۔

"میرا نام شریف احمد، تخلص ولقب شرافت، کنیت ابوالظفر ہے۔ میری پیدائش ۱۹ شعبان ۱۳۲۵ھ / ۲۸ ستمبر ۱۹۰۷ء / ۱۲ اسوج ۱۹۶۴ب کو بمقام ساہن پال شریف تحصیل پھالیہ۔ ضلع گجرات پنجاب میں ہوئی۔

میرے والد صاحب کا اسم گرامی اعلیٰحضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی تھا جو خاندانِ سادات علوی نوشاہی کے ایک جید عالم تھے۔ پچیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کے فارسی اور پنجابی اشعار ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ۱۳۸۴ھ میں انتقال کیا۔ ان کے والد کا نام سید حافظ محمد شاہ متوفی ۱۳۲۷ھ مصنف کتاب الفوائد وغیرہ نو کتب ابن سید محمد امین الملقب بہ مختار السالکین مصنف وظیفہ امینیہ متوفی ۱۳۱۰ھ ابن سید حافظ قل احمد ملقب بہ نوشاہ ثانی متوفی ۱۲۸۶ھ مصنف وسائط العلوم وغیرہ آٹھ کتب ابن سید حافظ الٰہی بخش ملقب بہ مظہر حق متوفی ۱۲۵۳ھ مصنف الروضۃ الزکیہ ابن سید حافظ نور اللہ ملقب بہ فرشتہ صفات مفتی قصبہ رسول نگر متوفی ۱۲۲۹ھ مصنف فتاویٰ نوشاہیہ وغیرہ سات کتب ابن سید حافظ محمد حیات ملقب بہ ربانی متوفی ۱۱۷۳ھ مصنف تذکرہ نوشاہی وغیرہ چار کتب ابن سید حافظ جمال اللہ ملقب بہ فقیہ اعظم متوفی ۱۱۴۲ھ مصنف حقائق الآثار ابن سید حافظ محمد برخوردار ملقب بحر العشق متوفی ۱۰۹۳ھ مصنف جامع الاسرار ابن شیخ الاسلام حضرت سید حافظ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری متوفی ۱۰۶۴ھ مصنف کلیاتِ نوشہ گنج شریف اردو و پنجابی وغیرہ۔

میں جب چار سال چار ماہ چار دن کا ہُوا تو میرے دادا صاحب نے مجھے بسم اللہ شریف شروع کرائی۔ ۲۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو پہلا سبق دیا۔ میں نے اپنے جد بزرگوار سید حافظ محمد شاہ سے قرآن مجید[1] اور دیگر فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو عربی کی کتابیں اپنے والد مکرم سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ اس کے بعد فنِ کتابت[2] (نسخ اور نستعلیق) مولانا محمد حسین مبارک رقم[3] مرحوم ساکن عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ سے سیکھا۔ کتابت میں میرا تخلص نفیس رقم ہے۔ بیعت طریقت سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے والد صاحب قدس سرہٗ سے کی[4] اور انھوں نے خلافت و اجازت سے مشرف کیا[5]۔ ۱۶۔ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ کو انھوں نے شمس الفقراء کے خطاب سے نوازا۔

ابتدا میں مناظرہ کا شوق تھا لیکن جب صوفیائے کرام کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو اس طرف طبیعت راغب ہو گئی۔ اب اہل اللہ کی تصانیف و تذکرے مطالعہ کرنے اور ان کی سیرت پر عمل کرنے کا اشتیاق غالب ہے۔ بزرگوں کے روحانی تصرف سے تصنیف و تالیف کا خیال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اب تک کم و بیش دو سو کتابیں تالیف ہو چکی ہیں۔ آج جب یہ مضمون تحریر کر رہا ہوں اور اس کتاب مآثر المعاصرین تالیف مولانا محمد اقبال مجددی لاہوری میں اپنی یادداشت لکھ رہا ہوں بحساب قمری میری عمر سات روز کم

---

[1] قرآن مجید بعمر سات سال ۱۳۳۲ھ میں ختم کیا۔ (شریف التواریخ جلد دوم طبقہ اول)

[2] ۱۳۴۱ھ و ۱۳۴۲ھ میں عادل گڑھ میں رہ کر فنِ کتابت سیکھا۔

[3] مولوی محمد حسین مبارک رقم متوفی ۱۳۸۳ھ / ۸۔ مئی ۱۹۶۴ء لاہور۔ مدفون عادل گڑھ (بروایت صاحب سوانح)

[4] ۵۔ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں بیعت ہوئے۔ (شریف التواریخ جلد دوم طبقہ اول)

[5] خلافت ۱۳۴۵ھ میں ملی۔ (شریف التواریخ جلد دوم طبقہ اول)

پینسٹھ سال ہے اور اگر شمسی حساب لیا جائے تو بحساب عیسوی تریسٹھ سال اور سولہ روز ہے
اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر کرے۔ آمین

انا الفقیر خادم اہل اللہ سید شریف احمد شرافت
نوشاہی ساہنپالوی کان اللہ لہٗ
۔ شعبان ۱۳۹۰ھ / ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء
لاہور

اشاعتِ ثانی

میری عمر اب بحسابِ قمری ۷۶ سال آٹھ ماہ سترہ دن۔ اور بحسابِ شمسی ۷۴ سال ۵ ماہ ۳ روز ہے۔
اور میری تصانیف دو سو بیس ۲۲۰ سے کچھ زائد ہو چکی ہیں۔

۱۶ ربجادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ
۳۔ مارچ ۱۹۸۲ء

سید شرافت نوشاہی

لہ صاحبِ سوانح مولانا شرافت نے اپنی خود نوشت سرگزشت میں اپنا شجرۂ نسب حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش تک لکھا ہے۔ حضرت نوشہ سے اوپر کے اسمائے گرامی کے لیے ملاحظہ ہو انوارِ نوشاہیہ و اذکارِ نوشاہیہ مرتبہ صاحبِ سوانح۔

ساہن پال شریف

صاحب سوانح کا مولد و منشاء

(ساہن پال شریف سے متعلق یہ تمام تر معلومات صاحبِ سوانح مولانا سید شرافت کی مرتبہ کتاب "غرائب الاقوال تاریخ ساہن پال" سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔)

زمانہ قدیم میں دریائے چناب کے شمالی کنارے پر "نوشہرہ" نامی ایک گاؤں آباد تھا[1] اس میں قوم تارڑ کی اکثریت تھی۔ اس مناسبت سے یہ گاؤں نوشہرہ تارڑاں مشہور ہو گیا۔ اس کے علاوہ اقوام ماگھٹ، رانجھا، گوندل، لودھرا، بلوچ اور ساداتِ بھی وہاں آباد تھے۔ اکبر کے زمانہ میں حضرت نوشاہ گنج بخش "کا عقد شاہ فتح محمد مرحوم کی صاحبزادی نوشہرہ میں ہوا۔ اس لیے اسی گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے[2]

چونکہ آپ کو منصبِ قطبیت حاصل ہوا تھا اس لئے وہ گاؤں قطبِ نوشہرہ کے نام سے معروف ہو گیا[3]

نوشہرہ کے ایک سردار چودھری مہان ولد ابو الخیر تارڑ کا بڑا لڑکا چودھری شاہین

---

[1] سلسلہ نوشاہیہ کی تمام قدیم کتب مثلاً مرزا احمد بیگ لاہوری کا رسالہ الاعجاز، حافظ محمد حیات کا تذکرہ نوشاہی اور محمد اشرف منچری کی کنز الرحمت وغیرہ میں اس گاؤں کو نوشہرہ ہی لکھا گیا ہے۔

[2] مرزا احمد بیگ لاہوری، رسالہ الاعجاز قلمی مملوکہ مولانا شرافت، حافظ محمد حیات نوشاہی، تذکرہ قلمی مملوکہ مولانا شرافت۔

[3] یہ روایت صدری ہے۔

اپنی ہونہاری اور لیاقت کی وجہ سے بہت معروف تھا۔ کثرتِ استعمال سے شاہین بال کی بجائے ساہن پال زبان زدِ خاص و عام ہوگیا۔ چونکہ وہ حضرت نوشاہؒ کے خاص مقربین میں سے تھا۔ اس نے اپنے نام پر ایک علیحدہ گاؤں آباد کرنے کی اجازت لی۔ چنانچہ عہدِ اکبری ۹۹۴ھ میں اس نے یہ گاؤں آباد کر کے چک ساہن پال نام رکھا۔ حضرتِ نوشاہؒ بھی نقلِ مکانی کر کے اس گاؤں میں تشریف لے آئے۔ (تحقیقِ نوشاہی قلمی از سید عمر بخش نوشاہی رسولنگری مملوکہ مولانا شرافت۔)

اس زمانہ میں یہ علاقہ نواب صادق خان میر بخشی کی جاگیر میں تھا۔ اس لیے اس کا نام بھی گاؤں کے نام کا جزبن گیا[2] یعنی صادقپور چک ساہن پال۔ چنانچہ قدیم تحریروں میں کئی مقامات پر اس کا پورا نام صادقپور چک ساہن پال ہی لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ حضرت سید حافظ فتح احمد نوشاہ ثانی متوفی ۱۲۸۹ھ کے دستخطوں میں بھی پورا نام مذکور ہے[3]۔

اس کے بعد صادق پور اور چک کے الفاظ متروک ہوگئے اور صرف ساہن پال مشہور ہوگیا جو اب تک معروف ہے۔

۱۱۷۰ھ میں یہ گاؤں دریا برد ہوگیا اور پھر دوسری جگہ آباد ہوا[4]۔ ۱۲۳۷ھ میں وہاں بھی دریا نے تباہی مچائی[5]۔ پھر تیسری جگہ آباد کیا گیا جو اب تک قائم ہے۔ اس گاؤں میں صاحبِ سوانح کے جدِ اعلیٰ حضرتِ حاجی محمد نوشاہ گنج بخشؒ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔ آپ کی اولادِ امجاد اور بانی گاؤں چودھری ساہن پال قوم تارڑ کی اولاد اس گاؤں میں اس کتاب کی تالیف تک آباد ہے۔

---

[1] مرزا احمد بیگ: رسالہ الاعجاز قلمی، حافظ محمد حیات نوشاہی: تذکرہ نوشاہی قلمی۔

[2] ان کی مکتوبہ کتابوں کے ترقیموں میں اس کا پورا نام درج ہے۔ یہ سب قلمی کتابیں صاحبِ سوانح کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں۔

[3] بیاض سید خیر اللہ متوفی ۱۲۰۰ھ۔ قلمی مملوکہ مولانا شرافت۔

[4] بیاض سید غلام قادر نوشاہی متوفی ۔۔۔ قلمی نوکہ مولانا شرافت۔

اسی شرف کی بنا پر ساہن پال شریف کہلاتا ہے۔ مرزا احمد بیگ لاہوری متوفی ۱۱۰۹ھ نے اپنے رسالہ الاعجاز میں اس گاؤں کی تعریف میں ایک غزل لکھی ہے، جو یہ ہے۔

ے

ملتبب ست بہ فیض و بعشق مالا مال
بہشت روئے زمین ست چک ساہن پال

زہے مکاں چہ مکاں کو بچشم بخشد نور!
زہے زمیں چہ زمیں کو بدل بہ بخشد حال
زساکناں چہ بزرگ و چہ خورد گر بیستی
بباطن اند پُراز سوز ظاہر آب زلال
بہر مکاں کہ درو تعلب حق مقام کند
عبور چوں نکند سالک و ولی ابدال
بلطفِ خویش بخواں و مراں تو احمد را
بدرگہت سرخود ماندہ برامید وصال

پہلے میرا مطالعہ کیجیے

مولانا سید شرافت نوشاہی کی ۲۴ تصانیف کی یہ فہرست ہم نے بلحاظِ موضوعات مرتب کی ہے۔ اس فہرست میں حسبِ ذیل امور قابلِ توجہ ہیں:

(i) یہ تمام کتابیں نہایت خوش خط، خود صاحبِ سوانح (سید شرافت مدظلہ) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔

(ii) اسماءِ کتب کے بعد جو تاریخیں اور سنین درج کیے گئے ہیں ان سے مراد سالِ تصنیف ہے۔

(iii) بعض کتابوں کے محتویات اور موضوع ناموں سے ظاہر ہیں اور بعض قابلِ وضاحت اسماء کی وضاحت مجمل کیفیت کے طور درج کر دی ہے۔

تفسیر

(۱)

۱

۱۔ دُرالنظیم فی فضائل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (عربی)

تاریخ اختتام ۲۰۔رجب ۱۳۰۵ھ۔ صفحات ۲۶

یہ مولانا نے اپنے چھوٹے بھائی ابوالرضا سید بشیر احمد بشارت نوشاہی

المتوفی ۱۳۰۱ھ کے حسبِ التماس رسالہ لکھا

۲

۲۔ علوم القرآن تمام علوم قرآن مجید سے ثابت کئے ہیں۔

سال تصنیف ۲۵ر شوال ۱۳۶۳ھ صفحات ۲۰۰

حدیث

(۲)

۳

۱۔ الروض الجنان فی احادیث سید الانس والجان (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۷ شعبان ۱۳۰۹ھ ۔ صفحات ۴۰

یہ ۲۰۴ ایسی احادیث کا بلحاظ حروف تہجی مجموعہ ہے جو مولانا شرافت کو حفظ تھیں۔

فقہ

(۳)

۴

۱۔ انوار السیادت فی آثار السعادت

یہ کتاب مندرجہ ذیل وش رسائل کا مجموعہ ہے۔

اول: تنویر الہدیٰ فی تعیین ذوی القربیٰ۔

دوم: احیاء المیت فی تعیین اہل البیت۔

سوم: الکلام المستدوفی تعیین آل محمدؐ۔

چہارم: اعلام القیادت فی اقسام السیادت
پنجم: القول الجلی فی سیادۃ علی
ششم: الحجج القویہ فی سیادۃ العلویہ
ہفتم: الاتجاہ الی سیادۃ النوشاہ
ہشتم: افادۃ الالٰہیہ فی سیادۃ النوشاہیہ
نہم: صواعق البرقات فی ردّ الاعتراضات

دہم: الفضائل والمسائل

تاریخ تصنیف ۱۳۔رجب ۱۴۰۷ھ ۔ صفحات ۴۰۴

کیفیت: اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ ذوی القربیٰ، اہل بیت، آل محمد اور سید سارے علوی ہیں خواہ وہ فاطمی ہوں یا غیر فاطمی۔ اور حضرت نوشہ گنج بخشؒ اور ان کی اولاد کو بھی ان میں شامل کیا گیا ہے۔

۵

۲۔ تحفۃ المحبین فی جواز سماع العاشقین

ذیقعد ۱۴۰۳ھ ۔ صفحات ۹۰

اس رسالہ میں قرآن مجید، احادیث نبویہ، اقوال خلفائے راشدین اور ارشادات علمائے محدثین و فقہاء و اولیاء اللہ سے صوفیہ کے سماع کی اباحت ثابت کی ہے۔

۶

۳۔ سیادۃ العلویہ

۲۲۔ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ ۔ صفحات ۱۵۳

اس میں قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں بطریق سوال وجواب علوی النسب خاندانوں کی سیادت ثابت کی ہے۔ اس میں بنی فاطمہ کی تخصیص نہیں۔

۴۔ صحیفہ مسائل (شاہدیات) اردو

۷

۱۳۰۵ھ ۔ صفحات ۲۲۰

اس میں شاہد رضا شرافتی کے ایک سو سوالات کے سید شرافت صاحب نے جوابات لکھے ہیں۔

۵۔ نقشبندیوں میں سجدۂ تعظیم (جواز سجود التحیۃ من حضرات المجددیہ) اردو

۸

شوال ۱۳۵۶ھ ۔ صفحات ۳۶

اس رسالہ میں ثابت کیا ہے کہ قیوم اربعہ مجددیہ کو سجدہ تعظیم کیا جاتا تھا۔

۶۔ وعظ نوشاہی ۔ اردو ۱۲ محرم ۱۳۵۹ھ صفحات ۳۵

۹

سید شرافت صاحب نے اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی کا یہ ایک وعظ لکھا ہے جو انہوں نے موضع وایاں والی چک نمبر ۲۷ ضلع شیخوپورہ کی مسجد میں کیا تھا۔

مناظرہ

(۴)

۱۔ سجادہ نشین

۱۰

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے:

اول: ارشاد الاخیار ۔ اس کا تعارف تاریخی کتابوں میں آئے گا۔

دوم: خلافت اکبریہ ۔ یہ تاریخی ہجری نام ہے ۔ (۱۳۴۹ھ)

محرم الحرام ۱۳۴۹ھ ۔ صفحات ۱۷۰

اس میں حضرت سید حافظ محمد برخوردار "بحر العشق" متوفی ۱۰۹۳ھ کی خلافت و نیابت کے ایک سو باسٹھ ۱۶۲ دلائل دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد حضرت نوشہ گنج بخش متوفی ۱۰۶۴ھ کے

ولی عہد و سجادہ نشین تھے۔

سوم : الخلافت فی ردّ النیابت ۔ یہ تاریخی عیسوی نام ہے ۔ (۱۹۳۰ء)

مطابق محرم الحرام ۱۳۴۹ھ ۔ ۲۲۰

اس میں شیخ فضل حسین کے رسالہ النیابت کا ترکی بترکی جواب ہے۔

۲۔ **مناظرہ شیعہ سنی** : ۲۱۔۲۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ یہ مناظرہ بمقام جتی شاہ رحمان ضلع گوجرانوالہ ہوا۔ اہل سنت کی طرف سے مولوی ثناء اللہ امرتسری اور شیعوں کی طرف سے مرزا احمد علی امرتسری مناظر تھے۔ مسئلہ اصحاب ثلاثہ کے ایمان اور ماتم کے جواز و عدم جواز پر تھا۔ اہل سنت کو فتح ہوئی۔ ۱۱

۳۔ ظفر حنفیہ بر فرقہ مرزائیہ ۱۲

۱۱۔ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ صفحات ۹۰

اس میں مسلمانوں اور مرزائیوں کے ایک مناظرہ کی روئداد درج کی ہے جو بمقام بھڑی شاہ رحمان۔ ضلع گوجرانوالہ حیات و وفات مسیح اور صداقت و تکذیب مرزا غلام احمد پر ہوا تھا۔ اسلامی مناظر مولوی حکیم تاج محمد ساکن من چک ضلع گوجرانوالہ مرزائی مناظر مولوی محمد عبداللہ۔ ساکن پیرکوٹ متصل حافظ آباد۔

۴۔ فیصلہ حقہ یکم صفر ۱۳۴۹ھ۔ صفحات ۱۲ ۱۳

اس میں خاندان نوشاہی کے چار قومی اختلافی مسئلوں کا فیصلہ ہے۔

۵۔ کشف الحقائق ۱۴۔ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ صفحات ۲۴ مطبوعہ ۱۴

یہ رسالہ ماسٹر تاج الدین لون کشمیری کے رسالہ "تذکرہ نوشہ گنج بخش" کے اغلاط کی نشان دہی اور اس کے جواب میں ہے۔

۶۔ مراۃ الحق (مناظرہ من چک) ۱۵

۱۳۵۱ھ ۔ صفحات ۴۵

یہ مناظرہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر بمقام مدن چک ضلع گوجرانوالہ ہوا تھا۔ اس کی روئداد درج کی ہے۔ حنفی مناظر، مولوی قاضی نور محمد[1] ساکن قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ۔ اہل حدیث مناظر مولوی محمد یوسف دینانگری۔

تصوف

(۵)

۱۔ اثبات صحبۃ الحسن مع الامام ابی الحسن — 16

۱۳۰۷ھ۔ صفحات ۳۰

یہ حضرت امام حافظ جلال الدین سیوطی کے رسالہ اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں حضرت امام حسن بصریؒ کی ملاقات اور سماع حدیث۔ حضرت علی المرتضیٰؓ سے ثابت کیا ہے۔ دیباچہ میں مترجم نے اس سلسلہ کے دیگر حوالے بھی جمع کر دیئے ہیں۔

۲۔ الاسرار والمعارف ۱۳۹۰ھ صفحات ۱۶ (مطبوعہ شمس المشائخ نارووال ستمبر ۱۹۶۹ء) — 17

مختصر ارشادات حضرت نوشہ گنج بخشؒ

۳۔ برکات المحبوب فی زیارۃ السالک والمجذوب — 18

۴۔ صفر ۱۳۶۹ھ صفحات ۲۴

اس میں سید حافظ پیر جماعت علی شاہ شیرازی نقشبندی مجددی علی پوری۔ اور مائی اللہ رکھی مجذوبہ پسروری کی ملاقات و زیارت کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ جواہرات۔ ترجمہ اردو کلمات طیبات — 19

[1] قاضی نور محمد ۱۳۸۵ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت نوشاہِ عالیجاہؒ کے ہزار ارشادات کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔

۲۰ ۵۔ جواہر مکنون (مطبوعہ)

چہار بہار کے خاتمہ سے حضرت نوشہ صاحبؒ کے ایک سو ارشادات سید شرافت نوشاہی نے ترجمہ کیے تھے۔ پیر معصوم شاہ نوری کتب خانہ لاہور نے عبدالرؤف نوشاہی کے نام سے شائع کر دیئے ہیں۔

۲۱ ۶۔ خزائن الاسرار ترجمہ اردو چہار بہار

۲۵۔ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ صفحات ۱۵۴

حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے ملفوظات کتاب چہار بہار جمع کردہ شیخ محمد ہاشم تھرپالوی کا اردو ترجمہ۔

۲۲ ۷۔ ذخائر الجواہر فی بصائر الزواہر (ارشادات نوشاہیہ)

۲۷۔ رجب ۱۳۷۱ھ۔ صفحات ۰۰

اس میں چھ باب ہیں اور ان میں حضرت نوشہ صاحب کے پانسو چالیس ارشادات قرآن مجید کے رکوعات کے شمار کے مطابق لکھے ہیں۔

۲۳ ۸۔ ضیاء العارفین (مجالس نوشاہی)

۶۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ۔ صفحات ۱۷۴

اس میں سید شرافت نوشاہی نے اپنے والد اعلیٰ حضرت سید غلام مصطفیٰ نوشاہیؒ کی اُنیس مجلسوں کا ذکر لکھا ہے۔

۲۴ ۹۔ فیض چشتیہ۔ فارسی

۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ۔ صفحات ۳۲

اس رسالہ میں سید شرافت نوشاہی نے سید ابوالبرکات پیر فضل شاہ ولد سید

---

[1] چہار بہار (ملفوظاتِ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ، جامع شیخ محمد ہاشم نوشاہی تھرپالوی بسال ۱۱۰۹ھ

مظفر شاہ چشتی نظامی جلال پوریؒ کے ساتھ اپنی ایک ملاقات کا حال لکھا ہے۔

۲۵

۱۰۔ کلمات طیبات (ملفوظات نوشاہ عالیجاہؒ) فارسی

یکم ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ صفحات ۱۰۱

اس کتاب میں مولانا شرافت نے حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے ایک ہزار کلمات و ارشادات کو بترتیب حروفِ تہجی جمع کیا ہے۔

۲۶

۱۱۔ ارشادات سلیمانیہ (ملفوظات سخی شاہ سلیمان قادری پھلوالی) اور ۲ رمضان ۱۳۹۶ھ صفحات ۱۲۰

۲۷

۱۲۔ کلماتِ قدسیہ (فیض نقشبندیہ) (مطبوعہ)

۱۰ محرم ۱۳۴۶ھ۔ صفحات ۳۴

اس رسالہ میں مولانا شرافت نے حضرت میاں شیر محمد نقشبندی مجددی شرقپوریؒ[1] کی زیارت و ملاقات کو بیان کیا ہے۔

۲۸

۱۳۔ کنز المعرفت (ملفوظاتِ نوشاہی)

یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔ اس میں سید شرافت نوشاہی نے اپنے والد محترم اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہیؒ کے چھتیس سالہ ارشادات کو تاریخ وار جمع کیا ہے۔

جلد اول	۱۳۴۹ھ تا ۱۳۶۳ھ	صفحات	۴۴۴
جلد دوم	۱۳۶۴ھ تا ۱۳۶۵ھ	صفحات	۶۰۰
جلد سوم	۱۳۶۶ھ تا ۱۳۷۰ھ	صفحات	۵۷۲
جلد چہارم	۱۳۷۱ھ تا ۱۳۸۴ھ	صفحات	۵۷۸

۲۹

۱۴۔ گوہر شب چراغ

یکم ربیع الاول ۱۳۷۸ھ صفحات ۱۵

---

[1] حضرت میاں شیر محمد شرقپوری متوفی ۱۳۴۷ھ

اس میں سید شرافت نوشاہی نے سائیں گوہر سہروردی قوم گوجر ساکن جبینڈ خر ضلع گجرات کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔

۱۵۔ لطائف الاشارات۔ (چالیس ارشادات) نوشاہ عالیجاہ (مطبوعہ)
۵۔ صفر ۱۳۰۴ھ صفحات ۱۱
شمس المشائخ نارووال اگست ۱۹۲۹ء

۱۶۔ ہدایۃ السالکین۔ (معمولاتِ نوشاہی)
ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ صفحات ۱۰۰

اس میں مولانا شرافت نے اپنے والد اکرم اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی قدس سرہٗ کے عبادات و معمولات درج کیے ہیں۔

تاریخ و تذکرہ

(۶)

تاریخ

۱۔ اعجاز التواریخ۔ فارسی منظوم
۲۴۔ رجب ۱۳۸۹ھ صفحات ۳۰۰

صاحبِ سوانح کو تاریخ گوئی کا پورا ملکہ ہے بلکہ عہدِ حاضر میں تاریخ گوئی میں ان کا ثانی نہیں۔ یہ کتاب واقعی ان کی تاریخ گوئی کے اعجاز کی غمازی کرتی ہے۔ اس میں مصنف نے اکثر اپنے معاصرین کی تاریخہائے ولادت و وفات وغیرہ نظم کی ہیں۔ ابھی اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔

۲۔ امداد التاریخ صفحات ۲۱۲ (زیرِ تالیف)

اس میں ۱ھ سے ۵۰۰ھ تک تاریخی مادے لکھے ہیں۔

۳۔ تاریخ ساہن پال (موسوم بہ اسم تاریخی غرائب الاقوال) ۴، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

سال آغاز ۱۲۵۵ھ سالِ تکمیل ۱۲۸۲ھ صفحات ۷۰۰ (زیرِ تالیف)

۴۔ تاریخِ سلاطین۔ یہ تاریخی ہجری نام ہے۔ (صحاح التواریخ) ۳۵

تصنیف ۱۵۔ ذیقعد ۱۲۹۲ھ صفحات ۲۰۰

اس میں پہلے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ خلفائے راشدین کے مجمل حالات وسنین ہیں۔ پھر ہندوستان کے ہندو راجوں اور مسلمان بادشاہوں کے سنین جلوس، مدت حکومت، سن وفات وغیرہ کا ایک مجمل خاکہ ہے اس کے دس حصے ہیں۔ دسواں حصہ حکومت پاکستان کے متعلق ہے۔

۵۔ تذکرہ نوشہ گنج بخش۔ ۲۰ صفر ۱۳۹۶ھ صفحات ۱۹۲ مطبوعہ الکتاب لاہور ۱۹۷۸ء ۳۶

۶۔ تاریخ عباسی۔ اس کے دو حصے ہیں: ۳۷

اوّل: خزینۃ النور (یہ تاریخی ہجری نام ہے)

دوم: تاریخ عباسی (یہ بھی تاریخی ہجری نام ہے)

تصنیف ۲۵۔ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ صفحات ۵۶۶

پہلے حصہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرۂ نسب نبوی لکھا گیا ہے۔ سب کے تاریخی حالات حسبی نسبی شجرے۔ اولاد پسری و دختری کی تفصیل اور جس جس نام پر انبیاء کے شجرے باہم ملتے ہیں وہ بھی ملا دیئے ہیں۔ اس کے مقدمہ میں نور محمدی کی تخلیق وظہور اور آبائے نبوی کا مومن کامل ہونا۔ تفاسیر واحادیث سے لکھا ہے۔ مصنف نے اس حصہ میں قدیم خطوں کے نمونے بھی دیئے ہیں۔ مثلاً: سُریانی خط، صولبانی خط، قبنادی خط، برادمی خط، خزرمی خط، سامی خط۔ برجی خط، اس حصہ میں بیاسی اکابر کے حالات ہیں۔

دوسرے حصہ میں حضرت ابوطالب ہاشمی سے لے کر حضرت نوشہ گنج بخشؒ

تک۔ بلکہ مصنف (سید شرافت نوشاہی) نے اپنے تک تمام شجرہ نسب سادات علویہ کا تذکرہ لکھا ہے۔ چونکہ یہ خاندان حضرت عباس علمدار ابن علی المرتضیٰؓ کی اولاد سے ہے۔ اس مناسبت سے اس حصہ کا نام "تاریخ عباسی" رکھا ہے۔ اس حصہ میں پینتالیس افراد کے حالات ہیں۔ یہ کتاب ۲۳۷ کتابوں کی مدد سے لکھی ہے۔ مصنف نے مقدمہ میں سب کی فہرست معہ اسمائے مصنفین لکھی ہے۔

۷۔ واقعات جنگ ۱۹۶۵ء پاک و ہند۔ آغاز ۶ ستمبر اختتام ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء — ۳۸

۸۔ حیات نوشہ گنج بخشؒ کے مآخذ — ۳۹

سید شرافت نوشاہی کا یہ تاریخی مقالہ (مختصر رسالہ) ماہنامہ المعارف لاہور مئی ۱۹۷۰ء میں چھپ چکا ہے۔

۹۔ شریف التواریخ۔ — ۴۰

یہ تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، جن کے نام الگ الگ ہیں۔

۱ پہلی جلد "تاریخ الاقطاب" ("تاریخی ہجری نام ہے) ۱۳۵۵ھ ۲۷۔ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ صفحات ۱۳۷۵ سطور فی صفحہ ۲۰ فہرست ۱۱۲ صفحات

مصنف سید شرافت نوشاہی نے اس کی تصنیف میں بڑی محنت اور کوشش سے کام لیا ہے۔ اس کے مقدمہ میں مدارج ولایت، اقسام اولیاء اللہ، قطب، غوث وغیرہ۔ حالتہائے اولیاء اللہ، قلندر، سالک مجذوب وغیرہ، اثبات کرامات اولیاء، قرآن، حدیث اور حکمت وغیرہ سے دلائل و مسائل بیعت، خلافت وارشاد وغیرہ ایک سو چوالیس سلاسل فقراء کا تذکرہ معہ شجرہ ہائے طریقت کیا ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے شروع کر کے حضرت نوشہ گنج بخش

قادری تک سلسلہ وار تمام مشائخ طریقت کے حالات درج کیے ہیں۔ اس
کتاب کے مآخذ پانسو کتابوں سے زائد ہیں۔ جن میں پچپن مخطوطات اور
باقی مطبوعات ہیں۔ اس جلد کی فہرس الفہارس کے علاوہ چار فہرستیں ہیں۔

اول: فہرست مجمل۔ چھبیس مشائخ کے بسلسلہ ترتیب مفصل حالات کی
رہنمائی کرتی ہے۔

دوسری فہرست مفصل۔ ہر ایک بزرگ کے ذکر میں جس قدر عنوانات
ہیں، تفصیل لکھے ہیں۔ یہ فہرست ۴۲ صفحات کی ہے۔

تیسری فہرست میں بزرگانِ سلسلہ قادریہ کی اولاد اور خلیفوں کے
نام ہیں، جن کے حالات اس جلد میں لکھے ہیں، ان کی تعداد ۲۶۰ ہے۔

چوتھی فہرست اُن مستورات کے اسماء کی جن کے احوال اس میں
تحریر ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد ۴۲ ہے۔

اس جلد کے ختم ہونے پر اکابر مورخین نے اس کی تقریظیں اور
تاریخیں لکھی ہیں۔ جن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

۱۔ اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ صاحب نوشاہی ساہنپالوی رح
المتوفی ۱۳۸۴ھ

۲۔ مولانا پیر غلام دستگیر نامی قریشی لاہوری المتوفی ۱۳۸۱ھ

۳۔ مولانا قاضی محمد سلام اللہ شائق ساکن چک عمر۔ ضلع گجرات[1]۔

---

[1] مولانا محمد سلام اللہ شائق چودھویں صدی ہجری کے قادر الکلام شاعر اور تاریخ گو تھے۔ علاقہ دارہ وسی ضلع گجرات میں ان کا فتویٰ مقبول تھا۔ ۵ شوال ۱۳۶۳ھ کو وفات پائی۔

اس کے بعد مفصل اشاریہ لکھا گیا ہے۔ جو رجال، اقوام، سلاسل فقرا، ادیان و بلاد قلعے، پہاڑ، جنگلات، انہار، مدارس و مساجد، مقابر، اسمائے کتب پر مشتمل ہے۔

۲ • شریف التواریخ کی دوسری جلد کا نام "طبقات نوشاہیہ" ہے۔

۱۰، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ صفحات ۲۰۰۰ سطور فی صفحہ ۲۲ فہرست ۴۸ صفحات

اس جلد کو مصنف نے سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا طبقہ: نوشاہیہ، آبائیہ، جدیہ۔ اس میں اپنے مورث اعلیٰ، امام سلسلہ نوشاہیہ شیخ الاسلام حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اپنے آبا و اجداد کے حالات اپنے تک لکھے ہیں۔ اپنے بیٹوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس طبقہ میں گیارہ حضرات کے احوال لکھے ہیں۔

دوسرا طبقہ: نوشاہیہ برخوردار یہ۔ اس میں حضرت نوشہ صاحب رح کے فرزند اکبر سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے حالات گیارہ ابواب میں پشت وار لکھے ہیں، جن کی تعداد ۲۵۵ ہے۔

تیسرا طبقہ: نوشاہیہ ہاشمیہ۔ اس میں حضرت نوشاہ عالیجاہ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بیٹے سید محمد ہاشم دریا دل کی اولاد کے حالات نو ابواب میں پشت وار لکھے ہیں۔ ان کی تعداد ۹۰ ہے۔

چوتھا طبقہ: نوشاہیہ سلیمانیہ۔ اس میں قطب الادوار حضرت سخی شاہ سلیمان نوری بھلوالی رح کی اولاد کے حالات دس ابواب میں پشت وار لکھے ہیں۔ ان کی تعداد ۶۰ ہے۔

پانچواں طبقہ: نوشاہیہ رحمانیہ۔ اس میں حضرت نوشاہ عالم پناہ رح کے خلیفہ

ارجمند شیخ عبدالرحمٰن المعروف پاک رحمان نوشاہی بھڑیوالہ کے اور ان کے متولیوں کے حالات زمانہ حاضرہ تک درج کیے ہیں۔ ان کی تعداد ۴۲ ہے۔

چھٹا طبقہ: نوشاہیہ سچیاریہ۔ اس میں حضرت نوشہ صاحب کے خلیفہ صادق شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی کے اور ان کی اولاد کے حالات نو ابواب میں پشت وار لکھے ہیں۔ ان کی تعداد ۳۶ ہے۔

ساتواں طبقہ: نوشاہیہ صالحیہ۔ اس میں حضرت نوشہؒ کے خلیفہ راسخ سید صالح محمد ساکن چک سادہ گجراتی کے اور ان کی اولاد کے حالات نو ابواب میں پشت وار لکھے ہیں ان کی تعداد ۲۲ ہے۔

اس جلد میں پانسو سے زائد رجال کے حالات مصنف نے لکھے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ حضرات جن کی پیدائش یا وفات کی تاریخیں اور سنین اس میں آئے ہیں۔ ان کی تعداد ۳۴۰ ہے۔ اس جلد کے مآخذ کی تعداد ۲۷۸ کتابیں ہیں، جن میں سے ۱۶۲ نادر مخطوطات ہیں اور ۱۱۶ مطبوعہ کتابیں ہیں۔ سید شرافت نوشاہی نے سب مآخذ کی فہرست کتاب کے آخر میں دے دی ہے۔

- شریف التواریخ کی تیسری جلد کا نام "تذکرۃ النوشاہیۃ" ہے۔ چونکہ اس کی ضخامت پہلی دونوں جلدوں سے زیادہ ہے، اس لیے مصنف (سید شرافت نوشاہی) نے اس کو بارہ حصّوں میں منقسم کیا ہے اور پہچان کے واسطے ہر حصّہ کا علیحدہ علیحدہ نام رکھا ہے۔

پہلا حصّہ: تحائف الاطہار: اس میں حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے بلاواسطہ مریدوں اور خلیفوں کا تذکرہ ہے۔ تعداد صفحے ۷۰۵ فہرست ۴۹ سطور فی صفحہ ۲۱

دوسرا حصّہ: لطائف الاخیار: اس میں حضرت نوشہ صاحب کے مریدوں کا ذکر ہے۔ صفحات ۵۶۴۔ فہرست ۶۱

تیسرا حصّہ: معارف الابرار: اس میں تیسری پشت کے اکابر کے حالات ہیں۔ صفحات ۳۲۱ ۔ فہرست ۴۴

چوتھا حصّہ: مآثر الاحبار: اس میں چوتھی پشت کے بزرگوں کے حالات ہیں۔ صفحات ۲۳۱ ۔ فہرست ۳۰

پانچواں حصّہ: عوارف الانوار، اس میں پانچویں پشت کے احباب کے ذکر ہیں۔ صفحات ۱۵۶۔ فہرست ۲۴۔

چھٹا حصّہ: صحائف الاسرار، اس میں چھٹی پشت کے مشائخ کے احوال مذکور ہیں۔ صفحات ۲۸۲۔ فہرست ۲۷۔

ساتواں حصّہ: مناہج الآثار: اس میں ساتویں پشت کے صاحبان کے اذکار تحریر ہیں۔ صفحات ۴۲۸ فہرست ۔ ۵۹

آٹھواں حصّہ: شواہد الافکار، اس میں آٹھویں پشت کے درویشوں کے احوال لکھے ہیں۔ صفحات ۴۷۹۔ فہرست ۴۷

نواں حصّہ: فوائد الاذکار، اس میں نویں پشت کے اہل اللہ کا تذکرہ ہے۔ صفحات ۴۶۰ ۔ فہرست ۷۹

دسواں حصّہ: خمائد الاوراد، اس میں دسویں پشت کے صوفیوں کا ذکر ہے۔ صفحات ۹۹۵۔ فہرست ۱۲۱

گیارھواں حصّہ: روائح الازہار، اس میں گیارھویں پشت کے فقراء کے احوال درج کیے ہیں۔ صفحات ۴۱۰ فہرست ۷۹

بارھواں حصّہ: طوالع الانظار، اس میں ان بزرگوں کے احوال لکھے ہیں،

جن کا نوشاہی سلسلہ میں منسلک ہونا ثابت ہے لیکن ان کا شجرۂ بیعت نہیں مل سکا۔ نیز اپنے احباب کا تذکرہ ہے جو خاندانِ نوشاہی کے علاوہ ہیں۔ صفحات ۲۳۶ فہرست ۴۰

۱۰۔ مآخذ احوال مشائخ نوشاہیہ ۲۰ رمضان ۱۲۹۷ھ صفحات ۴۸   ۴۱

۱۱۔ آثار محمد شاہی (سیرت محمد شاہی)   ۴۲

۲۹۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ صفحات ۱۱۴

یہ حضرت سید حافظ محمد شاہ نوشاہی متوفی ۲۲۔ محرم ۱۳۳۷ھ کا مختصر تذکرہ ہے۔

۱۲ اذکار نوشاہیہ (مطبوعہ) صفحات ۱۱۲   ۴۳

۴۔ محرم ۱۳۹۳ھ تکمیل و طباعت ۱۳۹۳ھ

اس میں سید شرافت نوشاہی نے حضرت نوشہ گنج بخشؒ سے لے کر اپنے والد صاحب اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہیؒ تک اپنے آبا و اجداد کا تذکرہ لکھا ہے۔

۱۳۔ ارشاد الاخیار (تاریخی نام ہے) حالات سید حافظ محمد برخوردار   ۴۴

محرم الحرام ۱۳۴۹ھ صفحات ۱۴۰

یہ کتاب سجادہ نشین کا پہلا حصہ ہے۔

۱۴۔ انوارِ نوشاہیہ (مطبوعہ)   ۴۵

۴۔ رجب ۱۳۷۱ھ صفحات ۴۴

یہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی مختصر سوانح حیات ہے۔

۱۵۔ تحفۂ نوشاہی۔ بزرگانِ نوشاہیہ کے مختصر حالات۔   ۴۶

۱۶۔ تذکرۃ المخدرات   ۴۷

۵۔ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ صفحات ۲۷۸

یہ حضرت نوشہ گنج بخش قادری کی اولادمیں سے بیٹیوں، پوتیوں اور بیویوں کے حالات کا تذکرہ ہے۔

۴۸
۱۷۔ عواقب المناقب۔ تعلیق ثواقب المناقب فارسی ۲۲، شعبان ۱۳۹۴ھ
صفحات ۲۵

۴۹
۱۸۔ تذکرہ شعرائے نوشاہیہ (ضیافۃ الابرار من اشعار الاخیار)
۱۳۶۴ھ۔ تکمیل ۲۳، ذیقعد ۱۳۹۶ھ صفحات ۲۱۰۰
فارسی، اُردو اور پنجابی شاعروں کا بترتیب حرف تہجی تذکرہ۔

۵۰
۱۹۔ تذکرہ محمد شاہی
۲۲۔ محرم ۱۳۰۱ھ صفحات ۹۰
حضرت سید حافظ محمد شاہ نوشاہی متوفی ۲۲۔ محرم ۱۳۰۱ھ کا مبسوط تذکرہ ہے۔

۵۱
۲۰۔ تذکرہ مصنفین نوشاہیہ
۱۴۔ رمضان ۱۳۹۶ھ (زیر تالیف) صفحات ۵۰۰
سید شرافت نوشاہی یہ ایک ضخیم تذکرہ مرتب کر رہے ہیں۔

۵۲
۲۱۔ تذکرہ میر نواب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ
۲۴، اگست ۱۹۶۱ء صفحات ۵۰
سید میر نواب نوشاہی برقندازی پوٹھوہاری کا مختصر تذکرہ ہے۔

۵۳
۲۲۔ تذکرہ نوشاہ عالیجاہ (سیرۃ نوشہ گنج بخش)
آغاز کتاب ۱۳۹۰ھ صفحات ۶۰۰ (زیر تالیف)

۵۴
۲۳۔ فیضان النبی ترجمہ اردو تذکرہ نوشاہی
صفحات ۲۰۰

۲۴ - جواہرِ نوشاہیہ تصنیف ۱۳۵۳ھ صفحات ۲۰ ۵۵

اس میں چار جوہر ہیں:

پہلے جوہر میں حضرت نوشہ صاحبؒ کے آباؤ اجداد کے حالات۔

دوسرے جوہر میں حضرت نوشاہِ عالیجاہؒ کی زندگی کے حالات۔

تیسرے جوہر میں حضرت نوشہ پیرؒ کے فضائل و خصائص۔

چوتھے جوہر میں حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی اولاد اور خلفا کے حالات۔

۲۵ - تذکرہ آفتابِ پنجاب سیالکوٹی (ملا عبدالحکیم) ۲۵، ربیع الاول ۱۳۹۱ھ ۵۶
صفحات ۵۲

۲۶ - مرقاۃ القدریہ ترجمہ اردو مراۃ الغفوریہ۔ صفحات ۱۷۲ ۵۷
۵، ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۰ھ

۵۸

۲۷ - حیاتِ ربانی

۲۷۔ شوال ۱۳۰۸ھ صفحات ۱۲۴

مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی متوفی ۱۱۰۳ھ بن سید حافظ

جمال اللہ فقیہ اعظم نوشاہی کا تذکرہ۔

۲۸ - خلیفہ اعظم (مقاماتِ برخورداریہ) ۵۹

۲۰۔ شوال ۱۳۰۷ھ - صفحات ۱۷۰

اس میں حضرت سید حافظ محمد برخوردار بحر العشقؒ متوفی ۱۵، ذیقعدہ

۱۰۹۳ھ کے حالات ہیں جو حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے فرزند اکبر و سجادہ نشین تھے۔

۲۹ ۔ ذکرِ نوشاہی (مطبوعہ) ۶۰

۱۷۔ محرم ۱۳۸۵ھ صفحات ۳۲

اس میں سید شرافت نوشاہی نے اپنے والد اکرم اعلیٰ حضرت سید غلام مصطفیٰ نوشاہیؒ متوفی ۱۳۸۴ھ کا مختصر تعارف کرایا ہے۔

۳۰ ۔ شاہ عبدالرحمٰن پاکؒ (مطبوعہ) ۶۱

۱۳۹۱ھ صفحات ۴۰

حضرت شاہ عبدالرحمٰن پاک بھڑی والا متوفی ۱۱۱۱ھ کا مختصر حال۔

۳۱ ۔ صحیفۂ نور (آثارِ شاہ نور اللہ نوشاہیؒ) ۶۲

۱۰۔ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ صفحات ۱۰۰

اس میں حضرت مولانا سید حافظ نور اللہ فرشتہ صفات نوشاہی المتوفی ۱۲۲۹ھ کا ذکرِ خیر ہے۔

۳۲ ۔ تبرکات اوچ متبرکہ گیلانی (مطبوعہ) المعارف لاہور ۶۳

۳۳ ۔ طراز الاولیاء (عربی) ۶۴

۱۲۔ صفر ۱۴۰۲ھ صفحات ۲۵

حضرت رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے لے کر مصنف کے شجرہ طریقت کے موافق اپنے والد صاحب اعلیٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہیؒ تک اختصار کے ساتھ حالات لکھے ہیں۔

۳۴ ۔ عروۃ الوثقیٰ فی آثار المصطفیٰ اختتام ۲ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ اوراق ۳۶۵ ۶۵

ابتدائے تصنیف ۱۳۵۰ھ

مولانا شرافت نے اپنے والد حضرت سید غلام مصطفیٰ نوشاہی کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔

۳۵۔ کلیدِ بخشش (حیاتِ شاہ الٰہی بخشؒ نوشاہی) ۶۶

۱۷۔ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ صفحات ۹۴

یہ حضرت مولانا سید حکیم حافظ الٰہی بخش مظہر حق نوشاہی ساہنپالویؒ

متوفی ۷۔ رمضان ۱۲۵۲ھ کی سوانح حیات ہے۔

۳۶۔ مآثر الجمال (مآثر شاہ جمال اللہ نوشاہی) ۶۷

۲۴۔ شوال ۱۳۷۸ھ صفحات ۶۸

یہ حضرت مولانا سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم نوشاہی ساہنپالویؒ

متوفی ۱۱۴۲ھ کا تذکرہ ہے۔

۳۷۔ مراۃ الامین ۶۸

۲۵۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ صفحات ۷۰

یہ حضرت مولانا سید محمد امین مختار السالکین نوشاہی ساہنپالویؒ متوفی

۱۳۱۰ھ کا تذکرہ ہے۔

۳۸۔ القول المعظم فی مناقب الامام الاعظم صفحات ۱۸ (مطبوعہ) ۶۹

نور اسلام شرقپور امام اعظم نمبر ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۵ء رمضان شوال ۱۳۹۵ھ

۳۹۔ اعلیٰ حضرت نوشاہی معاصرین کی نظر میں۔ ابتدائے تصنیف ۱۳۵۵ھ اختتام ۷۰

۲۷ شوال ۱۳۹۶ھ صفحات ۳۶

۴۰۔ نوشاہِ زمان (تذکرہ شاہ گل احمد نوشاہیؒ) ۷۱

۲۸۔ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ صفحات ۲۲۴

یہ حضرت مولانا سید حافظ گل احمد پاک ذات نوشاہِ ثانی ساہنپالویؒ

متوفی ۱۲۸۹ھ کا تذکرہ ہے۔

فضائل و مناقب

(۷)

۷۲ ۱۔ اِستنباہ فی القابِ النوشاہ ۔ فارسی

۱۳۷۰ھ صفحات ۲۴۱

سلسلہ نوشاہیہ کی کتابوں میں سے حضرت نوشاہِ عالیجاہؒ کے تین ہزار ۳۰۰۰ القاب جمع کر کے بترتیب حروف تہجی مرتب کیے ہیں۔

۷۳ ۲۔ خزینۃ الکمالات (فضائلِ نوشاہِ عالیجاہؒ)

۱۱۔ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ صفحات ۹۶

۷۴ ۳۔ خصائص القادریہ فی فضائل النوشاہیہ

۲۷۔ محرم ۱۳۷۵ھ صفحات ۱۰۵

اس کتاب میں مصنف نے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کو تمام مروجہ سلاسلِ فقراء پر فوقیت دیتے ہوئے کتبِ صوفیائے کرام سے دلائل دیئے ہیں۔

۷۵ ۴۔ زبدۃ الکرامات (کراماتِ نوشاہِ عالیجاہؒ)

۱۵۔ شعبان ۱۳۸۲ھ صفحات ۳۹۴

۷۶ ۵۔ عمدۃ المقامات (مقاماتِ نوشاہِ عالیجاہؒ)

۷۔ رمضان ۱۳۸۲ھ صفحات ۱۵۷

حضرت نوشہ صاحبؒ کے مقامات پر قدیم کتابوں سے اقتباسات جمع کر کے مصنف نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہر ایک مقام کی پوری پوری تشریح اصطلاحاتِ صوفیہ کے مطابق کی ہے۔

۷۷ ۶۔ قسطاس القادریہ بموازنۃ قرطاس النقشبندیہ ۔ فارسی

۲۱۔ صفر ۱۳۶۰ھ صفحات ۲۶

اس میں صوفیوں، اکابر اولیاء اللہ کے ایک سو اقوال سے سلسلۂ قادریہ کی فضیلت دوسرے سلسلوں خصوصاً نقشبندیہ وغیرہ پر ثابت کی ہے۔

۷۸ ۷۔ نظائر والاشباہ فی مناقب اولاد النوشاہ۔ فارسی

۲۳۔ جمادی الاُخریٰ ۱۳۵۵ھ صفحات ۸۰

اس میں حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے فرزندوں اور اولاد کے فضائل خود نوشہ صاحب کی زبان سے لکھے ہیں۔

۷۹ ۸۔ یواقیت والمرجان فی مناقب الشیخ عبدالرحمٰن۔ فارسی

۱۳۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۵ھ صفحات ۴۶

اس میں حضرت نوشہ صاحبؒ کے تمام خلیفوں میں سے از روئے کمالات شیخ عبدالرحمٰن پاک بھٹری والاؒ متوفی ۴۔ محرم ۱۱۱۵ھ کو افضل ثابت کیا ہے۔

نسب نامے اور شجرے

(۸)

نسب نامے

۸۰ ۱۔ جہرۃ النسب کا اردو ترجمہ

بنی ہاشم اور علویوں کے بعض نسبوں کا ترجمہ کیا ہے پوری کتاب کا ترجمہ نہیں۔

۸۱ ۲۔ حدیقۃ الانساب (زیر تالیف ہے)

آغاز تصنیف ۱۳۵۳ھ صفحات ۲۰۰۰

اس میں سادات، جاٹوں، راجپوتوں اور بادشاہوں اور دیگر کئی اقوام کے شجرہ ہائے نسب لکھے ہیں۔

شجرے

۳۔ زبدۃ السلاسل

۸۲

تصنیف ۱۷۔ شعبان ۱۲۷۸ھ صفحات ۹۵

اس میں مصنف نے صوفیائے کرام کے چودہ خاندانوں کے شجرہائے طریقت درج کیے ہیں اور ہر ایک کا اتصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کیا ہے۔

۴۔ سلاسل اولیاء اللہ

۸۳

اس میں بھی اولیاء اللہ کے سلاسلِ طریقت تحریر کیے ہیں۔

ذاتی حالات

(۹)

مکاتیب، روزنامچے، سفرنامے

مکاتیب

۱۔ کتاب المسطور بین الشرافۃ والطور (لمحاتِ محبت)

۸۴

آغاز مراسلت ۱۴۔ رجب ۱۲۶۱ھ اختتام ۱۷ محرم ۱۲۸۰ھ۔

مکاتیبِ شرافت ۴۷۔ مکاتیبِ طور ۴۷۔ صفحات ۱۸۴

اس میں سید شرافت نوشاہی نے اپنے اور صوفی محمد افضل طور بی۔اے منشی فاضل، ادیب فاضل ساکن گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ کے مکاتیب جمع کیے ہیں۔

۲۔ مراسلۃ التعظیم بین الشرافۃ والسلیم (اشاراتِ محبت)

۸۵

آغازِ مراسلت ۵۔ شعبان ۱۲۵۸ھ۔ اختتام ۱۵۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۰ھ

مکاتیبِ شرافت ۲۲، مکاتیبِ سلیم ۲۷۔ صفحات ۲۰۰

یہ سید شرافت اور سید رؤف احمد سلیم نوشاہی لاہوری کے خطوط کا مجموعہ ہے۔

۲۔ مقالات النورانی بین الشرافۃ والسرور الکیانی (تجلیاتِ محبت) ۸۶

آغاز مراسلت ۵۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۳ھ۔ اختتام ۸۔ رجب ۱۳۷۰ھ

مکاتیبِ شرافت ۲۷۔ مکاتیبِ کیانی ۱۰۔ صفحات ۱۲۸

یہ سید شرافت نوشاہی اور صاحبزادہ غلام سرور کیانی ایم۔اے ساکن اکبرآباد (دڑوہ) ضلع گجرات کے باہمی خطوط کا مجموعہ ہے۔

۴۔ مکاتبۃ اللطیف بین الامین والشریف۔ دو جلدیں ۸۷

جلد اول: اختتام ۱۳۶۲ھ صفحات ۸۰۰

جلد دوم: اختتام ۱۳۶۵ھ صفحات ۳۰۰

یہ سید شرافت نوشاہی اور صاحبزادہ محمد امین نوشہروی کے خطوط کا مجموعہ ہے۔

۵۔ مکاتیب الاطہر بین الشرافۃ والاختر (لمعاتِ محبت)

آغاز مراسلت ۶۔ شعبان ۱۳۶۸ھ۔ اختتام ۱۱ شعبان ۱۳۷۰ھ ۸۸

مکاتیبِ شرافت ۱۸۔ مکاتیبِ اختر ۲۲۔ صفحات ۲۰۶

یہ سید شرافت نوشاہی اور میاں محمد اختر سنویہ والے کے خطوط کا مجموعہ ہے۔

۶۔ مکتوباتِ شرافت (جذباتِ محبت) ۸۹

۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ صفحات ۸۱

یہ سید شرافت نوشاہی کے ۴۳ مکاتیب عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کا مجموعہ ہے جو نظم اور نثر پر مشتمل ہیں۔ ان میں غیر منقوط، واسع الشفتین اور توشیحات کی صنعتیں بھی ملحوظ رکھی ہیں۔

۹۰ ۷۔ مکتوباتِ شرافت یادگارِ محبوب ۵ رجادی الثانی ۱۳۷۵ھ

۱۹ جنوری ۱۹۵۶ء صفحات ۱۱۰

سید شرافت نوشاہی کے یہ ۹۱ مکاتیب ہیں جو انہوں نے اپنے مرید شاہد رضا کے نام لکھے ہیں۔

۹۱ ۸۔ مکتوباتِ شرافت

یہ ہزاروں کی تعداد۔ نظم و نثر میں موجود ہیں جو ابھی منتشر پڑے ہیں اور کچھ احباب کے گھروں میں ہیں، جمع نہیں ہو سکے۔

روزنامچے

۹۲ ۹۔ روزنامچہ شرافت

ابتدا ۱۳۴۷ھ، اختتام ۱۳۷۲ھ۔ صفحات ۵۰۰

یہ روزنامچہ تاریخی، علمی، واقعاتی، خانگی معلومات کا ذخیرہ ہے۔ یہ مسلسل نہیں بلکہ سید شرافت نوشاہی نے حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً لکھا ہے۔

۹۳ ۱۰۔ روزنامچہ شرافت سنہ ۱۳۹۰ھ

یہ پورے ۱۹۷۰ء کا مختصر روزنامچہ ہے جو مطبوعہ ڈائری پر لکھا ہوا ہے۔

۹۴ ۱۱۔ روزنامچہ شرافت

یہ بھی مطبوعہ ڈائری پر ۱۹۷۱ء میں یعنی سنہ ۱۳۹۱ھ میں لکھا ہوا ہے۔

۹۵ ۱۲۔ یارانِ شرافت (دو حصے ہیں)

حصہ اول ۰ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ صفحات ۳۰۳

حصہ دوم ۹ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۹۰ھ صفحات ۱۹۳

حصہ سوم ۳۰ رمضان ۱۳۹۵ھ ۔ صفحات ۱۴

سفر نامے

۹۶

۱۳ ۔ بیان الاسفار (سیر و سیاحت) فارسی و اردو

۳۰ ۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ صفحات ۱۰۵۰

اس میں سید شرافت کے چند سفروں کا بیان ہے ۔

۹۷

۱۴ ۔ ثبات الایقان فی سفر الملتان

ابتداء ۲۷ ۔ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ ۔ اختتام ۲۰ ۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ

صفحات ۹۳ ۔

۹۸

۱۵ ۔ حدائق الانوار فی زیارۃ السادۃ الابرار (سفر نامہ اوچ متبرکہ)

تصنیف ۲۰ ۔ محرم ۱۳۵۳ھ صفحات ۷۷

اس کتاب کے خاتمہ پر شجرۃ الانوار[1] میں سے سادات گیلانی کے نسب نامے بھی لکھے ہیں ۔ اوچ متبرکہ کے مزارات ، وہاں کی تاریخی کتابوں کے کوائف اور دربار گیلانی کے مزارات کا نقشہ بھی تحریر کیا ہے ۔

۹۹

۱۶ ۔ ہدیۂ احباب (سفر نامہ خوشاب) صفحات ۷۴

از ۱۹ ۔ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ تا ۲ ۔ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

اس میں بھیرہ شریف اور خوشاب شریف کی زیارتوں کے کوائف تحریر کیے ہیں ۔

۱۰۰

۱۷ سفر نامہ حج ۱۳۹۵ھ ۱۰ محرم ۱۳۹۶ھ صفحات ۹۰

---

[1] شجرۃ الانوار تصنیف سید [illegible] گیلانی حدود اواخر بارھویں صدی ہجری ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ دانشگاہ پنجاب لاہور میں موجود ہے ۔

اوراد وعملیات

(۱۰)

اوراد

۶۔ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ صفحات ۱۰۴

تعداد درود شریف تقریباً سترہ سو ۔ بترتیب حروف تہجی

۶۔ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ صفحات ۱۵

یہ حضرت نوشہ صاحبؒ کے رسالہ گنج الاسرار کا ترجمہ ہے۔

۱۹۔ رمضان ۱۳۸۱ھ صفحات ۲۲

یہ اسماء الحسنیٰ کی تعداد کے مطابق درود شریف لکھا ہے۔

۱۱۔ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ صفحات ۲۹

اس میں ایسے وظائف کا انتخاب کیا ہے جن کا ورد کرنے سے

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا امکان ہے ...

عملیات

ادب

(۱۱)

۱۱۶ ۱۔ ارمغانِ امینیہ ۔ فارسی ۔ اردو نظمیں (مطبوعہ)
۲۰۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ صفحات ۲۰
مصنف نے اپنے جد امجد حضرت سید محمد امین مختار السالکین نوشاہی کی مدحیات میں لکھا ہے۔

۱۱۷ ۲۔ پنجاب میں اردو غزل کی تاسیس (مطبوعہ) رمضان ۱۳۸۹ھ
یہ رسالہ (مقالہ) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۱۸ ۳۔ شاہد نامہ ۔ فارسی منظوم بطرز محمود نامہ (زیر تالیف)
۱۳۷۳ھ صفحات ۱۰
ہر ایک حرف کے سات اشعار ہیں۔

۱۱۹ ۴۔ ضرب الامثال (پنجابی اکھان) زیر تالیف صفحات ۱۶۶
۱۳۵۶ھ بہ ترتیب حروف تہجی

۱۲۰ ۵۔ لطائف علمیہ (مطبوعہ)
۱۳۷۳ھ صفحات ۱۲۸
اس میں اہل علم اصحاب اور شاعروں کے لطیفے ہیں۔

تحقیق و تنقید

(۱۲)

۱۲۱ ۱۔ اصلاح شجرہ شریف نوشاہی (مطبوعہ) ۱۳۸۷ھ ہفت روزہ پیام گجرات
سید برق صاحب کے رسالہ مذکورہ کی تاریخی اور واقعاتی اغلاط کی نشان دہی کی ہے۔ یہ تین ایڈیشنوں کی اصلاح ہے۔

طب

(۱۳)

۲۹۔ رمضان ۱۳۷۸ھ صفحات ۱۷

اس میں امراض مختلفہ کے طبی نسخے درج کیے ہیں۔

متفرقات

(۱۴)

۱۳۵ ۱۔ افکار شرافت (بیاض) صفحات ۲۰۶ ۵ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

۱۳۶ ۲۔ بشارات متعلقہ بشارت۔ تصنیف ۱۳۸۱ھ

اس میں وہ خوابیں جمع کی ہیں، جو لوگوں کو سید بشیر احمد بشارت نوشاہی مرحوم متوفی ۱۳۸۱ھ کے بارہ میں آئی ہیں۔

۱۳۷ ۳۔ تحریر شرافت (بیاض) ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ صفحات ۲۹۶

۱۳۸ ۴۔ خزینۃ العلوم (بیاض) یکم رجب ۱۳۹۱ھ صفحات ۲۸۶

۱۳۹ ۵۔ خزینہ شرافت (بیاض) صفحات ۴۴۸

۱۴۰ ۶۔ خواب ہائے شرافت ۱۳۴۵ھ

ابتدائے عمر کی خوابیں لکھی ہیں۔

۱۴۱ ۷۔ درۃ البیضا (بیاض) ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ صفحات ۲۲۵

۱۴۲ ۸۔ دستور الاخوان (وزن بھانجی) صفحات ۱۷۴

۱۴۳ ۹۔ دستور شرافت (بیاض) ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ صفحات ۱۶۴

۱۴۴ ۱۰۔ رویائے صالحہ

تصنیف ۱۳۸۴ھ صفحات ۲۸

اس میں اُن خوابوں کو جمع کیا ہے جو سید شرافت نوشاہی کے والد اعلیٰ حضرت سید محمد مصطفیٰ نوشاہی المتوفی ۱۳۸۴ھ کے متعلق لوگوں نے دیکھیں۔

۱۴۵ ۱۱۔ افکار شرافت (بیاض) صفحات ۶۸۹ تصنیف ۵ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

۱۴۶ — ۱۲ - سفینۂ شرافت (بیاض) ۲۹ صفر ۱۳۶۸ھ صفحات ۲۴۰

۱۴۷ — ۱۳ - فروغِ انجمن

تصنیف ۲۷ صفر ۱۳۵۸ھ صفحات ۱۴۴

اس میں انجمن خاندان نوشاہیہ کے انعقاد کا ذکر ہے۔

۱۴۸ — ۱۴ - فوائد شرافت (بیاض) محرم ۱۳۸۸ھ صفحات ۲۰۰

۱۴۹ — ۱۵ - فوائد متفرقہ (بیاض) ۱۳۴۵ھ

۱۵۰ — ۱۶ - گنجینۂ شرافت (بیاض) ۵ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ صفحات ۶۸۲

۱۵۱ — ۱۷ - مبشراتِ شرافت

تصنیف ۱۳۷۲ھ صفحات ۲۴

یہ اپنے مرید شاہد رضا کے متعلق خوابیں جمع کی ہیں۔

۱۵۲ — ۱۸ - مخزنِ نوشاہی (بیاض) ۸ صفر صفحات ۱۳۰ ۱۳۹۲ھ

۱۵۳ — ۱۹ - یادگارِ شرافت (بیاض) ۱۴ ربیع الثانی صفحات ۱۵۰ ۱۳۷۹ھ

۱۵۴ — ۲۰ - تفریح المومنین (بیاض) صفحات ۱۱۶ - ۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

۱۵۵ — ۲۱ - توضیح العلوم (بیاض) صفحات ۴۶۲ - ۴ شوال ۱۳۹۷ھ

۱۵۶ — ۲۲ - تشریح العلوم (بیاض) صفحات ۳۶۷ - ۱۵ محرم ۱۴۰۰ھ

۱۵۷ — ۲۳ - مقاصد شرافت ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ صفحات ۲۵۴

۱۵۸ — ۲۴ - مواہب العلوم ۱۶ رجب ۱۳۹۵ھ صفحات ۵۱۲

نوٹ

متفرقات کے تحت صاحبِ سوانح کی چوبیس مختلف بیاضوں
کی فہرست درج کی گئی ہے۔ لفظ بیاض عموماً شعری مجموعوں کے لیے
مستعمل ہے۔ لیکن صاحبِ سوانح کی بیاضوں کے مطالعہ سے قرونِ اولیٰ
کے فنا فی الکتاب حضرات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جن کی بیاضیں صرف
یادداشتوں کے مجموعے ہی نہیں بلکہ مستقل تصانیف کی حیثیت رکھتی ہیں۔
واقعی یہ بیاضیں محققین کے لیے بنیادی ماخذوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مرتباتِ شرافت

نوٹ: مرتباتِ شرافت میں دیگر مصنفین کی تصانیف کی فہرست دی جا رہی ہے
مولانا شرافت نے ان کو صرف مرتب، مدوّن اور مبوّب کیا ہے۔ ان میں
بجز انشائے نور اللہ نمبر ۱۸۱، جمہرۃ النسب نمبر ۱۹۰ اور گنج الاسرار نمبر ۱۹۵
باقی سب مرتبات کے نام صاحب سوانح مولانا شرافت کے تجویز کردہ ہیں۔

علومِ قرآن

(ا)

۱۔ ختمات القرآن — ۱۵۹

تصنیف مولانا سید بشیر احمد بشارت نوشاہی م ۱۳۸۱ھ

ترتیب ۸ رجب ۱۳۸۱ھ — صفحات ۳۲

۲۔ صد ختم کلام اللہ — ۱۶۰

از مولانا سید بشیر احمد بشارت نوشاہی

ترتیب ۱۲۔ رجب ۱۳۸۱ھ — صفحات ۲۲

۳۔ فالنامہ قرآنی۔ فارسی — ۱۶۱

از سید حافظ نور اللہ فرشتہ صفات نوشاہی م ۱۲۷۹ھ

ترتیب ۲۔ رمضان ۱۳۹۰ھ — صفحات ۸

۴۔ تفسیر نوشاہی۔ سورۂ مزمل کی تفسیر از سید غلام مصطفےٰ نوشاہی — ۱۶۲

ترتیب ۲۴ شوال ۱۳۹۳ھ — صفحات ۲۲۲

فقہ

(۲)

۱۔ مواعظ نوشہ پیر[1] المعروف نوشہ پیریاں سمجھادنیاں (پنجابی نثر) مطبوعہ ۱۶۳

حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش م ۱۰۶۴ھ

تصنیف عہد اکبری ۹۹۰ھ

ترتیب ۱۵ محرم ۱۳۸۸ھ صفحات ۲۴ صفحاتِ نسخہ مطبوعہ ۵۶

حضرت نوشہ کے چار وعظوں کا مجموعہ ہے۔

تصوّف

(۳)

۱۔ رموزِ عشق ۱۶۴

از سخی امام شاہ نوشاہی وزیر آبادی۔ متوفی اوائل عہد سکھاں۔

ترتیب ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۴۰ھ

یہ تین سی حرفیوں کا مجموعہ ہے۔

انتخاب گنج شریف حصہ ۱۔ موسومہ کلیات نوشہ (مطبوعہ) ۱۶۵

ناشر دارالمستنشین لاہور

شیخ الاسلام حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش م ۱۰۶۴ھ

ترتیب ۱۲ شوال ۱۳۸۸ھ صفحات ۴۷۶

اس میں آپ کے چھہتر رسائل بترتیب حروف تہجی جمع کیے ہیں۔ اشعار کی کل تعداد دو ہزار چار سَو چار ہے۔ ۲۶ اوزان استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ گنج شریف حصہ پنجابی موسوم کلیات نوشہ مع مقدمہ ضخیم ۱۶۶

---

[1] مواعظ نوشہ پیر اب پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے پنجابی کے نصاب میں شامل ہے

شیخ الاسلام حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش صاحب قادری م ۱۰۶۴ھ

ترتیب ۱۳۱۹ھ ۔ اس کلیات میں ایک سو چھبیس [۱۲۶] رسالے

بترتیب حروف تہجی جمع کیے ہیں۔ اشعار کی کل تعداد ۲۹۱۷ ہے۔ (مطبوعہ) صفحات ۶۴۲

پنجابی کلام کے اوزان

حضرت حاجی محمد نوشہؒ نے اپنے کلام میں ۳۷ اوزان استعمال کیے ہیں۔

پنجابی کلام کے عنوانات

حضرت نوشہؒ نے اپنے کلام میں مختلف عنوانات رکھے ہیں۔ بعض مضمون کے لحاظ سے اور بعض اصنافِ شعر کے لحاظ سے۔ مضمون کے لحاظ سے حسب ذیل عنوانات ہیں:

۱۔ یاد۔ ذکر

۲۔ ناد۔ آواز۔ راگ۔ نوا۔ سرود

۳۔ ظاہر۔ ندائے حق۔ لفظ بیلی سے شروع ہوتا ہے۔ عموماً چار مصرع کا اور کبھی پانچ مصرع کا ہوتا ہے۔

۴۔ کڑکا۔ جلالیت والا کلام ہے۔

۵۔ حکایت۔ کوئی واقعہ بطور تمثیل بیان کیا جاتا ہے۔

اصنافِ شعر کے لحاظ سے عنوانات

۱۔ اٹ۔ مصرع کے درمیان میں قافیہ ہوتا ہے۔

۲۔ پوڑی۔ تین شعروں سے زیادہ نہیں۔

۳۔ ٹپک۔ اس نظم کے چھوٹے چھوٹے مصرعے ہیں۔

۴۔ جھولنا۔ چار مصرعوں کا ہوتا ہے۔ وزن میں قافیہ بندی ہے۔

۵۔ چھپئیہ۔ چھ مصرعوں کا ہوتا ہے۔

۶۔ دوہرہ۔ دُو مصرعوں کا ہوتا ہے۔

۷۔ باڈ۔ یہ ایسا ہے جس کو فارسی میں گریز کہا جاتا ہے۔

۸۔ سَوَیا۔ چار مصرع کا ہوتا ہے۔ بحر قدرے طویل اور قافیہ دار ہے۔

۹۔ غزل۔ ہر دُوسرے مصرع کی ردیف تمام اشعار میں ملتی ہے۔

۱۰۔ ماجھ۔ چار مصرع کا ہوتا ہے۔

پنجابی کلام میں موسیقی کا رنگ

حضرت نوشہؒ نے اپنے کلام میں جا بجا موسیقی کا رنگ بھی بھرا ہے اشعار کو بہت جگہ کسی نہ کسی راگ میں نظم کیا ہے۔ پنجابی کلام میں یہ راگ مذکور ہوئے ہیں:

(۱) بلاول (۲) بیرج (۳) تلنگ (۴) دھناسری (۵) رام کلی (۶) سارنگ (۷) سوہی (۸) شہانہ (۹) کیدارا (۱۰) گوجری (۱۱) گوڑی۔

نمونۂ کلام

حضرت نوشہؒ رسالہ دین پروان میں لکھتے ہیں:

س

نوشہ دین نہ چھڈیئے چھڈیئے دیہہ پران

اگے پچھے مرناں کیوں چھڈیئے ایمان

س

نوشہ دینوں بدلیاں عمر نہ ودّی ہوسے

مرشد سندے راہ مریئے تے مُک کھڑ دسے

(گنج شریف پنجابی مطبوعہ ص۱۴۲)

۱۶۷

۴۔ معارف تصرف فارسی منظوم
حضرت نوشہ گنج بخش رح
ترتیب ۱۷ رجب ۱۳۷۲ھ صفحات ۷
مجلہ بصائر کراچی شمارہ اپریل تا اکتوبر ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔

نمونہ کلامِ فارسی

حضرت نوشاہِ عالیجاہ کے فارسی کلام کا یہ نمونہ ہے:

ے

روان و نفس و روح و دل یکے ہست ۔۔۔ تعب بسیار از افعال بے بست
ہمیں دل واں کہ بست ایں روح بندہ ۔۔۔ نہ بست آں دل کہ در تن گوشت گندہ
ز دنیا رو چو گرداند بگردد ! ۔۔۔ ولی و پارسا پاک از نکو بد !
چو باشد بے وفا کج رو بد اندیش ۔۔۔ ہمیں شد نفس کافر خوار و بدکیش
چو خیرہ شد بدعوی گشت بیدین ۔۔۔ تولد شد دریں دل صد شیاطین
چو بینا گشت خود را خود خدا دید ۔۔۔ ز قیدِ آب و گِل خود را جدا دید
شنو اے صورت دل ایں چنیں ست ۔۔۔ سعادت ہم شقاوت اندریں ست
تو نی آں دل کہ از من دل بپرسی ۔۔۔ گہے بر خاک ہستی گہ بکرسی
ترا گر دیدنِ دل بس عزیز ست ۔۔۔ تو نی آں دل کہ پرسی دل چہ چیز ست

تو از خود بے خبر ہستی خبر گیر
ز نوشہ ایں سخن را در جگر گیر

(معارف تصرف تصنیف حاجی نوشہ رح مرتبہ سید شرافت نوشاہی)

۱۶۸

۵۔ زاد التقوےٰ منظوم ۔ از سید غلام مصطفےٰ نوشاہی
تصنیف ۸ صفر ۱۳۵۵ھ
ترتیب ۸ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ صفحات ۱۲۶

تاریخ و تذکرہ

(۴)

تاریخ

۱۔ تاریخ نامہ قلعہ رہتاس (فارسی)
عہد عالمگیری کا ایک مخطوطہ
ترتیب ۱۳۹۰ھ۔ ماہنامہ المعارف لاہور فروری ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ۱۶۹

۲۔ عیون التواریخ (تاریخی ہجری نام ہے)، پانچ جلدیں ہیں۔ ۱۷۰
تصنیف اعلیٰحضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی م ۱۳۸۴ھ
ترتیب ۱۳۸۴ھ صفحات ہزار سے زائد ہیں۔

تذکرہ

۱ تذکرہ سید بشارت نوشاہی۔ از پیرزادہ فضل میراں گوہر نوشاہی شرقپوری لاہوری
ترتیب ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ صفحات ۲۰ ۱۷۱

۲۔ اذکار الابرار حالات شیخ پیر محمد سچیار ۱۷۲
از حاجی نواب علی سجادہ نشین نوشہروی م ۱۳۵۸ھ
ترتیب ۱۳۵۷ھ صفحات ۱۹۲ (مطبوعہ)
اس میں حضرت سچیار صاحب نوشہروی، ان کی اولاد اور خلفاء کا تذکرہ ہے۔

۳۔ اذکار الصالحین ۱۷۳
از مولوی محمد حیات نوشاہی شرقپوری
ترتیب ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

اس میں متولیان جامع مسجد (ٹاہلی والی) شرقپور ضلع شیخوپورہ کا تذکرہ ہے۔

۴۔ انوار الصالحین ۱۷۴

از پیر معصوم شاہ ساکن چک سادہ ضلع گجرات م ۲۹۔ شوال ۱۲۸۸ھ

ترتیب ۱۳۵۲ھ

اس میں حضرت نوشہ کے خلیفہ سید صالح محمد اور ان کی اولاد کا تذکرہ ہے۔

۵۔ تشریف الفقراء۔ فارسی صفحات ۲۸ ۱۷۵

از فقیر سید غلام محی الدین بخاری نوشاہی لاہوری م ۱۲۸۱ھ

ترتیب ۴۔ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۰ھ

اس میں قوم سراہی اور بزرگانِ سہروردیہ کے حالات، حضرت نوشہ کا سندھ جانا اور میاں ماجھی کو اپنے فیض سے مستفیض کرنے کا ذکر ہے۔

۶۔ کتاب المناقب الملقب بہ مدحیات حضرات نوشاہیہ ۱۷۶
تصنیف سید غلام مصطفےٰ نوشاہی رح

ترتیب ۲ محرم ۱۳۹۹ھ اوراق ۶۰۶

۷۔ قصائد نوشاہی در محامد حضرت نوشہ گنج بخش رح ۱۷۷

از تصنیف سید غلام مصطفےٰ نوشاہی

ترتیب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ اوراق ۲۱۶

۸۔ گلشن نوشاہی منظوم۔ از حضرت سید غلام مصطفےٰ نوشاہی ۱۷۸

ترتیب ۱۰ محرم ۱۳۹۹ھ اوراق ۱۲

۹۔ روزنامچہ محمد شاہی ۱۷۹

از سید حافظ محمد شاد نوشاہی م ۱۳۰۰ھ

ترتیب ۴، ۱۳ ھ یہ ستر ہ سالہ روزنامچہ ہے۔

۱۸۰ ۱۰۔ کشکول نوشاہی فارسی

ازفقیر سید غلام محی الدین نوشاہی لاہوری

ترتیب ۲۱۔ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

مشتمل بر واقعات سلسلۂ بزرگان نوشاہیہ۔

مکتوبات

(۵)

۱۸۱ ۱۔ انشائے نوراللہ۔ فارسی

ازمولانا سید حافظ نوراللہ فرشتہ صفات نوشاہی۔م ۱۲۲۹ھ

ترتیب ۱۱۔محرم ۱۲۸۷ھ صفحات ۳۴

یہ نسخہ شرافت صاحب نے تین خطی نسخوں کی مدد سے مرتب کیا ہے۔ دو خطی نسخے ذخیرہ شیرانی اور ایک نسخہ ذخیرہ آذر۔کتاب خانہ دانشگاہ پنجاب لاہور کا ہے۔تیرھویں صدی ہجری کے فارسی انشاء کا بہترین نمونہ ہے۔

۱۸۲ ۲۔ رقعات نوراللہ۔ فارسی

ازمولانا سید حافظ نوراللہ فرشتہ صفات نوشاہیؒ

ترتیب ۲۹۔محرم ۱۲۸۷ھ بہترین فارسی نثر ہے۔

۱۸۳ ۳۔ مکتوبات نوراللہ فارسی

ازمولانا سید حافظ نوراللہ فرشتہ صفات نوشاہیؒ

ترتیب ۲۷۔رجب ۱۳۶۰ھ صفحات ۲۳

ان میں علم توحید و تصوف کا بیان ہے۔

۱۸۴ ۴۔ مکتوبات نوشاہی

ازاعلیحضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی م ۱۲۸۴ھ

ترتیب ۱۳۸۸ھ ۔ صفحات ۲۵۲۴

اس میں سیکڑوں کی تعداد میں مکاتیب ہیں ۔ ابھی زیر ترتیب ہیں۔

۱۸۵ ۵۔ رقعات نوشاہی

از مولانا سید غلام مصطفی نوشاہی ساہنپالوی م ۱۳۸۴ھ

ترتیب ۱۳۸۸ھ صفحات ۲۲۴

سیکڑوں خطوط ہیں ۔ (زیر ترتیب ہے)

۱۸۶ ۶۔ مکتوبات تعزیت بشارت

ترتیب یکم نومبر ۱۹۶۱ء ۲۱ رجادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ صفحات ۱۵۰

یہ وہ مکاتیب ہیں جو سید ابو الرضا بشیر احمد بشارت نوشاہی م ۱۳۸۱ھ کی

وفات پر احباب نے تعزیت کے بھیجے ۔

۱۸۷ ۷۔ مکتوبات اعظمیہ ۔ از مولوی محمد اعظم میرووالی م ۱۳۷۵ھ

ترتیب ۳ ر رجب ۱۳۹۲ھ صفحات ۹۶

۱۸۸ ۸۔ مکتوبات یوسفیہ از مولوی محمد یوسف مردانوی

ترتیب ۱۳۹۴ھ

سفر نامے

(۲)

۱۸۹ ۱۔ زینۃ الاوراق (سفرنامہ عراق)

از حاجی نواب علی نوشاہی سجادہ نشین نوشہروی رح م ۱۳۰۵ھ

آغاز سفرنامہ ۲۔ دسمبر ۱۹۳۰ء انجام ۷۔ جنوری ۱۹۳۹ء

۱۰ ر شوال ۱۳۵۷ھ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

ترتیب ۱۱ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ

اس میں بغداد شریف، کربلا اور نجف کی زیارتوں کا ذکر ہے۔

نسب نامے اور شجرے

(۷)

۱۹۰

۱۔ تلخیص جمہرۃ النسب ۔ عربی

ترتیب ۱۳۸۵ھ صفحات ۱۸

اس میں انساب قریش کو بطور گلزار بنایا ہے۔

۱۹۱

۲۔ گلزار فقراء

ازمولانا حکیم کرم الٰہی فاروقیؒ م ۱۳۲۱ھ مدفون بیگو والہ ضلع سیالکوٹ

ترتیب ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ صفحات ۴۸

۱۹۲

۳۔ گلزار آدم ۔ ازمولانا حکیم کرم الٰہی فاروقی

اوراد وعملیات

(۸)

۱۹۳

۱۔ بستان الاوراد المعروف وظائف نوشاہ ثانیؒ

ازمولانا سید حافظ قل احمد پاک ذات نوشاہ ثانیؒ م ۱۲۸۹ھ

ترتیب ۲۔ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ صفحات ۱۶۴

اس میں درود اکبر، درود کبریت احمر، درود اکسیر اعظم، دعائے قدح، دعائے حزب البحر وغیرہ وظائف ہیں۔

۱۹۴

۲۔ جوامع الاسرار

ازمولانا سید حافظ محمد برخوردار بحرالعشق نوشاہیؒ م ۱۰۹۳ھ

ترتیب ۲۱۔ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ صفحات ۵۲

اس میں دعائے جامع الدعا، دعائے حِجابِ سعادت اور

مناجات بانے حضرت غوث اعظم، تین مکتوب اور ایک دستخط درج ہے۔

۳۔ گنج الاسرار ۱۹۵

از شیخ الاسلام حضرت نوشہ گنج بخش م ۱۰۶۴ھ

ترتیب ۲۴۔۷۔ صفر ۱۳۰۷ھ صفحات ۳۵۔ مطبوعہ نسخہ کے صفحات ۶۰

یہ رسالہ اوراد و اشغال کے متعلق ہے۔

۴۔ مخزن الاعمال المعروف بہ عملیاتِ نوشاہ ثانی ۱۹۶

از حضرت مولانا سید حافظ قل احمد پاکذات نوشاہِ ثانی م ۱۲۸۶ھ

ترتیب ۲۷۔۲۔ رجب ۱۳۸۱ھ صفحات ۱۲۲

اس میں اوراد و عملیات وغیرہ درج ہیں۔

۵۔ مخزن افادریہ (معمولاتِ نوشاہیہ) ۱۹۷

از مولوی محمد حیات نوشاہی شرقپوری

ترتیب ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

۶۔ وظیفہ امینیہ ۱۹۸

از مولانا سید محمد امین مختار السالکین نوشاہی م ۱۳۱۰ھ

ترتیب ۱۷۔ شعبان ۱۳۹۱ھ صفحات ۴۲

اس میں درود مستغاث اور ان کا ایک مکتوب وغیرہ درج ہیں۔

****

ادب

(۹)

۱۹۹

۱۔ جذباتِ عشق حصہ اوّل تکمیل ۱۳۸۸ھ

ترتیب ۱۳۷۸ھ صفحات ۴۳۲

اس میں شعرائے نوشاہیہ، عباسی، اختر، شاہد، شاکر، خاکی وغیرہ کا منظوم پنجابی کلام جمع کیا ہے جو سی حرفیوں، دوہڑوں اور شجروں پر مشتمل ہے۔

جذباتِ عشق حصہ دوم۔ ترتیب ۱۳۹۲ھ صفحات ۱۲۵

۲۰۰

۲۔ رشحاتِ امین

اس کے تین حصے ہیں: اردو، پنجابی، ہزلیات

از صاحبزادہ محمد امین بن میاں محمد فاضل نوشاہی نوشہروی

ترتیب ۲۵۔ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ صفحات ۳۹۲

۲۰۱

۳۔ سیلابِ عشق

از چودھری عنایت اللہ المعروف شاہد رضا شرافتی لوڑیکوی

ترتیب ۲۴۔ دسمبر ۱۹۵۴ء ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ صفحات ۸۰

اس میں سیحرفیاں ۲ عدد۔ باراں ماہ۔ کنڈی نامہ اور شجرہ خاندان نوشاہی درج ہے۔

۲۰۲

۴۔ کلیاتِ اشرف

از مولانا حکیم محمد اشرف فاروقی نوشاہی منچری م ۱۲۲۵ھ

تین حصوں پر مشتمل ہے۔ فارسی کلام منظوم، اردو کلام، پنجابی کلام

ترتیب ۲۲۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ صفحات ۲۵۰

اس میں مناقب، غزلیں، مخمس، رباعیاں، ریختے، باراں ماہ،
دوہڑے وغیرہ درج ہیں۔

۵۔ کلیاتِ قُل احمد ۲۰۳

از مولوی حکیم قُل احمد بن مولانا محمد اشرف فاروقی نوشاہی م ۱۲۵۱ھ
تین حصے ہیں: فارسی، اردو، پنجابی منظوم کلام
ترتیب ۲۵۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ صفحات ۱۱۴

۶۔ بہارِ عشق۔ از سائیں خدا بخش درویش نوشاہی م ۱۳۴۹ھ ۲۰۴
سی حرفیوں کافیوں کا مجموعہ۔ ترتیب ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ اوراق ۸۱

۷۔ شاہنامہ نوشاہی۔ از مولانا غلام مصطفےٰ نوشاہی ساہنپالوی مشتمل بر غزلیات ۲۰۵
نوشاہی۔ نوشاہی نامہ۔ دیوانِ نوشاہی

۸ سی حرفی ہائے نوشاہی۔ ترتیب ۲، صفر ۱۳۹۴ھ صفحات ۱۷۰ ۲۰۶
اس میں مناقب، غزلیات، ریختے، دوہڑے وغیرہ
لکھے ہیں۔

لُغت

(۱۰)

۱۔ لغاتِ نوشاہی۔ فارسی ۲۰۷

از مولانا سید حافظ قُل احمد پاکذات نوشاہِ ثانی م ۱۲۸۶ھ
ترتیب ۲۱۔ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ صفحات ۱۵۹
یہ مختلف قلمی کتابوں، بوستاں، جامع المعجزات، تحفہ رسولیہ،
منیۃ المصلی وغیرہ کے حواشی پر یا بین السطور میں نوشاہِ ثانیؒ نے
اپنے قلم سے مشکل الفاظ کے جو ترجمے لکھے تھے وہ مولانا شرافت نے

بہ ترتیب حروف تہجی جمع کرکے اسے لغت کی شکل دی ہے۔

طب

(۱۱)

۲۰۸

۱۔ مجربات محمد شاہی

از مولانا سید حکیم حافظ محمد شاہ نوشاہی م ۲۲۔ محرم ۱۲۳۷ھ

ترتیب یکم رجب ۱۲۷۸ھ صفحات ۲۴

۲۰۹

۲۔ مصباح العلاج (مجرباتِ نوشاہِ ثانی)

از مولانا حکیم حافظ تُل احمد پاکذات نوشاہِ ثانی م ۱۲۸۹ھ

ترتیب ۲۷۔ صفر ۱۲۸۸ھ صفحات ۴۲

۲۱۰

۳۔ مفتاح العلاج (مجرباتِ شاہ الٰہی بخش)

از مولانا سید حکیم حافظ الٰہی بخش مظہر حق نوشاہی م ۱۲۵۴ھ

ترتیب ۱۵۔ صفر ۱۲۷۸ھ صفحات ۴۴

ان تینوں کتابوں میں مجرب طبی نسخے درج ہیں۔

متفرق علوم

(۱۲)

۲۱۱

۱۔ ترویح القلوب

از مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی نوشاہی م ۱۱۶۳ھ

ترتیب ۱۷۔ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ صفحات ۱۹۸

اس میں مختلف علوم، حدیث، تصوف، تاریخ، لغت وغیرہ

اور مناقب حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم و مشائخ نوشاہیہ وغیرہ

درج ہیں۔

۲۱۲

۲۔ ثمرات الافکار

ازمولانا سید حافظ فضل احمد پاکذات نوشاہ ثانی م ۱۲۸۶ھ

ترتیب ۱۱۔ صفر ۱۲۷۸ھ صفحات ۸۰

اس میں حدیث، تصوف، تاریخ اور ادب وغیرہ کے مضامین ہیں۔

۲۱۳

۳۔ حقائق الآثار

ازمولانا سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم نوشاہی م ۱۱۴۲ھ

ترتیب ۱۵۔ جمادی الاخریٰ ۱۲۷۳ھ صفحات ۱۴

اس میں دعائیں، مکتوب اور دستخط وغیرہ درج ہیں۔

۲۱۴

۴۔ حقائق نوریہ (یعنی حقائق نور اللہ)

ازمولانا سید حافظ نور اللہ فرشتہ صفات نوشاہی مفتی رسول نگر

م ۱۲۲۹ھ۔

ترتیب ۱۵۔ شعبان ۱۲۶۰ھ صفحات ۸۰

اس میں فقہ، تصوف، عرفان اور طب وغیرہ پر مشتمل مضامین ہیں۔

۲۱۵

۵۔ روضۃ الزکیہ فی حقائق العلمیہ

ازمولانا سید حافظ الٰہی بخش مظہر حق نوشاہی م ۱۲۵۲ھ

ترتیب ۱۴۔ محرم ۱۲۷۸ھ صفحات ۲۰۶

اس میں علوم حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ اور ادب وغیرہ

درج ہیں۔

۲۱۶

۶۔ فہرست کتب خانہ اعظمیہ

ازمولانا محمد اعظم نوشاہی برقندازی م ۱۳۰۵ھ مدفون میرڈال۔

تحصیل فیروزوالہ۔ ضلع شیخوپورہ۔

ترتیب ۱۲۸۸ھ ۔ اس میں سیکڑوں کتابیں ہیں ۔
آجکل یہ کتب خانہ مولوی مظفر حسین ولد مولوی اقبال حسین ولد مولانا
محمد اعظم مرحوم کے قبضہ میں ہے ۔

۷۔ کتاب الفوائد

۲۱۷

از مولانا سید حافظ محمد شاہ نیک اختر نوشاہی م ۱۲۳۷ھ
ترتیب یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۷۸ھ صفحات ۲۵۶
اس میں متفرق علوم، تصوف، تاریخ، ادب اور رسائل مختلفہ
شامل ہیں ۔

۸۔ لطائفِ گُل شاہی

۲۱۸

از مولانا سید گُل محمد بن شاہ عصمت اللہ نوشاہی م ۱۱۷۴ھ
تصنیف حدود ۱۱۳۰ھ تا ۱۱۷۴ھ
ترتیب ۱۲۶۸ھ صفحات ۴۲۱
اس میں فقہ، تصوف، تاریخ، ادب، طب، عملیات
اور نجوم وغیرہ مختلف علوم درج ہیں ۔

۲۱۹

۹۔ وسائط العلوم

از مولانا سید حافظ قل احمد پاکذات نوشاہ ثانی م ۱۲۸۶ھ
ترتیب ۱۲۔ ربیع الاوّل ۱۲۸۱ھ صفحات ۱۷۴
اس میں اکثر علوم، حدیث، تصوف، اوراد، لغت اور تاریخ
وغیرہ سے بحث کی گئی ہے ۔

۱۰۔ تبیان القرآن ۔ از مولانا سید حافظ قل احمد نوشاہ ثانی م ۱۲۸۶ھ ۔ ترتیب ۲۲۰
۱۴۔ رجب ۱۲۷۳ھ اس میں سور قرآنی کے کلمات، حروف وغیرہ و
متعلقہ تجوید تحریر ہیں ۔ صفحات ۳۰

اختتامیہ

اس کتاب کی حیثیت ایک مفصل سوانح عمری کی نہیں بلکہ ایک کثیر التصانیف مصنف کے مختصر حالات اور تصانیف کی فہرست کا ایک مرقع محققینِ عظام کی خدمت میں پیش کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس لئے اس کتاب میں صاحبِ سوانح کے علمی کارناموں کا ناقدانہ جائزہ نہیں لیا گیا۔

ضمیمۂ دوم

معارفِ شرافت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معارفِ شرافت

تصنیف۔ حکیم سیّد ابوالکوکب شفیق الرحمٰن شفیق نوشاہی

(فاضل الطب والجراحت)

کے چھ میں سے دو مقالات (مقالہ چہارم و پنجم) یہاں درج

کیے جاتے ہیں۔

اوّل

مقالہ چہارم

ایک انٹرویو

استفسارات ۔ سید شفیق الرحمٰن نوشاہی

جوابات ۔ سید شریف احمد شرافت نوشاہی

سوال نمبر ا : کن وجوہات کی بنا پر آپ نے علم و ادب کے شعبہ کو اپنایا ۔ اور آپ کی طبیعت تصنیف و تالیف کی طرف کیسے راغب ہوئی ؟

جواب : علم میرے گھر کا ورثہ اور سرمایہ ہے ۔ اسی وجہ سے اس کے حصول کا شوق مجھے بچپن ہی سے تھا ۔ حصولِ علم کے بعد مجھے مناظرہ کا شوق تھا ۔ اور میں مذہبی گفتگو میں دلچسپی لینے لگا ۔ کئی علماء سے مناظرہ کیا اور اس موضوع پر چند کتب بھی لکھیں ۔

" مراۃ الحق " نام سے ایک کتاب میں نے بمقام مدن چک ضلع گوجرانوالہ میں ہونے والے ایک مناظرہ کی روئیداد درج کی ہے ۔ یہ مناظرہ " فاتحہ خلف الامام " کے مسئلہ پر ہوا تھا ۔ یہ کتاب ۱۳۵۱ھ کی تصنیف ہے ۔

۱۳۶۱ھ میں " ظفر حنفیہ بر فرقہ مرزائیہ " لکھی ۔ جس میں مسلمانوں اور مرزائیوں سے کے ایک مناظرہ کی روئیداد درج کی ۔ یہ مناظرہ بمقام بھڑی شاہ رحمان ضلع گوجرانوالہ میں مد حیات و وفاتِ مسیح اور صداقت و تکذیب مرزا غلام احمد " کے موضوع پر ہوا تھا ۔

اپنے خاندانی مسائل پر بھی میری چند تصانیف مناظرہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہیں ۔ مثلاً کتاب " سجادہ نشین " کا حصہ دوم " خلافت اکبریہ " اور حصہ سوم " الخلافت فی رد النیابت " ۔

" خلافت اکبریہ " میں حضرت سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق " (متوفی ۱۰۹۳ھ)

کی خلافت و نیابت کے ایک سو باسٹھ دلائل درج کرکے ثابت کیا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد شیخ الاسلام حضرت سید حافظ حاجی محمد نوشہ گنج بخش رح (متوفی ۱۰۶۴ھ) کے ولی عہد و سجادہ نشین تھے۔

"الخلافت فی رد النیابت" میں شیخ فضل حسین کے رسالہ النیابت کا ترکی بترکی جواب ہے۔ کتاب "سجادہ نشین" ۱۳۴۹ھ کی تصنیف ہے۔ میری کتب "فیصلہ حقہ" اور "کشف الحقائق" بھی مناظرہ سے متعلق ہیں۔

مناظرہ کے شوق کے بعد جب میں نے تصوف کی کتب کا مطالعہ کیا۔ تو مجھے خود بھی ایسی کتابیں لکھنے کا ذوق پیدا ہوا۔ نیز دوسرے سلاسلِ فقراء کی کتب دیکھ کر مجھے رشک ہوا کہ ہمارے سلسلہ (سلسلہ عالیہ نوشاہیہ) میں بھی چند ایسی کتابیں ہونی چاہئیں، جو خاندان نوشاہیہ کے نام کو دنیا میں روشن کرسکیں۔ ان وجوہات کی بنا پر میں نے اس میدان میں قدم رکھا۔

سوال نمبر ۲۔ آپ نے نوشاہی خاندان کی تاریخ کو منضبط کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کررکھی ہے۔ اور اس کام میں آپ کی کامیابی بھی نمایاں ہے۔ کیا آپ اُن مشکلات پر روشنی ڈالیں گے جو آپ کو اس کام کے دوران پیش آئیں۔ کیونکہ ماضی بعید کی تاریخ مرتب کرنا ماضی قریب کی نسبت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ آپ نے ان مشکلات پر کیسے قابو پایا؟

جواب۔ ابتدا میں میں نے اپنے آباؤ اجداد کے حالات لکھے۔ ان کی دستیابی میرے لیے آسان تھی۔ کیونکہ ان کے بارے میں کافی تاریخی مواد ہمارے آبائی کتب خانہ مکتبہ نوشاہیہ ساہن پال شریف میں موجود تھا۔ بعد میں میں نے صاحبزادہ فضل حسین صاحب بن حضرت سید غلام حسن صاحب نوشاہی ڈھل والہ سے کہا کہ اپنے آباؤ اجداد کے حالات مہیا کریں تاکہ وہ بھی قلمبند کردیئے جائیں۔ اس وقت میرے خیالات محدود تھے۔ مگر جونہی مجھے نوشاہی بزرگوں کے حالات ملنے شروع ہوگئے میرے خیالات میں وسعت پیدا ہوتی چلی گئی۔ میں چاہنے لگا کہ باقی نوشاہی

برخورداری بزرگوں کے حالات بھی لکھ دینے چاہئیں۔ چنانچہ میں نے اس کام کی طرف بھرپور رجوع کیا۔ اللہ تعالٰی کے فضل وکرم اور بزرگوں کی دعاؤں سے مجھے کامیابیاں ہوتی گئیں۔ پھر نوشاہی ہاشمی حضرات کے حالات بڑی محنت سے اکٹھے کیے۔ بعد میں بتدریج پورے سلسلہ عالیہ نوشاہیہ کے حالات لکھنے کی ٹھانی اس وقت کوئی کتاب رہنمائی نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ میں نے بزرگوں کے سوانحی حالات اور تاریخیں حاصل کرنے کے لیے ایک مہم شروع کی۔ اور اس کام کے لیے بہت سفر کیے۔

بزرگانِ اسلاف کے حالات حاصل کرنے کے لیے اُچ شریف کا سفر کیا اور وہاں کا کتب خانہ دیکھا۔ بعد میں عام لوگوں اور احباب کے کتب خانے ملاحظہ کیے۔ اپنے خاندان کے بعض افراد کے پاس پرانی کتابیں تھیں (ان کا مطالعہ کیا) (بہی کھاتوں) کی بھی جانچ پڑتال کی جس سے بہت سی تاریخیں مل گئیں۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور بھی ملاحظہ کی۔ علاوہ ازیں میں ہر اس مقام پر پہنچا جہاں سے مجھے نوشاہیت کے بارے میں کچھ بھی علمی مواد ملنے کا پتہ چلا یا گمان ہوا۔ اپنی اس انتھک کوشش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوشاہی خاندان کی [illegible] تاریخ لکھنے میں کامیاب کیا۔ یہاں میں ایک بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ چند افراد نے محض بغض، حسد اور تعصب کی بنا پر اپنی مملوکہ کتب دکھانے سے انکار کر دیا۔ اور بعض ٹال مٹول سے کام لیتے رہے۔

سوال نمبر ۲۔ کیا آپ نے اپنی کتاب "شریف التواریخ" جو کہ سلسلہ نوشاہیہ کی جامع تاریخ اور ایک مبسوط تذکرہ ہے۔ کسی اور کتاب سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کی اگر ایسا ہے تو بیان فرمائیں کہ آپ اسے کس کتاب سے متاثر ہو کر لکھ رہے ہیں؟

جواب۔ میں نے اسے کسی بھی کتاب سے متاثر ہو کر لکھنا شروع نہیں کیا۔ بلکہ اس

کے لکھنے کی ضرورت یوں محسوس کی کہ کتابوں میں ہمارے خاندان کے بزرگوں اور مشائخ کے مفصل حالات کہیں بھی نہیں ملتے تھے۔ چنانچہ میں نے مختلف قدیم تذکروں اور کتابوں سے (جن میں سے اکثر نایاب قلمی صورت میں ہیں) بزرگانِ نوشاہیہ کے حالات اتمذکرے موجودہ دور کی ضرورتوں کے مطابق لکھنے شروع کیے۔ ان قدیم تذکروں میں جو تقریباً دو سو سال قبل تک کے بزرگان کے حالات مہیا کرتے ہیں۔

مندرجہ ذیل زیادہ اہم ہیں۔

۱۔ "رسالہ احمد بیگ المعروف رسالہ الاعجاز" ۱۱۰۰ھ

تصنیف مرزا احمد بیگ لاہوری ؒ

۲۔ "ثواقب المناقب" ۱۱۲۶ھ

تصنیف علامہ محمد ماہ صداقت کنجاہی ؒ

۳۔ "تذکرہ نوشاہی" ۱۱۴۶ھ

تصنیف مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی ؒ

۴۔ "تحائف قدسیہ" ۱۱۸۶ھ

تصنیف شیخ پیر کمال نوشاہی لاہوری ؒ

۵۔ "مراۃ الغفوریہ" ۱۱۹۰ھ

تصنیف میاں امام بخش لاہوری ؒ

۶۔ "کنز الرحمت" ۱۲۲۰ھ

تصنیف مولانا محمد اشرف فاروقی منچری ؒ

سوال نمبر ۴۔ چونکہ آپ کافی تحقیق کے بعد کتابیں لکھتے ہیں۔ کیا آپ بتائیں گے کہ آپ کسی مسئلہ کو تحقیق کی کس کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ یعنی جب ایک ہی واقعہ کو چند مختلف کتب میں مختلف روایتوں اور مختلف زاویوں سے پیش کیا گیا ہو تو ان میں سے آپ کس کو ترجیح دیں گے اور کیوں؟

جواب۔ کسی مسئلہ یا واقعہ کو تاریخی حوالہ جات سے تحقیق کرنے کے لیے ضروری

ہے کہ دیکھا جائے آیا وہ واقعہ جس دَور کا ہے اُسی دَور کے مصنفین نے اسے قلمبند کیا ہے؟ سب سے زیادہ اس کے معاصرین کے لکھے ہوئے واقعہ کو احسن سمجھا جائے گا۔ اگر اس دَور کے کسی مصنف کی کوئی بھی کتاب یا تحریر اس واقعہ سے متعلقہ لکھی ہوئی نہ ملے تو بعد میں لکھی جانے والی ابتدائی کتب کو زیادہ قابلِ قبول سمجھا جائے گا۔

یوں بھی کسی واقعہ یا بات کو پرکھنے کے لیے دو اصول ہیں۔ ایک روایت اور دوسرا درایت۔

روایت میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ راوی کیسا ہے وہ واقعہ کی تاریخ سے کتنے قریب دَور کا ہے۔ اگر وہ اس واقعہ کا شاہد نہیں تو اس نے کہاں سے روایت حاصل کی ہے اور جس کتاب کی وہ روایت لکھ رہا ہے۔ وہ کہاں تک معیاری ہے۔

کسی واقعہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے عقلی دلائل کی بھی ضرورت سمجھی جاتی ہے یہی درایت کہلاتی ہے۔ جس واقعہ کو روایت ثابت کرتی ہو مگر وہ قرینِ قیاس نہ ہو تو اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ جتنا ہی کوئی واقعہ بڑا یا بات اہم ہوگی۔ اس کے لیے اتنی ہی بلند پایہ اور مستند روایت کی ضرورت ہوگی۔ معمولی واقعات کے لیے احاد روایات بھی قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ لیکن اہم واقعات کے لیے متواتر اور کثیر التعداد ثقہ راویوں کی روایات کی ضرورت ہوتی ہے۔

روایت کے ساتھ درایت کو بھی استعمال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ روایت بعض اوقات غلط بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً

فقیر سید غلام محی الدین بخاری برقندازی لاہوریؒ نے "کشکول نوشاہی" میں لکھا ہے کہ حضرت سخی شاہ سلیمان نوری بھلوالیؒ کی عمر چار سو برس تھی۔ مگر حضرت سید محمد بخش نوشاہی رسول نگری رہ نے لکھا ہے کہ ان کی عمر اٹھانوے ۹۸ سال تھی۔ تو اگرچہ پہلے راوی بھی ایک مشہور مصنف ہیں۔ مگر ان کی روایت درایت کے خلاف ہے کیونکہ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سلانہ میں اپنے نویں پشت اوپر شیخ شیو...

سید ابو العباس احمد گیلانی (م ۶۳۰ھ) کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور اپنے دادا پردادا مرشدوں سے عمر میں بڑے تھے۔ حالانکہ یہ صریح طور پر پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور اٹھانوے سال عمر والی روایت بالکل قرینِ عقل ہے۔ لہذا صحیح ہے۔

ایسا ہی "تحائف قدسیہ" میں ہے کہ حضرت نوشہ صاحب نے اپنے فرزند اکبر حضرت شاہ برخوردار بحر العشق رح کو لنگر پکانے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس سے اعراض کیا۔ یہ روایت بھی عقل و درایت اور معتبر روایات کے خلاف ہے۔ مرزا احمد بیگ لاہوری "رسالہ الاعجاز" میں علامہ محمد ماہ صداقت کنجاہی "ثواقب المناقب" میں۔ سید حافظ محمد حیات ربانی نوشاہی "تذکرہ نوشاہی" میں اور مولانا محمد اشرف فاروقی منچری "کنز الرحمت" میں لکھتے ہیں کہ شاہ برخوردار بڑے مہمان نواز تھے خود حضرت نوشہ گنج بخش رح نے ان کے متعلق فرمایا ہے "دلداری صادر و وارد بہمیں جگر گوشہ تعلق دارد و نگہبانیِ خاطر ہر نزدیک و دور ازیں نور دیدہ سر انجام مے پذیرد" تو ان معتمد کثیر التعداد روایات کے مقابلہ میں تحائفِ قدسیہ کی روایت کی کوئی وقعت نہیں۔ نیز عقل و درایت کے بھی خلاف ہے کہ جو فرزند اپنے والد ماجد کے امر کے سوا اٹھنا بیٹھنا بھی نہ تھا ؎

بجز امر نہ نشستے ہرگز بجا ؛ نہ برخاستے از مکاں بے رضا

تو وہ فرزند لنگر پکانے سے کیونکر انکار کر سکتا تھا۔

ایسے ہی میاں حسن محمد رن طوی نے تحائفِ اصفیاء میں شیخ صدر الدین رکھڑالے کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جو ازروئے عقل و درایت بالکل لغو ثابت ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۵ ۔ آپ کے نزدیک ایک مصنف میں کون کون سے اوصاف ہونے چاہئیں جو کہ اُسے ایک اچھا مصنف کہلانے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

جواب ۔ ایک مصنف کے لیے ضروری ہے کہ اس میں مادہ انصاف موجود ہو تعصب

سے دُور رہے، حقیقت نگار ہو اور سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

مصنّف کے پاس الفاظ کا ذخیرہ کافی مقدار میں ہونا چاہیئے۔

مصنّف میں تحقیق کا مادہ بھی ہونا چاہیئے۔ اُسے ہر سُنی سنائی بات پر یقین نہیں کر لینا چاہیئے اور کوئی بات بغیر حوالہ کے نہیں لکھنی چاہیئے۔ کیونکہ حوالہ کے بغیر کتاب مستند نہیں ہو سکتی۔

مذہبی لحاظ سے بھی مصنّف کے عقائد درست ہونے چاہئیں۔

مصنّف جس موضوع پر کتاب لکھ رہا ہو اسے اس موضوع یا فن کے اصول و قواعد اور اصطلاحات سے پوری طرح واقف ہونا چاہیئے۔

مصنّف کو چاہیئے کہ ریا کاری سے بچتے ہوئے پورے اخلاص کے ساتھ لکھے۔ اپنے علم کو جتانے کے لیے نہیں لکھنا چاہیئے۔

سوال نمبر ۶۔ آپ کا اسلوبِ بیان بڑا سادہ اور سلیس ہوتا ہے۔ اور آپ کی تحریر میں روانی پائی جاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا آپ لکھنوی طرزِ تحریر (جس میں پُر تکلف تشبیہات و استعارات اور بھاری بھرکم کلمات ہوتے ہیں) کو پسند نہیں کرتے؟

جواب۔ میں اپنا مدعا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں زیادہ تر سلیس اور رواں تحریریں لکھتا ہوں۔ مگر میں لکھنوی تحریر کو بھی پسند کرتا ہوں۔ اور اس کی قدر کرتا ہوں۔ کیونکہ ایسی تحریریں فاضل ادیبوں ہی کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

سوال نمبر ۷۔ آپ نے زیادہ تر تاریخ و تذکرہ اور سوانح و سیرت کی کتب لکھنے اور مرتب کرنے کا کام کیا ہے اور ایسی بہت سی پرانی و نئی کتابیں آپ کی نظر سے مسلسل گزرتی آ رہی ہیں۔ کیا آپ بتائیں گے کہ اس کڑی کی کون سی کتاب زیادہ جامع اور تفصیلی ہے۔ جو اپنے موضوع کو مکمل طور پر احاطہ کرتی ہے؟

جواب۔ تاریخ و تذکرہ اور سوانح و سیرت کے سلسلہ میں مختلف طبقوں کے لحاظ سے مختلف کتب ایسی ہیں جو اپنے موضوع کی بڑی ضخیم اور جامع کتابیں ہیں

مثلاً اگر صوفیاء کے حالات پر کوئی کتاب دیکھنا ہو مفتی غلام سرور لاہوری کی مشہور تصنیف "خزینۃ الاصفیاء" خاصی جامع کتاب ہے۔ جو ایک ہزار سے زیادہ بزرگوں کا تذکرہ ہے۔ (اس میں بعض واقعات اور تاریخیں قابلِ تحقیق ہیں مگر اپنے حجم کے لحاظ سے یہ بڑی جامع کتاب ہے۔)

بادشاہوں کی تاریخ پر مبنی ایک کتاب بنام "تاریخ شاہی" اچھی کتاب ہے یہ بھی مفتی غلام سرور لاہوری متوفی ۱۳۰۷ھ کی تالیف ہے۔

علماء کے تذکروں پر مشتمل درج ذیل دو کتابیں بڑی جامع ہیں۔ ایک مولوی رحمان علی کی "تذکرہ علمائے ہند" اور دوسری علامہ سید عبدالحی حسنی لکھنوی کی "نزہتہ الخواطر" (عربی) ہے۔

اسی طرح تاریخ و تذکرہ کے ہر موضوع پر کئی ایک کتابیں ایسی ہیں۔ جو بڑی جامع ہیں اور بڑی حد تک اپنے موضوع کو احاطہ کرتی ہیں۔

سوال نمبر ۸۔ آپ کا منظوم کلام بہت کم ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ شاعری کی طرف راغب نہیں ہوئے۔

جواب۔ میرا اصل موضوع (مطمح نظر) خاندان نوشاہیہ کی تاریخ لکھنا تھا۔ اس لیے میں ادھر ہی مائل رہا۔ اگر میں شاعری میں زیادہ کام کرتا اور اس طرف راغب ہوتا تو میرا اصل موضوع پیچھے رہ جاتا۔ تاہم اب بھی "ارمغانِ امینیہ" اور "اعجاز التواریخ" نام سے میرے شعری مجموعے ہیں۔ علاوہ ازیں بھی کئی ایک نظمیں میری بیاضوں میں موجود ہیں۔

سوال نمبر ۹۔ شعر و سخن کے معاملہ میں آپ کس شاعر سے زیادہ متاثر ہیں یا آپ کس شاعر کو پسند کرتے ہیں اور کیوں؟

جواب۔ قدیم شعراء میں سے حافظ شیرازی، مولانا روم، سعدی، نظامی، جامی اور خسرو کا کلام مجھے پسند ہے۔

دورِ وسطیٰ کے شعراء میں غنیمت کنجاہی اور صداقت کنجاہی بہت اچھے شاعر

تھے۔ بعد کے شعراء میں مرزا غالب کا کلام نمایاں خصوصیات کا حامل ہے۔ قومی شاعری میں اقبال منفرد مقام رکھتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے ان شعراء کا کلام کیوں پسند ہے تو اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ ان کے کلام میں عشق و تصوّف کے مضمون کو انتہائی عمدہ پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔

مقالہ پنجم

ذوقِ علمی کی ایک جھلک

ذیل میں اُن کتب خانوں کی تفصیل دی جاتی ہے جنہیں سید شرافت نوشاہی نے ملاحظہ کیا اور ان سے استفادہ کیا۔ گو یہ مکمل فہرست نہیں تاہم سید شرافت نوشاہی صاحب کے علمی ذوق و شوق اور جستجوئے علم و ادب کا ایک خاکہ ذہن میں آ سکتا ہے۔

کتب خانوں کی ضلع وار فہرست

ضلع لاہور

پنجاب یونیورسٹی لائبریری	
پنجاب پبلک لائبریری	
عجائب گھر کا کتب خانہ	
کتب خانہ فقیر صاحباں	اندرون بھاٹی دروازہ
کتب خانہ قدوسی	انارکلی
کتب خانہ احسان دانش	"
کتب خانہ مولوی محمد حسین عادلی	وسن پورہ
نوری کتب خانہ پیر معصوم شاہ نوشاہی	
کتب خانہ ڈاکٹر خواجہ عبدالرشید کراچوی	نزد میو ہسپتال
کتب خانہ مولوی شمس الدین تاجر کتب نادرہ	زیر مسلم مسجد۔ لوہاری دروازہ
کتب خانہ مولوی محمد حیات بن غلام رسول شرقپوری	کرشن نگر

کتب خانہ حکیم محمد موسیٰ ولد حکیم فقیر محمد امرتسری — ریلوے روڈ لاہور
کتب خانہ پروفیسر محمد اقبال مجددی — چاہ میراں لاہور
کتب خانہ محمد عالم مختار حق — جھگیاں ناگرہ
کتب خانہ محمد عارف رضوی — مزنگ نو
کتب خانہ مولوی محمد لطیف زار نوشاہی ولد حاجی حسین بخش — راج گڑھ
کتب خانہ شیخ الٰہی بخش جلال الدین تاجران کتب — کشمیری بازار
کتب خانہ حاجی محمد ارشد قادری۔

ضلع سیالکوٹ

کتب خانہ پیر سید خورشید الحسن ولد پیر شہسوار شمس غوث نوشاہی — نارووال
کتب خانہ حاجی قاضی محمد علی قریشی صدیقی نوشاہی — ڈھڈیالہ

ضلع گوجرانوالہ

کتب خانہ مولوی بشیر حسین فاروقی خطیب جامع مسجد گورستان والی
کتب خانہ میاں ابراہیم امرتسری — محلہ داتا گنج بخش
کتب خانہ مولوی بشیر احمد خطیب جامع مسجد انوار الرحمان — شریف پورہ
کتب خانہ پروفیسر حکیم سید محمد اکرم ولد محمد یوسف قادری نوشاہی — لوہڑکی
کتب خانہ ڈاکٹر بشیر احمد امام مسجد — گھینے والہ
کتب خانہ مولوی غلام حیدر — نیبی
کتب خانہ مولوی عبدالخالق امام مسجد — ''
کتب خانہ میاں محمد علی ولد خدا بخش رحمانی — بھڑی شاہ رحمان
کتب خانہ مولوی عبدالحق چشتی — ہیرلا نوالی
کتب خانہ مولوی محمد نذیر امام مسجد ولد مولوی عزالدین فاروقی — اجنیکے
کتب خانہ مولوی منظور احمد سجادہ نشین عبدالرحمٰن خلدی — وڈالہ سندھواں

کتب خانہ	مقام
کتب خانہ میاں غلام سرور نوشاہی ولد غلام رسول	گاجر گولہ
کتب خانہ مولوی حکیم حاجی مشتاق احمد ولد مظفر حسین فاروقی	احمد نگر
کتب خانہ منشی نیاز احمد ولد اللہ بخش	بادرسے
کتب خانہ مولوی محمد افضل ولد اللہ رکھا امام مسجد	ابدال
کتب خانہ مولوی سردار محمد چشتی خطیب جامع مسجد	"
کتب خانہ سید محمد مقبول بن سید قربان علی نوشاہی	رسولنگر
کتب خانہ مولوی محمد حسین مبارک رقم ولد مولوی نیاز احمد	عادل گڑھ
کتب خانہ مولوی عبدالکریم کاتب ولد مولوی عمرالدین	"
کتب خانہ سید افضل شاہ نوشاہی خوارزمی	سوہدرہ
کتب خانہ مولوی منشی غلام حسین کاتب و شاعر	کیلیانوالہ
کتب خانہ مولوی غلام رسول مخدوم چشتی	چھنی لک
کتب خانہ مولوی عطاالٰہی قریشی امام مسجد	ابوالفتح والی
کتب خانہ میاں علی احمد اولاد محمد پناہ رح	گھوٹیاں
کتب خانہ سید حافظ حسین بخاری پٹواری	سعداللہ پور
کتب خانہ مولوی محمد صادق خوشنویس	بھیہ انوالہ
کتب خانہ میاں منور حسین کھوکھر	کوٹ رنڈ
کتب خانہ مولوی محمد صدیق فاروقی امام مسجد	"
کتب خانہ ماسٹر محمد عاشق	اوکو بھائی کے
کتب خانہ محمد صادق اہلحدیث	بوڑے والی
کتب خانہ مولوی عنایت اللہ امام مسجد	شیر گڑھ
کتب خانہ مولوی غلام احمد و نور ولد غلام فرید امام مسجد	کوٹ پیر محمد
کتب خانہ مستری امانت علی ولد محمد یوسف	فتو منڈ
کتب خانہ میاں چراغ دین نوشاہی	نظام آباد

کتب خانہ سید تنویر بخاری	کڑیال درکاں

ضلع شیخوپورہ

کتب خانہ انوار العلوم سید عبدالکریم عباسی نوشاہی	چنبل شریف
کتب خانہ قاری محمد اسلم سلیم نوشاہی	منڈی مرید کے
کتب خانہ مولوی حکیم نیک محمد ولد میاں رد شندین نوشاہی	شرقپور
کتب خانہ مولوی مظفر حسین نوشاہی ولد مولوی اقبال حسین	میروال
کتب خانہ حکیم نذیر حسین نوشاہی	مردانہ
کتب خانہ میاں خوشی محمد نوشاہی	بریار فو
کتب خانہ مولوی منظور عالم خطیب جامع مسجد	ونوٹیا فوالی

ضلع راولپنڈی

کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان	سیٹلائٹ ٹاؤن
کتب خانہ ڈاکٹر محمد اقبال ولد غلام قادر	واہ کینٹ

ضلع گجرات

کتب خانہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد ولد مولوی عبدالکریم قلعداری	گجرات
کتب خانہ حکیم ضیاء اللہ ولد حکیم محمد جمیل	"
کتب خانہ جدید مولوی عبدالعزیز قریشی جلد ساز	"
کتب خانہ ماسٹر مشتاق احمد ہاشمی	"
کتب خانہ حکیم سید مظفر حسین ظفر ولد سید غلام احمد کاتب نوشاہی	ساہنپال شریف
کتب خانہ حافظ منظور حسین ولد سردار شاہ سلیمانی	"
کتب خانہ سید عاشق علی ولد سید شیر علی نوشاہی	"

کتب خانہ سید الطاف حسین ولد سید فضل حسین نوشاہی	ساہنپال شریف
کتب خانہ سید حبیب اللہ ولد سید اقبال علی نوشاہی	"
کتب خانہ مولوی محمد علی ولد شرف دین تارڑ	چھنی ساہنپال
کتب خانہ سید وزیر محمد ولد فضل عالم نوشاہی	رن مل
کتب خانہ سید شیر علی ولد سلطان علی نوشاہی	"
کتب خانہ سید محمد حسین ولد بنے شاہ نوشاہی	"
کتب خانہ سید محمد شریف ولد محمد عالم نوشاہی	ڈھل شریف
کتب خانہ صاحبزادہ محمد امین ولد پیر محمد فاضل نوشاہی	نوشہرہ شریف
کتب خانہ صاحبزادہ محمد اسلم ولد پیر نواب علی نوشاہی سجادہ نشین	"
کتب خانہ صاحبزادہ غلام سرور کیانی	کڑوہ شریف
کتب خانہ خواجہ محبوب عالم قادری	اعوان شریف
کتب خانہ مولوی محمد سلام اللہ شائق ولد امان اللہ	چک عمر
کتب خانہ میاں سلطان احمد امام مسجد	جاجووال
کتب خانہ مولوی غلام حسین ولد میاں فیض احمد امام مسجد	اگرویہ
کتب خانہ مولوی ولی محمد امام مسجد	چک جانو
کتب خانہ مولوی جمیل احمد ہزاروی	چوراقوانی
کتب خانہ میاں غلام نبی امام مسجد	ڈھوک شہانی
کتب خانہ مولوی بشیر احمد	"
کتب خانہ مولوی محمد لطیف	پھالیہ
کتب خانہ میاں عبدالرشید بی اے ایل ایل بی	"
کتب خانہ مولوی نور محمد چشتی	رسویاں
کتب خانہ مولوی غلام حسین مجددی ولد مولوی ابراہیم	سیتھل
کتب خانہ بشیر احمد ولد مستری احمد دین	گوجرپور

ضلع سرگودہا

کتب خانہ مولوی محمد ظریف — خوشاب شریف

ضلع فیصل آباد

کتب خانہ مولوی محمد دین مسکین نوشاہی خطیب جامع مسجد فاروقیہ — ناظم آباد
کتب خانہ صائم چشتی نعت گو و نعت خواں — 〃
کتب خانہ حکیم حاجی محمد علی جالندھری ولد شیخ ایوب نوشاہی — رضا آباد
کتب خانہ مولوی محمد رمضان شاہ نوشاہی — گورونانک پورہ
کتب خانہ علویہ رضویہ — ڈچکوٹ روڈ
کتب خانہ بابو نور محمد ناز — حاجی آباد
کتب خانہ سید شرافت شاہ — بھوپال والا چک صوبیہ
کتب خانہ صوفی رحمت علی نقشبندی — 〃
کتب خانہ صوفی غلام نبی ولد راج محمد قادری نوشاہی — 〃
کتب خانہ سید مظفر حسین بخاری — 〃
کتب خانہ مولانا پیر سید غلام شبیر شاہ ولد حامد شاہ نقشبندی — 〃

ضلع ملتان

کتب خانہ پیر مخدوم شوکت حسین سجادہ نشین دربار مخدوم موسیٰ پاک شہید — ملتان
کتب خانہ سائیں ڈسوندھی شاہ نوشاہی — 〃
کتب خانہ حاجی فضل کریم نوشاہی — 〃
کتب خانہ میاں محمد علی اعوان — 〃

ضلع بہاول پور

سنٹرل لائبریری — بہاول پور

کتب خانہ میاں محمد حسن خان میرانی — کجل پورہ

کتب خانہ سید محمد حسین شاہ چشتی روہی والے پیر صاحب — مچھی بازار

کتب خانہ دربار گیلانی محبوب سبحانی رح — اوچ شریف

کتب خانہ مولوی غلام احمد اختر مؤلف سرا شتہ تالیفات بہاولپور — ،،

ضلع رحیم یار خاں

کتب خانہ ماسٹر درویش محمد ولد حاجی ولی محمد نوشاہی — آدم صحابہ

کتب خانہ ماسٹر عبدالمالک زاہد ولد برکت علی نوشاہی — چندرامی صادق آباد

ضلع مظفر گڑھ

کتب خانہ چوہدری غلام قادر نمبردار — چک ۳۱۴ ٹی ڈی اے

ضلع پشاور

کتب خانہ۔ حاجی آغا میر احمد صدیقی نوشاہی — مچھی ہٹہ

ضلع کراچی

کتب خانہ۔ پروفیسر محمد ایوب قادری — ناظم آباد کراچی ۳۳

یہ پنجاب کے مختلف اضلاع کے کتب خانوں کی فہرست تھی۔ ان کے علاوہ علامہ سید شرافت نوشاہی نے دوسرے صوبوں سندھ و سرحد وغیرہ کے بھی بہت سے کتب خانوں سے استفادہ کیا ہے۔ مگر سردست ہم ان کی فہرست نہیں دے سکتے البتہ یہاں سعودی عرب کے ان کتب خانوں کی فہرست دی جاتی ہے۔ جنہیں سید

شرافت نوشاہی نے ۱۳۹۵ھ میں اپنے سفرِ حج کے دوران ملاحظہ فرمایا۔

مکتبۃ السنفقۃ العربیہ

مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ

مکتبۃ الشرق الحدیثیہ

مکتبۃ الفکر العربی

مکتبۃ التقدم العلمیہ

مکتبۃ المعرفۃ

مکتبۃ الامدادیہ

مکتبۃ الانشراح

مکتبۃ العرابی

مکتبۃ ابن سینا

مکتبۃ العلم

مکتبۃ ادوات مدرسیہ

مکتبۃ التجار

مکتبۃ دار التعاون والنشر والتوزیع

مکتبۃ ملک الاصواف

علامہ سید شرافت نوشاہی بڑھاپے کے باوجود آج بھی اکثر سفر میں رہتے ہیں۔ اور جہاں کہیں بھی کسی علمی خزانے کا پتہ چلے انتہائی دلچسپی کے ساتھ اس سے استفادہ کرتے ہیں اندرون ملک پشاور سے کراچی تک آپ متعدد علمی سفر کر چکے ہیں۔
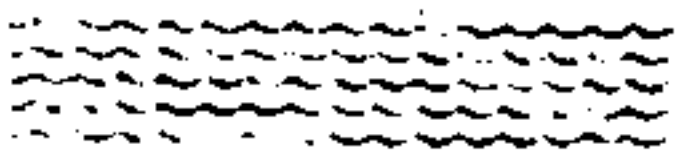
مقالات ـــــ تبصرے ـــــ مکاتیب

مقالات

شریف التواریخ کی تقریب

۱۴ر مئی ۱۹۸۰ء (۲۸ر جمادی الآخرے ۱۴۰۰ھ) کو کتاب شریف التواریخ جلد اوّل کی تقریب کا اہتمام پاکستان نیشنل سنٹر الفلاح لاہور نے کیا۔ جس میں ملک کے نامور دانشوروں نے شریک ہو کر اپنی آرار پر مشتمل مقالات پڑھے۔ اس تقریب کی صدارت جناب اشفاق احمد خان صاحب ڈائریکٹر مرکزی اردو بورڈ لاہور نے کی۔ ۴ بجے سے ۶ بجے شام تک جن ادبار اور محققین نے شرکت فرما کر اپنے خیالات کا اظہار کیا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

تلاوت قرآن کریم، جناب قاری محمد اسلم سلیم نوشاہی۔ مریدکے، شیخوپورہ۔

۱۔ جناب اشفاق احمد خاں صاحب صدر جلسہ۔

۲۔ جناب آقائے احمد منزوی ایرانی۔ کتابدار خاص کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان راولپنڈی۔ (فارسی میں مقالہ پڑھا)

۔ جناب صاحبزادہ سید رضا اللہ شاہ عارف نوشاہی نے منزوی صاحب کے فارسی مقالہ کا اردو ترجمہ سنایا۔

۳۔ جناب ڈاکٹر ظہور الدین احمد۔ پاکستان میں فارسی زبان و ادب کے فرد یگانہ ہیں۔ ان کی کتاب "پاکستان میں فارسی ادب" کی چار ضخیم جلدیں چھپ گئی ہیں۔

۴۔ جناب پروفیسر سید خورشید حسین بخاری۔ گورنمنٹ گورو نانک کالج ننکانہ صاحب۔ ضلع شیخوپورہ۔ صوفیہ کے کئی قابل قدر تذکروں کے مصنف۔

۵۔ جناب پروفیسر سید آفتاب احمد نقوی۔ گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ۔

۶۔ جناب راجا رشید محمود ایم۔ اے کنوینیر پاکستان سُنّی رائٹرز گلڈ پنجاب۔

۷۔ جناب محمد اقبال مجددی۔ لیکچرار تاریخ شاہ حسین کالج لاہور اور مؤلف تاریخی و سوانحی

"احوال و آثار سید شرافت نوشاہی" و "حدیقۃ الاولیاء" وغیرہ۔

۷۔ جناب مولانا محمد لطیف زار صاحب نوشاہی برقندازی۔ نوشاہی منزل محمدی پارک۔ راج گڑھ۔ لاہور۔ بغیر مقالہ لکھے زبانی تقریر کی۔

۸۔ جناب علامہ ابوکلیم محمد افضل طور قریشی۔ نوشاہی۔ بی اے۔ منشی فاضل۔ ادیب فاضل۔ مؤلف کی تقریباً ایک سو (۱۰۰) کتابوں کے مسودات کی نمائش کا اہتمام بھی اسی تقریب پر کیا گیا۔

مقالہ۔۱

(جناب اشفاق احمد خان صاحب ڈائریکٹر مرکزی اردو بورڈ لاہور)

معزز حضرات! یہ صدارت اور صدارت کے فرائض جسے عام طور پر ایک اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ آج میرے لیے اعزاز کا باعث نہیں تھا۔ میں کہ بزرگانِ دین کی کفش برداری اور ان کی چاکری کو اپنے سر کا تاج سمجھتا ہوں، اس اعزاز سے کیسے خوش ہو سکتا تھا جو محض اس کرسی کے حوالے سے تھا۔ یہ تو شرافت صاحب کا حکم تھا جسے محض امتثالِ امر کے طور پہ مان لیا ورنہ میں یہ سارا وقت بے حد خفیف، بہت ہی شرمندہ اور حد سے زیادہ بے چین رہا۔ ایسی تقریب کی صدارت کرنا مجھ ایسے لوگوں کا منصب نہیں۔ میں ایک دنیادار، ملازم پیشہ، گریڈ زدہ اور چوکس شاطر قسم کا انسان ہوں۔ ٹھیک ہے بزرگانِ دین شفیق ہوتے ہیں۔ اور کچھ کہتے نہیں لیکن عتاب کا ڈر بھی ساتھ لگا رہتا ہے۔

شریف التواریخ کو آج سے چند برس پیشتر میں نے مسودے کی صورت میں دیکھا تھا۔ سارے کے سارے مسودے کو، جسے مسودہ کہنا یوں بے جا ہو گا کہ تمام جلدیں نہایت خوبصورت خط میں شرافت صاحب کے خوش قلم سے کتابت ہو کر اور اعلیٰ درجہ کی جلدوں میں بندھ ان کے کتب خانے میں موجود تھیں۔ اس وقت میں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ اس عظیم تاریخ کو اردو بورڈ کی طرف سے شائع کیا جائے اور اس علاقے کی اصل تاریخ کو پہلی بار ایسے متعارف کیا جائے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ تاریخ بادشاہوں کے ذکر کے بغیر بھی لکھی جا سکتی ہے بلکہ اصل تاریخ ہوتی ہی وہ ہے جس میں شاہوں اور شاہنشاہوں کا مذکور نہ ہو، لیکن میری یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ شاہوں کے نمائندوں سے ایسی تاریخ کے شائع کرنے کی اجازت مشکل ہی سے ملتی ہے جس میں بادشاہوں کا ذکر نہ ہو ——— مقامِ شکر ہے کہ اس ضخیم مسودے کا پہلا حصہ تائیدِ غیبی سے شائع ہو کر وجود میں آیا۔ اور اب یہ کتاب آپ

کے سامنے ہے۔ اس کتاب کے محاسن پر آپ دانشمند حضرات کی گفتگو سن چکے ہیں۔ اور ان کی آراء سے بہرہ مند ہو چکے ہیں، میرا منہ نہیں کہ میں اس پر کچھ اضافہ کر سکوں یا اپنی رائے کا اظہار کروں۔ میں تو صرف یہ کہنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ انسانی ترقی کی عظمت کا راز آپ کو صرف اس کتاب کی برگزیدہ ہستیوں کے اعمال اور کردار میں ہی نظر آئے گا اور انہیں کے ارشادات کی راہنمائی میں انسانیت ترقی کی طرف اپنا پہلا قدم اٹھا سکے گی۔ وہ ترقی جسے عرف عام میں ترقی کہا جاتا ہے، یا ترقی سمجھا جاتا ہے وہ اصل ترقی نہیں ہے۔ ملکوں، قوموں، گروہوں کی سائنٹیفک یا ٹیکنیکل ترقی دراصل انسان کی ترقی نہیں اس کے ماحول کی ترقی ہے اور ماحول کے ترقی پذیر ہونے سے انسان ترقی یافتہ نہیں ہوتا ــــــــــ آج سے چند ہزار برس پہلے جب انسان غاروں میں رہتا تھا اور پتھر اور دھات کے زمانے میں زندگی بسر کر رہا تھا تو اس کے اندر حرص، لالچ، غیظ، شہوت، کبر اور ناانصافی کا جذبہ کارفرما تھا۔ آج جب انسان اس قدر ترقی کر گیا ہے تو اس کے اندر یہ سارے جذبے ویسے کے ویسے بلکہ قدرے شدت کے ساتھ جوں کے توں موجود ہیں۔ غاروں اور درختوں کی کھوڈوں سے نکل کر انسان یو۔ این۔او اور یونیسکو کی خوبصورت اور عالیشان ایوانوں میں تو پہنچ گیا ہے، لیکن اس کا اندر، اس کی سوچ، اس کا وجود ویسے کا ویسا ہے جیسا کہ پتھر اور دھات کے زمانے میں تھا۔ ماحول کے تبدیل ہو جانے سے بہت سے لوگوں کو بلکہ سارے لوگوں کو یہ دھوکا ہوتا ہے کہ انسان ترقی کر گیا ہے۔ آج سے چند برس پیشتر میرے باپ کے گھر کے سامنے مسافت طے کرنے کے لئے ایک گڈ ہوتی تھی۔ اب اس گھر کے سامنے ایک بوئنگ ،، جہاز کھڑا ہوتا ہے۔ لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے کہ گڈ سے جہاز تک پہنچنا ترقی کی طرف ایک لمبی چھلانگ ہے، لیکن انہیں معلوم نہیں کہ باہر اور ماحول کی تبدیلی سے اس گھر کے افراد کے وجود میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ہم لوگ ویسے ہی حریص، لالچی، خود غرض، غصہ ور، شہوت پرست اور متکبر ہیں، جیسے ہمارے خاندان کے اگلے لوگ تھے، یا ان کے باپ دادا تھے، یا ان کا بڈھا قدیم پتھر اور

دھات کا زمانہ اور اس کے باشندے تھے۔ ماحول کی تبدیلی اور ارد گرد کی ترقی انسان کی ترقی نہیں ہے، لیکن کوئی شخص اسے ماننے کو تیار نہیں ہوتا، وہ اس کو اپنی اور انسان کی ترقی ہی سمجھتا رہتا ہے۔ آج کے پس منظر میں ترقی یافتہ ملک یا سپر پاور کی تعریف ان لفظوں میں کی جا سکتی ہے کہ سپر پاور وہ پاور ہے جو کم سے کم مدت میں زیادہ سے زیادہ انسانوں کو قتل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور جس سے ہر ذی روح ہر لمحہ اور ہر گھڑی اپنی جان اور اپنے مال کے ضیاع سے خائف ہو ——————

بزرگانِ دین کے نزدیک ترقی کی DEFINITION دوسری ہے۔ ان کے کشفی اور کونی علم نے ترقی کی ایک ہی تعریف کا محاصرہ کر رکھا ہے کہ وہ قوم یا وہ گروہ یا وہ معاشرہ جس پر خوفِ خدا غالب تر ہو ترقی یافتہ ہے۔ دوسرا غیر متمدن، غیر مذہب اور غیر ترقی یافتہ ہے۔

شریف التواریخ باوجود اس کے کہ جدید TECHNICAL TERMS سے آراستہ نہیں ہے۔ میرے نزدیک ایک ایسی سائنٹیفک کتاب ہے جس کا تعلق براہِ راست انسان سے ہے۔ یہ SPIRITUAL + HUMAN BEHAVIOUR کی ایک PSYCHOLOGICAL سٹڈی ہے جو گو پرانے انداز میں اور پرانی اُردو میں لکھی گئی ہے لیکن انسان کے ہر جدید تقاضے پر پوری اترتی ہے۔ جب آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو آپ پر یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ واضح ہو جائے گی کہ قطب یا قطبِ ارشاد یا قطب الاقطاب وہ لوگ تھے یا وہ لوگ ہیں جو اللہ کے امر پہ اپنے نفس کو قربان کر کے اس کی بارگاہ میں یہ ہدیہ پیش کرتے ہیں اور زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر ہمیشہ کے لئے امر ہو جاتے ہیں۔ نوعِ انسانی کی یہ وہ ترقی یافتہ صورت ہے جن کے پردہ کر لینے کے بعد ان کی قبریں بھی زندہ رہتی ہیں اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زندہ تر ہوتی جاتی ہیں۔

شریف التواریخ کی پہلی جلد اور اس کے بعد کے مسودوں کو جو کئی ہزار صفحوں پر پھیلے ہوئے ہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شرافت صاحب نے اپنی ساری زندگی

اس عظیم کام کے لئے وقف کر دی اور اس کے لئے کسی صلے یا ستائش کی پرواہ نہیں کی۔ میں عرض کروں گا کہ یہ اُن کا ہم سب پر بہت بڑا احسان ہے جس کے لئے ہم ان کے شکرگزار ہیں۔ اللہ ان کو دین اور دنیا میں سُرخرو فرمائے کہ انہوں نے ایک ایسا گائیڈ تمہارے لئے دستاویزی صورت میں بہم کر دیا ہے جس کے سہارے ہم ترقی کی منازل قدرے آسانی کے ساتھ طے کر سکتے ہیں اور صحیح ترقی یافتہ کہلا سکتے ہیں۔

مجھے اس اولین جلد کا بڑا احترام ہے اور میں اسے محبت کی آنکھ سے دیکھ کر عقیدت کے دل میں جگہ دیتا ہوں لیکن جب تک اس تاریخ کی اگلی جلدیں نہیں آئیں گی میری بے چینی بدستور رہے گی۔ میں اس علاقے کا رہنے والا ہوں اور میرا وجود اس مٹی سے گندھا ہے اور میں اس رَکھ کا دَون ہوں، جنڈ ہوں، کریر ہوں اور میں اس نمی کا پروردہ ہوں اور میں ان رحمتوں والوں اور برکتوں والوں کے بارہ میں اور بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں جنہوں نے مجھے یہ نمی دے کر پالا ہے اور پروان چڑھایا ہے۔ گو میرے پتے سوکھ چکے ہیں لیکن میری ڈالیوں میں ابھی بھی قوت نمو باقی ہے۔ میں پھر سرسبز ہو سکتا ہوں۔ بشرطیکہ مجھے میرے ملکوتی سکے ہاتھ کا پانی ملے۔ وہ بھی میرے صاحب ہیں۔ سر کے صاحب۔ جن کا آپ نے اس پہلی جلد میں ذکر کیا ہے لیکن قریب کے صاحبوں سے انسان صلہ رحمی بھی طلب کر سکتا ہے۔ صلہ رحمی شاید ٹھیک ٹرم نہ ہو۔ صلہ چاکری تو مانگ سکتا ہے اور آج کا شوخ چشم چاکر چونکہ صلہ مانگنے میں دیر نہیں کرتا اس لئے میں بھی ہاتھ پھیلا کر آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ اگلی جلدیں کب ملیں گی اور کیسے ملیں گی اور کیا ہمارا پسینہ سوکھنے سے پہلے پہلے مل جائیں گی۔؟

شکریہ !

(اگرچہ یہ مقالہ سب سے آخر میں پڑھا گیا تھا۔ لیکن جناب صدر صاحب کے احترام کے باعث پہلے لکھا گیا ہے)

مقالہ ۲

(جناب آقای احمد منزوی ایرانی)

حضرت علامہ بزرگوار سید شریف احمد شرافت نوشاہی

حضرات آقایان - اشفاق احمد صاحب، آقای پرفسور محمد اقبال مجددی،

خانمہا، آقایان!

من بسیار خوشحال و سرفرازم، و در عین حال شرمندہ، شرمندہ از اینکہ چنین لیاقتی نداشتہ ام کہ بہ پشت این بلند گو دعوت شوم۔

از چہار سال پیش کہ بہ این کشور دوست و ہمکیش دارد شدم، تاکنون کہ خدمت شما ہستم، برحسب موقعیت کاری خود، در مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، با استادان و روحانیان و پیرانِ سجادہ نشین بسیار برخورد کردہ، و شرف آشنائی با ایشان را یافتہ ام، کہ ہر یک از آنان ستارہ ای در آسمان علم و ادب بحساب می آمدہ اند، در میان آنہمہ برخوردہا، ہرگز اولین برخورد خود را با جناب عالی، حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی فراموش نمیکنم، در ہمان لحظہ نخستین وجودم را تسخیر فرمودید، و خود را مانند کنجشکی در برابر شہبازی احساس کردم، بعداً روزہای پسین بود کہ بہ آثار گرانبہای ایشان پی بردم۔

من ناچیز نیامدہ ام کہ شخصیت علمی ایشان و یا آثار ایشان را کہ از دویست مجلد می گذرد، و فہرست آنہا در اختیار ہمہ است، و در این نمایشگاہ می بینم، سخن بگویم، در موردِ ایشان من این عمل را یک جسارت نابخشودنی می دانم، و در مورد آثار ایشان فرصت چنین کاری نیست، و این ناچیز آمدہ ام کہ احترامات خود را تقدیم آن جناب نمایم، آمدہ ام کہ سر تعظیم بہ آن آستانہ فرود آورم۔

آشنائی این ناچیز با آن جناب، مرا بہ خاندان جلیل نوشاہیہ کشانند، من نام این خاندان کہن را کہ پیرامون چہارصد سال است کہ در این سرزمین تداوم فرہنگی داشتہ اند،

در ایران شنیده بودم ، و من این خاندان شریف را بعنوان پاسداران زبان فارسی در این سرزمین میشناختم ، و لی اعتراف می کنم کہ چنین آشنائی بہ این نداشتم کہ بہ وسیلہ ایشان حاصل شد ، می شنیدہ ام کہ ایشان بہ " مجدد خاندان نوشاہیہ " خطاب می شوند ، و این ناچیز خود را کوچک تر از آن می دانم کہ پیشنہاد و لقب کنم ، من بندہ این لقب را کہ آشنایان بہ آثار ایشان عنوان کردہ اند ، تائید می کنم ، جناب آقائی سید شرافت واقعاً مجدد خاندان نوشاہیہ ہستند ۔

ما شیعیان آیت اللہ میرزا حسن شیرازی را مجدد الف ثانی عشر ۔ و شمایان امام ربانی (شیخ احمد سرہندی) را مجدد الف ثانی خطاب می کنید ، و کاملاً بجاست کہ جناب آقائی سید شریف احمد شرافت نوشاہی بہ مجددِ خاندانِ نوشاہیہ ملقب باشند ۔

آثار گرانبہائے ایشان را کہ در این نمائش گاہ عرضہ شدہ است نگاہ میکردم ، بسیاری از انہا بہ زبان فارسی ست ، ہمیں دکہ گرہ پیوند فرہنگی ما را منعکس می سازد ، پیوندی کہ بیش از ہزار سال بران گذشتہ است ، دین مبین اسلام با شمشیر و لشکر کشی بہ این سرزمین نیامدہ است ، آئین اسلام بہ بالہائے زبان فارسی بدین سرزمین راہ یافتہ است ، و مردم این سرزمین آئین اسلام و قرآن کریم را از راہِ زبان فارسی فراگرفتہ اند ۔

فہرست مشترک نسخہ ہائے فارسی موجود در پاکستان ، کہ این جانب در مرکز تحقیقات فارسی بہ کمک استادان و فاضلان پاکستان در دست تالیف دارم ، این حقیقت را نشان می دہد ، تعداد بسیار " تفسیر حسینی ، مواہب علیہ " کاشفی رہ کہ در واقع ترجمۂ قرآن کریم است ، و نسخہ ہائی بے شماری از قرآن کریم کہ با زیر نویس فارسی ہستند ، نشان میدہند کہ مسلمانان این سرزمین معانی قرآن مجید را بہ زبان فارسی در می یافتند ، کتاب ہائی عقیدتی ، فقہی ، عرفانی مکر بہ زبان فارسی نوشتہ شدہ است نشان میدہد کہ مردم این سرزمین آئینِ مقدسِ اسلام را از راہِ زبان فارسی فراگرفتہ اند ۔

کتاب ہائی ادبی و علمی در این شبہ قارہ بہ این زبان نوشتہ می شدہ است و

نزدیک بہ ہمہ کتابہائی تاریخ این سرزمین بہ زبان فارسی نوشتہ شدہ است ، کتاب خانہ ہائی شبہ قارہ پُراست ازین آثار ، کہ حقاً مآثر پاکستان ومفاخر ایران ہستند ، بگوئیم این آثار را گرامی داریم ، و دوستی دو ملت ہم کیش را مستحکم تر سازیم ۔

مقالہ احمد منزوی کا اردو ترجمہ

(سید رضا اللہ شاہ عارف نوشاہی۔ ساہن پال شریف۔ گجرات)

حضرت علامہ بزرگوار سید شریف احمد شرافت نوشاہی

جناب اشفاق احمد، جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی، خواتین و حضرات! میں بے حد خوش اور سرفراز ہوں اور ساتھ ہی شرمندہ بھی۔ شرمندہ اس لئے کہ میں اِس قابل نہیں تھا کہ اظہارِ رائے کے لئے اس مائیک پر بلایا جاتا۔

میں چار سال پہلے اس دوست اور ہم مذہب ملک پاکستان میں آیا۔ تب سے لے کر اب تک اپنے کام کی نوعیت کے مطابق میں اپنے ادارے مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان میں پاکستان کے کئی اساتذہ، علماء، مشائخ اور سجادہ نشینوں سے مِل چکا ہوں اور ان سے نیاز حاصل رہا ہے۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ پر علم و ادب کے آسمان کے تارے ہیں۔ لیکن میں جناب حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی سے اپنی پہلی ملاقات کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ انہوں نے تو اُس پہلے لمحے میں ہی میرے وجود کو تسخیر کر لیا تھا۔ یقین جانئے میں اس وقت خود کو کسی شاہباز کے سامنے ایک چڑیا محسوس کر رہا تھا۔ یہ بعد کی بات ہے جب میں ان کے علمی کارناموں سے متعارف ہوا۔

میں یہاں اس لئے نہیں آیا کہ شرافت نوشاہی صاحب کی علمی شخصیت یا ان کی کتابوں کے بارے میں جن کی تعداد دو سو سے بھی زیادہ ہے، کچھ کہوں۔ ایک تو اُن کی تصانیف کی فہرست پہلے ہی چھپ چکی ہے جو یقیناً آپ کی لائبریریوں میں ہو گی۔ دوسرے آج یہاں ان کے مسودات کی نمائش بھی منعقد ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر کچھ کہنا کم از کم میں اپنے لئے تو ایک ناقابلِ معافی جسارت خیال کرتا ہوں۔ ان کے علمی کارناموں پر بحث کرنے کے لئے فرصت چاہیئے۔ میں تو یہاں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ جناب شرافت نوشاہی صاحب کی خدمت میں اس احترام و عقیدت کا اظہار کروں۔ جو میں ان کے لئے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ میں یہاں اس لئے پہنچا

ہوں کہ ان کے آستانے پر تعظیماً اپنا سر جھکاؤں۔

گو ایران میں میں خاندان نوشاہیہ کا نام سن چکا تھا۔ لیکن یہ اعتراف کرنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ یہ جناب شرافت نوشاہی صاحب کی ہی شخصیت تھی جن کی وساطت سے مجھے اس خاندان کا قریبی تعارف حاصل ہوا۔ یہ سلسلہ گذشتہ چار سو سال سے مسلسل سرزمین پاکستان میں اپنی تہذیب کا امین رہا ہے۔ میں اسے پاکستان میں فارسی زبان کا نگہبان سمجھتا ہوں۔

میں نے سنا ہے کہ شرافت صاحب کو "مجدد خاندان نوشاہیہ" کہا جاتا ہے۔ میری یہ حیثیت تو نہیں کہ ان کے لیے کوئی لقب تجویز کر سکوں۔ البتہ میں ان کے علمی کارناموں سے واقف دانشوروں کی طرف سے دیئے جانے والے اس خطاب کی تائید ضرور کرتا ہوں۔

ہم شیعہ لوگ آیت اللہ مرزا حسن شیرازی کو مجدد الف ثانی عشر اور آپ حضرات امام ربانی شیخ احمد سرہندی کو مجدد الف ثانی کہتے ہیں اور اگر جناب سید شریف احمد شرافت نوشاہی کو خاندان نوشاہیہ کا مجدد کہا جائے تو یہ بالکل بجا ہوگا۔

جن مسودات کی نمائش یہاں ہو رہی ہے۔ ان میں کئی فارسی زبان میں ہیں اور یہی وہ چیز ہے جو ہمارے ثقافتی رشتے کو آپس میں ملاتی ہے۔ وہ رشتہ جسے قائم ہوئے ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اسلام یہاں تلوار اور فوج کشی کے بل پر نہیں آیا بلکہ یہ تو فارسی زبان کی وساطت سے یہاں داخل ہوا۔ اس خطے کے لوگوں نے اسلام اور قرآن کریم کو فارسی زبان کی مدد سے سمجھا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کی توثیق پاکستان میں فارسی قلمی نسخوں کی اس فہرست سے ہوتی ہے جو میں پاکستانی اساتذہ اور فضلاء کی مدد سے تیار کر رہا ہوں۔

"تفسیر حسینی" مواہب علیہ۔ جو اصل میں قرآن کریم کا ترجمہ ہے اور فارسی ترجموں کے ساتھ قرآن مجید کے متعدد قلمی نسخے اس بات پر شاہد ہیں کہ سرزمین پاک کے مسلمان قرآن مجید کے معانی فارسی زبان کی مدد سے درک کرتے۔ عقائد، فقہ اور تصوف پر

بے شمار فارسی کتب اس امر پر گواہ ہیں کہ یہاں کے عوام نے اسلام کو فارسی کے راستے سمجھا۔ برصغیر کی علمی اور ادبی کتابیں اسی زبان میں لکھی گئیں۔ اس علاقے کی تاریخ پر تقریباً سبھی کتابیں آپ کو فارسی میں ملیں گی۔ برصغیر کے کتب خانے ان کتابوں سے بھرے پڑے ہیں ——————— یہ پاکستان کی وہ دستاویزات ہیں جن پر ایران کو بھی فخر ہے۔

آئیے: ہم ان آثار کی قدر پہچانیں اور ایران و پاکستان اور ہم مذہب قوموں کی دوستی کو مضبوط تر بنائیں۔

مقالہ ۳

(جناب ڈاکٹر ظہور الدین احمد صاحب - لاہور)

شریف التواریخ

پوری کتاب تو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے - تیسری جلد مزید بارہ حصوں میں منقسم ہے ۔ کل آٹھ ہزار صفحات ہوں گے - اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ مؤلف نے کتنی محنت و کاوش کی ہوگی - اس کتاب کی تالیف و تدوین میں مؤلف کی عمر عزیز کے تریپن سال صرف ہو گئے - اس کے منابع و مصادر کا تو شمار نہیں - پروفیسر محمد اقبال مجددی نے کتاب کے تعارف میں بتایا ہے کہ کل ۱۵۶ مخطوطات سے استفادہ کیا گیا ہے اور ان میں ۹۰ ایسے مخطوطات ہیں جن کا ذکر پہلی مرتبہ اس مدونہ تاریخ میں ہوا ہے -

شریف التواریخ کی پہلی جلد شائع ہو کر ہمارے سامنے آئی ہے ، جو ۱۲۵۹ صفحات پر مشتمل ہے - اس میں ۱۰۷۰ سے ۱۲۵۹ تک رسائل وکتب ، اماکن ، اقوام وقبائل کے متعلق اشاریہ ہے - اس جلد کا اہم حصہ اس کا دیباچہ ہے - جو ۴۸ سے ۱۴۲ صفحات کو محیط ہے - اس میں ولی ، ولایت ، اس کے اقسام ، مقامات اولیاء ، کرامات و خوارق ، بیعت طریقت ، سلاسل فقرا ، سے متعلق اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔ مقدمہ میں صفحہ ۵۶ سے لے کر ۱۱۲ تک فہرس الفہرست کے عنوان سے کتاب کے تمام فصول کا موضوعی تجزیہ پیش کیا گیا ہے - اس جلد میں نبی اکرم (صلے اللہ علیہ وسلم) سے لے کر سلسلہ نوشاہیہ کے مؤسس حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) تک کے ان ۴۱ مشائخ کا ذکر ہے جن کا سلسلہ طریقت حضرت علی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے توسط سے رسول اکرم (صلے اللہ علیہ وسلم) تک پہنچتا ہے - سب سے تفصیلی ذکر ہادی اکرم شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت نوشہ گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے - یہ گویا ان کے اسلاف کا ذکر ہے - اخلاف کا ذکر بعد کی جلدوں میں آسکے گا - اس کتاب کا منظور و مقصود سلسلہ نوشاہیہ کا تذکرہ مرتب کرنا ہے - اس لیے مفصل تر ذکر

حضرت نوشہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا ہے جو صفحہ ۹۱۶ سے ۱۰۵۱ صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔

کتاب کے مؤلف سید شریف احمد شرافت خود سلسلہ نوشاہیہ کے ایک فرد ہیں، اور سجادہ نشینی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ وہ ایک عالم، فاضل، صوفی اور شاعر ہیں۔ انہیں تالیف و تصنیف کا تجربہ ہے۔ وہ اب تک ۱۵۲ کتب و رسائل تالیف اور ۹۰ کتب و رسائل ترتیب و تدوین کر چکے ہیں۔ اس لئے ان سے بڑھ کر اور کون سا موزوں ترین شخص ہو سکتا تھا جو اپنے سلسلہ طریقت کی تاریخ مرتب کرے۔ شریف التواریخ کی تاریخی اور ادبی اہمیت میں کسی کو کلام نہیں، پہلی جلد میں ۵۰۴ مآخذ کا ذکر ہے، جس میں ۵ مخطوطات ہیں۔ مؤلف نے کوشش و کاوش سے اولیاء و مشائخ مذکورہ کے مصنفات میں سے جو نادر نگارشات تلاش کی ہیں، ان کو مکتوبات، کلمات طیبات اور مواعظ حسنہ کے زیر عنوان درج کر دیا ہے۔ اس طرح یہ نوادر محفوظ ہو گئے ہیں۔

حضرت مؤلف نے ساری کتاب ارادت و عقیدت سے لکھی ہے۔ اس لئے اولیاء و مشائخ کے مدحیات و مناقب، کرامات و خوارق کا ذکر آنا ناگزیر تھا وہ خود رویائے صادقہ دیکھتے ہیں۔ آئمہ و اصحاب کی زیارت نصیب ہوتی ہے، اور ان کی پیشگوئیاں بھی درست ثابت ہوئی ہیں، جیسا کہ کتاب کے مندرجہ بیانات سے ظاہر ہے۔ اس لئے مادی دنیا کے قوانین پر نظر رکھنے والوں کو ان کرامات و خوارق پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ کتاب میں اولیائے کرام اور ان کے مریدین اور خلفائے عظام کا بھی ذکر ہے جو پنجاب کے قصبے قصبے سے تعلق رکھتے تھے۔ اگر ایک شخص غور و فکر اور تحقیق سے اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اس کے لئے اس صوبے کی روحانی و صوفیانی تاریخ مرتب کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ اس تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی خانقاہیں شریعت و طریقت کے مراکز تھے۔ لوگ دور دراز سے ان سرچشمہ ہائے رشد و ہدایت کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ یہ درویش خود اپنے

ساتھیوں کے ہمراہ قصبہ قصبہ جاتے اور عوام میں اسلام کے لئے لگن اور کشش پیدا کرتے۔ آج بھی بزرگوں کے ساتھ ارادت و عقیدت رکھنے والے لوگ گاؤں گاؤں دیکھنے میں آئیں گے۔

مصنف نے کتاب کی تاریخی و علمی حیثیت برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اصحاب تذکرہ کے سنین ولادت و وفات درج کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ صاحب تذکرہ کے ذکر میں اسمائے خلفاء ترکیب و ترتیب دے کر ان کے سنین وفات محفوظ کر دیئے ہیں۔ مؤلف کی نظر محققانہ رہی ہے۔ انہوں نے بعض روایاتی طور پر مسلّم باتوں کو تحقیق کر کے اصل کو اجاگر کیا ہے۔ مثلاً مولینا لطیف زار صاحب نے بتایا ہے کہ لوگ ابو سعید مبارکؒ کو مخزومی لکھتے آتے تھے۔ مؤلف نے اسے مخرمی ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ابوالحسن ہنکاری کے بجائے ہکّاری کو صحیح ثابت کیا ہے۔ انہوں نے بعض جگہ اپنی تحقیق کو بے باکی سے پیش کیا ہے اور عذر خواہانہ لہجہ اختیار نہیں کیا۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:-

> "امام مہدی وفات پا چکے ہیں۔ شیعہ گروہ کی غلطی ہے کہ انہیں غائب مانتے ہیں۔ مہدی آخرالزماں محمد بن عبداللہ ہوں گے، نہ کہ محمد بن حسن۔ یہ حدیث حسن و صحیح سے ثابت ہے۔"

لیکن مصنف نے اپنے مطالب کی تائید و توثیق کے لئے بعض مقامات پر جو احادیث استناد کے طور پر پیش کی ہیں۔ مخالفین ان پر حرف گیری کر سکتے ہیں۔ مثلاً مغفوریت اولادِ علی والی حدیث۔

اسی طرح کتاب میں مذکور واقعات کے متعلق دیگر ماخذ و مصادر کی روشنی میں اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے مندرجہ بیانات صحیح نہ ہوں۔

جنگِ جمل میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے موافقین میں سے ۱۷۰۹ اور

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے طرفداروں میں سے ۱۰،۰۰ اشخاص قتل ہوکے اور فتح امیر کے نام ہوئی۔

جنگ صفین میں عمرو بن عاص (حکم) نے طرفداری سے کام لیا اور صلح کی بجائے نزاع بڑھ گئی۔

جنگ نہروان میں ۴۰۰۰ خوارج میں سے صرف سات آدمی زندہ بچے۔

کتاب کی سب جلدیں سامنے آئیں گی تو معلوم ہوگا کہ یہ کتاب صرف شریف التواریخ نہیں بلکہ اشرف التواریخ ہے۔

مقالہ ۴

(از جناب پروفیسر سید خورشید حسین صاحب بخاری۔ گورنمنٹ گورونانک کالج۔ ننکانہ صاحب)

"شریف التواریخ" پر ایک نظر

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔ و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ بعد معلومات یا رب العالمین۔

صدرِ گرامی قدر و سامعین ذی وقار!

تاریخ کے لغوی معنے یہ بتائے جاتے ہیں کہ تاریخ ایسی سرگذشت یا قابلِ ذکر سلسلۂ اعمال و وقائع و حوادث کا مجموعہ ہے۔ جنہیں سن وار ترتیب دیا گیا ہو۔ گویا یہ ماضی میں رونما ہونے والے واقعات کا بیان اور ان کی توضیح و تشریح ہوتی ہے تاکہ آنے والی قوموں اور نسلوں کو ماضی کے واقعات و حوادث کا علم ہو اور وہ ان سے عبرت حاصل کریں۔ اسی لئے تو علامہ اقبال نے بھی فرمایا ہے۔ ؎

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے ٭ میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

اور "عبرت نامہ" کے مصنف نے لکھا ہے کہ "انقلابِ روزگار کے عجیب و غریب واقعات جب ضبطِ تحریر میں آئیں تو ان کو تاریخ کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر یہ واقعات اہلِ دنیا کے خواص سے متعلق ہوں تو ان سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ احوال اہلِ طریقت سے متعلق ہوں تو اُن کو پند نامہ یا ملفوظات کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر یہ احوال سلاطین سے متعلق ہوں تو نظم و نثر میں لکھنے والے ان کو شاہنامہ یا تاریخ نامہ کے نام سے یاد کرتے ہیں"۔

اور کسی دور کے اہم رجال کے مبسوط و منضبط بیان کو تذکرہ کہتے ہیں۔ تاریخ اپنے پہلو میں تذکرہ کو بھی لئے ہوئے ہوتی ہے۔ ویسے تو تاریخ ہو یا تذکرہ، اس میں سے کوئی بھی سوانح نگاری کے ضمن سے اپنا دامن نہیں بچا سکا۔ لیکن تذکرہ نگاری ایسی صنف بن کر رہ گیا ہے جس کی بنیاد ہی سوانح نگاری پر رکھی گئی ہے اور تذکرہ اپنے آپ کو تاریخ سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔

اس لئے تاریخ یا ہاریخ نویسی کے الفاظ آفاقی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور اس طرح تذکرہ اس کی ایک شاخ یا تکملہ اور تتمہ بن کر رہ گئی ہے ۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ تذکرہ نویسی پہلے شروع ہوئی یا تاریخ نویسی ! ہاں ! یہ ضرور ہوا ہے کہ ناقدین نے تاریخ کو صرف بادشاہوں ، ملکوں اور شہروں کے تذکروں سے منسوب کر دیا اور تذکروں کو صوفیائے کرام اور اولیائے عظام تک محدود کر دیا ۔ مثلاً تاریخ جہاں کشائی جوینی ، تاریخِ فرشتہ ، تاریخِ مکہ ، تاریخ بخارا وغیرہ ، اور تذکرۃ الاولیاء ، تذکرہ غوثیہ ، تذکرۂ اولیائے ہند ، تذکرہ خواص الامۃ فی احوال الامۃ وغیرہ ۔ گویا اس طرح ہم نے تاریخ اور تذکرہ کو بلحاظِ نفسِ مضمون دو مختلف چیزیں قرار دے کر انہیں دو مستقل اصناف کے طور پر تسلیم کر لیا اور رواج دے دیا ۔

لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ، تاریخ ایک جامع لفظ ہے اور یہ اپنے پہلو میں تذکرہ اور سوانح نگاری کو بھی لئے ہوئے ہے ۔ اس لئے اکثر تذکرہ نویسوں نے تذکرہ نویسی اور سوانح نگاری کے باوجود اپنی تصانیف و تالیفات کو تاریخ کا نام دیا ۔ کیونکہ ان کے خیال میں تاریخ میں صرف واقعات و وقایع و حوادث ہی کو سن وار ترتیب نہیں دیا جاتا بلکہ اس میں زمینی و زمانی ، ارضی و سماوی ، تہذیبی و ثقافتی ، دینی و مذہبی ، علمی و ادبی ، معاشرتی و معاشی اور اقتصادی و سماجی لحاظ سے بھی کسی ملک و قوم کی من حیث المجموع اور انفرادی طور پر بھی حیثیت متعین کی جاتی ہے ۔ اس کے افراد کا مجموعی جائزہ بھی لیا جاتا ہے ۔ اور انفرادی طور پر بھی ان کے احوال و افکار و آثار کو پرکھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ تاریخ میں صرف ان افراد ہی کو جگہ ملا کرتی ہے جنہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہوں اور تنازع للبقا کے اصول پر کاربند رہے ہوں ، خواہ یہ بادشاہ ہوں یا اولیاء ۔ اور پھر وہ لوگ لائق صد تحسین و آفرین اور مستحق صد مبارکباد ہیں ، جو ایسے نابغہ ہائے روزگار کے تذکرے مرتب کرتے ہیں ۔ اور اس طرح مرتب کرتے ہیں کہ اس میں ان کی پسند یا ناپسند اور جانبداری کو قطعاً دخل نہیں ہوتا ۔ وہ انتہائی نیک نفسی ، نیک نیتی اور خوبصورتی کے ساتھ ان تمام واقعات و حالات کو قارئین تک پہنچاتے ہیں ، اور اس طرح نہ صرف ان نابغوں کو گوشہ گمنامی میں جانے سے بچاتے ہیں بلکہ خود بھی آسمانِ تحقیق و تنقید پر مہر و ماہ بن کر سدا چمکتے رہتے ہیں ۔

تاریخ نویسی ایک فن ہے، اور اس سے وہی شخص صحیح معنوں میں عہدہ برآ ہو سکتا ہے، جو اس کی باریکیوں کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ ورنہ یہ ہر کہ و مہ کے بس کا روگ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر مؤرخین نے فلسفۂ تاریخ پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور فن تاریخ نویسی کی راہیں متعین کی ہیں۔ ایسے ہی حضرات میں سے ایک صاحب آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ جنہوں نے فن تاریخ کی باریکیوں کو سمجھا ہے اور اس کی پُر پیچ راہوں پر چل کر، خارزاروں سے دامن بچاتے ہوئے، ہمارے لئے، ہمارے اخلاف کے لئے، ہمارے ملک و ملت کے لئے ایک ایسی نادر کتاب ترتیب دی ہے کہ یہ ایک عام آدمی کا کام نہیں۔ میری مراد اس دور کے عظیم عالم، محقق، مؤرخ، تذکرہ نویس، پنجابی، فارسی، اردو اور عربی کے ادیب و شاعر، عالی مرتبہ تاریخ گو، خطاط، مؤلف، مصنف، مترجم، ماہر علم انساب، صوفی صافی مشرب، جناب حضرت ابوالظفر سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی سے ہے، جنہوں نے بڑی کنجکاوی و جگرسوزی سے "شریف التواریخ" لکھی ہے۔

بحساب سنِ ہجری قمری پچھتّر سال اور بحساب سن عیسوی تہتّر سال قبل صوبہ پنجاب کے مردم خیز ضلع گجرات تحصیل پھالیہ کے مقام ساہن پال شریف میں پیدا ہونے والے اس مردِ قلندر کو دیکھنے سے آج بھی قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ حضرت موصوف کا تعلق خود ایسے گھرانے سے ہے جس کے مورثِ اعلیٰ ہندوستان میں اس غرض سے آئے تھے کہ یہاں کے کفرستان میں شمع ایمان روشن کر کے یہاں کے گم کردہ راہ لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائیں۔ چنانچہ ان حضرات کی شمع کو حضرت موصوف آج بھی روشن رکھے ہوئے ہیں۔ اور ع

ہمہ قبیلۂ من عالمانِ دین بودند

کے مصداق سلسلۂ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے سجادہ نشین ہوتے ہوئے بھی اپنی خاندانی روایت یعنی زبانِ دُربار اور تصنیف و تالیف کے ذریعے تبلیغ دین کی سعی و کوشش میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ گویا تحریر و تقریر دونوں لحاظ سے ملتِ اسلامیہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ دوسرے پچھتّر سالوں میں زندگی کے ہزاروں نشیب و فراز دیکھنے کے باوجود اس درویشِ

کے مستقبل پر پیرانہ سالی کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ بلکہ یہ جوانوں کی سی تب و تابِ جاودانہ رکھتے ہیں۔ اور یہی تب و تابِ علمی موصوف کو ساہن پال ایسے دور افتادہ قصبے سے کشاں کشاں لاہور لے آئی، اور یہاں بھی موصوف کا ٹھکانہ ایک جگہ نہیں بلکہ لاہور کے علاوہ ملک کے کتب خانے ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ ان کا اوڑھنا، بچھونا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا، پھرنا صرف اور صرف علم ہے۔ علم کی طلب ان کے رگ و پئے میں سرایت کر گئی ہے۔ میں نے ایک عرصے سے حضرت موصوف کا نام تو سن چکا تھا، لیکن جب جناب مخدومی حضرت حکیم محمد موسیٰ مدظلہ العالی کے مطب پر حضرت موصوف سے ملاقات اور گفتگو ہوئی تو میں نے حضرت موصوف کو جیسا سنا تھا ویسا پایا۔ اور یہ بات میرے لئے باعثِ صد حیرت تھی کہ حضرت موصوف عمر کے اس حصّے میں بھی جستجوئے تحقیق میں ایک کتب خانے سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے میں سرگرداں پھرتے ہیں، جس میں اچھے بھلے مصنفین آرام کرتے ہیں۔ اور اپنے علمی آثار کو بار بار چھپوا کر ہی گزارہ کرتے ہیں۔ لیکن اِس مردِ درویش کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ اس کے مسودات و مصنفات حُلیۂ طباعت سے آراستہ ہوتے ہیں یا نہیں! اِس پہ دادِ تحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں یا نہیں!! اور حکومت یا کسی خود ساختہ انجمن کی طرف سے انعام واکرام کی بارش ہوتی ہے یا نہیں!!! اگر دُھن ہے تو بس ایک تحقیق و تحریر! اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت موصوف نے اپنے اس ذوق کی وجہ سے سجادگی اور سیادت کا بھرم رکھ لیا ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علم و عرفان سے جو دلی لگاؤ حضرت موصوف کو عطا کیا ہے، وہ ایسے ہی لوگوں کا حصہ ہوا کرتا ہے میں نے جو کچھ کہا وہ بلا وجہ نہیں۔ حضرت موصوف کے خاندان کو یہ فخر حاصل ہے۔ (اور یہ بات بہت کم دیکھنے میں ہی نہیں آتی بلکہ بہت کم ہوتی ہے) کہ اس کا ہر فرد زیورِ علم سے آراستہ اور صاحبِ تصنیف ہے، عالم ہے، فاضل ہے۔ مثلاً آپ کے والدِ گرامی حضرت مولانا سید غلام مصطفےٰ شاہ نوشاہی بیس کتابوں کے مصنف تھے اور دادا سید حافظ محمد شاہ کتاب الفوائد کے مصنف تھے اور علیٰ ہذا القیاس۔ آپ کے شجرۂ نسب میں حضرت

حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری تک کوئی فرد ایسا نہیں جو مصنّف اور عالم و فاضل نہ ہو۔ چنانچہ حضرت شرافت نوشاہی مصنف ابنِ مصنف، عالم ابن عالم اور فاضل ابنِ فاضل ہیں۔ اور اس طرح آپ کی دستارِ فضیلت ہمالہ سے بھی اونچی نظر آتی ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی پیشانی کو آسمان بھی جھک کر چومتا ہے۔

حضرت موصوف کی تصانیف، تاریخ، تصوف، تفسیر، حدیث، فقہ، تراجم، رجال، ادب، طب، انشا اور نظم پر مشتمل ہیں۔ آپ نے سولہ سال کی عمر میں تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھا اور اب تک آپ کی تصنیفات و تالیفات اور مرتبات و مبیّضات کی تعداد بلحاظِ عنوان دو سو بارہ (۲۱۲) اور بلحاظِ مجلّدات دو سو بہتر (۲۷۲) تک پہنچ گئی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ ضخیم و حجیم "شریف التواریخ" ہے۔ جو تقریباً آٹھ ہزار سے زائد صفحات کو محیط ہے۔ ان کی جملہ تالیفات کے صفحات قریباً ساٹھ ہزار ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک صفحہ ان کی ہر ایک سطر انہوں نے اپنے خونِ جگر سے لکھی ہے۔

آج ہمارے یہاں اکٹھا ہونے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت موصوف کی معروف اور شاہکار کتاب "شریف التواریخ" سے متعارف ہوا جائے۔ "شریف التواریخ" تین جلدوں پہ مشتمل ہے۔ جن کے نام الگ الگ ہیں:۔

پہلی جلد کا تاریخی نام "تاریخ الاقطاب" ہے۔ یہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ہجری قمری کو اختتام پذیر ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۰۵۳ ہے اور فی صفحہ سطور ۲۰ ہیں۔ پہلی جلد پہ تفصیلی گفتگو بعد میں کرتا ہوں۔ پہلے دوسری دو جلدوں کا مختصر تعارف کرا دوں۔

دوسری جلد کا نام "طبقات نوشاہیہ" ہے۔ یہ کتاب ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ ہجری قمری کو ختم ہوئی۔ ۱۲۹۶ صفحات ہیں۔ فی صفحہ سطور ۲۲ ہیں۔ اس جلد کو مصنف نے سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر طبقہ میں سلسلہ نوشاہیہ کے معروف بزرگوں کے احوال و آثار مع تذکرہ اولاد و پشت وار دیئے گئے ہیں۔ ماخذ کے طور پر ۲۷۸ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جن میں ۱۶۲ نادر مخطوطات ہیں اور ۱۱۵ مطبوعہ کتابیں ہیں۔ سترہ ماخذ ایسے ہیں جن کی دریافت کا سہرا فاضل مصنّف کے سر ہے۔ ان ماخذ سے اس سے پہلے کسی

دوسرے مصنف نے استفادہ نہیں کیا۔ مآخذ کی فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔
اس جلد میں پانچ سو سے زائد رجال کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ حضرات جن کی پیدائش یا وفات کی تاریخیں اور سنین اس میں آتے ہیں۔ ان کی تعداد ۲۴۰ ہے۔

تیسری جلد کا نام "تذکرۃ النوشاہیہ" ہے۔ صفحات کی تعداد ۵۱۷۰ ہے۔ چونکہ اس کی ضخامت پہلی دونوں جلدوں سے زیادہ ہے۔ اس لئے مصنف نے اس کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا ہے، اور پہچان کے لئے ہر حصہ کا علیحدہ علیحدہ نام رکھا ہے۔ یعنی:۔

پہلا حصہ: تحائف الاطہار، دوسرا حصہ: لطائف الاخیار، تیسرا حصہ: معارف الابرار، چوتھا حصہ: مآثر الاحبار، پانچواں حصہ: عوارف الانوار، چھٹا حصہ: صحائف الاسرار، ساتواں حصہ: مناہج الآثار، آٹھواں حصہ: شواہد الافکار، نواں حصہ: فوائد الاذکار، دسواں حصہ: عوائد الاوراد، گیارہواں حصہ: روائح الازہار، بارہواں حصہ: طوالع الاظفار۔

پہلے گیارہ حصوں میں حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و خلفاء کا تذکرہ پشت در پشت درج کیا گیا ہے۔ بارہویں حصے میں ان بزرگوں کے احوال لکھے ہیں، جن کا نوشاہی سلسلے میں منسلک ہونا ثابت ہے۔ لیکن ان کا شجرۂ بیعت نہیں مل سکا۔ اس جلد میں ایک ہزار سے زائد حضرات کے حالات جمع ہو گئے ہیں۔ تیسری جلد کا اختتام ۲ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ ہجری قمری کو ہوا۔

اس وقت تک "شریف التواریخ" کی پہلی جلد زیورِ طباعت سے مزین ہوئی ہے اور اس کا تعارف کرانا ہی ہمارا مقصود ہے۔ اس جلد کا تاریخی نام "تاریخ الاقطاب" ہے۔ فاضل مصنف یہ کتاب ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ہجری قمری کو لکھ کر فارغ ہوئے۔ اس کے صفحات متن کی تعداد ۱۰۵۴ ہے۔ ہر صفحے کی بیس سطریں ہیں۔ ابتدا میں گذارشِ احوال کے عنوان سے مولانا محمد لطیف زار نوشاہی کا پندرہ صفحے کا مضمون، پچیس صفحے کی جناب اقبال مجددی کی "تقریب" اور پندرہ صفحات پر مشتمل سید عارف نوشاہی کا تعارفِ مصنف ہے، اور ستاون صفحات پر مشتمل مجمل و مفصل فہرست مضامین ہے۔ متن کتاب کے آغاز میں حمد و نعت اور سببِ تالیف کے دو عنوانات ہیں۔ پھر کتاب کو دو ابواب میں تقسیم کیا

گیا ہے۔ پہلا باب آٹھ اور دوسرا باب چھبیس فصول پر مشتمل ہے۔ آخر میں خاتمۂ کتاب، مناجات بجناب قاضی الحاجات اور شجرہ شریف اردو منظوم ہے۔ اس جلد کے ختم ہونے پر حضرت مولانا سید غلام مصطفےٰ نوشاہی ساہن پالوی (متوفی ۱۳۸۴ھ ہجری قمری) مولانا قاضی محمد سلام اللہ شائق (متوفی ۱۳۶۵ھ) ساکن چک عمر ضلع گجرات اور مولانا غلام دستگیر نامی قریشی لاہوری (المتوفی ۱۳۸۱ھ ہجری قمری) نے اس کی تقریظیں اور تاریخیں لکھی ہیں۔ سب سے آخر میں ۱۸۹ صفحات پر مشتمل ایک مفصل اشاریہ ہے۔ چار صفحات پر مشتمل، جناب علامہ صوفی ابوالحکیم محمد افضل صاحب عُمر فاروقی نوشاہی تیجیاری کا جناب مصنف کی شان میں لکھا ہوا قصیدہ ہے۔ اس طرح اس کتاب کے کل ۱۲۰۵ صفحات بنتے ہیں۔ اس جلد کے مقدمہ میں مدارجِ ولایت، اقسامِ اولیاء اللہ، قطب، غوث وغیرہ، حالات ہائے اولیاء اللہ، قلندر، سالک، مجذوب وغیرہ، اثباتِ کراماتِ اولیاء اللہ کے بارے میں قرآن، حدیث اور سائنس وغیرہ سے دلائل اور مسائلِ بیعت، خلافت وارشاد وغیرہ، ایک سو چوالیس سلاسلِ فقراء کا تذکرہ مع شجرہ ہائے طریقت کیا ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال سے شروع کر کے حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ تک سلسلہ وار تمام مشائخِ طریقت کے حالات درج کئے ہیں۔ اس کتاب کے پانچ سو چار ماخذ میں سے ستاون مخطوطات اور باقی مطبوعات ہیں۔ اس جلد کی فہرس الفہرست کے علاوہ چار مفصل فہرستیں ہیں۔

فہرست اول: مجمل: چھبیس مشائخ کے بسلسلہ ترتیب مفصل حالات کی رہنمائی کرتی ہے۔ یہ فہرست دو صفحات کی ہے۔

فہرست دوم: مفصل: ہر ایک بزرگ کے ترجمہ میں جس قدر عنوانات ہیں، بتفصیل لکھے ہیں۔ یہ فہرست ۴۲ صفحات کی ہے۔

فہرست سوم: اس میں ان بزرگوں کے حالات ہیں، جن کے احوال مشائخ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کی اولاد ہونے اور خلفاء ہونے کی حیثیت سے اس کتاب میں اپنے اپنے عنوانات سے لکھے ہیں۔ ان بزرگوں کی تعداد ۲۶۰ ہے۔

فہرست چہارم : ان مستورات کے اسماء کی جن کے احوال مشائخ سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ کی ازواج ہونے یا اولاد ہونے یا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس کتاب میں علیحدہ عنوانات سے درج ہوئے ہیں ۔ان کی تعداد ۴۲ ہے ۔

تاریخ نویسی ہو یا تذکرہ نویسی ، یہ ایک بہت مشکل کام ہے ۔ مؤرخ یا تذکرہ نویس کے لئے سب سے مشکل کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی تصنیف یا تالیف میں اپنے معتقدات و نظریات کو ضرور جگہ دیتا ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو اس کے اردگرد کا ماحول اس کی تحریر پر اثر انداز ہوتا ہے اور مؤرخ یا تذکرہ نویس بعض اوقات سیاسی اقتدار کے زیر اثر بھی بہت کچھ ناگفتنی چیزوں کو اپنی کتاب میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔اس طرح جہاں تواریخ یا تذکرے بغیر مستند ہو جاتے ہیں اور داخلی چیزیں بن کر رہ جاتے ہیں وہاں ناقابلِ اعتبار بھی ٹھہرتے ہیں ۔ ہماری تواریخ اور تذکروں کا یہ المیہ رہا ہے کہ ان میں خوش عقیدتی ، کم علمی ، سیاسی و علاقائی ماحول ، جغرافیائی حالات اور جذباتی لگاؤ کی وجہ سے حالات و واقعات کو یکطرفہ طور پر ہی دیکھا اور لکھا گیا ہے ۔ محقق و نقاد حضرات جانتے ہیں کہ انہیں کسی ایک موضوع پر کام کرتے ہوئے مذکورہ بالا نقائص کی وجہ سے کس قدر دِقّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات "توکوہ کندن و کاہ برآوردن" والا معاملہ ہوتا ہے ۔ جناب سید شرافت نوشاہی کو برصغیر کی تاریخ نویسی کے اس پہلو کا شدت سے احساس ہے ۔اسی لئے اُن کی زیادہ سے زیادہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ صاحبِ ترجمہ کے قریب ترین ماخذ سے استفادہ کریں اور اسے بطورِ سند کتاب کے حاشیہ میں درج کر دیں ۔شریف التواریخ کی پہلی جلد ۱۹۴۶ء میں مکمل ہو چکی تھی ۔گو یہ طبع اب ہوئی ہے ۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مصنف نے جس تنقیدی شعور اور تحقیقی انداز سے اسے مرتب کیا ہے وہ دوسری تواریخ اور تذکروں میں مفقود ہے ۔ پہلی جلد کے پانچ سو چار ماخذ میں ۴۴ ماخذ ایسے ہیں جن سے جناب سید شرافت نوشاہی مدظلہ العالی نے ہی پہلی دفعہ استفادہ کیا ہے ۔ اس سے قبل کسی دوسرے مصنف نے ان سے استفادہ نہیں کیا ۔ان ماخذ میں مخدوم سید عبدالقادر اُوچی کی اوراد القادریہ ، سید محمد غوث گیلانی اُوچی کی ترجیعات قادری ، شیخ محمد ماہ صداقت کنجاہی کی ثواقب المناقب ،

میاں امام بخش نوشاہی لاہوری کی مرأۃ الغفوریہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تکملہ مفتاح الفتوح، سیّد جلال الدین جعفری شیرازی کی ذکر الآئمہ کے چند نام لیئے جا سکتے ہیں شریف التواریخ کی تینوں جلدوں میں ایسے نادر و نایاب مآخذ کی تعداد نوّے بنتی ہے۔ جن سے جناب سیّد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی کے علاوہ کسی دوسرے مصنّف نے آج تک استفادہ نہیں کیا۔ اس طرح جہاں مصنّف نے قدیم ترین اور صاحب ترجمہ کے قریب ترین مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ وہاں دنیائے علم کو بھی ایسے مآخذوں سے روشناس کرا دیا ہے، جو محققین کی نظروں سے بیگانہ، کتم عدم میں پڑے تھے۔ اس طرح فاضل مصنّف نے جدید طریقِ تحقیق و تنقید و تصنیف، استدلال، استخراج نتائج، وقائع کے تقابل اور اصول نقد و نظر کو سامنے رکھا ہے اور دوسرے مورخین اور تذکرہ نویسوں کے لئے ایک قابلِ رشک اور قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ مذکورہ بالا مآخذ سے استفادہ، طرزِ تحریر، اندازِ تحقیق اور اصولِ نقد و جرح کو پیشِ نظر رکھنے سے فاضل مصنّف کے علم کی وسعت، شوقِ جستجو اور موضوع کی گیرائی و گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔ وہ جس انداز سے حتمی نتائج کا استنباط کرتے ہیں، وہ تحسین و ستائش کے قابل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو شریف التواریخ عام ڈگر سے ہٹی ہوئی، ایک نئے طرز کو اپنے جلو میں لیئے ہوئے، نظر آئے گی۔

شریف التواریخ کی ایک خوبی یہ ہے کہ بظاہر اس میں سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے حضرات کا تذکرہ ملتا ہے۔ جن کا تعلق پنجاب کی پاکیزہ سرزمین سے ہے۔ لیکن اگر اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو اس میں ان حضرات کا تذکرہ بھی مل جاتا ہے، جنہوں نے پنجاب ہی نہیں بلکہ اندرون و بیرون ملک، وہاں کی تہذیب و ثقافت اور روحانی اقدار پر اثر ڈالا۔ چنانچہ ان حضرات کے کارناموں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی علمی اور معاشرتی سرگرمیوں کی تفصیلات ملیں گی۔ اس ضمن میں ایسے بہت سے حضرات کا ترجمہ بھی بطورِ تتمہ یا بطورِ تکملہ مل جاتا ہے جو اس سلسلے سے منسلک نہیں تھے۔ لیکن انہوں نے کسی نہ کسی طرح علمی، ادبی، سیاسی، ثقافتی اور معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور ان اقدار کو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلایا۔ اس طرح یہ تاریخ پنجاب اور پنجابی ثقافت کا دوسری تہذیبوں پر اثر و نفوذ کے سلسلے میں ایک بنیادی مآخذ کی

حیثیت رکھتی ہے۔

عموماً صوفیا کے تذکرے سنینِ ولادت و وفات یا زندگی میں مختلف اہم واقعات و حوادث سے یکسر عاری ہوتے ہیں۔ شریف التواریخ کے مصنف کو تواریخِ تصوف کی اس خامی کا بخوبی علم ہے۔ اس لئے انہوں نے شریف التواریخ میں اس بات کا خصوصی اہتمام کیا ہے کہ نہ صرف ثقہ اور صحیح سن دئیے جائیں۔ بلکہ غیر متحقق سنین کی تصحیح بھی کر دی جائے اور قدیم مصنفین کے اندراجِ سنین اور بعض دوسرے مباحث میں پیدا ہونے والے اشتباہات کی وجوہ کی نشاندہی کر دی جائے۔ اور اپنی تحقیق کو وزنی دلائل کے ساتھ درج کیا جائے۔ چنانچہ فاضل مصنف نے پہلی مرتبہ دلائل اور ثقہ اسناد کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مرشد کا نام حضرت ابوسعید مبارک مخزومی نہیں بلکہ ابوسعید مبارک مُخَرِّمی تھا۔ اور ان کے مرشد کا نام حضرت ابوالحسن ہنکاری نہیں حضرت ابوالحسن ہکّاری تھا۔

ماضی میں صوفیا کے بعض تواریخ اور تذکروں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ ان کے مصنفین مشاہیر کے احوال و آثار محفوظ کرنے کے لئے یا تو مشاہیر سے خود ملے یا اُن کے رسائل و مکتوبات کو جو اُن تک پہنچے من وعن اپنے تذکرے میں درج کر لئے، اور اس طرح یہ دستاویزات محفوظ ہو گئیں۔ شریف التواریخ کے مصنف نے بھی یہی التزام کیا ہے۔ جہاں کہیں انہیں کوئی بزرگ یا اس کی اولاد یا اس کے عزیز و اقارب کا پتہ چلا، وہیں ملاقات کے لئے چلے گئے۔ اور اگر صاحبِ ترجمہ کا کوئی رسالہ یا مکتوب یا صاحبِ ترجمہ کے بارے میں ثقہ اطلاع ملی، اُسے اپنی تاریخ میں درج کر کے محفوظ کر لیا۔ مثلاً حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت جماعت علی شاہ علی پوری، حاجی سید ابوالبرکات، محمد فضل شاہ چشتی نظامی جلال پوری، سید محمد حسین شاہ چشتی نظامی المعروف روہی والا پیر اور حضرت شیخ فیض احمد جھلوالی وغیرہ ایسے علماء و عرفاء ہیں جن سے حضرت مصنف نے ملاقات کی۔ اس طرح شریف التواریخ ایک دائرۃ المعارف کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

کہنے کو تو "شریف التواریخ" رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لے کر عصرِ حاضر تک

کے قادری نوشاہی صوفیاء و فقراء کی تاریخ ہے لیکن اس میں ایسے بے شمار رجال کے حالات محفوظ ہو گئے ہیں۔ جن کا تذکرہ کسی دوسری کتاب تاریخ میں مفقود ہے۔ ان حضرات میں سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ کے عرفاء و صوفیا بھی شامل ہیں اور اس سلسلہ سے غیر متعلق افراد بھی۔ ان میں مشائخ کے علاوہ بھی بہت سے حضرات شامل ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کے تراجم کو اگر طبقاتی لحاظ سے ترتیب دیا جائے تو معاشرہ کی طبقاتی تقسیم یعنی علماء، عرفاء، صوفیاء، شعراء، حکماء، امراء اور وزراء وغیرہ کی ایک جھلک ہمارے سامنے آجائے گی، اور اگر کوئی علمی، ادبی یا سیاسی تاریخ لکھنے بیٹھے تو ہزاروں صفحات کی صورت میں مرتب مواد اُسے مل سکتا ہے۔ مثلاً سرخیل سلسلۂ قادری نوشاہی حضرت حافظ حاجی محمد نوشہ گنج بخش، حافظ برخوردار، حافظ محمد حیات نوشاہی، حافظ قُل احمد نوشاہی، قاضی خوشی محمد کنجاہی، قاضی رضی الدین کنجاہی، شاہ مراد شرقپوری، میاں نوتیر سندھی، مرزا شاہ امانت برقندازی، پیر کمال لاہوری، میاں محمد بخش، رسول پوری وغیرہ وغیرہ چند معروف شعراء ہیں۔ جنہوں نے پنجابی، اردو اور فارسی شاعری کو بہت کچھ دیا، اور اپنے مخصوص طرزِ ادا اور تخیل کی فراوانی سے ان زبانوں پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ حضرت نوشہ گنج بخش کا اردو دیوان شائع ہو جانے کی وجہ سے نقادوں کو حافظ محمود شیرانی کے اس نظریے کی صداقت کا اقرار کرنا پڑا کہ اُردو پنجاب میں پیدا ہوئی اور اب محققین کو معلوم ہو گیا کہ اُردو زبان کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ تھے۔

شریف التواریخ کی ایک خصوصیت جو اسے قدیم و معاصر تواریخ میں ممتاز کرتی ہے، یہ ہے کہ حضرت مصنف نے اپنے دستِ مبارک سے اس کی کتابت کی ہے۔ اس طرح ایک طرف تو قرونِ اولیٰ کے اُن مصنفین کی یاد تازہ ہو گئی جو مصنف بھی تھے، اور خطاط بھی اور کاتب بھی۔ اور دوسری طرف حضرتِ مصنف کے طرزِ تحریر اور اسلوبِ نگارش کے ساتھ ساتھ اُن کے اپنے ہاتھ کی تحریر یادگار کے طور پر قارئین تک پہنچ گئی ہے۔ خطِ نستعلیق اور خطِ رواں کے امتزاج نے کتابت میں دلآویزی پیدا کر دی ہے، اور ہمارے ناشرین و کاتبین کے لئے ایک نیا زاویۂ فکر مہیا کیا ہے۔ آپ حضرات نے

انگریزی کتب میں بعض اوقات چند اہم الفاظ اور بعض دفعہ پورے کے پورے اہم صفحات کو ٹیڑھے حروف میں لکھے ہوئے دیکھا ہوگا ۔ لیکن اردو کی کتب میں اس قسم کی کوئی چیز نام کو بھی نہیں ہے ۔ مگر شریف التواریخ میں پہلی بار یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ فہرستِ مآخذ، سارے کا سارا اشاریہ اور متن کے اندر بھی بعض صفحات رواں خط میں لکھے گئے ہیں ۔ جس سے نہ صرف متن اور اشاریہ میں انفرادیت اور تمیز پیدا ہوگئی ہے بلکہ متن کے اندر بھی بعض مقامات پر اس خط میں کتابت ہونے کی بنا پر کتابت میں جدت پیدا ہوگئی ہے ۔

ہمارے یہاں کچھ عرصہ پہلے تک عرفان و تصوف کے جو تذکرے اور تاریخیں لکھی گئی ہیں ۔ وہ صرف مشرقی اندازِ فکر کی حامل رہی ہیں اور مغربی مفکرین سے بہت کم استفادہ کیا گیا ہے ۔ شریف التواریخ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس کے فاضل مصنف نے مغربی مفکرین کی آراء سے استفادہ سے گریز نہیں کیا ۔ چنانچہ سائنس کی رُو سے اثباتِ کرامات کے لیے معروف سائنس دان ڈاکٹر ریچرڈ اور معروف فلسفی ہیوم سے استفادہ کیا گیا ہے ۔ اس طرح فاضل مصنف نے مشرقی اور مغربی نقطۂ نظر پیش کر کے اپنی بحث میں توازن اور نفسِ مضمون میں جان پیدا کرنے اور تصوف کے اسرار و رموز کو سائنٹیفک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ عمل کاوش بہت ہی زیادہ مستحسن ہے ۔ کیونکہ غلط مغربی افکار کی یلغار نے ہمارے روحانی ورثے کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے ۔ اور اس کا حل یہی ہے ' مغربی مفکرین کی کتب سے ہی ان کا جواب پیش کیا جائے ۔

کسی علم کو سمجھنے کے لیے اس کی مبادیات و اصطلاحات سے واقف ہونا ضروری ہے چنانچہ شریف التواریخ میں بھی اہل اللہ کے تراجم کے ساتھ اصطلاحات و مقاماتِ تصوف کا گراں بہا خزانہ محفوظ کر دیا گیا ہے ۔ یہ اصطلاحات آپ کو مختلف مقامات پر پراگندہ صورت میں مل سکتی ہیں ۔ لیکن شریف التواریخ کے فاضل مصنف نے پہلی مرتبہ ان اصطلاحات کو ایسی کتاب کے آغاز میں یکجا کر دیا ہے جس کا موضوع تاریخ تصوف اسلام ہے ۔

کتاب لکھتے وقت مصنف کے ذہن میں دو باتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جو کتاب وہ لکھ رہا ہے، اس سے قبل اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ دوسرے یہ کہ اگر لکھی گئی ہے تو اس پیرایہ میں نہیں لکھی گئی۔ جس طرح وہ لکھنے لگا ہے۔ شریف التواریخ کے مواد کی ترتیب و تہذیب سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جس موضوع پر فاضل مصنف نے قلم اٹھایا ہے۔ اس سے قبل اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا گیا۔ یعنی سلسلۂ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے بزرگان کی مبسوط تاریخ نہیں لکھی گئی۔ اور دیگر تواریخِ تصوف میں مواد کو اس لحاظ سے ترتیب نہیں دیا گیا، جس طرح انہوں نے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ فاضل مصنف نے سببِ تالیف کے ضمن میں شریف التواریخ کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۳ پر ہر ایک بزرگ کے تذکرہ کے لئے جن عنوانات کا ذکر کیا ہے، اس سے فاضل مصنف نے صاحبِ ترجمہ کی زندگی کے کسی بھی گوشہ کو نظر انداز نہیں کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ تاجم رجال کے لحاظ سے اس سے زیادہ واضح اور جامع ترتیب اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور یہی خوبی فاضل مؤلف کی روشن نظری، وسعتِ مطالعہ اور فلسفۂ تاریخ نویسی کا پتہ دیتی ہے۔

فراہمیٔ مواد، سلیقۂ ترتیب، اسلوب بیان، اندازِ نگارش اور زبان کی چاشنی کسی بھی تصنیف کی شہرتِ عام اور بقائے دوام کی ضمانت ہوا کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی ہم شریف التواریخ کو ایک معیاری کتاب پاتے ہیں۔ اس کے طرزِ تحریر میں انفرادیت اور اسلوبِ بیان میں جدت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ فاضل مؤلف نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ وہ اہلِ زبان میں سے نہیں۔ اور اگرچہ ہمیں کتاب میں بعض ایسے جملے بھی مل جاتے ہیں جو دروبست کے لحاظ سے بظاہر بے ترتیب یا خلافِ فصاحت معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً میں، بوجہ ہو جانے رات کے ٹھہر گیا۔ (ص ۵۵۶) ہمیں دیکھنے اس امر سے تعجب ہوا (ص ۵۵۴)، سبب قطع ہونے پاؤں کا دریافت کیا۔ (ص ۵۵۴) بلا درخواست کسی کے (ص ۵۲۸) وغیرہ۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ قواعد کے لحاظ سے ایسے جملوں میں کوئی غلطی نہیں۔ بلکہ یہ تو انگشتری میں نگینے کی حیثیت

رکھتے ہیں۔ اس سے فاضل مصنّف کی محنت، عرق ریزی اور خلوص میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ فاضل مصنّف کے پیشِ نظر مغلق اور پیچیدہ عبارت آرائی کے بجائے سادہ اور سہل انداز میں ممکنہ فراہم شدہ مواد کو قاری تک پہنچا دینا مقصود ہے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ سادہ زبان میں لکھی جانے والی کتاب ہی عوام الناس میں مقبول ہوتی ہے اور شہرتِ دوام حاصل کرتی ہے اور اس طرح نفسِ مضمون کو بھی بآسانی قاری تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ساری کتاب میں زبان کی سادگی کے ساتھ ساتھ اسلوبِ بیان میں ایک چاشنی پائی جاتی ہے۔ شریف التواریخ کو کسی بھی جگہ سے شروع کر دیجئے، اسے ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا، بلکہ ہر صفحہ کے بعد مزید پڑھنے کی خواہش بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بلحاظِ تحریر ساری کتاب کے ہر صفحے پر ایک رومانوی فضا چھائی ہوتی ہے۔ مثلاً صفحہ ۵۵۴ سے ۵۵۶ تک حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی جو حکایت بیان کی گئی ہے، وہ زبان و بیان کے لحاظ سے خاصے کی چیز ہے۔

فارسی ادب میں حضرت شیخ عبداللہ انصاری ہروی ؒ کی نثری مناجاتیں بہت مشہور ہیں۔ ان میں بھی وہی سوز و گداز ہے جو کسی منظوم مناجات میں ہو سکتا ہے۔ شریف التواریخ کے فاضل مصنّف بھی کسی طرح حضرت شیخ عبداللہ ہروی ؒ سے پیچھے نہیں۔ انہوں نے اگرچہ نثر میں مناجاتیں تو نہیں لکھیں لیکن جہاں بھی موقع ملتا ہے وہ مسجع، مقفیٰ عبارت، نثر مرسل و نثر مرجز میں اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتے ہیں اور قاری پر اَن مٹ نقوش ثبت کر جاتے ہیں۔ کتاب کے آغاز ہی کو دیکھئے۔ نثر کیا خوبصورت اور عمدہ حمد لکھی ہے اور مسجع مقفیٰ عبارت کا التزام کیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"اللہ، محمد ہے ہر حامد و محمود کا اور احد، احمد ہے ہر ساجد و مسجود کا۔ صفتِ احدیت میں یگانہ ہے۔ وجود و موجود سب اس کا فسانہ ہے۔ اس کی توحید کا راز فوق الادراک ہے۔ کیونکہ وہ عددی یگانگت سے بھی پاک ہے۔ ذاتِ بیچون کی یکتائی ذرہ ذرہ سے درخشاں ہے۔ کثرت کا چرچا وحدت کا نشان ہے۔"

اور اسی طرح نعتِ پاک بھی مسجع و مقفیٰ عبارت کا نادر نمونہ ہے ۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو :۔

"ذاتِ سراجاً منیراً کی ثنا و تعریف میں قرآن کریم بحرِ مواج رواں ہے ۔ اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ سے شانِ محبوبی عیاں ہے ۔ آپ کا جمالِ نبوت و رسالت رحمۃ للعالمین ہے ۔ اس لئے تو صنفِ انبیاءؑ میں آپ کا نام سیّد المرسلین ہے"۔

معزز حضرات ! یہی وہ خصوصیات ہیں جو شریف التواریخ کو اپنی معاصر تواریخ تصوف سے ممتاز و نمایاں کرتی ہیں ۔ فاضل مصنف نے یہ کتاب لکھ کر علمی دنیا میں ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے ۔ انہوں نے مشاہیرِ سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ کا تذکرہ ہی مرتب نہیں کیا ہے بلکہ پنجاب کی مذہبی، علمی ، ادبی ، سیاسی ، ثقافتی اور تہذیبی زندگی کے بارے میں بھی مستند اور ٹھوس مواد فراہم کر کے اس سرزمین کی اقدار کو محفوظ کر لیا ہے ۔ ساتھ ہی اُن حضرات کا تذکرہ بھی کیا ہے جنہوں نے کسی نہ کسی لحاظ سے اندرون و بیرونِ ملک ہماری مذہبی ، علمی ، تہذیبی اور ثقافتی اقدار کو پھیلانے میں بھرپور کردار انجام دیا ۔ اور اس طرح ایک دائرۃ المعارف ترتیب دے دی ہے ۔ جو فاضل مصنف کی شہرتِ عام اور بقائے دوام کے لئے پر و بال کا کام دے گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

لیکن جنابِ صدر ! مجھے یہ دیکھ کر اور پڑھ کر دلی صدمہ ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی حال ان تمام حضرات کا ہوا ہوگا ، جنہوں نے فاضل مصنف کے کتب خانے اور مسوداتِ و تبیضات کو دیکھا ہوگا کہ ملک و ملت کے ثقافتی سرمائے کے اس پاسبان کی طرف سے قوم بے خبر ہے ۔ اور وہ جو میر تقی میر نے فرمایا ہے کہ ؎

مت سہل ہمیں جانو ، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت سیّد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی کے قطعی حسبِ حال ہے ۔ ان کے بیشتر کیا تقریباً سب کے سب مسودات و مبیضات حلیۂ طباعت کے لئے منتظر ہیں ۔ اور یہ کتنی ستم ظریفی ہے

کہ کسی ناشر نے شریف التواریخ چھاپنے کی زحمت گوارا نہ کی، اور اس کے لئے چند دردمند مخلصین نے ایک ادارہ بنام "ادارۂ معارفِ نوشاہیہ" قائم کر کے اپنی مدد آپ کے جذبے کے تحت شریف التواریخ کی پہلی جلد طبع کرانے کا اہتمام کیا۔ لیکن ہمارے ایسے ترقی پذیر ملک میں جہاں ادارے سرکاری امداد کے بغیر چند قدم چل کر دم توڑ جاتے ہیں۔ اور جہاں شرحِ خواندگی کے ساتھ ساتھ شرحِ شوقِ مطالعہ بھی انتہائی حد تک پست ہے۔ ادارۂ معارفِ نوشاہیہ کب تک شریف التواریخ ایسی کتب چھپواتا اور شائع کرتا رہے گا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہماری مقدس سرزمین پر ایسے بہت سے ادارے اور افراد ہیں۔ جو سرکاری امداد و اعانت کے زیرِ سایہ تہذیب و ثقافت اور علم و ادب کے نام پر پل رہے ہیں۔ مگر ان کی کارکردگی صفر کے برابر ہے۔ شریف التواریخ ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ایک یا چند افراد کے بس کا روگ نہیں۔ یہ کام تو حکومت کے کرنے کا ہے۔

آپ میری اس بات سے اتفاق فرمائیں گے کہ اگر مخدومی حضرت شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی کسی مغربی ملک میں ہوتے تو حکومت ان کی علمی خدمات کے پیشِ نظر ان کی حسبِ حال تعظیم و تکریم کرتی۔ ریسرچ فیلوشپ پیش کی جاتی؛ یونیورسٹیوں میں ملازمت دی جاتی؛ علمی و ادبی تحقیق کے لئے اعلیٰ منصب کی پیشکش ہوتی؛ سرکاری اہتمام میں ان کی تصانیف چھپوائی جاتیں؛ ان کے نام پر ہال تعمیر کئے جاتے؛ اور بہت سے دوسرے اعزازات دئیے جاتے۔ لیکن ہمارے یہاں حالات اس کے برعکس ہیں۔ عام ناشرین کا تو کیا کہنا، ہمارے سرکاری اشاعتی اداروں کو بھی اتنی توفیق نہیں کہ وہ حضرت سید شرافت نوشاہی مدظلہ العالی ایسے نابغہ روزگار کا کھوج لگا کر ان کی تحقیقی کاوشوں کو حلیۂ طباعت سے آراستہ کریں۔ یہاں مجلسِ ترقئ ادب اور مرکزی اردو بورڈ ایسے ادارے موجود ہیں جو اسی قسم کے کام کرنے کے دعویدار ہیں۔

جنابِ عالی! آپ کا تعلق مرکزی اردو بورڈ سے ہے اور مرکزی اردو بورڈ برصغیر کی تہذیب و ثقافت اور علم و ادب کے چھپے ہوئے ذخیروں کو منظرِ عام پر لا کر چھپوانے اور

شائع کرانے کا اہتمام کرتا ہے۔ چنانچہ اس ادارے نے سائنسی کتابوں کے علاوہ بیشتر کتب تاریخ مثلاً خلاصۃ التواریخ، ماثر الامرا وغیرہ اردو زبان میں ترجمہ کرواکر شائع کروائی ہیں۔ مجھے یہ توقع ہے کہ آپ اپنے ادارے کی وساطت سے کوشش فرمائیں گے کہ "شریف التواریخ" کی باقی دو جلدیں آپ کے ادارے یا اسی قبیل کے کسی دوسرے ادارے کے زیرِ اہتمام شائع ہوسکیں۔ کیونکہ ان دونوں کا تعلق پنجاب کی سرزمین اور یہاں کی علمی و ادبی سرگرمیوں اور تہذیبی و ثقافتی اقدار سے ہے۔ ایک شریف التواریخ ہی کی بات نہیں بلکہ حضرت سید شرافت نوشاہی مدظلہ العالی کی تمام تصانیف کو سرکاری اشاعتی اداروں کے زیرِ اہتمام چھپوانے اور شائع کرانے کا بندوبست کیا جانا چاہیئے۔ تاکہ ایسے مصنّف کی محنت ٹھکانے لگے جو ستائش کی تمنا اور صلہ کی پرواکئے بغیر علمی و ادبی تحقیق میں مصروف ہے۔ اس طرح جہاں فاضل مصنّف کی محنت رائگاں ہونے سے بچ جائے گی۔ وہاں ہم علمی اور تہذیبی آثار کو بچانے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے جنہیں انتہائی کنجکاوی، شدید جگرسوزی اور تحقیقِ انیق کے بعد اکٹھا کیا گیا ہے۔ اور زندہ قوموں کا شیوہ بھی یہی ہے کہ وہ ایسی کسی کوشش میں پیچھے نہیں رہا کرتیں۔

حاشیہ ص ۱۹۵۱

؎ جناب بخاری صاحب نے جو تین عبارتیں خلافِ فصاحت بتائی ہیں، یہ شرافت صاحب کی نہیں بلکہ ص ۵۵۴ والی دونوں عبارتیں انیس الارواح کی، اور ص ۵۵۶ والی عبارت راحت القلوب کی ہے۔ حوالہ دیکھیں۔

مقالہ ۵

از جناب پروفیسر سید آفتاب احمد نقوی گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ

شریف التواریخ ۔ ایک مطالعہ

شریف التواریخ کا مطالعہ پیش کرتے ہوئے، میرے ذہن و خیال کی وادیوں میں میر تقی میر کا یہ شعر گونجتا ہے ۔ ؎

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کے بہت یاد رہو

سید شریف احمد شرافت نوشاہی نے یہ کتاب لکھ کر واقعی علم و ادب اور مذہب و روحانیت کی تاریخ میں وہ کام کیا ہے جسے مستقبل کا مؤرخ نہ صرف فراموش ہی نہیں کر سکے گا بلکہ تاریخ کے اوراق میں اس کام کو سنہری حروف سے لکھے گا ۔ شرافت صاحب نے اپنی اس کتاب کے ذریعے نہ صرف سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ کی گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں بلکہ زندگی کی بدلتی ہوئی قدروں کا نہ صرف رُخ موڑ دیا ہے، بلکہ مادیت کے اس دَور میں صوفیائے کبار کے سیرت و کبار کے حوالے سے انسانیت کی گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ آج بھی ہماری زندگی خوشیوں اور مسرتوں کا گہوارہ بن سکتی ہے ۔ اگر ہم ان نفوسِ قدسیہ کی زندگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنا لیں ۔ آئیے ! اس کتاب کی نقاب کشائی کرتے ہوئے تاریخ کے دریچوں میں اُس مستحکم روایت کا مطالعہ کریں جس سے شریف التواریخ کے مقام و مرتبہ کا بخوبی تعین کیا جا سکے ۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اکابرین کے حالات کو جس طرح محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے ۔ دنیا کی تمام قومیں اُس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں ۔ سب سے پہلے راویانِ حدیث کے تذکرے حیطۂ تحریر میں لائے گئے ۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے لوگوں میں جس کسی کا بھی کبھی کسی سلسلۂ روایت میں

نام آیا۔ ان سب کے حالاتِ زندگی اور کارہائے نمایاں کو بڑی تلاش و جستجو کے بعد جمع کیا گیا۔ پھر علمِ رجال کے سلسلے میں اتنی وسعت پیدا کی گئی کہ ہر شعبہ حیات کے رجالِ علم کے تذکرے لکھے گئے۔ چنانچہ فقہاء، قراء، مفسرین، حفاظِ حدیث، مؤرخین، ادباء، شعراء، صوفیاء، علماء، اطباء، حکماء، قضاۃ اور امراء تک کے حالات پر اتنی کتابیں لکھی گئیں جن کا شمار کرنا بھی ناممکن ہے۔

اسلامی دنیا کی یہ مضبوط اور مستحکم روایت مختلف اسلامی ریاستوں کے اربابِ علم و فن سے ہوتی ہوئی جب برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوئی تو یہاں کے سماجی اور تہذیبی ماحول نے اس پر خاطر خواہ اثر ڈالا اور اس کے نقش و نگار کی تہذیب کے سلسلے میں گرانقدر کام کیا گیا اور خوبی یہ ہے کہ برصغیر میں یہ روایت عربی، فارسی، اردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں بتدریج آگے بڑھتی رہی۔ صوفیاء و علماء کے بے شمار تذکرے لکھے گئے۔ عربی زبان میں لکھے جانے والے تذکروں میں سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان علمائے ہندوستان کے ساتھ ساتھ نزہۃ الخواطر سامنے آتے ہیں جبکہ فارسی میں یہ سلسلہ اپنی وسعت کی تمام حدوں کو پھلانگ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سیر الاولیاء، اخبار الاخیار، ثمرات القدس، معارج الولایت، سفینۃ الاولیاء، خزینۃ الاصفیاء، گلزارِ ابرار، کلمات الصادقین، فرحت الناظرین اور دیگر سینکڑوں تذکرے لکھے گئے جن میں برصغیر پاک و ہند کے علماء، صوفیاء، مشائخ، حکماء، اطباء، امراء، شعراء اور ادباء خاص طور پر موضوعِ بحث آ گئے۔

اردو میں تذکرہ نگاری کی ابتدا اگرچہ شعراء سے ہوتی ہے، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار تذکرہ نگار صوفیاء، مشائخ اور علماء پر لکھتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ جن میں علامہ نور بخش توکلی، خلیق احمد نظامی، غلام دستگیر نامی، اعجاز الحق قدوسی، پروفیسر ایوب قادری، پروفیسر مسعود احمد، بلال زبیری، خورشید حسن بخاری، میاں اخلاق احمد، اقبال احمد فاروقی اور محمد دین کلیم کے ساتھ ساتھ عبدالحکیم شرف قادری، صادق قصوری اور بیسیوں لکھنے والے موجود ہیں، جنہوں نے انفرادی اور اجتماعی تذکرے لکھ کر اردو کے تاریخ د

تذکرہ میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔

دورِ حاضر کے اردو کے ان تذکرہ نگاروں میں سید شریف احمد شرافت کا نام انہی گوناگوں انفرادی خصوصیات کی بنا پر بے پناہ اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے دو مختلف گوشوں میں نہایت ہی اعتدال کو ملحوظِ خاطر رکھا ہوا ہے۔ یعنی ایک طرف تو وہ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے شیخ طریقت کی حیثیت میں اپنی ذمہ داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو رہے ہیں تو دوسری طرف عربی، اردو، فارسی اور پنجابی میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، مناظرہ، ادب، وظائف، عملیات، سفرنامے، تنقید، تحقیق، طب اور تاریخ و تذکرہ کے سے مختلف النوع موضوعات پر دو سو سے زائد کتب تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ ہی کا سب سے بڑا تذکرہ ہی نہیں بلکہ دنیائے اسلام میں تصوف کے مختلف سلسلوں کا سب سے بڑا تذکرہ یعنی شریف التواریخ لکھ چکے ہیں جو تین جلدوں میں اور تیسری جلد بارہ حصوں پر مشتمل ہے جو تقریباً آٹھ ہزار سے زائد صفحات پر محیط ہے۔ اس تمام کام کو ایک سرسری نظر ہی ڈالنے سے یہ خصوصیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ شخصِ واحد کا کام نہیں ہو سکتا۔ یہ تو وہ کام ہے جو بڑے بڑے ادارے بھی شاید ہی سرانجام دے سکیں۔ لیکن اِس شریف آدمی نے اپنی پوری شرافت اور دلجمعی کے ساتھ اس کام کو کچھ ایسے انداز سے سرانجام دیا ہے جس سے ہمیں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا زمانہ یاد آجاتا ہے جب وہ ایک ایک حدیث کی سند حاصل کرنے کے لیئے مختلف اسلامی ریاستوں کا سفر کیا کرتے تھے۔

شرافت صاحب کے معتقد مجھے معلوم نہیں اس وقت اُن کی کتنی کرامتوں کو اپنی نظر سے دیکھ چکے ہیں لیکن میں نے اس شیخ طریقت بلکہ شیخ شرافت کی سب سے بڑی کرامت شریف التواریخ کو پایا ہے اور اگر شریعت مانع نہ ہوتی اور صوفیاء و مشائخ سے معجزے جائز قرار دیئے جاتے تو میں آج مزید شریف التواریخ کو شرافت صاحب کا ایک معجزہ مانتے ہوئے اور اس کتاب کو ایک الہامی کتاب تصور کرتے ہوئے شرافت صاحب

کی پیغمبری کو تسلیم کر لیتا۔

شریف التواریخ کی یہ پہلی جلد جسے تاریخ الاقطاب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بنیادی طور پر مختلف اور منفرد مضامین و مباحث پر جامع تبادلہ پیش کرتی ہے۔ اس کتاب کا پہلا حصہ تصوف کی نظریاتی بحث سے متعلق ہے جس میں اسلامی تصوف کے حوالے سے بنیادی معلومات پر مشتمل ایک مفصل انسائیکلو پیڈیا پیش کیا گیا ہے جس میں لفظ ولی کی تحقیق، اولیائے کرام کے اقسام اور ان کی مختلف حالتیں، کرامت و بیعت کا شرعی جواز، خرقۂ خلافت کی حقیقت اور اس کے زیرِ اثر ذمہ داریوں کی وضاحت، اسلامی دنیا کے تقریباً ڈیڑھ صد سلاسل تصوف کا مختصر تعارف اور ان میں سلسلہ قادریہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس طرح اس کتاب کا پہلا حصہ درحقیقت تصوف کے مختلف اسرار و رموز کی توضیح و وضاحت کے سلسلے میں بنیادی اہمیت کی حامل معلومات فراہم کرتا ہے۔ جو اس انداز سے اپنی بھرپور جامعیت اور اختصار کے ساتھ دوسری کتابوں میں کم ہی ملتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کا دوسرا اہم موضوع تذکرۂ مشائخ ہے جس کا آغاز افضل الانبیاء آقائے نامدار سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و کمالات اور سیرت و کردار سے ہوتا ہے۔ اس حصے میں مؤلف نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں نہایت ہی ضروری مواد فراہم کر دیا ہے جو قدیم اور جدید کتب ہائے سیرت میں بکھرا ہوا تھا۔ اگر محض اسی حصے کو موضوعِ گفتگو بنایا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ شرافت صاحب نے سیرت کے سلسلے میں بعض ایسی معلومات بھی بہم پہنچائی ہیں جو بڑی بڑی کتب ہائے سیرت میں بھی کم دکھائی دیتی ہیں۔ اس طرح شریف التواریخ کا یہ حصہ بھی سیرت ادب میں ایک اہم اضافہ ہے جسے سیرت کے موضوع پر کام کرنے والا کوئی محقق بھی نظر انداز نہیں کر سکے گا۔

صوفیائے کرام کے اکثر و بیشتر سلاسل طریقت کا آغاز امام الاولیاء و الاصفیاء

مولائے کائنات سیدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ امام الانبیاء کے بعد امام الاولیاء کے ذکر خیر سے اس کتاب کو منور کیا گیا ہے اور محض عام تذکرہ نگاروں کی طرح سوانحی خاکہ ہی پیش نہیں کیا گیا بلکہ آپ کے علمی کمالات، خطبات، تصنیفات، عبادت و ریاضت، اخلاق و عادات اور سیرت و کردار کے متعلق بھی جامع بحث کی گئی ہے۔

امام الاصفیاء کے بعد تاریخ الاقطاب میں حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت شیخ حبیب عجمی، حضرت شیخ داؤد طائی، حضرت شیخ معروف کرخی (حضرت شیخ سری سقطی) اور امام تصوف حضرت شیخ جنید بغدادی کا ذکر خیر کرتے ہوئے سلسلۂ قادریہ کے بانی پیران پیر حضرت غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک جا پہنچتا ہے۔ مؤلف نے تمام اکابرین کے تفصیلی حالات، معروف ترین عربی اور فارسی کتابوں سے اپنے مخصوص انداز تحریر اور اسلوب تحقیق کے ساتھ پیش کئے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ محض حالات بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان اکابرین کے کارہائے نمایاں، تصنیف و تالیف، سیرت و کردار اور ممتاز خلفاء کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تذکرہ عرب کے ریگزاروں سے ہوتا ہوا عراق، ایران اور دیگر اسلامی ریاستوں کی سیر کرتے ہوئے برصغیر پاک و ہند کی فضاؤں میں نعرۂ حق بلند کرتا ہے اور حضرت شیخ محمد غوث جیلانی ہندوستان میں داخل ہو کر ممتاز ترین تاریخی مقام اوچ شریف میں قیام فرماتے ہیں اور تبلیغ واشاعت دین مسلک کا کام شروع ہوتا ہے۔

موصوف کے بعد سلسلہ قادریہ کے مشائخ میں حضرت شیخ مبارک حقانی، حضرت شاہ معروف خوشابی، حضرت شاہ شیخ سلیمان نوری سے شیخ الاسلام حضرت سید شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش تک جا پہنچتا ہے۔ حضرت نوشہ گنج بخش جو سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے بانی ہیں کو علمی و ادبی اور مذہبی و روحانی حلقوں میں متعارف کرانے کا سہرا شرافت صاحب کے سر ہی بندھتا ہے۔ کیونکہ وہ شریف التواریخ کے اس آخری حصے

کو ترمیم و اضافہ کے ساتھ تذکرہ نوشہ گنج بخش کی صورت میں پیش کر چکے ہیں ، جو شائع ہو کر علمی و ادبی حلقوں میں سند قبولیت پا چکا ہے۔ "مواعظ نوشہ پیر" جو نوشہ گنج بخش رح کے پنجابی وعظوں کا مجموعہ ہے کو بھی شرافت صاحب نے مرتب کر کے نوشہ گنج بخش رح کو پنجابی زبان کا پہلا نثر نگار ثابت کیا ہے۔

اس طرح شریف التواریخ کی یہ پہلی جلد تاریخ اسلام کی چیدہ اہم شخصیات کا تفصیلی تعارف ، ان نفوسِ قدسیہ کے اکابرین معاصرین ، اولاد اور خلفاء جن کی تعداد کا اندازہ رجال و شخصیات کے تحت پیش کئے گئے اشارے سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے ، پیش کر رہی ہے۔ اس طرح یہ بات بغیر کسی شک شبہ کے کہی جا سکتی ہے کہ یہ کتاب دنیائے اسلام کے تقریباً گیارہ سو (۱۱۰۰) سال پر محیط ایک طویل عرصے پر پھیلی ہوئی داستان ہے۔ جسے تصوف کے حوالے سے دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مزید برآں اس کتاب میں اسلامی دنیا کے بالعموم اور برصغیر پاک و ہند کی بالخصوص سینکڑوں ممتاز علمی ، دینی ، روحانی اور ادبی شخصیات کو پہلی بار متعارف کرایا گیا ہے۔ جس سے ہمیں تصوّف کے ساتھ ساتھ تفسیر ، فقہ ، حدیث ، اسماء الرجال ، تاریخ ، تذکرہ ، فلسفہ ، طب اور نسب کے بے مختلف النوع موضوعات پر بیش بہا معلومات ہی حاصل نہیں ہوتیں۔ بلکہ عربی ، فارسی ، اردو ، پنجابی اور دیگر علاقائی زبان وادب کے بارے میں بھی بعض ایسی معلومات میسر آتی ہیں جن کا سُراغ پہلے کبھی نہیں لگایا جا سکا۔ اس طرح یہ کتاب جو ایک طویل کتاب کا ایک مختصر حصہ ہے۔ عرب و عجم کے مختلف علوم و فنون ، تہذیب و ثقافت ، روحانی و مذہبی معتقدات اور دیگر شعبہ ہائے حیات کے متعلق معلومات کا ایک بے نظیر اور منفرد دائرۃ المعارف ہے جو ایک شخص واحد کی زندگی کے اُس دَور سے تعلق رکھتا ہے۔ جب انسان خیالات و تصورات کی دنیا میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔

یہاں میرا مقصد اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ شریف التواریخ کا یہ پہلا حصہ مؤلف تیس (۳۰) سال کی عمر تک نہ صرف ترتیب دے چکے تھے۔ بلکہ اس کی کتابت بھی خود ہی کر چکے تھے۔ جس کا ثبوت صفحہ نمبر ۲ سے ملتا ہے۔ تیس (۳۰) سال کی عمر

میں اتنا عظیم کام کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔؟ اتنی چھوٹی عمر میں اتنا عظیم کام ایسے ہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی تلاش میں فلک سینکڑوں سال گردش کناں رہتا ہے۔ میر کا شعر ہے۔ ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

"شریف التواریخ" کے اس پہلے حصے جسے تاریخ الاقطاب کا نام دیا گیا ہے، کی ابتدا مجمل اور مفصل فہرستوں اور اختتام مختلف النوع عنوانات کے تحت جامع اشاریوں سے ہوتا ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ مؤلف نے ان تاریخی حقائق کو خیال آرائی اور انشاء پردازی کے جوہر دکھانے کی بجائے عام فہم اور سادہ زبان میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اس معلومات کے خزینے کو قدیم اور جدید اندازِ تحقیق کے خوبصورت اور دل نواز امتزاج کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مصنف جو کہ ایک بلند پایہ خطّاط بھی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اُن کی اپنی کتابت کا شاہکار بھی ہے اور ایک نیا اور دل نواز تجربہ بھی۔

شریف التواریخ کی اس پہلی جلد کو شائع کرنے کا اعزاز ادارۂ معارفِ نوشاہیہ ساہن پال شریف کو حاصل ہوا ہے۔ جس پر وہ جتنا فخر کرے کم ہے۔ لیکن اس کے انتشار کو تحسین کی نظروں سے دیکھتے ہوئے مجھے سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کی بدنصیبی کا بھی احساس ہوتا ہے۔ جو علم و ادب کے سلسلے میں نادر و نایاب اور بیش قیمت کتب کو شائع کرنے کے ساتھ ساتھ سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی سے کیوں ناواقف ہیں۔ اور آج نیشنل سنٹر لاہور کے اس وسیع ہال میں ان قلمی مسوّدات کی نمائش کیوں کی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ میرے محترم جناب اشفاق احمد اس نمائش کا مقصد سمجھ چکے ہوں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ "شریف التواریخ" کی دوسری جلد کی تقریب رونمائی کے موقع پر یہ تمام تر قلمی مسوّدات

مطبوعہ شکل میں نمائش کے لیے پیش کئے جائیں گے۔ کیونکہ شرافت صاحب نے ان مسودات کو نمائش کے لیے پیش کر کے اپنا فریضہ سرانجام دے دیا ہے۔ اب ملک و قوم کے فنڈز سے چلنے والوں۔ محسن علم و ادب اداروں کا فریضہ ہے کہ شرافت صاحب کی اس متاع گراں مایہ اور محنت شاقہ کو جلد از جلد زیورِ طباعت سے آراستہ کیا جائے، اور یہ چیز اب ہماری قومی اور ملی ضرورت بھی ہے۔

مقالہ ۶

(جناب راجا رشید محمود صاحب ایم۔اے لاہور)

شرافت نوشاہی صاحب پر تحقیق و تصنیف اور تصوّف و روحانیت کے حجروں سے علم کے دریچے کھلے ہیں۔ انہوں نے زندگی کی سب بہاریں قرطاس و قلم کی رفاقت میں دیکھی ہیں۔ شاید اسی لیے امتر بیل کی دستبرد کا سلسلہ نوشاہیہ کے اِس سَروِ رواں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ شرافت صاحب بنیادی طور پر اردو کے قلمکار ہیں اور اردو محاورے میں آدمی کا سٹھیانا قرینِ قیاس ہوتا ہے، لیکن آپ کہہ سکتے ہیں کہ اُن کا قلم اُردو کے علاوہ فارسی اور عربی نظم و نثر میں بھی جولانیاں دکھاتا ہے۔ چنانچہ اردو کا محاورہ اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ مگر بھئی پنجابی ہونے کے ناتے بھی۔ بندہ آخر ستر ہیا بہتر ہیا تو جاتا ہے ______ مگر خداوند قدوس و کریم سیّد صاحب موصوف کا سایہ ہم پر، اور قرطاس و قلم کی رفاقت ان کے سئے قائم رکھے ______ ان کے قویٰ مضمحل نہیں ہوئے، جذبے سلامت ہیں، لگن باقی ہے، حافظہ ساتھ دے رہا ہے اور ژرف نگاری اور دیدہ ریزی کے عناصر ہمرکاب ہیں۔ اس لیے انشاء اللہ ہم ان کے علم، تحقیق، تجربے اور مشاہدے کی جواں تابیوں سے مزید استفادہ کریں گے ______ ابھی تو ان کی تصانیف کی تعداد صرف دو سَو بارہ (۲۱۲) تک پہنچی ہے۔ جن میں سے ایک کتاب "شریف التواریخ" کی جلد اوّل چودہ سَو (۱۴۰۰) صفحات پر مشتمل مطبوعہ شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ دوسری جلدوں کے باقی تقریباً سات ہزار (۷۰۰۰) صفحات ابھی تشنۂ طباعت ہیں۔

۷۳ سالہ سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی کی ذات کی اکائی میں اِن دو سَو بارہ (۲۱۲) تصانیف کی کثرت اور مضامین و موضوعات کے تنوع کی پہنائیاں شو فگن ہیں۔ تصوّف کی ان وسعتوں اور تصنیف و تالیف کی اِن فلک بوس چوٹیوں پر سلسلۂ نوشاہیہ کے پرچم گڑے دکھائی دیتے ہیں اور درگاہِ حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سجادہ نشین کا نام نامی کوہ پیما کی حیثیت سے کندہ نظر آتا ہے۔

یہ کوہ پیما علم کی کے ٹو یا ماؤنٹ ایورسٹ فتح کر لیتے تو بھی ٹھیک تھا بلکہ اسی صورت میں بات درست ہوتی ۔ یہ کبھار کر دسیوں چوٹیوں پر ایک ہی نام نظر آئے ۔ یہ زمانہ SPECIALIZATION کا ہے ، تخصیص کا ہے ۔ اب ڈاکٹر، میڈیکل سائنس پر عبور رکھنے والا نہیں ہوتا ۔ چہ جائیکہ وہ کچھ اور علوم بھی جانتا ہو ۔ وہ محض سرجن یا فزیشن ہوتا ہے ۔ بلکہ نیورو سرجن یا ماہر امراضِ چشم ہوتا ہے اور پھر ماہر بھی جتنا ہوتا ہے ، بس ٹھیک ہی ہے ۔ اسی طرح لکھاری صرف نقاد ہوتا ہے یا ادیب ، انشا پرداز ہوتا ہے یا افسانہ نگار پھر شاعری کے نام پر ، پابند نظم یا غزل لکھنے والا آزاد نظم سے اور نثری نظم والا نظمی نظم سے نابلد ہوتا ہے ———— ایسے میں چند صدیاں پیشتر جیسی یہ صورتِ حال عجیب نظر آتی ہے کہ کوئی کوہ پیما ایک وقت میں کئی چوٹیوں پر فاتحانہ کھڑا دکھائی دے ۔ تفسیر و حدیث و فقہ ، تصوف و روحانیت ، تاریخ و تذکرہ ، تحقیق و تنقید ، طب ، تاریخ گوئی ، شاعری ، خطاطی ————

حضراتِ محترم ! تاریخ تصوف کی ترسی ہوئی خشک زمین پر تذکرہ نویسی کا ترشح تو پہلے بھی ہوتا رہا لیکن روشنائی اور خونِ جگر کے امتزاج سے اس میں فصل ، پہلی بار شریف التواریخ سے پھلی پھولی ———— پنجاب کی مٹی میں صوفیہ نے روحانیت و طریقت کی تخم ریزی بہت کی ، بڑے قد آور بوٹے اور سربفلک درخت پیدا ہوئے اور ان کی تعلیمات کی گھنی چھاؤں میں ابنِ آدم نے سکھ کا سانس لیا ۔ آدمیت کے تھکے ہارے قافلے یہاں سستا کر منازل زندگی کی طرف بڑھتے رہے ۔ بعض ، منزلوں پر منزلیں مارتے ہوئے یہاں پہنچے تو اپنے منتہائے مقصود کو پا لینے کے بعد انہی درختانِ سبز میں سے کسی کے سائے میں زندگی گزار دیتے ———— مگر ان درختوں پر گلہائے تحریر اور اثمار تصنیف کی کمی رہی ۔

مفتی غلام سرور کی محنت کا پھل ایسا تھا کہ اس کے رنگ اور لذت سے اہلِ پنجاب کم استفادہ کر سکے ۔ نور احمد چشتی نے لاہور کے حوالے سے اس چمنستان کی آبیاری کی کوشش کی مگر ان کا کام کمزور رہا ۔ پیر غلام دستگیر نامی نے اپنے خاندان کے گل بوٹوں کو بنانے سنوارنے کی سعی میں اردو ادب اور فارسی ادب کو رنگا رنگ پھولوں کی عطر بیز خوشبو سے معطر

کر دیا ـــــــــ اب شرافت صاحب نے بھی اپنے خاندان نسب اور شجرۂ طریقت کے شگوفوں ہی کو وا کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ مگر اس کوشش میں شریف التواریخ کی بادِ نسیم پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان کے سبھی علاقوں میں پھیل کر منہ بند کلیوں کو تبسم و تکلم پر اکسا رہی ہے۔ اس سے خوشبو کے جلالی و جمالی دھارے پھوٹ رہے ہیں، اور لوگ شریف التواریخ کی مکمل اشاعت کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ موجودہ پاکستانی خطے میں چمنستان تصوف کی بہاریں، کبھی اتنی کھل کے نہ کھلی تھیں، پھولوں نے اپنی قبائیں کبھی اس انداز میں چاک نہ کی تھیں بلکہ بعض قسموں کے تعطر سے تو فضا پہلے آشنا ہی نہ تھی۔

پہلے باغبانوں نے گلشن تصوف میں پھولوں کی جس قدر قسموں کی نشاندہی کی تھی، اُن کے رنگوں، اُن کی خوشبوؤں کے تخصص اور پودوں کی جزئیات کے متعلق جتنی رہنمائی کی تھی ـــــــــ سچی بات یہ ہے کہ ہم اُسی سے معطر و معنبر رہتے تھے۔ اُسی کے زیرِ اثر، معصیت کے ٹوکرے اور حرص ہوا کی گٹھڑیاں، ہم نے اپنے سروں سے اتار پھینکیں ـــ معرفتِ الٰہی اور عرفانِ نفس کے وسیلے یہی تو ہیں ـــــــــ لیکن شریف التواریخ کی اسی پہلی جلد نے ہمیں ایک سو چوالیس (۱۴۴) سلاسل تصوف سے آشنا کیا ہے۔ ہماری قوتِ شامہ جس سلسلے کے پھولوں کی طرف متوجہ ہو، مشامِ جاں معطر ہو جاتا ہے۔ ہم جس سوتے کی طرف دستِ طلب بڑھائیں، نور کے دھاروں سے مستنیر ہو جائیں۔ روحانیت کی روشنی کا ہر جھرنا سرمدی ہے۔ تعارفِ سلاسل پر اتنی جزئیات زیرِ نظر کتاب کے سوا کہیں نظر نہیں آتیں ـــــــــ اللہ کریم شرافت صاحب کی رُوح و جاں کو عطر بیز رکھے، اور اُن کے قلم کی بُوٹے مشکبار سے ایک عالم فیض یاب ہو۔

پہلے عموماً تذکروں میں کرامات مشائخ ہی کا دَور دَورہ ہوتا تھا۔ صحت سنین و واقعات کی تحقیق و تدقیق عنقا نظر آتی تھی۔ روایات کو انتقاد کی کسوٹی پر چڑھانا عموماً غیر مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ شریف التواریخ کی جلد اوّل کا سویرا محبت و اخلاص کے ترشح کے ساتھ وہ ہوا لایا ہے کہ غیر متحقق رنگوں کے بننے اُدھڑ رہے ہیں اور غیر ثقہ اور بے اصل روایات کی خوشبو کا دَم اُکھڑ رہا ہے۔ شریف التواریخ کا اسلوبِ تحریر، ماضی کے ساتھ گہرے روابط

رکھتا ہے، مگر متن جدید طرزِ تحقیق اور نئے اندازِ نقد و نظر کا حامل ہے۔

اس دیدہ زیب تالیف کے ذریعے فاضل مؤلف نے کمال حزم و احتیاط کے ساتھ آثارِ صوفیہ کو ہم عامیوں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے بصیرت و دیانت سے، ہزاروں کتابیں کھنگالی ہیں، سینکڑوں مخطوطات کو زنجیرِ استفادہ سے وقیع بنایا ہے۔ نوتے خطی مسودے جو زمانے کی بے توجہی کا شکار تھے۔ ان سے شریف التواریخ کے ذریعے پہلی بار اہلِ علم کو روشناس کرایا گیا ہے۔ اُن کے وجود کی نشاندہی ہوئی ہے۔ ان کے مآخذ و مراجع سے استفادہ و استدلال میں شرافت صاحب کے رویے بھی قابلِ لحاظ ہیں۔

سلاسل تصوّف میں سلسلہ نوشاہیہ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس کا اتنا ضخیم اور جامع تذکرہ مرتب ہوا۔ اور اس کی ذمہ داری شرافت صاحب کی عمر کے ترپن (۵۳) برس کی محنت و ریاضت پر ہے، یعنی، حضراتِ مکرم امیری اور میرے تیرہ[۱۳] سالہ بچے کی عمروں کا حاصلِ جمع شریف التواریخ کی ترتیب و تدوین کی عمر کے برابر ہے۔

مقالہ نمبر ۲

(پروفیسر جناب محمد اقبال مجددی شاہ حسین کالج لاہور)

حضرت سید شرافت نوشاہی

(بموقعہ تعارفی تقریب شریف التواریخ جلد اول منعقدہ ۱۴ مئی ۱۹۸۰ء)

صدرِ محترم و سامعین کرام !!

پنجاب میں جن سلاسلِ تصوف کو فروغ ہوا ان میں قادری سلسلہ کی شاخ نوشاہیہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ اس سلسلہ کے بانی حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۶۵۴ء (۱۰۶۴ھ) جہانگیر و شاہجہاں کے عہد کے اکابر میں سے تھے۔ انہیں پنجاب کا پہلا صاحب دیوان اردو شاعر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ان کی فارسی کتابوں کے علاوہ ضخیم پنجابی کلیات بھی موجود ہے۔

ہمارے مؤلف حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی اسی بانی سلسلہ بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء کو گجرات کے گاؤں ساہن پال میں پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم اور علم سلوک اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کیا۔ موصوف کی زندگی کا یہ عجیب واقعہ ہے کہ جدید تعلیم کے لئے کالج یا یونیورسٹی تو درکنار کسی اسکول کی شکل تک نہیں دیکھی۔ لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اساتذہ و طلبہ استفادہ کے لئے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کے تین مقالات کے مرتبین نے ان کے تعاون سے اپنے مقالے مدون کیے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جب انسان کے اندر حصولِ علم کی صحیح لگن پیدا ہو جائے تو وہ کسی یونیورسٹی کی محتاج نہیں ہوتی۔

ہمارے مؤلف اس وقت تک دو سو بارہ (۲۱۲) کتابیں مرتب کر چکے ہیں۔ جن میں تصنیف، تالیف، ترتیب اور ترجمہ بھی شامل ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، مناظرہ، تصوف، تاریخ، تذکرہ، مناقب، انساب، سفرنامے، اوراد، ادب، تحقیق و تنقید وغیرہ جیسے دقیق علوم پر ان کی قابلِ قدر تالیفات موجود ہیں۔

حاضرین بخوبی جانتے ہیں کہ ایسی متنوع شخصیت کے تمام پہلوؤں کا تعارف ایک ہی نشست میں ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے اس وقت ان کی صرف تصنیفی زندگی کا مجمل سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ جب ہم ان کی تالیفات کا بلحاظِ توقیت (CHRONOLOGICALY) مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی اٹھاون (۵۸) سالہ تصنیفی زندگی میں خاصے نشیب و فراز پائے جاتے ہیں۔

آخری پچیس سالوں میں مرتب ہونے والی کتابوں کا طریقہ تحقیق و تصنیف، استدلال، استخراجِ نتائج، وقائع کے تقابل اور اصول نقد و نظر کے اعتبار سے ابتدائی تیس سالوں میں تالیف ہونے والی کتابوں سے مختلف ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ مطالعہ کی وسعت کے علاوہ تجربہ، بے پناہ صلاحیتوں اور اپنی خداداد ذہانت سے انہوں نے بہت جلد مغربی طریقہ تصنیف و تالیف کے پیروکار مصنفین کی صحبت سے اثرات قبول کر لئے اور آخری دَور کی کتابوں میں اس نئے رنگ کی آمیزش نے قدیم و جدید کے درمیان ایک نہایت حسین امتزاج پیدا کر دیا ہے۔ اس درمیانی منزل کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ مغرب کے متعدد مؤلفین نے مغرب کا محض طریقۂ تصنیف اپنایا ہے۔ تصنیف و تالیف کے لئے جس ابتدائی اور محکم علم کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس سے عاری ہونے کے سبب متعینہ راہوں سے بھٹک جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو وہ مغرب کو متاثر کر سکتے ہیں اور نہ ہی مشرق کو کچھ دینے کے قابل رہتے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارے مؤلف اسی درمیانی کڑی کے ستون ہیں۔

۲۔ ہمارے ملک میں مرتب ہونے والے تصوف لٹریچر پر "رطب و یابس کے مجموعے اور صوفیہ کے کرامات و حوادث کے پلندے" ہونے کا الزام بے بنیاد نہیں ہے بلکہ اس موضوع پر قلم اٹھانے والوں کو اس طبقہ کے افکار کی شرح و تقریب کے لئے جن علوم کا جاننا ضروری ہوتا ہے وہ اس سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ حضرت

شرافت چونکہ مروجہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ علوم تصوف سے بھی بخوبی آگاہ ہیں۔ اس لئے ان کی تحریرات میں وہ جامعیت پائی جاتی ہے، جس کا ایسی کتابوں میں ہونا لازم ہے۔

۳۔ تیسری خوبی یہ ہے کہ روایات تصوف پر تنقید ایک عرصہ تک مسلمانوں کے درمیان گستاخی تصور ہوتی رہی ہے لیکن حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اخبار الاخیار کے منظرِ عام پر آنے سے بعد اس تصور میں خاصی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ گویا شیخ محدث نے تذکرہ نویسی کے اصولوں میں جس تبدل، تجدد اور طریق کی طرح ڈالی تھی ہمارے مؤلف نے ان سے حتی الوسع استفادہ کیا ہے۔

۴۔ آپ کے سامنے آویزاں مسودات کی ایک قابلِ ذکر خوبی یہ ہے کہ ان کی ترتیب کے دوران استعمال ہونے والے بے شمار مآخذ میں سے مخطوطات کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور ان میں سینکڑوں مخطوطات ایسے ہیں جو پہلی مرتبہ ہمارے مؤلف کے ذریعہ دنیائے مآخذ میں متعارف ہو رہے ہیں۔

چونکہ مؤلف کی کتابوں میں سے اب تک جتنی طبع ہوئی ہیں، ان کی تعداد ایک درجن سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے غیر مطبوعہ مسودات کی نمائش کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔ ایک اور خصوصیت ان کتابوں کی یہ بھی ہے کہ پاک و ہند کے عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے بہت سے گمنام شعرا اور مصنفین کے حالاتِ زندگی پہلی مرتبہ انہیں کے ذریعہ منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔

۶۔ شخصیت کا تعارف کرواتے ہوئے ملاقاتی ادب کے نقطۂ نظر سے ایک اور اہم بات کہنی لازم ہے اور وہ یہ کہ ہمارے مؤلف کا تعلق خطۂ پنجاب سے ہے جو اس اعتبار سے نہایت ہی محروم القسمت خطہ ہے کہ یہاں کا علمی سرمایہ حملہ آوروں اور دشمن حکمرانوں کے ہاتھوں تباہ ہو چکا ہے، جو بچ رہا تھا وہ خود مسلمانوں کی بے حسی کی وجہ سے دیمک کی نذر ہو گیا ہے۔

اس پر مزید ستم یہ کہ پنجاب کی ابھی تک کوئی باقاعدہ اور تحقیقی تاریخ نہیں لکھی گئی۔ اس موضوع پر کام کرنے والوں نے فقط رسمی الرایب کے تحت چند باتیں بنا کر ٹال دیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تاریخ کے مآخذ کی تلاش و تحقیق کے ساتھ ساتھ اس کے ثقافتی مآخذ کو بھی اتنی ہی اہلیت دی جائے، جتنی دیگر مآخذ کو دی جاتی ہے۔

خوش قسمتی سے ہمارے مؤلف ثقافتی تاریخ کے روشن ترین پہلو یعنی "احوال و افکار و کردار صوفیہ" کے بارے میں خاص معلومات رکھتے ہیں اور جیسا کہ ان کی تالیفات کے ناموں سے عیاں ہے۔ ان کا تو موضوع ہی صوفیہ پر تحقیقی کام کرنا ہے۔

یہ بجا طور سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر مؤلف کی تمام کتابیں شائع ہو جائیں تو ہمارے تاریخی ورثہ کی یہ تکلیف دہ کمی ایک حد تک ضرور پوری ہو جائے گی۔ اس خطہ کی تہذیب و ثقافت کی ترقی کے نام پر قائم ہونے والے اداروں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے ——————

شکریہ

مقالہ ۸

(جناب علامہ محمد افضل صاحب طور - بی۔ اے - منشی فاضل - ادیب فاضل)
(تمبولی - ضلع گوجرانوالہ)

معزز حاضرین - سامعین کرام اور صاحبِ صدارت!

شریف التواریخ کی تعارفی تقریب کے لئے کمترین کو دعوتِ شمولیت دی گئی ہے۔ میں بوجہ علالتِ طبع اصالتاً" حاضر ہونے سے معذور ہوں۔ البتہ وکالتاً حاضر ہونے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

شریف التواریخ کے مؤلف محترم سید شریف احمد صاحب شرافت سے اس فقیر کی رفاقت چار دہائیوں کے طویل عرصہ پر محیط ہے۔ میں نے آپ کو تالیف و تصنیف کے فن شریف و لطیف کے علاوہ کسی اور شغل کی طرف راغب نہیں پایا۔ سلسلہ نوشاہیہ کے روزانہ معمولات، اذکار و اشغال کی پابندی کرتے ہوئے تقریباً دو صد (۲۰۰) کتابوں کی تصنیف و تالیف کرنا اس دور قحط الرجال گُنیر میں محنتِ شاقہ کے علاوہ نُصرت و تائید غیبی کا مرہونِ منت ہے۔ اور قبلہ شرافت صاحب بلاشبہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ شریف التواریخ، سلسلہ نوشاہیہ عالیہ کے "تذکرہ مکمل اور بسیط کے علاوہ دوسرے سلاسل فقر کے تذکرے سے بھی خالی نہیں ہے، اور میرے نزدیک جملہ سلاسل فقر کے اجمالی اور تفصیلی تذکرہ سے کتاب مذکور کی افادیت زیادہ وقیع اور مستحکم ہو گئی ہے۔ شریف التواریخ کی تدوین و ترتیب، حالات کی چھان پھٹک اور تاریخی اعتبار سے صحت کے مراحل تک رسائی، شرافت صاحب کا ایک نہایت عظیم ادبی کارنامہ ہے اور آج تک جتنے تذکرے سلاسل فقرا کے لکھے گئے ہیں، ان سب میں سے شریف التواریخ کا پایۂ ادبی، تاریخی اور لسانی اعتبار سے نہایت ارفع اور اعلےٰ ہے۔

شریف التواریخ میں سلوک و تصوف، کیف و وجدان اور اصطلاحاتِ فقر کی جس طرح تشریح کی گئی ہے۔ وہ مبتدی کے لئے مشعلِ راہ اور منتہی کے لئے حرزِ جان

ثابت ہوگی۔ شرافت صاحب کسی یونیورسٹی سے باقاعدہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔لیکن بزرگوں کی دعاؤں کے اثر سے اور اپنی خداداد لیاقت سے، کتاب مذکور کو جابجا فارسی اور عربی اشعار سے مزین کیا ہے "شریف التواریخ" ہر صاحبِ ذوق و شوق کے لیئے بہترین رفیقِ کار ثابت ہوگی۔ جس کے مطالعہ سے مبتدی اور منتہی دونوں برابر کے مستفیض ہوں گے۔

؎

پری رُخے کہ بمکتب نرفت و خط نہ نوشت
بیک نگہ سبق آموزِ صد مُعلّم شد

فقط

مقالہ ۹

یہ مقالہ تقریب کے بعد موصول ہوا ۔ لہٰذا آخر میں درج کیا گیا ہے ۔

(از جناب علامہ ڈاکٹر احمد حسین صاحب قریشی قلعہ داری
ایم اے اردو ۔ ایم اے فارسی ۔ ایم اے عربی ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر زمیندار ڈگری کالج گجرات)

شریف التواریخ جلد اوّل

مسلمانوں نے دنیا جہان کو جہاں تہذیب و تمدن اور علم و حکمت کی روشنی عطا کی وہاں ان کی پائیداری کے اسباب بھی مہیا کئے ۔ دین و اسلام کی تہذیب کو مسلمانوں نے عملی جامہ پہنایا اور اس کے استحکام کے لئے بزرگوں نے عملی زندگی سے روشنی کے مینار بلند کئے ۔ اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگیاں رہتی دُنیا تک آنے والے لوگوں کی راہنمائی کرتی رہیں گی ۔

ان روشنی کے میناروں کی لازوال روشنی کو دانشوروں نے تاریخ و تذکرہ کے دوران میں جمع کر لیا ہے جس سے حیات مستعار کے بعد بھی یہ روشنیاں بدستور آنے والے لوگوں کی راہنمائی اور عقدہ کشائی کرتی رہیں گی ۔

برصغیر پاک و ہند میں تذکرہ نویسی کی ابتدا حضرت عبدالحق محدث دہلوی کے تذکرہ اخبار الاخیار اور کلمات الصادقین مصنّفہ محمد صادق کشمیری سے ہوئی ۔ اخبار الاخیار اور کلمات الصادقین سے لے کر آج تک کوئی سینکڑوں تذکرے لکھے گئے کہ جن میں بزرگانِ دین کے سوانح اور ان کے روحانی کمالات درج ہوئے، جن کے باعث حسین سے حسین اور اعلیٰ سے اعلیٰ یادیں پائیداری و استواری کی عظمت باقی رہیں ۔ یہ حسین یادیں کامیاب زندگی کا مقابلہ اخلاق بن کر دنیا جہان کے لئے ایک لازوال دولت و منزلت کا موجب بنیں ۔ شریف التواریخ مصنّفہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے ۔ یہ کتاب مسلسل گذشتہ چالیس سال کی محنتِ شاقہ کا ثمر ہے اور آج پہلی بار

منظرِ عام پر آئی ہے۔ سیّد شریف احمد شرافت نے اپنے سنِ شعور سے لے کر آج تک اپنی تمام زندگی اس کتاب کی تحقیق و تدوین میں بسر کر دی۔ پھر زندگی بھی ایسی جس میں نوشت و خواند کی دنیا میں جتنی قوتوں کا شائبہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر دنیا میں شاید یہ واحد کتاب ہے جس پر اتنا عرصہ اور اتنی قوت و صلاحیتیں صرف ہوتی رہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اتنی مدت اور اس قدر صلاحیت رائگاں نہ گئی۔ شرافت صاحب بجا طور پر کہہ سکتے ہیں ؎

حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارے کردم
شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم

بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کے تذکروں میں شریف التواریخ کو کئی نوع سے ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔

شریف التواریخ اگرچہ صرف ایک مکتبِ فکر کے اولیاء سلسلہ نوشاہیہ کی تاریخ ہے۔ لیکن فاضل مصنّف نے ایسی بصیرت سے کام لیا ہے کہ اس کو تصوف کی ایک مکمل اور جامع تاریخ بنا دیا ہے۔ سرکارِ دو عالم حضرت نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر قدوۃ العارفین حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش علیہ الرحمتہ کے زمانہ تک کے تمام بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کے حالات کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ اس طرح کہ دیگر تمام مکاتیبِ فکر کے اولیائے کرام کے کمالات اور سلاسل بیعت کا مکمل اور جامع تذکرہ بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔

اس جامِ جہاں نما میں سیّد شرافت صاحب نے کچھ غیر متعلق واقعات کو بھی شامل کر لیا ہے جن کا تعلق تصوّف سے کہیں دُور کا بھی نظر نہیں آتا۔ البتہ مصنف کا یہ کمال ہے کہ غیر متعلق واقعات موضوع کی جان معلوم ہوتے ہیں اور شریف التواریخ کا یہ حصّہ موضوع کا ایک انسائیکلوپیڈیا بن گیا ہے۔

شریف احمد شرافت صاحب نے ان واقعات کو جمع کرنے کے لئے دُور دراز کے علاقوں کا سفر بھی اختیار کیا اور بہت سے غیر معروف مقامات میں پہنچ کر دُرہائے شہوار جمع کر لئے۔ مصداق مصرعِ

کہاں کہاں تیرے عاشق مجھے پکار آئے

ان نوادرات کی بنا پر یہ مجموعہ تاریخ بذاتِ خود ایک نادر روزگار تذکرہ ہے جس کی مثال گذشتہ کئی صدیوں میں کہیں نظر نہیں آتی۔

پرانے زمانے میں رواج تھا کہ دانشور بزرگ اور عالم و فاضل لوگ اپنے پاس معرّا کاغذوں کے مجموعے رکھتے جن کو اپنی اصطلاح میں بیاض کہتے تھے۔ طباعت و اشاعت کی سہولتیں مفقود تھیں تو یہ عالمی جواہر پارے اور حسین و دلکش یادیں ان بیاضوں میں جمع کرتے رہتے۔ پھر زمانہ بھر کو پریس کی ایجاد نے کتابوں کی فراوانی کردی اور ان بیاضوں کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور یہ علمی جواہر پارے لوگوں کے گھروں میں ہی دیمک کی نذر ہو گئے۔ شرافت صاحب نے ان معروف و غیر معروف علاقوں میں بیاضوں کا بے شمار ذخیرہ کھنگالا جس سے ملک کا بیشتر علمی ورثہ تباہی کی دسترس سے محفوظ ہو گیا ہے۔

شرافت صاحب نے پھر اس کتاب میں بے شمار ایسے لوگوں کو بھی جگہ دی ہے جن کا ذکر تاریخ و تذکرہ کی کسی کتاب میں درج نہیں۔ شریف التواریخ اس اعتبار سے ان لوگوں کے لئے آبِ حیات ہے جن کی حسین و خوبصورت یادیں درطۂ فنا میں جا رہی تھیں۔

دنیائے تصوف کی جامع تاریخ کے ساتھ شرافت صاحب نے اپنے علاقہ پنجاب کے بزرگوں کے روابط استوار دکھائے ہیں، جس سے تصوف کا ربط پنجاب کے علاقہ میں صرف اسی کتاب سے واضح ہوتا ہے، بلکہ یوں کہئے کہ شرافت صاحب نے پنجاب کو تصوف کی زمین قرار دیا ہے۔ پنجاب کی تاریخ میں یہ ایک نیا اور انوکھا موضوع ہے، جو اس کتاب کی بدولت بیدار ہوا ہے۔

کتاب میں مصنف نے ہر بات اور ہر اشارہ کی کتابوں کے حوالہ سے توثیق کر دی ہے۔ چالیس سال مسلسل اس جد و جہد میں گذرے۔ شرافت صاحب نے سینکڑوں نہیں ہزاروں کتب خانے دیکھے، غیر معروف جگہوں تک ملک کا گوشہ گوشہ چھان مارا، جس سے اس عرصہ میں بے شمار کتابیں دیکھنے کا موقع ملا، اور ان کے حوالے درج کتاب کئے۔ ان میں سے بیشتر کتابیں ایسی ہیں جن کے نام تک سے دانشور ناواقف ہیں۔ "شریف التواریخ" کے باعث یہ کتابیں زندہ جاوید ہو گئیں اور ان کے مندرجات نے شریف التواریخ کو

بے مثال روشنی عطا کی ہے۔

ان خصوصیات کی بنا پر میں شریف التواریخ کو جامِ جہاں نما کہتا ہوں یا علم تصوّف کا انسائیکلو پیڈیا۔ جس پر پنجاب کے لوگوں کو رہتی دنیا تک بجا طور فخر و افتخار ہو گا۔

آخر میں اس کتاب میں ایک عجیب سلسلہ بھی نظر آیا ہے کہ شرافت صاحب نے اکثر بزرگانِ دین کی تاریخہائے وفات بلحاظ حروفِ ابجد اسماء الحسنیٰ (اسمائے باری تعالیٰ) سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ معلوم نہیں شرعی اعتبار سے اس کا کہاں تک جواز ہے۔ البتہ عمدہ مادہ ہائے تاریخ کچھ وعائیہ اثرات بھی رکھتے ہیں۔

بایں ہمہ شریف التواریخ بلاشبہ تصوّف و بزرگانِ دین کی ایک جامع تاریخ ہے اور قابلِ صدستائش ہے۔ خدا کرے اس کے بقیہ حصص بھی جلد از جلد شائع ہو جائیں، تاکہ تشنگان آبِ زلال علم و حکمت کو اطمینان ملے اور دنیا جہان اس سے روحانیت کی روشنی پائے۔ آمین ثم آمین۔

تبصرے

(۱)

شریف التواریخ
تصوف کا معیاری انسائیکلوپیڈیا

یوں تو تاریخ نویسی بذاتِ خود ایک مشکل ترین فن ہے۔ کیونکہ تمام تر تقاضے پورے کر کے تاریخ لکھنے کے لئے جہاں بے پناہ وسائل، اَن تھک محنت اور بے پایاں جگر کاوی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں اس کے لئے خضری عمر بھی چاہیئے۔ لیکن عام تاریخ نویسی سے بھی ہٹ کر جب معاملہ ان شخصیات کا ہو جن کے ساتھ عقیدت و احترام کے جذبات وابستہ ہوں تو ٹیڑھی کھیر بن جاتی ہے۔

جناب سید شریف احمد شرافت نوشاہی کی کتاب "شریف التواریخ" ان معدودے چند کتابوں میں سے ہے جن میں گو روائتی عقیدت مندی کا رنگ موجود ہے۔ مگر بنیادی طور پر تحقیقی انداز اپنایا گیا ہے اور فنِ تاریخ کے مسلمہ اصولوں سے بھی انحراف نہیں کیا گیا۔ یہ کتاب ان نقائص سے مکمل طور پر تو نہیں البتہ بڑی حد تک پاک ہے، جن سے ہمارے صوفیاء و مشائخ کے جہد و آزمائش اور مصائب و ابتلا سے معمور سوانح حیات، کشف و کرامات، تحائف و نذرانوں اور تعویذ گنڈوں کا مجموعہ بن کر رہ گئے ہیں۔ "شریف التواریخ" ایک ایسے مردِ درویش کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے جو فقر و سلوک اور تصوف و طریقت کی وادیوں میں اجنبی نہیں۔ مگر ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے کتاب کی ترتیب میں ذاتی احساسات یا تصوف کی فلسفیانہ اصطلاحات کی بجائے تاریخ و تذکرے کے تقاضوں کو ہمیشہ نظر رکھا ہے۔

"شریف التواریخ" گو فاضل مصنف کے مشائخ اور خاندانی بزرگوں کے حالات و سوانح

کا ملبوط مجموعہ ہے مگر انہوں نے نہایت علمی مہارت کے ساتھ اسے اس قدر وسعت اور تنوع عطا کیا ہے کہ تصوف کا ایک معیاری انسائیکلو پیڈیا تیار ہو گیا ہے۔

صوفیاء و مشائخ کے نشیمن "زاغوں کے تصرف" میں آئے تو تصوف بھی ان لوگوں کے ہاتھوں میں بازیچہ اطفال بن گیا۔ جن کا اپنا مبلغ علم کافیہ، قدوری اور قال اقول سے زیادہ نہیں۔ تصوف ان کی مشق سخن کے نتیجے میں فلسفیانہ اصطلاحات کا چیستان اور کشف و کرامات کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ انہوں نے دنیا سے فرار، چلہ کشی اور راگ رنگ کی محفلوں کو ان بزرگوں کی زندگی اور جدوجہد کا مطمح نظر بنا کر پیش کیا اور ایثار، صبر، توکل، تقویٰ، انسان دوستی کی صفات پیدا کرنے اور شریعت و طریقت کی تفریق کے خلاف ان کی تلقین کو طاق نسیان پر رکھ دیا۔ ان نادان دوستوں نے ہی لوگوں کو تصوف پر چنیا بیگم کی پھبتی کہنے کا موقع فراہم کیا۔

"شریف التواریخ" میں کہیں مختصر اور کہیں تفصیل کے ساتھ تصوف کے اصل مسائل اور صوفیاء کی خدمات پر گفتگو کی گئی ہے اور یہ خاصے کی چیز ہے۔

کتاب کی زبان اس قدر سلیس نہیں۔ مگر چونکہ مصنف کا اصل میدان اردو ادب نہیں۔ اس لئے گوارا ہے۔ کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ مصنف چونکہ خود اعلیٰ درجے کے خوشنویس ہیں، اس لئے ان کے مسودے کا عکس شائع کیا گیا ہے اور کتابت کرانے کی ضرورت نہیں پڑی یہی وجہ ہے کہ کتاب اغلاط سے مکمل طور پر پاک ہے۔

کتاب اعلیٰ طباعت، اعلیٰ کاغذ اور خوبصورت جلد بندی سے مزین ہے۔ آخر میں ۲۰ صفحات پر مشتمل اشاریہ ہے۔ یہ دیدہ ریزی کا کام بھی مصنف ہی کر گزرے ہیں۔

(ہفت روزہ "افریشیا" لاہور ۳ ستمبر ۱۹۶۹ء)

(۲)

شریف التواریخ (جلد اول)

یہ ضخیم کتاب جو ساڑھے بارہ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ مشہور صوفی بزرگ سید

شریف احمد شرافت نوشاہی کے اعجاز قلم کا نتیجہ اور ان کی برس ہا برس کی تحقیق و تجسس کا نچوڑ ہے۔ اس میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ تک کے حالات۔ نیز تقریباً ڈیڑھ سو سلاسل اولیاء کا تذکرہ مع شجراتِ طریقت درج کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے سلسلہ نوشاہیہ کے ان بزرگوں کی علمی و دینی خدمات کا حال معلوم ہوگا جنہوں نے پاکستان بالخصوص پنجاب میں ترویج و توسیع اسلام کے سلسلے میں انجام دیں۔ فاضل مؤلف نے بزرگوں کے حالات قلم بند کرنے میں جہاں بے شمار تذکروں اور تاریخی کتب کا مطالعہ کیا ہے، وہاں ان کی ولادت و وفات کی تاریخیں بھی بڑی تحقیق کے بعد درج کی ہیں۔ قارئین کے لئے یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ "شریف التواریخ" کی کتابت خود مؤلف نے کی ہے اور صرف یہی ساڑھے بارہ سو صفحات نہیں بلکہ پوری کتاب کے تقریباً آٹھ ہزار (۸۰۰۰) صفحات ان کی اپنی کاوش قلم کا نتیجہ ہیں۔ اگر کتاب ہذا کی دیگر تمام علمی و تحقیقی خوبیوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو محض یہی خوبی ان کے اعتراف کمال کے لئے کافی ہے۔

حقیقت میں سید شرافت نوشاہی اُن پرانے بزرگوں کی یادگار ہیں جو فن خوش نویسی کو بھی تحصیلِ علوم کی طرح ضروری سمجھتے تھے۔ اس فن میں بزرگوں کی اس دلچسپی کی وجہ سے اُن کے لکھے ہوئے قلمی نسخوں کو آج نوادر کی حیثیت حاصل ہے۔ "شریف التواریخ" کے ناشرین نے شرافت صاحب کے قلمی نسخے کا عکس شائع کر کے اس کی اہمیت دوگنا کر دی ہے۔ تاریخ تصوف کے طالب علموں کے لئے یہ کتاب ایک دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم اس کی اشاعت پر جناب سید شرافت نوشاہی کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور توقع رکھتے ہیں کہ شریف التواریخ کی بقیہ جلدیں بھی جلد ہی منظر عام پر آئیں گی۔

(ہفت روزہ "الہام" بہاولپور، ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۶ء)

(۳)

"شریف التواریخ"

پنجاب کے ایک صوفی بزرگ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری (متوفی ۱۰۷۴ھ/۱۶۵۴ء) نے قادریہ سلسلہ طریقت میں ایک شاخ "سلسلہ نوشاہیہ" کا اجرا کیا۔ یہ سلسلہ زیادہ تر پنجاب میں مروج ہوا اور پنجاب کی تاریخ تصوف میں یہ ممتاز اور مؤثر ثابت ہوا۔ زیر نظر تصنیف اسی سلسلہ تصوف کی ایک بہت ضخیم تاریخ ہے اور بلاشبہ اتنی مبسوط ہے کہ کسی سلسلہ تصوف پر اتنی جامع اور بسیط تاریخ تصنیف نہیں ہوئی۔

اس تاریخ کے مصنف سید شریف احمد شرافت نوشاہی کثیر التصانیف عالم اور محقق، خلیق اور متقی بزرگ ہیں۔ متعدد موضوعات، تصوف، تذکرہ، سوانح، علم و ادب، تفسیر، حدیث، مناظرہ، تاریخ اور طب پر کم و بیش دو سو (۲۰۰) کتابوں کے مصنف ہیں۔ خصوصاً صوفیہ و مشائخ کی تاریخ کی ترتیب میں بلند پایہ اور مفید تحقیقی کام کیا۔ سلسلہ نوشاہیہ کی جس سے خود بھی منسلک ہیں، تاریخ اور اس سے وابستہ صوفیہ مشائخ کے سوانح عمری و حالات لکھنے میں بھی امتیاز اور خصوصیت حاصل کی۔ ان کی زیر نظر مبسوط تصنیف جو دراصل تین جلدوں اور آٹھ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ پنجاب کی تاریخ تصوف میں ناگزیر حیثیت اور اہمیت رکھتی ہے۔ یہ بظاہر آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ تک کے بزرگان دین کے حالات پر مشتمل ہے۔ لیکن واقعتاً اس میں متعدد ایسے افراد کے حالات، علمی کارناموں اور ان کے معاشرتی سرگرمیوں کی تفصیلات بھی موجود ہیں، جو اس سلسلہ سے منسلک نہیں تھے۔ پھر اس تاریخ میں شامل زیادہ تر ایسے افراد کے حالات ہیں جن کا تعلق پنجاب سے تھا لیکن ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ کے افراد دنیا میں جہاں کہیں بھی گئے، ان کے بھی حالات نہایت جستجو کے بعد شامل کیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ متن میں بھی جہاں دیگر شخصیات کا ذکر آیا ہے۔ ان کے حالات بھی حواشی میں اضافہ کر دیئے گئے ہیں۔ ان حالات کو یکجا کرنے میں مصنف نے کمال تحقیق اور جستجو کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ صحت اور استناد کا خاص اہتمام کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ محکم دلائل بھی ساتھ دیتے رہیں۔ متعدد ایسے مندرجات ہیں جو اپنے موضوع کے تعلق سے پہلی مرتبہ اس کتاب میں یکجا ہوئے

ہیں ۔ اور اس اعتبار سے اس کتاب کو مزید اہمیت اور افادیت کا باعث بناتے ہیں۔ اپنی بسیط معلومات کے سبب یہ تصنیف بلاشبہ ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے ، اور اسے تاریخ تصوف اور علمی دنیا میں ایک خوش آئند اضافہ سمجھنا چاہیئے۔

(روزنامہ "جسارت" کراچی ۹ راکتوبر ۱۹۷۹ء)

(۴)

شریف التواریخ

نوشاہی سلسلہ کے (پیر) حضرت خواجہ معروف چشتی قادری جو حضرت زہد الانبیاء خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے ۔ اُن کو اپنے پیر نے یہ فرمایا تھا کہ ہم تم سے ایک نیا سلسلہ جاری کریں گے ۔ اس لحاظ سے آپ امام اوّل سلسلہ نوشاہی ہوئے ۔ انسان کے کاموں میں سے سب سے مشکل اور اہم کام انسان کی تربیت و شخصیت کی تعمیر ہے ۔ سیرت کو بنانے کے لئے کردار میں یکسوئی اور یکجہتی پیدا کی جائے تو پھر انسان اخلاقی شخصیت کے اس بلند مقام پر پہنچ سکتا ہے ۔ کائنات کے اندر بہتر اخلاق ہی شخصیت کو اُبھارتا ہے ۔ شخصیت کی تعمیر کے اس کام کو جس محنت و مشقت ، اعلیٰ خلوص اور شیفتگی سے اکابر صوفیائے کرام نے انجام دیا ہے اور جس پیمانہ پر اس کٹھن کام کو سر انجام دینے میں لوگوں کی راہنمائی اور مدد کی ہے ۔ اس کی دوسری مثال تاریخ عالم میں مشکل سے ملتی ہے ۔ ان کے کارناموں سے ان کے مجاہدوں ، ان کی خدمات اور ان کی تعلیم و تربیت سے آج بھی تعمیر شخصیت کے دشوار کام میں مؤثر مدد مل سکتی ہے ۔ یہ کام ہمیشہ سے ہی ضروری ہے ۔ اور جتنا آج ضروری ہے ، اس سے پہلے نہ تھا ۔ اکثر اولیائے کرام کے حالاتِ زندگی کشف و کرامات بیان کر کے ان بزرگوں کی اصل سیرت سے دُور رکھا جاتا ہے ۔ حالانکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ متین کی خدمات اور عوام کی اصلاح کے لیئے وقف ہوتا ہے ۔ اولیائے کرام کے حالاتِ زندگی کو کشف و کرامات سے نکال کر ان کے صحیح تاریخی پس منظر کے ساتھ پیش کرنے کی

۵۵ ۱۳ ھ

ضرورت ہے۔ زیر تبصرہ کتاب شریف التواریخ، جس کا تاریخی نام تاریخ الاقطاب ہے حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ کی عظیم تصنیف ہے۔ حجازی سائز کی تین جلدوں پر اس طرح مشتمل ہے کہ پہلی جلد چودہ سو (۱۴۰۰) صفحات پر محیط ہے، دوسری جلد دو ہزار (۲۰۰۰) صفحات کی ہے، تیسری جلد بارہ حصوں پر مشتمل ہے۔ سب جلدوں کے صفحات پانچ ہزار سے زائد ہیں۔ موصوف اس دور میں سب سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ لاہور جیسے علمی مرکز سے دور رہنے کا سبب بھی یہی ہے۔ کہ وہ تصنیفات میں مشغول ہیں۔ ایسی تحقیقی و علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں کہ موجودہ دور کے مصنفین و محققین کے حصہ میں کم ہی آتی ہوں۔ آپ کا وجود اور یہ عظیم کتاب علم تاریخ میں ایک زبردست اضافہ ہوا ہے۔ خاندانِ نوشاہیہ قادریہ کی جو خدمات آپ نے سرانجام دی ہیں۔ وہ آنے والی نسلوں کے لئے باعثِ فخر ہے۔ آپ نے خاندانی تاریخ سوانح تحریر فرما کر معلومات عامہ کے لئے اضافہ فرما کر احسان عظیم فرمایا ہے۔ تاریخ الاقطاب، شریف التواریخ کی پہلی جلد ہے۔ اس کے دوسرے صفحہ پر روضہ مبارکہ حضرت خواجہ نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ ساہن پال شریف ہے اور تیسرے صفحہ پر حضرت مصنف کی خوبصورت رنگین تصویر جاذبِ نظر ہے۔ اس کے بعد ادارہ معارفِ نوشاہیہ کا تعارف ہے۔ ساتھ ہی مصنف کے حالات درج ہیں۔ اس جلد کے مضامین کی چند جھلکیاں مقدمہ میں مدارجِ ولایت، اقسامِ اولیاء اللہ، قطب، غوث وغیرہ کے حالاتِ زندگی، قلندر، سالک، مجذوب، اثبات کرامت اولیاء، قرآن پاک، حدیث شریف اور حکمت وغیرہ کے دلائل و مسائل بیعت، خلافت و ارشاد اور ایک سو چوالیس (۱۴۴) سلاسل اولیاء کا تذکرہ مع شجراتِ طریقت بیان کئے گئے ہیں۔ حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت خواجہ گنج بخش قادری تک کے بزرگوں کے حالات تحریر فرمائے گئے ہیں۔ خصوصاً حضور سرورِ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کو بڑے پیارے انداز سے قلمبند کیا گیا ہے جس سے عظمتِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاسبانی نظر آتی ہے اور پڑھنے والے کے دل میں محبتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم

کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد خلفائے راشدین کی زندگی سامنے نظر آتی ہے۔
(الفرید ساہیوال ۔ محرم ۱۴۰۱ھ)

(۵)

شریف التواریخ

تصوف کے مشہور سلسلہ قادریہ کی ایک شاخ نوشاہیہ ہے ۔ یہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش علوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے ۔ مولانا سید شریف احمد شرافت اس وقت حضرت نوشہ کی درگاہ کے سجادہ نشین ہیں ۔ انہوں نے نوشاہی سلسلہ طریقت کی تاریخ تین ضخیم جلدوں میں لکھی ہے ۔ یہ اس کی پہلی جلد ہے ۔ اس میں سلسلہ نوشاہیہ کے چھبیس بزرگوں کا تذکرہ ہے ۔ یہ جلد دو ابواب پر مشتمل ہے ۔ پہلے باب میں ایک طویل مقدمہ ہے ۔ یہ آٹھ فصلوں میں منقسم ہے ۔ اس میں مصنف نے شریف التواریخ کے مآخذ ، ولی کی تعریف ، ولایت کی حقیقت ، اس کے درجات ، اور اولیاء اللہ کی قسمیں بیان کی ہیں ۔ جیسے فرد الافراد ، افراد ، مفردون ، فردِ محبوب ، قطب الاقطاب ، قطب ، غوث ، اوتاد ، نقبا ، نجبا اور اوتاد وغیرہ ۔ ایک فصل میں احوال کے اعتبار سے مرید ، مراد ، پیر ، کامل ، اکمل ، مکمل ، قلندر ، خضر وقت ، مجذوب اور سالک وغیرہ کی قسموں کا ذکر ہے ۔ پانچویں فصل میں اولیاء کی کرامات کے امکان و وقوع کو ثابت کیا گیا ہے ۔ چھٹی فصل میں بیعت کا مطلب اس کی قسمیں اور اس کے دلائل بیان ہوئے ہیں ۔ آخری فصل میں تصوف و طریقت کے مشہور سلاسل کا ذکر ہے ۔ اس کے آخر میں سلسلہ قادریہ کی فضیلت بھی واضح کی ہے ۔ دوسرے باب میں چھبیس فصلیں ہیں ۔ ہر فصل میں سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے بزرگوں کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ ہے ۔ اس کی ابتدا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل سے کی گئی ہے ، اور خاتمہ حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پہ ہوا ہے ۔ درمیان میں حضرت علیؓ ، حضرت حسن بصریؒ ، شیخ حبیب عجمیؒ ، شیخ داؤد طائیؒ ، معروف کرخیؒ

سری سقطیؒ، جنید بغدادیؒ، ابوبکر شبلیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ متعدد اکابر صوفیہ کا تذکرہ ہے۔ مصنف نے ہر بزرگ کے تذکرہ کے ضمن میں ان کے خلفاء اولاد اور تلامذہ کے علاوہ ان سب اشخاص کے حالات بھی قلمبند کئے ہیں جن کا ذکر ضمناً آگیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب متعدد صوفیہ کے حالات کا مجموعہ اور تصوف کے متعدد بہت سی مفید معلومات کا ذخیرہ ہے اور اس سے مصنف کی محنت اور کد و کاوش کا اندازہ ہوتا ہے۔

(اقتباس ماہنامہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۷۹ء)

(۶)

ANNOUNCEMENT OF NEW PUBLICATIONS

New books received from publisher/author will be announced/briefly reviewed in the Bulletin.

Sharif al-Tawarikh, Vol. I, by Sharif Ahmad Sharafat Naushahi, 1979, Sahanpal Sharif, Gujrat, Idarah-e-Ma'arif-i-Naushahiyah, 1263 . 112 pp.

The work is a hagiography of the Sufis of Qadiriyyah Naushahiyyah order authored by Sharif Ahmad Sharafat Naushahi a direct descendant, spiritual inheritor and present *sajjadah-nishin* of its illustrious founder, Naushah Ganj Bakhsh (d. 1064 H.). The book is the first of the three volumes of the main work. Entitled *Tarikh al-Aqtab*, it covers almost all orders of the Sufis up to 1064 H./1645 A.D. The learned author has drawn upon a vast variety of source materials many of them unpublished and unknown. It is the most important publication on the subject, and has rightly been described as "an encyclopaedia of Islamic learning in Urdu language".

اس کا اردو ترجمہ

بلیٹن نمبر ۲ بابت ماہ اکتوبر و دسمبر ۱۹۷۹ء

نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹاریکل کلچرل ریسرچ۔ مکان نمبر ۶ گلی نمبر ۲۱ ایف ۸/۱ اسلام آباد پاکستان

شریف التواریخ

تصنیف شریف احمد شرافت نوشاہی ۱۹۷۹ء ساہن پال شریف۔ گجرات ۔۔۔ ادارہ معارف نوشاہیہ ۱۱۲ ، ۱۲۶۳

یہ کتاب سلسلہ قادریہ نوشاہیہ سے متعلق صوفیوں کا مقدس تذکرہ ہے۔ جسے سید شریف احمد شرافت نوشاہی نے تصنیف کیا جو صاحب مرتبہ بانی سلسلہ حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۶۴ھ) کی اولاد سے براہ راست روحانی وارث اور موجودہ سجادہ نشین ہیں۔

یہ کتاب اس بنیادی کام کی تین جلدوں میں سے پہلی جلد ہے جس کا لقب (سرنامہ) تاریخ الاقطاب ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۰۶۴ھ سے سنہ ۱۲۵۴ھ تک کے تمام صوفیا کے سلسلوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

فاضل مصنف نے بہت سے ایسے بنیادی ماخذوں سے استفادہ کیا ہے جو زیادہ تر ابھی تک غیر مطبوعہ اور نامعلوم ہیں۔ یہ کتاب اس موضوع پر ایک نہایت ہی اہم اشاعت ہے جسے بجا طور پر اردو زبان میں اسلامی تعلیمات پر مشتمل دائرۃ المعارف (ایک انسائیکلوپیڈیا) کہا گیا ہے۔

(۷)

شریف التواریخ

اس کتاب کو پڑھتے وقت بار بار شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مصرعہ ذہن میں ابھرتا ہے۔

ع

کہ حیرت گرفت آستینم کہ قُم

ایک شخص تنہا اس قسم کی مخصوص انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے؟ سید شرافت فن تاریخ گوئی، تذکرہ نویسی اور تاریخی حقائق کی تلاش میں ۔۔۔

اَن تھک انسان ہیں۔ عالم، محقق اور مصنف ایسے کہ ان کا اوڑھنا، بچھونا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا صرف علم ہے۔ علم کی طلب اور تحقیق ان کی رُوحِ الروح بن گئی۔ تبصرہ نگار سلسلہ نوشاہیہ سے اس زمانے میں متعارف ہوا۔ جب علمی و عملی لحاظ سے یہ شاخ عبرت ناک انحطاط کی دلدل میں غرق ہو چکی تھی۔ سید شرافت اس کے مجددِ اعظم اوّل ہیں، اور شاید آخر بھی۔ بقول حکیم سنائی غزنوی:-

قرنہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

انہوں نے پیکرِ نوشاہیت کو جو سر تا پا "آلودگی" بن چکا تھا۔ پاک و صاف کر کے وہ حسن و جمال اور زیبائی و رعنائی بخشی کہ جو لوگ اس کو قابلِ التفات ہی نہیں سمجھتے تھے۔ اب اس کی جاذبیت و اہمیت سمجھنے لگے ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب صرف پہلی جلد ہے۔ ایسی ہی متعدد جلدیں جو ہزارہا صفحات پر مشتمل ہیں۔ منتظرِ طباعت ہیں۔ اس کے علاوہ سید شرافت کی دو سو بارہ (۲۱۲) تصانیف، توالیف اور تراجم ہیں۔ جن میں سے بعض مطبوعہ اور کئی غیر مطبوعہ ہیں جو مختلف علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔ یعنی آپ صرف خانقاہ نشین مجاور نہیں ہیں۔ آپ کی ذات بہت سی علمی و عملی خوبیوں سے آراستہ اور مہارت سے متصف ہے۔ اس کی تقریب جناب محمد اقبال مجددی (جو خود محیر العقول شخصیت علمی ہیں) نے لکھی ہے جو اہم معلومات پر مبنی ہے۔ اور بڑی محنت سے لکھی گئی ہے۔ اس جلدِ اوّل کا خاص نام "تاریخ الاقطاب" رکھا گیا ہے جس میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۴ھ) تک کے حالات مندرج ہیں۔ اس ضمن میں حضرت نوشہ کے خلفاء، خلفاء کے خلفاء، مسلسل عصرِ حاضر تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر اس سلسلے کے شعراء و شاعرات اور متصوف رجال و خواتین کے رنگارنگ حالات بھی مسطور ہیں۔

ضمناً بے شمار مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں سے بھی تعارف حاصل ہو جاتا ہے ـــــ

غیر نوشاہیہ اہلِ کمال کے تذکرہ وں کی بھی کمی نہیں۔ ساتھ ساتھ مسائل وفضائل تصوف پر بھی روشنی ڈالتے چلے گئے ہیں۔ حواشی بھی محققانہ معلومات پر مبنی ہیں۔
ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ جلد آپ کی ابتدائی عمر (۲۹ سال) کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد جو جلدیں آئیں گی وہ اور زیادہ پختگی اور جامعیت لئے ہوئے ہوں گی۔
سلاسل تصوّف کی کثرت کا ایسا احاطہ کیا گیا ہے جو شاید کسی دوسری کتاب میں نہیں ملے گا۔
فن تاریخگوئی کی نادر مثالیں بھی بکثرت ملتی ہیں۔ شعری تخلیقات کی بھی کمی نہیں۔
مشاہیر صوفیہ کے علاوہ ایسے ایسے اسماء گرامی بھی ملتے ہیں۔ جن کی تلاش و جستجو کے لئے سیّد صاحب کو کن کن گوشوں کی خانہ تلاشی کرنی پڑی ہو گی اور کیسے کیسے قلمی نوادر سے استفادہ کرنا پڑا ہو گا۔
کتاب کا بہت سا حصّہ اسماء رجال و کتب مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی فہرستوں کی نذر ہوا ہے۔ آخر کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۷۱ سے ۱۲۵۸ تک مکمل فہرستوں پر مشتمل ہیں۔ کتاب میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جو عام اذہان کے لئے شاید زیادہ کشش نہ رکھتی ہوں، لیکن حلقہ بگوشانِ عقیدت کے لئے "اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا" کی مترادف قرار دی جا سکتی ہیں۔ کتب صوفیہ میں اس جنس کی کمی نہیں۔
(ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی۔ جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲)

(۸)

(شریف التواریخ جلد اوّل)

تصنیف سیّد شرافت نوشاہی۔ حضرت نوشاہ گنج بخش کے سلسلہ کا تذکرہ پہلی جلد کی شکل میں ہے۔ پنجابی اہلِ قلم بندگوں کی تصنیفات کا ذکر موجود ہے۔
(ماہنامہ "کتاب" لاہور اپریل ۱۹۸۰ء)

(۹)

(شریف التواریخ جلد اوّل)

کتاب کے مصنف سید شریف احمد شرافت نوشاہی، سلسلہ نوشاہیہ کے امام حضرت نوشہ گنج بخش قادری کی اولاد میں سے ہیں اور ملک کے اکثر سجادہ نشینوں کے برعکس انہوں نے بے پناہ علمی و تحقیقی کام کیا ہے، اس کا حجم اس قدر زیادہ ہے اور اس قدر متنوع ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فاضل مصنف نے دینِ اسلام کے موضوع پر تنہا وہ علمی و تحقیقی کام کیا ہے، جس کے لئے باقاعدہ ایک ادارے کی ضرورت تھی۔ زیرِ تبصرہ کتاب بھی ان کی علمی اور تحقیقی صلاحیت کا بخوبی اعتراف کراتی ہے۔

اس جلد میں نبی کریم صلعم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حالاتِ مبارکہ سے آغاز تحریر کر کے حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش تک قادریہ سلسلہ کے تمام بزرگوں کے حالات اور خدمات کا تذکرہ ہے۔ بابِ اوّل میں ولائت کی حقیقت، روحانی درجات اور مراتب، اولیاء اللہ کی اقسام، اولیائے کرام کی کیفیات، ان کی کرامات وخوارق، بیعتِ طریقت اور خلافت ایسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جبکہ باب دوم میں سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات اور ان کے بعد سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کے حالات درج ہیں۔ ہر بزرگ کے حالات کے ذکر میں ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت، ریاضت و مجاہدہ، اخلاق و عادات، مواعظ حسنہ، فضائل و خصائل، مقاماتِ فقر، کرامات، عملیات، تصنیفات، مکتوبات، کلمات طیبات اور تلامذہ و خلفاء ایسے موضوعات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ تصوف اور صوفیائے کرام کے موضوع پر ایک قابلِ قدر تحقیقی کتاب ہے۔ اسے اپنی طرز کا انسائیکلو پیڈیا کہنا غلط نہ ہوگا۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۶ جنوری ۱۹۸۱ء)

(۱۰)

شریف التواریخ۔ سید شرافت نوشاہی مدظلہ، کی تازہ تالیف لطیف ہے، جس میں انہوں نے حضور پُرنور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ تک مشائخ قادریہ نوشاہیہ کے حالات طیبات تحریر کئے ہیں۔ یہ ضخیم و عظیم کتاب ادارۂ معارفِ نوشاہیہ ساہن پال شریف۔ گجرات۔ پاکستان نے شائع کی ہے ــــــــــ ہمارے فاضل دوست پروفیسر محمد اقبال مجددی نے اس کتاب پر جو تبصرہ تحریر کیا ہے وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

(ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور۔ مارچ ۱۹۸۱ء)

اس کے بعد مدیر ضیائے حرم نے پروفیسر محمد اقبال مجددی کا وہ پورا مقالہ درج کر دیا ہے، جو تقریب کے مقالات میں نمبر، پر لکھا جا چکا ہے، اس لئے دوبارہ نہیں نقل کیا

(۱۱)

ایک نادر ترین کتاب

شریف التواریخ

علم، حقیقت میں وہی حاصل کر سکتا ہے جو اسے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا جانے۔ علم کی خوبی یہی ہے کہ وہ ذہن و قلب کو جلا بخشتا ہے اور اس کی کاوش سے بہت اسرار نہاں منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت شریف احمد صاحب شرافت نوشاہی بھی اس قحط الرجال میں ان چند ایک علم دوست اصحاب میں سرِفہرست ہیں جن کی زندگی کا منتہائے مقصود محض حصولِ علم ہے۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ کفرزار برصغیر ہند میں اسلام کی شمع

روشن کرنے اور توحید و سنت کے نور سے عوام کو مستفیض کرنے میں صرف ان اللہ والوں کا دخل ہے، جنہوں نے اپنے علم و فضل سے ہی نہیں اپنے بلند اخلاق کردار سے کافروں کے قلوب کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ یہ لوگ کہاں سے چلے اور کہاں تک گئے؟ انہیں اپنی حیاتِ مستعار میں اس مقصد کو حاصل کرنے میں کن مشکلات و مصائب سے گزرنا پڑا۔ یہ ایک طویل داستان ہے جو ختم ہونے میں نہیں آسکتی۔

کچھ عرصہ قبل میں نے شمس المشائخ میں اہلِ علم حضرات سے درخواست کی تھی کہ ان عظیم لوگوں کے حالات کو یکجا کر کے قلمبند کیا جائے جنہوں نے بغیر نام و نمود کے دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور اس کارِ عظیم کو انجام دیتے ہوئے آسودہ خواب ہو گئے۔ ضرورت ہے کہ ہم اس ورثے کو آگے بڑھائیں۔

الحمد للہ کہ مخدومی سیّد شریف احمد صاحب نوشاہی نے بارش کے پہلے قطرے کی طرح قدم آگے بڑھایا ہے اور بڑی ہی کاوش و محنت کے بعد مشائخ قادریہ نوشاہیہ کا ایک تذکرہ موسوم بہ شریف التواریخ ایک ضخیم کتاب کی صورت میں مدوّن فرما کر شائع کر دیا ہے۔ یہ اس کڑی کی پہلی جلد ہے۔

کتاب میں جو ساڑھے بارہ سو صفحات سے زائد پر پھیلی ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے لے کر حضرت نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ کی ذاتِ گرامی تک تصوف کی تمام شاخوں پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ یعنی یہ کتاب ایک ہزار سال سے زائد مدت کے تصوف کی ایک جامع تاریخ ہے۔ شریف التواریخ تین جلدوں پر مشتمل ہو گی اور اندازاً آٹھ ہزار صفحات پر ختم ہو گی۔ حقیقت میں یہ عظیم کارنامہ ہے جو جناب سید شریف احمد صاحب شرافت کے ہاتھوں انجام پایا اور پا رہا ہے۔ خدا کرے کہ علم و حکمت کے موتیوں کا یہ ذخیرہ جلد منصہ شہود پر آ کر عوام کے لئے سکون روح و قلب کا باعث ہو۔

حقیقت میں اس نادر کتاب کی جامعیت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کتاب کے مؤلف علوم دین کے علاوہ تصوف میں بھی بہرہ وافر رکھتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ

ہے کہ مؤلف نے متضاد بیانات اور سیر حاصل بحث کے بعد نہایت احسن طریق پر نتائج کا استخراج فرمایا ہے ۔

بظاہر تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کتاب میں صرف قادریہ نوشاہیہ خانوادہ کے اکابر کا تذکرہ ہوگا لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں قاری کو بیشتر دوسرے صاحبانِ علم حضرات کے کارنامے بھی مل جائیں گے ۔

شرافت صاحب کے شوق فراواں کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو گا کہ انہوں نے بڑی ہی محنت ، تندہی اور کاوش کے ساتھ ان بزرگوں کے سنین کو درست کیا ہے ، جو حقیقت میں بڑا مشکل کام تھا۔ کیونکہ قبل ازیں اس پر قابلِ قدر کام نہیں ہوا ۔

مؤلف کی محنت اور کاوش کا اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں پانچ سو (۵۰۰) سے زائد کتابوں اور ستاون (۵۷) مخطوطات سے استفادہ کیا ۔ ایسی کتابوں کی تلاش ہی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے ۔

جیسا کہ میں نے ابتدا میں ہی تحریر کیا ہے کہ ایسے عظیم کام کو وہی عظیم ہستیاں انجام دے سکتی ہیں ، جن کا وجود خود ایک علم ہو اور جناب سیّد شرافت صاحب نوشاہی اس کی زندہ مثال ہیں ۔

شرافت صاحب کے کمال فن کا مظہر صرف یہی کتاب نہیں ، وہ اب تک دو سَو سے زائد کتب و رسائل مرتب کر چکے ہیں ، جنہیں عوام میں خاصی مقبولیت حاصل ہے ۔ آپ ایک ایسی عالم ہستی ہیں جن کے تعارف کی ضرورت نہیں ۔

شریف التواریخ دورِ حاضر کی ایک دقیع کتاب ہے جس سے نہ صرف اہلِ سلسلہ استفادہ کر سکتے ہیں ۔ بلکہ جو دوسرے اہلِ علم حضرات کے لئے بھی علم کا ایک روشن مینار ثابت ہو گی ۔

خدائے برتر و بزرگ سے دُعا ہے کہ اللہ کریم جناب شرافت صاحب کو توفیق و ہمت عطا فرمائے کہ وہ باقی کام کو بھی بحسن و خوبی سرانجام دے کر ایک بہت بڑی علمی ، تاریخی ، دینی اور دنیوی ضرورت کو پورا کر کے عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں ۔

(ماہنامہ "شمس المشائخ" ناروال۔ سیالکوٹ۔ اپریل ۱۹۸۱ء)

(۱۲)

(شریف التواریخ جلد اول)

تذکرہ نگاری مسلمان اہلِ قلم کا ایک پسندیدہ موضوع رہا ہے اور ہر دَور میں معاشرے کے مختلف طبقات، علماء و صوفیہ، شعراء و اطباء اور امراء کے تذکرے لکھے گئے۔ اور یہ سلسلہ حسب روایت جاری ہے۔ شریف التواریخ سلسلہ قادریہ کی ایک شاخ نوشاہیہ کا مفصل تذکرہ ہے۔ اس شاخ کے بانی عہد جہانگیری کے ایک صوفی حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش رح تھے۔ مؤلف کتاب بانی سلسلہ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور سلسلہ نوشاہیہ قادریہ کے سجادہ نشین ہیں۔

شریف التواریخ تین ضخیم جلدوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ زیر نظر جلد اوّل موسوم بہ تاریخ الاقطاب ۱۳۵۵ھ میں مکمل ہوئی۔ مگر تالیف کے چوالیس (۴۴) سال بعد پہلی مرتبہ زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ جناب مؤلف نے متقدمین کے انداز پر جلد اوّل کو دو ابواب میں تقسیم کیا ہے، اور ہر باب چند فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلے باب میں ولایت کی حقیقت، اولیاء اللہ کی اقسام، ان کے خوارق و کرامات، بیعت طریقت اور خرقہ خلافت و ارشاد کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ دوسرے باب میں حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لے کر حضرت نوشہ گنج بخش رح تک شجرہ طریقت کے سب ہی اکابر کے سوانح جات اور دیگر تفصیلات قلمبند کی گئی ہیں۔

شریف التواریخ کی زیر تبصرہ جلد مؤلف کی اُس دَور کی تصنیف ہے۔ جب ان کی عمر بمشکل تیس (۳۰) سال تھی۔ یہی سبب ہے کہ اس تالیف میں وہ پختگی اور سلاست نہیں ہے جو ان کی دوسری تالیفات مثلاً تذکرہ نوشہ گنج بخش اور اذکار نوشاہیہ میں پائی جاتی ہے۔ کتاب کا عمومی اندازِ بیان سادہ ہے، تاہم بعض مقامات پر عبادت آرائی سے کام لیا گیا ہے۔

آغازِ کتاب میں جناب محمد اقبال مجددی کے قلم سے تقریب اور جناب سید عارف نوشاہی کے قلم سے جناب مؤلف کے حالاتِ زندگی شامل ہیں۔ ان تحریروں سے جناب مؤلف اور ان کی کاوش "شریف التواریخ" کا اچھا تعارف ہو جاتا ہے۔ کتاب کے آخر میں تیرہ عنوانات کے تحت مفصل اشاریئے منسلک ہیں جو اردو کتابوں میں ایک اچھی روایت کا آغاز ہے۔

صوفیہ کے اکثر تذکروں کی طرح "شریف التواریخ" میں بھی حکایات، خوارق و عادات، تعویذات اور محبت و عقیدت میں غلو کی مثالیں ملتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی تذکرہ میں شامل افراد کے احوال و آثار پر جس محنت اور لگن سے مواد جمع کیا گیا ہے، بے اختیار اس کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ کتابیات (باب اوّل۔ فصل اوّل) پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جناب مؤلف صوفیہ کے تذکروں، معاصر تاریخوں اور دینیات کے ذخیرہ پر وسیع نظر رکھتے ہیں۔

شریف التواریخ صوفیہ کے تذکروں میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ امید ہے کہ اس سلسلے کی دوسری اور تیسری جلد بھی مستقبل قریب میں شائع ہو جائے گی۔

(ماہنامہ "فکر و نظر" اسلام آباد۔ مئی ۱۹۸۱ء)

مکاتیب

جو احباب نے کتاب شریف التواریخ جلد اوّل کے متعلق بھیجے

مکتوب نمبر ۱

محمد حسین تسبیحی قلہک - دولت کیکاؤس
کوچہ دوازدہم ۲+۱۱ - تہران ۱۹ ایران
۷ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۹۹ ہجری قمری
۷ - ۷ - ۱۳۵۸ ہجری شمسی
۹ - ۹ - ۱۹۷۹ عیسوی

ھو المفتاح العلیم

حضرت مولانا عالم بالحق والحقیقۃ و عارف مطلق والا تیقہ جناب مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی دربار عالیہ ساہن پال شریف - مقام مبارک سجادہ نشین سلسلہ نوشاہیہ -

سلام و دعا و مراتب احترام تقدیم میدارم ، پیوستہ از درگاہ حضرت واجب الوجود برائے وجود ذیجود جناب عالی تندرستی و شادمانی و دل خوشی و موفقیت و پیروزی آرزو دارم - بر شما و ہمہ سلسلہ نوشاہی مبارک باد کہ ۵۵ سال زحمات و نوشتن ہائے شما چہرۂ زیبائے خود را نشان دادہ است و اولین جلد تاریخ الاقطاب از مجلدات تاریخ شریف یا شریف التواریخ بہ منصہ ظہور آمدہ است -

ہزاراں درود و ہزاراں سلام و آفرین بر شما باد کہ ہمگاں را عاقبت بخیر کردہ اید بسیار سپاس گزار شدہ ام کہ یک نسخہ از تاریخ الاقطاب یا تاریخ شریف (شریف التواریخ) مصنف آں حضرت را دریافت کردہ ام و آنرا جناب فخر الاطبا آقای

حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب ہدیتہً ارسال داشتہ اند ۔ ورنہ من کجا و شما کجا و افسوس بر من کہ نتوانستم در پاکستان در خدمت باشم و باقلم و درم و قدم کارسے انجام دہم۔ جلد اوّل تاریخ الاقطاب (شریف التواریخ) بزرگترین تاریخ عارفان و سلاسل فقر مخصوصاً برائے سلسلہ نوشاہیہ است اکنوں در ایران و در دانشکدہ تہران سلسلہ نوشاہیہ را می شناسند و کتاب ثواقب المناقب استاد علامہ محمد ماہ صداقت کنجاہی بہترین رسالہ دکتری ست کہ از روئے "عواقب توضیح ثواقب" توسط آقائے دکتر چوہدری نذر حسین نوشتہ می شود ۔ و ایں حقیر ہم اندکے سہم در ایں کار دارم ۔ پیروز و موفق باشید ۔

ہمہ عزیزان و فرزندان گرامی و دوستاں را در ساہن پال شریف و لاہور و دیگر جاہا سلام می رسانم ۔ محتاج دعائے شما ہستم ۔

با تقدیم احترام مخلص شما و شاگرد شما

محمد حسین تسبیحی

مکتوب ۲

پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی

۹ ستمبر ۱۹۷۹ء

محترم جناب حکیم صاحب

(محمد موسیٰ امرتسری)

سلام مسنون ۔ شریف التواریخ اور "مجدد صاحب کے ناقدین" ہر دو کتابیں ملیں ۔ شکریہ ۔

"شریف التواریخ" کی اشاعت پر محترم مصنف اور ان کے دوست احباب سب مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت ایک عظیم علمی کارنامہ ہے ۔ انشاء اللہ میں اس پر تفصیلی تبصرہ کروں گا ۔

حضرت شرافت صاحب قبلہ کے حضور میں قدمبوسی اور مبارکباد۔

ع گر قبول افتد زہے عزو شرف

خادم و خاکسار

محمد ایوب قادری

مکتوب ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر احمد حسین قریشی ایم۔ اے اردو

ایم۔اے فارسی۔ ایم اے عربی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

اسسٹنٹ پروفیسر زمیندار ڈگری کالج۔ گجرات

۲۵ ستمبر ۱۹۷۹ء

مکرمی و محترمی جناب سید شرافت صاحب

سلام مسنون!

آج کچھ صبح سے طبیعت لاچار تھی۔ دوپہر کو ڈاک کا ہلکارہ آپ کی طرف سے علمی ارمغان لایا۔ جس کو دیکھتے ہی سارے دکھ دور ہو گئے۔ دو بجے سے شام تک اسے دیکھتا رہا۔ یقین جانئے کتاب کے مطالعہ سے میں کسی اور ہی دنیا میں چلا گیا۔ شریف التواریخ کا کچھ اندازہ مجھے پہلے ہی تھا لیکن سرسری مطالعہ سے ہی مجھے یہ ایک عجیب و غریب چیز محسوس ہوئی کہ دنیائے علم و ادب کا یہ ایک جام جہاں نما ہے، جس میں بے شمار بکھری ہوئی چیزیں یکجا ہو گئی ہیں۔ جن کے جمع ہونے کے کوئی امکان نہ تھے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر سے سرفراز کرے۔ میری آرزو ہے کہ اس کی بقایا جلدیں بھی جلد از جلد شائع ہو جائیں، اور دنیا نامعلوم علمی حقائق سے آگاہ ہو جائے۔ میں اس پر ایک مستقل مقالہ لکھوں گا۔ یہ خط محض رسید کے طور پر لکھا جا رہا ہے۔

میرا ایک ناچیز سا مشورہ یہ بھی ہے کہ اس کی ایک کاپی صدر پاکستان جناب ضیاء الحق صاحب کو خصوصی جلد بنوا کر ارسال کریں۔ ممکن ہے کوئی بہتری کی شکل پیدا ہو جائے۔ بہر حال کتاب کا بیحد شکریہ۔ یہ بھی آپ کا فیضان ہے۔ آپ نے اس گرانقدر تحفہ سے نوازا ہے۔

احمد حسین احمد

مکتوب ۴

محمد دین مسکین نوشاہی خطیب جامع مسجد فاروقیہ
نوشاہی چوک ناظم آباد۔ لائل پور۔
۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وما توفیقی الا باللہ

بخدمت اقدس رئیس المؤرخین۔ پیر طریقت۔ شہباز معرفت۔
میدانِ حقیقت کے شہسوار۔ یادگار حاجی نوشاہ گنج بخش رح

السلام علیکم !

عرض ہے کہ میں آپ کی علم دانی کا پہلے ہی قائل تھا۔ مگر آپ کی تصنیف "شریف التواریخ" جناب محمد لطیف زار کی معرفت ملی۔ پڑھنے کے بعد عجیب کیفیت طاری ہوئی اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ اگر آپ آج سے سینکڑوں سال پہلے دنیا میں پیدا ہوتے، تو بڑے بڑے مؤرخین آپ کے قلم کو چومتے۔ کیونکہ آپ نے تحقیق کے دریا بہا دیئے ہیں۔
دو آدمی ایسے تھے جو آپ کے ساتھ اچھی عقیدت نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ کی کتاب پڑھنے کے بعد یہ کہا کہ شرافت صاحب نے واقعی ہی سلسلہ نوشاہیہ کا پرچار کیا ہے اور آپ کی تحقیق کو بھی بہت سراہا ہے۔
میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جو آپ کی شان میں استعمال کروں بجز کہ جس وقت

میرا تخیل آپ کی تعریف میں پرواز کرتا ہے تو میرے شعور کی پرواز ختم ہو جاتی ہے۔ آپ کا مقام اور آگے ہوتا ہے۔ "شریف التواریخ" دربار نوشاہی میں منظور و مقبول کتاب ہے۔ جس کسی نے بھی کتاب کو دیکھا ہے بے اختیار یہی کہا کہ شرافت صاحب نے نوشاہیت کو خوب پروان چڑھایا۔ یہ ناقص الفاظ جو میں نے تحریر کئے ہیں، میری عقیدت کا ثبوت ہے۔ اگر کوئی علمی غلطی ہو تو درست فرمالیں۔ کیونکہ میں بے علم آدمی ہوں۔ آپ کبھی ضرور تشریف لائیں اور زیارت سے سرفرازی بخشیں ہماری طرف سے سب دوستوں کو السلام علیکم۔

دعاگو

محمد دین مسکین نوشاہی

مکتوب ۵

منجانب :- ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

نمبر ۱۲ - گلی نمبر ۳۰ - ۱/۷ - F

اسلام آباد - ۲۰ ر ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

۱۲ ر اکتوبر ۱۹۷۹ء

مکرم و محترم سید شریف احمد شرافت نوشاہی صاحب

ادام اللہ علینا الطافہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

وبعد! شریف التواریخ جلد اول جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب کی وساطت سے موصول ہوا۔ اس گراں بہا عطیہ کے لیے ممنون ہوں۔ جلد اول کی طباعت و اشاعت مبارک ہو۔ بلکہ ہم سب کو مبارک ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی یہ ضخیم تصنیف، از روئے صفات و مقاصد۔ ہمارے ہاں اس صدی کا ایک نمایاں کارنامہ ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ پوری کتاب کی اشاعت کا منصوبہ طے ہو

چکا ہے ۔ والحمد للہ علیٰ ذالک ۔

ذاکر و ذکر و اسیر دفترکم

الفقیر المحتاج الیٰ رحمۃ ربہٖ تعالیٰ

نبی بخش عفی عنہ

مکتوب ۶

محمد حسن خان میرانی ۔ میرانی منزل ۹۰۲

محلہ کجل پورہ ۔ بہاولپور

۱۶ ر اکتوبر ۱۹۷۹ء

محترمی و معظمی جناب سید شریف احمد صاحب شرافت نوشاہی

السلام علیکم !   مزاج گرامی !

"شریف التواریخ" جلد اوّل کا رجسٹرڈ بک پوسٹ معہ مکتوب گرامی مرقومہ ۱۹ ر ستمبر ۱۹۷۹ء ۲۴ ر ستمبر ۱۹۷۹ء کو ملا ۔ جس کے لئے بندہ از حد شکر گزار ہے ۔ پارسل کو بڑے اشتیاق سے کھولا ۔ کتاب کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں اس کتاب کی تعریف لکھ سکوں ۔ ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے یہ کتاب خوب سے خوب تر ہے ۔

آپ کا ادنیٰ غلام

محمد حسن خان میرانی بہاولپوری

مکتوب ۷

۳ ۔ ڈی ۲/۹ ناظم آباد کراچی ۱۸

۲۱ ر نومبر ۱۹۷۹ء

مکرمی و محترمی جناب سید شرافت نوشاہی صاحب

سلام مسنون !

آپ کی گراں قدر تالیف "شریف التواریخ" کی پہلی جلد ملی۔ آپ نے یہ علمی تحفہ بھیج کر میری جو عزت افزائی کی ہے، اُس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ میں نے اس کتاب کو ابھی جستہ جستہ دیکھا ہے۔ بالاستیعاب مطالعہ انشاء اللہ بعد میں کروں گا۔ آپ نے جس عالمانہ بصارت اور محققانہ بصیرت کے ساتھ یہ کتاب لکھی ہے اس کی صحیح داد تو اہلِ علم ہی دے سکیں گے۔ ایک معمولی طالب علم کی حیثیت سے میرا خیال یہ ہے کہ اردو زبان میں اس قسم کی کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو بیک وقت مسائل تصوف کا خزینہ، تاریخ و سوانح کا مرقع اور گوناگوں معلومات کا دائرۃ المعارف ہے۔

خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ اور آپ کے ذریعے علم کی روشنی دُور دُور تک پھیلتی رہے۔

آپ کا مخلص
مشفق خواجہ

مکتوب ۸

ازمیاں محمد ریاض اسسٹنٹ سب انسپکٹر کوارٹر ۲
بلاک لے۔ تھانہ سول لائن۔ نزد تاج ہوٹل۔ کراچی۔
یکم اپریل ۱۹۸۰ء۔ ۱۴ ارجمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مکرم و محترم جناب سید شریف احمد صاحب شرافت نوشاہی

السلام علیکم!

میں جب کبھی وقت ملتا ہے، کتاب شریف التواریخ کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ واقعی اس میں اکثر ایسی تحریریں ملی ہیں، جو ازیں پیشتر کسی نصاب اسلامیات کی تاریخ میں دستیاب نہ ہو سکی تھیں۔

آپ کی دعاؤں کا منتظر
محمد ریاض

مکتوب ۹

از سید مفدر حسین سروری قادری
راجن پور۔ تحصیل لیاقت پور۔ ضلع رحیم یار خان
۱۵ اپریل ۱۹۸۰ء۔ ۲۸ جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ

۷۸۶

۹۲

۱۲۲

محترم مکرم قبلہ جناب سید شریف احمد شرافت نوشاہی قادری صاحب

السلام علیکم!

بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی جب کہ آپ کا نوازشنامہ ملا کہ فقیر کو آپ بھولے نہیں۔ ہمارے رشتے تو آپ سے گہرے ہو چکے ہیں۔ کیونکہ قادریت کے سمندر کی مچھلیاں ہیں۔ آپ کو صد مبارک باد ہو کہ آپ کی ترپن (۵۲) سالہ کاوشوں کا نتیجہ آخر منظرِ عام پر آ ہی گیا۔ آپ کی کاوشوں اور محنتوں کا نچوڑ ہمارے ہاتھوں آ ہی گیا۔ "شریف التواریخ" کی مبارک باد ہو۔ البتہ اِس کتاب عظیم کے متعلق میں اتنا ضرور کہوں گا کہ گیارہویں صدی کے عظیم مجدد حضرت شیخ کامل عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے یا اُن کے عہدِ عظیم میں اگر شریف التواریخ چھپ جاتی تو ان کی عظیم کتاب اخبار الاخیار ایک جلد کی بجائے دو جلدوں میں ہوتی۔ شیخ محقق باقی تمام علوم میں آپ کے استاد ہوتے۔ لیکن شریف التواریخ اور علم تاریخ میں آپ کی کتابوں سے فیض حاصل کرتے....

جناب نوشاہی صاحب! آپ کی یہ عظیم کاوش، پہلی سے لے کر ایم۔ اے کلاس تک سب کو یکساں فائدہ دے گی۔ اور ایم۔ اے کی تاریخ بزرگان میں یہ کتاب

یونیورسٹیوں میں سنگِ میل کی حیثیت اختیار کرے گی۔

والسّلام

سیّد مظفر حسین سروری قادری

مکتوب نمبر ۱۰

از نور سلطان رجوکہ۔ فیصل آباد۔

۴ر اپریل ۱۹۸۱ء

۷۸۶

محترم گرامی قدر مرشد سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی صاحب

السّلام علیکم!

آپ کا تحفہ شریف التواریخ پڑھ رہا ہوں۔ کافی لوگوں کو میں پڑھا چکا ہوں۔ سبحان اللہ موتی بکھیرے ہوئے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت بڑا تحفہ ہے۔ جس جس نے کتاب پڑھی ہے وہی سبحان اللہ کہتا ہے۔

والسّلام

آپ کا تابعدار مرید

نور سلطان رجوکہ

مکتوب نمبر ۱۱

از چاہ میراں لاہور

۸ر جون ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحضور معزز و مکرم صاحب تالیف شریف التواریخ

سلامت عقیدت۔ قبول باشد۔!

بعد از معذرت بسیار چند گذارشات پیشِ خدمت ہیں۔ آپ کی کاوش و ترتیب و

تالیف "شریف التواریخ" بلحاظ ادوار معارفِ نوشاہیہ و ہم عصر اقطاب و عارفین اور صوفیہ کرام نہایت ہی قابلِ تعریف ہے۔

کتاب ہذا کے مطالعہ سے کتاب و سنت خیر الانام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں عارفین کے ارشادات و ملفوظات قلب و ذہن میں جذب ہوتے جاتے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اسلام کی تبلیغ اس انداز میں کی جائے جس سے خوابیدہ ملت کا معاشرہ کتاب و سنت کی تعلیم کی طرف خلوص نیتی سے راغب ہو اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی آئندہ زندگی کے لیئے لائحہ عمل بنائے۔

آپ اس عاجز و گنہگار کے لیئے خصوصی دعا فرماویں کہ بطفیل حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ مجھے ان ارشادات و تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق فرماویں۔ جو اللہ کریم کی بارگاہِ صمدیت میں خوشنودی کا باعث ہو اور اسلام کی خدمت کی سعادت نصیب ہو۔ آمین۔

والسلام

دعا گو

الحاج محمد لطیف (ریٹائرڈ ریلوے گارڈ)

چوک میراں حسین۔ چاہ میراں روڈ۔ نزد نیلم سینما بالمقابل آرہ مشین

سراج سٹریٹ م۱۵ مکان م۲ لاہور۔

مکتوب م۱۲

از عبدالرزاق رضوی متعلم ایف اے

ڈگری کالج کھاریاں کینٹ ضلع گجرات

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

میرے قبلہ و کعبہ۔ واجب الاحترام۔ دورِ حاضر کے چراغِ ہدایت مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضور! آپ کی ذاتِ گرامی سے اٹھنے والی

شمع حق کی عظیم شعاع "شریف التواریخ" کا مطالعہ وقتاً فوقتاً کرتا ہوں۔ بلا شبہ یہ عظیم المرتبت کتاب دورِ حاضر میں بڑی مفید اور پایہ کی ثابت ہو چکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کریم نے اپنے جس خاص بندہ سے کوئی عظیم کام لینا ہوتا ہے۔ تو صرف اُسی کو یہ شرف مل سکتا ہے۔

کہاں تک لکھوں۔ مختصر یہ ہے کہ آپ کی یہ کتاب دورِ حال میں حق کا چاند ہے۔ جس کی نورانی شعاعیں راستہ چاہنے والوں کے لئے رہبری کا کام دیں گی۔

والسلام

عبد الرزاق

تقدیر القسم قبل الشرط فیما لوجب الجزم لا یجزمون اعترض علیہ بان الجزم ھھنا غیر واجب بل مما یجوز فیہ الوجہان والجواب ان الفصیح الجزم ولا یکود القرآن علی وجہ غیر الفصیح فیصح القول بوجوب الجزم ولو استدل علی جواب القسم بدخول اللام الموطئۃ علی الشرط لکان اقرب الی التحقیق

تمت الحواشی الشریفہ الشریفیۃ علی المتوسط بید الفقیر الحقیر برخوردار بن شیخ حاجی محمد فی موضع صادق پور ساکن بہ مزار عمال پرگنہ تیہ رسول پور میلان ۵ ۵ ۵ ۵ ۵

عکس تحریر سید حافظ برخوردار بحر العشق
از کتاب شریفیہ متعلقہ صفحہ ۲۰۳ کتاب ہذا

کہ شیخ سید ابن بطا کہ یکے باشد و از جزو تر اکمل ساختہ و از قطرہ دریا و از

ذرہ آفتاب و از نیست ہست۔ این رسالہ حق نما باشد باہم

زر ہزار و پنجہ و شصت و شش تمام ہست از جا در رسید از ابتدا

آنچہ ما گفتیم فافہم والسلام ۵

الموفق تمت الرسالۃ المسماۃ بحق نما من ید العبد الضعیف جمال اللہ

صحوۃ الکبریٰ فی یوم الثلثاء العشرین شعبان وکان السنۃ الف وثلثۃ

عشرون من ہجرۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ۵

عکس تحریر سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم
از کتاب رسالہ حق نما

شوارق الانوار بخط اضعف العباد عاصی

الٰہی بخش ابن حضرت میاں نور اللہ

ساکن سیالیہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولمن سعیٰ

من نیات حقائق العارف حضرت نوشہ قدس سرہ

الیہما والیہ ۵

ہر کہ خواند دعا طمع دارم

زانکہ من بندۂ گنہگارم

عکس تحریر سید حافظ الٰہی بخش مظہر حق

از کتاب دلائل الخیرات متعلقہ ص ۲۷ کتاب ہذا

از سنگ مرور از آب بیرون آوردند و آنرا همراه برداشته بمزره خلیل و مشهد
اسمٰعیل علیہما السلام رسانیدند وصلی اللہ تعالیٰ علی نبینا محمد و آلہ وعلیہم اجمعین

اللّٰھم ارزقنا ببرکاتہم حسن العاقبۃ
وخیر الخاتمۃ برحمتک یا ارحم الراحمین
آمین آمین آمین
آمین

تمت تمام شد کتاب مستطاب الملک الوہاب مسمّی نقرہ کار تفسیر سورۃ یوسف علیہ السلام بروز دو شنبہ وقت
ضحی کبریٰ بدست خط فقیر حقیر اضعف من عباد اللہ الصمد مسکین فضل احمد نبیرہ قدوۃ الواصلین
عمدۃ العارفین شیخ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس اللہ ارواحہم ساکنے میانو قبور
چک ساہنپال حفظہا اللہ عن الشر والنوائب وکان من ہجرۃ المقدسۃ المیمونۃ النبی الامی
صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الف ومائتین وخمس واربعین ۱۲۴۵ سنۃ تحریر یافت

من نوشتم حرف کہ دم روزگار	من نمانم این بماند یادگار

عکس تحریر سید حافظ فضل احمد نوشاہی ثانی
از کتاب نقرہ کار متعلقہ صفحہ ۲۹۳ کتاب ہذا

ابا عبیدہ بسرجراحؓ رحمت اکھان نت ولجا

وَالعَشَرَةِ المُبَشَّرِین

رحمت ھجو کن ڈھہ یاران جنهان بشارت جنت سانا

وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِین

رحمت ھجو سارن اصحابن انهن تابع تي اصحابان

وَالخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ رِضْوَانُ

رحمت مٿن خلفائن سڀني اُنهي تن سنائن

اللهِ تَعَالٰی عَلَیهِمْ اَجْمَعِین

راضي ھجو رب انهن تي اکلين پڇلين جو سڀني تي
راضي ھجو ٻيا ابرسهنان رحمت انهي تاريجهان

[illegible]

عکس تحریر سید محمد امین مختار از درود مستغاث متعلق صفحہ ۳۰۹ کتاب ہذا

نمونہ خوشخطی سید بشیر احمد بشارت نوشاہی متعلقہ صفحہ ۱۰۷۱ کتاب ہذا

هر سرے راکہ بخاک درِ تو سودائے ست — کہ کند سلطنت دنیائے دون منظور

فرش گسترده بزیر سرم این خاک رہ ست — نیست حاجت بحریر و سنجاب و سمور

احمد آزادی تو نادیده برد در عالم

تا نباشی ز خود افسوس کنان نادمِ مصور

تمام شد

رسالہ اعجاز مقالہ المشہور برسالہ احمد بیگ از تصنیف لطیف و تالیف منیف واقفِ اسرارِ توحید، سالکِ میدانِ تجرید، عاشقِ ذاتِ قادریہ، مشتاقِ جمالِ نوشاہیہ، در مجلسِ محمدی مدام حضوری، حضرت مرزا احمد بیگ قاقشال لاہوری طاب اللہ ثراہ، و جعل الجنۃ مثواہ، بدست خطا اقل من عباد اللہ الصمد فقیر بشیر احمد عفی عنہ، ابن جامع الکمالات مخزن الحسنات حضرت شاہ غلام مصطفیٰ نوشاہی ادام اللہ فیضہ و برکاتہ، از اولاد قطب الاعظم، غوث المعظم، زبدۃ العاشقین، سید العارفین، حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس اللہ سرہ العزیز ساکن ساہنپال شریف ضلع گجرات بروز دوشنبہ بوقت نماز ضحٰے بتاریخ بست و ہفت جمادی الاول ۱۳[illegible]ھ

عکس تحریر مولانا سید ابوالرضا بشیر احمد بشارت۔ از کتاب رسالہ احمد بیگ۔

قصیدہ

در شانِ

مؤلف کتاب ہذا علامہ ابو الظفر سید شریف احمد شرافت
نوشاہی برخورداری ادام اللہ فیوضہ، سجادہ نشین دربارِ نوشاہی
دار الارشاد ساہن پال شریف

از فکرِ بلند

شاعرِ بے مثال ۔ ناظمِ مبارک مقال جناب علامہ صوفی محمد افضل فقیر
بی ۔اے ، منشی فاضل ، ادیب فاضل فاروقی نوشاہی پیچیاری
تمبولی

کلکِ من برخیز ذکرِ یار می باید نوشت / ماجرائے درد را اظہار می باید نوشت

شافعِ دستارِ عصیانم شود روزِ جزا / وصفِ حسنِ سیدِ ابرار می باید نوشت

ناخدائے کشتیِ عمرم شود روزِ حساب / نظمِ نعتِ حیدرِ کرار می باید نوشت

مدحتِ سلطانِ عالم نوشہ حاجی گنج بخش / نظمِ دیگر را چرا بیکار می باید نوشت

حجِ من دیدارِ فیض آثارِ او باشد صحیح / خواہشِ دیگر بہ استغفار می باید نوشت

ہمصفیرم در شبِ تارِ لحد باشیستے / تا ثنائے زمرۂ اطہار می باید نوشت

نونہالِ گلشنِ عباس فخرِ دودمان / نائبِ نوشاہ و برخوردار می باید نوشت

حسن را غارتگرِ صبرم بگفتن می تواں / عشق او را رہزنِ افکار می باید نوشت

زلفِ او دام ست بہرِ عاشقانِ خستہ جاں / مانگ او را جادۂ ہموار می باید نوشت

دستِ او را ثانیِ دستِ مسیحا گویمش / ہم دلش را مخزنِ اسرار می باید نوشت

مصدرِ عرفاں جبینِ او اگر خوانم روا / پیکرش گنجینۂ اخیار می باید نوشت

غلغلہ در گنبدِ افلاک از گفتارِ او / رو نقش از گرمیِ رخسار می باید نوشت

مرکزِ اذکار گشتہ سینۂ بے کینہ اش / ہم سرش را مہبطِ انوار می باید نوشت

مرکزِ شوقم را جہیزے شود چینِ جبیں
منزلتش را رشکِ صد گلزار می باید نوشت

رشکِ حاتم لاجرم باشد بیضائے او
ثانیِ مہرش رُخِ گلنار می باید نوشت

صورتش دیباچۂ شاہکارِ نقاشِ ازل
وجہِ تسکینِ دلِ بیمار می باید نوشت

صورتش صد بابِ تقریظِ کتابِ گلستاں
درقۂ از منطقِ عطّار می باید نوشت

چہرۂ او خطِ نستعلیق را کردہ خجل
غبغبش را گنجِ ایجار می باید نوشت

نیک بشتا سد فنِ دل بُردنِ بے چارگان
ناوکِ چشمش بسا ہشیار می باید نوشت

ساعدِ سیمینِ او شبخوں زنِ تمکین و ہوش
غنچۂ بشگفتہ گوہر بار می باید نوشت

قدِ او سروِ روانِ غیرتِ باغِ ارم
مصحفش را گلشنِ بیخار می باید نوشت

چشمِ او را رہزنِ تمکین و ہوشم گفتہ ام
بارِ دیگر خانۂ خمار می باید نوشت

حسن را صد غیرتِ حسنِ گلستاں خوانمش
زلفِ سیہش را سراپا مار می باید نوشت

ارتسامِ مدحتش قندِ مکرر میشود
لطف و احسانش اگر ہر بار می باید نوشت

شد ہویدا معنی ہائے آیتِ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد
وصفِ حُسنش صد ہزاراں بار می باید نوشت

دُرِّ دندانش شبیہِ لولوی مرجاں بگشت
دستِ او را ابرِ گوہر بار می باید نوشت

خنجرِ چشمانِ او دو گونہ کارے میکند
نیم باز فتنۂ بیدار می باید نوشت

تیرِ مژگانش گذر کردہ دجاں بگداختہ
اشک را ہم اشکِ دریا بار می باید نوشت

چشم و ابرو کمر مژگاں برائے جانِ من
شوخ و شنگ و نازک و طرار می باید نوشت

نے غلط تشبیہ شد با تیغِ بُرّانِ نادکش
غمزہ اش را غمزۂ خونخوار می باید نوشت

خامۂ انگشتِ او معروفِ خطِ قسمتم
گردنش را محورِ پرکار می باید نوشت

لغزشِ افتادِ پا رقصے ز طاؤسِ بہار
گفتگوئش سر بسر اسرار می باید نوشت

یکہ تازِ عرصۂ معنی شہِ ملکِ سخن
شہسوارِ مرکبِ افکار می باید نوشت

نغمہ اش بہتر ز لحنِ عندلیب و عارضش
باعثِ ایں گنبدِ دوّار می باید نوشت

سربسر ہذیاں بود افسانۂ طرزِ دگر
مدح و توصیف و ثنائے یار می باید نوشت

تا شود سرمایۂ ہر دو جہاں ایں نظمِ من
مدحتِ آلِ علم بردار می باید نوشت

بوظفر سیّد شریف احمد شرافت مرُد را ‌ ‌ ‌ کاروان را قافلہ سالار می باید نوشت

شرحِ افسانۂ دردِ دل بے تاب گاں ‌ ‌ ‌ خوں بغلطیدہ خطِ گلزار می باید نوشت

از قبیلِ جوُدِ او گر من ہمی رانم سخن ‌ ‌ ‌ غیرتِ صد حاتم و عطار می باید نوشت

خال او را حافظِ قرآں اگر گوئم درست ‌ ‌ ‌ ابروان را تیغۂ خمدار می باید نوشت

راست گوئم بار دیگر خط ازیں یابم اگر ‌ ‌ ‌ ابروان را تیغ جوہردار می باید نوشت

آہِ سردم رنگ زردم گوشۂ تنہائیم ‌ ‌ ‌ بہر او با یکدگر پیکار می باید نوشت

نیک دان مارا اگر قدرے بگوئم از دو چشم ‌ ‌ ‌ آب دادہ قبضۂ تلوار می باید نوشت

آں شکن ہائے جبینش را بہ تشبیہِ دگر ‌ ‌ ‌ سطرے از خطِ کرم آثار می باید نوشت

عشق را عشقِ تلاطم خیز بگمارد دلم ‌ ‌ ‌ ذوق را ذوقِ صبا رفتار می باید نوشت

حافظ شیراز دم بستہ بیاید در حضور ‌ ‌ ‌ آں زبانش چوں سرِ نثار می باید نوشت

نطق او تفسیرِ نطق عقلِ کل گویم بجا ‌ ‌ ‌ سُبحہ اش را غیرتِ زنار می باید نوشت

وصل او ہم مشکل و آساں نگارد کلکِ من ‌ ‌ ‌ دیدِ او دیدارِ فیض آثار می باید نوشت

نغمہ اش صد زخمۂ تارِ ربابِ زیستم ‌ ‌ ‌ دید تیش را نازشِ ابصار می باید نوشت

دشمنِ جاں آفتِ دل رہزنِ ہوش و خرد ‌ ‌ ‌ بارک اللہ۔ کافرِ دیندار می باید نوشت

آں دو لبہائے نگارم منظرِ امید و بیم ‌ ‌ ‌ چشمہائش پُر فن و عیار می باید نوشت

پائے او سرمایۂ نقاشِ نقش مانیاں ‌ ‌ ‌ مردمک را اخترِ سیار می باید نوشت

گر بلاغت خدمت اندر سرنگوں افتادہ ‌ ‌ ‌ ہم فصاحت بندہ و چاکار می باید نوشت

ھَل۔ نگاہِ تیز بینش غیرتِ نظرِ عقاب ‌ ‌ ‌ آہوئے رم کردہ تاتار می باید نوشت

بزمِ خلوت را نشد بہتر از و میر سپاہ ‌ ‌ ‌ بزمِ خلوت را چو موسیقار می باید نوشت

چوں شود جلوہ نما بر منبرِ فقر و غنا ‌ ‌ ‌ درمیانِ چاکران سردار می باید نوشت

پلیۂ گوشت ست چادرش سر پہ آرائے حسن ‌ ‌ ‌ و خندہ اش را نشتر و سوفار می باید نوشت

جاں نواز و دلبر و عاجز پناہ و وصلِ او ‌ ‌ ‌ ہر یک گل زحمتِ صد خار می باید نوشت

عُشر از عشرِ عشیر وصفِ او صافش بیاں ‌ ‌ ‌ خوش خصال و نیک و خوش گفتار می باید نوشت

مختصر در مختصر در مختصر تعریف او
دستگیر و مونس و غمخوار می باید نوشت

بخت و قسمت چاکران کمترین بندگاں
دشمنانش سر بزیر دار می باید نوشت

دوستاں را بارشِ انوار باشد ہر زماں
دشمناں خوار و ذلیل و زار می باید نوشت

کاشش دلبر وا کند یک گوشۂ چشمے بمن
ایں سخن را حاصل اشعار می باید نوشت

گر ہزاراں بار غوطہ میزنم در بحر فکر
شمۂ از مدحتِ رخسار می باید نوشت

والد سید شرافت شاہ غلام مصطفےٰ
منبع فیضانِ دریا بار می باید نوشت

ناصیہ فرسا حقیقت بر درِ ارشادِ او
در طریقت ثانی احرار می باید نوشت

ہادیِ گم گشتگاں پشتِ پناہ بے کساں
ورثہ دارِ بوذر غفار می باید نوشت

قاریان و صوفیان و عابدان و عارفان
خاک پائے حاشیہ بردار می باید نوشت

حالیان و قالیان و واعظانِ خوش بیاں
جملہ خدام و کفش بردار می باید نوشت

آں فریدِ عصر حاضر آں مجدد راہ حق
غرض مدحش مشتے از خروار می باید نوشت

ایں قدر "آمد" کہ ظاہر ہست درِ اشعار من
لطف و فضلِ نوشہ و سچیار می باید نوشت

شعلۂ جو الہ باشد آہ آتش بارِ من
تار طفل اشک را زرتار می باید نوشت

رہنمائے مرشدم حضرت قمر سنا در سخن
نامۂ ہجراں بآں سرکار می باید نوشت

چوں بزیرِ سایۂ او آمدہ ام چیست باک
بخت خویشم را اگر بیدار می باید نوشت

قصہ سرمستیِ دل گر بپرسی ہمصفیر
خود فراموش و بہ ہشیار می باید نوشت

سرنوشتم و استانم گر بترتیب آورم
کشتۂ تیغِ نگاہ یار می باید نوشت

بر سر لوح مزارم بہر تشہیرِ منم
جاں فدائے کوچۂ دلدار می باید نوشت

صد ہزاراں عرف حاصل میشوند قدر سے بسعی
طاؤس را بہتر سگ دربار می باید نوشت

قطعۂ تاریخ طباعت

شریف التواریخ (جلد دوم) مصنفہ حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت صاحب نوشاہی مد ظلہ

نتیجۂ فکر

جناب ابو الطاہر فدا حسین فدا مدیر اعلیٰ مہر و ماہ ۔ لاہور

نسخۂ نور نشاں

۱۴۰۲ھ

مرقع ہے یہ اذکارِ سلف کا ۔۔۔ کہوں کیا اک حدیثِ دلبراں ہے
مضامیں اس کے شاداب و شگفتہ ۔۔۔ بہار اس کی بہارِ بے خزاں ہے
گہر ہائے معانی کا خزینہ ۔۔۔ کمالاتِ ادب کا اک جہاں ہے
تصدق اس پہ ہوں گے وہ نہ کیوں کر ۔۔۔ کہ مسطور اس میں جن کا کچھ نشاں ہے
ضیائے قادریت اس میں ضو ریز ۔۔۔ کہیں نوشاہیت جلوہ کناں ہے
کہوں کیا موجزن اس میں ہے کیا کیا ۔۔۔ حقیقت میں یہ بحرِ بے کراں ہے!
عظیم الشان و فیضِ اتقیا سے ۔۔۔ سنِ طبع ہوا بے شک عیاں ہے!

۱۴۰۲ھ ۔۔۔ ۱۴۰۲ھ

فدا سالِ طباعت یوں بھی کہہ دے!

ندا آئی کہ فخرِ عاشقاں ہے

۱۴۰۲ھ